UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226295
UNIVERSAL
LIBRARY

بعون صناع مکین و مکان فضل خلاق مین خلاز و آسما

الحمد للہ کہ یہ اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روشنگا

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحشا کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ طبع ہو کر مطبوع ہوا

اعلان - حق تالیف اس ترجمہ کا بحق مطبع اودھ اخبار محمد دو محفوظ ہے

جز

ورق

رشید

درالمختار شرح تنویر الابصار۔ مختصر منقح از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل۔

فتاوائے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل درسی جلد ہدایہ مع الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرلانی نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن اسکے مجلدات اربعہ مین سے جلد اول دوم تا کتاب النکاح جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب الفرائض

فتاوی قاضیخان۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول مع فتاوی سراجیہ آخر مین بطور ضمیمہ۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ۔ مجرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا حسن۔ از بیوع تا وصایا بخشی جدید۔

کنز الدقائق۔ بخشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق۔ مشہور متداول عینی شرح کنز الدقائق۔ بخشی مستند معروف متداول دو مجلد۔

(۱) دو لون جلد عبادات۔

(۲) دو لون جلد معاملات۔

مختصر وقایہ بخشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔

عمدۃ الرعایۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

قدوری بخشی۔ تالیف امام ابو الحسن درسی متداول۔

شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ۔ از شیخ محمود بن الیاس دو مجلد۔

اصول فقہ عربی

غایۃ التحقیق شرح حسامی۔ از مولانا عبد العزیز بخاری معروف و متداول۔

توضیح تلویح۔ از صدر الشریعت و علامہ تفتازانی مع کامل سہ حاشیہ از حسن چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت ناباب مجموعہ حسامی۔ از مولانا حسام الدین۔

شرح مسلم الثبوت۔ از ملا بحر العلوم نہایت نفیس۔ و معروف و مستند شرح۔

اصول الشاشی بخشی۔ بحصول الحواشی از ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم۔

حدیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین۔

تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ مولانا عبد الحق محدث دہلوی۔ چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔

جامع ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ صحاح ستہ مین سے مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی قسطلانی۔ شما جلدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری سمی بارشاد الساری معروف قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح خط نسخ۔

سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف۔

دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل۔ ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔

عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے لفظ درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد مین

تفسیر زاد الآخرت بنظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد مین انا

مولوی عبدالسلام -
تفسیر سورہ فاتحہ مسمی بتحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -
تفسیر سورۂ یوسف - مصرعہ از مولوی شہر فعلی -
ایضاً - چہار مصرعہ -
پنجسورۂ مترجم - با ترجمہ اردو -

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی - از ملا حسین واعظ - متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط -
تفسیر بحر مواج - ہفت پارہ از علامہ قاضی دولت آبادی نفیس طرز پر تعلیم تفسیر اول منزل
تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفہ ملا معین وعظ ورتصوف -
تبیان الفرقان - در اصول تفسیر از ملا محمد عثمان قیصر -

ایضاً عربی

عرائس البیان - حواشی مین مولفہ حضرت شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ خاتم الاولیا محی الدین عربی دونون تصوف مین بہت معروف ومشہور ہین بخط نسخ کامل دو جلد مین -
(جلد اول) اولین پندرہ پارہ -
(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ -
تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سرتاج لیجیے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجب صنعت ہے بالکل بے نقط

ایسا عجیب بلاغت وسلاست پھر مبتدا وخبر وشرط وجزا کی اصطلاح بے نقطہ - فرعون وقارون کا نام بے نقطہ روایت کا ترجمہ بے نقطہ شہنشاہ ہند کی عزت کرنا واجبی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا - ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جوابر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا -
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ غیر -
تفسیر جلالین مع کمالین - بہ تحشی جدید مطبوعہ دہلی -
تفسیر سراج المنیر - چار جلد مین مشہور تالیف شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع تفاسیر بیضاوی وکشاف ومعالم وتفسیر کبیر ومزید فوائد تحقیق وقرأت سبعہ وعشرہ نقل از چھاپہ مصر
تبیان فی اعراب القرآن - مولفہ شیخ عبداللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی متوفی ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین بلیغ نہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہے - ساتھ مین رسالہ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے -
تفسیر ملا مین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین پارہ عم پر شرح مولانا نواب علی مرحوم -
در النظیم - خواص وتاثیرات آیات وسور قرآنی - مولفہ قاضی ابوالحسن المصری -
توریت سریانی عربی ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا - اور اردو ترجمہ بصرف زر کثیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا -

اخلاق وتصوف

اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی -
تہذیب النفوس - از سید نجم الدین حسین -
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش -
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان -
ترجمہ عوارف المعارف کامل دو جلد مین -
ترجمہ مولانا ابوالحسن خریدآبادی -
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی جناب محمد کریم بخش -
بستان تہذیب - جامع اخلاق وادب تبہ نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ - مطبوعہ نظامی -
مذاق العارفین - ترجمہ احیاے علوم الدین غزالی - ہر چہار جلد کامل -
پیر اہن یوسفی - ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف -
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین -
آبحیات - اخلاق وموعظت مین مصنفہ منشی کاشتا پرشاد -
اکسیر ہدایت - ترجمہ اردو کیمیاے سعادت جامع شریعت وحقیقت مترجمہ مولوی فخر الدین احمد -
کیمیاے حکمت - حصہ اول - بیان شرائف علم وادب -
نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت شاہ نجات اللہ مطبوعہ مطبع ٹیالہ -

بعون صناع مکین و مکان فضل و خلاز و آسمان

احمدہ و المنہ کر یع فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص عوام روزگار

یعنی

فتاوی الامتاز

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ طبع ہو کر مطبوع ہوا

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ درالمختار

مضمون	صفحہ
دیباچہ از طرف مطبع	۲
دیباچہ از طرف مترجم ثانی	۳
بیان مصنفات ماتن	۸
مقدمہ تعریف اور موضوع اور غرض علم فقہ کے بیان مین	۱۲
بیان اسباب جہل و نسیان	۱۵
اسباب مورثۂ حفظ	″
تحصیل علم کے احکام کہ فرض کس علم کا سیکھنا ہی اور مستحب اور مکروہ کسکا	۱۶
فضائل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے	۲۰
اُن علامتون کا ذکر جن پر فتوی دینے کے وقت مفتی کو کاربند ہونا چاہیے	۲۹
مراتب سبعہ مجتہد فیہ	۳۲
کتاب الطہارۃ	
یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل	۳۴
وضو کچھ اوپر تیسرے مقام مین مستحب ہی	۴۰
ارکان وضو	۴۲
جب ہاتھ ناپاک ہون اور پانی نہ لے سکے تو کیا کرنا چاہیے	۵۲
چار چیزین انبیا کی سنت ہین	۵۳
وضو مین کیس سنتین ہین	۵۷
مستحبات وضو	۵۸
مقدار صاع و مد حساب وزن	۶۲
نواقض وضو	″
مسائل غسل	۷۲
اقسام غسل	۸۵
جس مصحف مین چرھا بچا ہے اُسکو دفن کیا جاے	۸۹
ترتیب وضع کتب	۹۰
تعویذ کونسا درست ہی	″
مسجد کا کوڑا پھینکنا بے تعظیم جگہ مین آت نہین ہی	۹۰
باب المیاہ یعنی پانیون کے مسائل	۹۱
پانی مین دہ در دہ کی مقدار کسی اصل سے ماخوذ نہین	۹۸
فصل فی البیر یعنے کنوے کے مسائل	۱۰۷
معنی استحسان	۱۱۰
سنب باشی کفار بہ مسجد	۱۱۱
باب التیمم یعنی تیمم کے احکام	۱۱۳
اگر بالکل گارا ہو تو تیمم کیسے کرنا چاہیے	۱۱۸
باب المسح علی الخفین یعنے دونون موزون پر مسح کرنیکا	۱۲۸
باب الحیض یعنی حیض کے احکام و مسائل	۱۳۹
اقسام استحاضہ	۱۴۴
باب الانجاس یعنے نجاستون اور ناپاکیون کے بیان مین	۱۴۹
کوے اور چیل کی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا	۱۵۳
دھونے کے بعد بوے نجاست کا رہنا مضر نہین	۱۵۶
طریق ہر طرح کے برتن دھونے کا	۱۵۷
فصل اس فصل مین استنجا کے احکام ہین	۱۵۸
مسئلۂ عجیب	۱۶۲
کتاب الصلوۃ	
یعنے نماز کے احکام اور مسائل	۱۶۳
تعداد اوقات مکروہہ نماز	۱۷۶
جن مکانات مین نماز مکروہ ہی	۱۷۷
باب الاذان اذان کے بیان مین	۱۷۸
(اسی جگہ سے ابتدا ہی مترجم ثانی کے ترجمے کی)	
آنحضرت صلعم پر سلام پڑھنا بعد اذان کے اور جدید ہی	۱۸۱

مضمون	صفحہ
باب شروط الصلوٰۃ یعنے نماز کی شرطون کا بیان	۱۸۶
ثواب نماز کا مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین	۱۹۸
جہت قبلہ کے معنون کی تشریح	۱۹۹
باب صفۃ الصلوٰۃ یعنی نماز کی کیفیت کا بیان	۲۰۵
واجبات نماز	۲۱۱
ترکیب جمائی کے وقیع کی	۲۲۱
فصل اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا ذکر ہی	۲۲۲
نماز کے اندر پچیس باتون مین عورت مخالف ہی مرد سے	۲۳۴
اوقات درود پڑھنے کے	۲۴۲
فصل اس فصل مین قرأت کے احکام ہین	۲۴۸
باب الامامۃ یعنے امامت کے مسائل	۲۵۴
جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین مزاحم ہون تو بدون حج کے کسیکو مقدم نکیا جائے	۲۶۰
اکیلا لڑکا صف مین داخل کیا جاوے	۲۶۶
باب الاستخلاف یعنے خلیفہ کرنے کے احکام	۲۷۸
باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا یعنے ان امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اُسکے اندر	
مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین	۲۸۶
جن لوگون پر سلام کرنا مکروہ ہی	۲۸۷
جن لوگون پر سلام کا جواب واجب نہین	۲۸۸
مشابہت اہل کتاب ہر چیز مین مکروہ نہین	۲۹۱
قاعدہ نماز کے فاسد ہونے کا قرأت کی غلطی سے	۲۹۴
احکام مساجد	۳۰۷
باب الوتر والنوافل نماز وتر ونوافل کے بیان مین	۳۰۹
پانچ چیزون مین امام کا اتباع چاہیے اور چار مین نہین	۳۱۲
نماز تہجد کی تحقیق	۳۱۷
صلوٰۃ التسبیح کی کیفیت شرح زاد	″
مسائل شافعیہ	۳۲۰
ریل پر نماز کا بیان	۳۲۳

مضمون	صفحہ
باب ادراک الفریضہ یعنی جماعت فرض کے حاصل کرنے کا بیان	۳۲۶
نماز کو توڑنا کبھی حرام ہوتا ہی کبھی مستحب کبھی مباح کبھی واجب	″
باب قضاء الفوائت یعنی فوت شدہ نمازون کے قضا پڑھنے کا بیان	۳۳۲
باب سجود السہو یعنی سہو کے سجدون کا بیان	۳۳۸
حکایت عجیبہ	۳۳۹
باب صلوٰۃ المریض یعنی بیمار کی نماز کے احکام	۳۴۵
باوجود قدرت تھوڑی سے قیام کی بیٹھکر نماز پڑھنی بیجا ہیے	۳۴۶
باب سجود التلاوۃ یعنی سجدہ تلاوت کے احکام	۳۴۹
باب صلوٰۃ المسافر یعنی نماز مسافر کے احکام	۳۵۸
باب الجمعۃ یعنے جمعہ کے احکام	۳۶۷
دونون خطبون کے درمیان دعا مانگنی بدعت ہی	۳۷۳
باب العیدین یعنے دونون عیدون کے احکام	۳۸۳
باب الکسوف یعنے سورج گہن کی نماز کا ذکر	۳۹۱
باب الاستسقاء یعنے طلب باران کے ذکر مین	۳۹۳
باب الخوف یعنے نماز خوف کے بیان مین	۳۹۵
باب صلوٰۃ الجنازۃ یعنے جنازے کی نماز اور اُسکے لواحق کے ذکر مین	۳۹۷
جن لوگون سے سوال قبر نہوگا	۳۹۹
ظاہر علامت مسلمان ہونے کی	۴۰۴
قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹین نوتھین	۴۱۶
باب الشہید یعنے شہید کے احکام	۴۲۴
باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ یعنے کعبے کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت	۴۲۸
کتاب الزکوٰۃ	
یعنے احکام زکوٰۃ کے بیان مین	۴۲۹
شوہر پر مہر موجل مانع زکوٰۃ نہین	۴۳۱
باب السائمۃ یعنے چرنے والے جانورون کی زکوٰۃ کے بیان مین	۴۳۹

مضمون	صفحہ
باب اس باب مین اونٹون کی زکوۃ کا بیان ہی	۴۴۲
باب زکوۃ البقر یعنے گائے بیل کی زکوۃ کا بیان۔	۴۴۱
باب زکوۃ الغنم یعنی زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین	۴۴۴
باب زکوۃ المال یعنی مال نقد کی زکوۃ کا ذکر	۴۴۸
مخلوط چاندی سونے مین طریق زکوۃ کا کیا ہی	۴۵۱
باب العاشر یعنی دہ یکی وصول کرنے والے کا بیان	۴۵۵
باب الرکاز یعنی دفینہ کے احکام	۴۶۰
باب العشر یعنے دہ یکی کے احکام	۴۶۵
باب المصرف یعنے زکوۃ اور عشر کے خرچ کرنے کے موقعون کا بیان	۴۷۳
رسم عید مین اقارب کو کچھ دینا زکوۃ کی نیت سے جائز ہی	۴۸۴
باب صدقۃ الفطر یعنے صدقہ فطر کے احکام	۴۸۵
اسلام کے واجبات سات ہین	۴۹۲
کتاب الصوم یعنے روزے کے بیان مین	۰
باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد یعنے ان چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین	۵۰۰
حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی	۵۰۹
مسئلہ حجامت و زینت مین	۵۱۴
فصل فی العوارض یعنے ان امور کا ذکر جنسے روزہ رکھنا مباح ہو جاتا ہی	۵۲۶
باب الاعتکاف یعنے اعتکاف کے احکام	۵۳۶
شب قدر کا بیان	۵۴۶
کتاب الحج احکام حج کا بیان	۵۴۷
(یہان سے پھر ابتدا ہی مترجم اول کے ترجمے کی)	

مضمون	صفحہ
فصل فی الاحرام اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی	۵۵۹
دعائین طواف کی	۵۶۶
دعائین وقوف عرفات کی	۵۷۲
سوال و جواب بطور چیستان کے	۵۷۴
باب القران یعنے حج اور عمرہ کو ملا کر ادا کرنے کا ذکر	۵۸۲
باب التمتع یعنے عمرہ سے حلال ہو کر حج کے احرام باندھنے کا ذکر	۵۸۵
باب الجنایات یعنے حج مین جو باتین منع ہین انکے ارتکاب کی سزا کیا ہی	۵۸۷
باب الاحصار یعنے اگر کسی وجہ سے احرام حج مین رک جاے تو کیا کرے	۶۰۶
باب الحج عن الغیر غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا ذکر	۶۰۷
محصلیت حج کی ماں باپ کی طرف سے	۶۱۲
باب الھدی یعنے اس جانور کا ذکر جو حرم مین ذبح کیا جاے شکریہ کے طور پر یا تقصیر کے عوض مین	۶۱۴
مسائل مختلفۂ حج	۶۱۵
وقوف عرفہ جمعہ کے دن	۶۱۷
مسئلۂ اقامت حرمین	۶۲۰
فصل کیفیت حج آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی	۶۲۱
فصل آداب زیارت مدینہ طیبہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام	۶۲۹
تمت	

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق مین و آسمان

الحمد للہ کہ ربیع اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد حسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ طبع ہو کر مطبوع ہوا

اعلان — اس کتاب کی رجسٹری بحق مطبع نولکشور حسب منشاء ایکٹ ۲۵ مجریہ ۱۸۶۷ء ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ ازطرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اردو ترجمہ درمختار جسکو عالم العلمی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہین منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا دو تہائی مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواہشگار ہوئے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دین لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اُس زمانہ مین جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی آلہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہان ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور انصرام سے بہ اعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرماے مصطفےٰ آباد عرف رامپور پر سرور حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا عمدہ کاغذ اور طبع کا نہین ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور قدر دانی شائقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب بہادر محتشم الیہ سے اسقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اُسکی خواہشگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار مین اطراف و اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب و خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی آلہ یار خان صاحب تاجر کتب مذکرۂ بالا کے اس مطبع نے بہ پیشکش پہ بہادر مشار الیہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپا اور عمدگی طبع سے خریداران بنقد دل باتھون ہاتھ لینگے اور نوبت کمر بستہ کر طبع کی عنایت ایزدی سے بروے کار آئیگی انشاء اللہ تعالی

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد لمدبر العالمین الکمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد فی الغدو والاصال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الزحف والزلزال بعد حمد وصلوۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہی کہ کتاب درّ المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم رح ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہی اس فن مین نہایت معتبر ہی اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہی دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی حتے کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علما نے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسی وجہ سے بڑے بڑے عالم مثل علامۂ حلبی اور علامۂ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فقاون مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون یا اسکے مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر مبرور والی بانده ۱۲۵۸ھ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۱ ہجری مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر محرم ۱۲۷۱ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرائے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمۂ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اسیطرح پر کرکے قصد چھپوانے کا کیا اور از انجاکہ خود اسقدر مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوئے اُسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اُسکو خدا ہی جانتا ہی رات دن بعجز انتجا اور تضرع کے جناب باری مین دو سرا کار نتھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سے طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر العظما منظفہ

نمودہ شہامت و جلالت نقطۂ دائرہ امارت و ایالت مولد مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل یقین
ملجا العلما ملاذ الفضلاء ممد قواعد خیر و سخاموس قوانین علم و ہدی **بیت** قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان ✦ پرتوے ازرای او پیرایۂ خورشید و ماہ
یعنی جناب **نواب محمد کلب علی خان صاحب** بہادر والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم و طالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے مسل نامل
فیض شمول سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بتعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بکمال
قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ اسکے تکمیل کی صورت
ما بدولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے ہی روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی دا ہندہ کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سے یہ
کتاب انجام کو پہنچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہ محدث جاودانی جناب منعم الیہ
کے واسطے مقرر فرمائی **بیت** این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ✦ یہ کمترین اسکے شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل
سے دعا کرے اور کیا کرسکتا ہی **بیت** از دست فقیر بے نوا ما مید ہیچ ✦ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند ✦ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
وَاَعْطِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاجْعَلْ سَدَّتَہٗ لِلْمُتَرَمِّلِ اَوَّلَ الْمُنٰی وَاٰخِرَتَہٗ خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہِ الْمُجْتَبٰی اب چند
باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون **اوّل** یہ کہ چونکہ مترجم اوّل کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی بھی نملی اسلیے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور اسی واسطے مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۳ھ ہجری مین کیا اور ۱۲۵۴ھ تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی **غایۃ الاوطار** رکھا جسمین ۱۲۶۴ھ ہجری نکلتے ہین ہ ۱۲۵۳ اور ۱۲۵۴ کا درمیانی سال ہی
عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو **دوم** یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن بخط نسخ
کا کھینچ دیا گیا **سوم** یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہر وہ متن کی عبارت ہر باب شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر
مین لکھے ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہی اور اُسکے بعد ترجمہ مین لکھ دیا ہی کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہین اسی طرح لفظ
فائدہ جو کلام شارح مین کہین آیا ہی اسکو بھی جلی لکھا ہی اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردیگئی ہی
چہارم یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو اُنکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہی مین نے اس جملہ کی جگہ
صرف سیم جلی قلم سے لکھوا دیا **پنجم** یہ کہ ترجمہ مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھ دیا ہی تاکہ ناظرین جان جائین کہ یہ جملہ مختصر جملہ مذکور کا ہی **ششم**
یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اُنکو اس عاجز نے
پورا کردیا و جس وجہ سے اُنہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اُسکو حل کردیا **ہشتم** یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت
ہوگئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اُسمین نہو بہر حال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کردیا ہی
ہفتم یہ کہ لفظ ثانی قرار واقعی مترجم سے دونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہی اور جہانتک
نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کردیا ہی کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا **ہشتم** یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اُردو کے لحاظ
سے تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کردیے تھے اُن سکو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح
کردیا ہی **نہم** یہ کہ متن ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھ دیے ہین
دہم یہ کہ متن ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہی تو اُسکے دونون طرف خط مقوس کھینچ دیا ہی اسطرح ( ) تاکہ

کوئی اُسکو عبارت دُرِّ مختار کی نہ سمجھے **یازدھم** ۱۱ یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہی کہ عبارت اُردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہی مثلاً شارح نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑھادی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہی اُسکے بعد شارح کی تحقیق کو بیان کیا ہی اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہی اسی طرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کردیا ہی حتے کہ ضمیرون کی جگہ جنکے مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسی طرح کی گنجلک مسئلہ مین باقی نرہنے پاوے

دوازدھم ۱۲ یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ اتنی باتون کا لحاظ رکھا ہی ۱- توضیح مطلب مسئلہ ۲- ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو ۳- شارح کا تسامح جس جگہ واقع ہوا ہو ۴- کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہی ۵- جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری کتابون پر کیا ہی اُسکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُنسے متعلق تصور کیا ہی ۶- اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہی تو اسین روایت قوی کتب مروجہ سے ۷- جس جگہ شارح نے لکھدیا ہی کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اُسکی تصریح کتابون سے ۸- تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے ۹- عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰- دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول سے خواہ دلیل عقل ۱۱- اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲- جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہی اُسکا مقابل نقل کیا ہی اور اسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین **سیزدھم** ۱۳ یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہی کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی تھی اور ہمنے اُسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اُسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ نہو **چہاردھم** ۱۴ یہ کہ اثنائے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہی تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہی اسکا حوالہ اثنائے ترجمہ مین کردیا ہی مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہی **پانزدھم** ۱۵ یہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہی آخر کو اُسکا نام اور حوالہ کردیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہی بعض جا اُنکا بھی حوالہ کردیا ہی مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہی مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ **شانزدھم** ۱۶ یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہی تو اُسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالے کے بعد مختصراً لکھدیا ہی اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی کرنا پڑا ہی تو وہان حوالے کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑھادیا ہی اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سوائے حواشی کے اور کتابون مین پایا ہی تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہی **ہفدھم** ۱۷ یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہی ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہی **ہیجدہم** ۱۸ یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سقم محشیون نے بیان کیا ہی اُسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ سے کیا ہی جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہی اور جا بجا اسکی تصریح بھی کردی ہی کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہی **نوزدھم** ۱۹ یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہگیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اُسکو قول شامی کا تصور فرمائین کہ تر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہی سیاق عبارت بآواز بلند کہہ رہا ہی کہ یہ ہماری بحث ہی نہ محشیون کا قول **بستم** ۲۰ یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہی اور طحطاوی نے دوسری طرح تو مین نے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہی کہ دونون حاشیون کی تقریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دو قون

کتابون کا نام لکھدیا ہو اور اسی طرح جو مسئلہ دونون مین یکسان نظر آیا ہو اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کردیا ہو **بست ویکم** یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر **ف** لکھکر کردیا ہو اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہو تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین دقت نہو **بست ودوم** یہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی **محمد مظہر صاحب** نے بہت سی مدد دی اللہ تعالے اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے **بست وسوم** یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہو اور بایں ہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوتی ہو تو ناظرین عالی ہم سے راجی کرم ہون **بیت** نتازم بسرمایۂ فضل خویش + بدریوزہ آوردہ ام دست پیش + اور اللہ تعالے سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب وعجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اُس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ آمِيْنَ ۵



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون مین اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے شارح رہنے درمختار کو شروع بہ تسمیہ کیا باتباع کلام مجید وبفحوائے حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہو وہ ابتر اور بے برکت ہے حمد الگ یا من شرحت صدورنا بانوار الہدایۃ سابقا ہم تیری ستایش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تو نے ہمارے سینون کو اول کشادہ کردیا طرح طرح کی ہدایت سے ونورت ابصارنا بتنویر الابصار لاحقا اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینایون کو تو نے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وافضت علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحارا فائقا اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہم پر صاف غیر مکدر دریا بہادیا وافضت لدینا من بحار منحک الموفرۃ نہرا فائقا اور تو نے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا ہم شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہین درمختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمہ مین مذکور ہوچکا اور اگر کتابہ مین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہے کہ اسنے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہوگیا وانعمت علینا حیث یسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر نجاہ وجہہ منبع الشریعۃ والدرر اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہم پر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تو نے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور درر کے سامنے یعنے مدینہ طیبہ مین روضۂ مطہرہ کے سامنے شارح نے درمختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ہم عون مرضین مین تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب محرر مرقوم ہو غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور درر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہے اس کتاب کا جسکا نام درر ہے کذا فی الطحطاوی وصحیحیہ الجلیلین الی بکر رض وعمر رض اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذن منہ صلے اللہ علیہ وسلم درمختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم درمختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی مولف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہے رجوع کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کردیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسطرح

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہوچکی ہے یعنے ماتن نے خواب مین دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر مین تشریف لائے اور زبان مبارک کو میرے مُنھ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ الذین نالوا من منح فتح کشف فیض فضلک انوارًا فی حقائقًا اور رحمت خاص نازل ہوائکے آل اور اصحاب پر جنھون نے تیرے فضل دانی کے فیض کے عطایاے نصرت کا شفۂ ظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہم شارح نے اسمین ان فقہ کی کتابون کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق و بعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور حمد وصلوۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکف یا حصن کیفی کا رہنے والا ہم طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرۂ ابن عمر کے مابین مین شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت بخزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار جامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اس شرح کا بڑے بڑے دس مجلد مین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدین ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار پھر بھیری مین نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام **در المختار فی شرح تنویر الابصار** مین نے رکھا ہم یعنے خوف تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین کر دیا ہند اور المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہین بلکہ متن متین ہوگیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ اور تکثیر معنے سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ عالیقدر ہے اس فن مین یعنے فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح ترکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد ضحت روضۃ ہذا العلم بفتحۃ الازہار وسلسلۃ الانہار وتسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے ہونے سے کھلی کلیون والا روان انہار ہوگیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیون کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولون کے مانند شگفتہ ہوگئے ماتن کے بیان واضح سے من عجائبہ ثمرات التحقیق تختار ومن غرائبہ ذخائر تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہین اور اسکے غرائب سے تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے عقول حیرت ناک ہین شیخ شیوخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علما متاخرین صالحین مین ہم تمرتاش بضم تا وسکون میم ومہملہ وتا وشین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اسکو غزہ ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہے کہ غزہ شہر ہے فلسطین مین وہان امام شافعی رحمہ پیدا ہوے اور ہاشم بن مناف وہان مرگے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اسکی شرح ہے مسمے بمنح الغفار اور منظومہ فقہ مین مسمے بتحفۃ الاقران اور حاشیہ درر وغرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوے دو مجلد اور شرح منار کے اصول مین اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

ابن العال سے اور بہت علما و مدارس سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح وحشی شبا وہ خلفا رخلف الرشید باتن و انتقال کیا باتن نے ایک ہزار اور چھ سال ہجری میں غزہ ہاشم میں اور وہیں مدفون ہوئے غفر اللہ لہ کذا فی الطبطاوی ملخصا فانی اروی عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی عن الشیخ الغزی عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی الصطفے التمار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ہو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدہ عن المشائخ المتبحرین الکبار سو میں روایت کرتا ہوں اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے استاد شیخ عبد النبی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہیں مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صاحب مذہب کامل کے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ پسندیدہ تک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں اللہ واحد قہار سے جل جلالہ پنانچہ سند مذکور مشروح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت میں بہت طریقوں سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے ہم شعرانے میزان میں اربعہ کی یوں سند مذکور کی ہے امام ابو حنیفہ رحمہ عن عطا رحمہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عزوجل امام مالک رحمہ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عزوجل امام شافعی رحمہ عن مالک الی آخر السند امام احمد حنبل رحمہ عن الشافعی رحمہ عن مالک الی آخر السند کذا فی الطبطاوی وکذا کان فی الدرر الغرر لما غزہ الا ما ندر ازا من نقلہ غزوۃ القائد رما للاختصار او جو قول کہ در رغرر سے نقل کیا اسکو در رغرر کیطرف منسوب نہیں کیا بقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہو در رغرر سے وہ اسکے قائل کیطرف منسوب کر دیا ہے ہم یعنی در الحکام منقول ہو مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہو چنانچہ ملا خسرو کی در رغرر سے تو اختصار کیواسطے اسکے ہر قول میں شارح نے یہ نہیں کہا کہ یہ در رغرر سے منقول ہو اسکے سبب سے اور کتابوں سے اسقدر بکثرت نقل نہیں تو وہاں منسوب کر دیا کہ یہ قول فلانی کتاب سے ہوا اور یہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہوا اور عدم ادعای یاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ ما تولی من انا ظر فیہ ان یقظ بعین الرضا والاستبصار و ان یتلافی ملا فیہ بقدر الامکان او یصفح لیصفح عنہ عالم الاسرار والاضمار و بیری ابدا اس کتاب کے ناظر سے یہ ہو کہ اسکو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہ کہ اسکے عیوب و نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اسکے عیب سے درگذرے بھید اوچھپی پیر کا جانے والا ہم شیخ نا کی قبیہ سواسطے لگائی کہ جو غصب اور بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہو اسکو حق جل معلوم ہوتا ہے چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نجلہ پوشش و در نظر بصیرت ان السلامۃ من ہذہ الخطرات امر عزیز علی البشر اور قسم ہو اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ ہو امر ہو آدمی پر دشوار اور عسیر ہو ولا عزو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطا و الزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھ عیب نہیں اسواسطے کہ بھولنا انسانیت کے خصائص سے ہوا اور پھوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیوں سے ہو و ہو حسبی فقد اللہ مستجیبا لمن حسبی باب الانصاف و برد عن جمیل الاوصاف و اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہوں اس خطا سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اس حسد سے جو منصفی کے وروازے کو بند کر دے اور ساحد کو اوصاف جمیلہ سے بھیر دے ہم حسد اسکو کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کے زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجھکو ملے یا مطلق زوال پاوے خواہ اسکو ملے یا نہ ملے اور وہ بہت مرض ہو کہ نیکیوں کو کھاتا ہو جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہو چنانچہ یہ مضمون حدیث میں وارد ہوا ہے اور گاہے حسد آدمی کو کفر تک پہونچا دیتا ہو اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہو خدا پر کہ کیوں اسکو نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد و من کل القبائح الا و ان الحسد خسک من تعلق بہ ہلک آگاہ رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہو کہ جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا و کفی للحاسد ذما فی آخر سورۃ الفلق فی ضمنہ بالتعلق حاسد کی مذمت میں پچھلی آیت سورۂ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہو اسکے جل جلالہ نے حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم کیا ہم سورۂ فلق کی پچھلی آیت میں حق تعالی نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہو گی للہ در الحسد ما احمد لبدا بصاحبہ فلقا فقتلہ حسدا بھلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہو اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قتل دیا پھر اسکو مار رکھا ہے

وما انہن کید الحسود ولا ولا جاہل یُوری ولا یتدبر ہا اور مین حسد کرنے والے کے کرا اور فریب سے نڈر نہین اور اس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنے میری کتاب مین) اور تامل نکرے ہم یہ بیت ہو قصیدہ ابن وہبان کی ابن شحنہ اسکے شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہو کہ صاحب قصیدہ حاسدون کے حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ بد کتاب ہو اور بعضے کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہو ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کر لی اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی واللہ در القائل ؎ ہم یَحْسُدُونِی وَشَرُّ النَّاسِ کُلِّہِمْ ہم مَنْ یَعِیشُ فِی النَّاسِ یَوْمًا غَیْرَ مَحْسُودٍ اور خدا بھلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد برا حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہو جو ایسا کبھی بھی غیر محسود جیا یعنی جسپر کسینے حسد نکیا ہم غیر محسود ہونیکے واسطے بد ہوا کہ حسد اُسیکا ہو جو حسین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جسپر حسد لوگون نے کیا تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہو اولا یُحْسَدُ بَدُونٌ وَلَا وَدِیعٌ وَخَمُولٌ وَقَلِیعٌ اسواسطے کہ کوئی سردار سردار ہی نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو ہمیشہ عیبجوئی کرے ہم جب اوندھی اپنی بدگوئی سنی اور اپنے تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لان من نزع الی حسن حصد المحسن اسواسطے کہ جنے کینون کا کھیت بویا بخون کو غرس کیا فالعلیم یفضح والکریم یفلح سو کمینہ اور کنظر فضیحت کرتا ہو اور شریف صاحب کرم صلاح دیتا ہو اور درست کر دیتا ہو ہم جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین منہمک ہو اور کریم صلاح کرتا ہے اگر کچھ خلل پاتا ہو بشرط قدرت چشم پوشی کرتا ہو لیکن یا ائی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف ومؤلفنا الخرم وغرمی زادہ وائی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن اسی بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علما متاخرین کی تحریر اور ترجیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور غرمی زادہ اور ائی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے ہم یعنی تمام کے خلل بعد مطلع ہونے کے کتب کو رد چاہیے اور بحر کو خطوط قبلے کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین بن نجیم مصری ہو اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہو اور غرمی زادہ محشی ہو درر کا اور اکمل غنیہ شرح ہدایہ کا مصنف ہو اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہو ہمام لقب ہو عبد الواحد کا مع تحقیقات بیخ بالبال وتلفیقہا عن مغول الرجال ساتھ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل مرور سے حاصل کیا ہم اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنے کا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہو جسنے چار سو برس کے بعد مفقود ہو گیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اُسکا یہ ہو کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہو اور مجتہد کے قول کو لانا اور شرنبلالیہ کو عبارات لطیفہ سے دفع کرنا یا اُسکا جواب دیا جاوے بموجب اُس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہو اور اُسکے اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وباقی المقدمۃ لکتاب نبر کتابہ اور حق تعالی ہر کتاب کو برکت دیتا ہو سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اسمین خطا کا احتمال نہو یہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من عد قلیل خطاہ المغرق فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہو جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہت سی درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنی جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہوا تو اسکی خطا قلیل پر نظر نکرنا منصفون کا کام ہو اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت بحتہ ومع ہذا فمن انصف کتابی ہذا فہو الفقیہ الماہر اور ساتھ اسکے یعنی باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھ لیگا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہو یعنے مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بہا فقیہ فسیقول بسلاقیہ کہ ترک الاول للاخر اور جو فقیہ کتاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا منہ بھر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کیواسطے چھوڑ گیا ہم یعنی متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے تبسر

طحطاوی ازہر اسکے تحریر مین شارح مرحوم طحطاوی مین یہ عبارت ہو الوقوع قوۃ الوقوع ویکون فی الخیر کما فی الشر اور دونون کا ترجمہ اسطرح کرنا چاہیے کہ تحریر مین صحیح کرنا کہ شارح کو اہل نہ سمجھے اور شارح کو اہل نہ سمجھنا کہ ایک قسم کا ہو

آگاہ کردیا اسواسطے کہ حوادث متجدد ہوتے جاتے ہین زمانون کے تجدد سے مونی الواقع کہ کتاب المتنا ضبط ربط مسائل اور حسن فہتصار مین عدیم المثال ہر ولہذا عرب وعجم مین یطرح انتشار رجال ہر ومن حصل فقد حصل الخطر الوافر لانہ البحر لکن بلا ساحل وہل القطر غیر انہ متوحل اور جسنے اسکتاب کو حاصل کیا سو مقرر اسکو بہت حصہ ملا اسواسطے کہ وہ سمندر ہے لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندون کا مینھ ہی پر وہ لگاتار ہے ہم اس صنع عبارت کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہین یعنی عبارت اور مرادشارات تنقیح معانی وتحریر بیانی حالانکہ کتاب میری یا اسکی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کردینے الفاظ سے لگی ہے اسکی عبارت ابھی نہین تعقیدات لفظیہ ومعنویہ اور تطویل لاطائل سے معرا ہے ولیس الخبر کالعیان ولا التقریر کبعد التامل للعینان ہر خبر دیکھنے کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونون آنکھین اس کتاب سے ٹھنڈی ہونگی ہم یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہوا ونیز محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے نزدیک اسکا خود شاہد ہوجاویگا شنیدہ کی بود مانند دیدہ ہ تو یہ تعلیل ہو مدعای محذوف کی ؎ فحذا ما نظرت من حسن وضیۃ الاسمی ہ ووعی ما سمعت عن الحسن سلمی اسواسطے اسکو جو تو دیکھا ہی اس کتاب جامع کی خوبصورتی کو اور اسکو جو تو نے خوبصورتی سلمی کی حکایت سنی ہی ہم سلمیہ معشوقہ کا نام ہی یعنی حسن صوری کیطرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر فحذا ما نظرت ووعی شیئا سمعت ہ فی طلعت الشمس ما یغنیک عن زحل ہ اے اسکو جو تو نے دیکھا اور جسکو اسکو جو تو نے سنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہی جو تجھکو بے پروا کرتی ہی زحل کی روشنی سے ہم زحل کم روشن ایک ستارہ ہی جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین ہذا وقد قضت العرائض للمصنفین اغراضہم تمام کنت اتمادی یوجہ لے اسکو اور تصانیف اہل عصر کی ابرو مین اہل عصر کی زبانون کے تیرون کی نشانہ ہوگئین ہین ونفائس تصانیفہم معرضۃ بایدیہم تنتاب فوائدہا ثم تریشہا بالکساد اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات اہل عصر کے ہاتھون مین پڑے ہین اُنکے فوائد کو لوٹتے ہین پھر اُنکو کھبنا کرکے پھینکتے ہین ؎ انا العلم لا تجھل بعیب مصنف ہ وکم احسن یزلۃ منہ تعرف ہ اے صاحب علم شتابی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجھکو اسکی خطا کا یقین نہین ہوا جان لے بہت سے نکمے اقصد الراوی کلاما یتخللہ ہ وکم حرف الاقوال قوم مجھلہ اسمیں بہت بگاڑا ہی روایت کرنے والے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولون کی تحریف کی ہر ایک قوم نے اوتصحیف کی ہر ہم تحریف عبارت ہی تغییر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور تصحیف یعنی تاویل آتا ہی یعنی غیر مراد کا ارادہ کرنا اور تصحیف عبارت ہی خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کذا فی المحطاوی یعنی جب مسادر اوی اور خلل کرنا کاتب کا فاسد کرتی ہی اور خلل مصنف کی خطا پر یقین نہین ہوسکتا الا بوجہ دیگر نہ عیب گیری مین عالم کو عجلت مناسب نہین ؎ وکم تاسخ احیی المعنی مغیرا ہ وحاجبی لم یرد الصنف ہ اور بہت کاتبون نے معنی کو بدلا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا ؎ وما کان قصدی من ہذا ان یجی ذکری بین المحررین من المصنفین ولا المولفین بل الاعتصام بالتقرب بحفظ الفروع الصحیحۃ مع رجاء الغفران ودعاء الاخوان اور اس تصنیف سے میرا یہ مقصد تھا کہ میرا ذکر اہل ہو اہل تحریر مین کہ مصنفین اور مولفین ہین بلکہ مقصود ہمارا تقرب کی فروع اور محفوظ رکھنا صحیح مسائل کا متوقع بخشش ربانی اور دعای برادران دینی وما علی من اعراض الحاسدین عنہ حال حیاتی فیستلقونہ بالقبول انشاء اللہ تعالی بعد وفاتی اور مجھکو کچھ بحث نہین حاسدونکی روگردانی کی اس کتاب سے میری زندگی مین کیونکہ وہ عنقریب اسکو قبول کرلینگے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کما قیل ؎ ترمی الفتی بنکر فضل الغنی ہ لوما رغیثا فاذا ما ذہب یحج بہ الحرص علی تکتہ ہ یکتبہا عنہ بکا الذہب ہ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہی دیکھتا ہو تو ایک جوان کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہی کمظرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہی اسکو حرص سکہ بار بار یہ کہ لکھتا ہی اُس کامل مسعود کے کلام کو سونے کے پانی سے فہناک مولفا مہدہ بالمہمات ہذا القرن من اظہر اللہ تعالی بہ استقلت الفکر فیہا اذا ہا اللیل حین تحیا ارجح الاقوال واوجز العبارۃ ومتعالی فی دفع الایراد الطف الاشارۃ سوائے مخاطب کے اس فن کے آراستہ محجوبی کو جو طاہر کرتے ہوا ہی ہان بارکیون کو جنھین مین نے اپنی فکر کو استعمال کیا جبکہ رات چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرنا دفع کرنے اغراض مین لطیف تر اشارہ کو بقصد کرنا بار جا خالفت فی حکم

او دلیل حسب من لا اطلاع لہ ولا فہم عندہ ولا عن بصیرۃ پھر کبھی تو ہمنے مسئلہ متن میں مخالفت کی یا دلیل میں سو جسکو اطلاع نہیں و نہ فہم نے گمان کیا یہ آواہ سمجھا یعنی ناواقفی سے میرے مخالف کو گمراہی سمجھا اور بیا غیرت تبعا لما شرح علیہ المصنف کلاما او حرفا او ما دری ان ذلک لنکتۃ تدق عن نظرہ و تخفی ابدا بے ہمارے مصنف کی شرح کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہیں کہ یہ بدلنا اُس سخن بار یک کے سبب سے ہو جسکی نظر تا یک اور پیوشیدہ ہو و قد افشدنی شیخی الجبر الشامی والبحر الطامی واحد زمانہ و حسنۃ اوانہ شیخ الاسلام شیخ خیر الدین الرملی اطال اللہ تعالی بقاہ و ادام الہدایۃ بہاء آیندہ مناسب مجھکو یہ ہے کہ ہمارے علامہ یکتا و یا مے لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوبفاضل نے یعنے شیخ الاسلام شیخ خیر الدین کہ اللہ تعالے اُنکی عمر کو دراز کرے ہم رملہ شہر فلسطین میں ہیں انکا انتقال ہوا اُنکی تصانیف عمدہ بہت ہیں از انجملہ فتاوی خیریہ ہے و قل لمن لم یرہ انما فاتہ شیئا و یری للاول التقدیما و ان کان القدیم کان حدیثا و یستبقی الحدیث قدیما کہ اُس شخص سے جو ہمکو نہیں سمجھتا اور اگلے لوگوں کو پچھلوں پر تقدیم سمجھتا ہو کہ مقررہ پرانا بھی اپنے وقت میں نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پرانا ٹھہریگا فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجود ہو لوگوں کی نظروں میں نہیں آتا اور بعد موت کے وہی معتمد اور معتقد اٹھہرا ہو چنانچہ صاحب انتخاب اپنے معاصرین حاسدین کے حسد سے تنگ ہو اور اس زمانے میں عرب و عجم میں المختار عجوبۂ روزگار متداول علماء کبار ہو علی ان المقصود و المرام ما انشدنی شیخی و بر کتی و مولای نبتی رأس المحققین و القماء محمد افندی المالمنی و حدا حماد علاوہ بریں اس شرح کے لکھنے سے مقصود و مراد وہ مضمون ہو جو شعر میں پڑھکر سنایا ہو میرے استاد اور میرے برکت اور میرے مولی نعمت محققین اور پر کہنے والوں کے سردار یعنی محمد افندی مالمنی اور البتہ بہت خوب کہا ہو ہم محاسن کی نسبت ہو محاسن کیطرف یعنی خوبیوں والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہو کذا فی الطحطاوی ۔ لکل بنی الدنیا مراد و مقصد ۔ و ان مراد ی ہمتہ و طامح ۔ لابلاغ فی علم الشریعۃ بنباہۃ ۔ یکون بہ لی فی الجنان بلاغ ۔ ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد اور مقصد ہوتا ہو اور البتہ میرا مقصد صحت اور فراغ الہی ہو تا کہ میں علم شریعت میں اُس درجے کو پہونچوں جسکے سبب سے بہشتوں میں میرا پہونچنا ہو ۔ ففی مثل ہذا فلیسا فس الفوا لمہتمی ۔ و حسبی ان الدنیا الفوا بلاغ ۔ تو ایسے مقصد عظیم الشان میں چاہیے کہ حریص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجھکو و خانہ زنیا سے بلاغ یعنی قدر کفایت یعنی حطام دنیا سے قلیل کافی ہو تو کوشش کرنا چاہیے اُسمیں جس سے نعیم موبد اور سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ۔ فانا الفوا الالی نعیم مؤبد ۔ ہ العیش رغد و الشراب یساغ ۔ سو نہیں ہو نعمتہائی مادی کی مگر دائمی نعمت میں جسکے سبب سے معاش کی کشایش ہو اور حلق میں شربت خوشگوار ہو مقدمۃ اہل تصانیف کی عادت ہو کہ قبل شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہیں جنسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہیں حق علی من حاول علما ان یقیود رجدہ او یشرحہ و یوقف موضوعہ و غایتہ و استمداد ہ و جوشخص کہ کسی علم کے شروع کرنے کا قصد کرے ہر یق اور لازم ہو کہ اُس علم کی صدیا رسم کو تصور کرے اور اسکے موضوع اور نہایت اور استمداد کو پہچانے ہم حد اُس تعریف کو کہتے ہیں جسمیں ذاتیات مذکور ہوں چنانچہ انسان کی تعریف میں کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہو جسمیں تعریفہ بعرض لازم ہو چنانچہ انسان کو ضاحک کاتب بولنا مقدمہ میں دس چیزیں مذکور ہوتی ہیں انمیں سے شارح نے چار کو مذکور کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چھ امور یہ ہیں واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزوں کو خود شارح نے بیان کیا بلکہ فضیلت کو بھی باقی کا بیان یوں ہو کہ واضع علم فقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور نام علم کا فقہ ہو اور شارع کا حکم یہ ہو کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب ہو اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہو جسکا مبتدا مکلف کا فعل ہو اور احکام جملہ اُسکی خبر ہو چنانچہ یہ فعل واجب ہو یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ کی یہ ہو کہ سوا علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علوم سے فقہ کا علم افضل ہو اور نسبت یہ ہو کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہو جیسے عقائد اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہیں کذا فی الحاوی القدسی تصرف فالفقہ لغۃ العلم بالشی ثم خص بعلم الشریعۃ تو فقہ لغت عرب میں دریافت کرنا ہو شی کا پھر عرف میں فقہ مخصوص بعلم شریعت ہو و فقہ بالکسر فقہا علم او فقہ بکسر قاف صیغہ ماضی کا یعنی علم ہوا اور فقہ بکسر اول و سکون ثانی فی الحکما مصدر ہو یعنی علم و فہم

وفقہ یفقہ فقاہۃ یعنی اور فقہ بضم فاء جسکا مصدر فقاہت ہو اسوقت بولتے ہین جب آدمی فقیہ ہوجائے غرض خلاصہ یہ ہو کہ فقہ لغوی کا ماضی مکسور القاف ہو اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہو کذا ذکرہ صاحب کراالرائق عن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے معنی مین کسر بھی نقل کیا ہو وھو اصطلاحاً علم یتوصل بہ الی معرفۃ الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہو احکام شرعی فرعی کے اُس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے یہ احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین انکو احکام اصلی کہتے ہین شارح نے احکام شرعی کی قید اسلیے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہو اور آگ جلانیوالی ہو اور خاصل خوف ہو معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہو یا مانند اسکے سواسطے کہ مقلد بدلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وھذا الفقہ فقط الفروع والمسائل اور فقہون کے نزدیک فقہ نام ہو مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہو کہ تین مسئلے یاد ہون ہم ماتن اور شارح نے کتاب الوصیت مین کہا کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو اسمین داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر و تعمق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلون کو ہون کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو انتہی معلوم ہوا کہ جسکو ہزارہا مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وعند اہل التحقیق الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہو علم اور عمل کی جامعیت سے ہم حقیقت مغز ہو شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہو اور جو حقیقت کو شریعت سے جدا جانتا ہو اُسپر کفر کا خوف ہو کذا فی العطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہو ؎ مین حقیقت بشریعت درست ؎ شرع اگر مین نباشد شریعت شرست ؎ ہر کہ تنگ از شرع فراتر زدہ ؎ اللہ و یارب ہمہ زو مردہ ؎ اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست شریعت کشتی از دریا پس تو ان گفت بکشتی جب بہلا صوفیہ صافیہ کے شاہدین عارفین کے کلام سے شریعت و حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت اور ہو اور حقیقت اور ہو وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہین لقول الحسن البصری انما الفقیہ المخرس عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بنفسہ پس قول مزاحم حسن بصری نہ کہ فقیہ نہین ہو مگر روگردان دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت مین اپنے عیوب ذاتی کا دانا یعنی عارف فقہ کی عبادت فقط خدا ہی کیواسطے ہوتی ہو نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو تلذذ کیواسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کے لیے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہو ؎ لیس تصدی عن رجائی فتیا ؎ غیر انی ارید بالاراکا ؎ کذا فی العطاوی وھو موضوعہ فعل المکلف ثبوتاً او سلباً اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہو ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ہم موضوع اُسکو کہتے ہین جسکے عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہو چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہو علم نحو کا یعنے اول سے آخر تک اسکے حالات کی گفتگو ہو اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہو ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب ہونا مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور فضالی متعلقات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنیمین ولی مخاطب ہو نہ صغیر اور مجنون فاستمدادہ من الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہو ہم یعنی امیر اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول مین دریافت کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کے شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہو اور سنت سے قول و فعل اور تقریر رسول کریم کی مراد ہو تقریر اُسے عبارت ہو کہ کوئی امر حضرت کے سامنے ہوا اور حضرت نے اسکو جائز رکھا اُسپر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سے مراد ان لوگون کا اجماع ہو جنکا اجماع شمار کے لائق ہو چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل اس یعنی لوگون کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہو اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہو جو کتاب اللہ و سنت اور اجماع سے مستنبط ہو اور تحری اور تشہی حال تو قیاس کا تابع ہو قیاس مستنبط مین الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہو وطی فی المحیض کی حرمت پر جو ثابت ہو

لقولہ تعالیٰ (قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض) اور علت مشترکہ تفصیل وتقسیم علمیہ میں اذا ہو اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا حیض کے ایک پیمانہ کا چننے کے دو پیمانوں سے بقیاس متمتع کیہوں کے ایک پیمانہ کے گیہوں کے دو پیمانوں سے جو ثابت ہوا اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثل یداً بید اور الفضل بوا اور علت مشترکہ یہاں اتحاد جنس اور مقدار ہے اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر بنا پر حرمت وطی کے حرمت کو قیاس کیا ہے اور کنیز موطوءہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے یعنے جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں حرام ہوئی اجماع سے ثابت ہوا اس میں کوئی نص نہیں ہے کتاب اور سنت ہے بلکہ امہات نسائہ یعنے خوشدامنوں میں بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف وغایۃ التقویر بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی سعادت دارین کی ظفریابی ہے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہے ہم جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر ایسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر یقرر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں دریا میں بھلائی چاہتے ہیں انکی جو لوگوں کو خیر کی تعلیم کرتے ہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہے ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہ ما فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہا میں ہے کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابوں میں بدون سماع یعنے فقہ کی کتابوں کو مطالعہ کرنا بدون اس بات کے کہ استاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے یعنے زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہے اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہے وجہ فضیلت کی یہ ہے کہ اسوقت میں تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہے اور قرآن کا تعلم سنت ہے اور فرض افضل ہے سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہیں اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہے فضیلت کی یہ وجہ ہے کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہے اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہے فقہ کے ہر باب میں بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن میں ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہے اور سورہ فاتحہ اور تین آیتوں کا سیکھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لابد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہیں یعنی ضرور ہے اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہوا حاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیوں کو ضرور ہے سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سبکو فرض ہے اور زکوٰۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق اور غیرذالک کا معلوم کرنا اسپر فرض ہے جو انکا اہتمند ہو یعنی اگر مالدار ہے تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اسپر فرض ہے وعلی ہذا القیاس نکاح کرنے والا اور طلاق دینے والا وغیرہ وغیرہ عن محمد ولا ینبغی للرجل ان یوثر الشہوات والنحولان اخراجہ الی المسئلۃ وتعلیم الصبیان ولا باکتساب لان اکثرہ مساقۃ الاخیرین ولا بالتفقہ لان احد امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون عالما فی الحلال والحرام ومالا بد منہ اور بلتقط وغیرہ میں محمد بن حسن سے منقول ہے کہ مرد کو لائق نہیں کہ شعر گوئی اور نحو دانی میں مشہور ہو اسلیے کہ اسکا انجام گداگری ہے اور لڑکوں کا پڑھانا اور حساب دانی میں مشہور ہونا اسکا انجام کاریایش ہے اور اضی کی اور تفسیر دانی میں مشہور ہونا اسواسطے کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے یہ کہ گو اسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام میں اور سمجھ جس سے چارہ نہیں ہم گو اگرچی کو شعر گوئی کا انجام اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر بیہودہ گانی کے طلب کرنے کیواسطے جو مرے کے لائق نہیں انکی مدح کرتے ہیں اور گالیے ہجو کرتے ہیں انکی جو مستحق مذمت کا ہیں اور انکے اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش میں سرگردانی سے برباد ہوتے ہیں کما قیل ؎ العلم اعتزہ وعلم بسلوہ فعلم الفقہ اولی یا عزازہ فکم طیب نفوح ولا کمسک ؎ وکم طیلسان ولا کبازہ ؎ چنانچہ نظم میں کسی نے کہا ہے کہ جب فکر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولیٰ بافتخار ہے سو بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں اور نہیں مہکتی مشک کے مانند اور بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں اور نہیں اڑتی باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبوؤں سے اور باز اور پرندوں سے وقد مدحہ اللہ تعالیٰ بقسمۃ خیر ایتوہ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالیٰ نے فقہ کی مدح کی ہے اسکو سمجھ کر کے اپنے اس قول میں ومن یوت الحکمۃ الخ یعنے جسکو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی اور مفسرین کے ایک گروہ نے

حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہو جو فقہ کا علم ہو ومن ہنا قیل ۵ وغیر علوم علم فقہ لانہ ؛ یکون الی کل المعانی توسلا ؛ فان فقیہا واحدا متورعا ؛ علی الف فنی زہد تفضل واعتلی ؛ اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہو نظم مین اور سب علمون سے بہتر فقہ کا علم ہو اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہو کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدون پر بزرگی اور عالیقدر رہتا ہو مراد یہ ہو کہ فقیہ اُن زاہدون سے افضل ہو جو فقہ کو نہین جانتے ہین وہ ما ماخوذان ما قیل للامام محمد ۵ تفقہ فان الفقہ افضل قائد ؛ الی البر والتقوی واعدل قاصد ؛ وکم یستفید اکل یوم زیادۃ ؛ من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد ؛ فان فقیہا واحد متورعا ؛ اشد علی الشیطان من الف عابد ؛ اور وہ دونون شعر جو گذر گئین ماخوذ ہین اس نظم آیندہ سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہو وہ یہ ہو کہ فقہ کو سیکھ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہی نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قریب مقصد ہو یعنی عدل طریق مقرب مقصود ہو اور ہو تو ہر زہد حاصل کرنے والا زیادتی کا فقہ سے اور تیرا کر فوائد کے دریاؤن مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہو شیطان پر ہزار عابد سے ہم نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا آپ حدیث مرفوع سے ماخوذ ہو عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجہ الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور ہو چکا ومن کلام علی رضی اللہ عنہ عنت ما افضل الا اہل العلم انہم ؛ علی الہدی لمن استہدی ادلاء ؛ او علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہو کہ بزرگی نہین مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین ۵ ووزن کل امرء ما کان یحسنہ ؛ والجاہلون لاہل العلم اعداء ؛ اور وزن یعنے قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اُسکی خوب کرداری کے ہو اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین ہم تو صانع کی قدر اُسکے حسن صنعت کی مقدار پر ہو اور جتنے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اُسکی قدر انھین کی مقدار پر ہوگی اور جتنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اُسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے اصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اُسکا مرتبہ اُسکی مقدار پر ہوگا کذا فی الاحکام ۵ ففز بعلم ولا تجہل بہ ابدا ؛ الناس موتی اہل العلم احیاء ؛ سو رستگار اور ظفریاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل زندہ ہو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب کیجیے کیونکہ سب آدمی مُردے ہین اور علم والے زندے ہین ہم یعنی جاہل مُردون کے مانند ہین لائق شمار کے نہین اور اُنسے کچھ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگون کو فائدہ حاصل ہوتا ہو تو علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہو کیون نہو کہ وہ وارث ہین انبیاء علیہم السلام کے ومنجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہو چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہو اور کاہلی پیدا ہوتی ہو کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہو بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہو بہت کھانے سے تو بیدار رہنا اور کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہو کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے از انجملہ ایک فائدہ یہ ہو کہ آدمی تندرست رہتا ہو اور زیادہ کھانے والا گران تن اور کثیر بیمار ہو جاتا ہو اور بہت کھانیوالا اللہ تعالی کو ناپسند ہو اور دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہو یعنی کھانے مین غیر کو مقدم کھنا اور بہت کھانے والا کو دوسرے کا کھلانا دشوار ہوتا ہو اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہو اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کی اور ہر اد ھنیا کھانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹونکی قطار مین چلنا اور زندہ جوان مین پڑ ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب مورثہ حفظ وحافظہ کوشش کرنا ہو اور ہیشہ اکرہ کھانا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکلیس مورز[21] یعنے بقم کا نہار مُنہ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کریگی معلوم کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہین آتا اور نہ اُس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو جب تک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر کرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پہونچا مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہین رہا مگر بے حرمتی سے علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اُسکا غلام ہون جسنے مجھکو ایک حرف بتایا چاہے بیچے مجھکو چاہے آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہو تو بادشاہ نے اُسپر عتاب کیا اس مرتبہ اور کہا کہ مین نے اُسکو اسواسطے بھیجا ہو کہ آپ اُسکو علم اور ادب سکھائیے آپنے اُسسے یون کیون نفرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپکا پانون دھووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہو تو طالب علم کو لائق ہو کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ

[21] یہ لفظ اردو مین اسپرک ہو

شیخ کو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اُس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نکرتے تھے
دوم اسکی یہ ہے کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہوجاتا ہے اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہے کہ کتاب کیطرف پاؤں نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم
ایک یہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم رح نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر
مرگیا تو تجھکو لوگ پڑھینگے یعنی اگر تو پیر ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجھکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہمسبق بھائیوں کی تعظیم ہے اور
چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم میں نہ موموم نہیں اسواسطے کہ استاد اور ہمسبقوں کی چاپلوسی کرنا لائق ہوتا ہے کہ اُنسے فائدہ حاصل ہوگا کذا فی الاشباہ ہی مختصراً وقد قیل العلم
وسیلۃ الی کل فضیلۃ اور کہا گیا ہے یعنی علما ہجر میں نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہے ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک
علم بلند رتبہ کرتا ہے غلام کو بادشاہوں کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہوں کی صحبت و مجلس میں جاتا ہے لولا العلماء لملک الناس
اگر عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہوجاتے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہیں تو اگر فصل خصومات میں علماء دین کیطرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے
اور عذاب آخرت میں گرفتار ہوتے باوجود اسکے علماء دین کو لائق نہیں امیروں کے پاس جانا آنا دنیائے فانی کے حاصل کرنے کیواسطے عالم کو چاہیے کہ اپنے نفس کو
ذلیل کرے بلکہ مقسوم پر رضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگوں کے مال میں طمع نکرے زمانۂ سابق میں تو یہ تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تاکہ خلق تنہ کے مال میں
طمع کی مجال باقی نہ رہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اسکے علوم کی حرمت باقی نہیں رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کنیاتا ہوا جیسا کہ ہم نے اپنی تاریخ میں انس رض سے حدیث روایت
کی کہ میری امت کی خرابی ہو علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اسکو بیچینگے اپنے زمانے کے امیروں سے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت میں نفع نہ بخشے اور مروی ہے
کہ بدترین علماء وہ ہیں جو امیروں کے پاس جاتے ہیں اور بہترین امیر وہ ہیں جو عالموں کے دروازوں پر آتے ہیں اور مروی ہے کہ وہ قسم آدمیوں سے جب آدمی اچھے ہوجائیں تو سب لوگ اچھے ہوجاتے ہیں اور جب وہ بگڑے تو سب لوگ بگڑ جاتے ہیں علما اور امراء کذا فی الاشباہ وانما العلم لا یاتیہ ولایۃ لیس لہا غل اور سوائے اس بات کے نہیں ہے کہ علم صاحبان
علم کیواسطے وہ منصب بانی ہے جسکی معزولی نہیں یعنی بادشاہ ہر منصب کو نہیں چھین سکتا ان الامیر ہو الذی یعنی امیر عند غزالی ان السلطان الولایۃ فہو فی سلطان فضلہ
البتہ پہلی امیر وہ ہے جو امیر منصب ہے اپنے معزول ہونے کے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنے کمال کی قوت میں ثابت ہے واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین
وہو بقدر ما یحتاج الیہ اور معلوم کرا ہی مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنے ہر شخص پر اور فرض عین اسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجتمند ہو اپنے دین
کیواسطے مثل تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہے یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہے مثلاً جسپر نماز
وروزہ فرض ہوا اُسپر صوم وصلوۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے اور سوداگر پر علم بیوع
فرض ہے بالجملہ جس چیز کا شغل رکھتا ہو اُسکا علم فرض ہے تاکہ اسمین بارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الاشباہ وہی
مختصراً وفرض کفایہ اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سب کیطرف سے کفایت کرتا ہے وہ ہوا ذو علیہ النفع غیرہ
اور فرض کفایہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنی تا وقتیکہ کے بتانے کو تا کہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور ہے کہ
عوام مسلمین کو مذہبی ریت سکھا سکے ورنہ جمیع عوام ضائع ہونگے وسند دیا ہے ہو الجرجانی الفقہ وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے اور مستحب علم تبحر اور بسیاری کا حاصل
کرنا ہر فقہ مین اور دل کے علم مین ہر علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور اُنکے حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہو اور قسام رذائل اور اُنسے بچنے کی
کیفیت دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہر ہے طریق فرض ہے علم احوال قلوب یعنی پہچاننا توکل اور انابت اور خوف الٰہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہ احوال جن واقع ہوا ہر بندگی اس علم کی
کسی پر نفی نہین ہوا اور بطریق اخلاق مین معرفت حسد اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور سہا اور تقنیط غیر کا کی فرض ہے ہو اسواسطے کہ بخل اور زہد دی اور تقنیط حرام ہے اور اسی پہچاننا بد
اخلاقی اور ہلاکت ہے کہ عالم نہین ہوتا تو علم قلب فرض عین ہے بہ تبحر پر تو طلب ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور سہین تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجیے تو تعلیم متعلم کے

مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹھہریگا نہ فرض وحراماً وَہُوَ عِلْمُ الْفَلْسَفَۃِ وَالشَّعْبَدَۃِ وَالتَّنْجِیْمِ وَالرَّمْلِ وَعُلُوْمِ الطَّبَائِعِیِّیْنَ وَالسِّحْرِ وَالْکِہَانَۃِ اور علم سیکھنا حرام ہوتا ہی اور وہ حرام علم یونانیون کی حکمت ہی اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین بھان متی کے مانند اور نجوم اور رمل اور اہل طبائع کے علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت ہم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اسمین عالم کا قدیم ہونا وغیر ذلک من الکفریات والمحرمات داخل ہین اور علم نجوم مین اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم مین ہی کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہی تو اسکا سیکھنا حرام ہی کیونکہ وہ مضر ہی نافع نہین اسلیے کہ تضاد قدر سے بچنا غیر ممکن ہی تو مسلم کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے اسواسطے کہ دعا کبھی محروم الاجابت نہین ہوتا پھر اگر بلا مقدر ہی تو ضرور پہونچیگی لیکن داعی کو حتمالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہی انتہی اور کہانت یہ ہی کہ شیاطین سے راہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آیندہ بتائین اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی طرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہی اسکی کچھ اصل نہین شارح نے علم طب کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہی کہ طب کا سیکھنا جائز ہی اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہ بھی سبب ہی تو اسکا سیکھنا جائز ہی اور علم باقی اسباب کیطرح اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہی اور امام شافعی رح سے منقول ہی کہ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْیَانِ علم فقہ دین کے واسطے ہی اور علم طب کے بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی ویلتقطا وَدَخَلَ فِی الْفَلْسَفَۃِ الْمَنْطِقُ اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہی یعنی حرام ہی ہم حموی محشی اشباہ نے کہا بعضے فاضلون نے کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علماکی کتابون مین تحریم منطق کا قول نہین دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اسکا نقل کرنا مناسب تھا ہان شافعی مذہب کی کتابون مین اسکی بہت تصریح ہی اور تضییع عمر کو اگر وجہ حرمت قرار دیجیے تو بعید نہین اور یہ بھی ہی جو منطق سے اشتغال رکھتا ہی وہ غالبا فلسفہ کی طرف مائل ہوجاتا ہی تو منع کرنا از قبیل سد ذرائع کے ٹھہرا والأنظ مین وہ نہین جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہی نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ امین محمد اسلام کے مخالف کوئی چیز نہین اور امام غزالی رح نے منطق کو معیار العلوم کہا ہی اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اُسکے علم پر اعتماد نہین اور بوعلی سینا نے منطق کو خادم العلوم کہا ہی انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہی جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہی تو وہ داخل فلسفہ ہی وَمِنْ ہٰذَا الْقَسْمِ عِلْمُ الْحَرْفِ وَالْمُوَسِّقِیْ اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہی شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہی اور اسکی حرمت مین کچھ کلام نہین کہ اسمین عمر اور مال دونون برباد ہوجاتے ہین یا مراد حرف کا جمع کرنا ہی جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہی کہ علم اسرار حروف مراد ہو وفاق اور تسخیر وغیر ذلک سے کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہر اعلم حرف سے جفر کا علم مراد ہی کہ اس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کے مانند اور حالانکہ عالم غیب مخصوص للعلام الغیوب ہی واللہ اعلم وَکَرِہُوْا ہٰ ہُنَا اَشْعَارَ الْمُوَلَّدِیْنَ مِنَ الْغَزَلِ وَالْبَطَالَۃِ اور ہوتا ہی مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی اُن شاعرون کی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئے ہم مولدہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابونواس وغیرہ قاموس مین ہی کہ مغازلہ انسا عبارت ہی عورتون کے ساتھ بات چیت کرنے سے وَمُنَاجَاۃ کا شعارہم الَّتِی لَا تَخْفٰی فَہْمًا کذا فی فوائد شتی مِنَ الْاَشْبَاہِ وَالنَّظَائِرِ اور ہوتا ہی علم مباح یعنی اُسکا فعل اور ترک برابر ہی چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسی طرح مذکور ہی اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی مین ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ ملحونہ ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس رض اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی ثُمَّ نَقَلَ فِیْ مَسْئَلَۃِ التَّرَبُّعِ بَیْتَیْنِ یَعْلَمُہُمَا اَنَّ الْفِقْہَ ہُوَ ثَمَرَۃُ الْحَدِیْثِ پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ ربا عیات مین کلام طویل نقل کیا اور اسکا خلاصہ مقصود یہ ہی کہ مقرر فقہ حدیث کا ثمرہ ہی یعنی حدیث سے مستخرج ہی وَلَیْسَ ثَوَابُ الْفَقِیْہِ اَقَلَّ مِنْ ثَوَابِ الْمُحَدِّثِ اور نہین ہی فقہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وَفِیْمَا کُلُّ الْاِنْسَانِ غَیْرُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا یَعْلَمُ مَا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ لِاَنَّ اَرَادَۃَ تَعَالٰی غَیْبٌ اِلَّا الْفُقَہَاءَ فَاِنَّہُمْ عَلِمُوْا اِرَادَۃَ تَعَالٰی بِہِمْ بِحَدِیْثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ اور اشباہ مین ہی کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہین ہی کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہی اُسکے ساتھ دارین مین اسواسطے کہ

حقتعالیٰ کا ارادۂ غیب ہو گر فقیہ اسکو جانتے ہین اسواسطے کہ وہ جان گئے ہین حقتعالیٰ کے ارادے کو جو اُنکے ساتھ ہی رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہی اُسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنے امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہی جو مصطلح فقہا ہی یہان تک کہ جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہی اور ظاہر امراد وہ ہی جو فقہ مین مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو مین کہتا ہون کہ استدلال اُسوقت تمام ہو جبکہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین اختلاف کثیر واقع ہی یہان تک غزالی رح نے اسکو علم تصوف پر محمول کیا وکذا فی الطحطاوی وَفِیْہَا کُلُّ شَیْءٍ یُسْأَلُ عَنْہُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا الْعِلْمَ لِاَنَّہٗ طَلَبَ مِنْ نَفْسِہٖ اَنْ یَطْلُبَ الزِّیَادَۃَ مِنْہُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا فَکَیْفَ یُسْأَلُ عَنْہُ اور اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حقتعالےٰ نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) یعنے اور کہا ای میرے پروردگار مجھکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنے بعد طلب کے مع یہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوا سے اُسکے شرع مین مطلوب الزیادۃ ہی علامہ ابوسعود نے کہا اس استدلال مین اعتراض ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے دونون قدم قیامت مین ہٹینگے یہان تک کہ اُس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اُسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اُسکو فنا کیا اور اُسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اُسنے کہپائی اور اُسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اُسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام اور اُسکے علم سے سوال ہوگا کہ اُسنے اُسپر کیا کیا یعنے علم کے مواقع عمل کیا یا نہین وتمام البیان فی الطحطاوی وَفِیْہَا اِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْہَبِنَا وَمَذْہَبُ مُخَالِفِنَا اِمَّا صَوَابٌ یَحْتَمِلُ الْخَطَاءَ وَمَذْہَبُ مُخَالِفِنَا خَطَاءٌ یَحْتَمِلُ الصَّوَابَ اور اشباہ کے فوائد مین ہی مصفی سے منقول کہ جب ہم سے سوال کیا جائے ہمارے مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم سوال کے جواب مین کہینگے وجوبًا یعنے ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہی یعنے حق ہی مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہی خطا کا یعنے ہو گئے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہی محتمل ہی صواب کا ہم یہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہ تقلید ہی اور تقلید کسی شخص کی نہین چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعًا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہو کہ اَلْمُجْتَہِدُ یُخْطِیْ وَیُصِیْبُ یعنی مجتہد استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی ولہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کر لینا جائز ہوا خلاصہ مقام یہ ہی کہ یہ کلام نظر مجتہد ہو یعنی جسطرف ہمارے امام اعظم رح گئے ہین وہ اُنکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطا اسواسطے کہ یہ مجتہد مصیب ہی اور فی نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہی اور باعتبار ہم مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اُسکے مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی طرف سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ ہر مقلد اُسکا مکلف ہی کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوتی مگر بقدر ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہی نہین تو ادائے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ یہ لازم نہین آتا ہی مگر جبکہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہر اصواب پر ہی کہ اُسنے وہ کیا جو اُسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالیٰ (فَاسْئَلُوْا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) یعنے اختیار کرو بقول مجتہد جو موجب اس آیہ کریمہ کے اُسپر واجب تھا سو اُسنے کیا اور مقلد اُسکا مکلف نہین ہی کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنی اسکی خطا کا معتقد ہو ایسا خلاصہ کیا ہی ہمارے اُستاد نے ابن ملا فروخ کی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود وَاِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُوْمِنَا فَنَقُوْلُ وُجُوْبًا اَلْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَیْہِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَیْہِ خُصُوْمُنَا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنے اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون اُنمین سے حق پر ہی تو ہم جواب مین وجوبًا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہمارے مخالفین ہین وَفِیْہَا اَلْعُلُوْمُ ثَلٰثَۃٌ عِلْمٌ یُنْفَعُ وَمَا اَحْرَقَ وَنَحْوُ عِلْمِ النَّحْوِ وَالْاُصُوْلِ اور اشباہ کے فوائد

ہین ہرکہ علوم تین قسم ہین ایک وہ علم ہی کہ پختہ ہوگیا اور محترق نہین ہوا اپنے کمال کو نہین پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہی ہم نضج علم سے مراد یہ ہی کہ قواعد اُسکے مقرر ہوگئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہوچکے اور دفع اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہوگئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پہونچنا اور یہ تفسیر ہی مراد کی نہین تو احتراق مفسد اشباہ ہی کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول کے اگرچہ قواعد مدوّن ہوگئے لیکن اُنکے فروع مستنبط ہنوز کمال کو نہین پہونچے بلکہ اُنکے امام اُنمین مختلف ہین اور یہ اظہر ہی اُس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابون مین تامل کرتا ہی کذا فی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا اَحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ وَالتَّفْسِيرِ اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہی اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہی ہم بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہی تو اسکی کچھ نہایت نہین کیونکہ آدمی اسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال وجہ یہ ہی کہ موضوع علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہی باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور موقع مناسبات وغیر ذلک کے جنکا کوئی محیط نہین ہوسکتا سوائے علام الغیوب کے سو اسکی نہایت کسطرح ہوسکے اَنتہی المخصا وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہی جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہی ہم علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیر الاسماء رجال اور اُنکے نصب اور طبقات مین کتابین تصنیف کین اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کردیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے تین لاکھ حدیثون کے حافظ ہوئے اور صحابۂ کرام مین جو راوی تھے اُنکو حصر کردیا اور مراد اور احکام احادیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت منتظر باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہی کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین امعان نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور اُنپر جزئیات متفرع کیے اور خلائق کے حوادث باوجود اُنکے اختلاف مواقع کے یعنیہا لکھدیے یا جو اُن حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے اُن امور مین تکلم کیا جو کبھی واقع نہین ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کیاب اور کاہے منصوص بھی ہوتا ہی لیکن ناظر اُسکے محل سے قاصر ہی خواہ فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ مین مذکور ہی خواہ بمفہوم خواہ بمنطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکرگزاری سے آپ کو عاجز جانین اللّٰھُمَّ فَارْحَمِ الْمُجْتَهِدِينَ وَفُقَهَاءَ الدِّينِ وَاجْزِهِمْ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ اِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ اَبُو حَنِيفَةَ وَعَجَنَهُ اَبُو يُوسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَاَكَلَهُ النَّاسُ يَاكلون اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے بویا اور علقمہ رحہ نے اسکو سینچا اور ابراہیم نخعی رحہ نے اُسکو کاٹا اور حماد رحہ نے اُسکو مانڈا یعنی اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابوحنیفہ رحہ نے اُسکو پیسا اور ابویوسف رحہ نے اُسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح نے اُسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اُسکے کھانے والے ہین ہم ابویوسف اور محمد رح شاگرد ہین ابوحنیفہ رح کے اور ابوحنیفہ رح شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبداللہ بن مسعود رض صحابی کے تو خلاصہ یہ ہی کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو تنقیح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اُسکو بیان کردیا اور حوادث اُنکے وقت مین بکثرت ہوئے تو اُنھون نے فقہ کو مدوّن کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہی جو ابوحنیفہ رح کے طریق سے مروی ہی اسواسطے کہ امام مالک رح کی فقہ مروی ہی نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہی امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہی شافعی سے اور یہ مطلب نہین کہ فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابوحنیفہ نے وَقَدْ نَظَمَ بَعْضُهُمْ فَقَالَ ؎ اَلْفِقْهُ زَرَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَعَلْقَمَةٌ ۞ حَصَّادُهُ ثُمَّ اِبْرَاهِيمُ دَوَّاسُ ۞ فَثَمَّ طَاحَنَهُ يَعْقُوبُ عَاجِنُهُ ۞ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْاَكْلُ النَّاسُ ۞ اور البتہ بعضے علمانے اسکو نظم کیا ہی کچھ بدلکر سو یون کہا ہی کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنے والا ہی پھر ابراہیم مانڈنے والا ہی نعمان یعنی ابوحنیفہ اُسکا پیسنے والا ہی ویعقوب یعنی ابویوسف رح اسکا گوندھنے والا ہی اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہین وَقَدْ ظَهَرَ عَلَيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ تَعَالَى خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِينَ وَالْمَبْسُوطُ وَالزِّيَادَاتُ وَالنَّوَادِرُ حَتَّى قِيلَ اَنَّهُ صَنَّفَ فِي الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ تِسْعِمِائَةٍ وَتِسْعِينَ كِتَابًا اور بیشک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہوگیا

انکی تصنیفات سے چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نوسو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین ہم جامع صغیر مین محمد رح روایت کرتے ہین اور ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلا واسطہ وَمِنْ تَلَامِذَتِہِ الثَّاشِرِفِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَتَزَوَّجَ بِاُمِّ الشَّافِعِیِّ وَفَوَّضَ اِلَیْہِ کُتُبَہٗ وَقَالَ فَبِسَبَبِہٖ صَارَ الشَّافِعِیُّ فَقِیْہًا اور شافعی رض محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی مان سے اور اپنی کتابین اور اپنا مال انکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے ہم یہ قول ظاہر الاقول ہے چلپی نے کہا ہان یون کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابون سے شافعی رح کو ان مسائل پر اطلاع ہوئی جنسے انکو قبل اسکے آگاہی نہ تھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے دخل ہونے اور محمد رح کے ملنے سے پہلے فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہوا اُس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ چارون امام اور مجتہد مقیدہ وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم وَلَقَدْ اَنْصَفَ الشَّافِعِیُّ حَیْثُ قَالَ مَنْ اَرَادَ الْفِقْہَ فَلْیَلْزَمْ اَصْحَابَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فَاِنَّ الْمَعَانِیَ قَدْ تَیَسَّرَتْ لَھُمْ وَاللّٰہِ مَا صَرَّتْ اَقْلَامٌ اَلْاَکْتُبَ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ اور مقرر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص فقہ حاصل کرنے کا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ پکڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ تو انکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ مین فقیہ نہین ہوگیا مگر محمد بن حسین شیبانی کی کتابون سے ہم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجھکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی علی المشی للمدر المختار وَقَالَ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ حِمَارٍ رَاَیْتُ مُحَمَّدًا فِی الْمَنَامِ فَقُلْتُ لَہٗ مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ قَالَ غَفَرَ لِیْ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَاَیْتُ اَنَّ اَعْدَ عِلْمِکَ مَا جَعَلْتُ لَہٗ عِلْمَکَ فَقُلْتُ اَرَاَیْتَ اَبَا یُوْسُفَ قَالَ فَوْقَنَا بِدَرَجَتَیْنِ قُلْتُ فَاَبُوْ حَنِیْفَۃَ قَالَ بِثَلٰثَۃِ دَرَجَاتٍ ذٰلِکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ اور اسمٰعیل بن ابی حمار نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا سو اُسنے کہا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا اُنھون نے کہا مجھکو بخشدیا پھر حق تعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجھکو نہ دیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف کہان ہین کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہان ہین کہا دو درجہ ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ہم علیین جنت مین بالاترمکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنے بہ نسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ رض قطعا درجہ مین بلند تر ہین کَیْفَ وَقَدْ صَلّٰی الْفَجْرَ بِوُضُوْءِ الْعِشَاءِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً امام کا بلند مرتبہ اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑھی چالیس برس ہم سعر بن کدام رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھکے لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کی طرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر کپڑے پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے اپنا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نہچھوڑونگا یہانتک کہ اُنکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے اُنکی ملازمت کی اُنکی مسجد مین آئے مہاوتے کہا کہ سعر بن کدام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین مرگئے سجود کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر تمکو کس چیز نے قوی کردیا کہا کہ مین نے حق تعالی سے دعا کی بواسطے اُسکے اسماء مطہر کے تجلی کے حروف پاکیزہ وہ عاملہ عزنویہ مین مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ مین نے سعر بن کدام سے سُنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجھکو اُسکی قرأت پسند آئی سو اُسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اُسنے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب کوع کریگا پھر اُسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو وہ ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک امام ابو حنیفہ رح ہین ابو خطیب نے یحیی بن نصر سے

روایت کی کہ ابوحنیفہ رح قرآن کو رمضان مین ساٹھ بار ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ مین نے اپنے عم عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح فجر کی نماز عشا کے وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت مین پڑھتے تھے اور جس مکان مین انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ رح سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو مین نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انھون نے نہلایا تو کہا اللہ تعالیٰ تجھپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہین کیا تیس برس سے اور تیری آنکھین نہین جھپکین چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت مین ڈالا اور قاریون کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابویوسف رح سے روایت کی کہ مین چلا جاتا تھا ابوحنیفہ کے ساتھ مین نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابوحنیفہ ہین کہ رات کو نہین سوتے ہین تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ نہین جو مین نہین کرتا ہون اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وَحَجَّ خَمْسًا وَخَمْسِیْنَ حَجَّةً اور امام نے پچپن حج کیے وَرَاٰی رَبَّہٗ فِی الْمَنَامِ مِائَةَ مَرَّةٍ وَلَہٗ قِصَّةٌ مَشْہُوْرَةٌ اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب مین سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یون مذکور کیا ہے کہ امام رح نے رب العزت کو خواب مین ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی مین کہ اگر اب سوین بار دیکھونگا تو سوال کرونگا کہ خلائق اُسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام رح نے پھر مین نے حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُکَ کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یون کہا کریگا سُبْحَانَ الْاَبَدِ سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلَی الْمَاءِ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصٰاہُمْ عَدَدًا سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَخْشَ اَحَدٌ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی الطحطاوی وَفِیْ حُجَّةِ الْاٰخِرَةِ اَسْتَاْذَنَ حُجَّةَ الْکَعْبَةِ بِالدُّخُوْلِ لَیْلًا فَقَامَ بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُمْنٰی وَوَضَعَ الْیُسْرٰی عَلٰی ظَہْرِ الْقَدَمِ حَتّٰی خَتَمَ یَقْصُفُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ رَکَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ عَلٰی رِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَوَضَعَ الْیُمْنٰی عَلٰی ظَہْرِ الْقَدَمِ حَتّٰی خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا سَلَّمَ بَکٰی وَنَاجٰی رَبَّہٗ وَقَالَ اِلٰہِیْ مَا عَبَدْتُکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَلٰکِنْ عَرَفْتُکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ فَہَبْ لِنُقْصَانِ خِدْمَتِہٖ لِکَمَالِ مَعْرِفَتِہٖ فَہَتَفَ ہَاتِفٌ مِنْ جَانِبِ الْبَیْتِ یَا اَبَا حَنِیْفَةَ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ حَقَّ الْمَعْرِفَةِ وَقَدْ خَدَمْتَنَا حَقَّ الْخِدْمَةِ وَقَدْ غَفَرْنَا لَکَ وَلِمَنِ اتَّبَعَکَ مِمَّنْ کَانَ عَلٰی مَذْہَبِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اور امام رح نے اپنے اخیر حج مین کعبہ شریفہ کے خادمون سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کھڑے ہوے نماز مین بیت اللہ کے دو ستونون کے درمیان داہنے پاؤن پر اور بایان پاؤن داہنے کی پشت پر رکھا یہانتک کہ آدھا قرآن ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوے بائین پاؤن پر اور داہنا پاؤن اسکی پشت پر رکھا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو رو دئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الٰہی تیرے اس بندۂ ضعیف نے تیری عبادت نہین کی جیسی کہ تجھکو لائق ہے لیکن تجھکو جاننا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے تو اُسکی خدمت کے نقصان کو اُسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا اُن لوگون مین سے جو تیرے مذہب پر ہین قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراویح افضل ہے خمسہ قدمین سے تراویح کی حقیقت یہ ہے کہ ایکبار ایک پاؤن پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤن پر اور یہی معمول ہے امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پاؤن کا دوسرے پاؤن کی پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیا منحنوی مین مذکور ہے کہ ایک پاؤن پر فرائض مین کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل مین جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اُسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالیٰ کی اُن صفات کے بالیقین عارف تھے جو اُسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہین اور یہ مراد نہین کہ کُنہ ذات اور صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل تَاَ عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اُسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنی اُسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہین ہے

کہ جسکے مین حنفی مذہب ہون اُسکی مغفرت ہوجائے کذا فی الطحطاوی مختصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال بحلت بالافادۃ وما استنافت عن الاستفادۃ اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے ایکبار پوچھا کہ یہ علم آپ کو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگزاری سے حاصل ہوا جب مین نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ یعنے خدا کا شکر ہی جسنے مجھکو اس فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہی وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالے کے کرے یعنی اُنکو وسیلہ کرے اور اُنکے مذہب پر چلے مین امید رکھتا ہون کہ اُسکو کچھ خوف نہو وقال فیہ ؎ حسبی من الخیرات ما عدوتہ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن + دین النبی محمد خیر الوری + ثم اعتقادی مذہب النعمان + اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہی مجھکو قیامت کے دن نیکیون سے وہ چیز جو مین نے تیار کر رکھی ہی رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز دین ہی نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنے ابوحنیفہ رح ہم مقدمۂ غزنوی مین یہ دونون بیتین ابویوسف کی طرف منسوب ہین تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونون بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آدم فمن دونی وانا افتخر بکل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ ہو سراج امتی اور روایت ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین ہی نام اُسکا نعمان ہی اور کنیت اُسکی ابوحنیفہ ہی وہ میری اُمت کا چراغ ہی وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی المقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہی کہ تمام انبیا میرے سبب سے فخر کرتے ہین اور مین ابوحنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اُسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اُسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اُسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اُسنے میرے ساتھ دشمنی رکھی اسی طرح یہ دونون حدیثین مقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہی مقدمہ ابواللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین ابوحنیفہ سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اسکا جواب یہ ہی کہ ابوحنیفہ رح اُس زمانہ مین موجود ہوئے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہوگیا تھا اور سنت مین کچھ ضعف طاری تھا تو انکا وجود خلق کے واسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہی یعنے دروغ بستہ ہی تعصب اور ناانصافی ہی اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد مختلفہ سے ثابت ہی ہم ضیاء معنوی مقدمۂ غزنوی کی شرح ہی یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اُسکو موضوع کہنا ناانصافی ہی زیادہ بریں نیست کہ ضعیف سہی نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہی کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہوجاتی ہی کذا فی الطحطاوی ودردی الجرجانی فی مناقبہ بسندہ لسہل بن عبداللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسیٰ وعیسیٰ مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولا تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنے سند کے ساتھ سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسوی اور عیسوی مین ابوحنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصے اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین ہوسکتے ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا خلاصہ مطلب یہ ہی کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر پاوینگے اور امام شافعی رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ قریش کو برا نہ کہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقۂ زمین کو علم سے بھر دیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلعم نے امام ابوحنیفہ رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکو ابونعیم نے حلیہ مین ابوہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنے حضرت نے فرمایا کہ اگر

علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابنائے فارس کے اُسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہؓ کی صحیح بخاری اور مسلم مین ان الفاظ سے ہی لَوْ کَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ اور صحیح مسلم مین یون ہی لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِہٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰی یَتَنَاوَلَہٗ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے الالقاب مین اور معجم طبرانی نے کبیر مین روایت کی ہی تو یہ اصل صحیح معتمد علیہ ہی بشارت اور فضیلت مین اسکے ہوتے خبر موضوع کی کچھ حاجت نہین انتہی ماقال السیوطی اور منجملہ مناقب امام ہذا روایت ہی جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابویحیٰی حمانی سے کہ مین نے ابوحنیفہ سے سُنا کہتے تھے کہ مین نے ایک خواب دیکھا سواُسنے مجھکو بہت پریشان کیا مین نے دیکھا کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھودتا ہون سو مین بصرہ مین گیا مین نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو اُنھون نے کہا کہ یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ مین نے عبداللہ بن مبارک سے سُنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریاد رسی نکرتا ابوحنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو مین بھی اور آدمیون کے مانند ہوتا اور خطیب نے بحر بن عبدالجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم ابوحنیفہ رح کے شاگردون مین داخل ہونے سے راضی ہوا نھون نے کہا کسی کی مجلس لوگون کو ابوحنیفہ رح کی مجالس سے زیادہ ترنافع نہین اور روح بن عبادہ سے روایت ہی کہ مین ابن جریج کے پاس تھا ۱۵۰ھ ہجری مین کہ ابوحنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو اسنے ۱۰ ؎ تاسف کیا اور کہا اِنِّیْ لَعَلٰی مَذْھَبٍ یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر وزی سے روایت کی کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان حج اور ابوحنیفہ رح کو دیکھا ہون تو اُنکے آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہی اور کہتے تھے کہ جب یہ دونون بزرگ ایک شی پر اتفاق کرین تو وہی حق ہی اور عبداللہ بن داؤد نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہی اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابوحنیفہ رح ہی اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت کی کہ مین نے عبداللہ بن داؤد سے سُنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نماز مین ابوحنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہی کہ اُنھون نے لوگون کے واسطے سُنن اور فقہ کو محفوظ کردیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ مین نے شداد بن حکیم سے سُنا کہتے تھے کہ مین نے ابوحنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہین دیکھا اور اسمٰعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رح اپنے اہل زمانہ مین سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیٰی بن معین سے روایت کی کہ مین نے یحیٰی بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہین کہتے ہین ہمنے ابوحنیفہ رح کی راے سے بہتر نہین سنا اور اُنکے اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہی اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ مین علما کو فد کی مجلس مین بیٹھا سوا اُنمین سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابوحنیفہ رح سے نہین دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص رازی سے روایت کی کہ حفص بن عبدالرحمن تجارت مین امام کے شریک تھے سو اُنھون نے حفص بن عبدالرحمن کے پاس کپڑے مین متاع کو بھیجا یعنی تھانون کی گٹھری بھیجی اور اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے مین نقصان ہی جب بیچا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اُسکو بیچا اور مشتری سے اُسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابوحنیفہ رح کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کردی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی رح عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبداللہ بن داؤد اور شداد بن حکیم اور یحیٰی بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے اُستاد ہین اُنکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت مین امام ابوحنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لَوْ کَانَ الْعِلْمُ اَلثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ کا محمل صحیح امام اعظم اور اُنکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس مین اسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہین ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہی وَصَنَّفَ فِیْھَا سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِیِّ مُجَلَّدَیْنِ کَبِیْرَیْنِ وَسَمَّاہُ اَلْاِنْتِصَارَ لِاِمَامِ اَئِمَّۃِ الْاَمْصَارِ اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم مین دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اُسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنے پیشوایان بلاد کے لیے انتقام لیناہ امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ اُنکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہی اور اجتہاد کا دروازہ اُنھین نے کھول دیا کما لایخفی علی العلماء وَصَنَّفَ غَیْرُہٗ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ اور اُسکے سوا اور علما نے اُنکے فضائل اور مناقب مین اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر مین اور بعض مبسوط وَالْحَاصِلُ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ الْمُصْطَفٰی بَعْدَ الْقُرْاٰنِ اور حاصل کلام یہ ہی کہ بیشک امام ابوحنیفہ رح نعمان معجزات

۱۰ ؎ یہ تاسف اپنی رائے کے موافق نہ ہونے کے سبب سے تھا نہ کہ علم کے کم ہونے کے سبب سے ۱۲ منہ

۱۱ ؎ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ایک شخص اہل فارس مین سے اسکو حاصل کرلیتا ۱۲ منہ

۱۲ ؎ یعنی انا للہ پڑھنا الیہ راجعون ۱۲

معجزات مصطفوی مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل اُنکے وجود کے اُن احادیث مین جو مذکور ہوچکین عنقریب اسواسطے کہ احادیث علم تریا امام اعظم پر قطعاً محمول مین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہی اور علماء مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہی بخلاف حدیث مذکور کے کہ اُسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سواے ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب کے اور یہان معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے کہ معجزہ وہ ہی جو مقرون بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وَحَسْبُکَ مِنْ مَنَاقِبِہٖ اشْتِہَارُ مَذْہَبِہٖ مَا قَالَ قَوْلًا اِلَّا اَخَذَ بِہٖ اِمَامٌ مِنَ الْاَئِمَّۃِ اِلَّا عَلَمٌ اور امام کے مناقب سے تجھکو کفایت کرتا ہی اُنکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو مع اخذ سے مراد موافقت ہی اجتہاد مین نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا وَقَدْ جَعَلَ اللّٰہُ الْحُکْمَ لِاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ مِنْ زَمَنِہٖ اِلٰی ہٰذَا الْاَیَّامِ اِلٰی اَنْ یَّحْکُمَ بِمَذْہَبِہٖ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اور البتہ حق تعالی نے ٹھہرایا ہی حکم شریعت اور سیاست کا تصرف مین امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسے علیہ الصلوۃ والسلام حکم کرینگے ہم یعنی احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شایع بلکہ ابتک جاری ہین اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو جلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہی کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام جلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنا ہرگز لائق کہ ایسے امور سے نقیصت نہین نہ مست قائل کی ثابت ہوتی ہی ذخائر مہات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونون بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہی اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہی لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک وزنجملہ دلائل استحالۂ تقلید اُن حضرات کے یہ ہی کہ عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابوحنیفہ رح مجتہد ہین اور مجتہد قد یخطی ویصیب ولہذا انکے صاحبین نے اکثر مین ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہی تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہی کبھی خطا نہین کرتا اُس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہی مطمح نظر جاہلون کا فرط تعصب وعناد سے کچھ نہین مگر ابوحنیفہ رح کی تفصیل اگرچہ بے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام مودی الی الکفر ہو اور ان جاہلون کو علم نہین امام اعظم رح کے اُن خصائل جمیلہ حقہ کا جنہین علماء محققین نے کتابین تصنیف کی ہین ولہذا انھون نے اُس کذب اور افترا کو پسند کیا ہی جس سے اللہ اور اُسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابوحنیفہ رح راضی نہین اور اگر ابوحنیفہ رح ایسے افترا کو سُنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستون کو اُنکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کے واسطے ایسے اقاویل کاذبہ کی حاجت نہین جنسے تنقیص انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت غرا لازم کر کہ وہ پناہ ہی ہوا پرستی سے اور سپر ہی سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہی ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطا حاشیہ طحطاوی مین ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ رح سے تیس برس مین حاصل کیا پھر تین سال مین ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا اُنھون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوق مین بند کرکے نہر جیحون مین ڈالدیا رکھیں جب عیسی علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو اُنکی کتابون کو نکال کر اُنکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بیفروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہی خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِیْطِ ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست پنجۂ ہذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنی دفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہی جو مخصوص بامام ہی باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کان الخ رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ والفقہ وفرع احکامہ علی اصول العظام الی یوم الحشر والقیام امام ہین العلماء کیونکر مخصوص بامر عظیم نہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہی اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہی اور اُس شخص کے برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو

مدون اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک ہم مردون مین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو انکو اپنے ایمان لانے کا ثواب ہوا پھر انکے بعد جو ایمان لاتا گیا اُسکے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اُسکو اُسکا ثواب ملیگا اور اُس شخص کے برابر ثواب ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابوحنیفہؒ نے اول تدوین فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو انکو اُسکا ثواب ملیگا اور باقی مجتہدون کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعۂ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پھر انکے بعد امام مالک نے موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اس باب مین ابوحنیفہؒ سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کرکے کوئی تصنیف نہین کی انکو اپنی یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہوجاوے تو تدوین مستحسن جانی پھر تدوین مین طہارت سے ابتدا کی پھر صلوۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی وقد اتبعہ علی مذہبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن الف مثبات المجاہدۃ ودرکض فی میدان المشاہدۃ کابراہیم بن ادہم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداؤد الطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب وعبداللہ بن مبارک ووکیع بن جراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصٰی لہ عدۃ ان یستقصی کسطرح ممتاز نہوا اور علما سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوتے آئے ہین اکثر اولیاے کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بصفات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابویزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالی اور انکے سوا جنکا شمار نہایت پذیر نہین فلو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا اولا افتوہ سو اگر یہ اولیاء کاملین امام مین کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے لیے حقیت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہی کہ ارباب کشف اور شہود کے انکے تابع اور مقتدی ہین وقد قال الاستاذ ابوالقاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ ولقد عمہ فی ہذہ الطریقۃ بمعتقدا لاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا اخذت ہذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصرابادی وقال ابوالقاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذ ہا من السری السقطی وہو من معروف الکرخی وہو من داؤد الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہی استاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالۂ قشیریہ مین باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہ طریقہ لیا ابوالقاسم نصرآبادی سے اور ابوالقاسم نے کہا کہ مین نے اُسکو لیا شبلی رح سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابوحنیفہ رح سے ہم زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبدالکریم ابوالقاسم قشیری مفسر اور فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والون نے نہین دیکھا شافعی مذہب تھے ۳۷۶ھ ہجری مین پیدا ہوے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اُنسے روایت کی اور بہت تصانیف اُنسے مشہور ہین اور ۴۶۵ھ ہجری مین وفات پائی کذا فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فنجانا الک یا اخی الم تکن لک اسوۃ حسنۃ فی ہولاء السادۃ الکبار اکانوا متشہدین فی ہذا الاقرار والامتحار وہم ائمۃ ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے اُن اکابر سے ثنا کی ہی امام پر اور اُنکی فضیلت کا اقرار کیا ہی سو تعجب کرتا ہون تجھسے اے بھائی کیا تجھکو نیک پیروی نہ تھی اُن بزرگون مین کیا اُنپر جھوٹ بولنے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اس طریقہ تصوف اور درویشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہین ہم شارح کا یہ خطاب اُن لوگون سے ہی جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین ومن بعد ہم فی ہذا الامر فلہم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ اُن حضرات کے بعد ہین وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت مین اُنکے تابع ہین اور جو بات کہ ان بزرگون کی سمجھ اور وجہ کی مخالف ہو وہ مردود اور ایجاد ناپسند ہی وبالجملہ فلیس ابوحنیفۃ فی زہدہ وورعہ وعبادتہ

۲۷ حقیقت مذہب حنفی

وَعِلْمِہٖ وَفَہْمِہٖ بِمُشَارِکٍ اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بے نظیر ہین وَمِمَّا قَالَ فِیْہِ ابْنُ الْمُبَارَکِ ؎ لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَیْہَا ✦ اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اور منجملہ اُن مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہی یہ ابیات ہین البتہ زینت دی شہرون کو اور شہر والون کو مسلمانون کے امام ابوحنیفہ نے ؎ باحکام وَ آثَارٍ وَفِقْہٍ ✦ کَآیَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَی الصَّحِیْفَۃِ ✦ زینت دی بہ سبب احکام شرعی اور احادیث و فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ؎ فَمَا فِی الْمَشْرِقَیْنِ لَہٗ نَظِیْرٌ ✦ وَلَا فِی الْمَغْرِبَیْنِ وَلَا بِکُوْفَۃٍ ✦ سو نہین ہی دونون مشرق مین اُسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین ہم دونون مشرق یعنے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہی ؎ بَنَتْ مَشْہُوْرُ اَشْہَرِ اللَّیَالِیْ ✦ وَصَامَ نَہَارَہٗ لِلّٰہِ خِیْفَۃٗ ✦ رات کاٹتا ہی امام دامن چڑھائے یعنے مستعد عبادت راتون مین جاگتا اور دن مین روزہ رکھتا ہی اللہ کے خوف سے ہم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ رکھا کذا فی الطحطاوی ؎ فَمَنْ کَابِیْ حَنِیْفَۃَ فِی عُلَاہُ ✦ اِمَامِ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْفَۃِ ✦ سو کون ہی ابوحنیفہ رح کے مانند بلند رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رَاَیْتُ الْعَائِبِیْنَ لَہٗ سَفَاہًا ✦ خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ مُحِقٍّ حَنِیْفَۃ ✦ دیکھا مین نے اسکے عیب کرنے والون کو بیوقوف احمق حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ وَکَیْفَ یَحِلُّ اَنْ یُّؤْذٰی فَقِیْہٌ ✦ کَہٗ فِی الْاَرْضِ اٰثَارٌ شَرِیْفَۃٌ ✦ اور کیونکر حلال ہو اُس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ؎ فَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِیْسَ مَقَالًا ✦ صَحِیْحَ النَّقْلِ فِیْ حُکْمٍ لَطِیْفَۃ ✦ سو البتہ محمد بن ادریس رح شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہی لطیف حکمتون مین ؎ بِاَنَّ النَّاسَ فِیْ فِقْہٍ عِیَالٌ ✦ عَلٰی فِقْہِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَۃ ✦ امام شافعی رح کا وہ قول یہ ہی کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کے ہم خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے اَلنَّاسُ عِیَالٌ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْفِقْہِ یعنی لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ مین نے محمد بن ادریس شافعی رح سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین ابوحنیفہ رح نہین ہی جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ للسیوطی الشافعی ؎ فَلْعَنَۃُ رَبِّنَا عَدَدَ الرَّمْلِ ✦ عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَۃ ✦ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اُسپر جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے ہم حلبی نے کہا مراد یہ ہی کہ جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے اُنکو حقیر جانکر اُنکے اجتہاد کا منکر ہوا سواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضون کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اُنھون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا سلم تھا عَلٰی مَنْ حَطَّ قَدْرَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ انتہی طحطاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اُسکا غایت رتبہ یہ ہی کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت جائز نہین کہ شاید اُسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملا کفار پر لعنت جائز ہی انتہے مین کہتا ہون یواقیت الملمعہ مین زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ایات عبداللہ بن مبارک نقل کی ہین لیکن لعنت کے بیت اُسمین نہین تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہی اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی نہایت مستبعد ہی واللہ اعلم وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ ثَابِتًا وَالِدَ الْاِمَامِ اَدْرَکَ الْاِمَامَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَدَعَا لَہٗ وَلِذُرِّیَّتِہٖ بِالْبَرَکَۃِ اور مقرر یہ بات ثابت ہی کہ امام اعظم رح کے والد ماجد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور انکی اولاد کیواسطے برکت کی دعا کی ہم حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہون مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم مین رقیق یعنے کسی کا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رح پیدا ہوا ہجری اسی برس مین اور اُسکا باپ اُسکو لیگیا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اُسکے واسطے اور اُسکی اولاد کے واسطے اور ہم اس دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہین کذا فی الیواقیت الملمعۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

ع یعنی آپ حنفیہ کے امام تھے رد کرنے والے کو کیونکر لعنت کرتے

اور اسمین خلل یہ ہو کہ ولادت امام کی ۸۰ھ ہجری مین ثابت ہو اور وفات علی مرتضیٰ کی ۴۰ سال سے پہلے ہو انتہیٰ مین کہتا ہون تو امام کا لیجانا حضور مرتضوی مین وہم ہو کسی راوی کا ثابت کا جانا اور اُنکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہو وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سَمِعَ الْحَدِیْثَ مِنْ سَبْعِیْنَ مِنَ الصَّحَابَۃِ کَمَا بُسِطَ فِی اَوَاخِرِ مُنْیَۃِ الْمُفْتِیْ وَاَدْرَکَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عَشَرِیْنَ صَحَابِیًّا کَمَا بُسِطَ فِی اَوَائِلِ الضِّیَاءِ اور یہ قول صحیح ہو کہ ابوحنیفہ رح نے سات صحابیون رض سے حدیث سُنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین مشرح ہو اور بیس صحابیون کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیا معنوی کے اوائل مین مذکور ہو ہم سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا امام ابومعتبر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مفری شافعی رح نے ایک جزء تالیف کیا امام ابوحنیفہ رح کی روایت مین چار صحابیون سے انتہیٰ ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابوحنیفہ رح پیدا ہوئے کوفہ مین ۸۰ھ ہجری مین اور وہان اُسوقت عبداللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس رض صحابی تھے اسواسطے کہ وہ ۹۳ھ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد رح نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابوحنیفہ رح نے انس رض کو دیکھا اور ان دونون صحابیون کے سوا اور اصحاب شہرون مین زندہ تھے تو ابوحنیفہ رح اس اعتبار سے طبقۂ تابعین مین داخل ہین اور ائمۂ امصار معاصرین ابوحنیفہ رح کو یہ افتخار نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حمادی کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہیٰ ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد مین اختلاف ہو بعضون نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضون نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایک عورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبداللہ بن اُنیس اور عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ ابن ابی اوفی اور واثلہ بن سقیع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہ ہین اور ساتوین قول پر معقل بن یسار زاہد ہین اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابوالطفیل مذکور نہین کیونکہ فی الطحطاوی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اُسکے حاشیہ مین کہا کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین ۸۶ھ یا ۸۷ھ مین انتقال کیا اور انس رض بن مالک نے بصرہ مین ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ ہجری مین وفات پائی اور سہل بن ساعدی نے مدینہ مین ۹۱ھ یا ۹۸ھ مین انتقال کیا اور ابوالطفیل نے ۱۰۰ھ ہجری مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہو صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابوحنیفہ رح کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت اُنسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابوحنیفہ رح کے اصحاب کہتے ہین کہ ابوحنیفہ رح نے چند اصحاب کو پایا اور اُنسے روایت کی انتہیٰ مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہو کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانہ مین موجود ہون اور اُنکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا ان شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہو اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ رض کا ثابت ہو تو اصحاب ابوحنیفہ رح کا قول حق ہو جو کہتے ہین کہ امام نے جماعہ صحابہ کو پایا انتہیٰ ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہین روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے ثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہو کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہو اور اثبات بھی فقط حنفیہ مین منحصر نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وَقَدْ ذَکَرَ الْعَلَّامَۃُ شَمْسُ الدِّیْنِ مُحَمَّدٌ اَبُو النَّصْرِ بْنُ عَرَبْ شَاہُ الْاَنْصَارِیُّ الْحَنَفِیُّ فِیْ مَنْظُوْمَتِہِ الْاَلْفِیَّۃِ الْمُسَمَّاۃِ بِجَوَاہِرِ الْعُقُوْدِ وَدُرَرِ قَلَائِدِ ثَمَانِیَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ مِمَّنْ یَرْوِیْ عَنْہُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابوالنصر بن عرب شاہ انصاری حنفی نے اپنے منظومۂ الفیہ مین جسکا نام جواہر عقائد اور دُرر قلائد ہو آٹھ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابوحنیفہ رح نے خدا کی رحمت اُسپر اور اُن سب پر حیث قال ؎ مُعْتَقِدًا مَذْہَبَ عَظِیْمِ الشَّانِ ✤ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الْفَتَی النُّعْمَانِ ✤ اَلتَّابِعِیْ سَابِقِ الْاَئِمَّۃِ ✤ بِالْعِلْمِ وَالدِّیْنِ سِرَاجِ الْاُمَّۃِ ✤ جَمْعًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ اَدْرَکَا ✤ اَثْرُہُمْ قَدِ اتَّفَقَا وَسَلَکَا ✤ طَرِیْقَۃً وَاضِحَۃَ الْمَنْہَاجِ ✤ سَالِمًا مِنَ الضَّلَالِ الدَّجِیْ ✤ علامہ مذکور نے

جس مقام مین یہ کہا ہو کہ مین کہتا ہون معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ رح جو امام نعمان کا جو تابعی ہو مقدم سب امامون سے علم اور دین مین امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُنکا پیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہو سالم ہو تاریک گمراہی سے

۵ رَوی عَنِ اَنَسٍ وَجَابِرٍ ؓ وَابنِ اَبِی اَوفٰی اکذا عَنْ عَامِرٍ ؓ اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبد اللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے ۱۲ تبییض الصحیفہ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہو خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہو اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ رض کی ریاست مین اور معاویہ رض کا انتقال ہوا ۶۰ ساٹھ ہجری مین پھر کیونکر اُنکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی ۵ اَعنِی اَبَا الطُّفَیلِ ذَاکَ ابنَ وَاثِلَۃَ ؓ وَابنِ اُنَیسٍ الفَقِیہِ وَوَاثِلَۃَ ؓ مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہو جو واثلہ کا بیٹا ہو اور روایت کی عبد اللہ بن انیس جو امر سے اور واثلہ بن اسقع سے ۵ عَنِ ابنِ جُزَیٍّ قَد رَوَی الاِمَامُ ؒ بِنتِ عَجرَدٍ ہی التمام ؒ روایت کی امام نے عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ابن جزء بفتح جیم وسکون زا مہملہ اور ہمزہ وہ عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہو امام اعظم رح سے مروی ہو کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ ۹۷ ستانوے ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے والد سے کہا کہ یہ کیا ہو جواب دیا کہ اسمین ایک صحابی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہو تو مین نے جا کر سُنا کہتا تھا قَالَ ؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِعَانَۃُ المُسلِمِ فَرِیضَۃٌ عَلَی کُلِّ مُسلِمٍ یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہو مَن تَفَقَّہَ ؓ فِی دِینِ اللہِ کَفَاہُ اللہُ ہَمَّہٗ وَرَزَقَہٗ مِن حَیثُ لَا یَحتَسِبُ ابن شاہین نے کہا سماعت امام رح کی جابر بن عبد اللہ سے صحیح وہم ہو کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر اور چند سال مین رہے اور انتی تک نہ دہ نہین سے جسمین امام پیدا ہوئے انتہی اسکا جواب یون ممکن ہو کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۶۰ ساٹھ ہجری مین ہو تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وَتُوُفِّیَ بِبَغدَادَ وَقِیلَ فِی السِّجنِ لِیَلِیَ القَضَاءَ وَلَہٗ ثَمَانُونَ سَنَۃً بِتَارِیخِ خَمسِینَ وَمِائَۃٍ اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایک سو پچاسوین سال ہجری مین اور اُنکی عمر ستر برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے مجبور ہوئے تھے کہ عہدۂ قضا کو قبول کرین ہم ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ ۸۰ نبے ہجری مین پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور ۱۵۰ ہجری مین وفات پائی اور بعضون نے کہا ستر مین اور بعضون نے کہا اکہتر ۷۱ مین پیدائش ہو لیکن پہلا قول صحیح تر ہو پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور بمقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل مین مذکور ہو کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ اُنھون نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پروتے سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہو کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنے کے قِیلَ وَیُوہَمُ تُوُفِّیَ وَلَدُ الاِمَامِ الشَّافِعِیُّ رَضِیَ اللہُ عَنہُ فَعُدَّ مِن مَنَاقِبِہٖ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابو حنیفہ رح نے وفات پائی اُسی دن امام شافعی رح پیدا ہوئے تو یہ ابو حنیفہ یا شافعی رح کے مناقب مین شمار کیا گیا مام اعظم کی منقبت اسواسطے ہو لی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نر کھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ ہو لی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وَقَد قِیلَ الحِکمَۃُ فِی مُخَالَفَۃِ تَلَامِیذِہٖ اَئِمَّۃَ رَأیِ صِبیَانٍ یَلعَبُ فِی الطِّینِ فَحَدَّہٗ عَنِ السُّقُوطِ فَاَجَابَ بِاَن اَخَذَ اَنتَ مِنَ السُّقُوطِ فَاِنِّی فِی سُقُوطِ العَالِمِ سُقُوطُ العَالَمِ فَحِینَئِذٍ قَالَ لِاَصحَابِہٖ اِن تُوَجِّہُ لَکُم دَلِیلٌ فَقُولُوا بِہٖ فَکَانَ کُلَّ یَاخُذُ بِرِوَایَۃِ عَنہُ وَیُرَجِّحُہَا وَہٰذَا مِن اِحتِیَاطِہٖ وَوَرَعِہٖ عِلمٌ بِاَنَّ الاِختِلَافَ مِن اٰثَارِ الرَّحمَۃِ فَرُبَّمَا کَانَ اَکثَرُ کَانَتِ الرَّحمَۃُ اَوفَرَ کَمَا قَالُوا اور البتہ کہا گیا ہو کہ شاگردان امام کے مخالفت مین حکمت یہ ہو کہ امام اعظم رح نے ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اُسکو ڈرایا بیٹ پڑنے سے سو اُسکے نے امام کو جواب دیا کہ تم بیٹ پڑنے سے بچا سو اسطے کہ عالم کے بیٹنے سے تمام جہان کا بیٹنا ہو تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمھارے سامنے دلیل آوے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اُسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنے اُسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہو

ایک نسخہ مین اور نسخہ شامی مین ان اشعار کے بعد یہ شعر مذکور ہو

شعر (فی اسماء الائمۃ الاربعۃ رض)
عثمان والی اصحاب اللیث
یحیی الحق بالحق سلیمان الراعی
اصحی لیل اسدت ۱۲

۵ ترجمہ یہ ہو

سنہ ۱۵۰ ہجری میں امام اعظم رح کا انتقال ہوا

سنہ ۱۷۹ ہجری میں امام مالک رح کا انتقال ہوا

سنہ ۲۰۴ ہجری میں امام شافعی رح کا انتقال ہوا

سنہ ۲۴۱ ہجری میں امام احمد رح کا انتقال ہوا

۵ ترجمہ یہ ہو کہ ہر مسلمان پر دین کی مدد کرنا فرض ہو

۵ ترجمہ یہ ہو کہ جو شخص دین کا علم حاصل کرتا ہو اللہ تعالی اسکو دو جہان کے غم سے بچاتا ہو اور اسکو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہو جہان اسکو گمان بھی نہین ہوتا

اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جملۃ الدلیل رحمت الٰہی کی نشانیوں سے ہے تو جسقدر اختلاف بڑہائی ہوگا زیادہ رحمت بڑہائی وافر تر بدلیل قول علامہ امام نے لڑکے کے کلام سے پندلی یہی شان ہے عارفون کی کہ اشارات لطیفہ عبارات بلیغہ سے سمجھ لیتے ہین سند خوارزمی مین بسقت الائمہ سابل سے منقول ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادون کی علما تابعین سے شاگردی کی اور علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا یہان تک کہ انھون نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد مین مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام کے جمع ہوئے انمین سے بزرگ تر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہونچے تھے سوانکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو مین نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمھارے واسطے تیار کر دیا ہے لگام دیکر اور زین کسکر سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگون نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے غیر لوگ پار ہوتے ہین اور بوجھ میری پیٹھ پر یعنے لوگ تقلید سے نجات پا دینگے مواخذہ مجھسے ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد مین کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردون سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اُنسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردون کے پاس تھے اُنکو سُنتے اور جو آپ کو معلوم تھے اُسکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینا مہینا بھر بلکہ زیادہ ردوبدل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اُس قول تحقیق کو ابو یوسف رحمۃ اللہ ثابت کرتے یعنی لکھتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوری کر کے ثابت کیا امام اعظم رح اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہین ہوئے انتہی روایۃ الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہوا اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق مین تتارخانیہ سے یون منقول ہے کہ اختلاف ائمۃ الہدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رئیس المفتی یہ نشانی ہے مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہین جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کرین اصولیون کے نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق مین تتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہین مگر مجتہد کو اور محمد رح نے فتوی دینا جائز رکھا ہے اگر مرد کا صواب اُسکی خطا سے زیادہ ہو اور اصابی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہین فتح القدیر مین کہا ہے کہ اہل اصول کی رائے اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہین ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ مین فتوے دیتے ہین وہ درحقیقت فتوے نہین ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اُسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتین ہین یا ناقل کے پاس سند ہو اُس امر مین یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اُس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابون سے اور مانند اُنکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور اُنکے اصحاب متفق ہوگئے اُس روایت مین جو ظاہر ہے اُسنے تو مفتی اُسکا فتوی دے یقینا ہم ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوائے اور روایات مرجوع عنہا ہین یعنی مطروح ہین یا غیر مشہور نا معتبر ہین اور ظاہر الروایۃ کی کتابین زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر مین محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ اُسکی روایت امام اعظم رح اور اُنکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور متقدمین کے نقل کرنے سے نقل خواہ تواتر ہو یا شہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنے وقایہ اور قدوری وغیرہما بھی ظاہر الروایۃ ہین اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہین واختلفت فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق اور اسمین اختلاف کیا گیا ہے جسمین ہمارے اصحاب مختلف ہین اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا مین ہے یہ کہ فتوی دیا جاے امام اعظم رح کے قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم لقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہو تو ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاے پھر محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین رح متفق ہون اور امام اعظم رح منفرد ہون سو بعضون نے کہا کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین رح کے قول پر فتوی دے چاہے امام رح کے قول پر

۷ یہ بیان اس کا کہ اختلاف بہ بشارت رحمت الٰہی ہے

۸ اور یہ بیان اس کا کہ مفتی مین کیا کیا شرطین ہین

۹ مفتی کے واسطے علامات ہین فتوی دینے کی

۱۰ مفتی مجتہد ہے

۱۱ مفتی کو جوابات مین مطلق فتوی امام رح کے قول پر ہے اور فتوی امام رح کے قول پر ہے اور فقہا اور شارحین مین ابو یوسف رح کے قول پر ہے

انتہی قاضی خان کے فتاوی مین ہی کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رہ اور محمد رہ ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاے کیونکہ دونون مین وفور شرائط اور اولی قوت کا اجتماع ہی اور اگر صاحبین رہ کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ تصحیح بطاہر عدالت تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت مین اور انکے مانند مین بھی صاحبین رہ کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجتماع ہی اور اسکے سواے مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہی اور عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب مین آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابون مین چوک جائے وہ مجتہد ہی اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور ماقول کی اور لوگون کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہی انتہی مافی الخانیۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہو ہم مدرک بصیغۂ اسم مفعول یعنی دلیل ہی اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہی طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف رہ یا محمد رہ کا وہی قول مقدم ہی اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولون مین یہ ہو کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ تو قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز الافتاء باحدہما اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہی کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونون قولون مین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہی کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونون مین یا بلفظ صحیح کی یا ایک مین اصح کا لفظ ہو اور دوسری مین صحیح کا بہرصورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہی وفی اول المضمرات انا العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی او بہ ناخذ وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الائمۃ وہو الصحیح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار وکما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے اول مین ہی کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوے سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیۂ بزدوی مین مذکور ہین انتہی مافی المضمرات ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہو وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہی وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہی وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہی آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہی وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہی او الاصح یا صحیح تر ہی او الاظہر یا ظاہر تر ہی او الاشبہ یا بحق مشابہ تر ہی او الاولی یا موجہ تر ہی او المختار یا پسندیدہ تر ہی او ان الفاظ کے مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جری المعرف وہو المتعارف وبہ اخذ العلماء کما قال شیخنا الرملی فی فتاوہ وبعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوے مین کہا اور بعض الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید یہ ہو کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہی فتوی کا چنانچہ اسانی یا اکدیت اور بلفظ فتوی ہی اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پائے جائین کذا فی الطحطاوی والفظ یفتی اکد من الفتوی علیہ اور یفتی کا لفظ موکد تر ہی الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہی اور اسی طرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہی والاصح اکد من الصحیح والاحوط اکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہی احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہی قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لایجوز من المصحف الانجلافہ اذا تعارض اماران معتبران وعجز احدہما بالصحیح والاخر بالاصح فالاخذ بالصحیح اولی لانہا اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق او فق فلیحفظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح مینہ مین ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہی کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح ہی اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہی تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہی اسواسطے کہ دونون امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت مین اتفاق نہین بلکہ ایک امام کا تفرد ہی اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہی تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذکر لیست بروایۃ فی کتاب

اور اسی طرح علی ہذا اور اسی کی مانند آخر تک اور اسی پر فتوی ہوتا ہی اور وجہ توفیق اور وجہ توفیق ہی اور اسی پر فتوی ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی

معتمد بالاصح او الاولی او الاوفق ونحو ہا فلہ ان یفتی بہا وتیخالفہا ایضاً ایا شاء پھر مین نے دیکھا رسالۂ آداب المفتی مین کہ جب کسی معتمد مین روایت مذیل بالاصح یعنی روایت کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہی یا اولی یا اوفق ہی اور اسنداً سکے چنانچہ اوجہ اور احوط تو مفتی کو اختیار ہی کہ اُس روایت کا فتویٰ دے اور اُسکے مخالف دوسری روایت کا بھی فتویٰ دے جسکا چاہے دونون مین سے ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اسپر دلالت کرتا ہی کہ مقابل اسم تفضیل کا بھی مرجح ہی کذا فی الطحطاوی وَاِذَا فُہِلَتْ بالصحیح اولما ماخوذبہ یفتی وعلیہ الفتوی او بالمُفْتٰی بخلافہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ یا یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اُسکے مخالف روایت کا فتویٰ نہ دے ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہی اِلَّا اِذَا کَانَ فِی الْہِدَایَۃِ مَثَلاً ہُوَ الصَّحِیْحُ وفی الکافی بخلافہ ہو الصحیح فیخیر ویختار الاقوی عندہ والایلیق والاصلح انتہی فلیحفظ مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کے ذیل مین ہو الصحیح ہو اور کافی مین اُسکے مخالف روایت کی ذیل مین ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہی اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اُسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہے امانی الرسالۃ تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قوی تر کا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہی یعنی درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہی کذا فی الطحطاوی حاصل ماذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ انہ لافرق بین المفتی والقاضی اِلَّا اَنَّ المفتی مخیر عن الحکم والقاضی ملزم ہو اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین ذکر کیا ہی اسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ کچھ فرق نہین درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی ہر جب تفضیل مذکور کے قاضی بھی انھین علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہی کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہی اور قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہی بحکومت حبس اور تعزیر سے اگر کوئی عمل نکرے اور اُسکو اختیار ہو اقامت حدود اور قصاص کا کذا فی الطحطاوی وَاَنَّ الْحُکْمَ وَالْفُتْیَا بالقول الراجح جَہْلٌ وَخَرْقٌ لِلْاِجْمَاعِ اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہی یعنی حرام اور باطل ہم قول مرجوع چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اُس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اُسکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور اولی بالبطلان ہی ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتویٰ دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوح عنہ پر فتویٰ دینا کذا فی الحلبی وَاَنَّ الْحُکْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہی چنانچہ وضو مین ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بمرجب مذہب امام اعظم رح کے کذا فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اُسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنے چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وَاَنَّ الرُّجُوْعَ عَنِ التَّقْلِیْدِ بَعْدَ الْعَمَلِ بَاطِلٌ اِتِّفَاقًا وَہُوَ الْمُخْتَارُ فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کرچکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہی اور یہی قول مختار ہی مذہب مین ہم مثلاً قاضی حنفی نے بثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنے کا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اُسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہین ہی کہ یہان جواز تقلید کی مطلقاً نفی ہی بلکہ اسی صورت مذکورہ مین اسواسطے کہ یہان تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہی اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ مین عبارت ہی شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اُسی مسئلہ مین یہانتک کہ اگر اُسی مسئلہ خاص مین حسبین حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہو سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب ندے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقاعلی مذہبہ کا مطلب یہ ہی کہ اُس مسئلہ مین عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہی یعنی اگر زمان مستقبل مین ویسی ہی صورت جیسے عمل کر چکا ہی مذہب شافعی پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو ندینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہی شافعی کی تقلید سے مسئلہ تلفیقہ مین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اُسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہی نہ اُس واقعہ سے جو بعد اُسکے اسی جنس کا حادث ہو اور تقلید مذکور کے جواب مین دو قول ہین قول مختار یہ ہی کہ تقلید جائز ہی اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ اتنا کفایت کرتا ہی کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اُسکے نزدیک صواب اور راجح ہی باحتمال خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہی اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی مین عمل بالخطا لازم آتا ہی اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہی یہ خلاصۂ

یحییٰ ابن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہو اور اس تقریر سے نکلتا ہو کہ تقلید واجب ہو ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہین اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایک آن مین ہو اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ مین تو اُسپر واجب ہو کہ اُس مسئلہ کی جمیع متعلقات مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود ومختصراً وَاَنَّ الخلافَ خاصٌ بالقاضی المجتہد اور یہ کہ خلاف مخصوص بقاضی مجتہد ہو یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یا نہین تو صاحبین نے کہا کہ اُسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمد مین امام سے دو روایتین ہین اور بزازی نے کہا کہ صاحبین نفاذ حکم مین امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا المقلد فَلَا یَنفذ قضاءُہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیہ اور مقلد قاضی کا حکم نہ بخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہو ہم شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریحاً مخالف ہو کما فی الطحطاوی قلت وَلَا سیما فی زماننا فَاِنَّ السُّلطان بعض فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ لغیر المعتمد من مذہبہ فَلَا یَنفذ قضاءُہ فیہ ویُنقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنہر مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانہ مین حکم مخالف مذہب نافذ نہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے فرمان مین تصریح کردیتا ہو قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اُسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد مین نافذ نہوگا اور وہ حکم تو رد جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہ قول شرح مذکور ہو قَالَ فِی البُرہان وَہٰذا صریح الحق الذی لَا یَنبغی العُدول عَلَیہ بالتوجد علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمٰن مین کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہو جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے لِاَنَّہُم اَمَرُوا الامیر متی صَادَفَ فَضلاً مجتہداً فیہ لَقَدْ اَمَرَہ بان حاکم کا حکم جب فضل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت پر جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہو حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا کما فی سیر التتارخانیۃ وشرح السِّیَر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہو تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وَ قَد ذَکَرُوا اَنَّ المجتہد المطلق قد تَفقد اور البتہ علمانے ذکر کیا ہو کہ مجتہد مطلق یعنے جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہوہ مفقود ہوگیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہم ملطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہو یعنے ہوسکتا ہو اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ مین مقید اور منحصر نہین انتہی حافظ شیرازی نے فرمایا ؎ فیض روح القدس ارباز مدد فرماید ✦ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ✦ وَاَمَّا المقید فعلی سَبعِ مَرَاتِبَ مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ہم مراتب سبعہ کا یون بیان ہو کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہو چنانچہ چارون امام اور اُنکے مانند جنھون نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اسمین کسی کے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین نے المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما مرا صحاب ابی حنیفہ رح جنھون نے احکام کو نکالا اُدلہ اربعہ سے بموجب اُن قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام مرفوعہ مین امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول مین اُنکے تابع ہین اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور طحطاوی اور ابو الحسن رح کرخی اور شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ حلوائی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند اُنکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہین نہ اصول مین نہ فروع مین لیکن وہ اُن احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنہون امام سے روایت نہین چوتھا طبقہ اصحاب تخریج مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہین لیکن احاطۂ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول پر محمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہین اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہمارے یہ مین جو بمبئی مواضع مین تخریج رازی کا ذکر آیا ہو سو اُسکا یہی مطلب ہو پانچوان طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہو چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند اُنکے اُنکا مرتبہ یہ ہو کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفصیل دیتے ہین اسطرح کہ یہ قول اولیٰ ہو یا اصح ہو درایت کی راہ سے یا اوضع ہو روایت کی راہ سے وہذا اَوفق للقیاس وذا اَرفق للناس چھٹا طبقہ اُن مقلدون کا ہو جو ابین قوی اور ضعیف اور

ف ۲ اور یہ توفیق بیان سے زیادہ ہو

ف ۳ جو ہمارے مشائخ سے منقول ہو

ظاہر مذہب اور ظاہر الروایۃ اور روایت نادرہ کی امتیاز کرنے پر قادر ہین چنانچہ متون اربعہ کے مصنف یعنی صاحب کنز اور صاحب مختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع
انکا رتبہ یہ ہو کہ اپنی کتابون مین اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے ساتوان طبقہ اُن مقلدون کا جو تمیز روایات پر قادر نہین الا غرار فریہ مین فرق نہین کرتے
شمال کو یمین سے ممتاز نہین کرتے بلکہ جمع کرتے ہین روایات کو جو پاتے ہین حاطب اللیل کے مانند افسوس ہو اُنپر اور اُنکے مقلدون پر یہ کہا ہو شیخ الاسلام علامہ کمال پاشا نے
الذاتی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار اور اسی طرح مراتب سبعہ کو ملا علی قاری نے ابن کمال پاشا کے رسالۂ وقف
نبات سے مختصر نقل کیا ہو اور کہا ہو کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات مین داخل ہو اور صریح کلام شارح اسکے خلاف ہو اور سب کو مجتہد مقید کہتے ہین یہ خلل ہو کہ طبقہ سابعہ بلکہ
سادسہ بھی مقلد محض ہین کچھ بھی اجتہاد پر قادر نہین وَاَنَا نَحْنُ فَعَلَيْنَا اتِّبَاعُ مَا رَجَّحُوهُ وَمَا صَحَّحُوهُ كَمَا لَوْ افْتَوْا فِي حَيَوْتِهِمْ اور ہم لوگون پر تو پیروی اُس قول کی لازم ہو جسکو
علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہو اور تصحیح کی ہو جیسے اُس صورت مین ہم پر پیروی اُنکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح
اور تصحیح سے افتا کی تمام علامات مذکورہ مراد ہین نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فَاِنْ قُلْتَ قَدْ يَكُونُ اَقْوَالًا بِلَا تَرْجِيحٍ وَقَدْ يَخْتَلِفُونَ فِي التَّصْحِيحِ پھر اگر تو اے سائل یون کہے کہ کاہے
اقوال کو بدون ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین ہم حاصل سوال کا یہ ہو کہ اتباع مرجح کا نہین ہو سکتا جبتک کہ ایک قول کی ترجیح نہو اور
جبکہ اصلا ترجیح نہوئی یا ترجیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قُلْتُ يُعْمَلُ بِمِثْلِ مَا عَمِلُوا كَمَا مِنْ اعْتِبَارِ غَيْرِ الْعُرْفِ وَاَحْوَالِ النَّاسِ مَا هُوَ الْاَرْفَقُ وَمَا اَظْهَرُ عَلَيْهِ التَّعَامُلُ
وَمَا قَوِيَ وَجْهُهُ وَلَا يَخْلُو الْوُجُودُ عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ الْحَقِيقَةِ لَا ظَنًّا وَدَعْوَى مَنْ لَمْ يَمْهَرْ فِي الرُّجْحَانِ اور میزان پر رجح لمن یمیز ہیرا ذہ متہ مین سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین
عمل کیا جائے جسطرح علماء سالفین نے عمل کیا یعنے اعتبار کرنا عرف کے بدل جانے کا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اُس قول کا جو لوگون پر آسان تر ہو اور
جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہو گا حقیقت مین نہ فقط گمان مین ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق
اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اسپر لازم ہو کہ اہل تمیز کی طرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونے کے واسطے مع تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہو تو یہ تکرار ہی
اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہو اور مشہور ترتیب سابق ہو اور شخص ممیز کی طرف رجوع کرنا کاہے دشوار تر ہوتا ہی کیونکہ وہ شہر بعید مین ہو تو ضبط
اور محکم تر وہی ترتیب ہو جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنے امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف رح کے الخ کذا فی الطحطاوی فسال اللہ تعالی التوفیق
والقبول بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے امر اخیر کی مدد گاری اور مقبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوہ والتسلیم کَيْفَ لَا
وَقَدْ يَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِبْتِدَاءَ تَبْيِيضِهِ فِي الرَّوْضَةِ الْمَحْرُوسَةِ وَالْبُقْعَةِ الْمَانُوسَةِ بِجَاهِ وَجْهِ صَاحِبِ الرِّسَالَةِ وَحَائِزِ الْكَمَالِ وَالْبَسَالَةِ وَضَجِيعَيْهِ الْجَلِيلَيْنِ اَلْمُرْضَعَانِ الْكَامِلَيْنِ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ اَجْمَعِينَ وَوَالِدَيْنَا وَمُقَلِّدِيهِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّينِ اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتدا صاف
کرنے اس کتاب کے سودہ سے مبیضہ کی طرف میسر کردی روضہ محفوظ اور مکان مانوس مین سامنے چہرۂ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور
شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے اور ہم خوابون کے جو جلیل القدر اور دو شیر کامل الوجود ہین یعنے ابو بکر صدیق رض اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالے
اُن دونون سے اور باقی تمام اصحاب رض سے اور ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیروؤن سے قیامت کے دن تک ثُمَّ بِجَاهِ الْمَكْتَبَةِ الشَّرِيفَةِ
تَحْتَ الْمِيزَابِ وَفِي الْحَطِيمِ وَالْمَقَامِ وَاللّٰهُ تَعَالَى الْمُيَسِّرُ لِلْاِتْمَامِ پھر ابتدا اصلاح کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم
مین اور اللہ تعالے تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہو ہم تو ابتدا حقیقی تبییض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضۂ مقدسہ کے اندر مواجہ شریف
نبوی مین ہوئی اور ابتدا اضافی بیت اللہ مین ہوئی وَهٰذَا مِنْ اَوَّلِ عَلَامَاتِ الْقَبُولِ اگر کریم علی الاطلاق مترجم دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرلے تو اُسکی رحمت بے علت سے کچھ دور نہین ع بدان مرا بہ نیکان بخشند + بعد فراغ خطبہ ومقدمہ اب شارح
رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہی اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے مین

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتماماً بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے عم وین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ میں داخل نہیں اور عبادات پانچ قسم ہیں نماز زکوٰۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا مرتبہ اور اتلاف مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سو اہل تصانیف نے فقہ کی کتابوں میں اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور ہوا اشرف الفائق میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے نسبت بمعاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالیٰ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنے کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوٰۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرانی وشرط بہا مخص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص نماز لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہے اسکے شروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا بعذر وقت کا ہونا تحریم کے وقت کافی ہے اور اسی طرح نیت کا علاوہ یہ کہ نیت مخصوص نماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص نماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے وما قیل قدمت لکونہا شرطا لایسقط صلا ولذا فاقد الطہورین یوخر الصلوٰۃ وما اورد من ان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہ تینوں دعوی مردود ہیں مم پہلا دعوے یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی دلیل پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعووں کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اسکی زمین اور دیوار میں نجس عین اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہوا نکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے ہم ارادۂ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھ کہ یہاں پر نشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہے تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ اسمیں الفاظ زبانی کو نیت کا بدل ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہاں بدل کا ٹھہرنا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دل پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل میں آیا اسی قدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کے واسطے ہے اور یہ نہیں کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہیں والطہارۃ ففی الظہیریہ وغیرہا من قطعت

بداہ ورجلاہ و لوجہہ جراحۃ یصلی بلا وضوء ولا تیمم ولا یعید فی الاصح اور طہارت کا حال تو یہ ہے کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پانوں کٹے ہوں اور اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح قول میں یعنے چہرہ درست ہونے کے بعد اسپر اعادہ نماز کا نہیں ہے یہ رہی پہلے دعوی کا یعنی اس صورت میں طہارت ساقط ہوگئی ظہیریہ میں سرکا ذکر کرنے سے سکوت کیا اسواسطے کہ اکثر اعضا مجروح ہیں تو ایسی صورت میں تیمم کا حکم ہے لیکن تیمم بھی ساقط ہوگیا ہاتھوں کے نہونے سے وَاَمَّا فَاقِدُ الطَّهُورَيْنِ ففی الفیض وغیرہ اَنَّهٗ يُشَبِّهُ بِالْمُصَلِّيْنَ عند ہما والیہ صح رجوع الامام علیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا تو حال یہ ہے کہ فیض وغیرہ میں ہے کہ فاقد الطہورین نمازیوں کے مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین رح کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہے ان افعال کو نماز نکہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا واجب ہوگا تو حقیقت میں یہ جواب نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت میں نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہوتا قلت وہ ظہر اَنَّ قَدْرَ الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر لصلوۃ لغیر القبلۃ او مع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کمافی الخانیۃ میں کہتا ہوں اور ظہیریہ کے مضمون گذشتہ سے یہ ظاہر ہوا کہ بدون طہارت کے قصداً نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہیں کردیتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا کافر نہیں کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں ہے ہم تینوں صورتوں میں عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہے اور مسئلہ ظہیریہ پر تمہ صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت میں مفروض ہے تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ وفی کفر من صلی لغیر طہارۃ مع اعتقاد الحل خلاف فی الروایات لینظر ہ اور وہبانیہ کی کتاب السیر میں ہے اور اس شخص کے کفر میں جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑھے اختلاف ہے روایات میں کہ کتابوں میں مرقوم ہے ہم یعنے علماء مذہب کا اسمیں اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر شروایتیں متفق پائی جاویں ایک مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتوں پر کذا فی الطحطاوی ثم ہو مرکب اضافی پھر ہم کہتے ہیں کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنے دونوں لفظوں سے مرکب ہے پہلی لفظ کو مضاف کہتے اور دوسری کو مضاف الیہ عربی زبان میں مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونوں کے بیچ میں آتا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ یعنے طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا و خبر و مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ہم جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جزء اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے سوا اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہیں اور دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جز کو فعل کہتے ہیں اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہوا وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو مبتدا قرار دیجیے تو خبر اسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کیجیے تو مبتدا محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل و فاعل اسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرا کتاب الطہارۃ لینے کے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت میں آخر کتاب پر رفع یعنی پیش ہوگا اور مفعول ہونے میں نصب یعنی زبر ہوگا یہ سب اُس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجیے فَاِنْ اُرِيْدَ بِهِ التَّعَدُّدُ بُنِيَ عَلَى السُّكُوْنِ پھر اگر کتاب الطہارۃ کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہوگا ہم یعنے جو کتابیں تین میں مذکور ہیں انکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف اخیر کتاب کا مبنی علے السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب میں وکسر تخلصا من الساکنین اور اُسی حرف اخیر کو شمار کی صورت میں کسرہ یعنے زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے مخلصی حاصل ہو پہلا ساکن بامو حدہ ہے اور دوسرا ساکن طاء اولی مشددہ وَاِضَافَتُهٗ لَامِيَّةٌ اور کتاب الطہارۃ کی اضافت لامیہ والی ہے نہ من والی ہم اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا مباین ہے یا عین ہے یا ظرف ہے اگر مباین ہے تو وہاں اضافت بمعنی لام ہے جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنے وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر عین ہے مضاف کا تو وہاں اضافت بمعنی من بیانیہ جاری کہلاتی ہے

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہو تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہے چنانچہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہو تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یوں ٹھہری کہ کتاب وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنے وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہو اور چونکہ طہارت عین کتاب نہیں لہذا شارح نے اسکی نفی کی اسطرح کہ یہ اضافت من والی نہیں ہے اور ماتن کی شرح میں جسکا منح الغفار نام ہے کہا ہے کہ یہاں اضافت بمعنی فی موجہ تر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہے مسائل کے بیان میں دلیل توقف جدہ لقبا علے معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو اُن مسائل کا اُسکے دونوں مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہے یا نہیں ہم یہ سوال ہے شارح اسکا جواب آگے دیتا ہے الراجح القسم قول راجح یہ ہے کہ ہاں موقوف ہے ہم مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمیں دو قول ہیں قول ضعیف مرجوح یہ ہے کہ اُسکی تعریف اُسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہیں اسواسطے کہ نام رکھنے سے اُسکے معنی افرادی مرکب ہوگئے چنانچہ عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہے مزید توضیح کی وجہ سے علے الخصوص جبکہ نام میں معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ بلغ کا کوئی بہشت دینا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر تبنی کرکے دونوں مفرد یعنی مضاف اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہے فالکتاب مصدر بمعنے الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب میں مصدر ہے بمعنے جمع یعنے ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کے ہیں تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہے نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہے کتب کا ویسی ہی کتابت اور کتب بھی اُسکا مصدر ہے کنانی الطحطاوی مصدر وہ ہے جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلیں اور اُسکے ہندی معنی میں تا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا قیام کھڑا ہونا جُعِلَ شرعا عنوانا لمسائل مُشتَقَلَۃ یعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع میں کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہے بمعنے مجموع ہم یعنی جمع کرتا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کریں یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہے کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہیں اُس شی پر جو اُس سے پہلے اور پیچھے ہو سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہے یعنے کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہیں اور استقلال کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصل ہے کسی کا تابع نہیں کیونکہ یہ مطلب صحیح نہیں اسواسطے کہ طہارت تابع ہے صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل نہیں ہیں اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکلگئی کیونکہ دونوں مستقل نہیں ہر کتاب کی تحت میں داخل ہیں تو فصل وہ صنف ہے جو داخل ہو اُس صنف کے تحت میں جسکا باب نام ہے اور باب اُس صنف کے تحت میں ہے جسکا نام کتاب ہے اور کتاب اُس صنف کے تحت میں ہے جو مسمی بعلم ہے تو علم مدون صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اُسکے اصناف سافلہ ہیں درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہے اُسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ اور اسکو جسکی بہت انواع ہیں چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہے یا کہ فعال کا صیغہ ہے بمعنی مفعول آتا ہے جیسے لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق و الطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طَہُرَ بالفتح والضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت میں طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہے طَہُرَ کا جو فعل ماضی مفتوح العین ہے اور مضموم العین بھی آیا ہے یعنے بلغت هم صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر ذکر کیا ہے اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہے ولذا افردہا اور ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہے یعنی جو نکہ طہارت کا لفظ مصدر ہے اور اصل مصدر میں افراد ہے لہذا مصنف نے اُسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہیں چنانچہ وضوء و غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہے شرعا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع میں طہارت پاک صاف ہونا ہے نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے دون کل نظرا لانواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنے جس صنف سے ماتن نے کتاب الطہارۃ کہا اُسے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ اور اقسام طہارت کے بہت ہیں چنانچہ وضوء اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتیں مشہور ہیں یعنی جن امور کے واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین میں مشہور ہیں از انجملہ گناہوں کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ مالا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہے حل کرلینا ہے اُس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا هم ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

طہارت مین ثواب لازم نہین کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت مین شرط نہین وَسَبَبُہَا ای سبب وجوبہا الا یحل نفلہ فرضًا کان اذخیرہ کالصلوٰۃ وَمَسِّ المُصحَفِ الّا بِہَا ای بالطہارۃ اور طہارت وجب ہونے کا سبب وہ فعل ہی جو حلال نہین ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب البحر قال بعد سرد الاقوال وَنُقِلَ کلامہم الکمال انتقاہ ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت مین اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر یعنی ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہ ہی کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہی نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت کے سبب مین چار قول ہین پہلا قول خسی کا کذا فی المنح یہ ہی کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہی طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوۃ سبب ہی تیسرا یہ ہی کہ ارادہ نماز کا سبب ہی چوتھا یہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہی نہ وجود صلوۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہی کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہوگا اگرچہ نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہین ہی یعنے اگرچہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیے کہ وضو کرنے سے گنہگار ہوا اسکا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا لکن یترک ارادۃ النفل لیسقط الوجوب ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہی لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہوجاتا ہی ایسا ذکر کیا ہی زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ مین ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت آپہ واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہوگئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملۃ البحر الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے تکملہ مین کہا کہ اقوال مذکورہ مین سے صحیح قول یہ ہی کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہوتا ہی نماز کا یا ارادہ کرنا اُس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول لینے وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہین اسواسطے کہ یہان وجوب نہین جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل کے تحت مین مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے وقیل سببہا احدث فی الحکمیۃ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہی نجاست حکمیہ مین ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اُسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر مین کوئی نجاست بدنپر محسوس نہین وہو وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہی کہ اعضا مین ساری اور طاری ہوجاتی ہی طہارت کو دور کردیتی ہی ہم وصف اور صفت لغت مین مترادف مصدر ہین لیکن اصطلاح مین صفت عبارت ہی اُس معنی سے جو موصوف مین قائم ہی اور وصف ذکر کرنا ہی موصوف کی صفت کا مگر اطلاق موصوف کا صفت پر جائز ہی کذا فی الفتح وَقیل انہ مَانِعِیَّۃٌ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہی کہ حدث مانعیت شرعی ہی یعنے بحکم شرع مانع ہی نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہی اعضا مین تا حد استعمال مزیل یعنے جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہی تو یہ تعریف بثمرہ حدث ہی یعنے مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہی اور حقیقت حدث کی وہی ہی جو مذکور ہوچکی یعنے وصف شرعی مزیل طہارت وَالْخُبْثُ فی الحقیقۃ اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہی نجاست حقیقی مین وہو عَیْنٌ مستقذرۃ شرعًا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہی شرع کے حکم سے چنانچہ بول مراز اور شراب شرع کی قید سے ظاہر متنفر طبعی خارج ہوگیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضون نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہی نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہی اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان مین چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر اور وہ دونون قول یعنے حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہی اور دونون قولون کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہی ہم اہل ظاہر وہ علما ہین جو قرآن اور حدیث کے ظاہر طلب پر عمل کرتے ہین اجتہاد کے منکر ہین ازانجملہ داؤد ظاہری ہی وجہ فساد قول اول کی یہ ہی کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے ہین پھر کسطرح اُسکے وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہین ہوسکتی اسکا جواب یون دیا ہی کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ کے ناقض ہین اور طہارت لاحقہ کے موجب ہین تو کچھ منافات نہ رہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہی کہ ایک وضو چند نمازون کے واسطے کافی ہی اور اگر قیام کو سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہی کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وقولہ تعالے اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ کا مطلب یہ ہی کہ جب تم ارادہ کرو

یہان سے تیمم تک مصنف ہے

نماز کا اور باوضو نہونا توضو کو ذکر و من ثنا ہر مزید التوضیح فلیرجع الیہ المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو دریافت کرکہ طہارت کے سبب مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہی مگر تعلیقات کی مانند مین مم تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آیندہ سے معلوم ہوگا نحو ان وجب علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہوگی تو تجھپر طلاق ہی م تو ہر قائل کے نزدیک جب سبب طہارت کا تحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور خبث سے سرخسی کے نزدیک اور قیام الی الصلوۃ سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث ذکرہ فی التوشیح اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہی گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر کیا ہی توشیح مین وبہ اندفع مافی السراج من اثبات الثمرۃ بین جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہا مضیقا اور توشیح کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو سراج وہاج مین ہی ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہی وقت کے آنے سے جیسے نماز کے ادا کرنے مین وسعت ہی پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنے جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش نرہیگی و شرائط ثلثا عشرۃ علی مافی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا بر اُس بیان کے جو اشباہ مین ہی م شرائط جمع ہی شرطیہ کی اور شرطیہ یعنی شرط ہی اور شرط وہ ہی جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی نو شرطین ہین م شرائط وجوب کی اُنکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو و شرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی شرطین چار ہین م شرائط صحت اُنکو کہتے ہین کہ طہارت بدون اُن شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اُسکی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشائخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ۵ شرط الوجوب العقل والاسلام + وقدرۃ ماء والاحتلام + اور اُن شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے اُستاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب طہارت کی شرط عقل ہی اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا م تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ۵ وحدث ونفی حیض وعدم + نفاسہا وضیق وقت قد علم + اور وجود حدث کا اصغر ہو یا اکبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کرآئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی م تو مقتضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر اور وقت صلوۃ کے وسعت مین طہارت واجب نہین ۵ وشرط صحتہ عمومہ البشرۃ + بانہ الطہور ثم فی الاکمہ + فقد لفاقدہا وحیضہا وان + یزول کل مانع عن البدن + اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا پر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہوتا اُسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط صحت کی دور ہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر جیکا ہو م طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہی تو وجوب ہر خطاب کی وجہ سے اور صحت ہر ادائے واجب کی وجہ سے وجعلہا بعضہم اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی شرطون کو چار قسم ٹھہرایا ہر شرط وجوہ ہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہی یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اُسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اسمین تین شرطین ہین وجود المزیل وانواعہ عنہ والقدرہ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اُس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے چنانچہ پانی مثلاً دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے نجاست دور کیجائے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کرسکنا و شرط وجود ہا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط ہو یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر ہو بدون اُسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہوا کہ مزیل کا مشروع الاستعمال اُسی طرح کی شروع ہون چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین شروع ہی خلاصہ یہ ہی کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

کے واسطے شریعت مین مقرر کیا ہی اُسی سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور برتن و شرط وجوبہا التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنے عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہم یہ چار شرطین ہین عقل بلوغ اسلام حدث و شرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد المنہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہی طاہر کرنے والی چیز کا اہل تطہیر سے اُسکے محل مین مانع تطہیر کے نہونے کے ساتھ ہم اہل تطہیر سے مراد یہ ہی کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموماً بشرہ ہی اور عدم مانع سے مراد یہ ہی کہ اشیاء طہارت مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا فقال ؎ تعلم شروطا للوضوء مہمۃ ✤ مقسمۃ فی اربع وثمان ✤ اور بعض مذکورین نے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا ای مخاطب سیکھلے وضو کی ضروری شرطون کو جو مقسوم ہین چار اور آٹھ یعنے بارہ شرطین ہین ؎ فشرط وجود الحس منہا ثلثۃ ✤ سلامۃ اعضاء وقدرۃ امکان بمستعمل الماء المباح وہو معا اُنمین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق نثر مین وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہی شرطین مذکورین کے ساتھ جسکو نثر مین مزیل تعبیر کیا تھا ؎ وشرط وجود الشرع خذ ہا بامعان ✤ طہارۃ ماء مع طہارۃ وصع طہوریۃ القبا فقر بیان اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہی اُسکے پاک ہونے کے ساتھ اور اُسکے پاک کردینے کے بھی ساتھ سو ظفر یاب ہو اس بیان سے ہم حاصل مطلب یہ ہی وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اُسکا پاک ہونا تیسرے اُسکا مطہر ہونا یعنے پاک کرنے والا ان شرطون کو نثر مین کون المزیل مشروع الاستعمال فے شئہ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہی جو بدون اضافت کے بولا جائے اُسکے مقابل پانی مقید ہی جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہی چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنے تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین چنانچہ آگے معلوم ہوگا ؎ وشرط وجوب وہو اسلام بالغ ✤ مع الحدث التمییز بالعقل یا عانی ✤ اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہی جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے ای مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنے وجوب طہارت کی چار شرطین ہین اسلام بلوغ عقل حدث دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے درالمختار مین بجاے یا عانی کے بایمان مکتوب ہی سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی درالمختار کے محشیون نے یا عانی کی تصریح کی ہی اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہی طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہوا اعنی یعنے عنایہ کا اور حلبی نے اسکو معنی اسم مفعول کہا ہی ؎ وشرط لتصح الوضوء زوال ما ✤ یبعد ایصال المیاہ من اوان ✤ کشمع رمص ثم تخلل ال ✤ وضوء ناف ماعظیم ذوی الشان ✤ پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہونچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہی (واہ کیا تصحیح ہی) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے ای مخاطب دون کے بڑے ؎ وزید علی ہذین ایضاً تقاطر ✤ مع الغسلات لیس ہذا الذی الثانی ✤ اور ان دونون شرطون پر دھونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہی یہ شرط امام ثانی یعنے ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ہی مگر تقاطر کا قول معتمد ہی ہم مذہب حنفی کی کتابون مین امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کوفی کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب رح کو جو بڑے امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن رح شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہین امام رح کے اور شیخین رح بولتے ہین امام رح اور یوسف رح کو اور طرفین کہتے ہین امام رح اور محمد رح کو اور صاحبین رح کہتے ہین ابو یوسف رح اور محمد رح کو اسمیں اصطلاح کو یاد رکھنا چاہیے صفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہی کہ وضو فرض ہی نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہی کعبہ معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب ہی مصحف کے چھونے کے واسطے اس قول کی وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنے اس آیت مین کہ (لایمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہی اور دوسرا قول یہ ہی اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین کہ کتاب سے مراد قرآن ہی جو الفاظ سے مرکب ہی جسپر نقوش دلالت کرتے ہین اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہین دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہین ہی یعنے قطعی ہی جس سے فرض

ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی تو جو شخص کہتا ہی کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہی تو مراد اسکی یہ ہی کہ فرض عملی ہی کذا فی الطحطاوی بایضاح وسنۃ للنوم اور وضو سنت ہی سو رہنے کے وقت مم فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی وندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہی تیس اور کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہی از انجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہی جو حکمتون اور مدح نبوی سے خالی ہی اور بعضون کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہی ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک وضو کا ناقض ہی لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگ جائے تو مستحب ہی کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب لآل الاسرار نے کہا مین نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہی لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل کیا ہی کہ مستحب ہی سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور بیت کے غسل دینے کو اور اسکے اُٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت مین وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث کے پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیے اُنکی تعظیم کی جہت سے انتہے اور نہر الفائق مین ہی اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین نوتیہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہی انتہے مافی دلائل الاسرار وکذا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا ہم بحر الرائق مین ہی کہ طہارت کے ارکان حدث اصغر مین تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کو دھونا اور نجاست مین سارے بدن کا دھونا اور نجاست حقیقی مین جو نظر آتی ہی تو اُسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اُسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اُسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا انتہی سو شارح کے بیان مین یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت کی شرطین ہین کذا فی الطحطاوی والتہانی وتراب دلخ ہما اور طہارت کا ہتھیار لینے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند اُنکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہم پوری آیت یون ہی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ یعنے اے ایمان والو جب تم اُٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنے سرون کو اور پاؤن کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہی جاے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتون کو یعنے اُنسے صحبت کی پھر نہ پایا پانی تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہی تمپر شاید کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہی صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہی وہی کما مر منہ اجمالا اور وہ آیت مدنی ہی یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین ہم یہ آیت سورۂ مائدہ مین ہی اور وہ سورت قرآن مین پیچھے نازل ہوئی ہی سیوطی نے اتقان مین کہا

کہ مدنی وہ ہی جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ مین اُسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہی جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ مین اُسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح تر ہی کذا فی الطحطاوی وَاَجْمَعَ اَہْلُ السِّیَرِ اَنَّ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ فُرِضَا بِمَکَّۃَ مَعَ فَرْضِ الصَّلٰوۃِ بِتَعْلِیْمِ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَام اور اہل سیر یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنے والون نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ مین فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبرئیل علیہ السّلام کی تعلیم سے وانہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام لم یُصَلِّ قط اِلّا بوضوء اور اسپر اتفاق کیا ہی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہین پڑھی ہم یہ جواب ہی اُس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو کے ہو شریعۃ من قبلنا بدلیل ہذا وضوئی وضوء الانبیاء من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہی ہمسے پہلے لوگون کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے وضو کرکے فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور اُن پیغمبرون کا جو مجھسے پہلے تھے وقد تقدم فی الاصول اَنَّ شَرْعَ مَنْ قَبْلَنَا شَرْعٌ لَنَا اذا قصہ اللہ تعالیٰ ورسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ اور البتہ اصول علم کے علم مین یہ امر ثابت ہوچکا ہی کہ اگلون کی شریعت ہماری بھی شریعت ہی یعنے اہل اسلام کو بھی اُسپر عمل کرنا چاہیئے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین اور اُسکے رسول نے حدیث مین اُسکا بیان کردیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نہ کیا ہو اُسکو اور اُسکا منسوخ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو ہم شریعت سابقہ کا بیان قرآن مین کقولہ تعالیٰ وَکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث مین چنانچہ صوم عاشورہ بیان کرنا چاہیئے کہ یہان ایک سوال وارد ہوتا ہی تقریر اُسکی یہ ہی کہ جب فرض ہوچکا مکہ معظمہ مین نماز کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخ بھی ہی تو مدت کے بعد مدینہ منورہ مین آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا فائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتاتی اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کردینا ہی اُس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالمون کے اختلاف کا جو رحمت ہی امت کے واسطے ہم چونکہ وضو جزو عبادت مستقل نہین بلکہ تابع نماز ہی تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکرین اور اُسکی شرائط اور ارکان کی مراعات مین تساہل کرین طول عہد اور انقراض ناقلین کی وجہ سے برخلاف اُسکے جبکہ اثبات وضو کا اُس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے مین اور ہر زبان مین باقی ہی تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف ہی آیت مذکورہ کے عدد فرائض مین سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضے لاستم کو جماع پر حمل کرتے ہین اور بعضے فقط ہاتھ لگانے کو اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہی اُسمین اختلاف ہی کہ کل عضو کا مسح مراد ہی یا جو تہائی کا یا اُس سے بھی کم کذا فی الطحطاوی اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب مین مذکور ہوچکا کیف وقد اشتملت علی نیف وسبعین حکما مبسوطۃ فی تتمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول مین حالانکہ وہ آیت شامل ہی ستر اور کئی حکمون پر جو ضیا کے باب التیمم مین فوائد ہدایہ سے مشروحاً مذکور ہین وعلی ثمانیۃ امور کلہا مثنیٰ اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہی آٹھ چیزون پر کہ ہر ایک اُنمے دو دو ہین یعنے ہر واحد مین دو شی ہین تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہی دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہی ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والیون پر کہ پانی اور خاک ہی وحکمین الغسل والمسح اور دو حکمون پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہی وسببین الحدث والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہی ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کردینے والون پر کہ بیماری ہی اور مسافری ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمالی فی الغسل اور دو دلیلون پر دلیل تفصیلی وضو مین اور دلیل اجمالی غسل مین ہم وضو مین دھونے اور مسح کرنے کے اعضا مین مفصل بتایا اور غسل مین اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنے طہارت کرو اعضا کی تفصیل تقرمائی وکنایتین الغائط والملامسۃ اور دو کنایہ پر کہ غائط اور ملامسۃ ہی ہم کنایہ وہ لفظ ہی کہ معنی مراد صریحا دلالت نکرے سو غائط لغت مین پست مکان کو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری مراد ہی اسلیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت مین ہاتھ لگانے کو بولتے ہین یہان

مراد جماع سے ہو اسلیے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہو تو وہ بوس وکنار سے شروع کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وکرر التین تطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بوتہ شہید لحدیث من داوم علی الوضو رمات شہیدا ذکرہ فی البحر ہ اور دو بزرگیون پر یعنے حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو گناہون سے پاک کردینا فی قولہ تعالی لیطہرکم بہ اور نعمت کو پورا کردینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہو اسکے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہو جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہو انما قال امنوا بالنسبۃ دون آمنتم لیعم کل من آمن الی یوم القیمۃ قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یون کہا ہو ضیا مین اور شاید کہ یہ قول اسپر مبنی ہو کہ آیت وضو مین التفات ہو حاضر سے غائب کی طرف اور قول محقق اسکے مخالف ہو ہم التفات اُسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو بعضے عالم یا ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہو اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہو اور حق ندا ہی کا مخاطب ہونے کی وجہ سے یہ ہو کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہو کہ یہان التفات نہین ہو اسلیے کہ آمنوا صلہ ہو الذین کا اور موصولات بمنزلہ غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہو موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہو مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہو کہ صنعت التفات ہوتی ہو کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہو تا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہو ذاتی فی الوضو باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہو اور جنابت مین ان کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہو تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الے الصلوۃ امور لازمہ سے ہو اور جنابت امور عارضہ سے ہم اذا اور ان شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی ہو تو وہان اذا کا لفظ بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی متردد ہونے اور نہونے مین تو وہان ان کا لفظ بولتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے کہ نماز کے واسطے اُٹھنا امور لازمہ سے ہو اور بنظر دیانت مسلم غائب الوجود ہو کہ رات دن مین پانچ بار نماز فرض ہو اسواسطے کہ اذا کا لفظ جو امر ثابت پر دلالت کرتا ہو ذکر کیا اور جنابت مین ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہو اور امور عارضہ متردد ہے ہو یا نہو اس وجہ سے کہ ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہو ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضو لیعلم ان الوضو سنۃ وفرض والحدث شرط للثانی فالاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم بمثلہ والوضو علی الوضو نورا علی نور اور حقتعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہو بدون حدث کے اور فرض ہو حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہو نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہو نہ سنت وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نورٌ علی نور ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح کے کلام سے نکلتا ہو کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض ہمین خلل یہ ہو کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہو اور چند مواضع مین سنت اور اسی طرح تیمم کہ وضو کے قائم مقام ہوتا ہو یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کے وقت اور مسجد مین جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت ہوا **اَرْکَانُ اَرْبَعَۃٌ** وضو کے رکن چار ہین ہم لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہو وضارت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہو اور وضو بالضم مصدر ہو اور بالفتح وہ پانی ہو جس سے وضو کرتے ہین اور صطلاح شرع مین وضو عبارت ہو اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ فید مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہو ہم اسلیے کہ رکن اخص ہو فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین فروض الوضو مذکور ہو وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہو اسلیے خاص ہوا کہ رکن اُس فرض کو کہتے ہین جو ماہیت

ہیئے شی کی حقیقت مین داخل ہو برخلاف فرض کے کہ داخل اور خارج ماہیت کو یعنے رکن اور شرط دونون کو فرض بولتے ہین مع سلامتہ عما یقال ان ارید بالفرض القطعی یرد تقدیر المسوح بالربع وان ارید العملی یرد المغسول اور باوجود سلامت رہنے اُس تعبیر کے اُس اعتراض سے جسکا بیان یون ہی کہ جن کتابون مین تعبیر بفرض وضو ہو اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہی چوتھائی مقدار معین کرنے کا عضو ممسوح مین کیونکہ یہ قطعی نہین فلہذا سین اختلاف اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہو تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہی اسواسطے کہ عضو مغسولہ کا دھونا قطعی ہی نہ عملی وان اجیب عنہ بالمختصر فی شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہی جسکو ہمنے خلاصہ کرکے ملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہی ہم منجملہ اجوبہ شرح الملتقی کے ایک یہ جواب ہی کہ قطعی فرض سرا سر ہی اور اعتراض ممسوح کا یہ جواب ہی کہ اصل مسح فرض قطعی ہی کہ قرآن مجید سے ثابت ہی اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی قسم الرکن ما یکون فرضا داخل الماہیۃ واما الشرط فما یکون خارجا فالفرض اعم منہما پھر اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ رکن وہ فرض ہی جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہی جو ماہیت سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سے عام ہی یعنی دونون کو شامل ہی ہم لفظ فرض کا یہان ترتیب اخباری مین مستعمل ہی اور فرض لغت مین تقدیر اور کئی معنی کے واسطے آتا ہی کذا فی الطحطاوی وعن نہایۃ انہایۃ اور منجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر اور تفصیل اور تحدید اور تحریر ہی وہو ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کا اصل مسح الراس اور فرض قطعی وہ عمل ہی جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اس درجہ تک کہ اُسکا منکر کافر ہو جاتا ہی یا اُسکا منکر منسوب بہ کفر ہو جاتا ہی چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار ہم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اُسکا اعتقاد بھی فرض ہی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ فرض اصطلاح شرع مین وہ ہی جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہہ نہین چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر بشرطیکہ قرآن اور حدیث مین خصوص لاحق نہو گیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق آحاد منقول نہو اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور نہر الفائق مین ہی کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہی جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی اُسکی قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اُسکا قطعی ہی مگر دلالت مراد ظنی ہو چنانچہ آیات ماؤلہ یعنی جنہین تاویل کو دخل ہی تیسری وہ ہی کہ جسکا ثبوت ظنی ہو اور اُسکی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہی چوتھی وہ ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو فقیہون نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہی اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہی اور واجب سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہی اسی وجہ سے بعضے متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونون قسمون سے قوی تر ہی اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہی انتہی وقد یطلق علی العلمی وہو القوۃ بقوۃ کالمقدار للاجتہادی فی الفروض فلا یکفر جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہی کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت ہو جائے چنانچہ فرضون کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہی تو فرض عملی کا منکر کافر نہو گا یا اسکو منسوب بکفر نہ کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہی اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہی اور تبادر معنی حقیقی کا علاقہ ہی فرض عملی اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اسپر فرض ہی اعتقاد فرض نہین اسلیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فروض کی مقدار اجتہادی چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دھونے مین داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ المار ع الانقاط ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہی یعنے پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہی ٹپکنے کا کمترتبہ یہ ہی کہ دو بوند ٹپکین صحیح تر قول مین ہم غسل بفتح غین لغت مین میل کے دور کرنے کو کہتے ہین جس چیز سے ہو سپر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہین اور اُس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہین جس سے سر دھویا جاتا ہی جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت مین داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا سطح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ مین جائز نہو گا اور اگر برف سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہین اور فیض کا مصنف شیخ برہان الدین کرکی ہی کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہی اسواسطے کہ فاغسلوا کا امر مکرر کرنے کا مقتضی نہین ہم یعنی

امثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہوگیا بار بار کرنا ضرور نہیں ولہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے ایکبار اعضاء وضو کو دھویا ہے اور گاہے دو دو بار اور گاہے تین تین بار چنانچہ کتب احادیث میں مذکور ہے اور یہ نہایت رتبہ کی تطہیر کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے وہو مشتق من المواجہۃ اشتقاق التلاثی من المزید فی المعنی شائع کا اشتقاق الرعد من الارتعاد والیتیم من التیہم اور وجہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق ہے نکلا ہے مواجہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جیکہ مزید مشہور تر ہو مجرد سے راجح اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یتیم کا تیہم سے مراد ارتعاد یعنی اضطراب مشہور ہے اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہے کیونکہ رعد بھی ابر میں مضطرب رہتا ہے اور تیہم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یمم یعنی دریا کہا کہ تیہم سے مشتق ہے اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہے کذا فی الکلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی مجرد ہے اور مواجہۃ ثلاثی مزید ہے مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہے اور اشتقاق کبیر کی یہ شرط نہیں بلکہ فقط تناسب ہونا لفظ اور معنی میں کافی ہے بخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہاں سب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر وصفی شرط ہے اور اشتقاق کبیر میں ثلاثی مجرد کا مشتق ہونا فریدے جائز ہے جیسے جبن بمعنی دلیر کا اشتقاق اجتنان بمعنی ستتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہے تو جائز ہے کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق الکبیر میں مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہے چنانچہ نعق کو کہتے ہیں کہ نہق سے مشتق ہے انتہی ملخصا من مبدا ارتفع جبہتہ ای المتوضی لقرینۃ المقام الی اسفل ذقنہ ای منتہی اسنانہ السفلی طولا کان علیہ شعر او لا چہرے کا دھونا فرض ہے پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اسکی ٹھوڑی تک یعنے جہاں نیچے کے دانت جمتے ہیں یہ حد ہے بنا بر طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہوں یا نہوں وہاں کا دھونا فرض ہے شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیعم الاغم والاصلع والنازع مصنف رہنے اور مصنفون کے من قصاص شعرہ کے قول سے جو جاری بنا بر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہے سب آدمیون کو تاکہ اغم اور اصلع اور نازع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما میں وجہ کی حد میں من قصاص شعر کا لفظ واقع ہے یعنے سر کے بال جہانتک نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہے سو اسپر اغم اور اصلع اور نازع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جسکے بال سر سے اتر کے پیشانی پر جمے ہوں اور اصلع وہ ہے جسکے مقدم سر پر بال نہوں اور نازع وہ ہے جسکی پیشانی کے دونوں جانبین بال سے خالی ہوں تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہے اصلع اور نازع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتداء سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور نازع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور نازع کو پیشانی کے اوپر لازم ہوگا وما بین شحمتی الاذنین عرضا اور دونون کانون کے دونون لوکے مابین مین بنا بر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے اس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل الماقی وانما ظہر من الشقۃ عند انضمامہا اور جیکہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب ہوگا لینے فرض ہوگا کونون کا دھونا اور اسقدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہے منہ بند ہونے کے وقت مع اکثر تحنون مین ماقی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے اور بعضے نسخہ مین ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہے اور اس سے داڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ ڈاڑھی تو بالاستقلال آگے متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتی اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو ڈاڑھی اور کان کے بیچ مین ہے بسبب داخل ہونے اس جگہ کے چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہے ڈاڑھی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ قاموس مین تصریح ہے کہ عذار نام ہے ڈاڑھی کے دونون جانبون کا مترجم نے سہولیت فہم کے واسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام ابو یوسف اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو مین فرض ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک ڈاڑھی والے کو اسکا دھونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کھوسے کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی الطحطاوی لا غسل باطن اللحیتین والانف وفم وحاجبہ وشعر الحاجبین والحیۃ والشارب ونحو ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھوون اور ڈاڑھی اور مونچھ کے بالون

جڑون کا اور کھی کے گوہ کا دھونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے مع بالون کی جڑون کا دھونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گھنے ہون کہ جلد نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آویگی تو جڑون کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ برہان سے مذکور ہوگا وغسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین الباد یتین السلیمتین فان الجروحتین المستورتین بالخف طیفتا المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہی اُن ہاتھون کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہی اُن دونون پاؤن کا جو ظاہر مین صحیح سالم ہون بواسطے کہ زخمی پاؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہین تو انکے واسطے مسح کرنا معین اور مقرر ہی مصنف نے ہاتھ پاؤن مین فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے مین جدا جدا کر دھونے کی قید نہین ہی پینے اگر دونون ہاتھون یا دونون پاؤن کو پانی کے اندر ساتھی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہ تعریض ہی صاحب درر کیطرف اُسنے کہا ہی غسل الیدین فرادی یعنے اُسکا مطلب یہ ہی کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علیحدہ دھونا چاہیئے کذا فی الطحطاوی قولہ لما مر ہاتھ پاؤن کا ایکبار دھونا فرض ہی بدلیل گذشتہ یعنے امر مقتضی تکرار کا نہین مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ وَالْكَعْبَيْنِ علی المذہب ہاتھون کا دھونا فرض ہی دونون پاؤن کہنیون کے ساتھ اور پاؤن دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے واذکر ان اُن اثبات بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بالسنۃ ومن البحث فی الی وفی القرائتین فی ارجلکم قال فی البحر لاطائل تحتہ بعد النقل والاجماع علی ذلک اور یہ جو فقہ کی کتابون مین عالمون نے ذکر کیا ہی کہ قرآن کی عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا ثابت ہی اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہی اور وہ بحث کہ لفظ الی مین اور ارجلکم کے دونون قرائتون مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھ فائدہ نہین بعد منعقد ہوجانے اجماع کے دونون ہاتھون کے دھونے پر کہنیون سمیت اور دونون پاؤن کے دھونے پر ٹخنون سمیت ہم عبارۃ النص اُس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اُسکو بولتے ہین جو نص سے مفہوم ہوتا ہی بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہی کہ مقابلہ صیغۂ جمع کا دوسری جمع سے قسمت علی الاحاد کا مقتضی ہی یعنی مقابلہ یہ چاہتا ہی کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پہونچے اور لفظ الی مین یہ بحث ہی کہ غایت مرفیا مین یعنی مابعد الی کا اُسکے ماقبل کے حکم مین داخل ہی یا نہین یا وہ دونون برابر ہین یا درجہ قرائن سے ہوتی ہی وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قرائتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر بلا شبہہ متواتر ہین اور جمع بین القرائتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا مقتضی ہی چنانچہ بعض کا مذہب ہی یا زبر کی قرأت یعنی دھونا اُس حالت پر محمول ہی جبکہ پاؤن مین موزہ نہو اور زبر کی قرأت یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہی جبکہ بعض اہل سنت کا مذہب ہی اور تحقیق اسمین یہ ہی کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہی کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہی وہ دونون ٹخنون کو مسح کی غایت قرار دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ بے گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہی اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ حضرت کا فعل اُن لوگون کو یقین کا موجب تھا جنھون نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علی وجہ الیقین بدون متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی مختصرا وَمَسْحُ رُبُعِ الرَّأْسِ مَرَّةً فوق الاذنین ولو باصابۃ بعض شعرۃ اور بیل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الاان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہی دونون کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی لگ جانے سے یا اُس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہے کسی عضو کے چھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اُس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا ہو نیچے اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہی کہ تقاطر ہنوز موجود ہی تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہی ہم مسح لغت مین ہاتھ پھیرنا ہی کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہی اور یہی روایت مشہور ہی یعنے واہلہ افقہ کے متون معتبرہ مین یہی روایت ماخوذ ہی دوسری روایت ہی مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہی اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہی اور تحقیق یہ ہی کہ ناصیہ کم ہی چہارم سے تیسری روایت مین انگلیون کی مقدار ہی بدائع مین کہا کہ یہ اصول کی روایت ہی ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہی لیکن ملا مین ہی کہ یہ محمد سے روایت ہی لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہی امام سے ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا ولو مد اصبعا او اصبعین

یعنی اگر پیشہ ور اور جاہل ہو

یعنی اگر پیشہ ور اور جاہل ہو

ہم یجزالا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایکبار دو انگلیون کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہوگا مگر یہ کہ انگلیون کے ساتھ تھیلی بھی لگائے تو مسح درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو اُنکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہو والا اسقدر سے چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہ کہ مداور وضع مین تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہوسکتا ہی نہ رکھدینے سے او بمیاہ یا چند بار جدید یا نیوں سے مسح کرے تو درست ہر ہم یہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہوسکتا ہی یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہی اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو بنا اس روایت پر متفرع ہی ولو اوخل راسہ الاناء او فقیہ او جبیرتہ وہو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دونون موزون کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اُسکو وضو نہین ہی تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہی اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہوجائیگا بالاتفاق اگر اُسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحرالرائق مین بدائع سے منقول ہی ہم یعنے محمدؒ کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہی مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہی نہ پانی کا گجانا سو یہان پانی کا گجانا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل جمیع اللحیۃ فرض یعنے علیا ایضا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وعلیہ اذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا یعنی بقدر محاذات وقن دھونا بھی فرض ہی بنا بر اُس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہی اور جسکا فتوی دیا ہی اور اسی قول پر امام اعظمؒ نے آخر کار رجوع کیا ہی اور اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہی شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہی نہ فرض اعتقادی ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہی اصحاب متون سے مذہب مرجوع علیہ کے ذکر کرنے مین اور مذہب مرجوع الیہ مصحح مفتی بہ کے چھوڑ دینے مین باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہی وجہ کی اس حد مین جو اُنھون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہی انتہی طحطاوی نے کہا کہ ڈاڑھی مین روایات متروکہ غیر معتمد چھ ہین ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہی کہ جسقدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہی یعنی جتنی کھال سے ملی ہی اُسکا مسح فرض ہی قاضی خان نے اسکی ترجیح دی ہی جامع صغیر کی شرح مین ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا تحتہ بل یسن پھر اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈی سے لٹکتی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہی نہ اُسکا مسح کرنا بلکہ اُسکا مسح کرنا مسنون ہی ہم فتحی مین ہی کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ چھوٹی ہوئی اور مذیہ مین صریحا مذکور ہی کہ کبیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہی کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری لبشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اُسکے تحت کا دھونا لازم ہی ایسا ہی نہر الفائق مین ہم تو خلاف سابق کا محل کبیہ کثیفہ ہی وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم الشعر ہا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان مین ہی کہ اس کھال کا دھونا واجب ہی جسکو بالون نے نہین چھپایا مانند بھنون اور موچھ اور عنفقہ کے قول مختار مین ہم جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان ہین اُنکو عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اُسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل الاصح المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اُسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے کما لا یعاد الغسل للمنی ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے موچھ اور بھنون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اکھاڑنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا ولو کان علی اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ دامی الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا ان تألم بالنزع علی الاشبہ لعدم الضرر بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضاء پر زخم ہو چنانچہ پھوڑا اور اُسپر پاریک کھال ہو پھر اُسنے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا تو اُس شخص پر لازم نہوگا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہی عدم بدلیت سے یعنے دوسری بار دھونا اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ تھی برخلاف اُتارنے کے کہ پانون کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہی پانون دھونے کا

۵ یہ ترجمہ اول کا ہم ہی
۵ بع ۱۲ اس پر اسکی تفریع ظاہر نہین اور نہ عبارت سابقہ کی بوید ۱۲ اور خود ترجمہ کا بیان اس تفریع مین باوجود یکہ ۱۲
۵ ٹھوڑی کے مقابل ۱۲
۵ یعنی جسکی طرف بھول گیا اور جسکی تصحیح ہوئی اور جسپر فتوی ہی ۱۲ ہ

ہم فتاوی ہندیہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے درد نہو تو وہان کا دھونا لازم ہی اور اگر درد ہو اور کوئی چیز وہان سے نکلکر بہہ نو وضو گیا اور اگر کچھ نہین نکلا تو وہان کا دھونا لازم نہین اور اشبہ یہ ہی کہ دونون صورتون مین دھونا لازم نہین انتہی تو شارح کو یون کہنا اولی تھا وان لم یتالم بالنزع علی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہین اگرچہ درد نہو نوچنے سے قول اشبہ پر اسواسطے کہ درد ہونے مین تو اختلاف نہین سہ م لردوم مین کذا فی الطحطاوی مختصراً فصار کما لو مسح خفہ ثم خثہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھرونچا یا چھیلا یعنے باوجود اسکے مسح قائم ہی دمرتاج مسح کرنا لازم نہین فروع یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا ہی شارح رحمہ اللہ کی عادت ہی اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر چند مسائل کو ملحق کرتا ہی تاکہ لوگون کو فائدہ حاصل ہو فی اعضائہ شقاق غسلہ ان قدر والا مسح والا ترکہ متوضی کے اعضا مین انشقاق ہی یعنی بوائی ہی تو اسکو دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اُس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑے اور اسکے آس پاس دھووے کذا فی العالمگیری ولو بہ یدہ والا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اُسکے ہاتھ مین انشقاق ہوا ور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے ہم یعنی اگر دونون ہاتھ پھٹے ہون اور پانی کا استعمال نہ کر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہو گا تو اُس ہاتھ سے دھونا لازم ہو گا ہر چند شارح نے ظاہر ایک ہاتھ کو ذکر کیا مگر مراد دونون ہاتھ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہی تو دونون ہاتھون کو شامل ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اُس ہاتھ اور پانون سے دھونا ساقط ہو گیا ولو خلق لہ یدان رجلان فلو بطشت بہما غسلہما ولو باحدہما فالاصلیۃ فیغسلہما اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پانون مخلوق ہوے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پانون پھوٹ نکلے تو اگر دونون ہاتھون سے کام کرتا ہو تو دونون کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہی تو اُسی کو دھووے یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہی اُسکا دھونا لازم نہین اور اسیطرح اگر دونون پانون سے چلتا ہو تو دونون کو دھووے اور اگر ایک پانو سے چلتا ہو تو اُسی کو دھووے یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہی اُسکا دھونا لازم نہین اور اسیطرح اُس زائد ہاتھ پانون کو دھووے جو جہا ہی فرض کے مقام مین یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پانون پیدا ہوا تو اُسکا بھی دھونا لازم ہو گا کاصبع زائدۃ بین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہی والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ والا فلا لکن یندب مجتبیٰ اور اگر زائد ہاتھ پانون محل فرض مین نہین جا بلکہ اوپر سے جا ہی تو جتنا اُنمین سے محل فرض کے سامنے ہو اُسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہو تو اُسکا دھونا فرض نہین ہی لیکن مستحب ہی یہ مذکور ہی مجتبیٰ مین جو شرح ہی قدوری کی وسنۃ اور وضو کی سنتین افادانہ لا واجب للوضوء وللغسل الا لمقدمہ مصنف رہ نے وضو اور غسل مین فرض کے بعد سنتون کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اُسکو سنتون سے پہلے فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہی تو صناعت تصنیف اُسکے تقدیم کی مقتضی ہی جہما لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور مصنف سنت کو بصیغہ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہی دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے ہم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہی یعنے وضو کی آیت اور سنتون کے دلائل احادیث جداگانہ ہین اور ہر سنت کا حکم بھی یعنے ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہی یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اُسکا ثواب ملیگا بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فروض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہو گا وحکمہا ما یوجد علی فعلہ دلیما ثم علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنے اثر مترتب اور اُسکا ثمرہ یہ ہی کہ ثواب دیا جاویگا اُسکے کرنے پر اور ملامت کیجاویگی اُسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہو گا عذاب نہو گا کذا فی البحر وکثیرا ما یقرنون بہ لانہ محط مواقع انظار ہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرۂ سنت بیان کرتے ہین یعنی سنت کی ماہیت یون بیان کرتے ہین کہ سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب ہی اور نہ کرنے مین عتاب ہی اسلیے کہ اُنکے افکار کا یہی انداز ہی یعنے منظور نظر فقہا بیان کرنا ہی ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف شی مین اُسکا حکم اور ثمرہ بیان کرتے ہین ہر چند کہ حکم شرعی اُس شی کی حقیقت مین داخل نہین وعرفہا الشمنی بانہ ثبت بقولہ علیہ السلام ما فعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا

اور شمنی نے اسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یوں بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہوا ور نہ وہ واجب ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شارح اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی حالانکہ سنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا استحب کذا فی الطحطاوی والشرطانی المواظبۃ مع ترک ولو حکماً اور سنت موکدہ کی تعریف مین قید ہی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے مراد عدم انکار ہی تارک پر تو عدم انکار بمنزلۂ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہے ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہر گاہ کہ اعتکاف نہ کرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلۂ ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر تراویح فرض نہو جاے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شرط کا حال یہ ہی کہ انکا مذکور تعریفات مین نہو ہم اسواسطے کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت فاوخ ہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین وا ورد علیہ فی البحر المباح بناءً علی ما ہو المنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اُس قول کے جو منصور اور مؤید ہی دلائل سے وہ قول یہ ہی کہ اصل اشیا مین توقف کرنا ہی یعنے بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اوّل قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول شافعیہ امام ابوحنیفہ رح کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہوگی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یطلقون بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہا حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے مم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہی السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہی دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہی وہ یہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لامع الترک ہی تو یہ دلیل ہی سنت موکدہ کی اور اگر ترک ہوا حیانا تو یہ دلیل ہی سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصر شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہ ہی السنۃ ما فعلہ علیہ السلام علی سبیل المواظبۃ ویؤجر باتیانہا ویلام علی ترکہا یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب دیا جائیگا اور نہ کرنے مین ملامت ہوگی البدایۃ بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا الفتح الا بالطہارۃ کوضو اور رفع حدث اور امثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنے اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلیے کہ حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوۃ تقربا الی اللہ تعالی یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو وصرحوا بانہ بدونہا لیس بعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہی کہ وضو بدون

نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب نیت پر موقوف ہے بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال بالنیات طحطاوی نے بسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہو وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہوجانا اسپر موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی تو مقصود ہے بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہے خلاصہ یہ ہے کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا ویا ثم تارک کہا اور وضو کرنے والا نیت کے نہ کرنے سے گنہگار ہوگا مگر اسمین اختلاف ہے کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہین اور نہر الفائق مین اس اختلاف کو یون رفع کیا ہے کہ اگر سنت مؤکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہین تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی دبانی وقتہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہے کہ نیت کرنے کا وقت وضو مین چہرہ دھونے کے ساتھ ہے دونی الاشباہ یعنی ان تکون عند غسل الیدین للمستغنین لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہے لایق یون ہے یعنے مستحب ہے کذا فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دھونے کے وقت یعنون تک تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت للرملی فی القہستانی ومحلہا قبل سائر السنن کما فی التحفۃ فلا تسن عند ناقبیل غسل الوجہ کما تقرض عند الشافعی انتہے مین کہتا ہون لیکن قہستانی محرر نقایہ مین ہے اور نیت کا محل سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہے تو سنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک منہ دھونے سے پہلے جسطرح شافعی رح کے نزدیک فرض ہے انتہی مافی القہستانی ہم حاصل استدراک یہ ہے کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور ہے روایت نہین اور قہستانی مین روایت ہے تحفہ سے دوسری بات یہ ہے کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہے اور اشباہ مین یہ بات نہین وفیہا سبع سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال ۵ سبع سوالات لذی الفہم اتت ✤ تجلی لکل عالم فی النیۃ ✤ حقیقۃ حکم محل وزمن ✤ وشرطہا والقصد والکیفیۃ ✤ اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہے سویون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم کے واسطے ایک سوال ہے نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت مین ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہے فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کا حکم یہ ہے کہ وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو مامور بہ مین اور غسل مین سنتون سے پہلے ہے اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اسکے پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہے عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ ہے کہ کیفیت نیت کی یہ ہے کہ عبادت کا قصد کرے اسکو جانکر یہ کون عبادت ہے یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کما حقہ عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءۃ بالتسمیۃ قولا اور سنت ہے وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا شارح نے یہان اور غسل یدین مین بدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل یدین مین بدایت اور ابتدا مطلوب ہے اور ان مین کچھ منافات اور تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہے اور تسمیہ کا محل زبان ہے اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہے اور اسی دفع تنافی کی طرف شارح نے قولا کے

لفظ سے اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی وتحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکور ہے خدا کا نام حاصل ہوتا ہی ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد وغیر ذلک سے لکن الوارد علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہی کہ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام کے ہم طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہی بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہی مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہی یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہی طبرانی نے بسند اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہ بسم اللہ والحمد للہ اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہی دبوسی نے کہا افضل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور تعوذ کرے ابتداء وضو مین اور بسم اللہ کہے اور تعقبی مین ہی کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اسمین آثار وارد ہین مین کہتا ہون ان علماء کبار کو دیکھکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت بڑی ہی تقلید سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ تقلید سے مراد یہان یہ ہی کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہی نقل احادیث مین بلا بیان مخرج و بلا ذکر صحت و ضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق تقلید معیوب ہی اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہی امام اعظم رح کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہی استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا ملحق بوضو ہی طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتداء ہی طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے جانے کے وقت فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال ذکر الشان و فی محل نجاستہ فلیس لتعلیہ مگر بر ہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے مکان مین خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیانا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتداء طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا پھر اسنے درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا ہم سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب ہی تاکہ وضو خالی نہ رہے نام خدا سے والا الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ویقول بسم اللہ اولہ واخرہ اور کھانے کے درمیان مین خدا کا نام لینے سے تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ آسین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ واخرہ شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ واخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہی شارح کے کلام سے جو اسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہی کہ کذا فی الطحطاوی والبداءۃ بغسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہی پاک دونون ہاتھون کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھون کا دھونا فرض ہی بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہی اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہی مجتبی مین کہا کہ اکثر کا قول یہ ہی کہ قبل اور بعد دونون حالت مین سنت ہی اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہی تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہی اور بعد اسکے بدایت اضافی ہی کذا فی الطحطاوی و قید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی ہم یعنی بدایۃ یا حدیث مین جو ہاتھون کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہی سو اتفاقی قید ہی احتراز مقصود نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہی بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلھا الاناء فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تم سے کوئی جاگے اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونون ہاتھ دھوے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان رہا یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالھا الا ناء کملا تو ہم تخصیص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

ف۱ شرح کرنا ہون اللہ کے نام سے رحمن رحیم کے نام سے اللہ کے نام سے اور شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے اسلام پر ہونے کی وجہ سے ۱۲

ف۲ شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے رحمن رحیم کے نام سے اللہ کے نام سے اور شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے اسلام پر ہونے کی وجہ سے ۱۲

ف۳ یعنی خود فرشتون کو نہین معلوم کہ اسکا ثواب کیا ہی ۱۲

ف۴ اللہ کے نام سے رحمن رحیم کے نام سے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون اسلام پر ہونے کی وجہ سے ۱۲

ف۵ یون کہنے سے شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہی اس سے نزدیک نہین آسکتا ۱۲

ف۶ یعنی اسکے ثواب مین شریک ہوجاتے ہین ۱۲

ف۷ یعنی اسکے ثواب مین شریک ہوجاتے ہین ۱۲

ف۸ یعنی اسکے ثواب مین شریک ہوجاتے ہین ۱۲

ف۹ یعنی اسکے ثواب مین شریک ہوجاتے ہین ۱۲

یوں نکلا کہ ہاتھ دھونا سنت ہے برتن میں ڈالنے سے پہلے تاکہ یہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اگر یوں کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھوں کا دھونا سنت نہیں حاجت سے مراد تو ہم نجاست ہے درصورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا مطلقاً سنت ہے حالانکہ ایسا نہیں جلبی نے کہا وہ قول اصح جسپر اکثر فقہا ہیں یہ ہے کہ ہاتھ دھونا سنت ہے مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت موکدہ ہے اور عدم توہم نجاست میں یعنی طاہر ہو کر سونے میں یا نہ سونے میں سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کی حالت میں تو دھونا فرض ہوگا تو مصنف رح کا قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ اور غیر موکدہ دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مفاہیم الکتب حجۃ قبل ادخال کی قید اسواسطے نہ لگائی کہ کتابوں کے مفہوم مخالف حجت ہوتے ہیں ہم مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المفہوم ما یفہم من اللفظ لا فی محل النطق انتہے یعنی جو لفظ سے بوجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا جسکو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرلے امام شافعی رح اس سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں امام اعظم رح کہتے ہیں کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہیں ہوسکتا بخلاف اکثر مفاہیم النصوص کذا فی النہر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتاب و سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیوں کے نزدیک حجت اور دلیل نہیں ہیں اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے جنپر صریحاً نصوص دلالت کرتے ہوں اور الغیر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص میں معتبر ہے چنانچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وقیدنا بمن الخ المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقاً اور نہر الفائق کی کتاب الحج میں ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے روایات میں بالاتفاق یعنے امام اعظم رح اور انکے اصحاب سے جو روایات کتابوں میں منقول ہیں انکے اکثر مفہومات معتبر ہیں خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنہ اقوال الصحابۃ قال وینبغی تقییدہ بما یدرک بالرأی لانا لا یدرک بہ انتہی اور اسی حکم سے صحابۂ کرام کے اقوال ہیں کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہ ہے کہ اقوال صحابہ میں قید لگائی جائے ادراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جاسے انتہی بانی النہر یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہے کہ اسمیں عقل کی مجال ہوسکتی ہے تو اسکا مفہوم بھی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمیں دخل نہیں تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہیں اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر ہیں کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص السقیفۃ کما فی قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی میں نہایہ کی کتاب البغاۃ سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص میں چنانچہ حقتعالی کے اس قول میں کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب وانما اعتبارہ فی الروایۃ فالشرعی لا الکلی اور روایت فقہ میں تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہے ہر مقام میں نہیں الی آخر شفعین بالضم مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع فہی الرجل قال ش وعظم یلی الابہام کوع ویلیلی ✤ مختصرہ الکرسوع والرسغ اوسط ✤ وعظم یلی ابہام رجل یلقب ✤ بوبع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ✤ ابتدا اغسل یدین لزوما بہ یجون تک سنت ہے رسغ بضم راء مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہے وہ تو پاؤں میں ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اسکا نام کوع ہے اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونوں ہڈیوں کے درمیان جوڑ ہے اسکا نام رسغ ہے اور جو ہڈی کہ پاؤں کے انگوٹھے سے ملی ہے اسکا لقب بوع ہے سوائے مخاطب کے علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے تم ان لم یکن رفع الانا واوفی اصابع یسراہ مضمرۃ وصبت علی الیمنی لاجل الیسا من پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر برتن میں ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی بھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایاں ہاتھ دھوے ہم بحر الرائق میں پورا بیان یوں ہے کہ ہاتھوں کے دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو اسمیں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائیں ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور دونوں ہاتھ

اسکو دھوے پھر برتن کو داہنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اسکو دھوے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شلح نے کہا اور بڑے برتن مین انگلیان ملا کر اسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا برتن مین فیندے جاگنے والے کو حدیث مین منع ہی اسکا جواب یہ ہی کہ منع اس صورت مین ہی جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو داخل کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان لا فلا اعتراف اگر چہ طلب استعمال یعنی تربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی ہم دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہو گا جو ملاقی ہی کف سے جبکہ جدا ہو اور باقی تمام پانی مستعمل نہو گا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہو گا اگر چہ صاحب جنابت ہو اور بسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گہرے برتن مین سو اسکے لینے کو ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل نہو گا کذا فی البحر ولو لم یکنہ الا غتراف بنبی ویداہ بحستان تیمم وصلی ولم یعید اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اسکے دونون ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ہم توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہی کہ جب پانی نہ نالے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دھولا دے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اسکا سرا ہاتھ مین پکڑے رہے پھر پانی سے نکالکر اسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھوے پھر بایان ہاتھ دھوے یا دانتون سے کپڑا پکڑکے دونون ہاتھ ساتھ ہی دھوے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھوے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہین وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ ینوب عن الفرض اور وہ یعنے بند دست تک ہاتھون کا دھونا ایسی سنت ہی کہ قائم مقام ہوتا ہی فرض کے جیسے الحمد پڑھنا ایسا واجب ہی کہ قائم مقام ہو جاتا ہی فرض کے یعنی اس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہو گیا جیسے قران کا پڑھنا کہ نماز مین فرض ہی الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہی ادا ہو جاتا ہی ویسن غسلہا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہی یعنے اگر چہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہو گئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہی بحر الرائق مین مذکور ہی کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہ ہی کہ وہ فرض ہی اور تقدیم اسکی سنت ہی اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ مین اسکو پسند کیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہی الحمد کے مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہی اور تیسرا قول سرخسی کا ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اسکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی اصح ہی میرے نزدیک اور مشایخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہی انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین غلط ہی دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہی کہ غسل یدین سنت ہی اور قائم مقام ہی فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہی بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہی اور شارح کے موافق نہر الفائق مین فخار اشرفیہ سے منقول ہی والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی البحر ہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت موکدہ ہی چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی کلی کرنے کے وقت سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ کلی سے پہلے سنت ہی ہم مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین ازانجملہ وہ حدیث صحیح ہی جو امام مالک کے موطا مین ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہؓ صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد و چند ہی یعنے ستر درجے زائد ہی ثواب مین

کذا فی البحر یعنی وہ ہو للوضوء عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہی ہم حنفیون کے نزدیک ہم اور امام شافعی رح کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہی اور ثمرۂ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اُس شخص کے حق مین جسنے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازین پڑھین تو ہمارے نزدیک اُسکو ہر نماز کا ثواب ستر نماز بے مسواک کے برابر ہوگا اور امام شافعی رح کے نزدیک اسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر الا اذا انسیہ فیندب للصلوۃ مسواک وضو کی سنت ہی مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا ہم یعنی مثلاً ظہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر عصر کے وقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہی تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر الطحطاوی نے کہا کہ یہ صاحب نہر کی تجویز ہی روایت مذہب نہین ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن ونحوہ یرائحۃ وقراۃ قرآن جیسے مستحب ہی مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوے دہن کے سبب سے اور قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے ہم استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہی ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اسواسطے کہ امام اعظم رح سے منقول ہی کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہی تو سب احوال اسمین برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی ہی کہ چار چیزین انبیاء مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی وقولہ ثلث فی الامالی وثلث فی الاسافل اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہی اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین ہم اوپر کے دانتون مین ابتدا دہنی طرف سے کرے پھر بائین طرف اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا چاہیے کذا فی البحر یعنی مین ہی کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو اطمینان حاصل ہو بمیاہ ثلثۃ تین پانی سے ہم یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوا ہے اسطرح کہ مسواک کو تین بار دھوے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی ویندب امساکہ بیمینہ اور مستحب ہی پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ مین ہم مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر رہین اسی طرح مروی ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر وکونہ لینا مستویا بلا اعقد فی غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہی ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم انار اور بانس کے سوا اور لکڑی کی مسواک درست ہی کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہی یعنی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہی مبارک درخت ہی منہ کو خوشبودار کرتی ہی اور بدبو دفع کرتی ہی اور وہ سیری مسواک ہی اور مجھسے اگلے انبیا کی وکیتاک عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتون کے عرض مین نہ طول مین ہم اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی یعنی نے کہا ابونعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مسواک عرض مین کرتے تھے نہ طول مین اور ابوداؤد کی سنن مین حدیث ہی کہ جب تم مسواک کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو اور نہ لے ولا مضطبعا فانہ یورث کبر الطحال اور مسواک نکوے لیٹکر کر منہ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہی ولا لیقضمہ فانہ یورث البواسیر اور اسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہی ولا لیمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہی ثم لیغسلہ ولا فیتاک الشیطان یہ اور مسواک کر کے پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہین تو شیطان اُس سے مسواک کریگا ولا یرد علی الشیر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کیجیے نہین تو شیطان اُسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل یضعہ والا فخطر الجنون فستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہی یہ سب کہا ہی فستانی نے ویکرہ بعود ذی ریح مر بدبی سم اور مکروہ ہی مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ تصب فارسی اور حرام ہی ہر ہر دار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء لما دون الموت وتذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہی کہ وہ شفا ہی ہر مرض کی سوائے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہی موت کے نزدیک ہم نہر الفائق مین ہی کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہین ادنی اماطت اذی ہی یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلی تذکیر ہی شہادت کے مرنے کے وقت اور ابوسعود مین ہی کہ مسواک مسوڑھون کو مضبوط کرتی ہی اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیر نگی ہوتی ہی اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہی کذا فی الطحطاوی

ف ۱ جن امور کا حاصل افیض سے سورۂ فاتحہ فرقہ تین انبیا کا کہ ادبیہ قابل کی ظاہر کی شارح کو اسکی علت معلوم ہوا اور ہو دان فائدہ کے کو ہستانی باتین بیچید از قیاس اور دور از عقل فقہ تنا معلوم ہوتی ہین ۱۲

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ المختنۃ او الاصبع مقامہ وحینوقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہون تو کھردرا کپڑا یا اُنگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہے یعنی تحصیل ثواب مین کذانی النہر وغیرہ ہم سنن احمد مین مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر تین بار اپنا دھویا اور دونون ہتھیلیون کو تین بار دھویا بعضی انگلی اپنے مُنہ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذانی ایعنی ہمایقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بقم کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضیف ہے دانتون کا تو اسکو اُسکا فعل مستحب ہے کذانی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل للاختصار اور مُنہ کے اندر کا دھونا سنت ہے یعنے تمام داخل مُنہ کا دھونا اور اسی واسطے یعنے تمام مراد ہونے کے لیے مضیف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضا نہ سہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہے یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہم اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجائے اُس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہے تین پانیون سے جدا جدا والانف بثلث اسماء المارین بمیاہ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر ہم امام شافعی رح کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل اُنکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم رح کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز ثابت ہوتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اُسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحاً مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم یہان مذکور نہین کرتا وہ مستحبات مؤکدات اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین ہم تو اُنکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۴ صحابیون سے نام بنام مع تصریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مستلمتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہا بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب لینے پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونون کو داہنے ہاتھ سے کرنا مگر ناک لیکن ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہا بالغرغرۃ وبجاوزۃ المارین پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بلنے تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد ومبالغہ کرنا مسنون ہے اُسکو جو روزہ دار نہین اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرۃ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کرو انگلیون کے اندر خلال کرو اور مبالغہ کرو استنشاق مین مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وستر تقدیمہا اعتبارا باوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے سو اسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اُسکا مُنہ سے اور بو اُسکی ناک سے معلوم ہوجاتی ہے ہم وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاے ولو عندہ ماء یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو اکیا رہ اعضا کو دھو سکے اور جو اگر نہ کرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو اکیا رہ اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے لیکن تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر مؤکد ہین ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو مین

۵ بقم ہو سدہ وسکون میم ایک درخت کا نام ہے ۱۲

۵ کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا ۱۲

مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہو اور ایکبار دھونا وضو مین آپ کے فعل سے ثابت ہو اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہو کہ بدون اُسکے حق تعالے نماز کو قبول نہین فرماتا
کذا فی الطحطاوی عن الجلبی ولو اخذ ماءً فمضمض بعضہ واستنشق ببا قیہ اجزاہ وعکسہ لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے استنشاق
کیا تو اُسکو کفایت کرتا ہو اور اُسکے برعکس یعنی پہلے ناک مین ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہین ہو یعنے اسواسطے کہ پانی اس صورت مین مستعمل ہوگیا اسواسطے
کہ پانی ناک مین نہین تھم سکتا اور مُنھ مین تھم رہتا ہو تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہین ہوجاتا اور ناک سے پانی ہٹ آتا ہو لہذا باقی مستعمل ہوجاتا ہو
کذا فی الطحطاوی وہل یدخل اصبعہ فی فمہ دائرۃ الاولی ثم فمستانی او ینتضی کیا اپنی انگلی اپنے مُنھ یا ناک مین ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر یہ ہو کہ ہان ڈالے
کذا فی القہستانی وتخلیل اللحیۃ لغیر المحرم بعد التثلیث ویجعل ظہر کفہ الی وجہہ اور سنت ہو ڈاڑھی کا خلال کرنا غیر مُحرم کو تین بار مُنھ دھونے کے بعد اور خلال
کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابوداؤد مین انس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے کف
مبارک مین پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے تھے اور اُس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسطرح میرے رب نے فرمایا پھر معلوم کر کہ
تخلیل ریش مین چار قول ہین پہلا قول یہ ہو کہ واجب ہو یہ قول ہو سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہو کہ سنت ہو یہ مذہب ہو ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہو محمد سے
خیر مطلوب مین کہا کہ سنت کا قول یہی صحیح ہو تیسرا قول یہ ہو کہ مستحب ہو اور چوتھا قول یہ ہو کہ جائز ہو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اور یہی قول ہو مالک کا جائز کا مطلب ہو
کہ اسکا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہین اور بسوط مین ہو کہ تخلیل ریش ابوحنیفہ رح کے نزدیک مستحب ہو صاحبین رح کے نزدیک جائز ہو کذا فی العینی منح الغفار مین ہو کہ
کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہو کہ ہاتھ کی انگلیان ڈاڑھی کے بالون مین نیچے سے ڈالے اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی متوضی کیطرف ہو وتخلیل الاصابع
الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسری بادیا بخنصر رجلہ الیمنی اور سنت ہو انگلیون کا خلال کرنا دونون ہاتھون کا خلال بطریق تشبیک ہو یعنی ایک ہاتھ کی انگلیان
دوسرے ہاتھ کی انگلیون مین داخل کرنا اسطرح پنجہ کرتے ہین اور دونون پانؤن کا خلال بائین ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پانؤن کی چھنگلی سے
اور ختم کرے بائین پانؤن کی چھنگلی پر ہم بحر الرائق مین ہو کہ تخلیل پانؤن کی اصل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی
کچھ اصل نہین ابوداؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہو کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع یدین کو دلک کرتے چھنگلی سے
حدیث بدایت مختصر کی مقتضی ہو انتہی ترمذی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونون ہاتھون کو
اور دونون پانؤن کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہو نہر الفائق مین ہو ابن ماجہ کی روایت مین تخلیل بالخنصر آئی ہو لیکن بائین چھنگلی یا اسفل سے فائدہ علم ہوتا ہو
وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہو انگلیون کے اندر تو اگر انگلیان ملی ہون تو انکے مابین کا
دھونا فرض ہو ہم فتح القدیر مین ہو کہ جب وہان پانی نہ پہونچا تو دھونا وہان کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہو اور غسل اور چیز ہو کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وتثلیث الغسل للمتوعب ولاعبرۃ للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہو اور چلودن کا اعتبار نہین بدون استیعاب کے ہم یعنی تین بار
تکرار غسل سنت ہو پہلا دھونا فرض ہو اور دوسرا اور تیسرا سنت موکدہ ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین منقول ہو سراج سے اور ہر بار کے غسل مین استیعاب یعنی پورا
دھونا سنت ہو تین چلو کا اعتبار نہین تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہوگیا تو یہ تین بار کا دھونا
نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو اعتقی بمرۃ اذا اعتادہ اثم اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا ہم گناہ کی وجہ یہ ہو کہ اُسنے سنت مشہور کے
ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار نہوگا جبکہ تثلیث غسل کے ہونے کا معتقد نہو ولو زاد لطمانینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا بأس اور
اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہین زیادت مین ہم درصورت شک خاطر جمع کیواسطے
تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا ضرورت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہین کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام

۵۵
یہ کہو ہی ترجمہ قول کا بین کی جسکو دیکھنے چاہیے ۱۲
۵۲ یعنی چھنگلی سے شروع کرنا یا بائین ۱۲ منہ
۵۳ یعنی انگلی نہین کا خلال بائین چھنگلی سے ۱۲ منہ

یعنی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس ہی بدلیل حدیث ابن عمرؓ کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ جسنے وضو کیا وضو پر اُسکے واسطے حق تعالی دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی وہ اعتقاد پر محمول ہی بحر الرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اُس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اُسنے حد سے تجاوز کیا وصورت زیادت اوظلم کیا وصورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت سے گنہگار رہوگا اگرچہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین تین کہنا ہون کہ زیادت سے گنہگار رہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار دھونے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وتعقل کراہتہم تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ سبیل فی القہستانی مُغرِیاً للجوہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع قتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کرہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہر الفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی مختی نے کہا ہی تو بلاشبہ اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر خاصہ ہوا اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصاً پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد و ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاصؓ پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح منیۃ المصلی وغنیۃ المستملی وغیرہما وقولہ ومسح کل رأسہ مرۃ مستفاد ہی اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے ہم صحیحین مین عبد اللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہی کہ مسح کیا مقدم سر سے تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا تک لیگئے پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اُس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث مین مذکور ہی مشہور ہی اور اُسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجاے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہوجاے پھر دو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الولوالجی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علی حدہ رکھے اُسکی تضعیف کی ہی بحر الرائق مین فلو ترکہ دوام علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی واُوثِرَ معاً ولو کبائہ اور سنت ہی دونون کانون کا ساتھی مسح کرنا یعنی یہان تقدیم یمین قصب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو ہم شارح نے اس کلام سے لمالک شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے واسطے نیا پانی ضرور ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونوں کان سر میں داخل ہیں تو سر کے ساتھ انکا بھی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث کو شرح ہدایہ میں آٹھ صحابیوں سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباسؓ کی حدیث جو دارقطنی میں ہے ابن قطان نے اسکو صحیح اور بزار نے اسکو جید کہا ہے انتہی لکن توبع عاصمہ فلا بدمن ما یجید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانوں کے مسح کے واسطے لینا ضرور ہے والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک پھر مسح سر کرنا پھر پانوں دھونا ٹخنوں تک وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وہو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور اُنسے دلیل فرضیت کا مطالبہ کیا ہے ہم بحر الرائق میں بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افرض پر اقامت دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اسکے مدعی سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے والولا بکسر الواو غسل المتاخر منہ قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فضی بطلبہ لا بأس بہ اور سنت ہے ولا بکسرہ واو یعنی پے در پے وضو کرنا عبارت ہے عضو متاخر کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جیسا کہ ہوا گرم اور تیز ہے تو کچھ مضائقہ نہیں یہاں تک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہ ہوگی اس عذر سے ہم موالاۃ میں جدادی نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہوگی اثناء وضو میں تو یہ مانع نہیں پے در پے کی سنت ادا ہونے کو ومثلہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں طحطاوی نے کہا تیمم میں بحث ہے کیونکہ اسمیں خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہیں وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو پے در پے کرنا فرض ہے ودمن السنن الدلک وترک الاسراف وترک نظم الوجہ بالماء وغسل فرجہا الخارج اور منجملہ سنتوں کے عضو غسل کا ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے ہم حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو جیسے دہن یعنی منہ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور غسل میں واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا انتہی اور ظاہر شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا میں مسنون ہے وضو کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتیں مذکور کیں اور شارح نے چار زیادہ کیں کتب فقہ میں کم و بیش مذکور کرتے ہیں بعضے استحباب کو سنن میں اور بعضے سنن کو مستحبات میں شمار کرتے ہیں تحفہ میں اکیس سنتیں وضو کی مذکور ہیں اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلوں سے اور نیت اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا بالجماع صحابہ تا تدویم کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونوں میں ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت میں اور مسواک کرنا مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور ثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور ابتدا کرنا داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیوں کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پانوں میں اور تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور ثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانوں کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے آب جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف رح کے نزدیک فرض ہے گردن میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک ادب کذا فی العینی ومستحبہ ویسمی مندوبا وادبا وفضیلۃ وہو ما فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف اور وضو کے مستحب یہ ہیں مسح رقبہ کا اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہیں اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا ہم اصولیوں کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک چیز ہیں اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دو بار کیا جاوے کی تعلیم کیواسطے ایسا ہے شرح نقایہ میں لیکن اس تعریف میں قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل میں شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محیط میں مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو یہاں مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اُس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

فضولیوں کا اسی وجہ سے تحریر میں کہا ہے کہ جس پر مواظبت نہیں ہے وہ مندوب یا مستحب ہے اگرچہ اُسکو نہ کیا ہو ترغیب کے بعد انتہی اَلتَّیَامُن فِی الْیَدَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ مستحب ہے داہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ پاؤں کے دھونے میں ہم صحاح ستہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَیَامُن کو یعنی داہنی طرف سے شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز میں یہانتک کہ طہارت کرنے میں اور جوتے پہننے میں اور بالوں کی کنگھی کرنے میں اور سب کاموں میں آ و بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہننے تو چاہیے کہ داہنے پاؤں سے شروع کرے اور جب اُتارے تو بائیں پاؤں سے شروع کرے تاکہ داہنا پاؤں جوتے پہننے میں اول ہو اور اُتارنے میں آخر ہو اور انس سے روایت ہے کہ جب تو مسجد میں داخل ہو تو داہنے پاؤں سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائیں پاؤں سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے دلہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک اُس امر میں جو از قسم تکریم کی ہے چنانچہ وضو میں اور غسل میں اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے میں اور مسجد کے داخل ہونے میں اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن ترشنے اور مونچھ کترنے اور بغل کے بال اُکھاڑنے اور سر کے مونڈنے میں اور نماز کے بعد سلام پھیرنے میں اور بیت الخلا سے نکلنے میں اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے میں اور حجر اسود کے بوسہ لینے میں اور چیز کے دینے اور لینے میں اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہیں اور بائیں کی تقدیم ہر امور مذکورہ کے مخالف کاموں میں چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا میں جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اُتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ وَلَوْ مَسَحَ دَاہِنَہٗ کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے میں ہو یعنی درصورت موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے میں تَیَامُن مستحب ہے لَا الْاَذُنَیْنِ وَالْخَدَّیْنِ فَلَیْسَا مِنْ اَعْضَاءِ الْوُضُوْءِ لَا یُسْتَحَبُّ التَّیَامُنُ فِیْہِمَا تَیَامُن مستحب نہیں دونوں کانوں کے مسح میں اور دونوں رخساروں کے دھونے میں تو اسی وجہ سے پہلی کیطرح پوچھتے ہیں کہ وہ دو عضو کونسے ہیں جنمیں داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہیں ہم عنقریب شارح مذکور کو لائینگے کہ دونوں کانوں کا مسح ساتھ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھ سے یا ایک ہاتھ میں ختم ہو کہ ساتھ ہی دونوں کانوں کا مسح نہیں کر سکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہو کذا فی العالمگیریۃ وَمَسْحُ الرَّقَبَۃِ بِظَہْرِ یَدَیْہِ اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونوں ہاتھوں کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہیں لَا الْحَلْقُوْمِ لِاَنَّہٗ بِدْعَۃٌ حَاوِیْہِ یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہیں کیونکہ وہ بدعت ہے ہم بدعت جب بطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی وَمِنْ آدَابِہٖ عَبَّرَ مِنْ بِاَنْ لِمَا اَوْ بِاَلْ اَوْ اَصْلِہَا فِی الْفَمِ اِلٰی نِیْفٍ وَعِشْرِیْنَ وَاَصْلِہَا فِی الْاَنْفِ اِلٰی نِیْفٍ وَثَلٰثِیْنَ اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَۃِ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے وقت قبلہ رو بیٹھنا ہے شارح نے کہا مصنف مِنْ کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہے بولا اسواسطے کہ آداب وضو سوائے متن کے اور بھی ہیں فتح القدیر میں آداب وضو کو بیس اور کئی تک پہونچایا ہے اور میں نے نزائن الاسرار میں (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے چودہ بڑھائے تو سب ۲۹ مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہیں حالت استنجا میں اُس انگوٹھی کا اُتار رکھنا جسپر اللہ تعالےٰ یا اُسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور آفتابہ وضو کو بائیں طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے مانند ہو اُسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے میں آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال میں نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو میں جلدی اور شتابی نکرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری میں اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھوؤں اور موچھ کے نیچے پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پاؤں کا دھونا انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایۃ میں کذا فی الطحطاوی وَدَلْکُ اَعْضَائِہٖ فِی الْمَرَّۃِ الْاُوْلٰی اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے میں ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات میں شمار کیا اور خلاصہ میں کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب میں سنت ہے خصوصاً موسم سرما میں دلہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتوں میں شمار کیا کذا فی الطحطاوی وَاِدْخَالُ خِنْصَرِہِ الْمُبْلُوْلَۃِ صِمَاخَ اُذُنَیْہِ عِنْدَ مَسْحِہِمَا اور مستحب ہے اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونوں کانوں کے سوراخ میں اُنکے مسح کرنے کے وقت وَالتَّقْدِیْمُ عَلَی الْوَقْتِ لِغَیْرِ الْمَعْذُوْرِ اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا بیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہو اُسکے حق میں تقدیم وضو کی مستحب

وہٰذہٖ احدی المسائل الثلث المستثناۃ من قاعدۃ الفرض افضل من النفل لان الوضوء قبل الوقت مندوب وبعدہ فرض اور یہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہی اُن تینوں مسئلوں سے جو مستثنیٰ ہین اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہی نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہی اور وقت آنے کے بعد فرض ہی ہم قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہین اسواسطے کہ انمین نفل یعنے مستحب افضل ہی فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظارہ الواجب دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہی وہ افضل ہی مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہی ہم مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہی بموجب اس آیت کے (وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اُسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہی الثالثۃ الابتداء بالسلام سُنَّۃٌ اَفْضَلُ مِنْ رَدِّہٖ وَہُوَ فَرْضٌ تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ سلام کرنا سنت ہی سو افضل ہی سلام کے جواب دینے سے اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہی وظمہ من قال ؎ الفرض افضل من تطوع عابد ؎ حتے ولو قد جاء سنہ بالکثر ؎ الا النظر قبل وقت وابتداء السلام کذلک ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم مین بیان کیا ہی جس شاعر نے یون کہا ہی کہ فرض افضل ہی عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اُسنے زیادہ ترکیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہی وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحریک خاتمہ الوضوء اور مستحب ہی کشادہ انگوٹھی کا گھمانا وضو کے وقت وشلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اُسکا بھی پھیرنا مستحب ہی تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہنچ جاے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہی اگر اُسکے نیچے پانی کا پہنچنا معلوم ہوگیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا معلوم نہو تو اب تحریک اُسکی فرض ہی نہ مستحب وعدم الاستعانۃ لغیر والا لعذر اور غیر سے مدد نچانا ہنا وضو مین مستحب ہی مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہی عذر یہ کہ بدن بھاری ہی اُٹھ نہین سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی واما استعانۃ غیرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلم الجواز اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی ہم یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہی مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مین ہی کہ مین حضرت کے ساتھ سفر مین تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو مین نے پانی ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہی امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضون نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہی وضو مین نہ بولنا آدمیون کی سی بات کا مگر اُس حاجت کیواسطے بولنا خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع محرز عن الماء المستعمل اور مستحب ہی وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے بچنے کو اگرچہ اصح قول مین مستعمل پانی طاہر ہی لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہی وعبارۃ الکمال وحفظ تیا بہ عن انقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یون ہی کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہی اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہی اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے مکان پر ہوتا ہی اور چھینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہی جمع کرنا دل کی نیت مین اور زبان کے لفظ مین یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحۃ صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہی دو قول مین ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہی زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی اور دوسرا قول اُسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہی کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہین ہم یعنی استحباب رتبہ سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان توجمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ اظہر او خیر الامور اوسطہا وہ لتیمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا المسوح اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہوچکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہی اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت ہم ابتداء وضو مین بسم اللہ کہنا سنت ہی اور ہر عضو کے

؎ یہ مصرع یعنی
؎ اور یہ مصرع یعنی

دھونے اور مسح کرنے کے ساتھ مستحب ہی والدعا بالوارد عندہ ای عند کل عضو اور وہ دعا کرنا جو اخبار اور آثار مین وارد ہی ہر عضو کے دھونے اور مسح کرنے مین ہم شرح الطحطاوی مین ہی کہ مضمضہ کرنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ اور استنشاق کیوقت کہے اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ اور چہرہ دھونے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَوْلِیَائِکَ اور داہنے ہاتھ دھونے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اور بایان ہاتھ دھونے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ آدر سر کے مسح کرنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ اور کانون کے مسح کرنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اور گردن کے مسح کرنے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ اور دونون پانون دھونے کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ اور شافعی نے کہا کہ یہ خبر صالحین سے مروی ہی اور محی الدین نووی نے روضہ مین کہا کہ اس دعا کی کچھ اصل نہین ابن صلاح نے کہا کہ اسمین کوئی حدیث صحیح نہین مین کہتا ہون مستغفری نے دعوات مین اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اسمین بطریق ضعیف علی مرتضیٰ سے روایت کی ہی اور ابن حبان نے ضعفا مین انس سے اور مستغفری نے براء ابن عازب کی حدیث سے اسیطرح کی روایت کی اور سیوطی نے اسکی وہی اور ضعیف ہی کذا فی الحلبی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من طرق قال محقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال وان انکرہ النووی اور البتہ ادعیہ مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہی چند طریقون سے محقق شافعی نہ ہونے کے یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کے فضائل مین اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہی ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہی تو وہ حدیث حد ضعیف نہین رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو چڑھجاتی ہی اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہین ابن حجر شرح اربعین نووی مین کہا کہ فضائل اعمال مین بحدیث ضعیف سواسطے جائز ہونے کے اگرچہ وہ حدیث نفس الامر مین صحیح ہی تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہین ہی تو عمل کرنے سے تکلیف اور تحریم کا کچھ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث مین وارد ہی کہ جسکو میری طرف سے ثواب عمل کرنے کا پہونچا سو اُسنے اُسپر عمل کیا تو اُسکو اجر ملیگا اگرچہ میں نے اُسکو نکہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے ملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تا کہ خیر الدین ملی حنفی کا لوگون کو دھوکا نہو شیخ عابد سندھی مدنی نے طوالع الانوار حاشیہ درالمختار مین تصریح کی ہی کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد ملی ہی فائدہ یہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہی کہ نہایت ضعیف نہو مراد شدید الضعیف وہ حدیث ہی جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہو قال الطحطاوی کذا قال ابن حجر وان یندرج تحت اصل عام اور یہ شرط ہی کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت مین ہو ہم وہ قاعدہ یہان دعا کی مطلوبیت ہی کیونکہ دعا کرنا عام ہی ہر وقت مین کذا فی الطحطاوی وان لا یعتقد سنیتہ ذالک الحدیث اور یہ شرط ہی کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہو یعنی یہ یقین نکرے کہ یہ قولاً یا فعلاً حضرت سے ثابت ہی لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہین کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال مین جائز نہین اور اُسکا نقل کرنا جائز ہی مگر جبکہ نقل کے ساتھ اُسکے موضوع ہونے کو بیان کردے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہی جانچہ اسیطرح بیان موضوعات مین محدثین نے کتابین تالیف کی ہین ہم موضوع جھوٹی حدیث کو کہتے ہین اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہی اور بعضون نے اسکو کفر کہا ہی حدیث صحیح مین وارد ہی جسنے مجھپر جھوٹ کے وہ کہا جو مین نے نہین کہا تو وہ شخص اپنا نشست گاہ دوزخ مین سے ٹھہرا وے کذا فی الطحطاوی والصلوٰۃ والسلام علی النبی بعدہ ای بعد الوضوء ولکن فی الزیلعی ای بعد کل عضو اور مستحب ہی صلوٰۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی مین وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑھنے کو مستحب کہا ہی وان یقول بعدہ ای الوضوء اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ اور مستحب ہی کہ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ام مسلم مین عمر فاروق رضی سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پھر کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اُسکے واسطے آٹھون دروازے بہشت کے کھولے جاوین جس دروازہ سے چاہے بہشت مین داخل ہو ترمذی کی روایت مین اتنا اور زیادہ ہی

اللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ لیکن اسکی اسناد میں اضطراب ہی اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدریؓ سے یوں روایت ہی کہ جو وضو کرے پھر کہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ شَھِدْتُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ تو لکھا جاویگا ورق میں پھر اُسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک اس روایت کے رفع اور وقف میں اختلاف ہی لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہی اور نووی نے جواذکار اور شرح مہذب میں مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف کی سو غلط ہی اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے میں شک نہیں کذا فی العینی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفرالسعادۃ میں نسائی اور ابن السنی سے ابوموسی اشعری کی روایت کی کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَمِنْ اَیْنَ یَشْرَبُ بَعْدَہٗ مَنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ کما زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کے مانند قبلہ رو کھڑے ہوکر یا بیٹھکر وفیاعدا ہمایکرہ قائما نہ رہیا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ تنزیہی ہی یعنی اسواسطے کہ اسمیں طب کی راہ سے مضرت ہی نہ دین کی راہ سے کذا فی البطحاوی وعن ابن عمر کنا نأکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کھاتے تھے چلنے کی حالت میں اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہم شارح نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہی وَرُخِّصَ لِلْمُسَافِرِ شُرْبَہٗ مَاشِیًا اور اجازت ہی مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد وتوفیہ وکعکعۃ وعرقوۃ وتحصیہ اور مستحبات سے ہی خبرگیری اپنی دونوں انگلیوں کے کوبوں کی اور دونوں ٹخنوں کی اور دونوں ایڑیوں کی اور دونوں تلوؤں کے اندر کی یعنی وضو کے اندران مقاموں میں پانی پہونچانا اور اپنے غافل رہنا مستحب ہی اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات میں کبھی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی ولہذا حدیث صحیح بخاری ومسلم میں وارد ہی کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی ایڑیوں کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیوں میں خشکی رہگئی وضو کرنے میں غفلت سے واطالۃ غرۃ وتحجیلہ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے دھونے کا یعنے اعضاء مغسولہ کے حدود وعینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہی صحیحین اور نسائی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت قیامت میں آویگی وضو کے آثار سے سو جسکے پاس غرہ بڑھانا وہ کرے اور دوسری روایت میں ہی کہ ابوہریرہؓ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا یہانتک کہ قریب تھا کہ دونوں مونڈھوں تک پہونچا پھر دونوں پاؤں دھوئے پنڈلیوں تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہیں گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہیں اُسکے ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو اور یہ زینت ہی گھوڑے کے حق میں تو حدیث میں غرہ اور تحجیل استعارہ ہی انسان کے واسطے وضو کے آثار میں کذا فی التیسیر یعنے متوضی کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حد وعینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہر الحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا نصف بازو تک اور پاؤں کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہی وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہی دونوں پاؤں کا دھونا بائیں ہاتھ سے وطہا عند ابتداء الوضوء فی الاظہر اور مستحب ہی دونوں پاؤں کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو میں جاڑے کے موسم میں ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے تعمیم اعضاء مذکورہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق یوں ہی کہ سرما میں اعضا کو پانی سے چپڑے تیل ملنے کی طرح پھر اُسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما میں پانی وضو پر خوب نہیں پھیلتا ہی کذا فی البطحاوی والمستحب بمندیل اور مستحب ہی اعضا کو پونچھنا رومال سے ہم لینے موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر میں اور عالمگیری میں ہی کہ باقی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اُس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہی اور معراج میں ہی کہ لائق یہ ہی کہ بلاغہ نہ پونچھے کذا فی البطحاوی یعنی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے میں علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہ ہی کہ لاباس بہ یعنی کچھ مضائقہ نہیں اور ترک افضل ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک صحیح قول یہ ہی کہ مکروہ نہیں لیکن اسکا ترک مستحب ہی اور بعضوں نے کہا کہ موسم گرما میں مکروہ ہی اور سرما میں سردی کے عذر سے مکروہ نہیں اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ میں عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہی سو دونوں حدیثیں ضعیف ہیں انتہی مافی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہی ہاتھ کا نہ جھاڑنا طہارت سے اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی البطحاوی

وقراءۃ سورۃ القدر اور مستحب ہی سورۂ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے کہ اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونون رکعتون پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنے حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی ومکروہ ہم لطم الوجہ او غیرہ بالماء متمریا اور مکروہ تنزیہی ہی چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا نام کمی کی صورت یہ ہی کہ غسل اعضا مین تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دھونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مُد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم و بیش بھی آیا ہی اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مُد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین قعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہی نام اُسکا ولہان ہی تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ آب چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہی تو مُد اور من شرعی لکھنؤ کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپے کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہی تین سیر قدرے زائد کا ہوا عادت ہو گئی ہی پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین تحیر ہوتے ہین اگر ٹنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرنے نہ پائے بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ تحریماً لو بماء النہر والمملوک کہ پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہی اگر نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام سے قریب ہی اور محمد رح کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہی بعینہ اما الموقوف علی من یطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہی مدرسون کا پانی سو اسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منع الغفار مین زیلعی سے منقول ہی ہم ہدایہ مین اسکو مشروع کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منتہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کے وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہی کہ اکثر عورتون کو نجاست سے محافظت کم ہوتی ہی اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی اوفی موضع نجس لان ماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہی وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلیے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہی ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہی کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنے کا خوف ہی اوفی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہی وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد مین برتن کے اندر وضو جائز ہی اوفی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہی مسجد کے اس مکان مین جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے لب فرش وضو کے واسطے بناتے ہین والقاری النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تھوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہی اسواسطے کہ انکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا زد ینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر سنہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا ہر ناپاک جیسے نکلے والی کا زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہی اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہی ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہی اور بکسر جیم اُسکا نام ہی جو پاک نہو تو یہ عام تر ہی تو متن مین دونون طرح ہو سکتا ہی مگر فتحہ جیم کا لیق ہی کہ تکلف سے دور ہی اور لغت کی راہ سے دونون مین کچھ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہی زندہ کی قید

مردہ نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مردہ سے ناقض اُسکے وضو کا نہیں بلکہ موضع نجاست کا دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی معتاداً اولا نجس خارج عادت کی چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہ ہو چنانچہ خون کا نکلنا مِنَ السَّبِیلَیْنِ اولا بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یا نہیں اِلّٰی ما یَظْہَرُ بالبناء للمفعول اے مائیقعہ حکم التطہیر فلا نقض وضو ہو نکلنا نجاست کا اُس مقام تک بدن سے جو طاہر کیا جاتا ہو یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہو وضو یا غسل من ثم المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہو بدون سیلان کے یعنے جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو ہم محیط میں ہو کہ حد خروج کی انتقال ہو باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہو مگر بسبب سیلان کرنے کے موضع نجاست سے اسلیے خروج کی نسبت سیلان سے کی برخلاف اُسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر کہ وہ وضو کی ناقض ہو اگرچہ سائل نہو اسواسطے کہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہیں ہو وہاں تو نجاست آتی ہو اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظہور سے معلوم ہوا تو ظہور کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر ملا خسرو وفی غیرہا عین السبیلین کے سوائے میں خروج بعینہ سیلان ہو یعنی بہنا ہی نکلنا ہو ہم سیلان یعنی بہنے کی حد یہ ہو کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھلے ایسا بیان کیا ہو ابو یوسف رح نے اسواسطے کہ جبتک انحدار یعنی سر زخم سے ڈھلنا پایا نجاست مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے موازی اور سامنے ہو وہی اُسکا مکان اصلی ہو اور اسی تقریر سے معلوم ہوگیا کہ غیر سبیلین میں خروج عین سیلان ہو کذا فی الدر الحاصل سبیلین میں خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہو اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج ثابت نہوگا بدون سیلان کے دَلَوْ بالقوۃ لِمَا قالوا لو مسح الدم کلما خرج دلو ترکہ لسال نقض والّا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلیے کہ فقہون نے کہا ہو کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہی اور جو ایسا نہیں یعنی وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او دمل مخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا نارُے کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہو نہ غسل میں یہ مقرر ہو قولہ یلیقہ حکم التطہیر کا وکذا مع وعرق الاعرق مذ من الحمام فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اسلیے کہ نجس نہیں مگر دائم الخروج کا پسینا تو وضو کا ناقض ہو بنا بر اُس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتی میں اور ہمکو آمین گفتگو ہم حاصل کلام شارح یہ ہو کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح ودودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتھری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں چنانچہ زاہدی وغیرہ میں ہو مگر وضو کی ناقض ہو نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتھری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہو لیکن اُسکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہی چنانچہ درر میں مصرح ہو کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہیں نکلنا ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اُس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہو یعنی اُسکا ہی یلیقہ ترک انہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو سُنّۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہو فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر بدبو ہو ریح میں تو واجب ہو وضو ورنہ نہیں ہم مفضاۃ وہ عورت ہو جسکی دونوں راہیں ایک ہو گئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر دُوگرا نا اختلاج اور ناقض وضو نہیں نا نارُے کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہو یعنی عضو کا پھڑکنا ہو درحقیقت خروج ریح نہیں ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں اُٹھی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں ہو کہ ریح خود نجس ہو جسکے لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا نقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہو کہ اوپر سے نہیں آئی تو وہ بھی اختلاج ہو درحقیقت خروج نہیں تو ناقص وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قیّد بالریح لان خروج الدود

یعنی جسکے بدن سے خون یا پیپ بہتا ہو اور وہ نماز پڑھتا ہو اور خون یا پیپ اُسکے کپڑے پر لگا ہو تو اگر کپڑے کو ہلائے تو خون یا پیپ بہنے لگے تو ہلانا اُسکا ناقض وضو ہو

والحصاۃ منہا ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی ہم اسی طرح خانیہ مین مصرح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہی خلاف نقل کیا ہی اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی المنح ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہما وعدم السیلان فیہا علیہما وہو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنہ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہی اور سیلان یہی مدار ہی وضو توڑنے کا یعنی غیر سبیلین مین ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو معدہ سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت کی طہارت اُس شخص کے حق مین اسواسطے کہ فقہانے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اُسکو وہ لیے رہیگا تو نماز اُسکی فاسد نہوگی تو جلبی کا یہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت لینے ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصفر والخارج بنفسہ سیلان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ وجامع الفتاوی انہ الاشبہ وسماہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوے علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا داہنے اور پچھڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اُسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کے مانند ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح منقول ہی اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی اور اشبہ کا مطلب یہ ہی کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اُس قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہی درایت عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن جلبی کے حاشیۂ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ ثابت کیا ہی لیکن بقول علامۂ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ فی قیئہ ملاٰ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قی مُنہ بھر کے اسطرح پر کہ بہت تکلف سے مُنہ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ مُنہ بھر کے قی وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر اے صفرا او علق اے سوداوی مذکور ناقض ہی صفرا سے ہو یا سوداسے مرہ بکسر میم وتشدید راء عبارت ہی صفرا سے یعنے زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہی سوداسے ہم قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سُرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہی اگرچہ مُنہ بھر کے قی نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ خون بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہوجاتا ہی تو علق خون حقیقی نرا سودا ہوگیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الرأس فغیر ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قی ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہنچ گیا اگرچہ اُسمین نہ ٹھہرا فورا اگر پڑا ناقض ہی وضو کا م اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام اور پانی فورا اگر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہی اور سراج الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہی تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ ہوا الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الجلبی اور وہ قی مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قی کی ہو دودھ پی کر فورا یہی قول صحیح ہی بسبب

ملجا نے نجاست معدے کے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے یعنی کھانا اور پانی اور دودھ جو فوراً قی ہوگیا وہ ناپاک ہوگیا ہی پیٹ کی نجاست سے مختلط ہوکر وکو ہوئی المرئی فلا نقض اتفاقاً کقی حینئذ او دود کثیر لطہارتہ فی نفسہ اور کھانا یا پانی یا دودھ مری مین یعنی طعام اور شراب کے مجری مین تھا پیٹ تک نہین پہونچا اور قی ہوگیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہین جیسے کیچوے یا بہت سے کیڑون کی قی ناقض نہین بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات مین یعنی اور جسقدر کہ نجاست اُنپر ہی وہ قلیل ہی مُنھ بھر کے نہین کذا فی الطحطاوی کما رقم النائم فانہ طاہر مطلقاً بہ یفتی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہین بواسطے کہ وہ پاک ہی ہر طرح اسی کا فتوی ہی دہم رال مطلقاً پاک ہی خواہ سر سے اُترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہوا نہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہی ابو نصر کا المختار کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار ہی وہ قی کے مانند ہی اور جو سر سے اُترے وہ پاک ہی تجنیس مین ہی کہ رال پاک ہی کسی طرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف مارقم المیت فانہ نجس کقی عین خمر او بول دان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ بر خلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ وہ نجس ہی جیسے نفس شراب یا پیشاب کے قی اگرچہ وہ ناقض نہو قلت کی وجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل مین نہ پیٹ کی نجاست ملجانے سے برخلاف اوپر کے دونون کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہوجاتی ہین ذات اُنکی ناپاک نہین لا ینقضہ قی من بلغم علی المعتمد اصلا نہین ٹوٹتی وضو کو بلغم کی قی مطلقاً بنا بر قول معتمد کے ہم بلغم خواہ سر سے اُترا خواہ پیٹ سے چڑھا مُنھ بھر کے ہو یا کم مختلط بطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے مُنھ بھر ہوا ایسا ہو کہ اور مُنھ مین اور شارح کا قول علی المعتمد اُس بلغم کی طرف راجع ہی جو پیٹ سے چڑھا اسلیے کہ جو بلغم سر سے اُترا اُسمین اتفاق ہی علی الصحیح کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بالطعام فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہی تو ناقض وضو نہین اور اگر طعام غالب ہی تو ناقض ہی ہم بہتر یہ تھا کہ شارح طعام کی پری ذہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اُس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے مُنھ کو بھر دے لہذا صاحب بحر نے غلبۂ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت الفراد مین مُنھ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استووا فکل علی حدۃ اور اگر بلغم اور طعام دونون برابر ہین تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہی یعنی اگر طعام بقدر پری ذہن کے ہی تو ناقض ہی اور نہین تو ناقض نہین وینقضہ دم ملأ الفم غلب علی بزاق حکما للغالب اور وضو کو توڑتا ہی وہ پتلا خون پیٹ یا مُنھ کا جو غالب ہوگیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہی او سواہ احتیاطاً یا خون برابر ہی تھوک کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہی کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہ ہی کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والمجمع ولا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ خون وضو کو نہین توڑتا جو تھوک سے کم ہی والقیح کالدم اور پیپ خون کے مانند ہی وضو توڑنے کے حکم مین یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہی یا برابر ہی تو ناقض ہی اور اگر کم ہو تو ناقض نہین والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہی حکم مذکور مین یعنی غالب اور مساوی ناقض ہی اور مغلوب ناقض نہین وکذا ینقضہ علقۃ مصتت عضوا او امتلأت من الدم وشملہا القراد ان کان کبیرا لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہی وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے پر ہوگیا اور چیچری جونک کے برابر ہی وضو توڑنے مین بشرطیکہ بڑی چیچری سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہی جونک کے مانند کذا فی الخانیۃ والا لکن العلقۃ والقراد کذلک لا ینقض کجشن وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچری ایسی نہو کہ اُس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہین مچھر اور مکھی کے کاٹنے کے مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی کہ وضو نہین ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض مالم یجاوز الورم اور قہستانی مین ہی کہ خون ناقض نہین جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہم بحر الرائق مین شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہی کہ سر زخم ورم کر گیا پھر اُس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہوگا جب تک ورم سے تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہین تو تجاوز نہوا اُس موضع کی طرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہی طحطاوی نے کہا یہ حکم اُس صورت کو مخصوص ہی جہان دھونا ورم کو ضرر کرتا ہی اور اگر ضرر نہین کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا انتہے

قولہ تو اس صورت مین بتجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا کما لا یخفی ولو شدّ بالرباط ان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تراوٹ باہر کی طرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہر ہم فتح القدیر مین ہی اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہی کہ وہ زخم ایسا ہی کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قمیص زخم پر پھرے سو تر ہوجاے ناپاک نہین ہوتا جبتک ویسا نہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القئی ویجعل کقئ واحد لاتحاد السبب وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام لاسبابہا الا لمانع کما بسط فی الکافی (یعنی زخم بہتا نہو) اور متفرق قی کو جو مُنھ بھر کے نہین اُنکو جمع کیجیے اور ایک قی اُنکو ٹھہرائیے سبب کے متحد ہونے سے اور سبب قی کا متلی ہی محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قی آئی اور مجموع کرنے سے پری دہن کو پہونچی ہی تو وضو کی ناقض ہی محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہی اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُنکے اسباب کی طرف اصل ہی مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہی ہم مانع کی مثال چنانچہ سجدۂ تلاوت ہی جبکہ اسکا سبب مکرر ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہی اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہی سجدہ کا اور غیر اصح قول ہی ابو یوسف کا یعنے جمع متفرق کے واسطے اُنکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہی وکل مالیس بحدث اصلا بقرینۃ زیادۃ الباء الا القئ قلیل ودم لثرک لم یسل لیس بنجس عند الثانی اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی قی اور خون جو اُسکو چھوڑ دیے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف رح کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید بڑھانے لگائی بار جارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے ہم اسواسطے کہ بار جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہی علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہی وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلاً معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہی اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہی تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہ رہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیۂ مذکور صحیح ہی کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغماء اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی ودرین ہی کہ قی قلیل اسواسطے نجس نہین کہ اطلاے مدہ سے خارج ہوتی ہی اور وہ نجاست کا مکان نہین ہی اور قلیل خون غیر مسفوح ہی یعنی سائل نہین تو بعوے آیۂ کریمہ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا (یا خون بہتا ہوا) حرام نہو اتو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہی تو وہ مبنی ہی اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہی نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہی اگرچہ وہ حرام ہی وہو الصحیح رفقا بأصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قی اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہی زخمیون کی آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی اُنکے نزدیک قی قلیل اور خون قلیل ناپاک ہی وفی الجوہرۃ یُفتی بقول محمد رح لوالصاب مالکثیر اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہی کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے اگر سائل چیز مین قلیل قی یا خون ملگیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون ملگیا تو اُسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اُسکو پاک سمجھیے ونقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہی حکم شرع کی راہ سے ہم شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہو المختار فیہ ناقض وضو ہی جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی بیٹھکر رہتا ہی زائل کردے اسطرح پر کہ اُسکی مقعد زمین سے نجاست ہم صحیح قول یہ ہی کہ نوم ہی فقط ناقض نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہی اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج ریح سے خالی نہین اور جو ثابت ہی دعاۃ سے وہ متیقن کے مانند ہی وہو النوم علی ہیئۃ یزول معہا ادنی رکبتیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سونا ہی ایسا کہ دونون گھٹنے یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ لیٹے یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہی قوت ماسکہ کے زائل ہوجانے سے والا ای وان لم یزل مسکتہ لا ینقض وان تعمدہ فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر ویسی نیند نہین یعنے اُسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین

بنا بر قول مختار کے ھم علی المختار صلوۃ کیطرف راجع ہی اور غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہی کہ جب نماز مین عمداً سوویگا تو وضو نہ رہیگا کذا فی الطحطاوی
کالنوم قاعداً او لو مستنداً الی ما لو ازیل لسقط علی المذہب نوم غیر ناقض جیسے دونون سرین پر بیٹھکر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سوگیا ہو کہ اگر
اسکو ہٹا لیجیے تو سونے والا گر پڑے بنا بر درست مذہب کے ھم شارح نے نیند کی اُن اقسام کی اب تفصیل شروع کی جنسے وضو نہین ٹوٹتا ہدایہ مین سہارے
کی نیند مذکور کو نواقض مین شمار کیا ہی اور اسکے شارحون نے کہا کہ طحطاوی نے اسکو اختیار کیا ہی مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہی اور محیط مین ہی کہ اگر زمین پر
مستقر نہو تو ناقض ہی اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول صحیح ہی کذا فی الدر او ساجداً علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سونا سجدہ کرنے
مین سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سوگیا ہو وضو نہین جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ھم سجدہ مسنون کی صفت یہ ذکر پیٹ اونچا رکھے رانون
سے اور بازو علحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ اسطرح مین استمساک باقی ہی اور استطلاق منعدم ہی اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز مین
سجدۂ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی درر مین ہی اور اسی طرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین او متورکاً یا سرین پر سونا اسطرح کہ
دونون پانون ایک جانب کو پھیلائے اور دونون سرین زمین پر بجائے او محتبیاً او قارفۂ علی الرکبتیہ یا سونا اوکڑ بیٹھکر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چھاتی سے
ملجا وین کپڑا لپیٹ کر یا دونون ہاتھون سے تھام کر اور سر گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر نہو تو بطریق اولی ناقض نہین او شبہ المنکب یا سونا
اوندھے کے مانند اسطرح کہ دونون سرین رکھے ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اور ہو گیا اوندھے کے مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو ہی کذا فی الطحطاوی
او فی محل او سجح او اکاف یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر ھم طحطاوی نے علامہ سے نقل کیا کہ محمل مین کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہی خانیہ
مین ہی کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سو گیا وضو نہین ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہین ہو گئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سو گیا جسطرح کہ
کرتا ہی تو اسپر وضو نہین ابو یوسف رح کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام محمد کے نزدیک بھی او الدابۃ عجفاء یا فان حال البسوط لقضی والا لا اور جو سوار ہی اس
حال مین کہ جانور کی پیٹھ پر ہنہنا ہی تو اگر اتار پر ہی یعنے بلندی سے نشیب کو آتا ہی تو ناقض وضو ہی ورنہ ناقض نہین ھم اسلیے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے جھکتا ہی
تو سرین اٹھ جاتے ہین تو استمساک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے مین یہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعداً
یتامل فسقط ان البنتہ حین سقط فلا نقض یہ لفتی کنا عن یفہم اکثر ما قیل عندہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر پھر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض
وضو نہین اسی قول پر فتوی ہی جیسے وضو نہین ٹوٹتا اُس اونگھنے کا جو سمجھتا جاتا ہی اکثر اُن باتون کو جو اُسکے پاس ہو رہی ہین کذا فی الخانیہ ھم خانیہ
مین ہی کہ اگر چارزانو سویا کسی چیز پر بیٹھکر ٹیک کر شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ ناقض نہوگا انتہی مافی الخانیہ حاصل مقام یہ ہی کہ اگر استرخاء مفاصل نہین ہوا
اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہی چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہی ورنہ قائم نہین والبتہ
لا ینقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہین ھم عتہ بفتح اول وسکون ثانی آفت ہی موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر
ہو جاتا ہی مگر وہ کسی کو نہین مارتا ہی اور نہ گالی دیتا ہی ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین اور بیہقہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اُسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہی
اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہی گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً کنوم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جیسے انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند وضو کو نہین توڑتی ھم قنیہ مین مصرح ہی کہ ناقض وضو نہو نا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہی ولہذا صحیحین مین وارد ہی کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اُٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہی کہ میری آنکھین
سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا اور اسپر اعتراض نہین لگتا اُس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس مین حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل
مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہین آنکھ کا یہ کام ہی سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہی محدثین اور

فقہا کی کتابون مین علامہ ابوسعود نے کہا علاوہ یہ ہی کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہی تو اسوقت مین حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو کرنا متون کی تشریع کے واسطے تھا مگر بنمایہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنیٰ ہین کذا فی الطحطاوی وہل ینقض اغماؤہم وغشیہم ظاہر کلام البسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہی یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہی کہ ان ناقض ہی ہم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہی جس سے قوت ضعیف ہوجاتی ہی اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہی برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کردیتا ہی اور غشی یہ ہی کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہوجاے بسبب قلب ضعیف ہوجانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی مین ہی تو غشی نوم کے برابر ہی زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سے زائد ہی اسواسطے کہ نائر جگانے سے ہوشیار ہوجاتا ہی اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہی اُسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینقضہ اغماؤہ ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہی اغما اور اُسکی قسم سے ہی غشی یعنے اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنے دیوانگی ناقض وضو ہی جنون عبارت ہی زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہی باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہوجاتا ہی لہذا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغما صحیح ہی اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہی نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیہ تأمل ولو بالکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہی وہ نشا کہ مست اپنی چال مین اِدھر اُدھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو ہم نشا اور مستی عبارت ہی اُس سرور سے جو عقل پر غالب ہوجاے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کرسکتا مگر اُسکی عقل زائل نہین ہوجاتی اسی واسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہی یہی قول تحقیق ہی اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کردیتا ہی اور باوجود زوال عقل کے اُسکا مکلف ہونا بطریق جزا اور توبیخ کے ہی کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مارکے ہنسنا ناقض ہی بشرطیکہ آیندہ ہم قیاس اسکو چاہتا ہی کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہین اور یہی مذہب ہی شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہی جو چھ صحابیون سے مرفوع مروی ہی ازانجملہ ایک طریق یہ ہی جو عطر انی مین ابوالعالیہ ابوموسی اشعریؓ سے راوی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اُس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا پس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین لیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہو اسواے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور مرسل ابوالعالیہ کا صحیح ہی اور عجب ہی احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ اُنکا مذہب یہ ہی کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان اُنھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصراً وتمام البیان فیہ ہی ناسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہی جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہی جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہی کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا بطل ہی اور تبسم وہ ہنسی ہی جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اُسکا حکم یہ ہی کہ نہ وضو اُس سے جاتا ہی نہ نماز بالغ ولو امراۃ سہوا ایقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہی اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضو صبی ونائم بل صلا وتہا بہ یفتی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہی یصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہی قہقہہ اُس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہی خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہی یا نمازی کا حکم رکھتا ہی یا بانی کے مانند بانی وہ شخص ہی جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مارکے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضی خان بطہارۃ صغری ولو تیمما صلوۃ مستقلۃ نماز پڑھتا ہو اُس طہارات صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہی نہ درضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ہم طہارت صغری عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہی غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہو ہم اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا

تو ظاہر اوضو مستقل ہی کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الخانیۃ والفتح والنہر النقض معقوبۃ لہ وعلیہ الجمہور کما فی الذخائر الاشرفیۃ لیکن خانیہ اور فتح اور نہر الفائق مین وضو ضمنی کے نقض کو راجح کہا ہی ہنسنے والے کو سزا دینے کے واسطے ذخائر اشرفیہ مین کہا کہ جمہور اسی قول پر ہین کہ وضو نہین ہوتا صلوٰۃ کاملۃ بالغ مذکور پوری نماز پڑھتا ہووے ہم نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہی یا جو رکوع وسجود کے قائم مقام ہی چنانچہ اشارہ معذور کیا ہوا کا تو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت مین قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمداً فانہا تبطل الوضوء لا الصلوٰۃ خلافا لزفر کما حررہ فی الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کے وقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہی نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح درہبانیہ مین اسکو لکھا ہی ہم عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو تو اس سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے جزء اخیر مین قہقہہ پایا گیا ولو قہقہ الامۃ او احدث عمداً ثم قہقہ المولیٰ ثم ولو سہواً فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمداً حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہین ہوتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصداً سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہین بخلاف ما بعد کلامہ عمداً فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمداً کلام کرنے سے کہ اور قول صحیح مین ہم یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول مین مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام مین یہ ہی کہ کلام قاطع ہی نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہین ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو نہ رہا برخلاف قہقہہ امام یا عمداً حدث کے کہ اُسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان لو نسی الباقی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوٰۃ انتقض لابعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلون سے ایک یہ مسئلہ ہی کہ اگر بانی مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اُسنے قہقہہ مارا نماز مین شروع کرنے سے پہلے تو اُسکا وضو ٹوٹ گیا یعنے اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے کہ بانی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز مین داخل ہی اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہین ٹوٹا بسبب باطل ہوجانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ نسیان مسح سے طہارت نہوئی تو بے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا ہم یعنے اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزما دے کہ اُسکو علم اس مسئلہ کا ہی یا نہین تو یون پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہی کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ ہم جس سے پوچھا جاوے " بالعکس ہی کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المراہقین والراہقین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد اور ناقض وضو ہی کھلی مباشرت دونون شرمگاہون کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتون مین واقع ہو یا دو مردون مین استادگی کے ساتھ جانبین یعنی لگانے والا اور جسکے لگایا دونون کے وصولی ناقض ہی اگرچہ مباشرت مذکورہ مین مذی کی تراوت نہو بنا بر معتمد قول کے ہم یہ قول شیخین کا ہی اور محمد رح نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض نہین جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہی لیکن یہ تصحیح معتمد نہین اسلیے کہ تحفہ مین تصریح کی چنانچہ اُسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہی اور یہی قول اکثر فقہ مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر مین کہتا ہون فتاوی عالمگیری مین جو ینابیع سے محمد رح کے قول پر فتوی اور نصاب سے تصحیح اُسکی نقل کی ہی وہ بھی اقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہین قنیہ مین ہی کہ عورت کے وضو ٹوٹنے مین انتشار آلہ مرد معتبر نہین کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یسن بدہ ندباً نہین تو ترنا وضو کو نازہ کا چھونا لیکن مستحب ہی کہ ہاتھ دھو ڈالے ہم بسرہ بنت صفوان کی حدیث مین مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہی اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث مین جسکو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہی نقض وضو مذکور نہین ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح اور حسن ہی اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وامرأۃ واحرۃ ناقض وضو نہین عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا ہم شافعی رح کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہی بدلیل قولہ تعالی (اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ) ہماری دلیل یہ ہی

لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہؓ کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤن کا نماز کے اندر ثابت ہی اور صحیحین مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بٹانا عائشہ صدیقہؓ کے پاؤن کا نماز مین ثابت ہی لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لیکن وضو کر لینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہی تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق مین یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور مخالف سب نماز پڑھتے ہین تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے مذہب مین لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہی خواہ اس مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لاینقض کخروج من اذنہ ونحو بالکینہ وثدیہ وقیح ونحوہ کصدید ومدۃ وغیرہ لابوجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اُسکے چنانچہ اُسکی آنکھ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اُسکے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلنا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج بہ ای بوجع نقض لانہ دلیل الخرج اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہی ہم بحر الرائق مین کہا کہ پانی مین یہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم جیتا ہو کہ پیپ نکلا ہو اور درد کا نہونا یہی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین مائن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ اسطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہی تو صاحب بحر کا شبہ لائق التفات کے نہین رہا فقد تبع من بعینہ زین الشراح وغیرہ ناقض فان استقر صار ذا عذر یجتنبہ والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہووہ ناقض ہی تو آنسو اُس شخص کا جسکی آنکھ اُٹھنے آئی اور دُکھتی ہی یا ایسی چوندھی اور چیپڑی ہی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہی ناقض وضو ہی اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہی مجتبے مین اور لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنے اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ہم فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہو اُسکو ہر وقت نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہ استحباب کا امر ہو صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینۂ مرض اسیطرح فتح القدیر مین ہی اور مجتبی مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشی احلیلہ بقطنۃ وابتل الطرف الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لرأس الاحلیل وان متسفلۃ عنہ لاینقض جیسے ناقض وضو ہی اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھردی ہو اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے نیچی ہی اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہی مقعد اور فرج داخل کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہی تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہی ہم منیۃ المصلی مین ہی کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہی اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لاینقض اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنے گر پڑی تو اگر تر ہی تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یلوثہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اُسکا باطل ہو گیا ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہی اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

کرنے مین اُنگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی لیکن مضمون نے لف ونشر کا دھیان نہین کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ اُنگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہ ہے کہ اُنگلی غائب کرنے سے وضو باطل ہوتا ہے نہ صوم اور ادخال حالت انتجا سے صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شے کے اعلیٰ کو اور قوم کے شریف کو تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو مآتن سے فوت ہوئے یا مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہے اور کاہے تضاعیف کلام مین مناسب مقام لیستجیب للرجل ان یکتفی ان رایہ الشیطان ویجب ان کان لاینقطع الابہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہے اطیل مین روئی وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسے سے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر عذر منقطع نہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے تاکہ نماز حتے المقدور طہارت سے حاصل ہو مصنف طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پھر اُسنے اپنے ذکر پر مَنی اور تراوت دیکھی اور اُسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہے تو وہ وضو کا عادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور اُسکو نجاست کا یقین نہین ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اُسکا دھیان نہ کرے جبتک اُسکے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو مبتلا ہو ایسے وسواس کا اُسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اُسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ باسورہ التی خرج دمہ ان ادخلہ بیدہ ینقض وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اُسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اُسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج لبعض الدود فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہین من لہ ذکرہ کالسان فالذی لایخرج سنۃ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہے یعنے اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شے سائل نہوگی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الآخر کالجرح جو خنثی کہ مشکل نہین اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو ٹوٹیگا دونون فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اُسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی والمشکل ینقض وضوءہ کلہ اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح ہم خنثی مشکل اُسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل زبلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوۃ نعم ولغیرہا لا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہین ہوگا مثلاً نماز کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالی (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ) اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اُسکی آیت مین اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا الشک فی بعض وضوءہ اعاد وان شک فیہ لو فی خلال الظن یکون الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا اُسکو پھر کرے اگر اثناء وضو کرنے مین شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اُسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنے اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اُسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صور مین اعادہ نکرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو علم انہ لم یغسل عضواً وشک فی تعیینہ غسل بلا ادری لانہ اخر الفعل اور اگر اُسکو بالیقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہین دھویا اور شک پڑا اُسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہے یا پانون تو

بامین پانون کو دھوے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہی وضوٗ مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دھونے کا یقین ہو صورت مذکورہ مین تو ظاہر اوسکے قابل عضو کا اعتبار ہوگا وہکذا کما فی الطحطاوی ولو الیقین بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کے چکنے کا یقین ہو اور وضوٗ کے ٹوٹنے مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہی اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے یعنی پہلی صورت مین طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز اور شک ضعیف قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنا وشک فی السابق فمتطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہو اور سابق مین شک پڑے یعنی یہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعًا باطہارت ہی اسواسطے کہ غالبًا طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وشملہ المتیمم اور متوضی کے حکم مین تیمم کرنے والا ہی یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہی اور بے وضوٗ ہونے مین شک واقع ہوا ہی یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی یقین پر عمل کرے اور وجود دونون کا یقین ہو اور تقدم اور تاخر مین شک ہو تو شخص باتیمم ہی ولو شک فی نجاسۃ ثیاب او ثوب او طلاق اعتق لم یتبر وتمامہ فی الاشباہ اور جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کو آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو اس شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا بیان اشباہ ونظائر مین ہی الیقین لا یزول بالشک کے قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہی کہ خون اور پیپ اور زرد آب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہین بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضوٗ نہین چنانچہ قلیل قیح نہین وہ طاہر ہی مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے اصحاب القروح کے کہ بہت بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتوی ہی ینابیع مین ہی کہ تیل جلیل مین پھر وہ نکل آیا وضوٗ نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین محیط مین ہی کہ وضوٗ کیا پھر ذکر سے رطوبت سائل دیکھی تو پھر وضوٗ کرے اور اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہی تو استحباب کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق چیز دماغ تک پہونچی ناک کے سڑکنے سے یا اسکے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضوٗ نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی پچھنا یا ہاتھ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سر سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبداللہ اسکو سائل جانا کہ ناقض وضوٗ کی طرف مائل ہی جسنے روٹی یا پھل کھایا اور اسمین خون کا اثر دیکھا اسوڑھ وان سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضوٗ ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے سے نہ پایا تو وضوٗ قائم ہی الکل من العینی شرح الہدایۃ وفرض الغسل اراد بہ مایعم المعنی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی بدن کا دھونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہی چنانچہ وضو مین گذر گیا مر یعنی فرض سے یہان وہ معنی مراد ہی جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونون کو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکے فوت ہوجانے سے جواز فوت ہوجاے وجہ ارادہ یہ ہی کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی اُن دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہی چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنے عدم فرضیتہا فیہ والا فہما شطران فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منھ اور ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی یہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد نکیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین غسل کل فمہ غسل مین فرض ہی سارے منھ کے اندر دھونا مراد شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہی اور مراد کل فم اور کل الانف کے دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہی وکیفی الشرب عبا لان الخ لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منھ بھر کے کفایت کرتا ہی

اسواسطے کہ فرضیت مضمضہ مین کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین صحیح تر قول مین یہ ہے کہ جب منھ بھر کے پانی پیا سانس منھ اندر ہو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگر چوس کر پانی پیا فرض ادا نہ ہوا چنانچہ بحر الرائق مین ہے اسلیے کہ چوسنے مین سارے منھ کے اندر پانی نہین پہونچتا ہے چند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین قول اصح مین لیکن احوط ہے کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی عن النہر الفائق ماتحت الذقن اور تمام ناک کا دھونا فرض ہے یہانتک کہ ناک کی خشک پپڑی کے نیچے بھی پانی پہونچانا ضرور ہے ہم بحر الرائق مین ہے کہ دن یا بس لینے خشک میل ناک مین جیلائی روٹی اور خمیر کے مانند تمام انفصال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی و باقی بدنہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہے ہم بدن ظاہر اور باطن سب کو شامل ہے چنانچہ داخل عین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکھ کے اندر کا دھونا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ آنکھ چربی کی ہے پانی کی تحمل نہین اور جو بعضے اصحاب مثل ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے اندر آنکھ کے دھویا کرتے تھے انکی بصارت زائل ہو گئی تھی ولہذا آنکھ کا دھونا نجاہیے اگرچہ اسکے اندر ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی المنح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالرأس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا لیکن کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہے کہ بدن لغت عرب مین مونڈھے سے ہے سر تک اور بیشک یہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتھ اور پاؤن بدن سے خارج ہین لغت کی راہ سے داخل کی کوٹھی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین ہم خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن سے مافیہ الاطراف مراد ہے لانہ یتمم فیکون مستعبا لا شرطا خلافا لمالک غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کل کرنے والا ہے دھونے کا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ مکمل اور متمم شی کا اُس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہے برخلاف امام مالک رح کے ہم امام مالک رح اور ابو یوسف رح کی ایک روایت مین ملنا غسل مین فرض ہے دلک عبارت ہے اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر بہو گیا بدون ہاتھ لگانے کے تو فرض ادا ہو گیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا ویجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب وحاجب وشعر رأس ولو متلبدا ما فی ظاہرہ وامن المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دھونا ایکبار ہر اُس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہے چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھون اور ڈاڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوند سے باہم چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ مین مبالغہ نکلتا ہے ہم یعنی حق تعالی نے فرمایا وان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا جہانتک ہو سکے بلا حرج اسکو دھوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہے اور ایک وجہ سے خارج بدن ہے باعتبار جس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھوٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اُسکے منھ مین تو وضو مین فرض نہین داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہے اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہے موضع سے جو خروج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منھ کے مانند ہے کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دھونا اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہے اور اندر کا دھونا ساقط ہے ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسی کا فتوی ہے یعنی غسل مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیہ حرج کعین ومن الحمل بکسر واجب نہین غسل مین دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہے چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ اسمین ناپاک سرمہ لگا یا ہو ولقب المضمضۃ دہ داخل قلقۃ اور بند سوراخ اور دہ داخل حلقہ کا دھونا واجب نہین ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہو گیا وہان پانی پہونچانا واجب نہین حرج کی جہت سے قلقہ بضم قاف وسکون لام وہ کھال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلقہ کے اندر کا دھونا مستحب ہے یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہے تو اشکال ساقط ہو گیا یعنی جب حرج کو علت

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل مین دھونا واجب نہین باوجود صیغۂ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو داخل بدن کا حکم دیا تو اُسمین پیشاب کے قطرے آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے نہ اسواسطے کہ یہ طاہر بدن نہین ہے وَفِی السَّعُودِیِّ اِنِ اَمْکَنَ رَفْعُ الْعَلْقَۃِ بِلَا مَشَقَّۃٍ یَجِبُ وَالَّا لَا اور مسعودی مین ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا واجب ہے ورنہ واجب نہین ہم اسی قول کو شرنبلالی سے نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہے تو جہان حرج نہین وہان دھونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بِلَّ اصل ضَفِیرَتِہَا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہین جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے بال ہین ہم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اُسکو کھولا کرون فرمایا نہین تجکو تو تین بار دونون ہاتھون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہانا اور پاک ہونا اور ابو داؤد مین تو بان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھولڈالے اور بالون کو دھوے یہانتک کہ بالون کی جڑتک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرر نہین اُسکو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر اَمَّا الْمَنْقُوضُ فَفَرْضُ

غسل کُلِّہٖ اتفاقاً اور عورت کو سقوط بالبال کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا وَلَمْ یَتَسَلْ اَصْلُہَا یَجِبُ بِمُقْتَضَاہُ مطلقاً ہو یصح اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اُسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ بالون کا پچھڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذا فی الطحطاوی وَلَوْضَرَّ مَا غسل را سہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھوے پاک ہو جاویگی وقیل تَمْسَحُ اور بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو وَلَا تَمْنَعُ زَوْجَہَا یَجِبُ فِی التَّیَمُّمِ اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل مین ہم یعنے اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اُسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لَا یَکْفِی بِلَّ ضَفِیرَتَہٗ فَیَنْقُضُہَا وُجُوبًا وَلَوْ عُلُوِیًّا اور ترکیتًا لَا کَانَ حَلْقَہٗ کفایت نہین کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اُسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا وَلَا مَنْعَ الطَّہَارَۃِ وَنَحْوُہَا ذَرَّ بَابٌ وَبُرْغُوثٌ لَمْ یَصِلِ الْمَاءُ تَحْتَہٗ اور طہارت کا مانع نہین مکھی اور مچھر کا وہ گوہ جسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اسے بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی وَحِنَّاءٌ وَلَوْ جِرْمَہٗ یَبْقَی اور نہ منہدی طہارت کی مانع ہے اگرچہ منہدی کا جرم لگا ہوا سی کا فتوی ہے لیکن اگر منہدی کا جرم ہوگا تو اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہوگی وَلِمَا فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ مین کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اُسپر واجب ہے اُسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی وَوَرَنٍ وَوَسَخٍ عُطِفَ تَفْسِیرٌ وَکَذَا وَہِنٌ وَدَسُومَۃٌ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی ورن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وَتُرَابٍ وَطِینٍ وَلَوْ فِی ظُفُرٍ مُطْلَقًا ای قَرْوِیًّا اَوْ مَدَنِیًّا الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح ہمین اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نخوۂ عجین کے برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کے وہ طہارت کا مانع ہے

سادات الفتوی وہ کہلاتے ہین جو حضرت علی رضی کی اولاد ہین سوائے حضرت فاطمہ رضی کے

عدم نفوذ کی وجہ سے مم گوندھے آٹے کے مانند وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ چبلائی ہوئی روٹی اور میل کی پپڑی ناک مین اور کھال مچھلی کی کذا فی البحر وللمنع ما علی ظفر صبّاغ اور مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر جمگئی ضرورت کی وجہ سے اور بعضون کے نزدیک مانع ہی ضمرات مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہی کذا فی الخ مم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہی بدون جرم کے تو ظاہر مفتی کے انہند مانع طہارت نہین اور اگر جرم ہی جسکو دھڑی کہتے ہین تو ظاہر عجمین کے مانند مانع طہارت ہی واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ ادنی سنۃ الجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہوالاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کھانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہی یا پوپلے دانت کے اندر گھس جاتا ہی اسی قول کا فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہی تو طہارت کا مانع ہی یہی قول صحیح تر ہی مم رسم مفتی مین مذکور ہوگیا کہ فتوی مقدم ہی اصح وغیرہ سے طعام ما بین الاسنان اسواسطے مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہی ہر جگہ غالبا سرایت کر جاتا ہی ایسا مذکور ہی تجنیس مین بحر الرائق مین فقیہ ابو اللیث اور فتاوے فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہ ہی کہ اسکو نکال کے پانی اوپر بہادے کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کقرط اور اگر غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہی کہ اسکو نکالڈالے یا ہلادے جیسے کان کی بالی کا نکالنا یا گھمانا واجب ہی یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گھمانا چاہیے کہ وہان پانی پہونچ جانے کا گمان حاصل ہو ولو لم یکن ثقب اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزاہ اور اگر اسکے کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پہونچ گیا سوراخ مین کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہی کسرۃ ما دخل وخلہا الماء جیسے ناف اور کان مین پانی داخل ہوگیا اوپر سائل ہونے سے تو کفایت کرتا ہی یعنے انگلی وغیرہ داخل کرنا ضرر نہین والا یدخل اصبعہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ المعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول اور اگر سوراخ مین پانی لگیا تو قصدا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور مانند اسکے سینک وغیرہ سے پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نکرے اور پانی پہونچنے مین اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہی یعنے جب اپنی انگلی مین آگیا کہ پانی وہان پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ تکلف اور وسواس نکرے فروع مسائل لمحقہ شارح کے نسی المصنف فی جزء من بدنہ فصلے ثم تذکر فلو قلیلا لم یعد لعدم صحۃ شروعہ نہانے والا کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اسنے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اسکا اعادہ نکرے شروع نماز کے صحیح نہونے سے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اسپر لازم نہوئی تو اسکا اعادہ بھی لازم نہوگا غایۃ غسل وثم رجالہ لا یعد وان زاد وہ مرد پر غسل کرنا واجب ہی اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھین مم یہ اس صورت مین ہی کہ پردہ وہان نہین ہوسکتا اور نماز کے فوت ہوجانے کا ڈر ہی اور جو عمدا اسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانے والا معذور ہی والمرأۃ بین رجال اور جال ونسا رتو خنثی لا بین نسا ر فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کرے اور تاخیر نکرے فقط عورتون مین مم اسواسطے کہ نظر کرنا جنس کا بجنس کی طرف خفیف تر ہی برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونسا ر فقط کما بسطابن الشحنۃ اور اختلاف ہی اُس مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان عورتون کے واقع ہی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشروحا بیان کیا ہی مم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہی کہ یہ مسئلہ مذہب مین منصوص ہی اور اسمین اختلاف واقع ہی حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہی کہ مین اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہین ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہی کہ مرد عورتون مین یا مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ویمنعہ لما ان تیمم وتصلی بعجزہ ثم حدث عن الماء اور عورت کو چاہیے کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردون مین شرمگاہ کے استعمال سے عاجز ہی واما الاستنجاء فیترک مطلقا والفرق لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاے خواہ مرد یا عورت مردون یا عورتون مین یا دونون مین ہو اور فرق غسل اور استنجا مین چھپا نہین مم وجہ فرق یہ ہی

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہو اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین منیہ اور اُسکی شرح مین ہو کہ کشف عورت کرے کسی کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہو اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہو اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا واجب ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنتہ لسنن الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضوء کی سنتون کے مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سوائے ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضوء کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضوء کے مستحبات کے مانند ہین سوائے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہو ھم منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان مین بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضوء کے مکروہات کے مانند ہین یعنے منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وقالوا لو ملک فی مار جار اوحوض کبیر وطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینھ مین بقدر مدت وضوء وغسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اُسے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اُسکے لائق ہو کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البدارۃ بغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ بأس اتباعا للحدیث اور سنت ہو غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وجنبت بدنہ انکان علیہ جنبت لیلا بالتشبیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اُسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم توضا الملقۃ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر فرقہ میکیہ ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اُسکا فرد کامل مراد ہوتا ہو تو یہان پورا وضوء مراد ٹھہرا تو دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہی پانی جمع ہونے کے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد ہو کہ مستعمل پانی پاک ہو ھم جب وضوء کامل مراد ہوا تو اسمین اشارہ ہو کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہو اور یہ بھی اشارہ ہو کہ جمیع سنن اور مستحبات وضوء کے بجالاوے ایسا کہا ہو صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشایخ کا قول ہو اور یہی صحیح تر ہو مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقا اور بعضون نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہی مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد الفصال عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہو کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی ھم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حدث متجزی ہی یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہی کہ حدث متجزی نہین یعنے بعضے اعضا مغسول پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہو عدم تجزی حدیث پر فتح القدیر مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہی وہ مستعمل نہین ہی اسواسطے کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کے مانند ہی یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہی انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی قولہا تاخیر الوقت مین جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہین ہی تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ھم اگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہی نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہی اور اُسکو مجتبے مین اصح کہا ہی وہ محمول ہی ما استعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشایخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت مستعمل کی معتمد فی المذہب ہی کذا فی المنح ملتقطا الا اذا کان بدنہ نجسا مگر جبکہ اُسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمین کو دوسری بار دھوڈالے ازالۃ الحدث کے واسطے نہ ازالۃ النجاست کے واسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلین بتاخیر غسلہا انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہین فقط اسی واسطے تاخیر کرو

مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور اختتام وضو کے اعضاء پر کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولا ثم اغتسل لا یأتی بہ ثانیا لانہ لا یستحب وضوء ان للغسل الفاقا اور فقہانے کہا ہی کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کے واسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین تالو توضأ بعد الغسل واختلف المجلس علی مذہبینا او فصل مینہما الصلوٰۃ کقول الشافعیۃ فمستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیون کے مذہب پر یا دونون وضوؤن مین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قول کے مانند تو یہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہی ہم یہ بحث ہی صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ وضوء بر وضوء نور علی نور ہی اگرچہ مجلس نہ بدلی ہو اور جو وضو کہ اسراف مین داخل ہی وہ تیسری بار وضو کرنا ہی چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو کے مسائل مین مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلثا مستوعبا مبتدئا من الماء المتوضأ فی الشرع علی وضوء والغسل وہو ثانیۃ ارطال پھر وضو کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضاء پر پانی پہونچا کر اسقدر پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور معین ہی شرع مین وضو اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہی ہم غسل کے واسطے ایک صاع پانی معین ہی اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور ہر دو رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہی جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہی اسواسطے کہ فقہانے صاع کا اندازہ کیا ہی کہ اسمین ۵۴۰۱ درم بھر مونگ یا مسور سادے کذا فی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ مین مذکور ہو چکا کہ لکھنؤ کے حساب سے مدتخمیناً تین پاؤ کا ہوتا ہی اور صاع تین سیر پختہ کا صحیحین اور نسائی مین امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ ہم جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجھکو کفایت کرتا ہی ایک مرد نے کہا کہ مجکو اسقدر کافی نہین تو جابر نے کہا اُس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجھسے زیادہ تر تھے اور وہ تجھسے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی التبیین وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہی ہم شارح نے بصیغۂ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور شرنبلالی نے اپنے متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہی بحر الرائق مین کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرلے صاع سے کم پانی مین تو کافی ہی اور اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیون کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہی بدائع مین اور نووی شافعی نے عدم لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مستثنی وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر مین ہی کہ جاری پانی مین اسراف نہین ہی اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہی اور ہمنے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہی قہستانی سے نقل کرکے ہم یہ قول ضعیف ہی چنانچہ اسکی تضعیف مسائل وضو مین مشرح مذکور ہو چکی یا دیا منکبہ الایمن ثم الایسر ثم برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یبدأ بالرأس وقیل یبدأ بالاعلی وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح القدوری غسل مین پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے بعد بائین مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہی اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہی بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہی لہذا در کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہی یعنے در مین جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہی سو وہ ضعیف قول ہی ہم ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہی جو امام محمد کی کتب خمسہ مین مروی ہی یعنے مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات اور سیر اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بھی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے صحاح ستہ مین مروی ہی کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے پھر آپ نے دونون ہاتھ ڈالے برتن مین پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایان ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو پھر تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اُس مقام سے علیحدہ ہوئے پھر دونون پانون پانون دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اقول یسیر الوصول الی الجامع الاصول

مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور اُنسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب تین بار پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پاؤن دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ سے یہ ہی کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے باین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پاؤن پر اور یہی مذکور ہدایہ مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم **وصح نقل بأنه عضو بالی عضو اخر فیه** بشرط الانقاطر اور غسل مین صحیح ہی ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر بجانا بشرط ٹپکنے کے یعنی نقل مین یہ شرط ہی کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو نہ پچیرنا مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ انقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہی **لانی الوضوء ولما قرن البدن کله بعضو واحد** یعنی نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہوگیا ہی کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی یعنی برخلاف وضو کے کہ اُسمین چار عضو جدا جدا ہین **وفرض الغسل عند خروج منی من العضو** اور غسل فرض کیا گیا ہی نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے **والا فلا یفرض اتفاقا لانه فی حکم الباطن** اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل فرض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہی یعنے شرع مین اُسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت ہوتی ہی دو سبب سے ایک **بنفصل** ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ **بنفصل عن مقره** ہو صلب الرجل **وترائب المراة** وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہی اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان **ومنیه** اَبیض اور مرد کی منی سفید ہی یعنی اوگاڑھی جسکے نکلنے سے اکثر سست ہو جاتا ہی **ومنیتها** اصفر اور عورت کی منی زرد ہی یعنی اور پتلی فلو تنسلت فخرج منها منی ان کان منیتها اعادت الغسل الصلوٰة والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہی یعنے زرد اور رقیق ہی تو غسل کا اعادہ کرے نہ اس نماز کا جو غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل کرے ہم اعادہ غسل کا امام محمد رح کے قول پر ہی کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی **بشهوة** اے لذة ولو حكما **فيجب** غسل فرض ہوتا ہی اُس منی سے جو شہوت یعنے لذت کے ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہی اور ترین ہی کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الا الدفق بالمثل **منی المراة لان الدفق فیه غیر ظاهر** اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو معنی اُچھلنے اور کودنے کے ہی ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہی لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین ولو الجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنے کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُترآتی ہی طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف اندفع ہو جاتی ہی واما استناده الیه ایضا فی قوله تعالے **خلق من ماء دافق** الایة **فیحتمل التغلیب** اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ خلق من ماء دافق الخ سو اُسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہی ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہی شارح نے اسکا جواب دیا

کہ یہان تغلیب کا احتمال ہی یعنی مردکی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت قوی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی ہی اور حلبی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہی کہ دفق سے مراد اترنا ہی منی کا اپنے مکان سے اور نزول بلاشک دونون کی منی مین ثابت ہی فافہم مستدل بہا کا لقہستانی تبعاً لاخی چلپے غیر مصیب تامل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانے والا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا انی چلپی کی پیروی کرکے یہ بات پر نہین اسکو غور کرلے ہم اسواسطے کہ جب دلیل مین داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ سے شاید یہ ہی کہ استدلال ہونا ہمارا مر ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہی ولانہ لکن بشرط عندہما خلافا ثانی ولذا قال وان لم یخرج من راس الذکر بہا اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ مذکور نہ کیا کہ دفق امام رح اور محمد رح کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف رح کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوئے شہوت شرط ہی گو احلیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ رہی ہو مم دریافت کرنا چاہیے کہ دفق مصدر ہی متعدی اور گاہے لازم بھی آتا ہی کذا فی المنح تو متعدی یعنی دفع بشدت ہی اور یا یعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کے وقت دفق شرط نہین اور دفق لازم یعنی دفوق یعنے خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رح سبکے نزدیک شرط ہی یعنی غسل واجب ہوگا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہی نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی وشرطہ ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رح نے شرط کہا ہم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے ذکر کو دبایا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہی نہ ابو یوسف رح کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اسنے ذکر کو دبایا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہی نہ ابو یوسف رح کے نزدیک وبقولہ الفقیہ فی ضعیف خاف ربیۃ او استحیی کما فی المستصفی اور ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی اس مہمان کے حق مین کہ ڈر تہمت اور بدگمانی سے یا شرما یا چنانچہ مستصفی مین ہی مہمان کو احتلام ہوا اور اسنے سر ذکر کو دبایا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہ نہ پڑے تو موجب فتوے غسل اسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوائے مین طرفین کے قول پر فتوی ہی چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے مصرح ہی وفی التتارخانیۃ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف ناخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولا سیما فی التتار وبالسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف رح کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہی مین کہتا ہون خصوصاً موسم سرما اور سفر مین ہم یعنے ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہی گذشتہ نمازون مین اور آیندہ مین اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہی کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی گذشتہ نمازون مین جو بدگمانی کے خوف سے پڑھین اور طرفین کے قول پر فتوی ہی صلوات مستقبلہ مین کیونکہ انمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قول کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منی بعد البول وذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محمد ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہی کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اسکا ذکر اسٹادہ ہی تو غسل کرنا اسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہی جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہی فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ہم کتب فقہ مین مصرح ہی کہ بول یا نوم یا مسی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہی صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہی کہ حالت استادگی مین خروج

وانفصال سب دونوں پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وعند ابی یوسف حشفۃ ہی ما فوق ختان ادمی احتراز عن الحبنی یعنی اذا لم ینزل و اذا لم یظہر لما فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہی آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت اگر تناسل مین حشفہ اسکا نام ہی جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہی جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہی جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا ہو جیسکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو عورت پر غسل نہین ہم جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہی خواب مین آتا ہی بارہا اور مجکو وہ لذت حاصل ہوتی ہی جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہی تو اسپر غسل نہین بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہی گویا وہ احتلام ہی اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہ ہوا سواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہی کذا فی البحر اور ایلاج قدر ما ین مقطوعہ ما یا قدر داخل کرنے بقدر حشفہ کے اُس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہی ولو لم یبق منہ قدر ما قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ھم یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے متعلق رکھتے ہین چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اس صورت مین باقی نرہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہی کہ اسکے ساتھ کچھ حکم متعلق نرہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی ادمی حی بجائع مثلہ یحتمل محترزہ غسل فرض ہوتا ہی حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہی اُس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہوسکتا ہی اور قید مثلہ مین سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ فرشکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ھم اور بجز وغائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہین از انجملہ ابو ہریرہؓ کی حدیث ہی صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین اور چھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی روایت مین انزال زیادہ ہی اگرچہ اسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہی کہ انما الماء من الماء احتلام پر محمول ہی چنانچہ جامع ترمذی مین عبد اللہ بن عباسؓ سے بتصریح مروی ہی کذا فی العینی علیہا ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر غسل فرض ہی یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون مین سے ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہی دون الماہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہین ماہق پر لیکن وہ نماز پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہا ڈالے ھم ماہق وہ صغیر ہی کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہی ویقوم بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اسکو عادت ہو جیسے نماز کا اسکو امر کیا جاتا ہی ھم دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہی صغیر پر نہین لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیتہ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہی بالاجماع اگرچہ اُسے منی نہین نکلی ھم عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ یہی مذہب ہی ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہی یعنی لو فی دبر غیرہ او فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر مین حشفہ داخل کرنے سے اسوقت غسل فرض ہوتا ہی کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر مین حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہی بدون انزال کے ھم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہی مگر بانزال اسواسطے کہ وہ اولی ہی صغیرہ اور بہیمہ سے تصور لذت مین ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاجہ فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ وسبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اُسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اُس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہی اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اُس قبل اور دبر مین ہی جو بلاشبہ محقق اور ثابت ہین ھم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنے سے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہی خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

مشکوک الوجود ہو اور مصنف کا کلام متحقق الوجود مین ہو اسکے فاعل ہونے مین غسل اسواسطے واجب نہین کہ شاید وہ عورت ہو اور اُسکا ذکر عضو زائد ہو تو اُسکا داخل کرنا بمنزلۂ انگلی داخل کرنے کے ہوا اور اسی طرح دوسرے خنثیٰ کی فرج مین اگر اُسنے داخل کیا تو غسل دونون پر نہین کہ شاید دونون مرد ہون اور دونون فرجین زائد ہون اور خنثیٰ مشکل کے مفعول ہونے مین غسل نہین کہ شاید وہ مرد ہو اور اُسکی فرج بمنزلۂ زخم کے ہو اور فرج کی تقیید سے معلوم ہو گیا کہ خنثیٰ مشکل کی دبر مین اگر ذکر داخل کیا ہو گا تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہو گا اور سبیلین سے مراد ذکر اور فرج ہی اسواسطے کہ دبر خنثیٰ مشکل کی ثابت الوجود ہی بلا شک تو اگر شارح یون کہتا لان الکلام فی حشفۃ و فرج محققین تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وعند رویۃ ستیقظ خرج رؤیۃ السکران والمغمیٰ علیہ المذی میتاً او مذیاً وان لم یتذکر الاحتلام وغسل فرض ہی نزدیک دیکھنے ستیقظ یعنے سوکر جاگنے والے کے منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اُسکو یاد نہو شارح نے لہا ستیقظ کی قید سے متوالے اور غشی والے کی مذی کا دیکھنا نکل گیا یعنے اگر بعد ہوشیار ہونے کے متوالا یا صاحب غشی مذی دیکھیگا تو دونون پر غسل نہین برخلاف ستیقظ کے وجہ فرق یہ ہی کہ نیند مظنہ ہی احتلام کا راحت پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہو گا احتیاط کی راہ سے کہ شاید ہوا کی گرمی یا غذا کے سبب سے منی پتلی ہو گئی اور متوالے اور صاحب غشی مین یہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین مذی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مست بیہوش بعد افاقہ منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہو گا معلوم کرنا چاہیے کہ ستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہی اسواسطے کہ یا اُسکو یقین ہی کہ وہ منی یا مذی یا ودی ہی یا اسکو شک ہی منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین یا ان چھ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھ احتلام یاد ہی یا نہین تو غسل واجب ہی بالاتفاق جب منی کا یقین ہوا احتلام یاد ہو یا نہو یا مذی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک ہی منی یا مذی یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہی ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہی اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو یا نہو یا شک ہی مذی یا ودی مین اور احتلال مین یقین ہی مذی کا اور احتلام یاد نہین اور مصنف نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیے کہ جمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصر مذی سفید پتلا پانی ہی جو حالت انتشار مین عورت کی بلا شہوت کے ساتھ نکلتا ہی اور ودی گاڑھا پانی سفید ہی جو پیشاب کے بعد اور غسل جماعی کے بعد خارج ہوتا ہی احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین خواب جماعی کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہی الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشراً قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقاً مگر جبکہ ستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہی بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اسکو شک ہو کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہی یا اسکا ذکر استادہ تھا سونے سے پہلے تو اسپر غسل نہین باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے ہم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہ اسی تارگی کے آثار سے ہو گی تو اسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اسکو منی ہونے کا گمان غالب ہو گا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اُسکا ذکر ساکن یعنی استادہ نہو گا تو اس رطوبت کو منی قرار دیونگے اور اُسکو غسل کرنا لازم ہو گا شمس الائمہ حلوانی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکھنا ضرور ہوا کذا فی الخانیۃ کالودی بعد ودی کے دیکھنے مین غسل نہین باتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لکن نے الجواہر الاذانام مضطجعاً او یتیقن انہ منی او تذکر حلماً فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیۂ اشباہ و نظائر مین یہ ہی کہ اعتبار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اُسکو منی ہونے کا یقین ہو گیا یا اُسکو احتلام یاد پڑا اور بحالانکہ اُسکو منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہی کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون مین اُسپر غسل واجب ہی اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین لا یفرض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علی راس الذکر بللاً احیاناً غسل فرض نہین باتفاق اگر احتلام یاد ہی اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خوب یاد ہو اور حالانکہ اُسنے سر ذکر پر رطوبت کو نہین دیکھا م اتفاق سے مراد یہان شیخین اور محمد رح کا اتفاق ہی اور خلاف نہین مگر عورت مین کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو

ف ۴ بیان کلام مصنف
ف ۵ بیان فرج محققین
ف ۶ بیان فرج خنثیٰ مشکل
ف ۷ بیان مذی
ف ۸ بیان ستیقظ
ف ۹ بیان مذی
ف ۱۰ بیان ودی
ف ۱۱ بیان احتلام
ف ۱۲ بیان شک
ف ۱۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۲۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۳۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۴۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۵۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۶۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۷۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۸۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۰ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۱ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۲ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۳ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۴ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۵ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۶ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۷ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۸ بیان صورتون مین غسل
ف ۹۹ بیان صورتون مین غسل
ف ۱۰۰ بیان صورتون مین غسل

نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل الرجل علی الذہب اور اسی طرح عورت کا حکم ہی مرد کے مانند بنا بر معتمد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہی سب کے نزدیک اور وہ جو محمد رح سے روایت ہی عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہم اُس روایت کو نہیں لیتے ہین انتہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہی جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ام سلیم ابوطلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالے شرم نہیں کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہی جبکہ اُسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنے جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہی اگر کوئی کہے کہ تمھارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہی تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہی انتہی مافی المنح ملخصاً ولو وجد بین الزوجین ماء ولا تمیز ولا تذکر ولا نام قبلہما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونون کو احتلام یاد ہی اور نہ اُن دونون سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہی احتیاطاً کذا فی البحر یعنی وجہ تمیز کی یہ ہی کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہی اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہی اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اُسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اُسپر غسل لازم ہوگا اور جو اُس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اکسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بخلاف ما اذا وجد حشفۃ او قدرہا لمفوقۃ بمخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کپڑے مین لپیٹا ہوا قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر لذت اور گرمی نہین پائی تو غسل واجب نہین بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہی غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس او قبیلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ اذا رادہا مالا یحل کما قرر اور غسل فرض ہی حیض ونفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض ونفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہوچکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہی طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہی بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہین چنانچہ تلاوت قرآن مثلاً جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ہم یعنے فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہی تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہی کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین ہین بلکہ غسل کی شروط ہین اور غسل کا سبب تو فی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہی یا ارادۂ تلاوت قرآن مثلاً لا عند مذی ووَدی غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہی تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہوگئی بل الوضوء منہ دون البول جمیعاً علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہی ودی اور بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہی یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کھائی وضو نکر یگا رعاف سے پہلے اسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہی ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہوگیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور ہین ازانجملہ ایک جواب یہ ہی کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اُسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور ازانجملہ یہ ہی کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور ازانجملہ وہ جواب ہی جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصراً

۵ اور ازانجملہ یہ ہی کہ اگر عرض اس صورت مین یہ ہو کہ ودی کی توقع نہ رہی ہو کہ بعد پیشاب کے نکلے اور اگر توقع ہو کہ ودی ہوگی جو بعد پیشاب نکلیگا یا غسل جماعی کے بعد تو اسکی اقتدا صحیح نہین رہتا ہی ۱۲ ہ

ولا عند ادخال اصبع ونحوہ کذکر غیر آدمی وذکر خنثی وبہیمۃ لا یشتہی ولا یصنع ممن یخنث فی الدبر او القبل علی المختار وفرض نہین نہانا وقت داخل کرنے اُنگلی اور اُسکے مانند کے جیسا کہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور بہیمہ اور اُس صغیرہ کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند سبورا کہتے ہین تو ان اشیا کے قبل یا دُبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے مگر دُبر مین تو ترجیح متفق ہو مگر قبل مین ترجیح مختلف ہو اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابوسعود نے نوح افندی کے کلام سے نقل کیا ہو کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہو جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہو اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہو تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی لخصاً ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اُس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین ہم یہ تخریج ہو اُس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہو زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کے قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی بان تصیر مفضاۃ بالوطی صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہو کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاوین وان غابت حشفۃ جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے ولا ینقض الوضوء فلا یلزم الاغسل الذکر قہستانی عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سواے آلت دھوڈالنے کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہو قہستانی نے نظم سے ویحیی ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ فتنبہ اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہو امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جاکہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہو امام کے قول پر اور یہ اختلاف فرج داخل مین ہو اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہو اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو مین سنت ہو اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بلا انزال لقصور الشہوۃ اشیا مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہم یہ علت ہو اشیاء ما تقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہو مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین آتا پہ نجال علیہ اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ اور مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی کما لا غسل لو اتی عذرا ولم یزل عذرہ ثم بفتح فسکون البکارۃ فانہا بمنع التقاء الختانین الا اذا جلت لانزالہا وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوا چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اُسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کے ملنے سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہو مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنے اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازون کو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہو علماء مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم عین وسکون ذال معجمہ عبارت ہو بکارت سے ہم اعادہ نماز کی یہ وجہ ہو کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اُسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی دفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی الفتی بہ ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکورہ کے وجوب غسل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہو بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے ہم یعنے جبکہ خروج منی کا نہوا تو اُسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہ گیا ہو الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ قول اصح یہ ہو کہ اُسپر وجوب غسل کا انزال سے اُسوقت ہوتا ہو جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل کا علامت ہو مرد کے انزال کی اگرچہ اُسکو معلوم نہو

یہین اگر عورت زنا کے وقت شخص مجنون سے حاملہ ہو گئی تو اُسپر غسل واجب نہین ہوگا

حاشیہ

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہوگا مگر جبکہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہی اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہی وتمامہ فی الطحطاوی ویَجِبُ ای یُفرضُ علی الاحیاءِ المسلمین کفایۃً اجماعًا ان یغسلوا بالتخفیف المیتَ المسلمَ الاکثی المتکفن فتیمم اور واجب ہی یعنے فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلادین مردہ مسلمان کو سواے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو غسل نہ دیجے بلکہ اُسکو غسل کے عوض تیمم کروائے م شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف وتشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ یا تخفیف کا لفظ بعد لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت یا تخفیف وہ ہی جو مرگیا اور میت بالتشدید وہ ہی جو زندہ ہی آگے مریگا کما یَجِبُ علی مَن اسلم جُنُبًا او حائضًا او نفساءَ ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان وعلّلہ ابن الکمال ببقاءِ الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح ترقول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے او بلغ لا بسبب نزول الحیض او ولدت ولم تر دمًا او اصابت کل بدنہ نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنبی اور اُسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا م اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہی فی الاصح راجح للجمیع غسل لازم ہی صحیح ترقول مین شارح نے کہا صحیح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہو فی التاتارخانیۃ عزیًا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون افاق قلت وہو خلاف ما یاتی متنًا الا ان یحمل انہ رأی منیًا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اُس مجنون پر جو ہوش مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنے استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجے تو اب خلاف باقی نہ رہا وہل الشکران والمعنی علیہ کذلک یُرَجَّح اور کیا ست اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے ھم بحر الرائق مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اُسنے ندی کو دیکھا تو اُسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر ندی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اُسپر غسل لازم نہوگا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والّا بان اسلم طاہرًا او بلغ ولم یسنّ فمندوب اور اگر ویسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین وسُنّ لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہی ھم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُس شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف رح کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعًا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین باتفاق ابو یوسف رح

ترجمۂ اول کا دوم ہی ایسے کہ ہر جنب غسل بتخفیف اور غسل دونون متعدی ہین کما فی القاموس مگر یہ تخفیف وتشدید مین نہین آتا بلکہ جماع کے ساتھ ہی

اور حسن کے ہم حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق مین بیان کی کہ غسل اسواسطے مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سے اجتماع مین تکلیف ہوتی ہی اور یہ بات حاصل نہین نماز جمعہ کے بعد نہانے سے اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہی نہ نماز کے سبب سے لیکن یہ شرط ہی کہ غسل نماز سے پہلے ہو اور بعضون کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہین اسواسطے کہ عینی نے تصریح کی ہی کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ سے حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً ویکفی غسل واحد لعید وجمعۃ اجتماعاً مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہی ایکبار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئے ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہی تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہی کذا فی المنح عن معراج الدرایۃ کما لفرض جنابۃ وحیض جیسے جنابت اور حیض دونون فرضون کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہی اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہی کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام واقع ہوا اور لاجل احرام اور غسل سنت ہی احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہی عرفات کے پہاڑ مین اوپر ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا غسل عرفہ اسوقت سنت ہی جبکہ داخل عرفات ہوا بن امیر حاج نے کہا کہ یہ غسل فقط دن کے واسطے نہین بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہی کذا فی الطحطاوی وندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہی اُس دیوانہ کے واسطے جو ہوش مین آگیا ہم غسل تین قسم پر ہی فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہی انزال منی سے بشہوت دوسرے اوخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس سے پانچوین غسل میت چھٹے سارے بدن مین نجاست لگنے سے یا بعض بدن مین اور نجاست کا مکان مخفی ہوا اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کے واسطے اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا مجنون سے وکذا المغمی علیہ کما فی غرر الاذکار اور اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہی افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار مین مذکور ہی ودلیل الشکران کذلک لم ارہ اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہی مین نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہوگئی وعند حجامتہ اور غسل مستحب ہی پچھنے لگانے کے وقت یعنی پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلۃ برأۃ اور غسل مستحب ہی شب برات مین یعنے شبان کی پندرھوین رات مین اُس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہی اور ہر مومن کے واسطے براۃ من النار اور براۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہی شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقد راٰہا اور غسل مستحب ہی شب قدر مین جبکہ اُسکو دیکھے یعنے جبکہ اُسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی کہ غسل مستحب ہی جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد ہین کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح مین عشرۂ اخیرۂ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہی علی الخصوص اکیسوین اور تیئیسوین اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہی نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے کے واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہی عرفات اور منیٰ کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھر یان مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنے یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہی تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہی وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اُس مکان مقدس کے دخول مین بلا شک غسل مستحب ہی حرست مکان کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہی سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیان ہین بندون کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہی نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقار وفزع وظلمۃ وریح شدید اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی مین غسل کرنا مستحب ہی تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالی دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو

کذا فی الہدایۃ والفتاح وکذا الدخول لمدینۃ وحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہی مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کے واسطے غسل مستحب ہی تاکہ لوگون کو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو اور اسکو غسل مستحب ہی جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے ہم ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہی کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہی تمنے اپنے علما کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی اور قتلہ یا اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہی جسکے قتل کا ارادہ کیا جاتا ہی یعنی قتل اسکا خواہ بحد یا قصاص یا ظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہی تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہی تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون طہارت باطنی کے والقادم من سفر اور غسل مستحب ہی سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہی جسکا خون بند ہو گیا کہ شاید مستحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی ثمن ما راغتسالہا ووضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لابد لہا منہ فصار کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہی اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی ضرور ہی پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہو ہم حمام کی اجرت قیاس ہی صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور یہ جو علامہ مین تفصیل مذکور ہی کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہی اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال لاجل جنابۃ حیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال تبعا لہ الطاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہر ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہین ہم اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہین ہی بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہی اور اس کلام سے نکلتا ہی کہ سر کا تیل اور منشاطہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا لصلوٰۃ عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ الصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوٰۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہی جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہی صنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہی کہ جب اہل مدرسہ لوگون کو اسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہی ہم تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد درحکم مسجد ہی جواز اقتدا مین اگرچہ صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہی اگرچہ دخل گذران ہو خلافا للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد مین جائز ہی ضرورت سے اسطرح پر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا اسکو ممکن نہین ہم ضرورت کی یہ صورت ہی کہ اسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر مین لگائی ہی اور خوب قید ہی اگرچہ اطلاق مشایخ کے مخالف ہی صاحب بحر نے کہا اسمین یہ قید لگانا بھی لائق ہی کہ دوسری طرف دروازہ نہین کر سکتا اور اس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر قادر نہین کذا فی الفتح ولو احتلم فیہا ان خرج مسرعا تیمم وبنی والا توضأ ان لم یخف فوتا والا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہی اور اگر مسجد مین ٹھہرا نا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہی اور اس تیمم سے نہ نماز پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہی کہ عبادت مقصود کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی ویحرم بتلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہی تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم پڑھے بنا بر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیأ من القرآن یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ طلاق آیت اور کم آیت دونون کو شامل ہی اور یہی قول ہی کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور نوازلی نے اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہی اور اسی طرح مصفی اور کافی مین ہی اور صاحب بدائع نے اسکو عامۂ مشایخ کی طرف منسوب کیا ہی تصحیح کے ساتھ اس دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہی اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشایخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کہ قدر آیت مین صحیح مختلف ہی لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہی اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ مین مردود ہی اسواسطے کہ لفظ شیأ کا چنانچہ کافی مین ہی نکرہ ہی سیاق نفی مین تو اُسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہی تو اُسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کے مانند کذا فی منح الغفار بقصدہ فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح قرآن کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہی تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اسطرح حلال ہی صحیح تر قول مین ہم عیون مین ہی کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کے معنی ہین اور تلاوت کا قصد نہ کیا تو لا باس یہ اسنے اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہی اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوے نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہی کذا فی الخطوطاتی حتے لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک کہ فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ نہین یعنے قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہی یہ تفریع ہی لو قصد الثناء بہ الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا تتغیر حکمہا بقصدہ مگر جبکہ نمازگذار اپنی نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرأت اُسکو کافی ہی اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنے مناسب مقام مین ہی تو اُسکا حکم نہ بدلیگا اُسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہی تقدیر کلام یون ہی کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت مین خارج نہین اور یہ جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہی تو اب ثنا کا قصد کرنا اُسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الخطوطاتی عن النہر یعنے اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس مصحف متدرک بما بعدہ وہو ما قبلہ ساقط من نسخ الشرح وکانہ سقط لانہ ذکر فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہی چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہی اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہی اور وہ اور ماقبل اُسکا یعنے مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہو کہ اُسکو حیض کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہی ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہی بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف مین ہم صحیحین مین مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہی طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار اولے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہی تو اگر وہان مسجد نہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی البلخ ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدارہ اور حرام ہوتا ہی حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے یہان مراد وہ چیز ہی جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ روپیہ اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید

کا چھونا حرام ہی اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہی تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہی اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو تو اُسمین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وَہُنَا مَسَّ مخ التوریۃ کذلک ظاہر کلاھم لا اور توریت اور مانند اُسکے چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہی یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ اُنکا چھونا حرام نہین ھم اسی طرح نہر الفائق مین مذکور ہوا وفتاوی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اُسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی اِلّا بغلافٍ متجافٍ غیر مشرزٍ اوبصرۃ بہ یعنی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین مس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اُس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہین اسی کا فتوی ہی ھم غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہی اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہی سراج مین اور کافی مین چولی کے ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہی تو بموجب کافی کے جائز ہی اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو اصح کہا ہی اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اکثر مشایخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر وحَلّ قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہی وَہُنَا تَلَفُّوا فی مَسّہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غُسِلَ منہا وفی القراۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علمانے اختلاف کیا مصحف کے چھونے مین غیر اعضاء طہارت سے اور اُنمین سے جسکو دھولیا اور جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نکلنا صحیح تر قول ہی ھم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ اے القرآن لجُنُب وحائض ونفساء لان الجنابۃ لا تعمل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیۃ اسی تحریمًا جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء المطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولے وہو مرجح کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف اولے ہی اور خلاف اولی مآل کار ہی کراہت تنزیہی کا ھم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہی اور خلاف اولے مین تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی المصحف واللوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اُس تختی کو جسپر قرآن لکھا ہی ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ بحر للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ باوضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اُس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہی مصحف کا دینا لینا جائز ہوا لبسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن مین جیسے نقش پتھر مین ھم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہی اُنپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہی تو اس ضرورت سے اُنکو مس مصحف اور اُسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد ویُنبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یؤخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہی زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یون کہنا مناسب ہی کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاے اور اگر یہ نہین ہی تو محمد رح کا قول لیا جاے ایسا کہا ہی حلبی نے ھم اور دوسری وجہ توفیق یہ ہی کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہی اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احبّ الیّ ان لا یکتب یعنے میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراۃ توریۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وتالیہ

غیر معینین اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہی پڑھنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہی اور جن الفاظ مین تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاریٰ سے وہ معلوم ہین بالخصوص مع فتح القدیر مین فتاوی ظہیریہ سے اسی قول پر فتوی منقول ہی کذا فی المنح وجزم العینی فی شرح الجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت قرأت پر یقین کیا ہی وضعفہا فی النہر بما لم یتبدل اور نہر الفائق مین حرمت قرأت کو خاص کیا اُسکے ساتھ جسمین تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قرأۃ قنوت مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی ہی نہ تنزیہی ولا کلمہ شہر بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور مُنھ دھوڈالنے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسالہ الا اذا تعلم لم یات اہلہ اور مکروہ نہین جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ھم یہ روایت فتح القدیر مین منتقی سے منقول ہی قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید التدیب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہی فتح القدیر کے کلام سے طحطاوی نے کہا کہ یہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کر دیا ولتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فائدۃ رخص منہا بالید لا التفسیر کما فی الدرر عن مجمع الفتاوے اور تفسیر مصحف کے مانند ہی نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابون مین ہاتھ لگانے کی رخصت دیگئی ہی نہ تفسیر مین ہاتھ لگانے کی چنانچہ درر مین مجمع الفتاوے سے منقول ہم شرعی کتابون سے مراد چنانچہ حدیث اور فقہ کی کتابین وفی السراج المستحب ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب یہ ہی کہ شرعی کتابون کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ھم یہ قول مخالف نہین ہی قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب لغوی وجوب کے مخالف نہین لکن قد یقال فی الاشتباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا مس الکتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل بالعکس باعتبار الغالب لکان حسنا قلت ولکنہ یخالف ما ترفد بر لیکن اشباہ مین منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام ملجا ہو تو حرام ہی غالب ہوجاتا ہی اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چھونا محدث کے واسطے جائز رکھا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قرآن مین لینے یہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہی اور اگر قرآن کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہوجیسے غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہی مین کہتا ہون کہ اشباہ کا قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو ای مخاطب اسمین تامل کر ھم خلاصہ یہ ہی کہ اہل مذہب کی دو عبارتین مطلق ہین منع اور جواز مین اور ظاہر اشباہ کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہی قابل اعتماد کے نہین لسبب مخالف اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قرآن کا چھونا جائز نہین اور اسکے سوائے کا چھونا درست ہی برخلاف مصحف کے کہ اُسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہی کہ مکروہ ہی چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابین آیات قرانی سے خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہی کہ مکروہ ہی یعنے محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابون کا بھی انتہی تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالمون کا کلام تفسیر مین کراہت کی وجہ سے ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام لا التفسیر اسپر محمول ہی کہ تفسیر کا چھونا فرض نہین بلکہ مکروہ ہی اور یہ مطلب نہین کہ اُسکا چھونا حرام ہی جیسا کہ ماتن سمجھا ہی اسواسطے کہ اسمین حرمت کی تصریح نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سے بہتر وہ عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہی اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح کے المصحف اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہوجاے یا نہایت باریک خط ہو کہ اُسمین پڑھا نجاے تو دفن کیا جاے مسلمان میت کی طرح لینے بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاے مصحف کے چھونے سے وجنزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اُسکا چھونا محمد

بن حسن نے جائز کہا ہی جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم ظاہر ایہ قول معتمد نہین کہ تخیین کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی دلا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاے یعنے مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو
توقع ہدایت جائز ہی تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین لڑکی کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہی
اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین

حق تعالے اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ
والمقابلۃ علی الکتابۃ اور مکروہ ہی مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہی اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہی
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہی یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر انکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر اُنکے اوپر فقہ کی کتابین پھر
احادیث اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہی اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ
فوق الکل ہی وتکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہی پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہی مگر جبکہ درم توڑا جاے تو اب
درست ہی ہم توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہی تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہی

کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا نہو تو اُسکا بیجانا
پاخانہ مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ عالمون کا اجماع ہی اسپر کہ تعویذ
اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہی ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو
یا اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہی اور قرطبی نے کہا کہ قیسہ
یعنے افسون تین قسم ہی ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہی کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہی
کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہی پھر اگر احادیث مین منقول ہی تو وہ مستحب ہی تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہی تو اسکا ترک کرنا بہتر ہی مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ

حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا یجوز رقم برایۃ القلم الجدید ولا یرقم برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کخشیش المسجد
وکنا سۃ ولا یلقی فی موضع نجس بالتعظیم اور جائز ہی نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین کہ محل ہو اُسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم
سے اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسماء مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہی کہ حروف کو بذات خود احترام ہی اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شی فی کاغذ فیہ فقہ ودنی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول فیجوز محمولہ لیلف فیہ
شی ازر جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہی اور اگر اسمین اللہ تعالے
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہی ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہی ہم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہوگیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہی وقد ورد النہی فی محو اسم
الابر بالبزاق اور البتہ منہی وارد ہی اللہ تعالے کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالے

من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہی کہ قرآن محبوب تر ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمانون اور زمین سے اور اُن اشخاص سے جو اُنکے درمیان مین ہین ہم شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملحق ہی مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یکجوز قربان المرأۃ فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اُس کوٹھری مین جائز ہی جسمین مصحف در پردہ ہو بساط اوغیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ لکبطنہ واستعمالہ للتلیقہ للزینۃ فرش یا سوائے اُسکے تکیہ وغیرہ ہو جسپر الملک للہ لکھا ہی اُسکا بچھانا اور اُسکا استعمال کرنا مکروہ ہو اور لٹکانا اُسکا آرائش کے واسطے مکروہ نہین ویبنبغی ان لا یکرہ کلام الناس مطلقاً وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہۃ القنیۃ اور لائق یہ ہی کہ مکروہ نہووے آدمیون کا کلام لکھا ہوا ہر طرح کے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہو اور قول اول مین زیادہ توسعت ہو اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہۃ مین ہی قلت وظاہرہ انتفاء الکراہۃ بمجرد تنظیمہ وحفظہ علق اولا زین بہ اولا اور ظاہر کلام بحر الرائق نہونا ہی کراہت کا صرف اُسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر الملک للہ لکھا ہی خواہ اُسکو لٹکاے یا نہین اُس سے آرایش کیجیے یا نہین وہل یکتب علی المراوح وجدر الحوانیت کذا یحرر اور جو کہ لکھون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکھا جاتا ہی وہ بھی فرش کی مانند ہی یا نہین جواب اسکا لکھا جاوے گا مع باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہی کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور نہایہ مین ہی کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

باب المیاہ کے شروع مین اور فصل نہین ہی

یہ باب ہی پانیون کے مسائل مین ہم اب اُسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہی اصطلاح مین باب عبارت ہی اُن مسائل فقہ سے جسکے احکام ماقبل اور مابعد سے جداگانہ نہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی المنح جمع ماء بالمد ولیقصر اصلہ مَوَهٌ قلبت الواو والفا والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہی ماء کی ساتھ مد کے یعنے جسمین الف کے بعد ہمزہ ہو اور کاہے اُسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ماء کی مَوَهٌ ہی واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وہو جسم لطیف سیال بہ حیاۃ کل نام اور پانی جسم لطیف ہی یعنی غالباً بصارت کا حاجب نہین اور بہنے والا ہو جس سے ہر بڑھتی چیز کی زندگی ہی یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقاً بما مطلق وہو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہی جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاے بدون اضافت کے مع منع الغفار مین ہی کہ مطلق پانی وہ ہی جو باقی ہو اپنے پیدائشی اوصاف پر اور اُسمین نجاست نہین ملی اور نہ کوئی اور چیز اُسپر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہی کما سماء وہو اودیۃ وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف مینگتا اور اولے اور یخ یعنے بالا اور اُوس ہم آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہی مگر یہ اضافت تشریفی ہی برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اُسمین قید لازم ہی یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح ترہوز کا پانی اودیہ جمع ہی وادی کی اور وادی لغت مین اُس کشادگی کا نام ہی جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور یہان مراد جنگل کا پانی ہی جو بارش کے پانی سے سائل ہوکر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اُسکو رود کہتے ہین ہذا التقسیم باعتبار ما یشاہد والا فالکل من السماء لقولہ تعالیٰ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہی اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین آسمان سے اُترے ہین حق تعالےٰ کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہو جاتا ہی ہم اسم نکرہ اُسکو کہتے ہین جو معین

چیز کے واسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہی کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہی یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہی لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہی سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہی لفظ ماء کا نکرہ مثبت ہی سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہی وَمَاءٌ زَمْزَمَ بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہی ہم ہر چند زمزم کنوؤن مین داخل تھا لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ اور اُس پانی سے طہارت درست ہی جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکرہتہ عند الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک طب کی راہ سے ہی اسواسطے کہ مورث برص ہی وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہی احمد بن حنبل نے اُس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا ویرفع بما یعقد بہ ملح لا بما یحاصل بذوبان ملح بقاء الاول علی طبیعۃ الاصلیۃ والانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہی اُس پانی سے کہ جمتا ہی اُس سے نمک یعنی اُسمین بکر نمک ہو جانے کی استعداد ہو نہ اُس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہو جاتا ہی بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ہم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہی اور سردی مین پگھلتا ہی برخلاف اور پانی کے ولا بعصیر نبات اي متقصر من ثمر وشعر لا نہ مقید اور نہ رسیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑ گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہی یعنے ازالۂ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہی نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہ ہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اُس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر بخلاف ما یقطر من الکرم اذا لو اکرہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الناظر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہی بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہی حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی ہم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا پھل سے خود بخود ٹپکا اُسمین اختلاف ہی ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز اصبہ کتابون مین مصرح ہی اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ عدم جواز اشبہ ہی تو یہی قول اولی ٹھہرا کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ الشرنبلالی فقال واعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدبوغۃ والطبخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہی قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہی اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہی اور انگور کے پانی کے مانند ہی دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہی شربت خرما کام حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدہ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے بڑ بین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہی اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اُسکو دابوغہ بولتے ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین در بوذ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہی ظاہر اسی مناسب مقام ہی شاید کہ دابوغہ معرب ہو در بوذہ کا واللہ اعلم ولا بما یغلب بشیء طاہر اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ہم مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہی چنانچہ آگے آویگا دریافت کرکہ ہر مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہ ہی کہ مطہر یعنی ماء مطلق کا زوال اطلاق یا کمال امتزاج سے ہی یا غلبۂ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ شارح اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہ ہی کہ سیراب کرے اور پیاس کو مارد ے اور بعضون نے کہا قوت نفوذ اُسکی طبیعت ہی اور بعضون نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اما بکمال الامتزاج فتشرب نبات غالب ہونا ناپاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہی یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہی کہ حاصل ہوا ہی درخت اور گھاس کے جوشنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اشجار اور نباتات نے واسطے اپنے اصول و دقیقہ کے زمین کے پانی لینے تراوت کو پیا اسطرح کہ اب وہ پانی کل نہین سکتا بدون پکانے کے او بطبخ بالا یقصد بہ التنظیف یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہی پانی کے پکانے مین اس چیز کے ساتھ جسکی پخت سے صاف کرنا اور میل چھانٹنا منظور نہو مثلاً چیز مین پانی ڈال کر پکانا دو قسم ہی ایک یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے ہو چنانچہ اشنان اور صابون اور بیر کی پتیان اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہین ایسا پکانا طہارت کا مانع نہین اگرچہ رقت اور سیلان اُسکا باقی نہ رہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہین دوسری قسم پکانے کی یہ کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہین چنانچہ شوربا بہ اختلاط مانع طہارت ہی اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہی کمال اختلاط کی وَاِنَّمَا بِغَلَبَۃِ الْمُخَالِطِ فَلَوْ جَامِدًا فَبِشَخَانَتِہٖ فَلَمْ یَزُلِ الْاِسْمَ کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانے والی کے سبب سے ہی اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہی تو اُسکا غالب ہو پانی پر پانی کے گاڑھے ہو جانے سے ہی تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہو گیا ہو چنانچہ شربت خرما کا مع یہ دوسری طرح ہی پاک چیز کے غالب ہونے کے پانی پر بنبیذ تمر یعنی شربت خرما یہ ہی کہ خرما پانی مین ترکرتے ہین پانی میٹھا ہو جاتا ہی اسکو خرما کا شربت کہتے ہین پانی نہین بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہین خانیہ مین ہی کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم رح کا پچھلا قول ہی ولو مائعا فلا بسبب انا لا وصافہ فتتغیر اکثرہا اور اگر ملجانے والی چیز پانی مین سائل اور پتلی ہی تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہی تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہی پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہی بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہی یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہی پانی کی تین صفتین ہین ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو اگر پانی کی تینون صفت کے مخالف ہی تو اگر سرکہ پانی مین ملا اور اُسکی دو صفت مین تغیر ہوا یعنے رنگ اور مزہ مین یا مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اُسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلبن فباحد ہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہی اور بعضے سے مخالف ہی جیسے کہ دودھ کہ اسمین پانی کے موافق ہی اور مزے اور رنگ مین مخالف ہی تو غلبہ اُسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہی تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہی اور اسی طرح ترلوز کا پانی مزے مین پانی کے مخالف ہی تو اسمین غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے کہا اگر شارح اوسبانا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضی نسخہ مین فباحدہما بصیغہ تثنیہ ہی تو ضمیر کا مرجع مذکور نہین او تماثلا مستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہو سب تینون صفات مین چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اُسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہو تو اگر مطلق پانی وزن مین نصف سے زیادہ ہی تو طہارت کرنا اُس تمام مخلوط پانی سے جائز ہی اور اگر مطلق پانی وزن مین کم ہی مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہین ہم اب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہی اور یہی حکم ہی عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو پانی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زائد نہ کم تو بظاہر الروایۃ مین مذکور نہین بدائع مین ہی کہ فقہا نے کہا ہی کہ اُسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہی احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا ہو التحکم والتحلل اور یہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل مین وہ عام ہی اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی مین اور اسکے ساتھ ملگیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمین کوئی شخص بیٹھا یا اُسنے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونون صورتون مین اگر آب مطلق نصف سے زائد ہی تو طہارت جائز ہی ورنہ جائز نہین ففی الفساقی یجوز التوضی بالم الحلیم

یعنی یا مخالف ہو بعض اوصاف

یعنی اگر بعض اوصاف کی مخالف ہو تو غلبہ ثابت ہوتا ہی

یعنی اگر سرکہ پانی مین ملا اور اُسکی دو صفت مین تغیر ہوا یعنے رنگ اور مزہ مین یا مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اُسکا پانی پر ثابت ہو گیا

یعنی اگر سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہی اور بعضے سے مخالف ہی جیسے کہ دودھ کہ اسمین پانی کے موافق ہی اور مزے اور رنگ مین مخالف ہی تو غلبہ اُسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہی تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہی اور اسی طرح ترلوز کا پانی مزے مین پانی کے مخالف ہی تو اسمین غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے

یعنی اگر سائل چیز پانی کی سب صفات کے موافق اور مماثل ہی پانی کی تین صفتین ہین ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو اگر پانی کی تینون صفت کے موافق ہی تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہی تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہی پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانے والی چیز دو قسم ہی بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہی یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہی پانی کی تین صفتین ہین ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو اگر پانی کی تینون صفت کے مخالف ہی تو اگر سرکہ پانی مین ملا اور اُسکی دو صفت مین تغیر ہوا یعنے رنگ اور مزہ مین یا مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اُسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کلبن فباحد ہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہی اور بعضے سے مخالف ہی جیسے کہ دودھ کہ اسمین پانی کے موافق ہی اور مزے اور رنگ مین مخالف ہی تو غلبہ اُسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہی تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہی اور اسی طرح ترلوز کا پانی مزے مین پانی کے مخالف ہی تو اسمین غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے

قساوی المستعمل علی ماحققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ فائدہ ہی بنا بر اُس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی ہم یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل دہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو اُنکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا نہین تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سوائے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جائیگا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جب تجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنے صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنے چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی ازبسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بماذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب لبق ای لبعوض وقیل لبق الخشب اور جائز ہی دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو مگو کہ اُسمین مر گیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو اور لبق یعنی مچھڑ اور بعضون نے کہا لبق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبے الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد منہ لعم حکم لبق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم اس جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مر گئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہو جاتا ہی یعنے ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھڑ اور چھوٹی چیچری اور بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھڑ اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مر جاے تو پانی ناپاک ہو گا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین اسلیے کہ جونک اور مچھڑ مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیہ دود القز ناوہ وبزرہ وخمرہ طاہر کدودۃ مستولدۃ من نجاستہ اور وہبانیہ مین ہی کہ ریشم کا کیڑا اور اُسکا جوشیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور پنجال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی ہم پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوبالتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء او خنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور مر گیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ یہان ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنر کی طرح یون نہ کہا کہ موت مالا دم الخ اسواسطے کہ کنر لغۃً کہتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُسکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر رائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشایخ کا اختلاف ہو پا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا اور پانی کا سور جب پانی مین مر جاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا تبریالہ دم سائل وہو الا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لم دم الا لو مگر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین

۵ شامی استعمال پانی کا مکروہ کیا کہ بقی قلیل اور کثیر اور کثیر کا قلیل کے ساتھ ملنے سے قلیل ہو جانا

پر وہ نہیں ہوتا بط کے مانند تو اُسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہوجاتا ہی صحیح ترقول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہی اگر اُسمین خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو مات ماذکر خارجہ والقی فیہ ثم الاصح فلو نفشت فیہ نحو صفدع جاز الوضوء بہ لاشربہ مجتبی محمد اور اسی طرح کا حکم ہی یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح ترقول مین تو اگر پانی مین مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہوگیا تو وضو اُس سے جائز ہی پینا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہو جو ناپاک نہین مگر اُسکا کھانا حرام ہی ونجس المعارالقلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط وآدر اور ناپاک ہوتا ہی تھوڑا پانی صحیح ترقول مین اُس جانور کے مرنے سے جو پانی مین رہتا ہی خشکی مین پیدا ہوتا ہی چنانچہ بط اور چینی بط ہم پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہی لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ ترہی لہذا ماتن نے اسی اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالمائی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور روان چیزون کا حکم پانی کے مانند ہی صحیح ترقول مین یعنی وقوع نجاست سے قلیل فاسد ہوتا ہی نہ کثیر حتے لو وقع بولہ فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد بہانک کہ اگر آدمی کا پیشاب بڑا اُس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہی کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنے ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا دلو سال دم رخلہ مع العصیر لانجس خلافا لمحمد ذکرہ الشمنی وغیرہ اور اگر پانون کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد رح کے ایسا ذکر کیا ہی شمنی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر پانون کا خون جاری رس کے ساتھ ہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا ویتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہو ناپاک ہوجاتا ہی بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع سے اور کثیر اُسکا فاعل ہی سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہ ہی کہ قولہ وتغیر عطف ہی بموت مائی پر تو وہ متعلق ہی ینجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع مجہول کیا ہی وہ جار مجرور ہی یعنے بسبب جارہ ہی نہ یاے تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہی بہ تغیر کا تو مطلب یہ ہی کہ ناپاک ہوجاتا ہی پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہی کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہی اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہی کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہی ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہی اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہی عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہی نہ کثیر لیکن حد قلیل اور کثیر مین اختلاف ہی چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہی نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہی کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی مین نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہی امام مالک کے نزدیک قلیل کذا فی البحر لالو لتغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم تنتہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہی یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہی تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والوضوء من الحوض افضل من النہر خلافا للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہی نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام مین اہل سنت کے مخالف ہین اصول اور فروع حنفی مین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہی اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الراتق ہین

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت مین ہی جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا یجوز بماءٍ خالطہ طاہر جامد مطلقاً کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہوگئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بقصد تنظیف تخلیط ہوئی چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی بنا بخلاف زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان ممن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ ورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے ہون صحیح تر قول مین ہم نہایہ مین ہی اُستاد دون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے معلوم ہو تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی وان بقیت رقتہ ای وائمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اسکا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب کے بیان مین ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اُسکا نام صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بماءٍ وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی مشایخ بخارا کا انصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریاً عرفاً اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہالیجاے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول مشہور تر ہی کذا فی البحر وان وصلیتہ لم یکن جریانہ بمددٍ فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کے مدد سے ہو صحیح تر قول مین یعنی اگرچہ مبدا اور منشا اسکا چشمہ یا جھیل یا مینھ ہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سد النہر من فرق فتوضاء رجل بالمجری بلا مددٍ جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقاً پانی نہین رستا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نہراً من حوض صغیر وصب رقیقہ المار فی طرف میزاب وتوضاء فیہ وعند طرفہ الاخر انا یجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیاً وقم وتمہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم یعنے حوض صغیر سے پانی بہایا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے اسی طرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جب تک متغیر نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور مطہر ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین ہوا ہی اور جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل

کے نجس ہونے پر اور فتوی ہی آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی وان لم یر ای یعلم اثرہا فلو فیہ حقیقۃ او بال فیہ رجل وقضا اخرجہ السقط جاز مالم یر فی اسفلہ اثرہ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہین ہوتا جبتک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار یا نور پڑا ہو یا اُسمین کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اُسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہی جبتک کہ جانب نشیب مین اُسکا اثر معلوم نہو ہم شارح نے مردار اور پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچھ فرق نہین وہو انا طعم او لون او ریح اور وہ یعنی نجاست کا اثر یا مزہ ہی یا رنگ یا بو طاہرہ یعم الجیفۃ وغیرہا وہو ما رجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النہر واقرہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اُسکے غیر دونون کو شامل ہی یعنے آب جاری مین بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی نجس چیز مردار ہو یا غیر اُسکے اور اسی قول کی ترجیح دی ہی محقق کمال نے اور اُنکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہی اور اسی کو قوی کہا ہی نہر الفائق مین اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اُسمین نصاب سے منقول ہی کہ اسی قول پر فتوے ہی وقیل ان جری علیہا نصفہ فالکثر لم یجز وہو احوط اور قول دوسرا یہ ہی کہ اگر پانی جاری ہو امردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہین اور یہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہی اور اکثر فتاوی مین یہی مذکور ہی والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارکا اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملایا ہی حمام کے حوض کو نجس نہونے مین بدون اثر کے بشرطیکہ حوض مین اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو اسطرح پر کہ مابین الغرفتین طح پانی کا ساکن نہو گیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک ہاتھ اس حوض مین ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہو گا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر حوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من اخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا بالفتی اُس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہی ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہی دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہی اُسکی ہر طرف سے ہر طرح اسی کا فتوی ہم ہر طرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہی تو وقوع نجاست سے ناپاک ہو گا کذا فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہی آب مستعمل کی نجاست پر اور مبنی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہی تو وضو مطلقا درست ہی کیونکہ مستعمل مغلوب ہی اور مطہر غالب ولکنہ ہی خمس فی خمس ینبع الماء من نہ بالفتی قہستانی معزیا للتتمۃ اور مانند اُس چشمہ کے کہ وہ بیخ دیخ ہی اسمین سے پانی جوش مار کے نکلتا ہی اُسکے ہر طرف سے وضو جائز ہی اسی کا فتوی دیا گیا ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہم ہم پانچ کی قید اسواسطے لگائی کہ یہی تو محل تراع ہی اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہی تو بالاتفاق وضو جائز ہی وجہ اختلاف یہ ہی کہ چھوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا ہی اور بڑے حوض مین گوشون مین ٹھہر جاتا ہی اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہی اور فتوی اسکے برخلاف ہی وکذا یجوز بر اکد کثیر کذلک اے وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولونی موضع وقوع المریبۃ بالفتی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہی اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہی یعنی جسمین ایسی نجاست پڑی جسکا کچھ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مریبہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہی بحر الرائق مین ہم اور بعضون نے یہ اختیار کیا کہ اٹکل کرے سو اگر اٹکل مین یہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست مین ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہی اور کرخی وغیرہ نے تنجیس کی ترجیح دی ہی بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی اور مطلب اُسکا یہ ہی کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہی مگر فتوی اُسی پر ہی جو شارح نے ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہی فتح القدیر مین ہی کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہی ایسا مذکور ہی نہر الفائق مین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فی مقدار الرکد اکبر رای المبتلی یہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص اے وصول النجاسۃ الی الجانب الاخر جاز والا لا ہذا ظاہر الروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایۃ وغیرہا وحقق فی البحر انہ المذہب بہ یعمل اور اُس آب بستہ غیر جاری کی مقدار مین جو ناپاک

نہین ہوجاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر کی (مثلی) ہی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم خلوص یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جسے وہ دردہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے ہم بحر الرائق مین دس روایات سے اسکو مذہب ثابت کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علما متاخرین نے وہ دردہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر انھین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر جا تجمند کے استکشار کا اعتبار ہو تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کرے اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الظہیریہ مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب طاہر الروایۃ تھا اور اسکی تصحیح اگرچہ کتب معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو وہ دردہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علماے متقدمین کا مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی واذا التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ وردنا اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ وہ دردہ کا اصل معتمد علیہ کی طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا ہم صدر الشریعۃ نے وہ دردہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر پیر یا بول یعنی نجاست ڈالنے کا گھتا کھودیگا تو رد کیا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو رد کا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شیخ نے وہ دردہ کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی از انجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ اُسکا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین پر اب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الظہیریہ مصنف نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ وہ دردہ کی سند ہوسکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب اسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے وہ دردہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت در ہشت تھی اور دلیل اُسپر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے اسمین کچھ تغیر ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہر گئی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات مین احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی وہ دردہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر احوط ولا سیما فی حق من لا رأی لہ من العوام فلہذا افتی المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ای مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا وہ دردہ کا ضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علماے کبار متاخرین نے وہ دردہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونون کے کلام پر بخوبی آگاہ ہوا تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہوجاے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی الظہیریہ انتہی فی المربع بالکبیر فی المدور بستہ وثلثین نے الثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہم یعنی جو گز

ف یہان تین دردہ کی اصل سے کنوئین مراد ہین ۱۲

جو آب جاری کے مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہوسکتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہی تو دہ در دہ یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کے چارون طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور عرض مین سو گز اور حوض مدور مین ۳۶ گز کی ترجیح مذکور ہی ظہیریہ مین اور خزانۃ المفتین مین ۲۷ گز محیط مین کہا کہ ۴۸ گز اعتبار مین زیادہ تر احتیاط ہی کما فی النہر اور اگر حوض مثلث ہی یعنے جسکے تینون کونے متعدل ہین تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے بجہ نیم گز زیادہ کیا ہی اُسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ اسقدر سے مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہی و تمامہ فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ معتبر ذراع کرباس ہی اور مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس سے پیمائش کرتے ہین تینون قولون کی ترجیح واقع ہی اور پچھلا قول مناسب تر ہی انتہی ہدایہ اور تبیین مین ذراع کرباس کو اختیار کیا ہی علامہ عینی نے کہا مساحت کا گز سات بالشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کنڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہی اور ہر مٹھی پر انگلی قائم نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق و ہو اطول لا عرض لکنہ یجبر عشرا فی عشر جازتیسیرا اور اگر حوض یا خندق کا طول ہی اور بہت عرض نہین لیکن اگر اُسکو ملا کر کے حساب کیجیے تو دہ در دہ یعنی سو گز تک پہونچتا ہی تو وضو کرنا اُس سے جائز ہی خلق اللہ کی آسانی کے واسطے کذا فی النہر و لو اعلاہ عشرا و اسفلہ اقل جاز حتے یبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کمتر دہ در دہ سے تو وضو اُس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہی تاوقتیکہ پانی کمتر تک پہونچے یعنے جب کمتر تک پانی پہونچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا و لو بعکسہ فوق فیہ یجبر حتے یبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنے حوض اوپر سے تنگ ہو دہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے سو اُسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جب تک کہ اوپر کا پانی فنا ہو کر دہ در دہ کو پہونچے یعنے جب وہان پہونچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی السراج الہندی و لو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف و ان متصلا لا لانہ کالقصبۃ اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جمکر تختہ کے مانند ہوگیا پھر اُسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہی آب بستہ سے تو وضو جائز ہی اسواسطے کہ وہ پانی اسکے مانند ہی جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہی تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور طناری کے مانند ہی یعنے وہ پانی قلیل ہی جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہی کہ وضو اُس سے جائز نہین مگر اسوقت جائز ہی جبکہ ثقب دہ در دہ ہو حتی لو ولغ فیہ کلب یخبث یہانتک کہ اگر کتے نے اُسمین پانی پیا یعنی اس ثقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہی پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ فمات لتسفلہ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اسمین گر پڑا اور مرگیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہی کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس تجرد جریانہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہوجانا ہی ناپاک پانی کا اُسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہم یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلیگا تب پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اُسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اسوقت ہوگا جبکہ نکلتا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی و کذا البیر و حوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہی کنوئین اور حمام کے حوض کا یاد رکھ اسکو یعنے اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور بھاری ہوا پاک ہوگیا اُسکے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہو کر جاری ہوگیا دوسری صورت یہ ہی کہ چشمۂ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہادنی القہستانی و المختار ذراع الکرباس و ہو ست قبضات فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات فی ثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر ای ولو تکمیما لیتم ما طول بلا عرض فی الاصح و کذا بئر عمقہا عشر فی الاصح اور قہستانی مین ہی اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑے ناپنے کا گز ہی اور وہ فقط سات مٹھی کا ہی تو وہ دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہی

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیوں کا ہی یہ قول ہی بنا بر فتوئ متاخرین کے دہ در دہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ در دہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہ اسواسطے ہمنے کہا تاکہ دہ در دہ شامل ہو جاے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہو بدون عرض کے صحیح ترقول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز کا ہی صحیح ترقول مین ہم طول بلا عرض مین اختلاف ہی ایک قول ہی کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ در دہ کے ہی تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس ہو جاتا ہی قاضی خان نے اِسکو عامۂ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہی اور فتح القدیر مین اسی کو اختیار کیا ہی اور قاسم نے اسکو اصح کہا ہی تو دونون قول صحیح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذٍ فلو ماؤہا بقدر العشر لم تنجس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی وہ در دہ کے برابر ہی تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہی ہم یہ قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب اسپر آگاہ کریگا وحینئذٍ فحمسٌ خمس اصابع تقریباً ثلثمائۃ الاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسہ عمقہ تقدیر کل ضلع منہ طولاً وعرضاً وعمقاً ذراعان وثلثۃ ارباع ذراع ونصف اصبع تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعاً انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق وہ در دہ کے حوض مین ۳۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہوا و گنجائش کرتا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور یون گز اور آدھی انگلی ہی تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام فہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق احدہ فتبصر مین کہتا ہون اور فہستانی کے اس کلام مین کلام ہی یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہی کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب جوانب مین بلا شک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما مین خشک ہو جاتا ہی اور چوپائے اُسمین لید کرتے ہین پھر اُسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہوا نی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو وہ در دہ ہی پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر ہی جبتک کہ اُسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اُسمین نجاست بڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی وہ در دہ ہو گیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیہ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمتذال طبعۃ وہو السیلان والاراوۃ والانبات بسبب طبخ کمرق وماء باقلا الا بما قصد بہ التنظیف کالشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہی زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہی اگر اُسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا اور بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے مؤلف نے اسکو بیان کیا بقولہ لقربۃ اور رفع حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین مؤلف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اُسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے بہ اتفاق شیخین یعنی ابو حنیفہ و محمد رح کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قریب ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالۂ حدث کی یہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے اور فقط ازالۂ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہی کہ محدث یعنے بے وضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالۂ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

کے ثواب نہین ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہی اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہی اور ازالۂ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض
بھی ومن ثم میز اوحائض لعبادۃ عبادۃ یا ہوا ستعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے
ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہی کہ نماز کے وقت وضو کرکے جاے نماز پر بیٹھکر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نچھوٹے
وہ پانی بھی مستعمل ہی اقرب کے سبب سے اس محل سے بھی وضو جائز نہین او غسل میت یا ہوا ستعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہی اگر اسکے
بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہی کہ نجس ہی نجاست جب تو اسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہی اور محمد نے جو غسالۂ میت
کو طاہر قاطہر نجس کہا ہی تو اسکی وجہ سے کہ غالبًا نجاست سے خالی نہین ہوتا کذا فی البحر اویدلاکل او منہ بنیۃ السنۃ یا استعمال ہوا ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے
واسطے یا کھانے سے فراغت کرکے ادائے سنت کے قصد سے ہم حدیث مین وارد ہی کہ کھانے کی برکت ہی پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے
ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہوگیا اور اگر یہ نیت نہین چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالۂ حدث ہی
نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اولاجل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضو محدث ولو للتبرد یا استعمال ہو پانی ازالۂ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالۂ حدث
قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اسنے سر دھونے کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ یہ وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہان
دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے یعنے ازالۂ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالۂ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہرصورت پانی مستعمل
ہوا فاوقضا منہ ضمنی تبرد او تعلیم وبطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا اور اگر بادضو شخص نے وضو کیا سر دھونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا سنی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ
سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہی اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہی قربت سے یا ازالۂ حدث سے سو ان صورتون مین کوئی سبب
استعمال کا نہین قربت تو اسواسطے نہین کہ نیت نہین کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہین ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہین اسواسطے کہ وہ شخص بادضو ہی اگر کوئی کہے کہ
تعلیم مقصود مین بالذات ثواب ہی پھر کیا وجہ ہی کہ تعلیم قربت نہوا سکا جواب یہ ہی کہ قربت تو فقط تعلیم مین ہی نہ پانی کے استعمال مین ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس
تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہین رہی کزیادۃ علی الثلث بالا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہین ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی
بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہین ہوتا ولغسل بخوفخذ او ثوب طاہر او دابۃ توکل او جیسے پانی مستعمل نہین ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حیوان
چوپائے کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضا غیر وضو ہین یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنا بر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ
اسمین نہ قربت ہی نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہی او لاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام
بحر الرائق مین ہی کہ پانی مستعمل ہوجاتا ہی تین چیزون مین سے ایک سبب سے یا ازالۂ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ
ازالۂ حدث ہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیون تک یا ایک پاؤن ٹنکاری مین ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت
مین نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ثابت ہوگیا عضو منغسل سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف اور کتابون
کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر مین تمام ہوگا جبکہ اسقاط مین ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ فرض
ساقط ہوجاتا ہی مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہین تو ثواب نہین تو ثواب نہین تو ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی ہوالاصل
فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہی پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہی کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث مین
حقیقۃ اور قربت مین حکمًا اسقاط فرض موجود ہی اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہی دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان یغسل بعض اعضائہ لو
یدخل یدہ او رجلہ فی جب بغیر اغتراف ونحوہ کرفع کوزہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اسقاط فرض کا اسطرح ہی کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے مین گر گیا ہو تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہو جائیگا فرض کے ساتھ ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق لینے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھویگا تو کافی ہو ہم یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو شامل ہو لیکن محیط مین ابو یوسف رح سے مشہور روایت یہ ہو کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہو اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہو گا اور ادخال کف سے مستعمل ہو گا چنانچہ عالمگیری مین ہو بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہو کہ مٹی یا تمیر ہاتھ مین بھرا تھا اُسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہو گا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اُترنا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہو جو بتجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وان لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ مالم یتم لعدم تجزی بمازوالا وثبوتا علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جبتک کہ اسقاط فرض کا پورا نہو گا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا بتجزی سے لینے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلاً ہاتھ سے اسکا مقتضی ہو کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہو ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا ہو کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہو اول بمعنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہ تجزی نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہو ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالے سے ہو قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہو کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یراد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاے لفظ او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کرم لینے یون کہنا چاہیے اولاسقاط فرض او سنۃ تو مطلب یہ ٹھہریگا کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہو اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہو تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی محل علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہو اُسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر وہو الصحیح اور قول ضعیف یہ ہو کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہو گا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہو حرج کے سبب سے م یعنے اگر بجز وانفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہو اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہو گا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہو اس صورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہو پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ اسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر ورُدّ بان مایصیب مندیل متوضی ونحوہ یعفی عنہ اتفاقاً وان اکثر اور وہ ترجیح مردود ہو اسطرح سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہو وہ معاف ہو بالاتفاق شیخین اور محمد رح کے اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہو یعنے جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا ہم محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہو تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین نجس ہو مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہو وہو طاہر ولومن جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہو اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ طہارت محمد رح کا قول ہو اور امام رح سے بھی مروی ہو اور تیسرا قول یہ ہو کہ وہ نجس مغلظ ہو اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہو کہ نجس مخفف ہو اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہو لیکن علمانے طہارت

کی روایت کو صحیح کہا ہی یہانتک کہ مجتبی مین ہی کہ مقرر امام اور صاحبین سے صحیح روایات یہی ہین کہ وہ طاہر غیر طہور ہی مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ طاہر ہونا مختار ہی ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہی محمد رح کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علماسے اور اسی کو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہی اور محیط مین ہی کہ یہی قول مشہور ہی امام سے اور اکثر کتابون مین طاہر ہونے پر فتوی مذکور ہی بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہی احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی رح مین یہی قول صحیح ہی اور روایت ہی امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہی لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار علی روایۃ نجاستہ تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہی گھنانے کی وجہ سے اور اسکی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہی وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل بجنب علی راجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنے اثر مترتب یہ ہی کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنے والا ہی هذا مجتبی اور شرح ارشاد مین ہی کہ ازالہ نجاست کا مستعمل پانی سے جائز ہی بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی البحر فروع اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او لتقرف استنجیا بالماء لا بنجس علیہ ولم یتوضا ولم یغتسل کذلک والاصح انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہی اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوے مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کرکے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہ اسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ شخص پاک ہی اور کنوئین کا پانی مستعمل ہی اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا مشروط ہی یعنے جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا هم محدث حدث اکبر کو بھی شامل ہی خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ مین ہی اور کنوے سے وہ مراد ہی جو وہ دردہ سے کم ہو ڈول نکالنے اور سر دھونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ مارینگا نہانے کے قصد سے تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالۂ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہی بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال کے قائم مقام ہی تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہی اور دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہی اور پانی طاہر اور مطہر ہی یہ روایت ہی ابو یوسف سے اور یہ جو منلا نے کہا کہ پانی مستعمل ہی سو بعض کا قول اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصا والمراد ان ما اتصل باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہی کہ جو پانی کہ تنغمس کے اعضاسے ملا اور پھر جدا ہوا اعضاسے وہ مستعمل ہی نہ تمام پانی کنوے کا مستعمل ہو بنا بر اس قول کے جو گذر گیا هم یعنی ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہی یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہی کنوئین کے باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المشانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو بنجس وہو یحتملہا طہر فیصلے بہ ویتوضا منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاے یعنے پکایا جاے اگرچہ دھوپ مین ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اس سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے مین پھکنا اور اوجھڑی ہی قہستانی نے کہا تو بجاے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو هم چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ متعلق ہی کتاب الصید ہی اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہی اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہی پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت دو قسم ہی حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی بہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی بہ اتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہی جو

وعوب سے خشک ہوا سمین پانی پہونچنے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہر کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہر کہ ناپاک نہوگی ومالا یحملہا فلا وعلیہا الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہی فلا یطہر جلدیۃ میتۃ بصبغۃ ذکرہ الزیلعی اما قیصہا فظاہر تو پاک نہوا باغت سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن سانپ کی کینلی تو پاک ہی وفارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے کما انہ لا یطہر بذکاۃ تنفیذا بما یحملہ جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور اسی قت کی قید ہی لینے دباغت سے پاک ہوجاتی ہی وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہی اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہی جو ذبح کرنے کے لائق ہی فلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم ان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہی سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سور کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہی یعنے نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضاے بلاغت ہی وآدمی فالبدیع الکرامۃ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہین دیجاتی اُسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہین ہوتی اسواسطے کہ برت پت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہی دباغت سے لیکن اُسکا استعمال جائز نہین اور یہی منقول ہی مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہی ولو لبن طہر وان حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یؤکل فی الاصح احترازا اور اگر آدمی کی کھال دباغت کیجاے تو پاک ہوگی اگرچہ اُسکا استعمال کرنا حرام ہی یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نہ کھائے صحیح تر قول مین اسکی تعظیم کی وجہ سے وافاد کلہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول معتمد ہوہم جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کرلیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما اُبیح اباحۃ طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علی المذہب لا یطہر لحمہ وعلی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی الفیض الفتوی علی طہارتہ اور جو کھال پاک ہوتی ہی دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہی جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہی اقوال منقح بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہی اگرچہ مفیض مین کہا ہی کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہی ہم معراج الدرایہ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہی افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہی مگر عدم طہارت زیادہ تر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی دلیل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الذکوۃ شرعیۃ بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی او اقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہی اُسکے کھال کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا مطرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام مین بسم اللہ کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہی کہ ہان ذبح شرعی شرط ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمدا ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہی اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہی اور بحر الرائق مین اس تصحیح کو ثابت رکھا ہو ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہی کذا فی النہج زاہدی امام مشہور ہی قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہی قنیہ فتاوی اور مجتبی شرح قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہوا اور فروع مین حنفی ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ماخوذ ہی من دار الحرب کتاب ان علم دبغہ بطاہر فطاہر اور نجس فنجس وان شک فنجس افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہی اور دار الاسلام مین آتا ہی چنانچہ سنجاب اگر اُسکی دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہی یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہی اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہی درا گر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اسکا دھونا بہتر ہی یعنے واجب نہین وشعر المیتۃ

غیر الخنزیر علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہین سواے سور کے مذہب درست پر مع بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین اسواسطے بیان کی تاکہ معلوم ہوکہ اسکے پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہوجاتا پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہین اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہین ابو یوسف رح کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہی مذہب کے مشہور قول پر مع عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وتاج مین کہا کہ اسکی نجاست صحیح ہی مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہی اسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہی اور وقایہ اور درر مین اسی پر یقین کیا ہی کذا فی المنح وحافرہا وقرنہا خالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہی مع یعنے بال اور ہڈی اور پٹھے اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہین جبکہ انمین چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہی وکذا کل مالا تحلہ الحیوۃ حتے الالفحۃ واللبن علے الراجح اور اسی طرح پاک ہی مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سماتی یعنے جاندار کے بدن مین وہ چیزین بے جان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہانتک کہ پنیر مایہ یعنے جسنا اور مردار کا دودھ بنا بر قول راجح کے مع الفحۃ بکسر الفاء وفتح فاوہ دودھ ہی جو شیر خوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہی یعنے پنیر مایہ جسکے ڈالنے سے دودھ جمتا ہی وہ دوا مام کے نزدیک پاک ہی جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہی اور بستہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہی کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا نہین پاک ہی یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہین اور اسکی بیع کا جائز نہونا تنظیم کے سبب سے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ ودسنہ مطلقا علے المذہب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہین مذہب درست پر مع مطلقا خواہ ابتدا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہی آدمی کے کان مین سو بدائع مین ہی کہ وہ ناپاک ہی اور خانیہ مین ہی کہ ناپاک نہین وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتتہ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ مین ہی کہ ہر چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اسی شخص کے حق مین جسکا وہ جز ہی پاک ہی اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جسمین جان ہی تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے پاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق مین پاک ہی یعنے بالخصوص نماز مین اسکا حمل درست ہی نہ پانی وغیر مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہوجاتا ہی قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے یعنی آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہی اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہی کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہی مع اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہی اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہی تو سفید ہوجاتا ہی کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب نجس العین عند الامام وعلیہ الفتوے وان رجح بعضہم النجاستہ کما بسط ابن الشحنۃ اور اسکو جان رکھو کہ کتا نجس العین نہین یعنی اسکی نجاست ذاتی نہین خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہی اگرچہ بعضے علمانے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابواللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا شرعا درست ہی اگر وہ نجس العین ہو تو اسکے لعاب سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق مین ہی کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہین وہ پاک ہی اور گوشت اسکا ناپاک ہی فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلے ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہو تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہی ودلو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ما البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا بمشہ مالم یر اور اگر کتا کنوئین مین سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے کی

چھیڑیون سے اور نہ اسکے کاٹنے سے جبتک اسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہوم یعنے اگر کنوئین مین کتا مُنھ ڈالیگا یا کاٹنے مین اسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہی گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہی ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھنے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہوم یعنے اسواسطے کہ ظاہر اُسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ کیا کہ یہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی وشرطہ الحلوانی شدقہ اور شمس الائمہ حلوائی نے کتے کا مُنھ بند کرلینا شرط کیا ہی یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا مُنھ بند ہوتا کہ اُسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہی نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہی تو اُسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاستہ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک ہونے مین ہم بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین ہوا تو اُسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہی اسکا جواب یہ ہی کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اُسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا سوجہ سے ناپاک ہی کہ اسکے ساتھ لعاب اُسکا مختلط ہی اور لعاب پیدا ہوتا ہی گوشت سے اور گوشت ناپاک ہی دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال یوکل لکل حال اور مشک پاک حلال ہی ماکول ہی ہر حالت مین یعنے خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو ہم طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہی مگر اسکا کھانا حلال نہین وکذا ناجستہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہی مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے قائم ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہی کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہوجانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے م یعنے ہر چند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہی لیکن اب مستحیل بخوشبو ہوگیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہی کہ اگر نافۂ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہی اور یہ اختلاف مدار جانور کے نافہ مین ہی اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہی زباد نزاز مجمہ دبا موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہی یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہی کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہوجاتا ہی اسکو بلی کے کھرچ لیتے ہین قاموس مین ہی کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور کی سُنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاستہ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہی چنانچہ بکری اور اونٹ اُسکا پیشاب نجس ہی بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اُسکو پاک کہا ہی ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی لابغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوائے دوا کے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک م اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف شہدہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما یخص بخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہی اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ درست نہین ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہی لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنے کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہی یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہی جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہی اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہی اور اسی قول پر فتوی ہی وہم خانیہ مین ہی قال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمھارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اُس چیز مین جو تم پر حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہی اور جنمین شفا ہی اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہی ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہی صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہی شفا حاصل ہونے کے وقت

اور حاوی قدسی مین ہی کہ جب خون آدمی کے ناک سے روان ہو اور بند نہو یہانتک کہ اسکے مرجانے کا خوف ہو اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورۂ اخلاص اس خون سے اسکے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول مین نجست نہین ہی اور دوسرے قول مین نجست ہی جیسے شرب خمر کی نجست ہی پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی ہی کذا فی منیۃ المصنف مختصرا **فصل فی البیر** یہ فصل ہی کنوئین کے مسائل مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او وقع بول او دم او ذنب فارۃ لم تنزح فلو متفسخ ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا نون کا یا دم ہے کی ایسی دم کٹی کہ محل قطع موم سے بند نہین ہوا اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اسکے گرنے سے اتنے ڈول نکالے جائینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۴۰ ڈول مع عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہی کچھ فرق نہین فی ہبیر دون القدر الکثیر علی ما مر نجاست مذکورہ گری اس کنوئین مین جو کم ہی مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق مین یہ مذکور ہوچکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہی اور متاخرین کے فتوے پر دہ در دہ کثیر ہو تو اگر کنوان دہ در دہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تاوقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو تغیر نہو ولا اعتبر بالعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار نہین کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہی نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی البحر اوماۃ فیہا او خار جاہ والقی فیہا دلو فارۃ یابستہ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا کسقط یا مر الکنوئین مین یا مر الکنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک ہوا ہو مستمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہی خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونون کے کنوئین مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا ہی لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہی ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا بچہ ناپاک کردیتا ہی حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہوچکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وانتفخ او تفسخ ولو تفسخ خارجا فیما ذکرہ الوانی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہوگیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہی علامہ دانی محشی درر نے نیزح کل ما ہما الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت ایسا ذکر کیا ہی ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہوگا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ الا اذا تعذر لنجاستہ اخرتہ منجسۃ فینزح الماء الی حد لا یلاقی نصف الدلو بطہر الکل تنجا پانی نکالا جاے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اُسکا نکالنا نہو سکے چنانچہ لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کہ غائب ہوگیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہوجاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ مع لینے ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئین کے گردپیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہوجانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک ہوجانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہوجاتا ہی جبکہ شراب سرکہ بنجاے اور سنبھا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہوجاتا ہی محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی النزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہوگیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا پانی رہا تھا قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہین قید بالموت لانہ لو خرج حیا ثم مات نجس العین ولا بہ حدث وجنب لم ینزح شئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر لسورہ فان نجسا نزح لکل والا لا وہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہین مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہی تو کچھ پانی نکالا نجا ویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منھ پانی مین داخل ہو تو اسوقت اُسکے جھوٹے کا اعتبار ہوگا سو اگر اس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہی تو سارا پانی

نکالا جائیگا اور اگر پاک ہی یا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہیں یہی قول صحیح ہر دم نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ مرے یا نہ مرے مُنہ اُسکا پانی میں داخل ہو یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہو کذا فی الطحطاوی نعم یندب عشرۃ فی المشکوک للاجل المطہوریۃ کما فی الخانیۃ ان مستحب ہی دس ڈول نکال دینا مشکوک میں مطہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ میں ہر دم اور بعضوں نے مزید احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہی چنانچہ عالمگیری وغیرہ میں ہی وَزَادَ فِی التَّاتَارخَانِیَّۃ وَعِشرِینَ فِی الفَارَۃ وَالعِشرِینَ فِی سُقُوطِ رُدُودِ جَاجَۃ مخلاۃ کا دی محدث تاتارخانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہی کہ مستحب ہی ۲۰- ڈول نکالنا چوہے میں اور ۴۰- بلی اور کوچہ گردمرغی میں جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئیں میں گرنے اور زندہ نکلنے میں ۴۰- ڈول کا نکالنا مستحب ہی ثم ہذا اذا لم تکن الفارۃ ماریۃ من ہرۃ والا الہرۃ من کلب والا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی الجوہرۃ پھر یہ حکم لینے سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت میں ہی جبکہ چوہا بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور نہ بکری درندے سے سو اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئیں میں گرا ہی تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقاً یعنے پانی میں اُسکا مُنہ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ میں ہی دم جانور گریختہ خوف سے پیشاب کردیتا ہی یہ وجہ ہی تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبیٰ الفتوی علی خلافہ فلان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق میں مجتبیٰ سے منقول ہی کہ فتوے اسکے خلاف پر ہی یعنے پانی نکالنا واجب نہیں اسواسطے کہ پیشاب کے وجود میں شک ہی یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا نہا سعینا فیقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئیں کے چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اسمیں تھا ابتدا اخراج کے وقت ایسا کہا ہی حلبی نے ہم یعنے زائد کا نکالنا لازم نہیں اور شارح نے ابن کمال سے پہلے وقت وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہی یوخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بقینی وقیل یقینی باثنین الی ثمانیۃ وہذا لیسر وذاک احوط عمل کرنا چاہیے اسمیں یعنے پانی کی مقدار میں ان متقی دو مرد دین کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہی اسی قول پر فتوے ہی یعنے جب اُنکے اندازے کے موافق پانی نکل چکا کنوان پاک ہوگیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہی کہ چشمہ دار کنوئیں میں دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہی اور دوسرا قول آسان تر ہی اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہی دم دوسرا قول محمد رح سے مروی ہی اور جبکہ اُنھوں نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئیں ۳۰۰- ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ فتویٰ دیا لیکن یہ قول ضعیف ہی اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہی کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے میں بلادلیل سعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے مخالف اسکے منقول ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا منفسخ ولا متمعط فان کان کادمی وکذا سقط سخلۃ وجدی وادکبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئیں سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہیں اور نہ پھٹا اور نہ اسکے بال جھڑے ہیں تو اگر جانور آدمی کے برابر ہی جسمیت میں اور اسکے مانند ہی ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاوے وان کان کحمامۃ دجرۃ نزح العشرون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائیں وجوب کی راہ سے ساٹھ ڈول تک نکالنا ہی استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ تعشروا ان لم تنتفخ اور اگر جانور ہی گنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰- ڈول نکالے جائیں ۲۴- ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ۲۰- کا نکالنا واجب ہوا اور ۴۰- کا مستحب وہذا لیتم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وحب حیث یہراق الماء کلہ لتخصیص الابار بالاثار بحر ونہر اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہی چشمہ دار کنوئیں اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹھور کے اسواسطے کہ اسکا تمام پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمیں جانور گر کے مرجاوے اسواسطے کہ کنوئیں کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہی صحابۂ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر یعنے کنوئیں کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہی تو حوض اور مٹھور کو غیر چشمہ دار کنوئیں کے ساتھ ملحق نہیں کرسکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز ونحوہ فی النہر مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی میں کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہی تنت

مین ونقل عن الفتینیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر اور مصنف نے نقل کیا فتنیہ سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہی وہم رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین وتشبیہ نہین ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ لیجئے گرمیا ہوجیسا کہ قاموس مین رکی بمعنی حفر مذکور ہی کذا فی الطحطاوی طاہر رکیہ سے مراد چاہ کثیر العمق ہی جسکو اہل ہند چوہا بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحب المطمور الکثرۃ فی الارض کالبئر وعلیہ فالتصریح والزبر بالکبیر فیہ منہ کالبئر فاغتنم ہذا التحریر انتہی اور مصنف نے فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹھور پانی کی آدھی سے زیادہ زمین مین گڑی ہووہ کنوئین کے مانند ہی اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجتمع المار اور بہت بڑی مٹھور سے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سوای مخاطب غنیمت جان اس تحریر کو یہان تام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہی بدلو وسطہ وہو دلو نتاک البئر بین یا جالین ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہی جو اُس کنوئین کا ڈول ہی یعنے جس ڈول سے اُسکا پانی بھرا جاتا ہی فان لم یکن فمائتا صاعا پھر اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہی جسمین ایک صاع پانی سما سکے ہم صاع آٹھ رطل ہی اور لکھنؤ کے سیر سے تخمیناً تین سیر صاع ہوتا ہی وذخیرہ یحتسب بہ اور اسکے سوائے یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اُسکا حساب کرلیا جائیگا صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ہو۔ یا ہم۔ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہی طاہر ہوتے کو ظاہر مذہب مین ہوسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہوگیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے ویکفی ملأ اکثر الدلو اور کفایت کرتا ہی ڈول کے شمار مین بھرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسوسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہی نکالنا اسقدر پانی کا جو کنوئین مین موجود ہی اگرچہ دُونون کے شمار سے کم ہو لیجئے ہم ڈول مثلاً نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۲۰- ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے نکالنے سے پاک ہوگیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہوگیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجزیان بعضہ اور کفایت کرتا ہی کنوئین کے تھوڑے پانی کا بہنام کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمہ ہین ایک سے پانی نکلتا ہی اور دوسرے سے بہتا ہی اور دوسری صورت یہ کہ اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہوجاویگا اسلیے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہوجانے سے پاک ہوجاتا ہی وغیرہا ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہی طہارت بین کنوئین کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا واجب تھا ہم اگر اسفل خشک ہوگیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہی کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی البخنۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہی وہ چوہے کے مانند ہی حکم مین یعنے اسمین ۲۰ ڈول نکالنا واجب ہی کما انہ مابین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہی وہ مرغی کے برابر ہی حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہی اُسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے ہم دلالت النص اُسکو کہتے ہین کہ حصر سیجا مذکور نہین مگر بطریق اولی اُسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہووے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہی اسمین بطریق اولی ۴۰- واجب ہونگے اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما دخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھ ہم سراج وہاج مین ہی کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۴۰- ڈول نکالنا واجب ہی یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰- ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہی یا اُسنے پیشاب کردیا تو تام پانی کا نکالنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر ونحو الہرۃ کشاۃ اتفاقاً اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہی حکم مین بالاتفاق یعنے تام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارۃ مین کفارۃ اور دو چوہون کے مانند ایک چوہے کے مانند ہی حکم مین یعنے ۲۰- ڈول نکالنا چاہیے والثلث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰- ڈول نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہی اور اسکو محمد رحمہ اللہ نے

لیا ہو کذا فی البحر و یحکم بنجاستہما مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئیں کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہو جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم ہو والا فمن یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما نحن بہ فطہم للکلاب وقیل یُباح سن شافعی اور یہ حکم لینے کنوئیں کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق میں ہو اور اس آٹے کے حق میں جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کہلایا جائے کتوں کا اور بعضوں نے کہا کہ شافعی مذہب کے ہاتھ بیچا جائے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب میں یہ پانی ناپاک نہیں الا فی حق نجاسۃ تُوبَ فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے حق میں چنانچہ کپڑا دھونے کے حق میں تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے جہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل میں حکم نجاست کا بطریق استناد کے ہو اور انکے ماسوا میں بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من جنب والماء یزید شیئا فشیئا جو ہرہ اور یہ حکم لینے وضو اور غسل میں ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے میں بطریق اقتصار کے اسوقت ہو کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر جوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہیں اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع میں شک ہو اسواسطے کہ پانی کی طہارت اور نجاست مشکوک ہو اور نماز شک سے باطل نہیں ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمیں تو مانع بالیقین ثابت ہو یعنی حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مرئیہ میں شک ہو کذا فی الطحطاوی وندب ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے مم استحسان عبارت ہو احسن امر کے اختیار کرنے سے اور بعضوں نے کہا عبارت ہو قیاس کے ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگوں کو آسان تر ہو اور بعضوں نے کہا عبارت ہو احکام میں آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہو کہ استحسان سختی کا چھوڑنا ہو اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے (یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ) کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ استحسان اس قیاس کو کہتے ہیں جسکی وجہ مخفی ہو لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہو نہر الفائق میں ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ پانی میں حیوان دموی کا وقع ہونا اسکی موت کا سبب ظاہر ہو تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلا شک وجود پر زمانہ وقوع کا سابق ہو تو انتفاخ میں تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر میں ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شیء قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگوں کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوئی بعضوں نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہو ہم صاحبین کا قول ہی قیاس ہو اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا تیقن ہونا زمانہ گذشتہ میں زائل نہیں ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہو کہ حیوان کنوئیں سے باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئیں میں ڈال دیا ہو نہر الفائق میں ہو کہ غایۃ البیان میں کہا کہ امام کا قول احوط ہو اور صاحبین کا قول لوگوں کو آسان تر ہو فتاوی عتابی میں ہو کہ صاحبین کا قول مختار ہو اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہو کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہو اسواسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب میں ترجیح واقع ہو اور وہ احوط بھی ہو انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہیں فرع مسئلہ ملتقط شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او ودیا اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے میں منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے مم نوادر ہشام میں امام سے منقول ہو کہ خون میں نماز کا اعادہ نہیں اور اسی کو محیط میں اختیار کیا ہو کذا فی النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہو کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ولو وجد فی جبتہ فارۃ منتنۃ فان لاثقب فیہا اعاد وقد وضع القطن والا فثلثۃ ایام او منتفخۃ او نائمۃ والا یوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ میں مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ میں سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

استناد اور اقتصار کی تفصیل جلد اول صفحہ ۱۰۳ میں مذکور ہو یہاں بھی معلوم کرلینا چاہیئے

استحسان کسکو کہتے ہیں

کپڑے کا حال کہنے سے شارح کا مقصد یہ ہو کہ کپڑے کی نجاست کا حکم کرنا اور اسکو دھونا کنوئیں کے حکم سے کیوں جدا ہو

کنوئیں کا حکم

وقت سے اور اگر جبہ میں سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگر چوہا پھولا یا خشک ہوا و اگر چوہا پھولا یا خشک نہو[ئے] دن کی نماز پھیرے ہم روئی بھرنے کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی وَلَا تَزَحْ فِی بَوْلِ فَارَّةٍ فِی الْاَصَحِّ اور کنوئیں سے پانی نکالنا لازم نہیں چوہے کے پیشاب میں صحیح تر قول میں کذا فی الفیض وَلَا بِخِرْجَامَّةٍ وَعُصْفُوْرٍ وَكَذَا السِّبَاعُ طَيْرٍ فِی الْاَصَحِّ لتعذر صونها عنہ پانی نکالنا لازم نہیں کبوتر اور گنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئیں میں اور اسی طرح کا حکم ہر پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول میں اسواسطے کہ حفاظت کرنا کی اُسے نہیں ہوسکتی وَلَا بِتَقَاطُرِ بَوْلِ كَرُوْسِ اَبَرٍ وَغُبَارٍ نَجِسٍ لِلْعَفْوِ عَنْهَا اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنے سے جسکی چھینٹیں نہایت صغیر ہیں چنانچہ سر سو نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ یہ دونوں معاف ہیں وبعرۃ ابل وغنم اور بیٹ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیوں کے پڑنے سے کنو پانی کا نکالنا لازم ہے کما یعفی لو وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فورا قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیاں پڑگئیں دودھ دو ن میں دوہنے کے وقت پھر پھوٹیں اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئیں ہم یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے ہے تو سواسے اس وقت کے عفو نہیں کذا فی النہر والتبیہ بالبعر تین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ دو دو مینگنیوں کا ذکر کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیوں سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل المعفو عنہ ناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرأی اور اسی واسطے یعنے اسلیے کہ زیادہ مینگنیوں عفو نہیں مصنف نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہیں جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہے یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے زیادہ ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابوحنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہیں ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایۃ میں کما کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہر ڈول میں مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی میں ہوں تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل فرع مسئلۃ الحقہ شاخ کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر مالا یظہر النجس کنوئیں کے کنوئیں اور نجاست کے گڑھے میں اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئیں میں ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر لینے لگے ہ مفرہ ظاہر نہو تو کنواں پاک ہے اگر چہ دونوں میں ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگر چہ دونوں میں دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سور میسر اسم فاعل من اسار ای البقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست میں جھوٹا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا ہے کہ جھوٹی چیز میں اس جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ میسر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہوا سار فعل ماضی سے جو بمعنی البقی ہے ہم جب مصنف فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنے انکا پسینہ سور معہ ز العین یعنے جھوٹا اسکو کہتے ہیں جو پینے والے سے برتن یا حوض میں پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سور بولتے ہیں بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک میں کذا فی الطحطاوی فَسُؤْرُ الْاٰدَمِیِّ مُطْلَقًا وَلَوْ جُنُبًا اور کافر اور امراۃ تو جھوٹا آدمی کا مطلقا اگر چہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سورہا للرجل لمکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وبنبی آن مکروہ ہے جھوٹا عورت کا مرد کو اور مرد کا جھوٹا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق میں لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا [illegible] کرنا جائز نہیں کذا فی المجتبیٰ ہم لینے یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہو نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد اور محلوق اپنے منہ میں اسکے ہاتھ لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہو تو حامی امرد کی مشت مال بطریق اولی مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ بانون کا [illegible] امرد سے و ماکول لحم دمنہ

الفرس فی الاصح ومثلہ مالا دم لہ ازدر اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کھانا حلال ہی اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح ترقول مین اور اسی کے مانند ہی وہ جانور جسمین دم مسفوح نہین مثلاً گھریلے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہی کہ جہاد کا آلہ ہی نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ نہین طاہر الفم قید الکل طائر طائر بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہی یعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جیسے اُنکے مُنھ پاک ہون نجاست سے تو اُنکا جھوٹھا بدات خود پاک ہی اور غیر کا پاک کرنے والا ہی احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقاً یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین ہی وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہی اور درندون کا ناپاک ہی اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہی اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہی ہم چوپائے درندے چنانچہ شیر اور چیتا اور بھیڑیا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال سے مُنھ اُسکا دھو گیا پھر اُسنے پانی پیا تو اب اُسکا جھوٹھا ناپاک نہین ولو شاربہ طویلا لاسیما وعبۃ الانسان نجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہی کہ اُسپر زبان نہین پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت ناپاک ہی اگر یہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چھوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظہ ہی ہم اور اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے مُنھ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہونا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہی کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ ودجاجۃ محلاۃ وابل وبقر حلالۃ فالاحسن ترک وجاجۃ الیتیم الابل والبقر تہستانی وسباع طیر لم یعلم لہا طہارۃ منقار ہا وسوار کن البیوت طاہر للضرورۃ مکروہۃ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلاً کالہ یفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور ان درندون پرند کا جنکے پالنے والون کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورون کا پاک ہی ضرورت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہی صحیح ترقول مین اگر سوائے اُنکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلاً جیسے اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہو جاتا یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہی تو اُنمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین ہم سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہی چونکہ اُنکا گوشت حرام ہی تو قیاس یہ تھا کہ اُنکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہی پاک لیکن غالباً مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور مجوس ہون اور اُنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم نہ ہو تو اُنکے جھوٹے پانی سے وضو مکروہ نہین یہ روایت ہی ابو یوسف سے اسکو پسند کیا ہی متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہی ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہی کہ قیاس چاہتا تھا کہ اُنکا جھوٹھا نجس ہوانے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اُنکی ساقط ہوگئی طواف کی علت سے جو حدیث مین وارد ہی اور کراہت ثابت ہی نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسور حمار اہلی ولو ذکر فی الاصح وبغل امہ حمارۃ او جھوٹھا بالوگدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح ترقول مین اور اس نجر کا جسکی ماں گدھی ہی مشکوک ہم مقابل اصح لبعضون کا قول ہی کہ گدھے کا جھوٹھا نجس ہی اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہی اصح کی وجہ یہ کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرسا اوبقرۃ فطہر متولد من حمار وحشی وبقرۃ ولاعبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریح بحل اکل ذبیحۃ ولدتہ شاۃ اعتبارا للام وجواز الاکل لیستلزم طہارۃ السور کما لا یخفی تو اگر نجر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہی جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور یہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑیا بکری نے جنا مان کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور ناحلال ہونا مستلزم ہی جھوٹے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم یہ روہی ملا مسکین شارح کنز پر کہ اُسنے مشابہت پر اعتبار کیا ہی ونقلہ المصنف عن اشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہی ہمارے

ف ۵ اصحاب نبی حسی نجاستین اور اخباث پر خفی نجاستین ۱۲ ف ۵ دہم بنا بالی کی پیروی کرتے ہوے ۱۲ ف ۵ سور بلی ۱۲

اُستاد خیر الدین ۔ ملی نے کہا کہ وہ روایت نادر ہی مشہور کے مخالف ہی یعنی معتمد نہیں ہم ٹھیک بات یہ ہی کہ مصنف نے فوائد ناجیہ سے نہ اشباہ سے یوں نقل کیا ہی کہ جس حیوان کا احد الابوین ماکول ہوا اور دوسرا غیر ماکول تو وہ حلال نہیں اصح قول میں عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہ ہی کہ ان کا اعتبار کرنا محققین میں مشہور قول ہی کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لافی طہارتہ حتے لو وقع فی مار قلیل اعتبر بالا جزاء گدھے اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے میں شک ہی اور اسکے پاک ہونے میں شک نہیں یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی میں پڑجاے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنے اگر نصف سے کم ہی تو وضو اس سے جائز ہی چنانچہ آب مستعمل میں اجزا کا اعتبار ہی ہم دلیل شک یہ ہی کہ ثبوت ضرورت میں تردد ہی اسواسطے کہ گدھا مکانات میں باندھا جاتا ہی تو ظروف سے پانی پینا ہی اور ضرورت کو ۔ تناط نجاست میں اثر ہی چنانچہ بلی اور چوہے میں مگر گدھے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہی کیونکہ وہ دونوں ہر جگہ گھر میں آمد و رفت رکھتے ہین برخلاف گدھے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی چنانچہ کلب اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونوں ساقط ہوگئین تعارض کی وجہ سے کذا فی البحر وہل یطہر الجنس قولان اور گدھے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہ کہ ان پاک کردیتا ہی اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضاء بہ اویغتسل وتیمم اسے یجمع بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لافی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدھے اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے لینے دونوں کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ہم نماز واحد مین جمع بین الوضوء والتیمم احتیاط ہو نہ ادائے واحد مین تو اگر گدھے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو توڑا اور اسسے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہی یہی قول صحیح ہی اگرچہ ادائے واحد مین جمع نہ کیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین دلو تیمم وصلی ثم ارادہ فرضہ اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹھا پانی گرا دیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہی جبکہ پانی مطہر نہو لہذا یہان گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہی ویقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذہب المصحح المفتے بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر لینے فقط تیمم متعین ہی وضو اس سے جائز نہین بنابر قول صحیح ٹھہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین ہم نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرمے پانی مین ڈالے جائین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہی یعنے تیمم کرنا نچاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد رح کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہی اور نبیذ خرما جبکہ گاڑھا اور مسکر ہوجاے تو بالاتفاق وضو جائز نہین شرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے یہی مذہب صحیح مختار ہی کذا فی المنح ملخصا وحکم العرق کسور اور پسینہ جھوٹھے کے مانند ہی حکم مین اسواسطے کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہی لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹھے کے ساتھ معتبر ہی طہارت اور نجاست اور کراہیت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب کما فی المستصفے تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہوگیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفے مین مذکور ہی وفی المحیط عرق الجلالۃ عفو فی الثوب والبدن اور محیط مین ہی کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنے ہر چند نجس ہی مگر عفو ہی اور ظاہر تقیید اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف نہین وفی الخانیۃ انہ طاہر علی الظاہر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلث بہ تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے مین ذکر کیا قرآن مجید کی پیروی سے ہم قرآن مجید مین

تیمم دو مقام مین مذکور ہی سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہ ہوئی خصائص ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے مزید رحمت سے ہم خاکسارون کے حق مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک **وَھُوَ لُغَۃً** القصد و شرعاً **قصد صعید** شرط القصد لانہ الغایۃ مطہر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی ہم یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک مٹی جبکہ وہ خشک ہوجاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن نماز اسپر درست ہی **واستعمالہ** حقیقۃً او حکماً بالتیمم للتجرد الاولس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃً ہو خواہ حکماً کہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اُسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر ہم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر اُنکو جھاڑے پھر اسنے چہرے کو اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر اُنکو جھاڑے پھر اُسنے دونون ہاتھ کہنیون تک اسے کذا فی المنح ہذا بالفیدان الفرضین رکن وہو الاصح الاحوط یعنی طور خاص سے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی ہم مصنف نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر بعد ضربہ حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح **لاجل اقامۃ القربۃ** خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلے بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہیے عبادت کے ادا کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین ہم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **ورکنہ** ثنیان الضربتان والاستیعاب اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا **وشرطہ** ستۃ النیۃ والمکث وکونہ بثلث اصابع فاکثر والصعید وکونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲- مسح ۳- تین یا زیادہ اُنگلیون سے مسح کرنا ۴- مٹی ۵- مٹی کا مطہر ہونا ۶- پانی کا نہ پانا مع فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اسوقت پانی کا اصلاً ہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا **وسنتہ** ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اوّل باطن کفین یعنے دو ہتھیلیون کو اندر کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳- اُنکو مٹی پر رکھے ہوے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴- اُنکو جھاڑنا ۵- مٹی پر رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار اُنکے مابین مین آجاے ۶- بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷- ترتیب یعنے اول مُنھ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ پھر بائین ہاتھ کو ۸- پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہو تا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام فرونہ وضمت سنۃ الثمانیۃ فی بیت اخر وغیرت شطر بیتہ الاول فقلت ۵ والاسلام شرط عذر وضرب ونیۃ ۵ ومسح وتعمیم صعیدہ مطہر ۵ وسنۃ سمی وبطن وفرجن ۵ ونفض ورتب وال اقبل وتدبر ۵ اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شروط مین اسلام کو زیادہ کہا سو مین نے بھی اسکو زیادہ کیا اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور اسکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اور عذر شرط ہی تیمم کی مینے پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور سارے اعضا تیمم پر ہاتھ پھیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط ہی
اور سنتین تیمم کی یہ ہین کہ اے تیمم کرنے والے بسم اللہ کہہ اور باطن کفین سے ضرب کر اور انگلیون کو کشادہ رکھ اور ہتھیلیون کو جھاڑ اور ترتیب کے ساتھ تیمم کر
اور پے در پے بلا توقف تیمم کر اور مٹی پر ہاتھ رکھ کر آگے کھینچ اور پیچھے ہٹا ہم اور منجملہ شروط تیمم کے جنسے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع حیض اور نفاس ہی اور
زائل کرنا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہونا کذا فی الطحطاوی من عجز مبتدا خبرہ تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوٰۃ فقوت
الی خلف لبعدہ ولو بقیمۃ فی المصر میلا جو شخص کہ عاجز ہو اس آب مطلق کے استعمال سے ہو کافی ہی اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہی اپنا خلیفہ
چھوڑ کر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہی ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہی اور تیمم اسکی خبر ہی جو آگے آویگا چند سطر کے بعد
ہم آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہی اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہو
کفایت کرتا ہی تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرکے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہو گی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحر الرائق مین ہی خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہی وہ نماز ہی جسکا خلیفہ قضا ہی اور نماز جمعہ ہی جسکا خلیفہ ظہر ہی اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہی تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہی اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب کے
بھر جہان یہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہی سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین مصرح ہی خانیہ مین ہی کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہی وتمامہ فی
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع وہو اربع وعشرون اصبعا وہی ست شعیرات ظہر البطن وانہ ست شعرات بطن میل چار ہزار گز ہی اور گز ۲۴ انگل کا ہی اور
انگلی چھ جو کی ہی اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھ بالون کا ہی او لمرض یشتد او یتمد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو متحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہی یا دراز ہو جاتی ہی بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور امتداد حاصل ہونا ہو حرکت کرنے سے م یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہو گی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتاوے تو تیمم کرنا جائز ہی اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہی اور اسکے پانون مین سخت پھوڑا یا نہروا ہی اور وہ بہ ظن غالب جانتا ہو کہ مین اٹھکر
پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہو گی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہی او لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے پایا اسکو جو اسکو وضو کرا دے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین
رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگر دستور کے موافق مزدوری دے کر
ملتا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہی تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہی وفیہ لا یجب علی احد الزوجین تو ضی صاحبہ او عبدہ
او مملوک یجب اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا یا خبر گیری اسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہی یعنی
مالک مملوک کی خبر گیری کرے اور مملوک مالک کی او یروی مملوک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ اتحام ولا ما بدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہی یا بیمار کرتی ہی اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے
کو گرم کر دے یعنے پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہی اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہی کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرست کی
بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل آئمتنا فی زماننا تجیل بالعدۃ فیالم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہی جسکی شرع شریف نے اجازت نہین
دی یعنے جو مفلس ہو وہ معذور ہی تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہین نعم امکان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیۃ ولا لا فان اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہین خرید کرنا وعدہ پر اس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خریدنا لازم نہین وہ معذور رہیگا تیمم کرکے وقت
عذر کی حیثیۃ او نار علی نفسہ دلو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر
آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہی یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف
ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہو تو خوف حبس کا البتہ عذر رہیگا اور اگر مقدور والا ہو تو عذر نہین اسواسطے کہ وہ
ظالم ہی ادا سے قرض مین دیر لگانے سے ثم ان نشأ الخوف لسبب وعید بعید اعادا الصلوۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہی بندے کے ڈرانے سے تو
متیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہین ہی تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہی یعنے خدا کی طرف سے ہی کذا فی البحر بشام خلاصہ
اور خانیہ مین ہی کہ اگر سپرسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے
کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے مجوس کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب
اعادہ مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی او عطش ولو بکلبہ اور فیق القافلۃ حالا او مالا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتہ یا
رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جس پانی کی دفع عطش کے واسطے ماءیت ہی وہ بمنزلۂ معدوم کے ہی خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی اشنا
ہو یا اجنبی تو ان صورتون مین باوجود پانی کے تیمم جائز ہی وکذا لمجین او ازالۃ نجس کما یجئی اور تشنگی کے مانند ہی آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا
دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابۃ بتعذر حفظ العمالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایون کی تشنگی کے خوف کو مقید
کیا ہی بتعذر حفظ غسالی کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہسکتا ہو تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ
مذکورہ سے ممکن ہی اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا وقتالہ اور سراج مین ہی کہ مضطر کو لینے جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہی بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو
والا وہی مقدم ہی غیرسے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی مین پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رائیگان ہی یعنے نہ اسمین قصاص ہی نہ خون بہا
نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن لقیمۃ دابۃ وہو یۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا لینے اگر قتل عمد ہی تو قصاص ہی اور اگر
شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہی تو عاقلہ پر دیت ہی اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلۃ طاہرۃ لیستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے
بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاے ہم لیے جب کنوئین مین پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئین کا وجود اور
عدم برابر ہی اور اگر ڈول ناپاک ہوا تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہی تیمم جائز ہی لم یجد کوشا تیمم جائز نہین اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسی کے مانند
رومال اور کپڑا ہی یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہی اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت مین تیمم
جائز نہین وان نقص ما ولا نہ اوشقہ نصفین قدر قیمۃ المار تیمم جائز نہین اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئین مین لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے
ناقص اور خراب ہو جاے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہی کہ پانی مین ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہی یا ڈوپٹہ وغیرہ ہی کہ نصفا نصف
پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہی تو اگر پگڑی یا ڈوپٹہ کا نقصان اسقدر ہی جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہی تو تیمم جائز نہین پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت
سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہو تو تیمم جائز ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب مین منصوص نہین ہی بلکہ شافعی مذہب مین مذکور ہی توشیح مین کہا ہی کہ یہ سب
ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہی کما لو وجد من یزل الیہ باجر جنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئین مین اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے
لینے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہی اور تیمم جائز نہین اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہی کذا فی البحر تیمم لفقد ماء

الا عذار کلہا عاجز مذکور تیمم کرے ان سب عذرون سے یعنے میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی ہر واحد علت مستقلہ ہو جواز تیمم کی حتے کو تیمم لعدم الماء ثم مرض مرضا یبیح التیمم ثم زال بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحساب بالرخصۃ الاولی فتصیر الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہوگئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح ہوگیا تو اس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہی اور پہلے رخصت اجانت شرعی اسطرح ہوجاتی ہی گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہی جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت سے مراد یہان تیمم ہی اور اسباب سے مراد بعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہی جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہی جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہی مستوعبا وجہہ حتے لو ترک شعرۃ او وترا منخرہ لم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہان تک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حاجب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی وَیَدَیہ فینزع الخاتم والسوار او یحرک بہ یلقے مع مرفقیہ فیمسحہ الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونون ہاتھون کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے لیوے اپنے مقام سے ہٹادے اسی کا فتوی ہی یعنی وضو کی طرح یہان فقط تحریک کافی نہین بدون مسح کرنے ناخنت کے ہاتھون کا مسح کرے دو کہنیون کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہو اور کچھ کہنی باقی ہی تو اسکا بھی مسح کرے بضربتین ولو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مارکے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہون لیوے اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرادیوے اسکو بھی ضربتین کافی ہین اسطرح کہ ایک بار سے اسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو ہم حاکم اور طبرانی اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین یعنے اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہی اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث مختلف اور متعارض ہین بعضی حدیث مین ضربتین ہی اور بعضی مین ضربۃ واحدہ اور بعضی مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین اور بعضی مین یدین الی المرفقین اور بعضی مین یدین مطلق اور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہی اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہی اسواسطے کہ ضربتین مین ضربہ داخل ہی اور مسح ذراعین تامرفقین مین مسح تاکفین داخل ہی دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وما یقوم مقامہا کما فی الخلاصۃ وغیرہا الوحرک راسہ او داخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جازہ الشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہی ضربتین کے یعنی تیمم ہمنے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنے سر کو چہرے کے ساتھ گرد وغبار کے اندر کھڑے ہوے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کردیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہی اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہی تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر ہم تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون مین ذکر ضرب کا واقع ہی اور اصل یعنے مبسوط مین وضع مذکور ہی نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہی تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اسکے نیت کی تو کافی ہی فتح القدیر مین ہی کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین فقط مسح ماموربہ ہی اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ التیمم ضربتان تو یا اعم من المستحبین مراد ہی یا بنظر غالب عادت کے ہی تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی وَلَو جنبا او حائضا طہرت لعادتہا او نفسا تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہوگئی اپنی عادت کے موافق یا زچا ہو ہم جنب کو تیمم جائز ہی عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچا ملحق بجنب ہین جواز تیمم مین کذا فی النہر طہر بمن جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے اس پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس ہی اگرچہ اسپر گرد

۱۲ [illegible] ہاتھون کے برابر کہنیون تک ۱۲

اور غبار نہوم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور ٹوٹ کر ہو جاے جلکر جیسا کہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریہو اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے ٹک میں پنے سیندھالون میں دو روایتیں ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس میں ہی تو درخت اور شیشہ جوریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فی دخل بین اصابعہ لم یحج الی الضربۃ لثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اسکی شرح مین ہی۔ اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہما اور محمد رح سے روایت یہ ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی تو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری فستانی ہان اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا عجز عن التراب اولا لانہ تراب ودقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلؤلؤ ولو سحقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان الیضا لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علے ما حررہ المصنف جب تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا سواسطے کہ اسکی پیدایش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا اُن درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ اُسنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایۃ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ سہو نہین اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزا ارض سے سمجھے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ وسرمہ بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جو آگ مین جلکر راکھ ہو جاے چنانچہ درخت الاراد الجمر فیجوز بجمر مدقوق او منسول او حائط مطین او مجصص او اوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کہنے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنے اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہ گل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو طرف پہنی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اُسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی مان اگر جنس ارض سے اُسپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور پنشا بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا یمنی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر متلثما بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے یعنے گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کریگا تو جائز ہی ولو لحیہ مین ہی کہ اگر مسافر گاری کی جگہ مین ہو اور صعید یعنے خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اُسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی مٹی لگا وے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہون یعنے جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم اُنپر جائز ہی بسبب اُس مٹی کے جو اُسپر لپٹی ہی کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بید یہ علیہ وان لم یستبین لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل مالا یجوز التیمم علیہ کمنطۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل

معادن کے ہر ایک وہ چیز ہی جسپر تیمم جائز نہین مانند گیہون اور بانات کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خوب بات ہی کذا فی النہر ہم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ غبار سے تیمم کرنے کی یہ صورت ہی کہ اپنے دونون ہاتھ مارے کپڑے یا مندیل یا تکیہ مین اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جسپر غبار ہی پھر جبکہ غبار اُسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے تاکہ غبار نکلے پھر اپنا ہاتھ اُٹھاوے غبار مین ہوا سکے اندر سو جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے والحکم للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولؤلؤ مسبوکین اور حکم ہو غالب چیز کا یعنے غالب چیز کا اعتبار ہی اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے جسپر تیمم جائز نہین چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئے ہون ہم شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے اگر وہ مسبوک یعنے گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور مختلط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہی تو جائز ہی اور یہ اسمین مذکور نہین کہ جب گداختہ ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور زیلعی مین ہی کہ تیمم جائز ہی سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند اُنکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور اُنسے کوئی چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیۃ اور جلی مٹی راکھ سے ملے تو اگر مٹی غالب ہی راکھ سے تو تیمم جائز ہی اور اگر غالب نہین یعنے مغلوب یا برابر ہی تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیہ یعنے زمین پر کا جھاڑ بوٹا جل گیا اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہی اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہی اسواسطے کہ احتراق سے مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اُسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبۂ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنے اگر مٹی برابر ہی دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولو لاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عند تالا ضروری اور تیمم جائز ہی نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہی غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہی وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدلام یعنے جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہی اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہی باجود آب اور یہ نہین کہ وہ نماز کو مبطل کر دیتا ہی باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہی اور صحیح نماز ہی حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہی تو اُنکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہین اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی النہر وجاز لخوف فوت صلوۃ بنازۃ ای کل تکبیرا تہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہی نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنے تمام تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا جُنب یا حائض ہو ہم اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اُسکا انتظار ہو گا تو اُسکو تیمم جائز نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہو گا تو بھی اُسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہی کذا فی البحر عن البدائع ولو جُنبا خرج ان امکنہ المضی بہ بنیہما تم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اس متیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہی کذا فی البحر عن المضمرات وفوت عید بفراغ امام او وال شمس اور جائز ہی تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے ہم یہ حکم ہی کل نماز عید کے فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان بنی بناء بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنے وضو کرکے نماز جنازہ یا عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہو کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہی خلافاً للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ
کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل باسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونے
کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اُسکا بدل نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اُسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف و سنن رواتب
و لو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سُنتون
کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے ہم یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو
کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہو چلیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم
کرکے سُنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اُسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط خوف سُنت
فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کریگا ولنوم وسلام
وردّہ وان لم تجز الصلوٰۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا
جائز نہین ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکما ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل مالا یشترط لہ الطہارۃ کما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود المار وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق
مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی اور جائز ہو
تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین کیا
لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی ہم
یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہی یا اندر اگر باہر ہو تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین بہ اتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل
قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیمم لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشئ بل ہو عدم لانہ لیس لعبادۃ یخاف
فوتہا مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے
کوئی چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہو جانے کا ڈر ہو ہم
یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار المحتار جوازہ مع المار للسجدۃ
التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے ہم یہ استدراک ہی منیۃ المصلی
کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدۂ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف معصادم ہی قاعدے کے کیونکہ سجدۂ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی
خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکن سبحی تفیدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدۂ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ
سفر مین درست ہی نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رایت فی الاشرفیۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

کی شرعۃ الاسلام اور اسکی شروح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت مشروط نہین اُسمین تیمم جائز ہی باوجود پانی کے قال و ظاہر الروایۃ جوازہ لنسج مع وجود الماء وان لم تجز الصلوٰۃ بہ صاحب شرعہ یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہی نوچیز کے واسطے باوجود ہونے پانی کے اگرچہ اُس تیمم سے نماز جائز نہین ہم اکثر النسخون مین ظاہر الروایۃ ہی اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین ظاہر الجواز یہ ہی قلت بل لعشرۃ بل اکثر مما مر من الضابط انہ یجوز لکل ما لا تشترط الطہارۃ لدلوع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ دس چیز بلکہ اکثر کے واسطے تیمم مذکور جائز ہی اسواسطے کہ یہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہی ہر ایک اس عمل کے واسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو وانما تشترط لہ فیشترط فقد الماء لتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء وانما الاقراءۃ فان محدثا کالاول او جنبا فکالثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہی سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کے واسطے مشروط ہوتا ہی چنانچہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہی سو اگر بے وضو ہی تو وہ اول کے مانند ہی یعنے باوجود پانی کے اُسکو تیمم جائز ہی یا کہ وہ شخص جنب ہی تو پانی کے مانند ہی یعنے پانی کے ہوتے اُسکو تیمم درست نہین وقالوا التیمم لدخول مسجد او لقراءۃ او لمس مصحف او مسہ او کتابۃ او تعلیمہ او لزیارۃ قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او سلام او رد سلام او ردہ لم تجز الصلوٰۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوٰۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوے تتمخانیہ خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگر مصحف دیکھکر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اُسکے لکھنے کو یا اُسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا سلام ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہی بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہی قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک قال مین کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہی کہ اسکو اسکا کرنا جائز ہی یعنے تیمم کرنا سجدہ تلاوت کے واسطے درست ہی سوائے مخاطب تامل کرہ حلبی محشی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا سو اسکو صحیح یا بالمحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہی کہ سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہی تو یہ بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہی کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہی تو اُسکا جواز بالاتفاق ہی تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ لا تیمم لفوت جمعۃ و وقت ولو وقت وتر لفوتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ دیر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے اُن نمازون کے اپنا بدل چھوڑ کر یعنے جمعہ کا بدل ظہر اور وتر کا بدل لا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ اُنکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہوجانے کے ڈر سے ہم قلیہ مین کہا کہ یہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اُسپر چند فروع کو متفرع کیا ازانجملہ یہ ہی کہ اگر جھت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہی اور اندھیرے مین اُسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر قال الحلبی فالاحوط ان تیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس نماز کا اعادہ کرے یعنے قضا پڑھے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثا ۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہی یعنی فرض ہی تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنے ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے مم تیر پر تاب ۳۰۰ گز ہین ۴۰۰ گز تک کذا فی المنح شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہی کہ ہر جانب سے جدہر گمان ہو اُدھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع الاصح طلبہ قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ ہو پہنچے تلاش مین اُسکی ذات کو اور اُسکے سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنے اگر ایک کو بھی اُنمین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہی ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل یا مارۃ او اخبار عدل

تلاش فرض ہی اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک ثقہ آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن مین اور ظن غالب مین یہ فرق ہی کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن و گمان ہی اور جبکہ احد الطرفین دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام ایقن اور غالب الرائے ہی میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہی اُسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہی کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی والّا یُغلب علی ظنہ قربہ لایجب بل یندب ان رجا والّا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو لیکن شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر امید ہو تو یہ بھی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین ولو صلی بتیمم ثم رأی الماء اعاد والّا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہی طرفین کے نزدیک مطلقاً خواہ بعد اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وشرط لہ اے للتیمم فی حق جواز الصلوۃ نیۃ عبادۃ اور شرط ہی تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سوائے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہی اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر ولو صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدۂ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہی اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدۂ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اُس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہی جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد و دس مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے سجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا داخل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اُسکا تابع تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہی چنانچہ بدائع مین ہی کہ اگر جنب نے قرأت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نماز مین پڑھنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لا لتصح ای لا لتحل یعنے قراءۃ القرآن للجنب بدون طہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہی جو صحیح نہین یعنے حلال نہین بدون طہارت کے لا لتصح کی تفسیر لا لتحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جاوے ہم زیلعی اور سراج وغیرہما من مطلق مذکور ہی کہ صحیح تر یہ ہی کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہ ہی یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہ ہی کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جز ہی لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنے عدم حلیۃ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہی تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لا لتصح کی تفسیر لا لتحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف فرج السلام وردہ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم کافر او وضوءہ لانہ لیکن باہل للنیۃ فما یفقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت منضمہ

شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہی نہ وضو کرنا اُسکا اسلیے کہ کافر نیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو جو عمل کہ اپنی صحت میں نیت کی طرف حاجت رکھتا ہی وہ کافر سے صحیح نہو کام اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب مراد ہوتا ہی اور کافر سے حالت کفر میں ایسا فعل واقع نہیں ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہی کیونکہ اُسمیں نیت کی حاجت نہیں تو کافر بعد اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہی نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ الوضوء بالفتیٰ اور صحیح ہی جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتویٰ ہی یعنے وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہوجاتا ہی وندب لراجیہ رجاءً قویاً آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اُسکو وقت مستحب کے آخر وقت میں نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہی کذا فی المنح عن الوانی ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہی اگر ہو درمیان اُس شخص کے اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم ہو تو نماز جائز نہیں صلی ممن لایکرہ تنفلہ بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وہو مما یسی عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہی اور کجاوہ اُس قسم سے ہی کہ اُسکی چیز کے بھول جانے کی عادت ہی تو اُسپر نماز کا اعادہ نہیں ہم آبادی میں نہو نا عام ہی خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اسطرح نماز پڑھے تو اعادہ واجب ہی اور جسے مسافر کی قید لگائی ہی تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باتی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقاً اور اگر پانی چک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھ کر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او قدامہ رکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ وصلی عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضأ بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد اجماعا چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن پر یا اُسکی پیٹھ پر یا اُسکے سامنے تھا سواری کی حالت میں یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اُسکا ہانکنے والا تھا یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اُسکے پاس وہ چیز ہی جس سے ازالۂ نجاست ہوسکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اُسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ہم یعنی صورتوں میں حکایت اجماع میں کلام ہی کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہی ویطلبہ جریاً علی الظاہر من رفیقہ من ہو معہ فان منعہ ولو دلالۃً بان استہلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے واجب ہی کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اُسکے ساتھ ہی پھر اگر وہ پانی نہ دے اگرچہ نہ دینا دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اُسکو عاجزی کے ہم رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہی اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولو ذلک فاسد عن حاجتہ لا تیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہی یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور اُسکے پاس وہ ثمن موجود ہی اُسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کر کے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ہم غبن یسیر وہ ہی جو دو چند قیمت سے کم ہو یہ معلوم ہوتا ہی غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر بغبن فاحش وہو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان او لیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی نہ دے اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہی پانی کی قیمت کا اس مکان میں یا اُس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہیں ہی تو تیمم کرے ہم غبن فاحش سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ مروت مال مسلم اُسکے جان کی حرمت کے مانند ہو اور جان میں ضرر مسقط ہی اسی طرح مال میں کذا فی البحر والمطلب فیجب علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء النفسہ اور پیاس کے واسطے تو واجب ہی خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کے زندہ رکھنے کی وجہ سے یعنے اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہی مال کے حفظ پر دانما یعتبر المثل فی تسعۃ عشر موضعاً مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہیں مگر ۱۹ مکانوں میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کی تفصیل یہاں ضرور نہ تھی لہذا بخوف تطویل انکو مذکور نہ کیا وقبل طلبہ الماء لا تیمم علی الظاہر ی ظاہر الروایۃ عن اصحابنا

لانہ بندوں عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نکرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا وہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہی عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہی ہم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے دینے مین بخل کی عادت نہو تو اُسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشاء اور بنا بر اُسکے جو پانی کا طلب کرنا واجب ہی بندول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہی یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار لو قال حتی یستقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہی اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاے ہم اور دوسرا قول یہ ہی کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اُسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اُسکا باقی ہی پھر اگر اُسنے بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہوگئی کذا فی الطحطاوی لکن فی الفتانی عن المحیط ان ظن اعطاء المارا والا لا فیجب الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہی کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین ہم یہ روایت مخالف ہی ظاہر الروایۃ مین جو متن مین مذکور ہوچکی اور محیط کے مانند وافی مین بھی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یوخرہا عندہ اور بندیوان بنانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہی جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک ہم تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہی ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے بہ اتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بجاے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہوکر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند ہم یعنے اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے بعد رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اسپر امساک واجب ہی روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ واجب ہی کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صحح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان لوجہہ جرحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوے ہون جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ہم اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ مثل پنجے خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھ کٹے ہون وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعدد الصلوۃ بلا ظہر غیر مکفر فلیحفظ اور قد مر پیچھے فی صلوۃ المرض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہوگیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کردیتا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہو تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو پھیرے ہم یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہی نہ مسافر پر اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ ملگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہی تو عدم متحقق ہوگیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

ہوا عباد کے فعل سے اور فعل عباد مؤثر نہیں حق اللہ کے اسقاط مین کذا فی العالمگیریہ ہل تیمم السجدۃ التلاوۃ ان فی السفر نعم والا لا سوال سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر مین ہی تو ہان تیمم کرے اور اگر سفر مین نہین تو نکرے ع اگر یہ صورت پانی موجود ہونے مین مفروض ہی تو حق یہ ہی کہ مطلقاً درست نہین نہ سفر مین نہ اقامت مین اور اگر پانی موجود نہین تو مطلقاً درست ہی کذا فی الحلبی الما لیس فی الفلاۃ لا یمنع التیمم مالم یکن کثیراً فیعلم انہ للوضوء ایضاً جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہی جنگل مین وہ تیمم کرنے کا مانع نہین جبتک کہ بہت نہو لینے اگر بکثرت ہوگا تو معلوم ہوگا قرینہ سے کہ وہ وضوء کے واسطے بھی ہی ع مے پینے کے واسطے جو پانی راہون مین وقف ہوتا ہی تو وہ تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معدوم ہی اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہ ہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہی تو وضو حرام ہی اسواسطے کہ وقف کی شرط شارع کے نص کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولیشرب بہا ولوضوء اور وہ پانی جو وضوء کے واسطے وقف اور سبیل ہی اُسکا پینا درست ہی الجنب اول یسلم من حائض ومحدث ویمیت جنابت والا مقدم اور لائق تر ہی مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہی تو اُسکا ازالہ اہم ہی ولا حدہم فہو اولیٰ اور اگر وہ پانی اُنمین سے کسی ایک شخص کا مملوک ہی تو وہ شخص مقدم ہی کیونکہ وہ مالک ہی ولو مشترکا یعنی صرف للمیت اور اگر وہ پانی تینون مین مشترک ہی تو اُسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہی جاز تیمم جماعۃ من محل واحد تیمم کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہی یعنے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اُسپر بھی تیمم درست ہی کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش الخ بالغلبۃ او بہبۃ علی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے تیمم کی اُس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہی اور اُسکو پیاس کا کھٹکا نہین یہ ہی کہ زمزم کے ساتھ اُس چیز کو ملاوے جو اُس سے غالب ہو جاوے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اُسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ رافع ہو رجوع فی الہبہ کے ہم عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہی بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہی اور ظاہر اہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ اُسمین اپنا کچھ فائدہ نہ رہا واللہ اعلم ونا قضہ ناقض الاصل دلو غسلاً اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہی جو تیمم کی اصل کا ناقض ہی یعنے تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہی اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضوء کی ناقض ہی وہ اس تیمم کی ناقض ہی جو خلیفہ ہی وضوء کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہی وہ اُس تیمم کی بھی ناقض ہی جو بدلا ہی غسل کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اکثر اور وقایہ مین یون کہا ہی کہ تیمم کا ناقض وہ ہی جو وضوء کا ناقض ہی اور شرح نقایہ مین کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوء ان کان اوغسلاً اور یہی کہنا بہتر ہی اسواسطے کہ جو ناقض ہی غسل کا وہ ناقض ہی وضوء کا لیکن ہر ناقض وضوء کا غسل کا ناقض نہین کیونکہ حدث ناقض وضوء ہی پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض وضوء کا ہر تیمم کا ناقض ہی انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم حدث صار محدثاً لا جنباً تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اُسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم دریافت کرتے مذکورہ تین صورت مین شامل ہی ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہی تو اُسکا ناقض وہ ہی جو اُسکی اصل یعنے وضوء کا ناقض ہی دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے ہی تو اُسکا ناقض وہ ہی جو غسل کا ناقض ہی تیسری صورت یہ ہی کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہان تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اُسنے مسکوت عنہ پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیہ توضاء ونزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ جنب تو اب وہ وضوء کرے اگر پانی بقدر وضوء کے پاوے اور اپنے دونون موزے اُتارے کے پاؤن دھووے ہم یعنے جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اُنکو اُتارے چنانچہ زیلعی مین ہی موزہ اسواسطے اُتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہین چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہ مالم یمر بالماء پھر وضوء کے بعد ہر موزے پر مسح کرتا رہے جب تک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہی کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پھر تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے یہ پھر اسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضوء کے پاوے

تو موزوں پر مسح نکرے بلکہ انکو اتارے اور پاؤں کو دھووے کیونکہ جنابت پاؤں مین سرایت کرگئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی الطحطاوی نقل نے عبارۃ صدر الشریعۃ یعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین یعنی بعد کے ہی جسطرح ان مع العسر یسرا مین مع یعنی بعد ہی یعنے دشواری کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدثٌ یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضوء ہو تو اُسپر وضوء واجب ہی تو اُسکا مطلب ہی کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضوء واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضوء کرنے کی حاجت نہین چنانچہ فستانی مین یون مصرح ہی کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُسکے کچھ اعضایا وضوء کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضایا وضوء کی طرف مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضوء کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضوء کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضوء کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی قدرۃ علی ماء ولو اباحۃ فی الصلوۃ اور ناقض تیمم ہی قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے اُسپر پانی مباح کردیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑکر وضوء کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ ردیت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہوا سواسطے کہ مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہی اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کالف لظہرہ ولو مرۃ قدرت بعد پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضوء یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فضل عن حاجتہ کعطش بعین او غسل نجس مانع وللتہ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندنے اور نجاست سے مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی اور وضوء یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہو وہ نہونے کے برابر ہی لمارتدادہ یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہوجانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر توبہ کی تو وہ تیمم پانی ہی نماز اُس سے جائز ہو کذا ینقضہ کل مایمنع وجودہ التیمم او وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسی طرح تو ڑتی ہی تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہوجاتی ہی اُسکے زائل ہوجانے سے فلو تیمم لرمض بطل بہبرئہ او لبرد وبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہوجاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے والحاصل ان کل مایمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ تیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا تیمم چلا یا تک کہ میل سے کم ہوگیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہونے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو نہین توڑتا ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی ولو قال وکذا زوال ما اباح التیمم لکان اظہر واحصر اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کردیا تو ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقض انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدۂ مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہوگیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل بھر رہا تیمم ٹوٹ گیا اور یہ جب متن کے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

پھر جبکہ قبل میل پایا یا نکلنے سے تو تیمم ٹوٹ گیا وھو روایۃ عاصم عن ابی حنیفۃ وھو قول زفر خلافا لھما وقول عاصم ھو قول ابی حنیفۃ علی ما ذکرہ الکافی فیستفاد منہ اور گذرنا اس اونگھنے کا جسنے تیمم کیا حدث سے یا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو تیمم کیا جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہو جاگتے شخص کے مانند ہو تو تیمم ٹوٹیگا اس گذرنے سے وبالبقیا تیمم وھو الروایۃ الصحیحۃ عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے ہم تو اب یہ مسئلہ اختلافی ہو گیا کما لو تیمم وبقربہ ماء ولا یعلم بہ کما فی البحر وغیرہ واقود المصنف حیث یتیمم صحیح اور قائم ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہے اور وہ اسکو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے تیمم لو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء جدری او فی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبار اللاکثر تیمم کرے جو اکثر بدن سے آدھے سے زیادہ وضو کے اعضاء شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمایش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضاء زخمی اکثر مجروح ہوں یا صحیح اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمایش کا اعتبار کرنا یہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی وبالعکس یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس میں یعنے اکثر اعضاء صحیح ہوں اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنے محل جراحت پر مسح کرے اور اگر تائب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استوی غسل الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضاء صحیح اور برابر ہوں تو اعضاء صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل میں درصورت مساوات کوئی روایت نہیں ہم اور اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ متن میں ہے کذا فی الحلبی ومسح الباقی سنۃ وھو الاصح لانہ احوط وکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما تیمم واجرح بید یہ دان وجد سن لو ضئہ خلافا لھما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کراوے برخلاف صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہے کہ جبکہ یہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بکیفیتہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونوں میں یعنے تیمم اور دھونے میں ہم یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونوں کو شامل رہے تیمم اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہیں کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہے زکوۃ اور عشر میں یا زکوۃ اور خراج میں یا زکوۃ اور فطرہ میں ہم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت یہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی نے اسکی یہ صورت مذکور کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمیں تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہیں آخر سال گذرا تو انمیں مولی پر زکوۃ ہے اور فطرہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہیں خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہیں فدیہ اور صوم میں اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہے اسپر فدیہ دینا نہیں اور جسکو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اسپر روزہ نہیں وھما ہم طحطاوی نے کہا

یہان سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحرالرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرامین اور اُسمین قصاص نہین انتہی مانی الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا اَصْمَانٍ وقطع اَوْ اَجرٍ اور اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو مُسیر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی اُسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی مُسیر تاوان نہین ولا جلد مع جرم او نفی اور نہ درّہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم اسواسطے کہ کنوارے کی حد درّے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درّہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن دُرّہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہوسکتا ہی کذا فی الطحطاوی ولا مَهْرٍ ومتعۃ او حدا وضمان افضائها او موتها من جماعۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہو تو مہر واجب ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اُسکے جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہی نہ مہر ولا مَهْرٍ مِثْلٍ وتَسْمِيَةٍ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما سیجی فی محلہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدیم الاجتماع ہین جنکا ذکر آگے آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالےٰ نے چاہا من بہ وَجَبَ رأس لا یستطیع مسحہ محمد ثانا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین کرسکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اُسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے مذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے لیکن وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی دلو علیہ جبیرۃ ففی سماقوان اور اگر سر پر کھپا چون کی پٹی ہی تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا اصح اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اسکے سر ہی نہین جسطرح فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرۃ للثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا لسبب ثابت ہونے مسح کے حدث سے اور تیمم ثابت ہی قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشی اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ الخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی نرادت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آیندہ موجود ہون اور زمانۂ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو بھیز یادہ تر کہنا ہو چمڑے اور اسکے مانند اور چیز سے شرط مسح

ثلثۃ امور الاول کونہ ساتراً محل فرض الغسل القدم مع الکعب او یکون لقصانہ اقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزیں شرط ہونا موزے کا ڈھکنے والا اُس مقام کو جسکا دھونا وضو میں فرض ہی یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کی اُسکی کمتر اس سوراخ سے جو مانع ہی مسح کا یعنے اگر پانؤں کی چھوٹی تین انگلیوں سے موزہ کمتر پیشا ہی تو مسح جائز ہی اتنا نقصان مانع مسح کا نہیں فیجوز علی الزربول لو مشدودا الا ان یظہر قدر ثلثۃ اصابع تو جائز ہی مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گھنڈی سے بندھا ہو مگر یہ کہ بقدر تین انگلیوں کے پانؤں کھلا ہو تو اب مسح جائز نہیں ہم زربول مصر کی زبان میں وہ جراب ہی چمڑے کی جو ایڑے پر قائم رہا اور دونوں ٹخنوں کی طرف مکشوف ہی دوختہ نہیں جسطرح اس ملک میں بعضے چمڑے کے موزے ٹخنوں سے نیچے دوختہ نہیں ہوتے اور گھنڈیوں سے انکو کس لیتے ہیں وجوز مشائخ سمرقند سترہ باللفافۃ اور سمرقند کے عالموں نے ڈھک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہی یعنے اگر موضع مشقوق کو کپڑے سے باندھ لے تو مسح کرنے کو کافی ہم یہ قول ضعیف ہی اور معتمد اہل بخارا کا قول ہی کہ جائز نہیں مگر جبکہ ثخین یعنے گفت اور سخت چیز سے ہو جسمیں پانی سرایت نکہے اُسکو سی لے چنانچہ بانات وغیرہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والشانی کونہ مشغولاً بالرجل لیمنع سرایۃ الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانؤں کے ساتھ یعنے تمام موزے میں پانؤں بھرا ہو موزہ خالی نہ رہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فسح علی الزائد ولم تقدم قدمہ الیہ لم یجز تو اگر موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اُسے مسح کیا زائد پر حالانکہ اس زائد کی طرف پانؤں نہیں پہونچا تو مسح جائز نہوا م قتادے عالمگیری میں سراج سے منقول ہی کہ معتبر نہیں مسح کرنا اُس موضع کا جو خالی ہی قدم سے تو اگر اُسنے پانؤں کو خالی مقام میں کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہی اور اگر وہاں سے پانؤں ہٹا دے تو مسح کو اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ولا یضر رویۃ رجلہ من اعلاہ اور مسح میں ضرر نہیں کرتا نظر پڑنا اپنے پانؤں کا اوپر سے یعنے اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں والثالث کونہ ممکن متابعۃ المشی المعتاد فیہ فمنع فاحش اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہی اُس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اُسمیں عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اسقدر ہی ہم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ میں ہی اور محیط میں امکان سفر مذکور ہی فلم یجز من زجاج او خشب او حدید تو جائز نہیں مسح اس موزے پر جو بنا ہی کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنے اسواسطے کہ اُسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہیں سکتا وھو جائز فالغسل افضل الا التہمۃ فہو افضل اور وہ یعنے موزے کا مسح جائز ہی نہ فرض اور وجہ تو پانؤں کا دھونا افضل ہی مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہیں بل متنبی وجوبہ علی من لیس سمہ الا ماء یکفیہ او خاف فوت وقت او وقوف عرفۃ بحر بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہیں مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہی یا ڈرا وقت کے فوت ہونے سے اگر پانؤں دھووے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر ہم یہ تجویز ہی صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہیں ودفع القہستانی انہ رخصۃ مسقطۃ للعزیمۃ ولہذا الوصب الماری خفیہ بنیۃ الغسل ینبغی ان یصیر اثما اور قہستانی کی شرح نقایہ میں ہی کہ البتہ مسح رخصت ہی عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزوں میں دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہی جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہی حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہیں ہوالاصح فی التعریف تو مسح ایسی رخصت ہی کہ شروعیت عزیمت کی مسقط ہی یعنے اُسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نہ رہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اُسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہی چنانچہ روزہ کھلنا مسافر میں کذا فی البحر لسنۃ مشہورۃ مسح موزے کا جائز ہی سنت مشہورہ سے یعنے احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہور وہ ہی جسکے راوی دو سے زیادہ ہوں ہر طبقہ میں طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچیں امام اعظم رحمہ نے فرمایا میں مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت بمثل دن کے مانند روشن ہو گیا یعنے کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکرہ مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہی ہم امام اعظم رحمہ سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رای الثانی کافر اور ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہی ہم اسواسطے کہ انکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

حکم مین ہی کذانی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ مین ہی کہ ثبوت مسح کا اجماع سے بلکہ تواتر سے ہی راوی اُسکے صحابیون سے زیادہ تر ہین انسی سے از انجملہ عشرہ بشرہ ہین کذانی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ ہمنے معانی الاثار کی شرح مین ۶۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہی مع المخرجین وقیل بالکتاب وردہ بانہ غیر مبنیا بالکلیہ بین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف یہ ہی کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہی اور یہ قول رد کیا گیا ہی اسطرح کہ مسح موزے کی غایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ سے ہی ہم ارجلکم کے لام مین دو قرأتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرأت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرأت کو موزہ پہننے پر محمول کیا اور نصب کی قرأت کو جبکہ موزہ پانون مین نہو اس قول کا رد یون ہی کہ اگر جر کی قرأت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنون تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الے الکعبین مذکور ہی حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہی کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہی تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے بُرُوسکم کے پاس تو اُسکو بھی مجرور کردیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہی جحر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ لمجدد الوضو الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہی بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی تازہ وضو کرنے والے کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاسکے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لاجنب وحائض جائز نہین مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے بسبب غسل واجب ہی جنابت یا حیض یا نفاس سے اُسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ اُسکو تمام بدن کا دھونا لازم ہی اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان بن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اُتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذانی ہدایۃ العینی للطحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رح کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اقل حیض اُنکے نزدیک دو دن اور اکثر ثلاث کا ہی تو سفر مین اُسکی تصویر ہو سکتی ہی بر خلاف طرفین کے انہی مختصر آ والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اُسکی تصویر لازم نہین یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ اُسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اُسکے امکان کا منافی نہین کذانی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تاکہ مسح موزے کا جائز ہو لہذا اُسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کردیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہی کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہی ہم یہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہی مگر اسمین یہ خلل ہی کہ اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہی تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شی کی فرع ہی اُسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہین اور مسح جنب کی صورت کفایہ مین یون مذکور ہی کہ وضو کیا اور مجلد جراب کا پہنا پھر جنب ہو گیا تو اُسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کر اور جرابون پر مسح کرے کذانی الطحطاوی اور درایۃ العینی مین اسکی تصویر منقی سے یون مذکور ہی کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہی نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانون دھووے اور مسح کرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی مافی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ پھر ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہی جمعہ کے اور اُسکے مانند کے نہانے والے کو پھر یہ ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے والے کو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہی ولا یجعد ان یجعل فی حکم المغتسل جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن للمتوضی للمغتسل تو بہتر عبارت للمتوضی للمغتسل ہی یعنے بجاے لمحدث لاجنب کے للمتوضی للمغتسل کہنا بہتر ہی یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہی نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور اخسیت قہستانی کی ہی والسنۃ ان یخط خطوطا باصابع

ید مقدرۃ قلیلا اور سنت ہی کہ مسح کرنے مین ہاتھ کی انگلیون سے خط بنا دے تھوڑا سا انگلیون کو کھولکر سیدا من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح شروع کرے پاؤن کی انگلیون کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا مع کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسطرح ہی کہ داہنے ہاتھ کی انگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی طرف سے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو انکو کھینچے پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دھونا فرض ہی اور انکا مسح کرنا سنت ہی اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہی اسی طرح مروی ہی محمد بن حسن سے اور مسح فرض ہی ہاتھ کی تین انگلیون کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض عملی ہی اور تین انگلیون کے برابر ہر قدم پر فرض ہی اور ہاتھ کے اندر سے مسح کرنا مستحب ہی اور اگر موضع مسح پر پانی لگجاے تو کافی ہی اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی وحلہ علے ظاہر خفیہ من رؤس اصابع الی معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونون موزون کا ظاہر ہی انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنے جہان تسمہ بندھا رہتا ہی چپلی مین طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہی اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہی ظاہر موزے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی مین ہی انتہی مافی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہرہ وباطن ظاہرا اور مسح مین مستحب ہی جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہی باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہی نہ کہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہم شارح اس مقام مین صاحب نہر کا تابع ہوا ہی اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہین اور محیط کے سوا اور کتابون مین مستحب کی نفی ہی اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہی انتہی مافی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین اس تضعیف کا جواب مشروحا ذکر کیا ہی اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہی کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہی انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہی کہ اگر دین راے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے مین ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ جو صاحب ہدایہ نے کہا ہی کہ باطن موزے پر مسح جائز نہین اگر یہ مراد ہی کہ باطن پر اقتصار جائز نہین تو تسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو تسلم نہین کما ذکرنا انتہی مافی العینی مختصرا من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہی مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ ہون موزہ کے اوپر یا پاؤن کے لپٹے کپڑے پر ہم جرموق بضم جیم چمڑا ہی جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق مین ہی کہ موق اور جرموق فارسی ہی معرب اسکو موزے پر پہنتے ہین اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی منح الغفار مین ہی کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہی اسکی حفاظت کے واسطے سوا اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہی تو اسپر مسح جائز ہی خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہی تو اگر تنہا اسکو پہنا ہی تو مسح اسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوٹ اندر کے موزے پر پہونچے تو جائز ہی انتہی مختصرا ولا اعتبار بما فی فتاوے الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوے شاذی مین ہی اسواسطے کہ شاذی مرد مجہول غیر مشہور ہی تو اسکی پیروی نہ کیجاوے اس مسئلے مین جو منقولات مذہب کے مخالف ہی ہم فتاوے شاذی مین ہی کہ جو کر باشد مجرد نخت الخف پہنا جاتا ہو وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہی کیونکہ وہ فاصل یعنے پاؤن کو موزے سے جدا کر دیا ہی انتہی لیکن اسکے مخالف کافی مین یون ہی کہ اگر موزے پاریدگی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہی انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کمر باس یعنے کپڑا بطریق اولے فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع مین ہی اور مانند اسکے غایۃ البیان مین صاحب بحر نے کہا یہی حق ہی کذا فی المنح مختصرا اوجوربیہ ولو من غزل او شعر اذا تجورین بحیث یمشی فرسخا وثبت علے الساق بنفسہ ولا یبدی ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان یخفا لے الخف قدر الفرض یا مسح کرے

جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہی کہ انکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری رہین بدون باندھنے کے اور اُسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُسمین نہ چھنے مگر اُسوقت مسح جائز ہی کہ پانی نفوذ کرکے اُسکے نیچے کے موزے تک پہنچ جاے بقدر فرض کے ہم ہر چند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہی لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہی بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتارے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احد ہما مسح الخف والجرموق الباقی اور اگر ایک جرموق اُتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو لیے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ تحتہما و مسح خفیہ ثم بجر اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین لیے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہی نہ خف داخل وللنعلین بسکون نون تاجل علے اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہی منعل بسکون نون جراب ہی جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا یعنے اُسکے تلوے پر فقط چمڑا ہی نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا مڈھی جرابون پر مسح جائز ہی نہر الفائق مین ہی جراب مجلد وہ ہی جسکے اوپر اور نیچے چمڑا مڑھا ہو مرۃً مسح کرنا ہی ایک بار لیے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہی کذا فی الملتقی لو امراۃ او خنثی مسح جائز ہی اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثے ملبوسین علے طہر مسح جائز ہی اس حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث و مسح بخفیہ اولم یمسح فلبس جرموقیہ لا یمسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ جرموق کو اُسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ انکو طہارت پر پہنا ہی کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ کلمتہ او معنی کمتیمم معذور موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص حقیقی چنانچہ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہی کہ پانی کے ہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اُسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد اسکے پانی پایا تو اُسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہی کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہی یعنے معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہی مسح جائز ہی بعد ظہر کے عصر کے وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضا ولبس علے الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح سالم کے مانند ہی جواز لیے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہی تو تا بقاے مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہی عند الحدث طہر تام چاہیے وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہی فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء فاستبل قدماہ ثم تم وضوہ ثم احدث جاز ان مسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پانون اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اسکا وضو ٹوٹا تو اُسکو مسح کرنا جائز ہی یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہی اگرچہ موزہ پہننے کے وقت انہوم اسیطرح اگر اُسنے دونون پانون کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دھوئے پھر ایک پانون دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانون دھویا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہی بدلیل مذکور یوما ولیلۃ المقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا المسافر مسح کرنا جائز ہی مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہی یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے ٹوٹنے سے ہی نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم بستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم گاہے مسح کرتا ہی چھ نمازین ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

پڑھی اول وقت مین کذا فی القہستانی وقد لا یمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہین ہوتا مگر چار نماز سے کمن توضا وخفف قبل الفجر فلما طلع صلے فلما تشہد احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلے پھر بعد طلوع فجر کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اُسکے آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنے ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے یہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہی لا یجوز علی عمامۃ و قلنسوۃ و برقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب انہونے مشقت اور تکلیف کے ہم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہین ہوسکتا و فرضہ علی ما قدر ثلث اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض علی ما تھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہی طول اور عرض مین ہر پانون سے نہ ہر موزے سے ہم یعنے فرض مسح اسی قدر ہی خواہ ابتدا مسح کی پانون کی انگلیون سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنے یا بائین سے اور مسنون مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ انگلیون سے ہی پنڈلی تک ہر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو انگلی کے تو فرض ادا نہو گا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سے اور اُسپر وان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہین تو بھی فرض ادا نہو گا فنسوا فیہ مدالاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہی یعنے اگر ایک انگلی کو ایکبار تر کرکے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہین اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدے جدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہی کذا فی البحر فلو مسح برؤس اصابعہ وجافی اصولہا لم یجز سواگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہ ہو یعنے اسواسطے کہ مستعمل پانی سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت اقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح جائز ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرہ ان المار متقاطرا جاز والا لا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہی تو مسح جائز ہی یعنے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین ہی تو مسح جائز نہین ولو قطع قدر ما ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبیہ اور اگر ایک آدمی کا پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنے بقدر تین انگشت کے باقی ہی تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانون کو دھووے مانند اُس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سواُسکو بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر غسل کا محل باقی ہی ولو لہ رجل واحدۃ سمحا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہی پیدائشی یا ایک پانون ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پانون کو یعنی اُسکے موزے کو مسح کرے و جاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہی مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ہم ہر چند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہی لیکن ماسح کی نماز ادا ہو گی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہی دھونا منصوب پانون کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا اسپر مساہلہ ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ کسی شخص کا پانون بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اُسنے پانون دھویا کذا فی الطحطاوی والخرق الکبیر بوحدۃ او ثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر کما لہا وقطعہا عما لیتہ باصابع مما لیتہ اور موزے کا بڑا یا بہت سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہی مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اُسکے مماثل دوسرے شخص کی انگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا باموحدہ یا ثا مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہی طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ باموحدہ کی روایت صحیح ہی اگرچہ ثا مثلثہ بھی بتاویل متصور ہی الا ان یکون فوق خف اخر او جرموق ممسح علیہ مگر یہ کہ پہلے موزے پر دوسرا اور ست موزہ یا جرموق تو اسپر مسح کرلے

اسواسطے کہ اصلی کا اعتبار ہی نہ اسفل کا وہذا لو الخرق علی غیر اصابعہ وعقبہ دیری ماشتہ اور یہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا سوقت ہی کہ سوراخ اور دریدگی اُسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پاؤن نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر التکشف ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیان ہون یعنے تو اُس صورت مین صغیر کا اعتبار نہین تو اگر ابہام اور کلیہ شہادت کی انگلی منکشف ہو جاے اور وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اُسپر جائز ہی اور اگر اُن دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاے تو مسح جائز نہو گا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدؤ الکثرۃ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہو تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہی یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ منکشف ہی تو مسح جائز نہین ہم قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متنون مین ہر مقام مین تین انگلیون کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابۃ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدم اسقدر جو مسح کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پاؤن اٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو لشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اُسکا استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی وتجمع الخرق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اُسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہی تو مسح جائز نہین والا جائز ہی اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہی بشرط ان یقع فرضہ علی الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق یعنے مسح جائز ہی دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہی واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی فتسائی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی النسائی فہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہی کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وہران ما ینقض التیمم یمنع وترفع کنجاستہ وانکشاف حتی انقعادہ کما سیجی ملخصا مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہی چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اُسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہی اور دور کرنے والا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتدا صلوۃ کی مانع ہی اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہی یہانتک کہ انعقاد صلوۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہی اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہی ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہ الحاقا لہ بمواضع الخرق کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہو وہ ہی جسمین ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہی لبوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاستہ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقا یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ہم نجاست متفرقہ موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اُسکی پیٹھ اور کچھ ران مین تو یہ جمع کیا جاویگا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوئی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہونچگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر یہ چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اُسکا پہننا جائز نہو گا یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

یہ تفصیل اسکی نظیر ہی اُس قول کی جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہی

یہ تفصیل اسکی نظیر ہی اُس قول کی جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہی

وینبغی ترجیح الجمع احتیاطا اور قربانی کے دونون کانون کے سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنے ایک قول یہ ہے کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہونگے تو قربانی جائز نہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ جمع نہ کرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کے مانند اور جمع کرنے کو ترجیح دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت مین کذا فی المنح وناقضہ ناقض وضو ولانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہ ہے جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہے وضو کا جیسے جو کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحدا اور مسح کا ناقض ہے موزہ اُتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اُتارا ہو وتمضی المدۃ وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اُسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بلتہ الظن ذہاب رجلہ من برد للضرورۃ گذرنا مدت کا ناقض ہے بشرطیکہ اُسکو بظن غالب خوف نہو اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہ شرط ہوئی ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کے وقت پر اسمین خلل یہ ہے کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچھ اثر نہین غایۃ الامر یہ ہے کہ موزہ نہ اُتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی السعود مگر اسمین یہ خلل ہے کہ فقہا نے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہے کہ لائق یہ ہے کہ فتوی دیا جاے مسح کے لوٹنے کا مدت گذرنے سے اور دوسرے مسح کے استیناف کا پٹی کے مانند شارح نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی قول اعتماد کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرۃ فیستوعبہ المسح ولا یتوقت توخوف مذکور مین موزہ ہو جائیگا پٹی کے مانند تو سارے موزے کو پورا مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہے اور اگر اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہے ابو سعود نے اُسکو رد کیا ہے اسطرح کہ عبارت معراج کی افضلیت کا احتمال رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو مسح اکثرہ فی المدۃ وہو فی صلوتہ ولما مضی فی الاصح یعنی ضرورت مین مدت کے گذر جانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہو گئی اور مسح کرنے والا نماز مین ہے اور پانی موجود نہین تو نماز پڑھتا رہے صحیح تر قول مین اسواسطے کہ موزہ اُتارنے مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پاؤن کو دھووے وقیل تفسد وتیمم وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب تر ہے روایت کی راہ سے اور راجح تر ہے فہم کی راہ سے ہم وجہ اُسکی یہ ہے کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پاؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نمونا مانع سرایت کا نہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے جسطرح وہ شخص کہ اسکے اعضاء وضو مین کچھ شک باقی رہا اور پانی نہین ہے جو اُسکو دھووے تو اُسکو تیمم کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لا غیر لحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اُتارنے اور مدت کے گذر جانے کے بعد باوضو شخص دھووے اپنے دونون پاؤن کو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اُسکے دونون پاؤن کو یعنی حدث سابق کے بعد باقی اعضاء دھوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اسپر کچھ واجب نہین قدم دھونے کے سوا کذا فی البحر الا لمانع کبرد فیتیمم حینئذ مگر کسی مانع کے ہونے سے قدمون کو نہ دھووے چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرے ہم جلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر کے خوف سے مسح کرنا چاہیے موزے پر پٹی کے مانند اور تیمم تو اُسوقت ہے جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمہ من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدھے قدم سے زیادہ شرعی نوے سے نکال ڈالنا ہے موزے کا صحیح تر قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم قدم عبارت ہے سرین سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہے ٹخنے سے سر اصابع تک ولا عبرۃ بخروج عقبہ ودخولہ اور کچھ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنے اگر بلا قصد موزے کی کشادگی سے خروج اور دخول عقب کا ہو تو معتبر نہین ہے ہاوی من النقض لزوال عقبہ فقید بہا اذ کان بنیۃ نزع الخف اور یہ جو فقہ مین ایڑی کے ٹل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہے سو مقید ہے اُس صورت کے ساتھ جبکہ اُسکا ٹلنا ہو موزہ اُتارنے کی نیت سے اما اذا لم یکن ای زوال عقبہ بنیۃ بل لسعۃ او غیرہا فلا ینقض

بالاجماع مما یعلم من البرجندی معربا للنہایۃ وکذا الفتانی لکن باختصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع قلیہ لیکن جبکہ ایڑی کا ٹکجانا اپنے محل سے قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہی باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہی یہ قول نہایہ کی طرف منسوب ہوتا ہی اور اسی طرح فتانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہان تک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہی کہ فتانی نے اجماع کو پھاڑا ایسے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار رہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہی ویتنقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو ادخل الماء خفیہ صحیحہ غیر واحد اور موزے مین اکثر پانون کے دھو جانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہی اگر اُسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون نے صحیح کیا ہی ہم حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر پانی خود موزے مین داخل ہوگیا وقیل لاینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر عن السراج لان استمرار القدم بالخف بمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہا ثانیا بعد المرۃ او الثنتین کما اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہی اگرچہ پانی زانونک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرنا ہی حدث کے پہونچنے کو پانون تک تو اسطرح کا دھو جانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی کہ تو دونون قدمون کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار دھوویگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقی من نواقضہ الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا مسئلہ مقیم بعد حدثہ افسافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعد ما نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہوجانے سے پہلے تو وہ تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے م تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہ مراد نہین کہ سہ روزہ تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع والا اتمہا لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہوگیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پانون دھوے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہوگیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجربہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ ولو براسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پھاٹے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہو اُسکے ماتحت کے دھونے کے مانند ہی یعنے بدل نہین ہین شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہی فیکون فرضا یعنی علیا للقبوۃ نظنی وہذا قولہما والیہ رجع الامام وخلاصۃ وعلیہ الفتوے شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہو تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہی اور اسی کی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہی اور اسی فرض پر فتوی ہی چنانچہ مجمع کی شرح مین ہی م جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہی کہ علی مرتضیؓ کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو مسح کے اوپر بجائے کا امر فرمایا اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی ہی امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کی قائل ہوئی قد مناان لفظ الفتوے کذا فی التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ کتاب مین پہلے ذکر کر دیا ہی کہ فتوے کا لفظ تصحیح مین موکد تر ہی مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے م یعنے ہر چند بسطون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہی لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہی تو فرضیت موکد تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہی مسح موزے کی کئی وجہون سے اُنمین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہی فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل متے یوم الاصحار سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہی تا اینکہ مسح کرنے والا مانند رستون کی

امامت کرتا ہی یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدلہا باخری او سقطت العلیا لم یجب اعادۃ المسح بل یندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین ہی بلکہ مستحب ہی ویجمع مسح جبیرۃ رجل معہ ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہی ایک پاؤن کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤن کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا صحیح ہونا حکما تو غسل کے ساتھ جمع نہوتا جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدرر لا مسح خفا جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہی سوا سنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہی صورت اسکی یہ ہی کہ اگر ایک پاؤن پر جبیرہ ہی سو اسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤن کو دھویا پھر دونون قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز ہی اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہی یعنے اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدت بلا وضوء وغسل دفعا للحرج اور جائز ہی یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہی اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک المسح کالغسل ان ضر وإلا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہی جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہی اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاے مع ضرر سے مراد وہ ضرر ہی جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل اوسنے ضرر سے خالی نہین اور یہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وہو اے مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہی ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے یعنے عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہی مع عاجزی کی صورت یہ ہی کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکو کھولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدرر فان قدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین مع محیط مین ہی کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط سے غافل ہین کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بمرار حارفان ضرہ مسحہا فان ضرہ فظہر اصلا حاصل کلام یہ ہی کہ دھونا محل کو مسورہ کا لازم ہی اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہوگیا یعنی نہ دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ویمسح نحو مقصد ویجب علی کل عصابۃ مع قرحتہا فی الاصح ان ضرہ الماء أو حلہا اور مسح کرے قصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ اُنکی مانند ہی سلامتی پٹی پر اس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہی صحیح تر قول مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو مع مصنف استیعاب مسح مین صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہی یہ ہی کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہی اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہی ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یعنے تلاصہ مین جو وہان کے دھونے کو فرض کہا ہی سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہی کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا ممکن نہین اور نہ اس شخص کو پاتا ہی جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ والا ترک ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اسنے اُسپر دوا رکھی یا پاؤن کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اُسپر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر قادر نہو تو اسکو مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہوگیا عذر سے والمسح یسقط عنہا عن برء والا لا اور مسح کو ساقط کرتا ہی گرنا پٹی کا زخم کے چنگے ہوجانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہوگئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت فی الصلوۃ استأنفہا پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوگئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط بنفسہا اور اسی طرح حکم تعیین ہی اگر دوا ساقط ہوگئی یا پٹی کا مکان اچھا ہوگیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبی یعنی اگر وہ صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہوگیا تو نماز کو پھر

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضر ذالتہافان ضرہ فلا بجزاور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر ہم یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھول ڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہی گوشت سے اور اسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہی تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والخنثی فی المسح علیہا وعلے توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جسمیں مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق ہم توابع جسمیں بھاہا اور قصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی والاشتراط فی سمحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بیقینی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا نہایت کرتا ہی اسی قول پر فتوی ہی ہم یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا سواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الاشتراط فیہما بیقینیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور اصح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وانی نسخ المتن رجح عنہ المصنف فی شرحہ بعبارۃ جعلہا کرمتن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین ہم یعنے شرح منح الغفار مین ویسمی بحر مقصد وجرح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین مخون بہ لکثرۃ دجہالۃ والاثنی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضہ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض کی کثرت اور جہالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہر چند اس باب مین حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی ہر عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہوتا ہی ولغلبۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین بنا بر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہی خروج مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انہین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنا بر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا سواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور بچہ کہ مقعد سے خارج ہو وہ زخم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ماتراہ صغیرۃ دائسۃ وشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڑھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ ۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المغتبرات لا الولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ بحوا والاکل المشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھالینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور وترکتہ بہذا الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے یعنی فرج داخلی کے کنارے کے برابر ہو جاوے یہی قول معتمد ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرۃ الاختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے

محاذی نہو اور اگر محاذی ہوگا تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن النہر و شرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا نصاب طہر ہے یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہی حکما اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض شروع ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکمی ہی و عدم تقدم عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہی کمترین مدت حیض سے یعنی تین دن سے واذا تجاوز الدم العشرۃ او حیض کان نفاسا او استحاضۃ و فسدت بتوبۃ لا یبرء وقتہا بترک الصلوۃ ولو مبتدأۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ او الحیض دم صحۃ شمنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہی اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اُسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہی اور حیض صحت کا خون ہی کذا فی الشمنی م غیر اصح یہ قول ہی کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بتجارا کا ہی کہ جب اُسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہی اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہی تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام ولیالیہا اتفاقا اور کمترمدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ اُنھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان المدد المقدر بالساعات الفلکیۃ لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہی جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہی نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ اُنھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہی ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی یہ پندرہ درجہ کی ہوتی ہی اُسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہی اُسکو ساعت موجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسی طرح ساعت نجومی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہی زمانہ کے ہر ایک جزء سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طلوع تھا اور چوتھے دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طلوع تھا تو وہ استحاضہ ہی حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الفتانی بتصرف قلا یلزم کونہا لیالی ملک اللایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان مدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے تو راتون کو اُنھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہی دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقا تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہی کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقا خواہ اُنھین دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہی اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے مرفوعا حدیث طرق متعددہ سے مروی ہی تو مرتبہ حسن کو پہونچا لائق احتجاج کے ہوگئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہا وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد والسنۃ علی ظاہر المذہب وحابل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین سے کم ہی اور جو کہ اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہی یا زائد ہی حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڑھی عورت دیکھے جسکو حیض سے ناامیدی ہوگئی ہی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہی ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہوتا استحاضہ ہی اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی خون کی عادت ہو اور اُسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طلوع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طلوع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے زیادہ ہی وہ استحاضہ ہی اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

خمسۃ عشر یوما ولیالیہا احتیاطا اور کثرت طہر کی یعنے پاک رہنے کی تو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور اُنکی راتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کرجاے ہم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ عورت بالغہ ہوجاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہوسکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہوجاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اُسکی عدت منقضی نہوگی اگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اُسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا سن ایاس سے چنانچہ بابہ بعد ان مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃ لہا اذا تحیرہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی احتیاج کے وقت جبکہ اُسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہوجاے یعنے سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدۃ لشہرین یعنی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جائینگے یہی قول مفتی بہ ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور مغیرہ کے حق مین ہی مبتدأۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتدا جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتدأۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا اور دیت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے مین سو اگر مبتدأۃ کو اسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اسکی عدت اٹھتر دن مین منقضی ہوگی تین حیض تین دن کے اور دو طہر ایک طہر تیرہ دن کا اور دوسرا اُنیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۸۹ دن مین تین حیض تو نبے دن کی اور تین طہر ایک طہر تیرہ دن کا اور دو طہر اُنیس اُنیس دن کے یا ایک طہر اُنیس دن کا اور دو طہر بیس بیس دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہوگی ۹۶ یا ۹۹ دن مین جا حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتدأۃ والمعتادۃ ومن لہا عادۃ ناسیۃ عادتہا اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہی مبتدأۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو بھی جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتدأۃ کے تیرہ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا تحیرہا الدم مبتدأۃ کے تیرہ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المتحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھولگئی اسکو متحیرہ اور مضللہ کہتے ہین ہم متحیرہ اور مضللہ بصیغۂ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی یعنے وہ عورت ہے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہو یا یہ کہ اُسنے نفسکو حیران کر رکھا ہی اور اسکو ناسیہ اور مضلہ اور متحیرہ بھی بولتے ہین واضللہا انا بعد واو بکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اُسکا حکم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کہ دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہی وحاصلہ انہا تخیرے اور حاصل اس بیان مشرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی کہ جب اُسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اُسکا حکم شارح بیان کرتا ہی وحتی تردد بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأ لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور ظاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جسدن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر فرض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الحلیۃ

وان بینہما والدخول فیہ لتغتسل لکل صلوٰۃ اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے لینے حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کے واسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی اور طہر مین داخل ہوئی و ترک غیر موکدہ و سجدہ تلاوت جماعۃ اور چھوڑے نماز غیر موکدہ کو اور سجدے کے جانے کو اور جماع کو لیکن زوج کو اپنے اوپر قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ہم جلبی محشی نے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہی و تصوم رمضان ثم تقضی عشرین یوما ان طلعت بدایۃ لیلا اور سارے رمضان مین روزہ رکھے پھر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ہم اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اُسکا روزہ رمضان مین سوا، دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد ہوئے گذ انی الجلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے والا غاشین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے لینے اگر ابتدا حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن مین ختم ہوگا گیارھوین دن تو گیارہ روزے اُسکے فاسد ہوگئے اور اُسی قدر قضا مین گذ انی الجلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے وتطوف لکن ثم یعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے ہین پھر اُسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد لینے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ مین طہارہ واجب ہی اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو و لصدر ولو ملبدہ اور طواف الصدر کرے لینے نکبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اُسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہی و لتعتد بطلاق بسبعۃ اشہر علی المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتے بہ قول پر یعنے مسئلہ اور اسی طرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے گذ انی الجلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اُسکا دو مہینے کا ہی و ما تراہ من لون لکدرۃ و ترتیبہ فی مدتہ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہی ہم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شی لشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہین ہی بعضون نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہی سفیدہ جاگے کی مانند بعد انقطاع حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہی لیکن تحقیق یہ ہی کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہی گذ انی نہر الفائق و لو المرئی ظہرا متخللا بین الدمین فیہا حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونون کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہی لینے حیض کے دس دن کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہی لان العبرۃ لاولہ و آخرہ وعلیہ المتون فیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اُسکے اول اور آخر کا اعتبار ہی اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم لینے جیسے وجوب زکوۃ مین ابتدا اور انتہا سال مین نصاب کا ہونا کافی ہی اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہی درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہی شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہی لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون انتہاء مدت مین منقطع ہی اور زکوۃ مین بقاء جزء نصاب اثناء سال مین مشروط ہی صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہی کہ یہ قیاس نہین ہی نصاب پر بلکہ اُسکا تعلیل بیان کیا ہی ثم ذکر احکامہ بقولہ منع صلوٰۃ مطلقا و لو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہی نماز کو مطلقا یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو و صوما و جماعا اور حیض مانع ہی روزہ اور جماع کو و تقضیہ لزوما و نہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ہم نماز ہر سال ہر روز فرض ہی اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا مین وقت ہی و لو شرعت تطوعا فیہما فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونون قضا کرے برخلاف اُس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی کذ انی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہی کہ روزہ قضا کرے نہ نماز و فی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

حائضہ تسلم بحیضہا نفاست اور فیض میں ہو کہ اگر عورت سوئی پاک اور اٹھی حیض کی حالت میں تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اٹھی ہم یہ حکم نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سوگئی اور صبح کو اٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی وبعکسہ نفاست احتیاطاً اسکے بالعکس میں یعنے سوئی حائض اور اٹھی طاہر تو اُسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضوں نے کہا قولہ احتیاطاً عکس کی علت ہی میں کہتا ہوں کہ وہ دونوں صورتوں کی معاً علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگیا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوا سنے تراویح دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے پہلے اُسکو پاک نہ دینے کی وجہ سے پہلی صورت میں گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت میں گدی کے جدا کرنے کے وقت سے نظر باحتیاط دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی ویمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں بجائے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ میں ریح گھومی وہ اُسکے خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکلجائے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد میں کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہیں ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہیں ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وحل الطواف ولو بعد دخولہا المسجد وشروعہا فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف میں شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ماتحت الازار یعنے مابین سرۃ وکبتہ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ران دہان لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم یہ حرمت استمتاع ماتحت الازار کی درصورت عدم حائلت کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ماتحت الازار ہو حیا ولت کے ساتھ یعنے کپڑا درمیان میں حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا پکانا اور اُسکے آٹے اور پانی جھوٹے کو استعمال کرنا مکروہ نہیں اور حائض کے جھوٹے سے علیحدہ رہنا لائق نہیں کہ یہ یہودیوں کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وحل ماعداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقاً ہم سوائے قربت مذکورہ نظر ماتحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کاکذا فی الکلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی ماتحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہیں جواب اسکا یہ ہی کہ اسمیں تردد ہی ہم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے مذکور ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے میں کچھ تردد نہیں اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہیں وہ داخل ہی اس قول کے تحت میں وحل ماعداہ مطلقاً کذا فی الطحطاوی وقراۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہی کرخی کا اور اکثر کتب میں اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد وعا تو اصح روایت میں ممنوع نہیں اور بسم اللہ پر ھنا بالاتفاق ممنوع نہیں اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اُسکا خلاف اولے ہی کذا فی الطحطاوی الملخصاً ومسند دلو کتبوا بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط میں لکھا ہو صحیح تر قول میں ہم مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہیں خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درہم یا دیوار پر بصحف کا مس کسی طرح جائز نہیں نہ حواشی کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی برخلاف غیر مصحف کے سیمن مکتوب کا مس جائز نہیں اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر الا بغلافہ المنفصل کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی چنانچہ کذا فی السنہ بزدان کے ساتھ چھونا درست ہی چولی کے ساتھ درست نہیں ہم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور میں جنمیں تبدیل اور تحریف واقع نہیں ہوئی فقہا نے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابوں کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہیں اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

ف ماحاصل کلام نہ ہونا

بسبب

کہ جمیع شروح نحو کا بھی یہی حال ہی کذا فی النہر وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ اور حیض اسی طرح منع کرتا ہی قرآن کے اٹھانے کو جیسے اس تختے اور ورق کا اٹھانا ممنوع ہی جسمین آیت قرآنی مکتوب ہو ہم اور اگر آیت سے کم مکتوب ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَلَا بَاسَ لِلْحَائِضِ وَالْجُنُبِ بِقِرَاءَۃِ اَدْعِیَۃٍ وَمَسِّہَا وَحَمْلِہَا وَذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَسْبِیْحٍ وَزِیَارَۃِ قُبُوْرٍ وَدُخُوْلِ مُصَلّٰی عِیْدٍ اور کچھ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعا کے پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے مین اور اللہ تعالے کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین ہم لاباس کے لفظ مین اشارہ ہی کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہی وَاَکْلٍ وَشُرْبٍ بَعْدَ مَضْمَضَۃٍ وَغَسْلِ یَدٍ اور کھانے پینے مین کلی کرنے اور ہاتھ دھونے کے بعد ہم تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لاباس کا خلاف اولے پر جو مرجح ہی کراہت تنزیہی کا دلالت نہین کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہا فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہا فیکرہ لجنب لا حائض عالم بتخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے تو کھانا پینا جنب کو مکروہ ہی نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم شہو یعنے طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم جنب اور حائض مین فرق یہ ہی کہ جنب کا مُنہ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہی تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہی ہر چند یہ تعلیل طعام مین جاری نہین برخلاف حائض کہ اُسکا حدث مرتفع نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض وَلَا یُکْرَہُ تَحْرِیْمًا مَسُّ قُرْاٰنٍ بِکُمِّہٖ عِنْدَ الْجُمْہُوْرِ تیسیر آد صحیح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ تحریمی نہین چھونا قران کا آستین سے اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی ہم آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے کے بدن سے متصل ہی وَیَحِلُّ وَطْیُہَا اِذَا انْقَطَعَ حَیْضُہَا لِاَکْثَرِہٖ بِلَا غُسْلٍ وَجَوَّبَا بِنْدَنِیْجِیٍّ وَحَلَالٌ ہی عورت سے جماع کرنا جبکہ اُسکا حیض منقطع ہو گیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہی یعنے جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس عورت کا جماع درست ہی اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہی بلکہ مستحب ہی تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہی وَاِنِ انْقَطَعَ لِدُوْنِ اَقَلِّہٖ تَوَضَّاَ وَتُصَلِّیْ فِیْ آخِرِ الْوَقْتِ اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر مین یعنے تین رات دن سے کم مدت مین بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت مین ہم یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہین ہی طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت مین جماع کا حکم بیان نہین کیا لیکن اُسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سے ظاہر ہوتا ہی یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہین تو یہان بطریق اولے حلت نہوگی وَاِنْ لِاَقَلِّہٖ فَاِنْ لِدُوْنِ عَادَتِہَا لَمْ یَحِلَّ اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت مین بند ہو گیا تو جماع حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وَتَغْتَسِلُ وَتُصَلِّیْ وَتَصُوْمُ اِحْتِیَاطًا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہی جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہی کذا فی النہر وَاِنْ لِعَادَتِہَا فَاِنْ کَتَابِیَۃً حَلَّ فِی الْحَالِ اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہی تو اُسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر وَاِلَّا لَا یَحِلُّ حَتّٰی تَغْتَسِلَ اَوْ تَیَمَّمَ بِشَرْطِہٖ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہی تو جماع حلال نہین یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنے اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہی تب اُسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اُسکا حلال نہین بنا بر قول اصح کے اَوْ یَمْضِیْ عَلَیْہَا زَمَنٌ یَسَعُ الْغُسْلَ وَلُبْسَ الثِّیَابِ وَالتَّحْرِیْمَۃَ یعنے من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا بذہابہ تہا تے لو طہرت فی وقت العید لا بدان یمضے وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاے جو گنجایش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی لیے نماز کے آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہی کہ ظہر کا وقت گذر جاے چنانچہ سراج وغیرہ مین مذکور ہی ہم تو مراد یہ ہی کہ ایسے وقت مین پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہین کہ نماز کے اول وقت مین پاک ہوا اور اسقدر زمانہ گذر جائے جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہین ہر چند مصنف کی عبارت عام ہی لیکن مراد یہی ہی جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق مین ہی نہ قرآن پڑھنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی و درر مین ہی کہ اگر حیض بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم مین خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت مین تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ معتادہ انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی المصوم الاصح لا اور کیا صوم مین بھی تحریمہ معتبر ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ صحیح یہ قول مین معتبر نہین یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہی رات کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوائے تحریمہ کے تو نماز مین تحریمہ معتبر ہی اور صوم مین معتبر نہین وہی من الطہر مطلقاً اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی مین داخل ہی نہ حیض مین ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی ولذا الغسل لو للاکثر وہو الاظہر الحیض فیقضی مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط للطہر تزید ایامہ علی عشر فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر مین داخل ہی اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہین تو وہ حیض مین داخل ہی تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دس سے زیادہ نہو جاوین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دس سے زیادہ ٹھہرینگے اور یہ شرع سے ثابت نہین وقد علما بکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہی اسکے حلال سمجھنے والے کو چنانچہ اس تکفیر پر ایک نے نہین بہت فقہا نے یقین کیا ہی ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہی اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ہم حلال عورت کی دبر مراد ہی اور غلام وغیرہ کی دبر مین ظاہرا یہ تکفیر کا خلاف جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجی فی المرتد انہ لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا چاہیے دونون مسئلون مین اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہی اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہی یعنی حیض اور بواسیر کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتد مین آویگا کہ فتوی نہین دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہی اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ہم حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہی جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہی یا حرام لعینہ احاد سے تو اسکی حلت کا معتقد کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا متمما راعالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہی اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لاجاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع کیا ہو فلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہی ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہی اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا ہم دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہی اصحاب سنن کی ابن عباس سے ایک روایت یون ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سے جماع کیا اول خون مین اور حالانکہ خون سرخ ہی تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہی تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہی ویحل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء اظہار لا اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہی ضیاء مین کہا کہ ظاہر عورت پر یہ حکم نہین ہی ودم استحاضۃ حکمہ کمریض دائم وقتا کالبول اور استحاضہ کے خون کا حکم نکسیر دائمی کے مانند ہی کہ نماز کے پورے وقت مین جاری ہو دم خون استحاضہ چھ قسم ہی ایک وہ ہی جو اقل حیض سے کم ہو ۲ یہ کہ اکثر حیض سے زیادہ ہو

۳- یہ کہ حیض ابتداء سے زیادہ ہو اور اسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینہ میں ۴- یہ کہ نفاس ابتداۃ سے زیادہ ہو اور اسکا نفاس ۴۰ دن کا ہی ۵- یہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاے ۶- حاملہ کا خون کذا فی الحموی اور آلسیہ اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہی کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہی کہ اسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر لانہ یتعفن صفوۃ ما فی صلوۃ ولو نفلا وجماعا لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کا مانع نہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے مم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہی اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی المنح والنفاس لغۃ ولادۃ المراۃ وشرعا دمٌ فلو لم ترہ بل تکون نفسا، المعتمد نعم مخرج من رحم اور نفاس لغت عرب مین عورت کا جنا ہی اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہی جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفسا یعنے زچا ٹھہریگی یا نہین جواب یہ ہی کہ ہان معتمد قول یہی ہی کہ وہ زچا ہی دم تو اسپر غسل واجب ہی احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہین کذا فی البحر فلو ولدت سن سنہ تہان سال الدم من الرحم نفسا، والالفافات جرح وان ثبت لہ احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہی اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی زخم والی ٹھہریگی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے مم احکام مولود کے یہ ہین کہ اسکی ماں کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہریگی اور اسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولدہ او اکثرہ ولو منقطعا عضوا عضوا النفاس ثابت ہوتا ہی پورا لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر نکلا ہو الا اقل فقتوضا ان قدرت او تیمم وتؤمی للصلوۃ ولا تؤخر خلافا لمحمد الصحیح الفاور نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہی تاخیر یا ترک نماز کا چنگے بھلے قادر شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست تو انا مرد کو کمان عذر باقی رہا مم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے مٹکے رکھے یا گڑھا کھودے اور بیٹھکر نماز پڑھے تاکہ لڑے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شئی الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے مانند ہی ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہی مم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبرا اور عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ۶۰ دن کا ہوتا ہی اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہی اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی سمنہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ اُن سات چیزون کے ایک چیز یہ ہی کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا اتبع الیہ العدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوما مع ثلث حیض وہ الثانی بعد عشر والثالث بساعۃ اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہی سو اس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵- دن کی ٹھہرائی ہی تین حیضون کے ساتھ اور ابو یوسف رحمہ نے گیارہ دن کی اور محمد رحمہ نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہی مم یہان امام کے قول پر فتوی ہی کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۲۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رحمہ کے نزدیک اُسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اونے مدت تصدیق کی ۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے مابین دو طہر ۲۰ دن کے اور محمد رحمہ کے نزدیک اونی مدت

تصدیق کی ہم ۴۰ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور مابین طہر کے ۱۰ دن کذا فی الطحطاوی والاکثر ارابعون یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ والاکثر اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ہم ۶۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہی اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چار چند ہوہم اکثر حیض دس دن کا ہی تو اُسکا چوگنا ہم ۶۰ دن ہوئے چار چند ہونے کی یہ وجہ ہی کہ چار مہینے کے بعد بچے مین جان پڑتی ہی تو اسوقت سے حیض کا خون اُسکی غذا ہوتا ہی اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہی واللہ اعلم والزائد علی اکثرہ استحاضۃ لو مبتدأۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس سے یعنے ہم ۶۰ دن سے وہ استحاضہ ہی اگر وہ عورت مبتدأۃ ہی یعنے پہلے پہل جنی ہی اُسکی عادت مقرر نہین ہوئی اما المعتادۃ فترد الی عادتہا اور عادت والی رجاتو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اُسکی عادت ۴۰ دن کے نفاس کی ہی اور خون ۵۰ دن جاری رہا تو ۴۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہی وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہی یعنے اگر مبتدأۃ ہین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو زائد استحاضہ ہی اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس ہین نفاس ہی اور حیض ہین تمام حیض ہی اگر ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہی یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت کے موافق نفاس اور حیض ہی اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہی ہم حیض کی صورت یہ ہی کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اُسکو چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہی پھر اگر اسکے بعد ۲۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر ۱۵ دن طہر نہا تو اب چھ دن کی اُسکی عادت ٹھہریگی اور نفاس کی صورت یہ ہی کہ اُسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۴۰ دن کی پھر اُسکو ایکبار اسی دن خون آیا پھر ۴۰ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائدہ ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بغیتی وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہی اور بدل جاتی ہی ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہی اور اُسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہی ہم مثلاً مبتدأۃ کو چار دن خون آیا یہ اُسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبار ایک طرح پر آنا ثبات اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہی اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبار کے والنفاس لام توأمین من الاول ہا ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہی تو اَمین وہ دو بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہی یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اُسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثالثۃ ولو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہی اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہی تو وہ ولد اول کا نفاس ہی پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہی تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی والقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا تعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہی بالاتفاق بسبب تعلق ہونے انقضاء اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید اور جل اواصبع اوظفر او شعر ولو السنین خلقۃ اما بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ تمام گرپڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پاؤن یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہی حکم شرع مین یہی شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہی اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد کم بحر الرائق مین ہی کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہی لفظاً ومعنی اسواسطے کہ سقط لازم ہی

اسکا مفعول نہین آتا اور مقصود تو سقوط ولد ہی خواہ آپ گر جاے یا اُسکو کوئی گرادے فتصیر المرأۃ بہ نفسا والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ ومنقضی بہ العدۃ جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اُسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اُسکے سبب سے اپنے تعلیق مین قسم توڑنے والا ٹھہریگا اور اس سے عدت منقضی ہو جاویگی ہم لونڈی اُسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اُسکا مولیٰ دعوے کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہی اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ طلاق یا عتاق وغیرہا کو عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اُسکا شوہر مرگیا ہو کذا فی المحیط وان لم یظہر لہ شیٔ فلیس شیٔ پھر اگر حمل ساقط مین کچھ اعضا سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین والمرئی حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اُسکے بعد دیکھا جاے وہ حیض ہی اگر جاری رہا تین دن اور اُسکے پہلے پورا طہر گذرا اپنے پندرہ دن کا والا ستحاضۃ اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر متقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر متقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہی ولو لم یرحالہ ولا عدد ایام حلہا ودام الدم تدع الصلوۃ ایام حیضتہا یقین ثم تغتسل ثم تصلی لعذر اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلاً اندھیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما الا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغت والتقطع دمہا حکم بایاسہا اور محمد رح نے تین ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ آیاس یعنے ناامیدی یہ ہو کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اُسکا بند ہو گیا تو اُسکے ایاس کا حکم ہوگا مہم بلخی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہی اور حکم ایاس کا قاعدہ یہ ہی کہ اسکی عدت مہینون سے ٹھہریگی اگر اثنا عدت مین خون نمود نہوا فمارأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر ونقد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اُسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہو تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے ہم طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہو اور ایاس مین تین مہینون سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہو گئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوے فی زماننا تجنیس وغیرہ تبیین اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۰ برس کے ساتھ محدود ہی اور اسی قول پر اعتماد ہو اور اسی پر فتوے ہی ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبے وغیرہ مین ہی آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء وہو علیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہی ضیا مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہی وما رأتہ بعد بالای بعد المدۃ المذکورۃ فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا محیض حتے یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتے لا تنقد الانکحۃ وہو المختار للفتوے جوہرہ وغیرہا وسنحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ۵۰ یا ۵۵ برس کے بعد وہ حیض نہین ہی ظاہر مذہب مین مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہی تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہی نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہی چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہی اور ہم آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح او استحاضۃ او بعینہ رمد او عشی او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وثرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہی جسکو سلسل البول کی بیماری ہی یعنے جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہی اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اُسکا پیٹ چلتا ہی یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہی یا اُسکی آنکھ مین جوش ہی یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ جو مندھی ہی کیچڑ بہتا ہی یا گوشۂ چشم مین ناسور ہی اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہی ہم جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہی عذر کی ان استوعب عذرہ

تمام وقت صلوۃ سفر وصنتہ بان لایجد فی جمیع وقتہا زمناً یتوضأ ویصلے فیہ خالیا عن الحدث بشرطیکہ گھیرے لے عذر اُسکا نماز فرض کے تمام وقت کو اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت مین ایسا زمانہ پایا جائے جسمین وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہوکر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر لحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا منقطع ہوجانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہی ہم استیعاب حکمی کی یہ صورت ہی کہ اسقدر یا انقطاع قلیل ہو کہ اسمین ادائے نماز اس سے خالی ہوکر نہو سکے کذا فی الطحطاوی وہذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنے استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت مین شرط ہی عذر کے شروع ہونے کے حق مین یعنے ثبوت عذر اولاً اسی طرح ہوتا ہی وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو قرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق مین عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء مین کفایت کرتا ہی اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنے ایک بار کا وجود کافی ہی نہ استیعاب وفی حق الزوال لیشترط استیعاب الانقطاع تام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق مین استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت مین حقیقتاً شرط ہی اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہی ہم انقطاع حقیقی کہ تمام وقت مین اصلا عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے وقت مین ہی عذر پایا تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا الغسل ثوبہ ونحوہ لکل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہی ہر نماز فرض کے وقت نہ دھونا کپڑے کا اور مانند اُسکے یعنے بدن اور مکان کا مراد طہارت ہی خواہ وضو سے ہو خواہ تیمم سے اور فتوی اسپر ہی کہ اگر یہ حالت ہی کہ جو کپڑا دھویا جاے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہوجاے تو اب کپڑا دھونا لازم نہین اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی دلوک الشمس حرف لام کا کل فرض مین وقت کیواسطے ہی چنانچہ قرآن مجید مین لدلوک الشمس کا لام اسی واسطے ہی یعنے نماز کو قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت مین چند فروض ہون لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہان وقت کے واسطے ہی ثم یصلی بہ فیہ فرضاً ونفلاً فدخل الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے داخل ہی یعنے جبکہ نفل باوجودیکہ ضرر نہین جائز ہی تو واجب بطریق اولی جائز ہی فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتے لو توضأ علے الانقطاع ودام الے خروجہ لم یبطل بالخروج بالم یطرأ حدث اخر ادلیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنے اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنے ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہی خروج وقت سبب نہین تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہوجانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہوگا وقت کے خارج ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اس صورت مین خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہوا کہ سیلان کے وقت وضو نہین کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلہ مسح خفہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہی یعنے اگر عذر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہی اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہین اور اگر انقطاع عذر مین وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہی وافادنہ لو توضأ بعد الطلوع ولو بعید اواضح لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت کے قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید اضحی کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہوجانے سے یعنے یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہی سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہی اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہین تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علے ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ الکان لو غسلہ یتنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتوے اور اگر معذور کے کپڑے پر درہم سے زیادہ نجاست روان ہوئی تو اُسکو اُسکا نہ دھونا جائز ہی جو اس طرح ہو کہ اگر اُسکو دھووے تو کپڑا نجس ہوجاے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہین یہی قول پسندیدہ ہی فتوی دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

الا نجس فورا لہ ترکہ اور اسی طرح وہ مریض ہی کہ نہین بچھاتا ہی کپڑے کو مگر فورًا ناپاک ہوجاتا ہی تو اُسکو ترک فرش جائز ہی ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ زمین یا پاک مکان نہین پاتا ہی نماز کے واسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہی تو اُسکے زخمون کی نجاست مائعہ سے قبل از نماز ناپاک ہوجاتا ہی تو اب اُسکو ترک بسط ثوب جائز ہی فورًا اس سے مراد ظاہر اقبل اتمام نماز ہی کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضا لعذرہ وہل لہ ان یصلی بہ فرضا اٰخر علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہین رہتی وقت مین مگر دو شرطون سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ کیا اور حدث طاری نہوا ہوا ماذا توضا لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال اوتوضا لعذرہ ثم طرا علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ اوجرحیہ اوقرحتیہ ولو من جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اُسکا عذر سابق بند ہی پھر اُسکا عذر روان ہوا یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اُس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اُسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہوگیا تو طہارت اُسکی باقی نہی ہم پہلی صورت مین بفقض وضو عذر سے اسواسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ منیہ اور اُسکی شرح مین ہی اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہوگیا تو اُسکا وضو باقی ہی جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہی کذا فی البحر فروع مسائل ملتقطہ شارح کے بجب رد عذرہ وتقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوۃ موسیا واجب ہی ہٹانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اُسکا کم کردینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے ہم یعنے اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اُسکو ہٹادے نہین تو کم کردے بحر الرائق مین ہی کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب ہی یعنے فرض ہی تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر میلان سے سیلان ہوتا ہی اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہی حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا یبقی صاحب عذر اور عذر کے رد کردینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا یعنے تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنے اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہی اور بعضون نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہی تو قول ثانی ضعیف ہی ولا یصلی من بہ انقلاب ریح خلف من بہ سلس لان الثانی معہ حدث نجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہی پیچھے اُس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام مین دو عذر ہین ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہی حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہی نجاستون اور ناپاکیون کے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہی کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہی بالاتفاق اور اُسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول النجاس جمع ہی نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہی ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنے حقیقی کو خاص ہی ہم نجس بفتح جیم مخصوص بنجاست ذاتیہ ہی اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہین تو وہ عام ہی مطلقًا تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اُسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اُسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہی اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہی اگر بمقدار مانع صلوۃ ہو اور اُسکا ازالہ بلا ارتکاب امر شدید ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہی تو اگر کشف عورت لوگون مین کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصرًا بجوز رفع

نجاسۃ حقیقیۃ عن محلہا ولو نانیا او ما کولا لعلم محلہا او لا بما ولو مستعملا بہ یفتی جائز ہی دور کرنا نجاست حقیقی کا اسکے مقام سے یعنی جہان وہ لگی ہی اگرچہ محل نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اُسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہی ہم طحطاوی مین خلاصہ سے منقول ہی کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہی سو اُسے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اُنکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہی وکل ملیع طاہر قالع للنجاسۃ عینہ بالعصر کخل وماء ورد حتے الریق فظہر اصبع ودہنی نجس للعین ثلثا اور جائز ہی رفع نجاست ہر ایک پینے والی پاک نجاست اُکھارنے والی چیز سے کہ نچڑ جاے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ مُنہ کی رال بھی تو جو اُنگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہی تین بار کے چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور ترابوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہی اور پستان نجس ہو جاتی ہی شیر خوار کی قی سے پھر اُسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہی بخلاف نخو لبن کزیت لانہ غیر قالع برخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہین دور کرتا یعنے اپنی چکنائی کے سبب سے دماقیل ان اللبن وبول مایوکل مزیح مخالف المختار اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب نجاست کا دور کرنے والا ہی سو قول مختار کے مخالف ہی ہم یہ قول غیر مختار ابو یوسف ہ کا قول ہی ولیطہر خف ونحوہ کنعل تنجس بندی جرم ہو کل یابروی بعد الجفاف ولو من غیر بالمخ وبول اصابہ تراب یفتی بذلک بزول بہ اثرہا اور موزہ اور اُسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہی ایسے رگڑنے سے کہ اثر اُسکا اس سے دور ہو جاے جسم دار وہ نجاست ہی جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوی دیا جاتا ہی ہم موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہین ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہی شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جاویگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہین یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی وللاثر حکم لہا کبول فیفسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اُسکے دھویا جاے یعنے تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن حلبی مین قہستانی سے منقول ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ تین بار اُسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاے ولیطہر مصیقل لامسام لہ کمرآۃ وظہر وعظم ورجاج وآنیۃ مدہونۃ وخزاطی وصفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح بزول بہ اثرہا مطلقا بہ یفتی اور پاک ہوتا ہی مصیقل والے یعنے گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خراطی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پترپونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نہ رہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہی ہم پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد مین مطہر ہی خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی ولطہر ارض بنحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو ریح اور پاک ہو جاتی ہی زمین اُسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اُسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اُسپر ڈالے کہ اُسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اُسکے اسفل مین جہتکہ کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب جگہ مین پانی جمع ہو تو اُسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہی تو اُسکا کھودنا ممکن نہین بلکہ اُسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اُسپر پانی ڈالے پھر اُسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اُسکا خشک کرے تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اُسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اُسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاے تو پاک ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط وذہاب اثرہا کلون وریح لاجل صلوۃ علیہا لاتیمم لہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے ہی نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے ہم نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مرۃ لان المشروط لہا الطہارۃ وہ طہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

زمین کا پاک ہونا شرط ہی نہ مطہر ہونا اور تیمم کے واسطے مطہر ہونا شرط ہی نہ فقط پاک ہونا وحکم آجر ونحوہ کلبن مفروش وحصر بالنجاسۃ جمع وتجرد وکلا ما تعین فی ارض کذلک ای کارض فیطہر بجفاف الخ وحکم پکی اینٹ مفروش اور اُسکے مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرکل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اُس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہوا ہی اسی طرح کا ہی یعنے زمین کے مانند ہی کہ پاک ہوجاتی ہین یہ سب چیزین نجاست کے خشک ہوجانے سے شارح نے کہا کہ خُص بخاء معجمہ چھت کی اوٹ ہی ہم خص بضم خاء معجمہ وصاد مہملہ گھر ہی بانس یا نرکل کا اور یہان مراد وہ سُترہ یعنے اوٹ ہی جو چھتون پر ہوتی ہی یعنے ٹٹیان کھڑی کرکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا کل ما کان ثابتا فیہا لا ما خذہ حکمہا بالتصالہ بہا اور اسی طرح خشک ہونے سے طاہر ہوجاتی ہی وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہی چنانچہ دہلیز اسواسطے کہ اُسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل یغسل لا غیر الاجر خشتا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہی چنانچہ غیر مفروش اینٹ یا زینہ چوبی تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہی نہ اسکے غیر سے مگر کھورا پتھر چنانچہ چکی وہ زمین کے مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ چکنا پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہین ہوتا وہ یطہر منی ای محلہ یابس لفرک ولا یضر بقاء اثرہ ان ظہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بہا اور خشک منی کا مکان پاک ہوجاتا ہی مل ڈالنے سے اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہین کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح پر کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم ملنا اُس صورت مین کافی ہی جبکہ راس ذکر طاہر ہو اسطرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج فنزع فانزل لم یطہر الا بغسلہ لمشقۃ بالنجس اسنے اے برطوبۃ الفرج فیکون منتفعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی مین ہی کہ ذکر فرج مین داخل ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی یعنے ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول منتفع ہی صاحبین کے قول پر کہ اُنکی رطوبت ناپاک ہی لیکن امام اعظم رح کے نزدیک تو وہ پاک ہی جیسے بدن کی باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور ریٹ اور پسینا پاک ہین والا یکن یابسا ولا راسہا طاہر افیغسل کسائر النجاسات ولو دما جیدا علی المشہور اور اگر منی خشک نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی ناپاک چیزین دھوئی جاتی ہین خشک ہون یا تر اگرچہ تازہ خون ہو بموجب قول مشہور کے ہم غیر مشہور مجتبی کا یہ قول ہی کہ اگر تازہ خون کپڑے مین لگا اور خشک ہوگیا پھر اُسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہوگیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ وغیرہا فرض ہو وہ منہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ بیماری سے پتلی ہوگئی ہو اور درمیان منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اُسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہی نہ روایت کی راہ سے ہم اور اسی طرح قہستانی مین بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہی اور فیض مین اُسکو مصرح بیان کیا ہی حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی مین خلاف قیاس رخصت وارد ہی تو اُسپر غیر آدمی کا قیاس نہین کذا فی الطحطاوی والا بین ثوب ولو جدیدا وبطنانے الاصح وبدن علی الظاہر من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح تر قول مین اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے ہم یعنے درصورت طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہی خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ثم ہل یعود نجسا بملاقہ بعد فرکہ المعتمد لا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہی یا نہین جواب وہ ناپاک نہین ہوتا معتمد قول مین وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جس چیز کی طہارت کا حکم ہوگیا بدون سائل چیز کے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہین ہوجاتی ہی ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور جلنا وغیر ذلک بحر الرائق مین ہی الحاصل تصحیح اور اختیار طہارت کے ہر مسئلہ مین مختلف ہی مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت مین اولے ہی جیسا کہ اصحاب متون نے اُسکی تصریح کی ہی ہر مسئلہ مین وقد اسبت

فی الخزائن المطہرات الی خیف وثلثین وغیرہا نظم ابن وہبان قفلت اور البتہ میں نے پہونچایا ہی خزائن الاسرار میں مطہرات کو کئی اور تیس تک اور بدل ڈالا میں نے ابن وہبان کی نظم کو سو میں نے یوں کہا ۵ دعسل ومسح والجفاف مطہر + ونحت وقلب العین والحفر فیذکر + اور دھونا اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہی مطہرات میں ہم دھونا جیسے شلاکپڑے میں اور پونچھنا صیقل دامن اور خشکی زمین میں اور چھیلنا لکڑی میں اور ذات کا بدل جانا گدھے اور سور کے نمک ہوجانے میں اور کھودنا زمین میں طاہر کرتا ہی ودبغ وتخلیل وذکوۃ تخلل + وفرک ودلک والدخول التنور + اور دباغت کرنا چمڑے کا اور شرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک کرنی کا مل ڈالنا اور مونے کا رگڑنا اور حوض نجس میں پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ روان ہوجاے اور کنوئیں کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا طاہر کرتا ہی تقصیرہ فی البعض ندف ونزحہا + ودنار وغلے غسل بعض تفور + تصرف کرنا بعض میں اور روئی کا دھنتا اور کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ میں جلجانا اور آبا ٹنا اور بعض کا دھونا اور بستہ چیز میں نجاست نکال کر گڑھا کر دینا نام تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلوں کے روندنے سے تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب اسمیں کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیری میں ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھنے سے پاک ہوجاویگی اور قستانی میں ہی کہ تیل اور اسکے مانند جنانچہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمیں پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کر پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہیں کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمیں چوہا گرکے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گرد پیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گڑھا بنجاے تو باقی چیز پاک ہوگئی وبطہارۃ نجس بجملہ صابونا بالفتی للبلوی کتنور رش بما نجس لالباس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون بناڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہی بوجہ بلوی کے یعنی اس سے بچنا دشوار ہی جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمیں روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہیں کطین نجس فجعل منہ کوز ابعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا آگ میں ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اسمیں نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہیں ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف کردی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہیں کہ وہ مکروہ بھی نہیں کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن ا ھ مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت میں وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پا نی ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام میں تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار میں نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق میں ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لرجم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل الاصابع فی قبقبۃ من مغلظۃ کقدرۃ آدمی اور وہ یعنے درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار میں اور بقدر چوڑائی قعر کف دست کے ہی تبلی نجاست میں اور قعر کف دست اندر ہی انگلیوں کے جوڑوں کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہی بعضون نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقاً اور بعضون نے مساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہو تو درم کے وزن کا اعتبار ہی اور اگر پتلی ہی تو مساحت درم کا اعتبار ہی بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہی اور زاہدی اور زیلعی نے اسی کو صحیح کہا ہی امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نقض متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین معاصرین اور انکے سابقین کا اُسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہی جسمین دو نقض متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اُسکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور غلیظہ کی تعریف مین اتنا زائد اور ہو کہ اُسکے اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ اور سبطرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہی چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قئی منہ بھر کے اور خون حیض کا یہ سب بجز نجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر یہ کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہی پر طاہر ہی دبول غیر ماکول ولومن صغیر لم یطعم الا بول الخفاش وحزوۂ فطاہر اور چنانچہ جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگیدڑ کا پیشاب اور اُسکی بیٹ پاک ہی وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیہ اور سبطرح چوہے کا پیشاب پاک ہی یعنے معاف ہی بسبب نہو سکنے بچاؤ کے اُس سے اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی ہم حلبی نے کہا یہ معافی کپڑون اور طعام مین ہی نہ پانی مین بزازیہ اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو طاہر الروایۃ کہا ہی لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوے مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ویجی نے خزانۃ المفتین ان خرأ لا تفسد مالم یظہر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اُسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو ہم روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھالے کہ وہ پاک ہی کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی المائعۃ وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہی کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہی اور اسی پر فتوی ہی ودم مسفوح من سائر الحیوانات الآدم شہید ما دام علیہ او ابقی فی لحم مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وطحال لیسل ودم سمک وقمل وبرغوث و بق اور نجاست غلیظہ ہی خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہی جبتک اُسکے جسم پر ہی اور جو خون کہ دبلے گوشت اور گوند اور کلیجی اور تلی اور دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین ہم جو خون کہ کلیجی وغیرہ مین باقی رہتا ہی وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہین زادی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرمان دویبۃ حمراء شاعتہ اور سراج وداج مین ہی اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ قاموس مین ہی چھوٹا سا کیڑا ہی سرخ رنگ بسیار گزندہ ہم شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہی واللہ اعلم فالمستثنی اثنا عشر توجیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر فی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ رجح فی البحر الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہی اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہین بحر الرائق مین اول یعنے تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہی اور نہر الفائق مین درمیان یعنے تخفیف کی ترجیح ہی ہم صاحب نہر نے مینہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہی کہ اگر نماز پڑھے اور اُسکے کپڑے مین شراب مسکر سے کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی ہی حلبی نے کہا یہ نص ہی تخفیف نجاست مین تو صاحب نہر ہی کا قول ہی اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہی اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہی وخرء کل طیر لایغتذی الہوا کبط اہلی وحباج اور نجاست غلیظہ جیسے بخال ہر ایک اُس پرندہ کی جو ہوا مین نہین اُڑتا چنانچہ خانگی پالو بط اور مرغی والماید زق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین اُڑا کرتا ہی تو اگر وہ حلال ہی جیسے کبوتر اور کبوتک تو اُسکی بیٹ پاک ہی اور اگر حرام ہی تو اُسکی بخال ناپاک نجاست خفیفہ ہی چنانچہ بازو اور شکرا اور چیل لیکن اُنکی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہی کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر ہم بحر الرائق مین ہی کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور گاؤ بیل بھینس کو خثی یعنے گوبر کہتے ہین اور فضلۂ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی اور فضلۂ

فی
سرخ اور چیل کی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا

انسان کو غائط یعنی گوہ بولتے ہین افادہما نجاسۃ خرؤکل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو بتادیا سوائے چڑیون کے هم بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کردیا وجہ افادہ یہ ہی کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی ثابت ہوگی بلکہ بطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر بجنس نجاست مخففہ ہین هم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہی گہتے اور رندے جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے مین امام اور صاحبین کا اتفاق ہی تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ قولہما اظہر لشہرتہ بلا لیۃ قولہ ای ہی کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہی نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہی اور عموم بلوے کے سبب سے بھی لید اور اون اُس پر رہتی ہین برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اُسکو سوک جاتی ہی کذا فی الزیلعی وطہرہما محمد آخرا البلوی وبہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہی امام مالک کا هم جبکہ امام محمد رح خلیفہ کے ساتھ رہنے مین داخل ہوے اور تکلیف اور مشقت لوگون کی دیکھی کہ راہن اور سرائین اس سے پرہن تو مجبور ہوکر تخفیف کا پہلا قول ترک کرکے طہارت کے قائل ہوے ولو صابہ من نجاسۃ غلیظۃ ونجاستہ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹہہرائی جاوینگی احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہی یعنے خفیفہ اس صورت مین بمنزلۂ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونون ملکر قدر درہم سے زائد ہون تو نماز جائز نہوگی ثم متی طہر المحل النجاستہ فظاہر الاطلاق یعنی پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرنا ہی وعفی دون ربع جرم بدن وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذیل وکم دان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہی تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہی اُس چیز کی چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست لگ گئی ہی چنانچہ دہن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہی وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اُسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتوی ہی حقائق مین نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہی حلبی مجتبی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہی مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول دمنہ الفرس وطہرہ محمد کمزاحیہ ہم کی معافی ہی بجاست خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہی گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد رح نے پاک کہا ہی هم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہی اور امام نے اُسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہی تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہی نہ اسواسطے کہ اُسکا گوشت ناپاک ہی وخرء طیر من السباع اوغیر ماکول اور چنانچہ پنجال غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہی خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز جرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہی اور اُسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہی ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت مین پانی کے غیر مین طاہر ہونی ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہی حلبی نے کہا مگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہی چنانچہ سابق مذکور ہوچکا وعفی دم سمک لعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہی خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدہے کی اور صحیح مذہب اُنکے طاہر ہونے کا ہی ولو انتضح کرؤس الابر اور معاف ہی پیشاب چھینٹون ہوکر لگا سوئیون کے سرون کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ بسیار کثیر ون ہون وکذا جا نبہا الآخر اور اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف ہی جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہی وان کثر باصابۃ الماء المضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہوجاوین پانی لگجانے سے یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہی لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑیگی تو اُسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہی کذا فی البحر ہر هم پانی اس صورت سے نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی بظاہر ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرق ہوجاوے یا پانی الجھے ورنہ اُسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے ترتاشی سے

نقل کیا باوجود اسکے اگر کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی الحلبی وفی الفتیہ والاصل وانبسط وزاد علی قدر الدرہم یعنی ان یکون کثیرا نجس اذا انبسط اور فتیہ مین ہی کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درہم کے مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیے کہ ناپاک تیل کے مانند مانع نماز ہون جبکہ وہ تیل پھیل جاے ہم یہ اُس صورت مین ہی جب گرنے کے وقت کپڑے پر نمودار ہوجنانچہ فتاوی مین ہی کرانی سے کذا فی البطحاوی عن الحلبی وطین شارع وغبار نجس وغبار سرقین ومحل کلاب واتضح عنانہ لا یظہر مواقع قطرا ما فی الانا عفو اور کیچڑ شارع عام یعنے بڑے راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا بخار اور کتون کے مقام اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ اُنکے قطرات کے مقامات نمودار نہین برتن مین یہ سب معاف ہین یعنے ضرورت کی وجہ سے ہم اصح قول یہ ہی کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اُسکا غسالہ ناپاک نہین ہی مگر محمد نے جو نجس کہا ہی تو اسوجہ سے کہ غالباً میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اُسکو نہ پونچھا اور بچ کا اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہی لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دھوان اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا فی البطحاوی عن البحر وماثر بالمدورہ ای جری علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا کمیتہ تنہرا وجاستہ علی سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاعز اور جو پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہی بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اُس سے گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہی یا نجاست چھت پر ہی اور پانی بہتا جاتا ہی تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہی کہ اثر نجاست کا اعتبار ہی یعنے جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے ہم ورود عام ہی جریان اور یہان حکم بھی عام ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح ورود کی تفسیر جریان نکرتا تاکہ تعمیم کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر سطح ہی کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالہ کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق مین ہی کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرتا ناپاک نہین ہوتا جبتک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی البطحاوی کعکسہ ای اذا ورد ت النجاسۃ علی الماء النجس الماء ارجاعا لکن لا یحکم بنجاسۃ اذا لاقی النجس الم نفصل فلیحفظ جیسے اسکے عکس مین ناپاک ہوتا ہی یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہی باجماع حنفی وشافعی لیکن اُسکے نجاست کا حکم نہین کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز اُسکو ملے تاوقتیکہ نجاست سے جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین ہی کہ قیاس اسکا مقتضی ہی کہ پانی ناپاک پانی ہوجاے نجاست کی اول ملاقات ہی لیکن یہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہی خواہ نجس کپڑا تقارے مین ہو اور پانی اُسپر ڈالا جاے یا پانی تقارے مین ہو اور ناپاک کپڑا اُسمین ڈالا جاے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہی اور نجس ہی جبکہ وہان سے جدا ہوا ور ناپاک کپڑے دھونے مین بہتر یہ ہی کہ کپڑے تقارے مین رکھے بدون پانی کے پھر پانی اسپر ڈالے نہ یون کہ پانی تقارے مین اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اُسمین ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسواسطے کہ اُنکے نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہوجاتا ہی انتہی مختصراً لا یکون نجسا ما وقدر والازم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون مین یعنی جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب گران قیمت ہی وللملح کان حمارا وخنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہی جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار مین پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأۃ لانقلاب العین یعنی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہی جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہوکر کیچڑ بنگئی بسبب بدلجانے اُسکی ذات کے اسی کا فتوی دیا جاتا ہی ہم انقلاب ذات تینون مسئلون کی دلیل ہی یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہی کہ اُنکی حقیقت بدلکر اور چیز بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلا منہ ونسی المحل مطہرلہ دان وقع الغسل بغیر تحر ہوا لمختار اور اُس کپڑے یا بدن کا دھونا جسکے ایک مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اُس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہی اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہی ہم یہ رویہ ہی

اور سیجابی کے قول کا بدائع مین سارے کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہی اور سیجابی نے مشکل کرکے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم ظہر لہنانی طرف آخر اہل بعید نے الخلاصۃ نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جدھر نہین دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ان دھووے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اسنے نجاست کو دیکھا ہم یہ غفلت ہی شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغائر ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہی ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلفہ سے قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی المجتبی کما لو بال حمر خصفہا بالطین ولہا اتفاقا علی نحو حفنۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اُس گیہون پر جسکو وہ مانڈتے ہین یعنے روندکر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ایات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کرکے اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے ہوسکتا ہی کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک گیہون اُنھین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہرا نجاست دھو جانے کے احتمال سے وکذا الطہر محل نجاستہ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث فی الاصح اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہی اُسکے اکھاڑنے اور بالکل دور کرڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل ہوجانے سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہین کرتی ہم غایۃ البیان مین کما نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہوجانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغاری مین تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی لم یقل بغسلہا الیوم نحو ذلک وذکر اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ سنی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اسکے مانند اور چیز کی طرف مانند اسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہی وہ جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ منحدی اور کُسم ناپاک سے اُسکے تین بار دھوڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل مسئلہ چربی مراد تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والا ولی مسئلہ الی آخرہ علماء اور بہتر ہی اُسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دھن الادہن ولو دکب متنجسۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد بل تعصیر بہ فی غیر مسجد اور مضر نہین کرتا طاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

نجاست ہی یہانتک کہ اُس سے چمڑے کو دباغت نکیجیے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہ اُسکا چراغ مین جلانا چاہیے وَیطہر محل غیر ای غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل لو مکلفا وَالا فمستعمل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یعنی اور جو نجاست نمودار نہین اُسکا محل پاک ہوتا ہی دھونے والے کے گمان غالب سے اُسکے محل کے پاک ہو جانے کو بلا تعیین عدد اسی کا فتوی ہی یعنے جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہی بشرطیکہ دھونے والا مکلف یعنے عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون ہو تو اُسکے استعمال کرنے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہی ہم دھونے کی حالت مین جبکہ طہارت محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہی چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہی اور ہندوانی نے اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الطحطاوی وقدر ذلک للموسوس بغسل وعصر ثلثا او سبعا فیما یعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق مین اندازہ کیا گیا ہی ساتھ دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اُس چیز مین جو نچوڑ سکتی ہی بحالت مبالغہ اسطرح پر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت اور تمام سے حاصل نہین لہذا اُسکے حق مین یہ اندازہ شرع مین مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب سراج نے دونون قولون مین توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن غالب معتبر ہی اور اگر وسواسی ہی تو تین بار کا دھونا کافی ہی سات بار کا دھونا جیسا نہین مستحب ہی تا خلاف شافعی کا نہو اور اشتراط عصر علی العموم نہین کہ بعضے برتنون مین نہین ہوتا بحر الرائق مین حاوی قدسی سے منقول ہی کہ برتن تین طرح کے ہین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح پر ہی جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہی اور نجاست اُسکے اجزا مین گھس گئی تو جلایا جاے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاے اور اگر لکڑی کا برتن ہو تو چھیل ڈالا جاے اور اگر پرانی کاہی تو دھویا جاے اور اگر لوہے یا پیتل یا آبگینہ یا کانچ کا ہی اور چکنا صیقل ارہی تو پونچھ ڈالا جاے اور اگر چکنا نہین کھردرا ہی تو دھویا جاے اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر بدن مین نجاست لگی تو تین بار پانی ڈال دھویا جاے اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہی تو پانی ڈال دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ فطہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر اور اگر یہ حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اُسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ ہر شخص مخاطب ہی بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہو گیا یا نہین ظاہر تر جواب یہ ہی کہ ہان پاک ہو گا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان مین عدم طہارت کو پسند کیا ہی وقدر بثلث جفاف ای انقطاع التقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر اور ٹھہرایا گیا ہی دھونے مین تین بار کا خشک ہو جانا یعنے تقاطر کا بند ہونا اُسکے غیر مین یعنے جو چیز نچوڑ نہین سکتی اُس قسم سے کہ نجاست کو سوکتی ہی اور اگر سوکتی نہین تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہی یعنے اسمین خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء فطہر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار عند المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچوڑنے والی چیز مین اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اُسکے غیر مین اُسوقت ہی جبکہ دھویا جاے طاش اور طغاری مین لیکن اگر حفیر اور تالاب مین دھویا جاے یا اُسپر پانی بہت سا ڈالا جاے یا اُسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہو جاتا ہی مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہی ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا متعدد کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہی کذا فی الطحطاوی عن المحیط وَیطہر لبن وعسل ودبس ودہن بغلی ثلثا اور پاک ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرۂ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزون کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ مثلاً شہد کا پنجم حصہ پانی اُسمین ڈالکر جوش دے کہ پانی جلجاے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ودخم طبخ بخمر بغلی وتبر بد ثلثا اور جو گوشت کو پکایا گیا شراب مین وہ پاک ہوتا ہی تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہی یہ قول ہی ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہی کذا فی الطحطاوی

فائدہ
عدالت پر حلف سے تین دھونے ہی

عن البحر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للتنتف قبل شقھا فع اور اسی طرح پاک ہوتی ہے تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالکر پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح ہم یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہ ہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اُسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی الجنیس حنطۃ طبخت فی حمر لا تطھر ابدا بیقینی اور تجنیس میں ہے کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہے ہم یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک کئی بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نفخت وجففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار خشک کیا جاے اور رکھایا جاوے ولو عجن بخمر صب فیہ خل حتی ذھب اثرہ فیطھر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اُسمیں سرکہ ڈالا جاے یہانتک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہوجاے ہم یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُسمیں ڈالی جاے فروع چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جاے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار اُبالا جاے تو پاک ہو اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جاے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام میں ہم ایک نسخہ میں فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجا ہے الاستنجا ازالۃ نجس عن سبیل فلا یسمی من ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دُبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے ہم اسواسطے کہ ریح اور پتھری اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دُبر سے نہیں جو اُسکا ازالہ مسنون ہو وہ سنۃ موکدۃ مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہے ہر حال میں یعنی خواہ استنجا حسب عادت ہو یا نہ ہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ یہ وضو کرے یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض ومجاوزۃ مخرج فغتار اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور مخرج سے بڑھ جانے میں سو قول تحقیقی نہیں ہم حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس والا کنانہ ابیتحض مستنجی وشی مستنجی بہ کماء ودجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارج دان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا کے چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسطرح مسنون فی استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگے اگر وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اُٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر جو تھا رکن ہے نجاست نکلنے کا مقام دُبر یا قبل نحو حجر مما ہو مبین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا ولا متقوم استنجا سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اُس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہو جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا ہم ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانۂ غیر مملوک بدون کراہیہ استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہے کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کرکے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا گھٹنے سے کپڑے سے موضع استنجا کو کچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھووے کذا فی الطحطاوی لانہ ہو المقصود فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے والی اور نہایت سلاست رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شارحہ وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں ہم اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے یہ مسنون نہیں کہ مرد جاڑوں میں پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی میں اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہے اور زیلعی اور شمنی نے اسکو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا مسنونا فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلوں کا شمار استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے ہم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلوں کا ذکر

جو بعضے احادیث میں ہے بنا بر غالب عادت کے ہے یعنی غالباً اسیقدر سے پاکی حاصل ہوتی ہے وتغسل بالماء الی ان یغلب فی ظنہ انہ طہر تمام لکن موسوسا یقدر بثلث کما مر اور پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل میں یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہوگیا یہ حد اُسکے حق میں ہے جو شخص وسواسی نہیں تو وسواسی کے حق میں تین بار کا دھونا ٹھہرایا جاے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ میں گذرا بعدہ ای الحجر بلا کشف عورۃ عند احد بانی سے دھونا ڈھیلوں کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے کسی کے روبرو لینے اُس شخص کے روبرو جس سے جماع مستنجی کو حرام ہو ہم عمدہ مرتبہ یہ ہے کہ ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا پھر اسکے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اسکے بعد فقط ڈھیلوں پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما مع کشف عورۃ کما مر اور کشف عورت کے ساتھ تو دھونے کو ترک کرے چنانچہ غسل کی سنتوں سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقا تو اگر دھونے کے واسطے اُسنے بدن کھولا تو گنہگار ہوجاویگا ہم بحر الرائق میں ہے کہ اسی صورت میں ڈھیلوں پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہیں تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہیں لا لو کشف لاغتسال او لتوضا کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا گھنے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہے سنۃ مطلقاً بہ یفتی سراج ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے ہر زمانے میں اسی کا فتوی ہے کذا فی السراج ہم لینے ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے میں یکسان سنت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سنت ہے صحابہ کرام کے وقت میں مستحب تھا ویجب اے یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درہم سے زائد ہے مخرج عام ہے قبل ہو یا دبر وبالعبرۃ القدر المانع لصلوۃ فیما ورا موضع الاستنجا لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست ماورائے موضع استنجا میں معتبر ہے اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعاً ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہاں بکثرت ہو یعنے درہم سے زیادہ ہو لہذا اُس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہم قدر درہم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے نہیں تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بمطعم وطعام ورق یابس کمندرۃ یابستہ وحجر استنجی بہ الا لاخر آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے آدمی کے خشک گوہ سے اور اُس ڈھیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا مگر اسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہیں استنجا کرنا مکروہ نہیں دا جر وخرف وزجاج وشی محترم کخرقۃ وبیاج ویمین ولا عذر بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہے کچی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت میں کہ اُسکے بائیں ہاتھ میں کچھ عذر نہیں ہم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے میں جراحت موضع کا ضرر ہے اور محترم چیز سے اُسکی تضییع سبیل ہے اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث میں منع ہے تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے اور اُسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اُسپر رگڑے بائیں ہاتھ سے کذا فی البحر فلو مشلولۃ ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایاں ہاتھ کٹا ہوا اور وہ شخص جاری پانی پاوے اور نہ اُس شخص کو جو اُسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ہم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعاً پردہ نہیں تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرلے ولو شلتا سقط اصلا کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جامعۃ اور اگر دونوں ہاتھ لُنجے ہوں تو استنجا بالکل ساقط ہوگیا یعنی ڈھیلوں سے بھی اور پانی سے بھی اُس بیمار مرد اور عورت کے مانند جنھوں نے اُس شخص کو پایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ اُسنے بھی استنجا مطلقاً ساقط ہے یعنے اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو اُسنے استنجا کروالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل ما یتقف بہ اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اُس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہوجانے

ع

رہا سے مسئلہ کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اور کوئی شخص اسکے ساتھ نہ ہو تو کیا کرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ پانی کے ساتھ استنجا کرے

ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا فرض نہیں

صفائی کے عدم قہستانی مین نظم سے منقول ہی بون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر نہ پاوے تو چھ سے کرے پھر اگر اسکو بھی نہ پاوے تو سمجھ بھر خاک سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ بموجب حدیث کے مورث فقیری ہی اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہی کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اوپر اٹھا کر اوپر اسکا موضع دھوے پھر خنصر کو اوپر اٹھا کر اوپر دھوے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اوپر اٹھا کر کے دھوے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول مین اور بعضون نے کہا یہانتک دھوے کہ وہان سے چکنائی دور ہو کر کھردرا ہو جاے اور عورت اول خنصر اور وسطی کو اوپر اٹھا کر کے دھوے پھر مرد کی طرح دھوے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہی آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وَفِیہِ نَظَرٌ لِمَا مَرَّ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ لَا غَیْرُ فَیَنْبَغِیْ اَنْ لَا یَکُوْنَ مُتَفَاوِتًا بِالْمَنْیِ عَنْہُ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہی خلل ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہی نہ کچھ اور تو لائق یہ ہی کہ نہو آدمی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ہم صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ اس شی مخصوص سے ازالہ ممنوع ہی اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت ادا ہوگی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا مَکْرُوْہٌ تَحْرِیْمًا اِسْتِقْبَالَ قِبْلَۃٍ وَاِسْتِدْبَارَہَا لَا اِجْلَالِ بَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ جیسے مکروہ تحریمی ہی قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے یا گہٹے کے واسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو اسکا استقبال اور ادبار ممنوع ہی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو اُنکے حق مین ہی جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہی فَلَا لِاسْتِنْجَاءٍ لِمَا کَرِہَ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہی کیونکہ ترک ادب ہی کذا فی الطحطاوی وَکُوْنِیْ بُنْیَانٍ لِاِطْلَاقِ النَّہْیِ اور استقبال اور استدبار قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین کراہت ثابت ہی فَلَوْ جَلَسَ مُسْتَقْبِلًا اَوْ مُسْتَدْبِرًا غَافِلًا ثُمَّ ذَکَرَہٗ اِنْحَرَفَ نَدْبًا لِحَدِیْثِ الطَّبَرِیِّ مَنْ جَلَسَ یَبُوْلُ قِبَالَۃَ الْقِبْلَۃِ فَذَکَرَہَا فَاِنْحَرَفَ عَنْہَا اِجْلَالًا لَہَا لَمْ تُکْتَبْ لَہٗ خَطِیْئَۃٌ یعنی اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاے اسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے پھر اسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہو گا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بیٹھا جاویگا اِنْ اَمْکَنَہٗ وَالَّا فَلَا بَاْسَ اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وَکَذَا اِذَا کَرِہَ ہٰذِہِ التَّتِمَّۃَ التَّحْرِیْمِیَّۃَ وَالتَّنْزِیْہِیَّۃَ لِلْمَرْاَۃِ اِمْسَاکُ صَغِیْرٍ لِبَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہی تھامنا صغیر کا پیشاب یا گہٹے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلیہا اور اسی طرح پاؤن پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہی وَاسْتِقْبَالُ شَمْسٍ وَقَمَرٍ لَہُمَا اَیْ لِاَجْلِ بَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ اور مکروہ ہی سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا گہٹے کے واسطے وَبَوْلٌ وَغَائِطٌ فِیْ مَاءٍ وَلَوْ جَارِیًا فِی الْاَصَحِّ وَفِی الْبَحْرِ اَنَّہٗ نے الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہی بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہی کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی ہی اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہی ہم طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو وَعَلٰی طَرَفِ نَہْرٍ اَوْ بِئْرٍ اَوْ حَوْضٍ اَوْ عَیْنٍ اَوْ تَحْتَ شَجَرَۃٍ مُثْمِرَۃٍ اَوْ فِیْ زَرْعٍ اَوْ فِیْ ظِلٍّ یُقْعَدُ بِالْجُلُوْسِ فِیْہِ اور مکروہ ہی بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت کے نیچے یا کھیت مین یا اُس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہون اسمین بیٹھ کر ہم یہ سب کراہت تحریمی ہی کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اُسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین وَجَنْبِ مَسْجِدٍ وَمُصَلَّی عِیْدٍ وَفِی مَقَابِرَ وَبِئْرٍ وَفِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اور مکروہ ہی مسجد اور عید گاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین ہم قبرستان مین وجہ کراہت یہ ہی کہ میت کو تکلیف ہوتی ہی جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہی اور ظاہر یہ کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوئی ہو اسمین چلنا حرام ہی تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وَفِی مَہَبِّ رِیحٍ وَجُحْرِ فَارَۃٍ وَحَیَّۃٍ وَنَمْلَۃٍ وَثُقْبٍ اور ہوا چلنے کے مکان مین اور چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی وفی موضع یعبر علیہ اَخَذَ او یَنْفُذ علیہ وبجنب طریق او قافلۃ او حیۃ وفی اسفل الارض اعلا یا عینی مین اتنا زیادہ کہا ہی اور مکروہ ہی اُس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہی یعنے عود نجاست کی وجہ سے وَالْکَلَامُ عَلَیْہَا اور مکروہ ہی بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اُسپر ناخوش ہوتا ہی اور بول و براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نددے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکھارے اور چپ و راست نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف سر نہ اٹھائے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہی اور درد جگر حادث ہوتا ہی چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہی اور مستحب ہی کہ نمازی کپڑون کو وہان نہ لیجاے اگر مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب استعمال سے اور سر برہنہ نجاے اور وہان داخل ہوتے کہے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) اور مکروہ ہی وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے یا بان پاؤن اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پاؤن کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پاؤن پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ دَفَعَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ) کذا فی الطحطاوی وَاَنْ یَبُوْلَ قَائِمًا اَوْ مُضْطَجِعًا اَوْ مُتَجَرِّدًا مِنْ ثَوْبِہٖ بِلَا عُذْرٍ اور مکروہ ہی پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹے یا کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سے متعلق ہی اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پیشاب کیا بیٹھکے درد کی وجہ سے کذا فی البحر اَوْ یَبُوْلَ فِیْ مَوْضِعٍ یَتَوَضَّأُ اَوْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ لِحَدِیْثِ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّہٖ فَاِنَّ عَامَّۃَ الْوَسْوَاسِ مِنْہُ یا مکروہ ہی پیشاب کرنا اُس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہی یا اُسمین غسل کرتا ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہی فروع مسائل المحقہ شارح کے یَجِبُ الْاِسْتِبْرَاءُ بِحَشٍّ وَنَحْوِہٖ وَنُوْمٍ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْسَرِ واجب یعنے فرض ہی استبرا یعنے پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر مرد حدیث مین وارد ہی کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہی ہم استبرا عبارت ہی ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی وبختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہی لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہی کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکھارنے وغیرہ سے وَمَعَ طَہَارَۃِ الْمَغْسُوْلِ تَطْہُرُ الْیَدُ اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہی یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اُسکے ساتھ پاک ہوگیا اُسکے علیحدہ دھونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سواے اُسکے دیشتہ طرازالۃ الراتحۃ عنہا وَعَنِ الْمَخْرَجِ اِلَّا اِذَا عَجَزَ وَالنَّاسِ عَنْہَا غَافِلُوْنَ اور طہارت مین شرط ہی دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے اگرچکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہی بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہی اور لوگ اس شرط سے غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہی اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی اَلْمُتَوَضِّیْ اَنْ عَلٰی وَجْہِ السُّنَّۃِ بَانْ اَرْخٰی اَنْقَضَ وَاِلَّا بَاوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا نام اوصفی علی نجاستہ ان ظہر عینہا نجس والا لا سویا یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہی اور یہی بہتر ہی کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا نجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنے رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لعدم ظاہر فی مجس مثل یا پان بجیث لو عصر قطر

۱۲ جس مین پیشاب ہو پیشاب کرنے والے کا اور جس مین پیشاب نہو اور دیکھنے والے کو اور جس مین پیشاب ہو اور نہ ہو اور جس مین پیشاب ہوا ہو اور نہ ہوا ہو

نجاست غلیظہ

۱۳ قولہ اور ہر سوراخ مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی وفی موضع یعبر علیہ اَخَذَ او یَنْفُذ علیہ وبجنب طریق او قافلۃ او حیۃ وفی اسفل الارض اعلا یا عینی مین اتنا زیادہ کہا ہی اور مکروہ ہی اُس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہی یعنے عود نجاست کی وجہ سے وَالْکَلَامُ عَلَیْہَا اور مکروہ ہی بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اُسپر ناخوش ہوتا ہی اور بول و براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نددے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکھارے اور چپ و راست نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف سر نہ اٹھائے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہی اور درد جگر حادث ہوتا ہی چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہی اور مستحب ہی کہ نمازی کپڑون کو وہان نہ لیجاے اگر مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب استعمال سے اور سر برہنہ نجاے اور وہان داخل ہوتے کہے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) اور مکروہ ہی وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے یا بان پاؤن اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پاؤن کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پاؤن پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ دَفَعَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ) کذا فی الطحطاوی وَاَنْ یَبُوْلَ قَائِمًا اَوْ مُضْطَجِعًا اَوْ مُتَجَرِّدًا مِنْ ثَوْبِہٖ بِلَا عُذْرٍ اور مکروہ ہی پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹے یا کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سے متعلق ہی اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پیشاب کیا بیٹھکے درد کی وجہ سے کذا فی البحر اَوْ یَبُوْلَ فِیْ مَوْضِعٍ یَتَوَضَّأُ اَوْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ لِحَدِیْثِ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّہٖ فَاِنَّ عَامَّۃَ الْوَسْوَاسِ مِنْہُ یا مکروہ ہی پیشاب کرنا اُس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہی یا اُسمین غسل کرتا ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہی فروع مسائل المحقہ شارح کے یَجِبُ الْاِسْتِبْرَاءُ بِحَشٍّ وَنَحْوِہٖ وَنُوْمٍ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْسَرِ واجب یعنے فرض ہی استبرا یعنے پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر مرد حدیث مین وارد ہی کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہی ہم استبرا عبارت ہی ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی وبختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہی لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہی کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکھارنے وغیرہ سے وَمَعَ طَہَارَۃِ الْمَغْسُوْلِ تَطْہُرُ الْیَدُ اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہی یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اُسکے ساتھ پاک ہوگیا اُسکے علیحدہ دھونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سواے اُسکے دیشتہ طرازالۃ الراتحۃ عنہا وَعَنِ الْمَخْرَجِ اِلَّا اِذَا عَجَزَ وَالنَّاسِ عَنْہَا غَافِلُوْنَ اور طہارت مین شرط ہی دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے اگرچکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہی بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہی اور لوگ اس شرط سے غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہی اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی اَلْمُتَوَضِّیْ اَنْ عَلٰی وَجْہِ السُّنَّۃِ بَانْ اَرْخٰی اَنْقَضَ وَاِلَّا بَاوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا نام اوصفی علی نجاستہ ان ظہر عینہا نجس والا لا سویا یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہی اور یہی بہتر ہی کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا نجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنے رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لعدم ظاہر فی مجس مثل یا پان بجیث لو عصر قطر

۱۴ قولہ اور ہر سوراخ مین اور ہر سوراخ مین زاد العینی وفی موضع یعبر علیہ اَخَذَ او یَنْفُذ علیہ وبجنب طریق او قافلۃ او حیۃ وفی اسفل الارض اعلا یا عینی مین اتنا زیادہ کہا ہی اور مکروہ ہی اُس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر بلند زمین کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہی یعنے عود نجاست کی وجہ سے وَالْکَلَامُ عَلَیْہَا اور مکروہ ہی بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اُسپر ناخوش ہوتا ہی اور بول و براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نکہے اور چھینکنے والے کو دعا نکرے اور سلام کا جواب نددے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکھارے اور چپ و راست نہ دیکھے اور اپنے بدن سے عبث فعل نکرے اور آسمان کی طرف سر نہ اٹھائے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہی اور درد جگر حادث ہوتا ہی چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہی اور مستحب ہی کہ نمازی کپڑون کو وہان نہ لیجاے اگر مقدور ہو نہین تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب استعمال سے اور سر برہنہ نجاے اور وہان داخل ہوتے کہے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ) اور مکروہ ہی وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے یا بان پاؤن اول بڑھاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پاؤن کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پاؤن پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ دَفَعَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ) کذا فی الطحطاوی وَاَنْ یَبُوْلَ قَائِمًا اَوْ مُضْطَجِعًا اَوْ مُتَجَرِّدًا مِنْ ثَوْبِہٖ بِلَا عُذْرٍ اور مکروہ ہی پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹے یا کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کی قید سے متعلق ہی اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پیشاب کیا بیٹھکے درد کی وجہ سے کذا فی البحر اَوْ یَبُوْلَ فِیْ مَوْضِعٍ یَتَوَضَّأُ اَوْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ لِحَدِیْثِ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّہٖ فَاِنَّ عَامَّۃَ الْوَسْوَاسِ مِنْہُ یا مکروہ ہی پیشاب کرنا اُس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہی یا اُسمین غسل کرتا ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنے غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہی فروع مسائل المحقہ شارح کے یَجِبُ الْاِسْتِبْرَاءُ بِحَشٍّ وَنَحْوِہٖ وَنُوْمٍ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْسَرِ واجب یعنے فرض ہی استبرا یعنے پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر مرد حدیث مین وارد ہی کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہی ہم استبرا عبارت ہی ازالہ خارج سے تا اینکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی وبختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہی لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہی کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکھارنے وغیرہ سے وَمَعَ طَہَارَۃِ الْمَغْسُوْلِ تَطْہُرُ الْیَدُ اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہی یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اُسکے ساتھ پاک ہوگیا اُسکے علیحدہ دھونے کی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سواے اُسکے دیشتہ طرازالۃ الراتحۃ عنہا وَعَنِ الْمَخْرَجِ اِلَّا اِذَا عَجَزَ وَالنَّاسِ عَنْہَا غَافِلُوْنَ اور طہارت مین شرط ہی دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے اگرچکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہی بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہی اور لوگ اس شرط سے غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہی اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی اَلْمُتَوَضِّیْ اَنْ عَلٰی وَجْہِ السُّنَّۃِ بَانْ اَرْخٰی اَنْقَضَ وَاِلَّا بَاوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا نام اوصفی علی نجاستہ ان ظہر عینہا نجس والا لا سویا یا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہی اور یہی بہتر ہی کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا نجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر مین پھر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنے رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین لعدم ظاہر فی مجس مثل یا پان بجیث لو عصر قطر

نجس الا الپاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہی پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر ہی کہ جو اُسکو نچوڑے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہوگیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہوگیا ہو ولوقت فی مثل نجو بول ان ظہر نداوتہ او اثرہ نجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہی پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اُسکی تراوت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہوگیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فارۃ وجدت فی خمر فزمیت فتخلل ان منفسخۃ فنجس والا لا اگر چوہا نکلا شراب مین سے پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگرچہ چوہا پھٹا پھولا تھا تو سرکہ ناپاک ہی اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین ہم تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب مین ملگئے تو شراب کے منقلب ہوجانے سے چوہے کے اجزا بجنسہٖ منقلب بطہارت نہین ہوسکتے وقع فمہ فی خل ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوز احل فی الحال شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بھر ہی تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہی نہ بو جس سے انقلاب عین پر استدلال کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور اگر کوزہ بھر شراب سرکہ مین گری اور اُسکا مزہ اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہوگیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہوگئی کذا فی الجلبی فارۃ وجدت فی فقمتہ ولم یدر ہل مانت فیہا ام فی جرۃ ام فی بئر یحمل علی الفقمۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اُسکا مرنا لوٹے مین محمول ہوگا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اُسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی کذا فی الجلبی ثلث قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصتہ وخلط فوجد فیہ فارۃ تقصہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال ابحمہ فالعسل او تمطط فالدبس تین شکیتین مین گھی اور شہد اور شیرہ خرما کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اُسمین مردہ چوہا نکلا تو اسی مخاطب تو اُس چوہے کو آفتاب مین رکھ پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو گھی ناپاک ہی اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہی یا ٹھٹھرا چپ چپا تا رہا تو شیرۂ خرما ناپاک ہی یعنے اسلیے کہ دھوپ سے گھی پگھل جاتا ہی اور شہد سمٹتا ہی اور شیرۂ خرما نرم ہوجاتا ہی یعمل بنجر الحرمۃ فی الذبیحۃ وبنجر الحل فی ماء وطعام عمل کیا جاے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے مین ہم یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو چیزین متعارض مسموع ہوئین یعنے ایک متقی کہتا ہی کہ یہ حلال ہی دوسرا کہتا ہی کہ حرام ہی تو ذبیحہ مین اُسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ من اصل حرمت ہی کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہی اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہی تو دونون خبرون کو ساقط الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیے یتحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنے سوچے اور اکثر کپڑا پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑون مین جو آدھے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین ہم جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اُسی مین نماز پڑھا کرے نقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اسمین نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی المطہاوی وفی اوان اکثرہا طاہر لا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو آدھے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن لا لحم سمن ولبن حرام ہی کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا کام طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑاگھی ضرر نہین کرتا یعنی بخلاف سڑے گوشت کے شعیر فی بعر اور وث صلب یوکل بعد غسلہ وفی حتے لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید مین تو دھونے کے بعد کھائے جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو نہ کھائے جاوین حرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہی اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہی یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہی وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہی حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہی یعنے جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہی ویسے ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر دہ در دہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافا لہما عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہی امام کے نزدیک ناپاک ہی صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب اوماء اختلطا بیقین اعتبار پاک کا ہی مٹی یا پانی سے

کہ باہم مخلوط ہوگئی اسی کا فتوی ہے یعنی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر ان میں سے ایک بھی پاک ہو تو گارا پاک ہے یہ قول ضعیف ہے بحر الرائق میں ہے کہ جب گارا بنانا پاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہے دونوں میں کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضیخان اور فقیہ ابو اللیث کا اور خلاصہ میں جو طہارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ ظاہر الفہم نہیں اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جن کھانوں کا پانی یا گھی نجس ہو وہ پاک ہوں کیونکہ ترکیب سے اور شی ہوگئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ اُنکے بعض مفردات ناپاک ہوں حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لایحکم بنجاستہ بیادہ یا چلا حمام اور اُسکے مانند اور مکان میں چنانچہ غسل خانہ میں تو ناپاک نہوگا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پائوں میں لگا وہ نجاست کا دھوون ہے مراد یہ ہے کہ برہنہ پائوں چلا تو بدون پائوں دھوئے نماز جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لاینبغی اخذ الماء من الابنوبۃ لانہ یصیر الماء راکدا پانی لینا اُس نالی سے جسکا پانی حوض میں گرتا ہے نجا ہے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا ہم شاید کہ ہاتھ میں نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض میں نجاست واقع ہوگی یا مستعمل اُسمیں گریگا تو ناپاک ہوگا اب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر الی سبیل الاولویۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے التنکیر الی احکام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علی الصباح حمام میں غسل کے واسطے جانا مروت کے افعال سے نہیں ہے یعنے بے شرمی ہے اسواسطے کہ اسمیں مقلوب کنایہ کا اظہار ہے ہم مقلوب کنایہ نیک ہے مبنی جماع یعنے لوگوں کے سامنے حمام میں جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح بجاے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب ناک ہے مبنی جماع تباب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقوں اور ذمیوں کے کپڑے پاک ہیں ہم یعنے اُنکے مستعمل کپڑوں میں نماز درست ہے تا وقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس میں ہے کہ ذمیوں کے پاجاموں میں نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید بسوجہ سے کہ وہ تعہد اور استنجا نہیں کرتے دیباج اہل فارس نجس لعلمہ فیہ البول لبریقہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اُسمیں پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کیواسطے ہم فارسیوں کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے لہذا اُسکو ناپاک کہا اسی طرح جس انگریزی کپڑے میں نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اُسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہیں اسواسطے کہ کپڑوں میں اصل حلت ہے رای فی ثوب غیرہ نجسا مالم یغلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا لا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے میں نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درہم سے زیادہ ہے اگر اُسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اُسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہیں تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہے ہم یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہیں اور یہ بھی امر بالمعروف میں شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نکرے اور نہی عن المنکر میں یہ بھی ہے کہ خود مرتکب نہو تا ہو اُس فعل کا جو منہی عنہ سے اعظم ہو اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اُسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہیں کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا لما مر واول مایسال عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانے میں بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبر میں پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت میں نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ میں اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوۃ

کتاب الصلوۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان میں شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہے اصل مقصد میں کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلے کے کہ طہارت ہے ولم یخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہیں رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہیں ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لامنہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی میں نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کے

اجزا سے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہو ہم یعنی چونکہ ایمان بلاواسطہ عبادت ہو اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہو بلاواسطہ عبادت نہیں لہذا نماز ایمان میں داخل نہیں بلکہ اسکی شاخ ہو باعتبار فصل کے اور باعتبار اسکے حکم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان میں داخل ہو اسواسطے کہ ایمان عبارت ہو جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعا فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجودہا بدون الدعا فی الامی والاخرس اور نماز لغت عرب میں یعنی دعا ہو پھر شرع میں منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر الفہم ہو بسبب موجود ہونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز میں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صلوۃ منقول شرعی ہو منقول شرعی وہ ہو جسمیں معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہو کہ صلوۃ دعا میں حقیقت ہو افعال مخصوصہ کو صلوۃ اسواسطے کہا کہ اُنمیں دعا بھی داخل ہو کذا فی الطحطاوی ہی فَرْضُ عَیْنٍ عَلٰی کُلِّ مُکَلَّفٍ بالاجماع نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہو ہر مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اہل اسلام ہم اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہو کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہو کسی نے نہیں پڑھی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز میں اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہو چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہو اور نماز میں اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا اور نماز میں گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہو چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج میں بیان کیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ عشا کی نماز اول حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی یعنی شرح ہدایہ میں ہو کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اُنکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اُنکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسے علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہو انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہو قرآن مجید کی کہ (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) یعنے اے مسلمانو تم قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسرا لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف وکانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا ثمنی نماز فرض ہوئی معراج میں شب شنبہ رمضان شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور معراج سے پہلے دو نمازیں تھیں ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الثمنی ہم یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف میں ذکر کیا سو ایک قول ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ معراج رجب میں ہوئی تھی اور یہی لوگوں میں مشہور ہو اور امام نووی نے سیر روضہ میں اسی کو ذکر کیا ہو وَاِنْ وَجَبَ ضَرْبُ ابْنِ عَشْرٍ عَلَیْہَا بِیَدٍ لَا بِخَشَبَۃٍ لحدیث مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہو عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہو دس برس کے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال میں کہ وہ سات برس کے ہوں اور اُنکو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہوں ہم ہر چند حدیث میں مطلق ضرب مذکور ہو لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت میں وارد ہو اور صغیر محل جنایت نہیں لہذا اُسکی ضرب ہاتھ پر محمول ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اُسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑجائے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی خطر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوۃ وینہی عن شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر میں کہتا ہوں اور روزہ نماز کے مانند ہو حکم کرنے اور مارنے میں بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم میں زاہدی سے منقول ہو اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر میں ہو کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اُسکو نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے ہم مراد یہ ہو کہ صغیر کو تمام ماموارت کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوۃ اور شراب کی کچھ خصوصیت نہیں ویکفر جاحد ہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہو بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن واحادیث اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہو جسمیں کچھ احتمال نہیں منح الغفار میں ہو کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہو وتارکہا عمدا لجانۃ اُتی مکاسلا

فاسق یحبس حتی یصلی لانہ یحبس لحق العبد فمن الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوۃ واحدۃ حدا وقیل کفرا اور نماز کا قصداً چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہی قید کیا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہی حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہی اور بعض یعنے امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جاے یہانتک کہ اُسکا خون جاری ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہو ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل ہی حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہی کہ قتل ہی کفر کی راہ سے ہم اسی طرح رمضان کا تارک الصوم واجب الحبس ہی اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مکفر تارک الصلوۃ متکاسل لازم القتل ہی مگر کسی کے نزدیک وہ کافر نہین سواے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام غالبھا بشروط اربعۃ ان یصلی فی الوقت مع جماعۃ مؤدیا متمما اور حکم کیا جاتا ہی نماز پڑھنے والے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی مین مخصوص ہی لہذا اُسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہی فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اُسمین نفل کا احتمال ہی یا اعتقاد و فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونون کو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہی برخلاف امام ہونے کے کہ اُسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہی تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہ ہی کہ اُسکو فاسد نکرے کذا فی الطحطاوی وکذا الواذن فی الوقت او سجد للتلاوۃ وزکی السائمۃ صار مسلما اور اسی طرح اگر اُسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت قرآن کا سجدہ کیا یا پرندے جانورون کی زکوۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی فی غیر الوقت او منفردا او اماما او افسد بلا وفعل بقیۃ العبادات لانہا لا تختص بشر یعتنا مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اُسنے کیے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہین ہم باقی عبادات چنانچہ زکوۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہی تنہا کو بھی مستثنی کرنا چاہیے کذا فی البحر ونظمہا صاحب النہر فقال ۵ وکافر فی الوقت صلی باقتداء متمما صلوتہ لا منفردا ۶ او اذن ایضا معتادا او زکی ۷ سوائما کان سجد تزکی ۸ فمسلم لا بالصلوۃ منفردا ۹ ولا الزکوۃ والصیام الحج زد ۱۰ اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہی اور کافر نے عین وقت مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی یا تلاوت کا یا پرندے جانورون کی زکوۃ ادا کی مانند سجدۂ تلاوت کرنے کے پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وہی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیہا اصلا اے بالنفس کما صحت فی الحج ۱۱ لا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی لانہا انما تجز بإذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہی تو اُسمین نیابت نہین کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج مین صحیح ہی نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے مین درست ہی فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت بالفدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہی سو وہ اذن نماز مین نہ پایا نہین گیا ہم نماز محض عبادت بدنی ہی یعنے مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہی اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہی اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہی اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت شرط ہی منح الغفار مین ہی کہ نماز مین نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہی سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی مین افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہی اور نائب کے کرنے سے نیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہین عجز مین نہ قدرت مین انتہی ببہا تراوف انعم ثم الخطاب تم الوقت نماز کا سبب پی ہر دی ہر نا ہی احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا اتمام سبب عبارت ہی

مقتضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ ہین تواتر نمات ہی پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا) پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاول منہ اِنِ اتَّصَلَ بہ الاداء وَاِلَّا فَمَا ای جزء من الوقت یَتَّصِلُ بہ الاداء والا یتصل الاداء بجزء فالسبب ہُوَ الجزء الاخیر من وقت سبب ہی یعنے اُسکا پہلا جزء سبب ہی اگر اُسکے ساتھ ادائے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول مین نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے ادائے نماز کا اتصال ہوگا وہی جزء سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جزء سبب ہوگا خلاصہ مقام یہ ہی کہ وجوب نماز مین وسعت ہی تو جزء اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلاً گنہگار نہوگا جلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی الطحطاوی ولو ناقصاً حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء اطہرت وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جزء سبب ہی اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر مین وجوب کا زور ہوجاتا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جزء مین اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر کہ دونون پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو ہر جزء اخیر سے علاوہ جزء ہی جو بکبیر تحریمہ کی گنجایش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہی تو اُسوقت کی نماز اُنپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر مین مثلاً اُسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصراً وبعد خروج جمیع ما یضاف الی السبب الی جملۃ علیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القصاص فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف بتمام ہی سبب جمیع وقت کی ظرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال ہی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہی ہم تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل پاوٹھی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اُسوقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہی وقت صلوۃ الفجر قدمہ لانہ للاطلاق فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے دونون طرفون مین یعنی اُسکے اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہی امت کا برخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی یا انتشار اُسکا اور آخر وقت قدر ے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیرنداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہین کذا فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول من صلاہ انس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اُسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب ہوئی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اُس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شب معراج مین ۵۰ نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوئین یہانتک کہ پانچ ٹھہرگئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی تجھکو پانچ وقت کی نمازین ۵۰ وقت کا ثواب دیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد الظہر لانہ اول ما ظہر او بیانا اور امام محمد بن حسن شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلے ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی سب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمین وہم دو تین ہین مشہور قریبی ہی ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلے اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء اصر پر شبہ نہین موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی واقفیت پر تو یہ سوال جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

ہوگئی تھی رات کو خلاصہ جواب یہ ہی کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تھا اور بدون اُسکے ادا کرنا واجب نہین اور یہ سوال وارد ہوتا ہی مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچھ استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دار الحرب مین اسلام لایا اور شرائع کو اُسنے مجملاً معلوم کیا تو اُسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بلا علم بکیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی ثم ہل کان قبل البعثۃ متعبدا بالشرع احد المختار عند نا لا بل کان یعمل باظہر لہ من تکشف الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہین جواب پسندیدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اسپر عمل کرتے تھے جو کشف صادق سے آپ کو ظاہر ہوتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبیدہ نے حراجرا اور صحیح ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار مین جسکا حرا نام ہی کذا فی البحر عن ابن اسحٰق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال ایک مہینے حرا مین تشریف لیجاتے تھے عبادت کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپ کی ذکر تھی اور بعضون نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی من اول طلوع الفجر الثانی وہو البیاض المنتشر المستطیل لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہی ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنی فجر ثانی سفیدی ہی پھیلی کنارۂ آسمان مین عریض اور چوڑی نہ لمبی مثل فجر دوم قسم ہی اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہی جسکو حدیث مین فرمایا جیسے بھیڑیے کی دُم وہ سفیدی مٹ کر سیاہی وہان ہوجاتی ہی لہذا اُسکو صبح کاذب کہتے ہین اُسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہی اور صائم کو سحر کھانا درست ہی صبح کی نماز اُسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین معترض اور منتشر لینے داہنے اور بائین پھیلی اور چوڑی ہوتی ہی دمبدم اُسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہی اُسکو صبح صادق کہتے ہین وہی وقت ہی ابتدا نماز فجر کا اُسوقت صائم کو سحر کھانا درست نہین الی قبیل طلوع ذکار بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہی آفتاب کے نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکار بضم ذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہی ہم چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز مین اصل ہی اور مشہور لہذا اسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہی اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اُس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی از انجملہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسے اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہین رضی اللہ عنہم سوا ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار ظہر لوا کی پہلی بار جسوقت کہ سایۂ اصلی مثل شراک یعنے بند نعلین کے مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اُسی چیز کے برابر ہوگیا کل کے عصر کے وقت پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شی کا اُسکے دوچند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن ہوگئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوے اور کہا ای محمد یہ وقت ہی تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہی مابین ان دونون وقتون کے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہی کذا فی البدائع شرح الہدایۃ للعینی ووقت الظہر من زوالہ ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنے آفتاب کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دوچند ہونے تک ہم ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہی امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہی یعنے دونا سایہ ہونے تک محمد کی روایت مین بدائع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہی اور محیط مین ہی کہ امام ہی کا قول اصح ہی اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ

ہمارے نزدیک ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ اصلی کے سوا دوچند ہونے تک ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مثلین تک ہی اور ہمارے نزدیک بھی یہی اصح ہی

اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وہو ناظر فی غرر الاذکار وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبریل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے ایک مثل کی روایت ہے یعنے حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اُس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان میں ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کرنے سے اور قول جبرئیل باب مواقیت میں نص صریح ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا آج عمل ہے اور اسی کا فتوی ہے ہم بحر الرائق میں ہے کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہیں کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے تصحیحات مقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وتاج میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمیں ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز نہ پڑھے یہانتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں پر بالاتفاق ادا ہوں کذا فی الطحطاوی سوی فی یکون للاشیاء قبیل الزوال سوا اُس سایہ کے جو سب چیزوں کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا دام یعنے ٹھیک دوپہر میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہے مثل اور مثلین کے حساب میں داخل نہیں اُسی سایہ کو فیٔ بروزن شیٔ اور سایہ اصلی کہتے ہیں طحطاوی نے کہا فی الزوال کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع میں ایام سرما میں اور گاہے دونا ہوتا ہے تو اگر مثل کو اعتبار کیجے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جائے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہے وہان کے لوگوں کا جنکے سروں پر آفتاب سامنے نہیں آتا الیکن آجاتا ہے جن لوگوں کے سروں کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہاں مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہاں سایہ اصلی معدوم ہوتا ہے ویختلف باختلاف الزمان والمکان اوفی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے ہم یعنے سرما میں سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور گرما میں چھوٹا اور جہلک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہیں وہاں سایہ چھوٹا ہے اور جو بعید ہیں وہاں بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کے مانند ہے وہاں سایہ اصلی ایک دن بالکل معدوم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطۂ سرطان میں داخل ہوا اور سال بھر میں یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی سے کم ہوتا ہے وہاں کا سایہ اصلی سال میں دو بار بالکل زائل ہو جاتا ہے چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولولم یعد بالغرز اعتبر قامتہ وہی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز بنا وے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قدم سے کام اعتبار کرے اور قدر ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہے اُسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے ہم یہ کلام محذوف پر مرتب ہے اور معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سے اسمیں یوں ہے کہ زوال کی شناخت میں چند روایات ہیں انمیں صحیح تر یہ ہے یعنے ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین میں چاشت کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہیں ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان سے تو یہ وقت ہے ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہے اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لمبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھلگیا چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور محتبی میں ہے کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نہ ملے فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قدسے قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہیں اور جمع بین القولین یوں ہو سکتا ہے کہ آدمی کا قد سات قدم سات کی سمت سے ہوتا ہے اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہے جو اوسع بھی ہے زیادہ تر آسان ہے وہ یہ ہے کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جبکہ آفتاب اسکے دہنے رُخسار پر آکر ڈھلگیا کذا فی الطحطاوی نصر فی عینی میں یوں ہے کہ جب آفتاب بائیں طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہے انتہی ہم میں اور بسیار کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہے کما فی حاشیۃ العینی عن السراج الوہاج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہے آفتاب کے ڈوبنے

لحظہ بھر پہلے طحطاوی نے کہا یہی قول معتمد ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہی فاذا غربت ثم عادت هل یعود الوقت الاول ہر مغرب سو اگر آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہین جواب ظاہر یہ ہی کہ ہان وقت پھر آویگا مم یہ بحث ہی صاحب نہر کی بدلیل حدیث رد شمس یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود مین سوگئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہین پڑھی تو فرمایا کہ الٰہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ انھون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ واقعہ خیبر مین ہوا تھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہی اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہی ازانجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت کیا ہی اور جسنے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اُسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہین کذا فی الطحطاوی وہی الوسطیٰ علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہی بنا بر مذہب صحیح کے ہم قرآن مجید مین فرمایا (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) یعنے محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین پر تیس قول ہین جو ہدایہ اور اسکی شرح مین مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہ ہی جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم و وقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شرح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہی صاحبین کے نزدیک اور یہی کہا ہی تینون اماموں نے اور اُس قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہی چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہی تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہریگا ہم امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہی جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہی اور یہی قول ہی صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہی ابن عباس اور ابو ہریرہ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہی مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داود مین حدیث ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہی جبکہ افق سیاہ ہو جاوے ابن حبان نے اسکو اپنے صحیح مین روایت کیا ہی اور ابو داود اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اُسوقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہی اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہی نہ درایت سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہی کہ افق غائب ہو جاوے اور غائب ہونا افق مینی کنارہ سے آسمان کا اُس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہی جو سرخی کے بعد ہوتی ہی اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہی انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم رح کے قول پر اور اُسکو چھوڑکر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعیف دلیل یا تعامل کے اگر یہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور سراج مین ہی کہ صاحبین کا قول اوسع ہی اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو در رمین ہی کہ یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہی نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہی کہ اسپر اعتماد جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہین مگر بموجب ضعیف دلیل کے بالضرورت یا بسبب تعامل یا باختلاف زمان کے حالانکہ ان چاروں امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان التعامل علی خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہی جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہی اور جو مجتہد نہین تو اصح یہ ہی کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہی اور بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل بجا ہی ازانجملہ صاحب ہدایہ ہی اسنے تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہی کہ امام کے قول پر ہر حال مین فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی لخصاً وقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے ہی صبح تک ولکن الاصح ان یقدم علیہما الوتر الا ناسیا

لوجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمۂ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما البلغار خان فیما یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کا جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالبہ کا نہایت بعید جانب شمال کے شدید البرد
اور یہ جوشارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو سے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہی
یعنے اول صیف مین جبکہ آفتاب طلوع کرتا ہی اس سرطان مین تو اُسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنی گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہی عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف
اُن دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہی تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور وتر
ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلا وقریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت ادا نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اُسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت
ہوجاوے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنہ فی الغازہ وصححہ زعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کا ختیار
کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسکی پیروی کی ہی اپنے الغاز مین سراجی کی تصحیح کی ہی تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی دلہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اُسکو اسکے بعد بصیغۂ تریض ذکر کریگا مشارح
نے اسمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بالعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا پانے والا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہی
اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہی وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنے کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین و
بہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اُنکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہی
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہملوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ ہمپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلنار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین سید استاذ
بقالی سے بھی استفتا ہوا تو انھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اُنسے سوال
کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہی یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا کہ
تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین سبب نہونے محل جو تھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچون نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا کو تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہوگئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین ہیبت گستاخی کی اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہم خلاصہ
کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
نفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ اسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہی

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمھارے دنون کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے برابر ہی اُسمین ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہین اُسکے واسطے اندازہ کرلیا کرنا انتہی تو اُسدن مین ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل باشلین کے سایہ ہوجانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب جلی یہ ہی کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اُسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہرگئے ہین کہ بدون اُنکے وجوب نہین پایا جاتا ہی تو اگر صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہی تو مسلم ہی اور تکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقا مراد ہی تو باطل ہی اسلیے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اُسپر اُسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہی تو اُسپر غیر کو قیاس نہین کرسکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولایساعدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب الاکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلاً قبل الزوال لیس کمثلہا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان فامافیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کو مساعدت نہین کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر ہے مثلاً زیادہ تر واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہین اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہی زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود ہین یعنے نہ علامت عشا کی موجود ہی اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہی کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہی ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہی تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہی تو اُسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم دجال کے ہوگیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہی مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہو اور مجکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلہ ایام گرما مین شفق سرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہی اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار یا دو بار کھاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے جس دور کے رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہین ہوتا اور بعضے اور بلاد مین ہمیشہ اندھیرا رہتا ہی وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتدار فی الفجر یا سفار والمحرم ہو المختار بحیث یترتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہی شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور ختم کرنا روشنی مین یہی قول مختار ہی اسطرح پر کہ ہر آیت کو ادا کے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونون کتون مین پڑھے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو موہوم فساد کی صورت یہ ہی کہ بدون طہارت کے سہوے نماز پڑھے یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا قیل یو خرجد الان الفساد موہوم اور نزول ضعیف یہ ہی کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہوجانا نماز کا امر موہوم ہی ہم بحر الرائق مین ہی لیکن اسقدر تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا لحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرۃ مطلقا مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑھنا مستحب نہین تو وہان اندھیرے مین نماز افضل ہی جیسے عورت کو مطلقا خواہ حج مین یا غیر حج مین اندھیرے مین نماز بہتر ہی اسواسطے کہ بنا رحال نسوان پردہ داری مین ہی سو وہ اندھیرے مین حاصل ہی وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازون مین عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہی یعنے جب مردون کی جماعت ہوچکے تب عورت مسجد مین نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا گذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہی دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوار کے سایہ مین چلے سجدہ جانے کے وقت مطلقا ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقا کی تفسیر یہ ہی کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا ہم صیف کی قید مین اشارہ ہی کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہی اور تاخیر کی حد یہ ہی کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ مین ہی کہ وقت مکروہ وہ ہی جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شی کا اُسکے برابر ہو تو اختلاف بین

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ وہ کی دیوارون کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وَ ما فی الجوہرۃ وغیرہا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین مشروط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو سلم نہین اسمین خلل ہے وَ جمعۃ کظہر اصلاً و استحباباً فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا ہم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل ورایام مین ویسا ہی جمعہ مین ہے اور اشباہ مین ہے کہ جمعہ کو سرد وقت مین پڑھنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہے کذا فی الطحطاوی وتاخیر عصر صیفاً وشتاءً توسعۃ للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجایش کے واسطے م ابوداود مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر ثم المتغیر ذکاء بان لا تحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح تر قول مین م مراد یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اُس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ شعاع دیوارون پر بدل جاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہوجاے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتاخر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ بغیر ما بالنتار اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہے دیر کر پڑھنا عشا کا نہائی رات تک خانیہ وغیرہا لیکن اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑون کے ساتھ اور گرمیون مین تو جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہو جاے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرہا الی ما زاد علی النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فیباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہوگئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات تک تو تاخیر مباح ہے م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو اور نامۂ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حقتعالی نے فرمایا (اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ) یعنی نیکیان برائیون کو دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قرآن پڑھنا اور دگر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر جب نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی وَ اٰخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہوجانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لا یکرہ پھر اگر عصر شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین وَ اٰخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل لانہ ماموربہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چمک جانے تک یعنے انکے بکثرت نمودہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا سو وقت کا اسواسطے کہ نماز خوانی کا تو حکم ہوا وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریماً الا بعذر کسفر و کونہ ملء اکل تاخیر عشاء اُمید نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین م کراہت تحریمی تینون مسئلون سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ مین اُسکی تصریح کردی وَ تاخیر الوتر الی آخر اللیل لمن واثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اُسکو جو اُسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا ہو والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فاتہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا م ظاہر اغیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اُسکو مطلقاً تعجیل افضل ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل مُظْہِرِ شتاء اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین م شتاء وہ زمانہ ہے جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمین گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتاء وہ ہے جسمین دو چیز کی حاجت ہوتا پنکی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمین دونون چیزون کی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

وہ ہو جسمین ایک چیز کی حاجت ہو نہ دونون چیزون کی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ تلحق بہ الربیع وبالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھ ربیع ملحق ہوا اور موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہو ہم یہ بحث ہو صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہو اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ ربیع اور خریف مین تعجیل ظہر کی مستحب ہو حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشا یوم غیم اور مستحب ہو تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے دن مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہو مکروہ وقت کے آجانے کا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہو پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے وتعجیل مغرب مطلقاً اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف مین مستحب ہو ہم اور اطلاق سے یہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو تعجیل مغرب کی مستحب ہو اسواسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہو وتاخیر قدر رکعتین یکرہ تنزیہاً اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہو وتاخیر غیرہما فیہ اور عصر اور عشا کے سوا اور نمازون مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہو یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہو اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہو کہ قبل از غروب مبادا واقع ہو وہ ہوا فی دیار بکثر شتاؤہا وبقل رعایۃ اوقاتہا یہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر اُسکے سوا کا ابر کے دن اُن ملکون مین ہو جنمین جاڑا بکثرت ہوتا ہو اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہو چنانچہ بخارا وغیرہ اور اراء النہر کے ملک مین امافی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہو یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابرا وظہر صیف الی آخر التقدم یہ بحث ہو جسکی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہو کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوٰۃ تعجیلاً وتاخیراً اور اذان کا حکم نماز کے مانند ہو تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریماً کل مالا یجوز بہ صلوٰۃ مطلقا ولو قضاءً او واجبۃً او نافلۃ او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو لا الشکر قنیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہو مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اُسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہو ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا وہ یہ ہو کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہو ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہو نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہو کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارع غیر جائز کو مکروہ رکھتا ہو خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہو کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہو اور امام فضیلی کا یہ قول مختار ہو کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو وہ طلوع مین داخل ہو اُسین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہوا اُسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر یعنی مصحح کی مناسب ہو چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا لعوام فلا ینہون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من ترکہ اصلا کما فی القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اُسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور جو اداکرنا بعضون کے نزدیک جائز ہو وہ بالکل چھوڑ دینے سے اولی ہو چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہو ہم بعض سے یہان امام شافعی رح مراد ہین کذا فی الطحطاوی واستوا ہر الا نفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی اللاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوے اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہو آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنے ٹھیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف رح کے قول صحیح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہو اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوے ہو وغروب الاعصر یوم فلا یکرہ فعلہ لاداءٔہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہو آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اُسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہین بسبب اُسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط الادا ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اُسکو مشرح بیان کیا ہو ہم اُسی دن کی عصر جائز ہی یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہو کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہو یعنے تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہو یعنے عبادت کفار کا وقت ہو برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہو تو وجوب بھی کامل ہو تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہو جاویگی دقت ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہے کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین اور اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر و ینعقد نفلٌ بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے لیکن تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہے ہم جسکا نماز نام ہے اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہے اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہے اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہے یعنے جو خدا کے واجب کردینے سے ہوا یا واجب لغیرہ ہے یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہے اور واجب لغیرہ سجدۂ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کردیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کرکہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی ما بین فجر اور آفتاب کے اور ما بین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول مین جمیع اقسام مذکورۂ نماز کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو اُنھین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو اُنھین وقتون مین آیا اور سجدۂ تلاوت اُس آیت کا جو اُنھین مین پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہین یہ چھ نمازین کراہت کے ساتھ تو اُنکو قطع کرنا اور کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہے مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سوائے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُسکا انعقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہے تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت مین واجب ہے کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر و سجدۃ تلاوۃ و صلوٰۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل و حضرت الجنازۃ قیل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہے فرض اور جو فرض کے ساتھ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو ادا نہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہما لکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ اُنھین اوقات مین واجب ہوئی تو اُنکا فعل مکروہ نہین لیکن مکروہ بکراہت تحریمی نہین ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہے وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ اور تحفہ مین ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی و صح مع الکراہۃ تطوع بدأ بہ فیہا و نذر اداہ فیہا و قد نذرہ فیہا و قضا تطوع بدأ بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہے کراہت کے ساتھ وہ نفل جسکو شروع کیا اُنھین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا اُنھین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی اُنھین مین کی اور اُس فعل کی قضا جسکو اُنھین اوقات مین شروع کیا پھر اُسکو فاسد کردیا وجہ صحت بنقصان وجوب ہے ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر پھر معلوم کرکہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہے کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیہ عن البنیۃ الصلوٰۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قراءۃ القرآن کأنہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ قالوا لو ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق مین بنیہ سے منقول ہے کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہے کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہے تو جو نماز کا رکن ہے اُسکا ترک اولیٰ ہے ہم بنیہ بالضم وبالکسر یعنی مطلوب ہے اور یہان کتاب کا نام ہے جو قنیہ کا مختصر ہے کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا اولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما توقفت وجوبہ علی فعلہ کمنذور و رکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ نے وقت مستحب اوکرہ ثم افسدہ

ولو سنۃ الفجر بعد صلوۃ الفجر وصلوۃ عصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہی اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہیں بلکہ واجب لغیرہ ہی واجب لغیرہ وہ ہی جسکا وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت مین پھر اُسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم یہ رد ہی اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کر کے قطع کرے پھر اُسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہی کہ جس نفل کو فاسد کیا اُسکی قضا اُسوقت مین مکروہ ہی علاوہ یہ ہی کہ قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہی نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہی کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئے اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہو سکتی صحیح تر قول مین کذا فی الطحطاوی ولو الجمعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہی اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج والقنیہ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وتراً ولا سجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ مکروہ نہین قضا فوت ہو گئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہۃ نفلٍ وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع فجر سوے سنۃ الشغل الوقت بہ تقدیراً اور اسیطرح حکم مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سواے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اُسوقت یعنے فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنے شارع نے اُسوقت مین نوافل اور واجبات کی گنجائش نہین رکھی سواے سنت فجر کے هم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہی جو ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور محبتی مین ہی کہ سنت فجر مین خفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمرؓ کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونون رکعتون مین (قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ) اور (قُلْ هُوَ اللّٰهُ) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتے لو نوی قطوعاً کان سنۃ الفجر بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے هم پر مبنی ہی اس قول راجح پر کہ تعیین نیت شرط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اُسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہی کذا فی الطحطاوی وقبل صلوۃ مغرب لکراہۃ تاخیرہ الا یسیراً اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین هم قضاء فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اسوقت بلا کراہت جائز ہی اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ مؤکد تر ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ خطبۃ او یحیی انہا عشر الی تمام صلوۃ اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ سنت خطبے دس ہین یعنی خطبۂ جمعہ اور خطبۂ عید الفطر اور خطبۂ عید الضحی اور تین خطبۂ حج کے اور خطبۂ ختم قرآن اور خطبۂ نکاح اور خطبۂ استسقا اور خطبۂ کسوف بخلاف فائتہ فانہا لا تکرہ برخلاف نماز فائتہ کہ اُسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین وفیدہ المصنف فی الجمعۃ لواجبۃ الترتیب والا فیکرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ والصدر اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہین تو اُسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہی اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہی نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون کلام مین هم صاحب نہایہ کہتا ہی کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہین اور شرح وقایہ مین صدر الشریعہ کا یہ قول ہی کہ مکروہ ہی تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہی اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر وکذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوۃ مکتوبۃ اے اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہی

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہین شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہی ہم مفہوم کلام شارح یہ ہی کہ مخالف مذہب کے اقامت مین نفل مکروہ نہین خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہی یا معلوم نہو اور بحر الرائق مین یون ہی کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہین اور یہ مستلزم کراہت نفل ہی کذا فی الطحطاوی الاسنۃ فجران لم یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہد ہا فان خاف ترکہا اصلًا اقامت فرض مین نفل مکروہ ہی مگر سنت فجر کی مکروہ نہین اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہو اگرچہ حصول اُسکے التحیات کے پا جانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتون کو ترک کرے اصل سے یعنی انکو قضا بھی نکرے قبل طلوع کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اُسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اعتبار کیا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنے بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پا دیگا کذا فی الطحطاوی وماذکر من الحیل مردودۃ اور جو حیلے کہ قضا سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہین سو مردود ہین مقبول نہین ہم ازانجملہ یہ حیلہ ہی کہ سنت کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اُسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت مین شروع کرے پھر فرض مین شروع کرے بدون قطع کے پھر اُسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہی کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعًا قبیح ہی اور دونون حیلون مین قطع ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ اسمین واجب لغیرہ کو فجر کے وقت مین ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہی چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہی نفل وغیرہ سوائے وقتی فرض کے وقت ضیق کی تنگی کے وقت ضیق مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہی تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہی کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہی وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنے غیر وقتیہ مکروہ ہی وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوۃ العیدین مطلقًا اور مکروہ ہی نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد مین بھی اور گھر مین بھی وبعدہا بمسجد لا بیتٍ فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد مین نفل مکروہ ہی نہ گھر مین صحیح تر قول مین ہم یہ رد ہی اُس قول کا کہ گھر مین نفل مکروہ نہین نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہین نہ گھر مین نہ مسجد مین کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہی نفل بابین دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہین عرفہ اور مزدلفہ مین ہم یعنے عرفات مین ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہین اور مزدلفہ مین مغرب اور عشا پڑھتے ہین عشا کے وقت سوا ان دو دو نمازون کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہی وکذا بعدہما کما مر اور اسی طرح نفل مکروہ ہی عرفات کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو الجمعۃ بعرفۃ ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازون کی طرف راجع ہی فقط نہ مزدلفہ کی نمازون کی طرف بھی اگرچہ کلام شارح اُسکا بھی موہم ہی اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہین کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح اور مکروہ ہی نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہی اُس کھانے کے حاضر ہونے کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہی ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہی کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کأنا کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہی جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے اور نماز کے خشوع وخضوع مین خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہی نماز مکروہ ہی اور حضور دل اہل دل کے نزدیک فرض ہی حدیث مین وارد ہی کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہین مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسواں حصہ اُسکو ملتا ہی یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی فہذہ نیف وثلثون وقتًا تو یہ چند اور تیس وقت ہین نماز مکروہ ہی یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دستی خطبون کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت مین اور عید افطر کی نماز سے پہلے اور اُسکے بعد

مسجد مین اور عید اضحی کی نماز سے پہلے اور اُسکے بعد مسجد مین اور مابین جمع تقدیم کے عرفات مین اور مابین جمع تاخیر کے مزدلفہ مین اور مدافعت بول کے وقت اور مدافعت براز کے وقت اور دونون کی مدافعت کے وقت اور مدافعت ریح کے وقت اور اُس طعام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو اور اُس چیز کے حضور کے وقت جو مانع حضور قلب ہو اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چھپنے تک اور اگر عرفہ کی نازدن کے بعد کا اور اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجیے چنانچہ مقابل اسفار کا صبح مین اور مقابل ابراد کا ظہر صیف مین تو تاخیر زیادہ ہوجاوین **فائدہ** طلوع اور استواو اور غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہے یعنے عبادت کفار کے وقت مین اور انکے سوا اور اوقات مین وجہ کراہت نقصان وقت نہین بلکہ اور وجوہ ہین کذا فی الطحطاوی وکذا ذکرہ فی الماکن کفوق کعبۃ ودفنی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام ومطہن وادی ومعاطن ابل وغنم وبقیر اور اسی طرح اوقات مذکورہ کے مانند نماز مکروہ ہے چند مکانون مین چنانچہ کعبۂ معظمہ پر اور راہ مین اور سرگین گاہ اور جہان جانور ذبح ہوتے ہین اور قبرستان مین اور غسل خانہ مین اور حمام مین اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے بیل کے گھاٹ پر یعنے جہان پانی پی کر اُسکے پاس جو پائے بیٹھے ہین زادنی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا وسیل وادٍ وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحرا بلا سترۃ ومقبار کافی مین اتنا زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چوپایون کے بندھنے کے مقامون مین اور گھوڑون کے اصطبل مین اور اُس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہین اور پاخانہ مین اور اُنکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام مین یا چھینی ہوئی زمین مین یا بیگانی زمین مین بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل مین بدون سترہ یعنی جبکہ چلنے والے کیواسطے کوئی چیز اونٹ نہو ویکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے سونا نماز عشا سے پہلے مع یہ اُسکے حق مین محمول ہے جسکو نماز کے واسطے جاگنے کا اعتقاد نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعد ہا اور مکروہ ہے مباح کلام کرنا عشا کے بعد مع مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر وبعد طلوع الفجر الی ادائہ تم لا باس بشیء بحاجۃ وقیل یکرہ الی طلوع ذکا وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہین چلنے پھرنے مین اپنی حاجت کے لیے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع افتاب مکروہ ہے یعنے وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی الفیض مع اور سنت فجر کے بعد کلام کرنے سے سنت باطل نہین ہوجاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہوجاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا **ولا جمع بین فرضین فی وقت لعذر** سفر ومطر خلافا للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نازون کا ایک فرض کے وقت مین جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی رح کے کہ انکے نزدیک سفر اور مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہے مع بخاری اور مسلم مین ابن مسعود رض سے مروی ہے کہ اسکی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اُسکے وقت مین لیکن دو نمازون کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات مین اور مغرب اور عشا کو مزدلفہ مین کذا فی النہر وہا رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ جمع وقتی پر مع جمع فعلی کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہ جمع حقیقی نہین بلکہ صوری اور ظاہری ہے اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہے وہ قرب خروج پر محمول ہے چنانچہ نے قولہ تعالے (فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ) اے قَارَبْنَ بُلُوْغَ الْاَجَلِ چنانچہ زیلعی مین ہے اور اس حمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر مین آخر وقت تک تاخیر کرے تو اُسمین کراہت نہین کذا فی الطحطاوی فَاِنْ جَمَعَ فَسَدَ لو قدم الفرض علی وقتہ پھر اگر دو فرضون کو جمع کیا ایک وقت مین تو وہ فرض فاسد ہے جسکو اُسکے وقت پر مقدم کیا یعنے اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وحرم لو عکس اے اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہے تاخیر اگر اسکے برعکس کیا

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملاکر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہی بطریق قضا کے الا الحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما مر حاجی مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہی چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور کچھ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمیع بین الصلوتین مین مثلاً تقلید کرے تو جائز ہی علے الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان ومال کا خوف ہی للطحطاوی نے کہا کہ ظاہر اضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہ ایک قول ہی مذہب مین اور دوسرا قول مختار یہ ہی کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہی اگرچہ بدون ضرورت کے ہوگو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کرچکے ہین اور البتہ مسئلہ تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوے ہین دونون قولون پر انتہی مافی الطحطاوی لکن یشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قد منا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید مین شرط ہی کہ لازم پکڑے سب اُن احکام کو بسکو اس عمل کے واسطے اُس امام نے واجب ٹھہرایا ہی اسواسطے کہ ہم آگے مذکور کرچکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہی وہ بالاجماع باطل ہی ہم جمع بین الصلوتین مین امام شافعی رح کے احکام یہ ہین کہ اگر جمع تقدیم ہی تو اُسمین شرط ہی پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کرلینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون مین اسقدر جدائی نکرے جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اسکے سوائے کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہی مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہی چلنے کی حالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہی ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید مین کچھ ڈر نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

باب الاذان

یہ باب ہی اذان کے بیان مین ہم اذان بروزن زمان مصدر ہی اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہی اسلیے کہ ماضی اُسکی اذن بالتشدید ہی اور مصدر تاذین آتا ہی ہو لغۃ الاعلام اذان لغت مین بمعنی اعلام ہی یعنے آگاہ وخبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص نقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علے وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہی یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تھا کہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان مین وقت نہین ہونا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہی مگر اُسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہوچکی ہی ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہی تو اُنھون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہی اور اس صورت مین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہی کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ بین یدیہ علیہ السلام ثم رویا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہی اور اقامت اُنکی شب معراج مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے دو رکعت نفل مین پھر اسکے بعد خواب مین دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترتا تھا ہم یہان یہ اعتراض ہوتا ہی کہ غیر انبیا کے خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داود نے مراسیل مین روایت کی کہ عمر رض نے جب اذان خواب مین دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہوچکا اور بلال رض کی اذان کان مین پہنچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابتداء اذان کی وجہ

فرمایا کہ اذان مین وحی تجھسے سبقت کرگئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری مین ذکر کیا ہی کہ کچھ حدیثین اس بات پر دال ہین کہ اذان مکہ معظمہ مین قبل ہجرت شروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثین روایت کی ہین مگر حق یہ ہی کہ اُن احادیث مین سے کوئی صحیح نہین خبر صحیح یہ ہی کہ شروع اذان کا مدینہ پاک مین ہوا جیسا کہ مسلم مین مذکور ہی کذا فی الشامی وہل ہو جبرئیل قیل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضون نے کہا جبرئیل تھے اور بعضون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سَبَبِیَّہ بقاءً دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہی ہم شامی نے کہا کہ بقا تمیز ہے جسکا مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہی یعنے سبب اُسکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہی کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان لازم ہوتی ہی وہ دخول وقت ہی وہو سنۃ للرجال فی مکان عالٍ موکدۃ ہی کالواجب فی تحق الاثم للمفرائض الخمس اور اذان مردون کے واسطے اونچے مکان مین سنت موکدہ ہی فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہی گنہگار رہنے مین اُسکے چھوڑ دینے سے ہم محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین تو انکا قتال حلال ہی اور ابو یوسف رح نے کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہین اور وہ سنت کفایہ ہی یعنے شہر مین ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہی کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضا ولا تسنّ للصلوۃ حتی یعید بالا للوقت اذان سنت ہی فرائض کے وقت مین اگرچہ فرض قضا ہوا سواسطے کہ ذان نماز کی سنت ہی نہ وقت کی یہانتک کہ گرمیون کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہی یعنے تقدیم وتاخیر مین اذان نماز کی تابع ہی کذا فی الطحطاوی لا لمن لغیرھا کعید اذان مسنون نہین سوائے فرض نمازون کے لیے مانند عید کے کم عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب مین اور وتر ہر چند امام اعظم کے نزدیک واجب ہی مگر چونکہ وقت عشا مین ادا کیا جاتا ہی تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوے ہین اقامت کے بخلاف ابو یوسف رح کے فجر مین یعنے اُنکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہی ہم اقامت اگر قبل وقت ہو تو اُسکا اعادہ بالاتفاق ہی اور اگر امام حاضر ہوا قامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اُسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہین تو صحیح معلوم ہوگیا کہ اگر اقامت کے بعد نے الفجر نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح تثنیۃ تکبیر فی ابتدائہ دعن الثانی تثنیتین اذان سنت ہی چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان مین اور ابو یوسف سے ایک روایت مین دو بار تکبیر ہی ہم پہلے اذان مین چار بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز مین دو بار اور دوسری آواز مین بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازون سے چارون تکبیر کو علیحدہ علیحدہ کہے کذا فی الطحطاوی ولفتح راء اکبر والعوام یضمونہا رضہ اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اُسکو پیش دیتے ہین کذا فی رضہ ہم مضمرات مین ہی کہ مؤذن کو اختیار ہی چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم اور اگر آتش زدگی مین اللہ اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہی ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود لکن نے الطلبۃ منے قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول اللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لکین طالبین ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہی کہ اذان مقطوع المد ہی یعنے اللہ کے لفظ مین الف کو کشش نہین تو اُسکے الف کو بڑھا کر نہوے کہ وہ پوچھتا ہی کہ کیا اللہ بڑا ہی اور یون کہنا شرعاً غلط ہی ہم جبکہ یہ شرعاً غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہی اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی اور شامی مین ہی کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہی اذا مقطوع حرکۃ الآخر للوقف فلا یقف بالرفع فانہ عن لغوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلثین باحدیث مذکور کا یہ مطلب ہی کہ آخر کی حرکت مقطوع ہی تو وقف نکرے پیش پر کہ وہ لغت عرب مین غلط ہی چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسوین باب مین ہی یعنے اذان مین جتنے جملے ہین سبکے آخر حرف پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن جملہ اللہ اکبر جو اذان مین ہین اُنمین سے اول اور تیسرے اور پانچوین مین اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملاوے اور اگر

ف طبرانی نے فتح اول سے اور دارقطنی نے ضم سے کہا ہی سنن دارقطنی کا حاشیہ دیکھو

پیش سے ملا دیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی لمخصاً ولا ترجیع فانہ مکروہ للمتقی اور اذان مین ترجیع نہین اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہی کذا فی المتقی ہم ترجیع یہ ہی کہ شہادتین یعنی اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو پہلے آہستہ کہے پھر چارون کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب مین سنت ہی اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الکبیری اور ابی محذورہ کی اذان مین جو ترجیع حدیث مین مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہین اسپر کہ بلال اذان مین ترجیع نکرتے تھے اسکے سوا طبرانی مین ابی محذورہ کی اذان مین بھی ترجیع نہین تو عدم ترجیع ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہی اور آہستہ کہنے سے اعلام نہین ہوتا کذا فی الشامی والحن فیہ ای التغنی بغیر کلماتہ فانہ لاجل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان مین لینے وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہین جیسے قرآن کے یعنی کا فعل اور سماع حلال نہین ہم لحن یہ ہی کہ حروف کے اوامین اور انکی حرکات اور سکنات مین کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے مین ایسا ہوتا ہی اور خطاء العوام کو بھی لحن بولتے ہین وبلا التغییر حَسَنٌ اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہی اذان اور قرآن مین ہم تغنی بلا تغیر خوب ہی اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہی اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہین کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الجملتین اور قول ضعیف یہ ہی کہ کچھ ڈر نہین حَیَّ عَلَی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی لحن مین ہم قائل اس قول کا حلوانی ہی اور وجہ یہ بیان کی ہی کہ یہ دونون کلمات ذکر نہین وملحوظ لا باس بہ سے اشارہ ہی اسطرف کہ اول یہ ہی کہ نہین بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ ویندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے کے درمیان مین اور ترسل یعنے سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہی اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیما مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا وشمالا لا فقط للایستدبر القبلۃ بصلوۃ وفلاح اور اذان مین منہ پھیرے داہنے اور بائین حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے ہاتھ اور اسی طرح اقامت مین التفات کرے ہر حال مین یعنی جگہ مین وسعت ہو یا نہو اور بعضون نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے والتفات فقط داہنے اور بائین ہی تاکہ پشت واقع نہ ہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقاً التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہی ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متمکنۃ ویخرج رأسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے منارے مین اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگون کے خبردار کرنے کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا حضرت بلال مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبا بعد فلاح اَذَانُ الْفَجْرِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مرتین لانہ وقت نوم اور استحباب کے طریق سے دوبار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہی نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت ہی ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حَسَنٌ وبہ حَسَنٌ اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونون انگلیان اپنے دونون کانون کے سوراخ مین کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہی اور انگلی رکھ کر بہت خوب ہم کان مین انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہی کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ دونون کانون مین انگلیان کر لو کہ اس سے تمھاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہی کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہین سنتا اس فعل کو دیکھکر آگاہ ہو جاتا ہی کہ اذان ہی وہ الاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہین اذان کے مانند ہی احکام مذکورہ مین ہم اذان کے احکام جو متن مین مذکور کیے وہ یہان بھی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چاہیے تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات اور گردش اور فجر مین الصلوۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانون مین انگلیان رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوۃ کہنا اور کان مین انگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے جلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہی اذان سے کذا فی النہر ولا یضع الیتیم صبعیہ فی اذنیہ لانہا انخفض اور اقامت

۱۱ گویا وہ بہتا ہوا ہون مین کہ کانون مین نہین ہوتین سوا ضرورت کے ۱۲ گویا دنیا ہون مین کہ

۱۲ جلد ۱۱ مین ۱۲ اذان کہنا کہ اور اقامت

کہنے والا اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں نہ رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست تر ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہما ویقیمہ کہنے میں جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نکرے شارح نے کہا کہ یحدر بضم دال بمعنی یسرع یعنے سرعت کرے فلو ترسل لم یعد ہا فی الاصح تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کے اذان کے مانند تو اُسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول میں ہم لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کیگا تو اُسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان میں تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ کے روز اور تکبیر میں تکرار شریعت میں ثابت نہیں ویزید قد قامتِ الصلوٰۃ بعد فلاحہا مرتین اور اقامت کے حی علی الفلاح کے بعد دوبار کہے قد قامت الصلوٰۃ وعند التاشہی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینوں کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہا اور سوار کے سوا اور شخص اذان اور اقامت میں قبلہ رخ ہو جائے ہم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کے حال میں سوار کرانے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال قبلہ شرط نہیں ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ مکروہ تنزیہی ہے ہم صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو حسن کہا پس صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما موخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت میں موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنے اُسی لفظ کا اُسی کے محل میں اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انھیں دونوں کلموں کا صحیح طور پر کردے تمام اذان کا اعادہ ضرور نہیں ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت میں اصلا کلام نکرے اگر بھولے سے کلام کیا جواب سلام کا نہ دے نہ اپنے دل میں اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھکھارنا بھی کلام میں داخل ہے مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تکلم استانف سو اگر اذان اور اقامت میں بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بالتعارف وہ اور موذن اذان اور اقامت میں بلا دے سب نمازیوں کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازوں میں جسطرح کہ اُنکے بلانے کی عادت ہو ثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑھنے کے ٹھہر جائے پھر بلا دے اسطرح کہ الصلوۃ یا لکے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا فی البحر مگر مغرب میں ثویب نہیں چنانچہ نقایہ کی شرح میں مصرح ہے اور ماتن کے اسکے کلام سے بھی نکلتا ہے ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت الندب اور مؤذن بیٹھ جائے اذان اور اقامت میں بقدر آنے ہمیشہ آنے والوں کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ہم جیسے صبح میں اسفار کا اور ظہر صیف میں ابراد کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب میں تثویب اور جلوس نچاہیے تو مؤذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتوں کی مقدار دیکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت میں توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ لمعۃ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی زمن الآخر سنۃ سبعمائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشرین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری میں عشا کی نماز میں دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازوں میں سوائے مغرب کے پھر مغرب میں بھی دوبار سلام کہنا رائج ہوگیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع میں ہے کہ اسکی ابتدا حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۹۱ھ ہجری میں طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت میں رائج نہیں اور نہ سیوطی کی اس عبارت میں ہے جو نہر الفائق میں منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہی جو قواعد شریعت کے مخالف نہو ویسن ان یؤذن ویقیم لقائتہ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحرا ولابیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل میں نہ اپنے گھر میں اکیلے اگر گھر میں بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان کے وکذا یسن لاولی فوائت ملاحظہ سدیدہ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کیواسطے نہ ناقص نماز کیواسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا جاے اقامت مین وَیُخَیَّرُ فِیہِ لِلْبَاقِی لونی مجلس وفعلہ اولی یقیم للکل اور آدمی اذان اول ولا قامت ثانی مین مختار ہی قضا کی باقی نمازون کے واسطے اگر ایک مجلس مین ہو اور اگر چند مجالس مین قضاؤن کو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان واقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہی اور اقامت کہے سب نمازون قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی وَلَا یُسَنُّ ذٰلِکَ فِیمَا نُصِّلِیَہِ النِّسَاءُ اَدَاءً وَقَضَاءً ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی ہون ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین ہم اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہی مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گاؤن مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین وَلَا فِیمَا یُقْضَی مِنَ الْفَوَائِتِ فِی مَسْجِدٍ اِن فِیہِ تَشْوِیشًا وَتَخْلِیطًا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اس نماز مین فوایت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگون کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہی یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے ویکرہ قضاؤ ہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہر ہا بزیادۃ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین مکروہ ہی اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہی تو گناہ کو ظاہر کرے کذا فی البزازیہ ہم یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہی نہ منفرد مین اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہی مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قضا کو جہاں کراد اکرنا مکروہ ہی خواہ جماعت مین ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق وعبید اور بلا کراہت جائز ہی اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی مع کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہی جیسا کہ بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ سوا انکے اشخص اولی ہی تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی وَلَا یَحِلُّ الْاِبَاذْنِ کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اسلیے جسے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہی اذان اندھے اور ولد الزنا اور دیہاتی کی وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ دالا وقات وکونہ غیر محتسب بجر اور اذان کہنے والا مؤذنون کے ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ یہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بنیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہی وَیُکْرَہُ اَذَانُ جُنُبٍ واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہی اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر مع مکروہ سے مراد ظاہر الکراہۃ تحریمی ہی اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہی کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہی اور خود اُسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق ولو عالما لکنہ اولی بامامتہ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہی اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم اولی ہی جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سوے اُس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو مباح اور اذان مکروہ ہی متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہوگیا ہو چنانچہ خرابی اجوائن سے لمتتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہی وَقَاعِدٍ اِلَّا اِذَا اَذَّنَ لِنَفْسِہٖ اور درشتہ کی اذان مکروہ ہی مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا مسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہی مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین وَیُعَادُ اَذَانُ جُنُبٍ نَدْبًا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لتسرعیۃ تکرارہ فی الجملۃ دون تکرارہا دو بار نکلی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنے جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہی وَکَذَا یُعَادُ اذان امراۃ ومجنون ومتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہ لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاے عورت

لہ اور اسی مین مجنون بھی داخل ہی ۱۲

اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ انکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنے تکرار اذان شرعاً ثابت ہی نہ تکرار اقامت ویجب استقبالہا لموت موذنٍ وغشیہ وخرسہ وحصرہ ولا ملقنٍ وذہابہ للوضو لسبق حدث خلاصۃ وواجب ہی شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب مرجانے موذن کے اذان کہنے مین اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے مین اور بسبب اُسکے غش مین آجانے اور گونگا ہوجانے اور رک جانے اور بند ہونے کے اور حالانکہ وہان کوئی بتانے والا نہین اور بسبب اُسکے جانے کے وضو کے درمیان وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ مر موذن اور مقیم کا پانچون صورتون مین یکسان حکم ہی شارح نے فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہی شامی مین کہا کہ پچھلی صورت مین یعنی اثنار اذان واقامت مین بے وضو ہوجانے مین موذن اور مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کو جاے کیونکہ جب ابتدا بے وضو پوری اذان کہہ سکتا ہی تو ناقص کو بطریق اولیٰ تمام کرسکتا ہی لکن غنیہ فی السراج بیذب لیکن سراج ومنلا مین بلفظ یندب بیان کیا ہی یعنے کہا کہ پانچون صورتون مین شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا مستحب اور مندوب ہی واجب نہین وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہی مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات مین کہتا ہون اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہین بسبب مقبول نہونے انکے قول کے دین کے کامون مین شامی مین کہا کہ اوپر گذرچکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہی اور یہان شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی کافر کے ساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہوئی وکرہ ترکہا المسافر ولو منفرداً اور مکروہ ہی مسافر کو اذان اور اقامت کا بجماعتی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو ہمان چار صورتین ہین سو دو صورتین مکروہ ہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونون کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین مکروہ نہین ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونون کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت مین دو فائدے ہین ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نمازیون اُن بندگان خدا کا جو نظر نہین آتے وکذا ترکہا لا ترکہ حضور الرفقہ اور اسی طرح مسافر کو مکروہ ہی چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقون کے یعنی اذان تو اعلام کے واسطے مشروع ہی پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوے تو اعلام کی چندان ضرورت نہین بخلاف مصلّ ولو بجماعۃ فی بیتہ بمصر او قریتہ لما مسجد فلا یکرہ ترکہا اذ اذان الحی یکفیہ برخلاف اُس نمازی کے جو اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھتا ہی اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اُس گانون مین نماز پڑھتا ہی جسمین مسجد ہی تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہین اسواسطے کہ اذان محلہ اُسکو کفایت کرتی ہی ہم اور اگر گانون مین مسجد نہو یا ہو مگر اُسمین اذان واقامت نہوتی ہو تو وہان کا نمازی اذان اور اقامت ترک نکرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہی او مصلّ فی مسجد بعد صلوۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلہما وتکرار الجماعۃ لاذی مسجد علے طریق فلا باس بذلک جو ہر یا برخلاف اُس نمازی کے جو مسجد مین نماز پڑھتا ہی اُسمین جماعت ہوجانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور مین اذان اور اقامت کہنا اور وہ دوسری جماعت کرنا مکروہ ہی مگر راہ کی مسجد مین اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد مین مکرر جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ درست ہی لا باس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا مکرر نا اولیٰ ہی کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن لبیتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقاً اقامت کہی اور شخص نے سوا اُس کہنے والے کے موذن کی غیبت مین تو مطلقاً مکروہ نہین یعنے خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضورہ کرہ وحشۃ اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی موذن کے سامنے تو مکروہ ہی اگر اُسکو وحشت اور ناخوشی ہو ہم اقامت کہنا موذن کا حق ہی بدلیل حدیث (من اذّن فہو یقیم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کرہ مشیہ فی اقامتہ جیسے مکروہ ہی اقامت کہنے مین چلنا ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو صبیاً اور واجب ہی جواب دینا زبان سے اُسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہی اور قدم سے اجابت واجب ہی یعنے اذان سنتے ہی مسجد مین جماعت کے لیئے حاضر ہوجانا چاہیئے لا حائضا ونفساً ومسامع خطبۃ وفی صلوۃ جنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض اور نفساء اور سامع کسی خطبہ کا اور نجواب دے نماز مین اور جنازہ مین اور صحبت کرنے مین اور پاخانہ مین اور نہ کھانے

اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے میں برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے بان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ وھو ما کان عربیا بالحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہی جو بطور عرب کے ہو تمیں لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو ہم اذان عربی ہو لینے مفسد الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوے ہوں سو اب جو اذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب دینا نجائے ہے کذا فی الطحطاوی المخصا ولو نکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الکبلی الا فی الحیعلتین فیجیء قل جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوٰۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوٰۃ خیر من النوم میں یوں کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے اس کہنے میں کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان برازیۃ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ وعلم بذکر بل یستحب اے فراغہ او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاے ولو لم یجبہ حتے فرغ لم اره ومینبغی ندارکہ ان قصر الفصل اور اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا کتاب میں اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کرے اگر فصل تھوڑا ہو لینے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا موذن سے بیشتر کلمات جواب کے نکلے بلکہ ہر کلمے کے تمام ہونے پر اُسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امیہ میں اسکی تصریح موجود ہے اور اُس سے ظاہر ا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہیں کذا فی الشامی ویدعو عقب فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ھم دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اُس قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حقتعالی اُسکے بدلے اُسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ بہشت میں کہ وہ لائق نہیں مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندوں سے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اُسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اُسکی شفاعت واجب ہوگی امت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب وشرحھا اور دعاء وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ میں جابر سے یوں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ) تو اُسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف المیعاد اس دعا میں زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج میں کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہیں اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو ان دونوں کی کچھ اصل نہیں اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد میں ہو جبکہ اُسنے اذان سنی تو اُسپر جواب دینا لازم نہیں اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اُسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا یکون مجیبا وھذا بنا ء علی الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لا بلسانہ کما ھو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع میں قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا فیقطع قراءۃ القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یأتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور ہو جب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر میں اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اُسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تتارخانیہ سے اور اگر مسجد میں قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وھذا متفرع علی قول الحلوانی والظاھر وجوبہا بلسانہ بظاھر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واتزہ المصنف وقواہ فی النہر نا قلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول لا

لا یرد السلام ولا یسلم ولا یقرأ بل یقطعها ویجیب لا یشتغل بغیر الاجابۃ اور یہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہی حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول پر وجب ہوتا ہی اجابت کرنا زبان سے بدلیل ظاہر امر کے جو اس حدیث مین ہی کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اُس قول کے جو موذن کہتا ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہی نہر الفائق مین محیط وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب ندے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ ذرا سا کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل مین بجز اجابت کے قال ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان مین ہدی الخطیب ان یجیب بقدمہ اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب ندے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان مین جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان مین بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرآنی سے ہم عدم اجابت لسانی کی یہ وجہ ہی کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہی لیکن باب الجمعہ مین آویگا کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہین خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہی اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ مین ہی کہ جواب ندے مگر اپنی مسجد کی اذان کا ہم یعنے جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہی یہ متفرع ہی حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کردیا کما یأتی کمکر کذا فی الطحطاوی وسئل ظہیر الدین عن سمعہ فی ان من جہات ماذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن مین اذان سنی کئی طرف سے اُسپر کیا واجب ہی کہا کہ اُسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنے قدم سے چلکر واجب ہی ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوۃ کے وقت اقامہا اللہ وادامہا ہم ان الفاظ کو ابوداؤد نے روایت کیا ہی اسقدر زیادتی کے ساتھ مادامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالی نماز کو قائم ودائم رکھے جبتک آسمان وزمین ہین اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندون مین کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضون نے کہا کہ اقامت کا جواب نکہے اور اسی قول کا یقین کیا ہی شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہین کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہی اور انعقاد اجماع استحباب پر ہی

فروع مسائل ملحقہ شارح صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعد ہا لا یعید ہا بزازیۃ یعنی نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیۃ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کالکل ان تعاد والا لا یعنی مستحب ہی کہ اگر اقامت اور نماز مین مدت زیادہ ہوجاے یا پایا جاے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ ایک شخص مسجد مین داخل ہوا اس حال مین کہ موذن اقامت کہتا ہی تو بیٹھ جاے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر الا لمکین کبیرا والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جاے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہو یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہی تو اُسکی انتظاری جائز ہی اور اگر وقت تنگ ہی تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو یکرہ لہ ان یؤذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہی اذان کہنا دو مسجدون مین ہم یہ کراہت اُسوقت ہی جبکہ موذن پہلے مسجد مین نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقاً اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والیکے واسطے ہی ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگون کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور یہیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہی اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو والافضل کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہی ہم امام ابوحنیفہؒ بھی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ فاقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی مین ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر مین بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی اور البتہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہی خزائن الاسرار مین ہم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن قنا وی الحلی

اور آپ کا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اُسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی کہ بلالؓ کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا ان عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی ✤

باب شروط الصلوٰۃ

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسوا ٹرھی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین جانا زید کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا واز انجملہ عاجز نہونا نماز سے واز انجملہ وقت ہی ثلثۃ انواع شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضرور ہی ابتداء نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہے یا نہ رہے کذا فی الحلبی کینیۃ و تحریمۃ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا اور نیت تو آخر نماز تک موجود رہسکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین و شرط دوام کطہارۃ و ستر عورۃ و استقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہی اول نماز سے آخر تک و شرط بقاء نظا لیشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بالابتداء بل ہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اُس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء نماز کی شرط قرأت ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثنا ء نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے اور قرأت اسیطرح کی ہی کہ اثناء نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقاء عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتداء نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقاء مین اسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سوائے وقت صبح کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرأت ہو کہ اثناء نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اُسی کی قرأت ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ او جہۃ فی کل الارکان تقدیرا سواسطے کہ قرأت بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان مین تقدیر ا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرأت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ہم رکن اُسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور نہ شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہی جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرأت کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو و شرعاً ہو توقف علیہ الشئی ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین داخل نہو لینے اُسکا جزو نہو خارج ہو اُس سے مگر کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو وہ حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اُسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو ہم چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اُسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اُسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اُسکو علامت بولتے ہین تو خارج کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کہتا کہ ولا موثرۃ فیہ لذاتہ

فی الجملہ یعنے نہ چیز مین موثر ہو اور نہ اُسکی طرف کسیقدر موصل ہو کذا فی الشامی یعنی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہی کہ شرط وہ ہی جسکے نہونے سے مشروط کا نہونا لازم ہووے اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ہی ستہ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لہ دخول الاطراف فی الجسد دون البدن فیحفظ شرطین نماز کی چھ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہی نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہی بسبب داخل ہونے ہاتھ یا پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ یا پانون بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پانون کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اُردو زبان مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہی دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہی اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہی نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہی وخبث مانع کذلک اور طہارت شرط ہی بیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہی ہم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درہم مانع نماز ہی اور مخففہ زائد از ربع ثوب و ثوبہ وکذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نماز ی کے کپڑے کا ہی اور بیطرح پاک ہونا اُس چیز کا جو ہلے نمازی کے ہلنے سے ہم یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اُسکے بدن پر ہی اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہی جو مانع نماز ہی تو اگر نمازی کی حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہی اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اُسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہی اور یہ دوسرے کنارہ پر نماز پڑھتا ہی تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او بعد حاملہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا یا نمازی اُس چیز کا اُٹھانے والا گنا جاے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہی بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہی اور اگر لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اُسکو چمٹا ہو تو نمازی اُسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہی جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان سد فمہ فی الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب آدمی اور کتا ہو اگر اُسکا مُنھ باندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ بشرطیکہ اُس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق مین ہی کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہی جو اندر سے خون ہوگیا تو نماز جائز ہی کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہی برخلاف اُس غشیتے کے جسمین پیشاب ہی یعنی وہ مانع نماز ہی ومکانہ ای موضع قدمیہ واحد ہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقاً فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہی یعنی اسکے دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اُٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول پر ہم موضع قدمین کی طہارت امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہی بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہی مگر صحیح تر یہی قول ہی کہ امام کے نزدیک اُسکی طہارت بھی شرط ہی اگر نمازی کے کپڑون کی اطراف پنجاست پر پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی لفہ کما یجی شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین اگرچہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی اُسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ سجدہ کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہی اور اسی کی تصحیح کی ہی عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہی اگرچہ دونون ہاتھ ہون تو اُسکے مکان کی طہارت شرط ہی کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الاخت لقولہ تعالے وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ فبدنہ ومکانہ بالاولے لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہی ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول تعالے وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی اسواسطے

کہ کپڑوں کا جدا ہوجانا متصور ہی برخلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب بمعنی ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے اُنکا پاک کرنا قول ہی جمیع فقہا کا اور راجح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والدرایۃ ستر عورۃ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الاغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہی چنانچہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ہم ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحطاوی ولبس ثوب نجس فی غیر صلوۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین ہوئے نماز کے وہی الرجل ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہی عورت سے جو بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اُسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہی کذا فی الطحطاوی اُردو مین عورت مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین و شرط احمد ستر احد منکبیہ ایضاً اور امام احمد بن حنبل سے ڈھکنا ایک کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنے شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی ہم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اُسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی اور جوانین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہوا سپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اُس سے نزاع کرنا لائق نہین اور اور جو اپنی ران کھولے ہوا سپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وَمَا ہُوَ عَوْرَۃٌ مِنہ عورۃ من الامۃ ولو خنثی لو مدبرۃ اُم مکاتبۃ اُم ولد مع ظہرہا وَبَطْنِہَا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اُتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اُسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ہم مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا تبع لہما اور لونڈی کا پہلو اُسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہوا وہ پیٹھ کا تابع ہی لیکن اُسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقہا مصلیۃ ان استرت کما قدرت صحت والا لا علمت بعتقہ اولا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اُسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولی کے آزاد کرنے کو اُسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے اُسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ بفعل قلیل ہو اور قبل ازاداے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل نہوگی قال ان صلیت صلوۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا اقناع مبنی الغاء القبلیۃ ووقوع العتق کما رجحوہ بالطلاق الحادری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اُسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کالغو کردینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی چنانچہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اُسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پہلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین ہتی تو جب ہمنے قبلیت کو لغو کردیا تو ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اُسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی اور تیسری طلاق باطل ہوجاویگی عدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعر النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

جسکا چھپانا واجب ہی یہانتک کہ اُسکے لٹکے بال بھی عورت ہین صحیح تر قول مین اگرچہ حرہ غشنی ہو ہم لٹکے بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جہال سر پر ہین وہ بالاتفاق عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی المذہب والقدمین علی المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہی مگر اُسکا چہرہ اور دونون ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر تو پشت کفدست کا چھپانا واجب ہی مذہب درست پر ہم اور اقوال نا معتمدیہ ہین کہ پشت کفدست نماز مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہی کذا فی الطحطاوی وصوبہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہی تو بخوف فتنہ حرام ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسکو آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنے ضعیف قول پر ہم یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اختیار شرح مختار مین اسی کو راجح کہا ہی لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہی کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی ومنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال لالانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہی بلکہ بخوف فتنہ منع کا حکم ہی کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ وکذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب المحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہی اگرچہ شہوت کا خوف نہ ہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی چنانچہ باب المحظر مین آویگا ولا یجوز النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا وجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہین نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنے بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہی نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہی اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہی قال فعل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہی ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاستتار نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہو تو نظر کرنا حلال ہی والا حلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا تم مالم یشتہ بقبل ودبر ثم نقلہ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج ومراج مین ہی کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنے ڈھکنے کے لائق نہین پھر جبتک کہ وہ قابل خواہش کے نہین تو بول وبراز کی راہ چھپانے کے لائق ہی پھر عورت غلیظہ ہوتی ہی دس برس تک یعنی بول وبراز کا مقام مع گرد ونواح کے قابل چھپانے کے ہو جاتا ہی پھر دس برس کے بعد جوان کے مانند ہی برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہی لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن شیخہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ مین ہی کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت مین ہی کہ اُسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اُسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اُسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ عورت ہی بدن مین ملا ہوا اُسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تھا اسلیے کہ لفظ سنۃ مؤنث ہی ومنع حتی انعقاد ہا لکشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہی نماز کو یہانتک کہ انعقاد نماز کو کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع انعقاد نماز اُسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ ادائے رکن سے کم مدت ہو اور ادائے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہی اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادائے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول وبراز کا محل ہی اور جو مکان کہ اُن دونون کے آس پاس ہی اور عورت خفیفہ وہ ہی جو اُسکے سوا ہی وتجمع بالابزار لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو مین ہو ہم اجزا سے مراد کسور حسابیہ ہین مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھوان

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھوان حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اسقدر کھلی ہو تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فلا قدر اور اگر عورت کی مشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فان بلغ ادنا ما کاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو کھلجانا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اُسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہی اور یہی قول حق ہی برخلاف بحر الرائق کے کہ اُسمین مجموع اعضا منکشفہ کے چہارم کو معتبر کیا ہی کذا فی الطحطاوی والشرطستر ما عن غیرہ ولو خاما کان نظم اور شرط ہی ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہوا ندھیرے مکان مین یعنے اگرچہ وہ ستور ہی باعتبار جس کے یہ نظر نہین آتا لیکن حکم شرع مین مستور نہین تو اُسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہی کذا فی الحلبی الاستر ما عن نفسہ وبیقتی شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اسیکا فتوی دیا ہی فلو را ما من زیقہ لم نفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف بالخته اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے عادم مبتدا ہی اُسکی خبر آگے آتی ہی یعنی یصلی قاعداً ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہی جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہی چنانچہ باریک ململ یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہی ولا یضر التصاقه وتشکله اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہوجائیگی ولو حریراً او جلدیاً بقیہ تمام صلوۃ او مار کدرا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہی اور اسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نہ پاوے تو ریشمی سے بدن چھپاکر نماز پڑھے اُسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لاصافیا ان وجد غیرہ نہ صاف پانی اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھکر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز ملسکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اُسمین نماز واجب ہی لوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی وہل تکلیفه الظلمة فی مجمع الانہر بخلافہم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین بحث کرکے یون جواب دیا ہی کہ ہان اضطرار مین کافی ہی نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہی بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھکر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اُسکی شرمگاہ کا ساتر ہی کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلوة نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھکر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد باُئین پاؤن پر بیٹھے داہنا پاؤن کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وتمیل بادارجلیه اور بعضون نے کہا دونون پاؤن پھیلاکر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھلے اور راجح پہلا قول ہی کہ اُسمین کثرت استناری باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پاؤن پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیا برکوع وسجود بیٹھے کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوته قاعداً یرکع ویسجد قائماً بایماء اور رکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص کو بیٹھکے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہی اُسکی نماز سے بیٹھکر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہی ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہی نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض ہین ولو ایجد ثوبا ولو باعارة ثبتت قدرته ولو الماصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اُسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا یہی قول صحیح تر ہی یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد به بنظر لم یخف فوت الوقت ہوالاظہر کراجی مارد ثوب وطہارة مکان اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اُسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہی جیسے انتظار کرے پانی اور کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو ولا

یلزمہ العشر اربعین مثلہ یعنی ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضرور ہی خرید کرنا کپڑے کا اسکی برابر قیمت سے جواب لائق یہ ہی کہ خریدنا ضرور نہیں ہی صاحب بحر الرائق کی مذہب کی روایت نہین ولو وجد بہا ای ساترا کلہ نجس لیس باصلی کجلد میتۃ لم یدبغ فانہ لایستتر بہ فہما اتفاقا بل خارجہا ذکرہ الوانی او اقل من ربعہ طاہر ندب صلوتہ فیہ وجاز الا یار کمامر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اُسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہی اصلی ناپاک نہین اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہین ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز مین بالاتفاق بلکہ خارج نماز کے اُس سے شرمگاہ چھپا دے ایسا ذکر کیا ہی علائہ وانی محشی دُرر نے یا ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہی تو اُسکو اُسمین نماز پڑھنا مستحب ہی اور جائز ہی برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے چنانچہ نماز کا پڑھنا اشارے سے گذر گیا دختم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلثۃ اور محمد بن حسن نے اُس ساتر کا جو تمام ناپاک ہو یا چہارم سے کمتر طاہر ہی پہننا لازم کیا ہی نہ مستحب اور اسرار مین اس قول کو اچھا سمجھا ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا صلی فیہ حتما اذا لربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اُسی ساتر مین بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہی پس لینے چوتھائی کا حکم کل کا سا ہی مثلاً محرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہی اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز کا مانع ہی کذا فی الشامی وہذا اذا لم یجد ما یزیل بہ النجاسۃ اویقلمہا اور یہ حکم مذکور اُسوقت ہی جبکہ پانا وے اُس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اُسکو کم کر ڈالے یعنے اگر مزیل نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہی کذا فی البحر فیتحتم پس اقل تو یہ نجاستہ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہی نماز مین پہننا اپنے دونون ناپاک کپڑون سے اُس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہی دوسرے سے واضبا ط ان سن ابتلی ببلیتین فان تساویا خیروان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہی کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤن مین مثلاً دو ناپاک کپڑون مین سو اگر دونون برابر ہون منع نماز مین تو اُسکو اختیار ہی جو چاہے اُسکو لے اور اگر دونون مختلف ہین یعنے ایک بلا کم ہی اور دوسری زیادہ تو وہ ہلکی کو اختیار کرے ہم مثلاً زخمی اگر سجدہ کرتا ہی تو زخم سیلان کرتا ہی اور نہین تو نہین مے بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہی بہ نسبت ہونے کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار مین بھی کرسکتا ہی مثلاً سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہی تو حالت عذر مین ترک سجدہ کا مضائقہ نہین کذا فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا لیستر بدنہا مع ربع راسہا یجب ستر ہما فلو ترکت ستر راسہا عادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط لعذر الرق فبعذر الصبی اولے اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہی اُسکے بدن کو اُسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب ہی یعنی فرض ہی دونون کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنے اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے نماز پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہین اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا تو لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہی ہم شارح کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہی کہ جن اعضا کا ڈھکنا لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہی اُنکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہوا حالانکہ یہ کلیہ نہین کذا فی الشامی ولو کان لیستر اقل من ربع الرأس لایجب بل یندب اور اگر ساتر ڈھکنا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اُسکو ڈھکنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی لکن قولہ ولو وجد المکلف مایستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا وے تو اُسکا استعمال واجب ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہی وان قل یعنے اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہی ساتر کے استعمال کو مطلقاً خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر ای مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونون قولون مین تناقض ہی پہلا قول یہ ہی کہ چہارم سر سے کمتر کا ڈھکنا واجب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہی خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی درالمختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو سر کے سوا محمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہی باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہی تو اب تناقض باقی نہ رہیگا ویستر

القبل والدبر او لا اور دھکے پیشاب کی راہ کو اور حاضر ورکی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدھما قبل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقبل القبل حکما فی الجبر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضوں نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین فاحش تر اور قبیح تر ہی اور بعضوں نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہی اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا فی الشامی نقل کیا ہی دونوں قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الاظہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین ستر القبل ثم مخذہ ثم بطن المراۃ وظہرھا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر اردونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہی اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مفید ہی کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہی ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہی نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پھر عورت اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللھا بعدہ میلا اوش صلی معھا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر پاوے اُس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اُسکو کم کر ڈالے بسبب دور ہونے منزل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہوکر اور اُسپر اعادہ نماز کا نہین ویشبہ ان یکون عذرا لو دھما لو العجز عن منزل وساتر لفعل العباد کما مر فی التیمم اور لزوم اعادۃ نماز لائق ہی اگر عاجز ہوتا منزل نجاست اور ساتر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہی صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم ہذا للمسافر فلان للمقیم شرط طہارۃ الساتر وان لم یعلم کہ قہستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق مین ہی اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہی اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھ بلا وجہ ہی والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہی بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراطنیت کی دلیل اجماع ہی نہ یہ آیت (وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہی تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہی کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اسواسطے کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہی اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی وہی الارادۃ الجازمۃ لاحد المتساویین او نیت ارادہ ہی ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم دو بہترین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہی نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک بصرف ارادہ سے ہوئی اسی ارادۂ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہی اُس ارادۂ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہوا اور علم مین اُس سے پہلے ای ارادۃ الصلوٰۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہدی ہی یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہین بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہی خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے طور لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہی ارادۂ مذکورہ سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہی ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہی کہ نیت دانست کا نام ہی حالانکہ دونون کے مفہوم متبائن ہین ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہی اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہی جسکو ارادہ لازم ہی تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہوا سواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہی نیت نہین ہی ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطاء قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

لہ گویا جس حکم جہاد اللہ کی عبادت

نیت خلوص سے تعریف

کذا فی الاشباہ الا اذا عجز عن احضارہ لہموم اصابتہ فیکفیہ اللسان بخلاف الاخرس مگر جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اُسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہی کذا فی الجنبی وھو کما فی عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداہۃ بلا تامل ای صلوٰۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنی دل کا عمل یہ ہی کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہی سو اگر بجائے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہین ہم یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہی تمام نماز مین شرط نہین یعنے اگر اثنا ء نماز مین نہو گا تو کچھ حرج نہین اور اسمین کسی کو اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب ہوا المختار اور ارادۂ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہی یہی قول مختار ہی ویکون بلفظ الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرتا ہی اگرچہ فارسی بولی مین ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہی انشاءات مین یعنے اُن الفاظ مین جو ایجاد اشیا مین بولے جاتے ہین چنانچہ معاملات مین اور صحیح ہی نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانۂ موجود پر دلالت کرتا ہی کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہی جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ ٹھہریگا نہ وقوع تو عربی مین نیت بلفظ ماضی اِس طرح ہی کہ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ الْفَجْرَ اور فارسی مین یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی مین نے نیت کی اور بلفظ حال اسطرح کہ اُرِیْدُ اَنْ اُصَلِّیَ الْفَجْرَ اور فارسی مین یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقیل سنۃ راتبۃ یعنے اجمعہ وسنۃ علمارنا اذا لم ینقل عن المصطفٰی ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضون نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہی یعنے یہان سنت سے مراد یہ ہی کہ پسند کیا ہی اُسکو یا اُسکو طریقہ قرار دیا ہی ہمارے عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلیے کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضے عالمون نے اُسکو بدعت کہا ہی ہم بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہی نہ بدعت سیئہ بحر الرائق مین کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہی اطمینان کے سبب سے نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہی اور زبان کے کہنے سے ارادۂ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہی اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللھم انی اریدان اصلی صلوٰۃ کذا فیسرلی ہا وتقبلہا منی ویجزی فی الحج اور محیط مین ہی کہ نماز کا پڑھنے والا یون کہے کہ ای اللہ مین ارادہ کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اُسکو میرے لیے آسان کردے اور میری طرف سے اُسکو قبول کر اور عنقریب اسکا بیان کتاب الحج مین آویگا ھر یہ مثال ہی نیت کی بلفظ حال نہر الفائق مین کہا کہ اکثر علمانے کہا ہی کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہی اسواسطے کہ حج زمانہ دراز مین پورا ہوتا ہی اور اُسمین مشقتین بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ ولو قبل الوقت اور جائز ہی مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہی صحیح قول مین وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم یحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز التقدیم نیۃ لاقتداء ایضاً فلیحفظ اور بدائع مین ہی کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اُسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اُسکو اُسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہی اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی مین ہی کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین عالم یوجد بینہما قاطعہما من عمل غیر لائق بصلوٰۃ تقدیم نیت کی جائز ہی جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہین ہی پایا جاے ہم عمل قاطع نیت چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خریدنا کذا فی البحر وہو کل ما منع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہی جو بنا نماز کا مانع ہی ہم اگر اثنا ء نماز مین

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جائے اور دوسرا وضو کرکے بقیۂ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں کام نماز کے اندر قاطع نیت نہیں ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہ ہونگے وشرط الشافعی قرانہا فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا مع اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہیں ولا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علی المذہب وجوزہ الکرخی والی الرکوع اور اس نیت کا اعتبار نہیں جو تحریمہ کے بعد ہونا صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہے ہم شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہیں کی بلکہ علمانے اُنکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہو کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک وکفی مطلق نیۃ الصلوٰۃ دان لم یقل للہ تعالی للنفل وسنۃ راتبۃ وتراویح علی المعتمد اذ فیہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کے واسطے نیت کرتا ہوں اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے اُنکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت م یعنے یوں کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہوں نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً یا تراویح کی ضرور نہیں بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وقولہ دان لم یقل للہ بیان ہے اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہے یعنے تعیین میں زیادہ تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح میں اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز میں متعین کرلینا نیت کے وقت ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اُسکی جائز نہوگی م ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہے لیکن اُنکا فرض ہونا نہیں جانتا ہے تو اُسکی نماز جائز نہیں اُسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اُسنے فرض معین کی نیت نہیں کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اُسنے بعضی نمازوں کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا جدا کیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازوں میں فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنے بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وکذا الوام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اُس نماز میں جسکے پیچھے سنت پڑھتا ہے م یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہیں کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب اور عصر اور عشا میں جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہیں تو مقتدیوں اور امام کی نماز صحیح ہے اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھ قسم ہیں پہلی قسم وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب اور نکرنے میں عذاب ہے اور سنت وہ ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور نکرنے میں عذاب نہیں سو اُسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ فرض کسقدر ہے اور سنت کتنی اُسکی بھی نماز درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہیں جانتا تو اُسکی نماز کفایت نہیں کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو یہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہیں اُنمیں بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہیں کرتا فرض اور نفل میں تو اُسکی نماز جائز نہیں اسواسطے کہ فرض میں نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ اُسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵ وہ نمازی ہے جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اُسکی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو یہ نہیں جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندوں پر فرض ہے ولیکن وہ بیجگانہ نماز پڑھتا ہے اُسکی نماز جائز نہیں ہے انتہی لخصہ لفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم والوقت اولا ہو الاصح یعنے ضرور ہے نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملا دے یا نہ ملا دے یہی قول صحیح تر ہے م یعنی یوں کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہوں کچھ ضرور نہیں فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول میں

ا۔ واسطے کہ وہ وقت تو اُسی کے واسطے متعین ہوگیا ہی ولو الفرض قضا نیت فرض کے تعیین کی ضرور ہی اگرچہ فرض قضا ہو لکنہ یتعین بظہر یومہ کذا علی المعتمد لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرنے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے ہم یعنی قضا مین فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہین کرتا بلکہ مبتمد قول یہ ہی کہ کہے فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہون خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو یا نہوئی ہو اور غیر معتمد قول یہ ہی کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہی کذا فی الطحطاوی والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر اور تعیین نیت مین درصورت بہت سی قضا نمازون کے آسان تر طریقہ یہ ہی کہ کہے کہ مین نیت کرتا ہون پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہی یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہی ہم آسانی کی وجہ اس نیت مین یہ ہی کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہون وفی القہستانی عن المنیۃ لایشترط ذلک فی الاصح وسیجئ فی آخر الکتاب اور قہستانی مین منیۃ المصلی سے منقول ہی کہ قضا مین معین کرنا نیت کا شرط نہین صحیح تر قول مین اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب مین یعنی مسائل شتے مین آویگا واجب انہ وتر او نذرا وسجود تلاوۃ او ضرور ہی نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہی یا نذر کی یا سجدہ ہی تلاوت کا ہم وتر کی تعیین ضرور ہی لیکن اُسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہین کیونکہ اسمین اختلاف ہی اور نذر نماز مین یون کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہون جو شفا کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے مین نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہین بدون ذکر کرنے اُسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا ذکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہی معین کرنا سجدۂ شکر کی نیت کا بخلاف سجدۂ سہو کے کہ اسمین تعیین ضرور نہین ہم سجدۂ شکر اور سجدۂ سہو مین شارح سے سہو واقع ہوا یون کہنا ٹھیک تھا وکذا سہو بخلاف شکر یعنے اسی طرح ضرور ہی معین کرنا سجدۂ سہو کا نہ سجدۂ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہی اور سجدہ شکر کا نفل ہی حالانکہ نفل مین تعیین نیت ضرور نہین یہ بحث ہی صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو مین واجب ہی نہ شکر مین کذا فی الطحطاوی مختصراً دون تعیین عدد رکعاتہ تحصولہا ضمنا فلایضر الخطاء فی عددہا ضرور نہین معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب مین کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہین یعنے تعیین رکعات تو حقتعالی کیطرف سے حاصل ہو ہی اُس مین تو احتمال کمی بیشی کا نہین تو عدد رکعات مین جو کہنا کچھ ضرر نہین کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہین تو اُسمین خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہین تو اگر ظہر مین مثلاً تین رکعت کی اور فجر مین چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہی وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی یعنی یون ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہون لم یقل ایضاً لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم یعلم بہا بجملہ لنفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضاً نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یون نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے تو نماز کو معین نکرے تو صحیح تر قول مین اقتدا درست ہوجائیگا گو مقتدی امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اُسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کردیا ہی تو اُسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہین ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ الامام کی جگہ اگر شارح تبعاً للامام کہتا ہو تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہی اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اُس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اُسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول مین اور یہ صورت حکم سابق کے خلاف ہی بسبب نہونے اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اس صورت مین اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہی اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہی اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونون صورتون مین شک کی وجہ سے مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز مین مذہب مختار پر نیت اقتدا ضرور نہین اسلیے کہ یہ نمازین جماعت کے ساتھ مخصوص ہین ہم یعنی تنہا نہین پڑھی جاتین تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہوگی ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہی یعنی اگر نماز مین صرف یہ

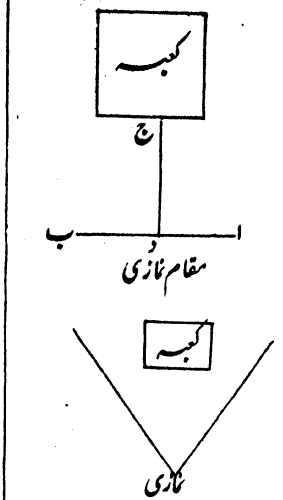
نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کیجائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی نماز عوض ہی اُس، روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہی نہ جمعہ الّا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فصح مگر یہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہی ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہی تو اس صورت مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی مثلاً نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہی اگرچہ جمعہ مین ہو ہم فیض الغفار شرح المختار مین ہی کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا مین کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہی اسلیے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعہ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بانکان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہنے کے ساتھ ہو اسطرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اُسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی ہم وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہی حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول مین درست نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہی وہ صحیح کے خلاف ہی کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء العکسہ ہو المختار پس بہتر یہ ہی کہ نیت آج ظہر کی کرے واسطے اُسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت مین پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اُسکے عکس کے یعنے صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہی ہم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اُس، روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہ ہی کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہی جیسے کوئی قیدی اُسکے رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اُسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہ خلل ہی کہ یہ اُسوقت بنتی ہی کہ نمازی ادا کی نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ بنے گی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ویُصلّی الجنازۃ ینوی الصّلوٰۃ للہ تعالیٰ وینوی ایضاً الدعاء للمیّت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونون کی طرف ہو تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہی نہ واجب اسلیے حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوٰۃ قرار دیا ہی جو ینوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہی اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہی کہ نماز جنازہ خود دعا ہی کیونکہ اُسمین قرأت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اسکا مؤید وہ قول ہی جو تحفہ مین مذکور ہی کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اُنکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہی نہ نماز فیقول اصلی للہ ودعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یون کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کیواسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر اسم انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہی یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ نماز پڑھون امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہی وافادی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے یہ افادہ کیا ہی کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہی یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہی تو نماز درست نہوگی ہم وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ نیت مثل امام کے ہی اُسکی تعیین مین چوک جانا ایسا ہی جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی ویسے ہی نیت کی تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہون پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست نہوگی یا ان اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس مرد پر پڑھتا ہون جو زید ہی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہی کذا فی الشامی وانہ لا یضر تعیین عدد الموتی اللا اذا بان

انہم اکثر لعدم نیۃ الزائد اور اشباہ مین یہ بھی مذکور ہی مردون کے عددون کا معین کرنا مضر نہین مگر جس صورت مین کہ ظاہر ہو کہ شمار انکا نمازی کی تعیین سے زیادہ ہی بسبب پائے جانے زیادت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس جنازون کی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اس صورت مین دس کی جو نیت کی ہی انکی بھی درست نہوویگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہی تو ہر جنازہ زائد ہوسکتا ہی اور زائد نیت مین داخل نہین اسی لیے سبکی نماز باطل ہوگی والامام نیوی صلوٰۃ فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑھنے والے کی طرح ہی اب یہان ایک وہم ہوتا ہی کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنے جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہی ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آیندہ قول مین دفع کیا وَلَا یُشْتَرَطُ لِصِحَّۃِ الْاِقْتِدَاءِ نِیَّۃُ اِمَامَۃِ الْمُقْتَدِیْ بَلْ لِنَیْلِ الثَّوَابِ عِنْدَ اقْتِدَاءِ اَحَدٍ بِہٖ لَا قَبْلَہٗ کما بحثہ فی الاشباہ لوامام رجا الا درمشروط نہین اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت مین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہی جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہی ہم یعنے اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضرور نہین کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے سے یہ بھی ضرور نہین اگرچہ پہلے سے نیت کرلینی بھی جائز ہی فلا یحنث فی لا یؤم احدا مالم ینو الامامۃ تو آدمی قسم مین جھوٹا نہوگا اس قسم مین کہ کسی کا امام نہ ہونگا جبتک کہ امامت کی نیت نکریگا ہم شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہین اور صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کسی کی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اُسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت مین اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی بتصرف وان ام النساء فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوٰۃ جنازۃ فلا بد صحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اُسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اُس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اُسکی امامت کی نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوۃ جنازہ کو اسلیے مستثنا کیا کہ اُسکے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہی جو اُن شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامۃ مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہی اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہی کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہوجاے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا یعنے اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہوگئی اور بدون نیت امامت کے اُسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہوجاے حالانکہ لازم آتا کسی چیز کا امام پر بدون اُسکے لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اُسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وجمعۃ وعید علی الاصح خلاصہ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا کیا تو اسمین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عید مین اصح قول پر شرط نہین ہم جمعہ اور عید مین صحت کی قید اسلیے لگائی کہ جمہور کے نزدیک اُن دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ ان لم تحاذ احد امامت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اُسکی امامت کی نیت شرط نہین یہ ہی کہ عورت کیسکی محاذی یعنے برابر یا آگے بڑھی ہوئی نہوگی تب تو اُسکی نماز پوری ہوگی اور آگے بڑھ جائیگی یا برابر ہوگی تو اُسکا اقتدا باقی نہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط مطلقا علی الارجح اور نیت قبلہ کیطرف مُنہ کرنے کی شرط نہین ہر حال مین یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل مین ہو یا مسجد مین بنا بر قول قوی کے مقابل

قول قوی کا یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں بجز اسکے کہ دل میں نیت کرلے اسلیے دور والے کو قبلہ کیطرف مُنہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز تفرع علی المرجح قویہ جو کسی نے کہا ہے کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے ہم لینے جو لوگ نیت قبلہ رفع ہونے کی شرط کہتے ہیں اُنکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا او طرف مُنہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص و ہوا کا نام ہے نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضکہ ان صورتوں میں عین کعبہ کیطرف مُنہ کرنے کی نیت نہیں پائی جاتی اسلیے اُنکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہیں تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً کفایۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی میں کہ وہ بھی شرط نہیں فلو اتم بہ یظنہ زیداً فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اُسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلیے کہ اُسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اُسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیہ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت میں اقتدا درست نہیں کہ امام کو اُسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا لینے اقتدا میں امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اُسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اُسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین میں اُسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا درست بتاوے مثلاً یوں کہے کہ زید جو محراب میں کھڑا ہے یا اشارہ سے اُسکو بتادے کہ یہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہیں اسلیے کہ اشارہ کردینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہاں اگر کسی صفت حاضر سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام میں پائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یوں کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہیں ولعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخاً بالعلۃ اور اسکے عکس میں اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ جوان کو اُسکے علم کی جہت سے بوڑھا کہا کرتے ہیں وفی المجتبیٰ نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز او مجتبیٰ میں ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اُسکے پیچھے نماز پڑھتا ہوں جو میرے طریق پر ہو اور پھر وہ اُس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ جب اُسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اُسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے اما کان الاعتبار بالتسمیۃ عند نام یخص ثواب الصلوٰۃ فی مسجدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیوں کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنے اُس صورت میں کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں مخصوص اُس مقدار پر ہوگا جو آپ کے عہد مبارک میں تھی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے اُسکے سوا دوسری مسجد میں سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اُسقدر مسجد پر مخصوص نہیں جو حضرت کے وقت مبارک میں تھی بلکہ مسجد شریف میں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ و ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اُس زیادتی کی ہوئی میں بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اسلیے کہ حدیث میں میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑھی ہوئی مقدار میں بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہے جو آپ کے عہد مبارک میں تھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنے میری اس مسجد میں جس سے جگہ خاص جو اُس روز موجود تھی مراد ہے پس بڑھی ہوئی مقدار اُسمیں داخل نہوگی اُسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسلیے ہو کہ مسجد مدینہ منورہ کے سوا اور مساجد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی منہ

والسادس استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما بعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ کیطرف مُنھ کرنا ہی خواہ حقیقت مین ہو یا حکماً ہو جیسے عاجز لیئے وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ رخ نہین ہوسکتا تو جسطرف کہ مریض و خائف اپنا مُنھ کرسکتے ہین یا قبلہ کا سجانے والا اُنکل سے کسیطرف کو قبلہ ٹھہراتا ہی وہ اُنکا قبلہ حکمی ہو والشرط حصولہ لا طلبہ اور شرط قبلہ رخ ہونا ہی نہ اُسکا طلب کرنا مراد یعنے شرط صرف اسقدر ہو کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاے اس مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہین یعنی سین اورت استقبال مین یعنی طلب نہین ہان جس صورت مین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط ہوگی کذا فی الشامی عن الحلبیۃ و ہو شرط زائد للابتلا یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف مُنھ کا ہونا ایک زائد شرط ہی بندون کے امتحان کے لیے ساقط ہوجاتی ہی عاجزی کے سبب سے ہم زائد شرط ہی یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہ مراد ہو کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالیٰ پر جہت کو محال جانتا ہی اُسکی اصل پیدائش اسکی مقتضی ہو کہ نماز مین کسی خاص طرف کو مُنھ نہ کرے اسلیے اللہ تعالیٰ نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو اُنکی مقتضاے اصل پیدائش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتے لو سجد للکعبۃ لنفسہا کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہوجائیگا مراد یعنے جب کعبہ کیطرف مُنھ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالیٰ ہی تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی و کذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی احداثہ علیہا یعم المعائن وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ و بینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی المکی لمعائن الکعبۃ ترکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور سیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہی عین کعبہ کی سیدھ ہی یہ قول ماتن کا عام ہی کعبہ کے دیکھنے والیکو لیئے سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علے ہو یعنے کی پر واجب ہی سیدھ باندھنی کعبہ کی مگر بحر الرائق مین ہو کہ یہ قول ضعیف ہی اور صحیح تر قول یہ ہو کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اُسکا حال مثل غائب کے ہی یعنی اُسکا قبلہ جہت کعبہ ہو نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہی جو کعبہ کو دیکھتا ہو ولغیرہ اے غیر معائنہا احداثہ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ لیئے اُس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہی کعبہ کی جہت کی بان یقی شی من سطح الواجہ مساما للکعبۃ او لہوائہا بان یفرض من تلقاء وجہہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علے زاویتین قائمتین مبنیۃ ویسمرہ منح یعنی کچھ چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف مُنھ کیے ہی اُسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اُس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلیے تعریف جہت کی کسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہوجاے ضروری ہی معراج مین جہت کی تعریف یہ لکھی ہی کہ جہت کعبہ وہ طرف ہی کہ جب آدمی اُسکی طرف مُنھ کرے تو کعبہ کا یا اُسکی ہوا کا مقابل تحقیقاً ہوجاے یا تقریباً اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہو کہ اگر ایک خط اُسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاے تو وہ کعبہ پر یا اُسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہی کہ خط مذکور کعبہ یا اُسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اُس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اُسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر ایک نمازی ہی جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہی تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اُسکی ہوا پر نقطۂ ج مین ملاقی ہوتا ہی اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلاً اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سواے نقطۂ د کے کسی جگہ دہنے یا بائین ہوجائیگا تو وہ تقریباً مقابل کعبہ کا یا اُسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا دہنے بائین سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اُسی کے



مناسب سمت کے مقابلہ جاتا ہی تھوڑا سا دہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چاند جو لوگون سے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اُسوقت سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہی تو مقابلہ تحقیقی مقام سے ادھر اُدھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین +

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ اِن دونون خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابل زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اُسکی صورت یہ ہی کذا فی الشامی تصرف +

قلت فہذا معنی التیاسر والتیامن فی عبارۃ الدر فتصیر مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے بائین ہٹنے کے در کی عبارت مین تو اِسکو خوب دیکھ بھال لے کہ مطلب دقیق ہی ہم لینے در کا یہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر دہنے بائین ہونے سے مقابلہ بنا رہتا ہی جیسا ہٹنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اُس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وہو فی القریٰ والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانون مین مسجدین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی اُنسے معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہ اُس سے سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والامن للاہل للعالم بہامین لو صلح بہ سمعہ اور نہین تو اُس جگہ کے باشندۂ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاوے اور باشندہ اُنمین سے ہو کہ اگر نمازی اُسکو زور سے پکارے تو وہ اُسکی پکار سُن لے ہم یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی آلہ شمل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندے سے پوچھنا چاہیے اُس سے پوچھنے مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سنے طحطاوی نے کہا کہ ممن لو صلح بدل پڑا ہی اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فہی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اُسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اُسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہی پس اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنہا لمرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان حتہ قدرتہ ولو مضطجعا یا ایما بالخوف رویۃ عدو اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کردینے والیکو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جسسے ارکان نماز ساقط ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اُسکی قدرت کی جہت ہی یعنے جدھر کو پڑھ سکتا ہو پڑھے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورتین بھی حاصل ہی اگر چہ دشمن کے دیکھنے کے خوف سے نماز لیٹ کر اشارہ سے پڑھے امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اُسکے پاس موجود ہو تو اُسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جسسے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اُسکی مثال اوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا

تو اُس سے قبلہ رخ ہونا بھی ساقط ہی اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہی یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو سپر سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیکن اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت مین ساقط ہی کذا فی البحر ولم یعد لان الاعادۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہی یعنی یہ عذر آسمانی ہین کسی مخلوق کی جہت سے نہین ہیں جیسے مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہین ہوتی یہانتک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہین ہوتا اسلیے ان عذرون مین نماز کا دوبارہ پڑھنا نہین کذا فی الہدایہ ویتحری ہو مدلل المجہود ولیس المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ یقینا او تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ اُن اُمور کے جو بیشتر گذرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہین کوشش کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور مراد تحری سے یہان الٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہی یعنی اگر مسجد جیسے قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نماز ی الٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرالے فان ظہر خطاؤہ لم یعد یعلم پس اگر نماز کے بعد الٹکل مین خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے ہو جیسے کہ بیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہی اُسنے نماز پڑھنے مین وہ امر کر لیا تھا جو اُسکی طاقت مین تھا واِن علم بہ فی صلوتہ او تحول الی یمینہ او یسارہ او نبی سجود سہو استدار او نبی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اُسکی رائے بدلگئی اگرچہ سہو کے سجدون مین بدلی ہو تو اُسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے لیے اگر نماز کے اندر رائے بدلگئی کہ قبلہ اِدھر نہین دوسری طرف ہی تو دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرے اسکا مطلب یہ ہی کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہین رہی وہ بھی قائم ہی باقی کو اُسی پر بنا کرلے حتی لو صلے کل رکعۃ بجہۃ جاز ولو بمکۃ او مسجد عظیم حتے کہ اگر ہر رکعت کو جدا گانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی کہ مین ہو یا کسی مسجد تاریک مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایکطرف الٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت مین اسکی الٹکل دوسری طرف ہو گئی تو دوسری رکعت اُسطرف کو ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہی اور مکہ مین ہونیکی یہ صورت ہی کہ مکہ مین مقید ہو اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر الٹکل سے نماز پڑھے اور اسمین خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا یلزمہ قرع ابواب ومس جدران اور لازم نہین نمازی کو لوگون کے دروازے کھٹکھٹانا کہ کوئی قبلہ بتا دے اور نہ دیوارون کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات مین اگر مسجد مین جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو الٹکل کرلے لوگون کے پاس قبلہ پوچھتا پھرے اور نہ دیوارون کو ٹٹولے صاحب فتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدون مین ہو سکتا ہی مگر اکثر مین تو محراب قبلہ اندھیری مین بھی معلوم ہو جاتی ہی تو ایسی مسجدون مین الٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمی فسواہ رجل نبی ولم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہی اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہین تھی ولا بتحری تحول اور نہ اُس الٹکل کرنیوالے کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو تہائی نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید ہی کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اسکو معلوم نہو تو اقتدا مین کچھ خرابی نہین ولو اتم بتحر بالتحرم بخلاف خطا الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری مین غلطی کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ شبہ کی صورت مین بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہی کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہی کہ اسنے تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رای مسبوق ولاحق استدار المسبوق وہ تالف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنے اُنکی رائے مین قبلہ اودھر ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہی کہ ایک یا زیادہ رکعت اُسکو نہ ملی ہو اُسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے مین مثل منفرد کے ہی تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہی ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہی جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ مین مثلاً وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر مین پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہ ہی کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز مین یہ حکماً امام کے پیچھے ہی تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے منحرف

طرف نہیں دوسری طرف کو ہو تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کرسکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو منہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو نماز کی مفسد ہے اور اگر نہیں پھیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہے یہ بھی مفسد نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہیں ہوسکتی اسلیے از سر نو پڑھے کذا فی الشامی ملخصاً ومن لم یقع تحریمہ علی شیٔ صلّی لکل جہۃ مرۃ احتیاطاً اور جسکی انکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفیں قبلہ ہونے میں اُسکے نزدیک برابر ہوں تو وہ ہر طرف کو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لیے چار و نطرف انکل دوڑاوے اور کسیطرف نہ جمے تو ہمیں تین قول ہیں ایک یہ کہ نماز میں تاخیر کرے بیشک کہ ایکطرف قبلہ اُسکے عندیہ میں ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چار و نطرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اُسکو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چار نماز ہیں پڑھے مگر فتاوے عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ درست دوسرا قول ہے اسلیے شارح نے اُسکو اختیار کیا اور شرح منیہ میں بھی اُسیکو احوط کہا ہے کذا فی الشامی ملخصاً ومن تحول رأیہ لجہۃ الاولی استدار اور جس شخص کی رائے پہلی طرف کو پھر جاوے وہ اسی طرف کو پھر جاوے یعنے کچھ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی پھر نماز میں دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اُسطرف کو پھر گیا اُسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ میں ایک قول یہ ہے کہ از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کہا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بھی اُسکو اوجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر پھر گئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدۂ مذکور اُس جانب کو کرتا ہے جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہے تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جزء ہے اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اُسکے نزدیک قبلہ ہے اُس سے پھرنا لازم آتا ہے اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہے اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی درصورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الّا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقاً مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریمہ فانہ یستانف مطلقاً بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والیکے کہ وہ از سر نو پڑھے ہر حال میں یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال میں لینے خواہ نماز میں جانے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف پڑھی یا خطای یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اُس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمصلّ علے انہ محدث او توہم حدثہ او انوثت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اُسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت نہیں آیا پھر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ اسکے عندیہ میں نماز فاسد ہو چکی ہے تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی صلّی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلم یتبین ان اصاب جاز بالتحری مع امام وتیقن انہم صلوا الی جہات مختلفۃ ومن تیقن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ ادقتدیہ علیہ حالۃ الاداء او ابدہ فلا یضر لم تجز صلوٰتہ اور ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے شتبہ ہونے کے وقت تحری سے ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ انھوں نے مختلف سمتوں کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو اُنمیں سے یقین ہوا حالت ادا میں یعنی غلبۂ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہیں شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون دریافت کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے یقین مخالفت کا اور تقدم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں اسلیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہیں خواہ حالت ادا میں آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لا عتقادہ خطاء

امامہ والمتروک فرض المقام حالت اوامین امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسلیے نہوگی کہ اُسکو اپنے امام کے چھوٹنے کا اعتقاد ہی یعنے اپنے عقیدہ مین امام کو خطا پر سمجھتا ہی پھر اُسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز ہو جسنے نہوگی کہ اُسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے ٹھہرنا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ الاعتقاد الخ مشہور مرتب ہی ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہو اتو اُسکی نماز درست ہی کما لو لم یتعین للامام بان رای رجلین یصلیان فقام بواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا مع ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ اُسکو لم تخبر صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی بیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا الخ نیۃ عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک شرط ہی سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہی البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہی کہ اُسکو بعض نے رکن بھی کہا ہی مگر معتمد یہی ہی کہ وہ شرط ہی وہو اعتقادہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق باقوال کطلاق وعتاق بطل ہ الا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کاموں سے ہوگی جزبانی قولون سے متعلق ہین چنانچہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگے اور اگر ایسے نہین جو قول سے متعلق ہون جیسے وضو ہی تو انکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لنا من ینوی خلاف ما یلوذ الی الاعلی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہی اور وہ قول ضعیف ہی ہم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہی کہ انکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور تھی یعنے جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الاضافۃ تسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہ ہی کہ عبادت بہت سے ضلون والی کی نیت اُن سب افعال پر کھینچ جاتی ہی یعنے اُسکے ہر فعل و رکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین کافی ہی جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اُسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہی فتح خالصا تم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہ ہی کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر پڑھیگا تو اس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نہ پاویگا والریاء انما لو خلا عن الناس لا یصلے اور ریا کامل یہ ہی کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا فلو سہم یحیہنا وحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اُسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہی تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاے ولا ریائی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نہ نوافل نہین ہی فرضون مین وجوب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنے ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہی کہ مذہب مستقیم یہ ہی کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہی تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھ لیگا تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بنیتی ان تجزیہ والا یحق لہ الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکیلے کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو مع نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہو کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نرہا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب تبرع اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہو کذا فی الشامی الصلوٰۃ لاارضاء الخصوم لایفید بل یصلی ثم یعید ان لم یخف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنے کے لیے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالےٰ کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا ھ شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کا ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین لینے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا تیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدار دن کو مجھسے راضی کردے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہو کذا فی الشامی جاء انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہو کہ ایک دانگ کے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا ھ دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت اعضین مین ہوتی ہو یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہو تو اسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیصح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز مین پایا اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہوجائے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہوجائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہو کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہو اور حقیقت مین نماز اسی کا نام ہو کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف جنازہ کے ہم قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہو کہ جب دو عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہوجائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرینوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہو اور ایک جسکا وقت ابھی نہین ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین اور عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اُسکی ہوگی جسکا وقت ہو اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہو بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاول لومن اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی نیت کی تو اسمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو ہم اہل ترتیب اسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نماز ین متصل باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرلے کذا فی الشامی والالغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے ہم وجہ لغو ہونیکی یہ ہو کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلامرجح ہو اور صاحب ترتیب نہونے سے اولویت ترتیب متبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہوجاتی ہو اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ اذا لوقت متسع اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اٹھٹی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجائش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہو کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہوجائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لیے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا آخللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت مین

نماز ہی اور نماز جنازہ و دعا ہو ولا تبطل بنیۃ القطع نام بکبیرۃ منعاکرۃ اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سے جبتک دوسری نیت سے تکبیر نہ کہے ہم یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر یہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑھتا ہون تو جبتک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونے کی قید لگائی اس سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھکر پھر اسنے ظہر کی نیت بدون زبان سے کچھ کہنے کے کرلی تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو نوی فی صلوٰۃ الصوم صح اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ جس فعل مین مشغول ہو اسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفۃ الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی کیفیت مین شروع فی الشروط بعد بیان الشرط شروع ہی مشروط کے بیانین بعد شرط کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرط کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہی ہی لغۃ مصدر شرع فی کیفیۃ مشتملۃ علی فرض وواجب وسنۃ ومندوب صفت لغت مین مصدر ہی یعنے جسکے معنی ہین بیان کرنا اس چیز کا جو موصوف ہین ہو اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہی جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہی اور نیز اس سے مفہوم ہوتا ہی کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہی کہ بعض اجزا فرض ہین اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب من فرائضہا التی للصحۃ بدونہا التحریمۃ قائماً نماز کے ان فرضون مین سے جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہی حالت قیام مین ہم تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہی مثل اللہ اکبر تحریم کے معنی ہین کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ۔ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض مین یہ قید جو شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہی کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ حالت قیام مین چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تب تو نماز صحیح ہوگی اور جھکے ہوے کہیگا تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرطون کے ساتھ اسلیے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہی جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرطانی غیر جنازۃ علی القادر بہ یعنی اور تکبیر تحریمہ شرط ہی جنازے کے سوا اور نماز دونین اور فرض ہی قدرت والے پر یعنے گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو سکتا ہی اسپر فرض ہی اسی پر یعنے تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہی نہ رکن ہونے پر جو قول ہی امام محمد رح کا اور جنازے کو اسلیے استثنا کیا کہ اسمین یہ تکبیر رکن ہی مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہی تو درست ہی ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہی ہم یعنے چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو اگر ایک دو گانہ نفل کے بعد دوسرے کے لیے کھڑا ہو گیا تو دونون صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی اور فرض پر بنا نفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہی قوی پر بنا ضعیف کی ہوسکتی ہی اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونے ان دونون صورتون کی یہ ہی کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہی دوسرے ابتداء دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض او نفل علی اظہر نہین جائز ہی بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم اسمین یہ بحث ہی کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہی تو چاہیے یون تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہی اسیطرح اور شرطون کا حال ہی کہ انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پھر تحریمہ ایک فرض کی دوسری کے لیے کافی کیلیے نہین اسکا جواب یہ ہی کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہی تاکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونون مل کر ایک عبادت ہو جائین جو خلاف مقصود ہی ولا تصالہا بارکان ردعی لما الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی ہین اسکے لیے شرطین ہم یہ جواب ہی ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہی کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہی تو اسکے لیے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہی شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلیے ہی کہ تکبیر متصل ہی قیام سے جو رکن ہی نماز کا یعنے جو شرطین رکن مین ملحوظ نہین وہ

بوجہ اتصال تکبیر مین ملحوظ ہوئین یہ نہین کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہون وقد صنعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہی یعنی الہم شافعی جو اُسکے رکن ہونے کی قائل ہین اور کہتے ہین کہ جو شرطین نماز کی ہین وہی تکبیر کے لیے ہین اُنکے جواب مین زیلعی نے کہا ہی کہ یہ گمان ہی کہ شرطین نماز کے لیے ضرور ہین وہی تکبیر کے لیے ہون مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اُٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نمازین یہ امور مفسد نماز ہین تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ مین نہین ثم رجع الیہ بقولہ ولکن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول مین کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ مین مان لیجاے تو ہم یہ کہینگے کہ یہ مراعات اسلیے نہین کہ تحریمہ رکن نماز ہی بلکہ اسوجہ سے ہی کہ ادا نماز تحریمہ سے متصل ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہی اسلیے کہ یہ قول برسبیل فرض وتنزل ہی نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع دوسرا کلام تا ہی نہ پہلا انتہی نے تلویح تقدیم المنع علی التسلیم اور لے ہان تلویح مین ہی کہ مراعات شروط کے تارکے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہی یعنے یہی اچھا ہی کہ تحریمہ مین مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاے ورنہ جو صورتین زیلعی نے لکھی ہین وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلیے تلویح کے اس جملے سے اس وہم کو دور کردیا لکن لقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم کہتے ہین کہ احتیاط اسکے خلاف ہی یعنے ہر چند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہی مگر احتیاط کی صورت یہ ہی کہ مراعات شروط کہ مان لیا جاے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہ ہی کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار کونہا بالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہی کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہی تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہین بلکہ اس لحاظ سے ہی کہ تحریمہ قیام سے متصل ہو جو نماز کا رکن ہی ومنہا القیام بحیث لو مدیدہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہین ہوتی کھڑا ہونا ہی اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونون ہاتھ پھیلاوے تو اُسکے دونون گھٹنون کو نہ پہونچین یعنے اگر نمازی خوب سیدھا نہوگا کہ یہ قدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنون کو لگا لین تو فرض ادا نہوگا وہو مفروضہ وواجبہ وسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور سنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہی اُسکے اندر قرأت کی مقدار پر یعنے قیام بمقدار ایک آیت کی فرض ہی اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتون کے واجب ہی اور وتر مین اتنا قیام جسمین سورۂ اعلیٰ اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاے مسنون ہی اور صبح مین طوال مفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہی غرضکہ نماز مین جس قدر قرأت فرض یا واجب وغیرہ ہی اسیقدر قیام بھی فرض وواجب وغیرہ ہی فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قفیہ پس اگر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان مین وقفہ نہین کیا تو قیام صحیح ہو گیا اسلیے کہ جتنا قیام اُسنے رکوع مین پہونچنے تک کیا اُسی قدر کافی ہی کذا فی القنیہ یعنے رکوع مین جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنون تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی مین داخل ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اُس شخص کے حق مین ممکن ہی جسپر قرأت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع مین پاوے یا کہ وہ ادنے قرأت پر اقتصار کرے مثلاً ثم نظر کہ لے فی فرض ولحق بہ کفذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہی فرض نمازین اور جو فرض سے ملحق ہی چنانچہ نماز نذر سنت فجر صحیح تر قول مین یعنے فجر کی سنتین بعضون کے نزدیک واجب ہین تو اُنکے وجوب کی رعایت سے جو اُنکو مسنون کہتے ہین وہ بھی قیام کو اُنمین فرض کہتے ہین خلاصہ مین ہی کہ فجر کی سنتین بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہین بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہی حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فقاد علیہ وعلی السجود قیام فرض ہی اُس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماءہ قاعدا پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہی اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہی سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہین

ف ۵ فرض اصلی عبادت ہو یا وہ رکن اسکا ہو یا وہ بجز اصل ہو جسکے بدون اصل نہو سکتا ہو وہ تنہا بدون قیام عبادت ہو سکتا ہی بخلاف سجدہ کہ وہ تنہا عبادت نہین

ف ۶ قیام عبادت نہین کہ بیٹھ کر ادا کرنیسے ادا نہو بلکہ بیٹھ کر ادا کرنیسے ادا ہو جائیگا بخلاف قیام ہو جائیگا بخلاف قیام کے کذا فی الطحطاوی

تو ذریعہ کو بھی ترک کرے ملطا دی نے کہا کہ اس مسئلہ مین اشارہ سے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہی وکذا من یسیل جرحہ لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہی اُس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اُسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہی اسلیے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہی تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یختم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام اویسیل بولہ او یبدو ربع عورتہ اویضعف عن القراءۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب جاری ہو جاے یا چوتھائی شرمگاہ کھلجاے یا قرأت سے بالکل عاجز ہو جاے یعنے قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرأت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اُسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی جماعۃ صلے فی بیتہ قائما بہیئتہ خلافا للاشباہ اور اگر جماعت کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردے یعنے جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر مین کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے جماعت مین نجاوے اسی کا فتوے ہی اسلیے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اُسکے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے بخلاف قول اشباہ کے ہم اشباہ مین مجتبی سے اسکی تصحیح کی ہی کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھ کر شریک ہو ومنہا القرأۃ تقادر علیہا کما یجی اور ایک فرض نماز کا قرأت ہی اُس شخص کے لیے جو قرأت پر قادر ہو چنانچہ فصل آیندہ مین مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قرأت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے نزدیک ہم رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے اور زائد وہ ہی کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتون مین ساقط ہو جاتا ہی اور اُسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسے قرأت لسقوطہا بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنے مقتدی سے قرأت ساقط ہو جاتی ہی اور اسکا خلیفہ کچھ نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز اُنکا عوض ہوتی ہی مثلاً جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہی تو اشارہ اُن دونون کا قائم مقام ہوتا ہی ہم یہان یہ اعتراض ہی کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ رکن ہونا اور حالت مین ہو اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنے جب ایسی حالت ہو کہ قرأت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرأت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہی تو اسوقت اُسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدہ نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنے اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونون ہاتھ پھیلا دے تو دونون زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا جھکانا رکوع مین کافی نہین اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھ کر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیے کذا ذکرہ ابو السعود ومنہا السجود بجبتہ وقدمیہ وضع صحیح واحدۃ منہا شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونون قدمون سے اور ایک انگلی کا ٹکانا دونون پانون سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کے لیے اگر دونون پانون زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا وتکرارہ لتعدد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کے شمار کے ہم یعنے سجدہ کے دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہین صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضون نے کہا کہ دو بار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہوا کہ اُسنے ایکبار کیا ہم دو بار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا اُنھین دونون سے ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر لو ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود

بالذات نہین ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط قعدہ اخیرہ مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب مگر صحیح یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وہ صحیح فی البدائع انہ رکن زائد بحدث من حلف لایصلے بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہ پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہ چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیہ لایکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہوجانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلاشرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط بیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے ہم یعنی قعدہ اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین بیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین لمافی الولوالجیہ صلے اربعا وجلس بحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کلا الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے نہین کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھکر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا بیہم نہین بیچ مین اٹھنا بھی موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعلہ المنافی لہا بعدہ تما مہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہی کہ لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصداً مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلاً قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قال الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبے وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہی کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر محققین والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رحمہ سے صراحۃ نہین ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بروعی نے ان بارہ مسئلون سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بروعی کی راے غلط ہی کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ پایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اور رکن اور ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کیے انمین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا مجلی نے کہا کہ تمیز مفروض سے یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمیز کرے انسے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر انکے اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے یعنے سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھاوے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا کریگا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علے الرکوع والرکوع علے السجود والقعود الاخیر علے ماقبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے بیان کیا ترتیب ہی نماز کے ارکان مین یعنے مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے جلبی نے کہا کہ اگر شاذ

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یوں کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی واتمام الصلوۃ تیسرا فرض جو ماتن کے بیان سے رہگیا نماز کا پورا کرنا ہی یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ اُسکا کوئی فرض نہ چھوٹے ہم طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہیں کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جاوے کیونکہ اُس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہی والانتقال من رکن الی آخر چہ تھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہی ومتابعۃ للامام نے الفرض یا نجوان فرض اپنے امام کی پیروی ہی فرضوں کے اندر لیعنے ہر رکن میں امام کے ساتھ یا اُسکے بعد شریک ہو اُس سے پیشتر ادا نکرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضوں کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازوں میں متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوۃ المامہ فی رایہ چھٹا فرض یہ ہی کہ اپنے عندیہ میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی نائزہ یا عورت کو چھو لیا اور اُسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اُسکے نزدیک یہ دونوں باتیں ناقض وضو نہیں وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہی امام پر لیعنے ایڑیاں امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ بڑھیں وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھوان فرض جہت میں امام کے مخالف نہونا لیعنے اقتدا اور ادا کے وقت یہ نجانتا ہو کہ امام کا مُنھ اور طرف ہی ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امراۃ بشہوۃ نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہی اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط ان دونوں کے لیئے قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت میں یہ شرط ہی کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجایش ہو اور عورت کے برابر نہونے میں وہ شرط ہی جو امامت کے بیان میں مذکور ہوگی وتعدیل الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارھوان فرض ارکان نماز میں تعدیل ہی امام ابو یوسف اور باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمدؒ کے نزدیک ہم تعدیل لغت میں برابر کرنے کو کہتے ہیں اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں یعنے ان ارکان کو طمانینہ کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وھو المختار واقرہ المصنف وبسطنا ہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہی اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہی اور ہمنے خزائن الاسرار میں مفصل لکھا ہی وشرطی ادائہا اے ہذہ الفرائض اور مشروط ہی ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنے بیداری ہم شرط بصیغۂ مجہول ماضی ہی اُسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہی قلت بہ بلغت بنفاد وعشرین وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطاً ولخیر بانثلاثۃ عشر فقال میں کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین کچھ اوپر بیس یعنے اکیس ہوگئیں اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں تحریمہ کے لیے بیس شرطین اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطین نظم کی ہین چنانچہ کہا ہی ؎ شروط التحریم حظیت بجمعہا ✦ مہذبۃ حسنا مدی الدھر تزھر ✦ کچھ شرطین ہین تکبیر تحریمہ کی بہرہ ور ہوا ین اُنکے اکٹھا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بھر چمکتی ہین ؎ دخول وقتٍ واعتقاد دخولہ ✦ وستر وطہر والقیام المحرّ ✦ وہ شرطین ہین داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبۂ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت میں شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تمکن کیا ہوا اپنے قدرت والے کے لیے ہطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھون سے گھٹنے نہ پکڑسکے ؎ ونیۃ اتباع الامام ونطقہ ✦ وتعیین فرضٍ او وجوبٍ فیذکرہ ✦ اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق میں اور بولنا تکبیر کا ایسی طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سُن لے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت میں کہ ظہر ہی یا عصر اور ہی یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر میں جو ذکر خالص مکلف ہی اُسکو مُنھ سے ادا کرے ؎ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ✦ وبسملۃ عربا وان ہو لقدرہ ✦ بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اُسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہو اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللھم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہین چنانچہ عنایہ مین ہی اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہو گا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہی شامی نے کہا کہ آگے آویگا ترجمہ کرنا نماز کا سوائے عربی زبان کے بھی درست ہی بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرأت صحیح نہین ۵ وعن ترک ہا والہا جلالیہ + وعن مدہمزات وباء باکبر ہا اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے ہا دی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے ہا لفظ اللہ سے اور خالی ہو وہ نون ہمزہ کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ۵ وعن فاصل فعل کلام مبائن + وعن سبق تکبیر وشک لیغیر + اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کرکے کچھ کلام دنیا دی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہی یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی بجبوری ہو جاتی ہی ۵ فدونک ہذی سنیقما القبلیۃ + لعلک تحظی بالقبول وتشکر + پس ان باتون کو لے سیدہ باندھنے والا قبلہ کیطرف یعنی شرط غیر قبلہ رخ ہونا ہی بیعذر والے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گزار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اُسنے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ۵ فجملتہا العشرون بل زید غیر ہا + وناظمہا یرجو الجواد فیغفر + تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی ہین کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تیسرا مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطون کا توقع رکھتا ہی اللہ تعالیٰ بہت جو رکرنے والے سے کہ وہی اسکی مغفرت فرمائیگا ۵ وازکی صلوٰۃ مع سلام المصطفی + وخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر + اور عمدہ درود سلام کے ساتھ مخصوص ہی سرور کائنات حضرت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ۵ واعتنا من بعد ذلک لغیر ہا + ثلثہ عشر للصلین نظمہا + اور اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطون کو جو نمازیون کے لیے ظاہر ہوتی ہین ۵ قیامک فی الفرض مع القدرۃ ونقرانی معینین ومنتخیر + اور وہ شرطین یہ ہین کھڑا ہونا تیر بقدر ایک آیت کے فرض نمازمین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنے واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو رکعتون مین تیری قرأت لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہی کہ چاہے اول کی دو مین پڑھ چاہے پچھلی دو مین ۵ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا + ومن کان مع تما فعن ذلک یخطر + اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرأت فرض ہی اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہی یعنے اسکے حق مین قرأت مکروہ تحریمی ہی کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہی بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتون مین قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز علحدہ ہی اور وتر بھی مشابہ سنتون کے ہی اس اعتبار سے کہ اُسکے لیے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ۵ وشرط سجود فالقرار بجبہۃ + وقرب قعود حد فصل محرر + اور سجدہ کی شرط بیستائی کا ٹھہر جانا ہی یعنے ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اُسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکھا تھا اُسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہو گا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت مین قرار ممکن ہی اسیطرح روئی اور گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونون سجدون کی منقح ہوئی ہی یعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اُٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ادنیٰ سر اُٹھانے کو حد ٹھہرایا ہی وہ قول منقح نہین ہی ۵ وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ + وثانیۃ قد صح عنہا تو خر + اور بعد قیام کے فرض رکوع ہی پھر سجدہ اور سا تو ان فرض ترتیب ہی جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہی اور وہ سر اسجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہی یعنے دونون سجدون مین ترتیب فرض نہین بلکہ واجب ہی اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہی ۵ علی ظہر کف اوعلی فضل ثوبہ + اذا تطہر الارض الجواز مقرر + جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہی ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہی یعنی آٹھوان فرض

۵ بعضون نے کہا کہ سکون ثلثہ عشر ہی اور بعضون نے کہا کہ سکون ثلثہ عشر ہی

سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ہی گو سجدہ ہتھیلی یا ازار کپڑے پر ہو ۵ بجود ک فی حال فظہر مشارک ۴ لسجدہ تہا عند ازدحام لیفر ۴ سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہ پر ہیں اور اُس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ میں تیرا شریک ہو وقت انبوہ اور بھیڑ کے معاف ہی ہم یہ بیان ہی نوین فرض کا یعنی سجدہ بالشت بھر زمین سے اونچی جگہ پر نہو اور اکثر بھیڑ کی جہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہی اسی طرح اگر کثرت آدمیوں کی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہی تو یہ بھی معاف ہی کذا فی الشامی ۵ ادا ک افعال الصلوٰۃ بتفطیۃ ۴ وتمیز مفروض علیک مقرر ۴ اور ادا کرنا تیرا نماز کے افعال کو بیدار میں اور تمیز مفروض کی تجھ پر مقرر ہی ۵ وبختم افعال الصلوٰۃ قعودہ ۴ وفی صنعہ عنہا الخروج محرر ۴ اور ختم کرنا ہی نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منقح ہی شامی نے کہا کہ فی یعنی ب ہی اور عنہا متعلق خروج ہی اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہی الاختیار اے الاستیقاظ ادائے فرائض کے لیے اختیار شرط ہی یعنی ہوش میں ہونا اور جاگنا ام ایک نسخہ میں او شرطی ادائہا الاختیار ہی چونکہ ماتن کے قول میں دو شرطی ادا ہا گذر چکا ہی تو شارح کا کہنا فضول ہی لیکن البتہ بسبب دور پڑ جانے قول ماتن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہیں اما لو رکع او سجد ذاہلا کل الذہول اجزاہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اُسکو کافی ہوگا یعنے غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہیں بلکہ سونا اُسکے مخالف ہی چنانچہ ماتن کہتا ہی فان اتی بہا او باحد ہا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر تاما لا یعید بہا تے بہ بل یعیدہ ولو القراۃ او القعدۃ علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انمیں سے ایک کو سونے کی حالت میں اسطرح کہ سونے میں قیام کیا یا قراءت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے میں ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ اُسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قراءت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول غیر اصح قراءت اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابو اللیث کا قول ہی کہ اُنکے نزدیک دونوں رکن سونے کی حالت میں بھی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی وان لم یعیدہ لفسد صدورہ لا عن اختیارہ فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اُسکو نہ دہرا ویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بہ سبب سرزد ہونے اُس رکن کے بے اختیاری سے تو اُسکا وجود اور عدم برابر ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنے ایسے ارکان کو دوبارہ نہیں پڑھتے جنکو سوتے کی حالت میں ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلوتہ لانہ زاد رکعۃ وہی لا تقبل الفرض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہیں کرتی یعنی سوتے میں جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اُسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہونہیں سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کر کے باقی کو صحیح کہا جاسے جیسے چار رکعتوں کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہیں ولو رکع او سجد فنام فیہ اجزاہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سو گیا تو اُسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے سر اُٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اُٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اُٹھانا افعال اختیاری ہیں اُنکے بیچ میں سو جانا مضر نہیں ولہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہیں جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اُسنے ذکر کیا ہی کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہی مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہ ہی کہ ائمہ فقہا عبادات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی میں بولتے ہیں تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہی باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں مستعمل ہیں فاسد اُسکو کہتے ہیں جس سے کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہی جسمیں سے کوئی رکن مفقود ہو جاے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو دوبارہ پڑھی جاے بطور وجوب کے دانستگی میں اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنے اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہی وان لم یعد ہا یکون فاسقا اثما اور اگر اُس نماز کو نہ دُہراوے گا تو فاسق اور گناہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہی اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہی وکذا کل صلوٰۃ اُدیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے ساتھ

ادا کیجائے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اسکو بدلکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہو والمختار انہ جاز للاول لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہ ہو کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہو اسلیے کہ فرض مکرر نہین ہوتا تم قول مختار کا مقابل قول ابی السیکا ہو کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہو نہ اول کو شارح کہتا ہو کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہو جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہو تو وہ نماز فرض نہین ہو کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہو تو ایک وقت مین دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دوبار ایک وقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی بتصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہراوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت کا شریک ہوگا تو اسکی نماز نہو گی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو اقتدا فرض والیکا اسکے پیچھے درست نہو گا وہی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہین چودہ ہین یعنے واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہی تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہی اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہی اسلیے باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی البحر یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی مین ہی کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہی طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہی اور مواظبت مفید ہی وجوب ہونے کو قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ لکل تکبیرۃ عید و تعدیل رکن وایتان کل مین کہتا ہون اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہی مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیرون سے اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے مم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہی تعدیل قومہ اور جلسے کذا فی الحلبی اور ایتان کل کے یا یہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہی یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہی و ترک تکریر کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا واجب ہی مگر الحمد اس سے مستثنے ہی یعنے اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہو گا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا و ہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الا ایۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہی ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورۂ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورۃ کے اور اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتین ہین جیسے یہ تین آیتین سورۂ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہی اگر ایک آیت یا دو آیتین تین چھوٹی آیتون کے برابر ہون ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے مم چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وہل یکرہ فی الاخریین الختار لا ملانا سورہ کا واجب ہی فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہی مذہب مختار یہ ہی کہ مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہی وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہی نفل کی سب رکعتون مین اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اسکا نماز جداگانہ ہی ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دو گانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا و کل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہی وتر کی ہر رکعت مین براہ احتیاط مم یعنی جب وتر مین آثار سنت ہونیکے ظاہر ہوئے کہ نہ اسکے لیے اذان دی جاتی ہی نہ تکبیر کہی جاتی ہی تو احتیاط اسی کی مقتضی ہی کہ قرارت کا باب مین اُسپر سنت کا حکم جاری کیا جاے کذا فی الشامی وتعیین القراۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہی معین کرنا قراءت کا فرض کی پہلی دو رکعتون مین ہم مذہب مشہور کے بموجب مم فرض سے مراد یہان وہ ہی جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہی اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قراءت کے باب مین تین قول ہین اول یہ ہی کہ قراءت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسکی تصحیح کی ہی دوسرا قول یہ ہی کہ کل

قرأت فرض کی دو رکعتین ہین بلا تعیین تو اس صورت مین تعیین پہلی دو رکعتون مین واجب ہی اور مذہب مشہور یہی ہی یہ دوسرا قول ہی کہ پہلی دو رکعتون کو قرأت کے لیے معین کرنا افضل ہی نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہی وَتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ اور واجب ہی مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنے اگر دو سرے سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہی جسمین ایک رکن ادا ہو تو اگر ادا سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریر ما قبل سورۃ الاخلاص اور اسیطرح واجب ہی مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتون مین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانے کے اور پہلی رکعتون کی اسلیے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وَرِعَایَۃُ التَّرتیب بین القراۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مَرَّ فِی کُلِّ رَکْعَۃٍ کَالسَّجْدَۃِ وَفِی کُلِّ الصَّلٰوۃِ کَقُعُودٍ کما تقدم اور واجب ہی لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرأت اور رکوع کے اور درمیان اُن افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو اُنمین ترتیب فرض ہی چنانچہ اُنکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہی اُن افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل قعدہ نماز کی رکعتون کے عدم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہی مثلاً جو رکعتون مین اگر اسکو ایک رکعت آخری کی ملی تو اب وہ کھڑا ہوکر اول قرأت والی دو رکعت ادا کریگا پھر بلا قرأت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال ستقصائی ہی یعنی بجز اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا تھا تو لو نسی سجدۃ من الاولی اقتضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اُسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود اور دعا پڑھکر سلام پھیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والسلادیۃ تشہد اسلیے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہوجاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اُسکا جزو ہی اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین ترتیب شرط ہی یعنے جب کل ارکان ہوچکین اُسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیے تو جب سجدہ صلبی چھوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اُسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اُسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلیے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونے کی یہ وجہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتے لو سلم بجر درفعہ منہا لم تفسد بخلاف تلک السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بجز سر اُٹھانے کے سجدۂ سہو سے سلام پھیریگا تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدون کے کہ اُنکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح تلک کی جگہ تینک کہتا بصیغۂ تثنیہ وتعدیل الارکان اے تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود کذا فی الدرر منہا علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنے ساکن کرنا اعضا کا مقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع مین اور سجدہ مین اور اسی طرح واجب ہی تعدیل سر اُٹھانے مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اُس قول کے کہ پسند کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق نے ہم بحر الرائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسپر تو وہ چار ون چیزون یعنے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی لکن المشہور ان التکمیل الفرض واجب والکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہ قاعدہ ہی کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہی یعنے جو نکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین اُنمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین اُنمین تعدیل مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہی کمال الدین پر جلبی نے اُسکا یہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربعۃ فرض اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چار ون فرض ہین یعنے فرض علی ہین کہ اُنکے نہونے سے نماز درست نہین رہتی والقعود الاول وہو فی النفل فی الاصح اور واجب ہی اول قعدہ کو نفل مین ہو صحیح تر قول ہین ہم

امام محمد نقل مین ہر دو گانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہ سے کہ ہر دو گانہ نماز علیحدہ ہی تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ نفلون مین بھی قعدہ اول واجب ہی کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اُٹھا تو معلوم ہوگیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیے فرض نرہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسی طرح واجب ہی قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے مقدار اللھم صل علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا تو واجب فوت ہوجائیگا واراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو ہم یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سوائے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہوگا یعنے واجب ہونگے لکن پر دعلیہ لو اختلف مسافر سبقۃ الحدث یقیما فان القعود للاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہوکر مقیم کو اپنا خلیفہ کردے تو اس صورت مین اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرضیت عارضی ہی اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اُسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اُسکے حق مین اخیر نہین والتشہدان یسجد للسھو بترکہ لبعضہ لکلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہین دونون تشہد لینے دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے لینے اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہ ہی کہ سوائے اخیر قعدہ کے اور تعین تشہد سنت ہی اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغۂ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سھو فسبح معہ والتشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ فسجد معہ والتشہد ثم سجد للسھو والتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین وقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ مین اسلیے لگائی کہ بعض اوقات تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدون مین امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ مین اُسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا تو اُسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑھا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہوگئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اُسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدون سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امر امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتون مین اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہوگیا تھا تو اُسکو ادا کرکے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدے اور تشہد بیکار ہوگئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت دو تشہد کی نہین قلت ومثل التلاوۃ تذکر، صلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہما زید رابع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہی یا دہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض کرین اسکا بھی یاد پڑنا امام ومقتدی دونون کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اُسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ سہو کرنا پڑیگا مم صورت اسکی یہ ہی کہ امام نے صورت مذکورۂ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اُسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے ساتھ پڑھ چکا ہی تو اُسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت مین چودہ ہونگے ولو فرضنا تعدد التلاوۃ والصلبیۃ لہما ایضا یزید ستۃ ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد اور بھی بڑھ جاوینگے مم صورت اسکی یہ ہی کہ صورت مفروضۂ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اُسنے اُسکو ادا کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدۂ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اُسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دسوان تشہد پڑھا تو اُس صورت مین جیسے دس تشہد امام کے ہوے اُسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدے کو ۲۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اس صورت مین امام دوسرے سجدۂ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرلے اور تشہد نوان پڑھکر پھر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑھے پھر سجدہ سہو کرے اور گیارھوان تشہد پڑھے تو کل تشہد مقتدے کے بائیس ہونگے یعنے پہلے کی نسبت کر آٹھ تشہد زیادہ ہونگے۔ شامی نے کہا کہ در مختار کے اکثر نسخون مین ست کی جگہ ستون ہی یعنے ساٹھ تشہد زیادہ ہو جائینگے ساٹھ کے ہونے کی صورت یہ ہی کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اُسکو ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر اور سجدۂ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوے اب سجدۂ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک مین مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تھا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے ۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چکے تھے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوے اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہونگے تو مقتدے کے کل ساٹھ تشہد ہو جائینگے اور جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑھاؤ جو پیشتر ہو چکے تھے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور انپر چار اور بڑھاؤ جنکو شارح اگلے قول مین ذکر کرتا ہی تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور اُنمین ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہی جہان کہا ہی کہ ۵ کو ضرب دو ۷۸ مین جیسا اُنکا بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہی وہی صحیح ہی ولو فرضنا ادراکہ الامام ساجداً اولم یسجدھما معہ فمقتضی القواعد انہ یقضیھما فیزاد اربع آخر فتدبّر اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت مین اور مقتدے نے اُن دونون سجدون کو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضاے قواعد یہ ہی کہ مقتدی اُنکو ادا کرے تو اس صورت مین چار تشہد اور ہو جائینگے سو اسکو سمجھے لے ہم طحطاوی نے کہا صورت اُسکی یہ ہی کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک نہوا بلکہ بیٹھکر تشہد مین شریک ہوا اور مراد شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہی وہ یہ ہی کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین کچھ فوت ہو جاے تو وہ فوت ہوے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہی اُسکو دوہراتا ہی لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی نے فرض کی نہین لینے اسلیے کہ مقتدی پر ہر چند متابعت امام کی دونون سجدون مین واجب تھی مگر اب جو اُسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونون سجدون کے پڑھ لیا تو اسکی نماز مین کسی طرح کا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین بہ تصریح موجود ہی کہ اگر امام کو سجدہ مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہی پھر اُن دونون سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ نکر نہین کیا کہ ایسی صورت مین مقتدی اُس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہاے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ اِن دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہی ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک اُنمین نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد اُنکو استحسان کی رو سے ادا کرلے انتہی بتصرف وَلَمْ اَرَ مَنْ نَبَّہَ عَلٰی ذٰلِکَ وَاللّٰہُ اعلم اور مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم اگر کثرت تشہد کے لیے شارح اتنا بکھیڑا نہ کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہو سکتے ہین چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اُسمین یا اسنو تشہد ہو سکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا وَلَفْظُ السَّلَامِ مرتین فالثانی وَاجِبٌ عَلَی الاصح برہان دون علیکم وتقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم عَلَی المشہور عندنا وَعَلَیْہِ الشافعیۃ خلافاً للتکملۃ اور واجب ہی لفظ السلام دو بار یعنے دوسرا واجب ہی صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہی لفظ علیکم اور ہو چکتا ہی اقتدا پہلے سلام پر بپشتیر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اُسنے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہی مرتن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہی کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضون نے

مسنون کہا ہی اسلیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یجز وبہ تقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی المجمرۃ والبرہان وغیرہما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدوۃ ذکرہ الرملی الشافعی نے باب سجود السہو میں اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر منقطع ہوجاتی ہی یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونون کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنے سلام اول پر تحریمہ تمام ہوجاتی ہی اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہی کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر کیا ہی اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں م شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک درالمختار کے بعض نسخون مین ہی وَوَقْرَاءَۃُ قُنُوْتِ الْوِتْرِ وہو مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہی پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہی خصوصیت اللھم انا نستعینک الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہی اور اسی طرح واجب ہی قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ہم بعضون نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہی کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہی کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہی اللہ اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہی نہ سجود سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنے یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہی وتکبیرات العیدین وکذا الاحدیۃ اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی چھ چھ بار اللہ اکبر کہنا ہی ہر رکعت مین تین بار اور اسیطرح واجب ہی اُنمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہی یہ نہین کہ چھ دون بلکہ واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام التشریق کی چنانچہ اُنکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہی اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سوائے اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ وجوبہ فی کل صلوۃ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہی کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجہر للامام والاسرار للکل فیما یجہر فیہ ویسر اور واجب ہی پکار کر پڑھنا امام کو اُن نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہی یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور واجب ہی آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین اُن نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی وغیرہ وبقی من الواجبات ایتان کل واجب اوفرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا اُسکے محل مین فلو اتم القراءۃ تمکث متفکرا سہا اتم رکع اوتذکر السورۃ راکعا فضمہا قائما اعاد الرکوع وسجد للسہو تو اگر نمازی قرارت کو تمام کرکے بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اُسکو یاد ہوا سو اُسنے سورہ کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے م پہلی صورت مثال ہی فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قرارت کے رکوع فوراً فرض تھا تو اُسنے رکوع کو اُسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہی واجب کو اُسکی جگہ سے ٹالنے کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہی واعاد الرکوع سجد للسہو کہنا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور سجدہ سہو دونون مسئلون سے متعلق ہی حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہی اور سجدۂ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتکلیث سجود اور واجب ہی ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ اور ابتہ اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا و کل زیادۃ تخلل بین فرضین اور واجب ہو ترک کرنا ہر زیادتی کا جو فرضون کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ وہ فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا یہی حکم ہی مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی داخل ہی و انصات المقتدی اور واجب ہی چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدۂ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا و متابعۃ الامام لیعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہی امام کی پیروی اُن افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہی ہم مجتہد فیہ سے یہ مراد ہی کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا وہ سجدے سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہی اسی طرح جن امور مین اتفاق ہی اُنمین متابعت بطریق اولی واجب ہی لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہی متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہی جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین کہین تو پانچون مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد و بعدم سنیۃ القنوت فجر بالیقین ہوا اس فعل کے نہ مسنون ہونے کا تو اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت لیعنے اُس صورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک کی تھی پھر اُسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اُسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہوگیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہی و انما تفسد بمخالفتہ فی المفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہی چنانچہ ہمنے اُسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہی شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہی نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہی اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولہا بضعا و اربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے م یعنے چودہ واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸- شارح نے زائد کیے تو کل ۴۲ ہوگئے اور اُنکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہی کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چھو اُن آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھو اُن تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علٰحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوے تو کل تیرہ ۱۳ ہوے چودھوان ۱۴ نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان ۱۵ ترتیب قرارت اور رکوع مین سولھوان ۱۶ ترتیب عدد رکعات مین سترھوان ۱۷ بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان ۱۸ تکبیر قنوت اُنیسوان ۱۹ تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان ۲۰ تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان ۲۱ عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ۲۲ ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر ادا کرنا تیئسوان ۲۳ ترک کرنا تکریر رکوع چوبیسوان ۲۴ ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ۲۵ ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان ۲۶ ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان ۲۷ چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان ۲۸ پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے اُنکو اصول واجبات کہا انتہی و بالبسط اکثر من مائۃ الف اذا خذ ہا بمتبع ۳۰ من ضرب خمسۃ قعدۃ المغرب بتشہد ہا و ترک نقض منہ زیادۃ فیہ او علیہ فی ۸ ۷ کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہوجائیگی اسلیے کہ ایک واجب لیعنے تشہد ۳۰ واجب پیدا کرتا ہی یعنی پانچ واجب مفصلۂ ذیل کے ضرب کرنے سے ۸ ۷ تشہدون مین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شارح

نے کہا ہو کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہو الخ اور وہ پانچ واجب یہ ہین اول قعدہ مغرب دوم اُسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اُسکے کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اُسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۸، تشہدون سے یہ پانچون واجب ضرور ہونے چاہئین اسلیے پانچ کو ۸، مین ضرب کیا ۴۰ ہوے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ مین تین واجب ہین تعدیل اور دونون ہاتھون کا زمین پر رکھنا اور دونون زانو کا رکھنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلے واجبات مین ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہو جاتے ہین اوجب اس رقم کو بقیہ ۴۲ واجبات مین ضرب کروگے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی مناسبت کچھ اوپر ۲۰ فرض مین اور کچھ اوپر ۴۰ واجبات مین واجب ہی یعنے کچھ اوپر ۶۰ جگہ واجب ہی تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ مین ضرب کرو تو ۱۵ لاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہین حالانکہ بھی اور واجب باقی ہین مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قرارت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہونا وغیرہ پس انمین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع یعنے الحصر قبضہ اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہی حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہی کہ لاتعد ولاتحصی ہین تو اُسکو خوب دیکھ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مین اکثر صورتین فرضی اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور اُنکی تلاش سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے ملیغ اتی واجب یستوجب ۳۹۰ واجبا تو جیستان پوچھی جاتی ہی کہ وہ کونسا واجب ہی جو ۳۹۰ واجبون کا مستوجب ہوتا ہی یعنے جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہین ہم جواب اس جیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہی مقتدی کے حق مین بتفصیل مذکورہ بالا وسنتہا اور نماز کی سنتین یہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین ترک السنۃ لایوجب وفسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہی نہ سجدۂ سہو کا بلکہ اساءت یعنے بُرا کرنے کا موجب ہی اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنے اگر ترک سنت نادانستگی مین ہوا تو کچھ بُرائی بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہو گا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہی کہ اگر سنت کو حق بجانب نہ جانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق بجانب نا حقیر سمجھنا ہی وقالوا الاساءۃ دون من الکراہۃ اور فقہانے کہا ہی کہ اساءت کم ہی بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہی یعنے اساءت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہی اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہی اسلیے کہ تلویح مین ہی کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہی اور نہر الفائق مین ہی کہ حکم سنت کا یہ ہی کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنے ترک اولی ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی تم ہی علی ماذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتین بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین للتحریمۃ نے الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہی اُٹھانا دونون ہاتھون کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اُٹھاوے خلاصہ مین ہی کہ اگر ہاتھ نہ اُٹھانے کا عادی ہوگا تو گنا ہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گنا ہگار نہوگا ونشر الاصابع اے ترکہا بحالہا اور سنت ہی تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیون کا یعنے انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پھیلی وان لایطاطئی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہی تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اُسوقت بدعت ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اتمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہی وجہر الامام بالتکبیر بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہی پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اُسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور اسیطرح سنت ہی پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا م طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا

کہ مکروہ اُس صورت مین ہو کہ حاجت زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اُسکے پیچھے ایک صف ہو اور وہ اتنا پیچھا ہو کہ دس صفون مین آواز جاوے تو مکروہ ہوگا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اُسکی نیت صرف لوگون کو خبردار کرنے کی ہوگی تو اُسکی نماز نہوگی اور نہ کسی مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح کبر جو امام کی آواز دوسرے لوگون کو پہونچاتا ہو وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اُسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اُسکی اواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہو دا ما المؤتم والمنفرد فیسمع نفسہ اور مقتدی اور تنہا پڑھنے والا اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنی آپ سُن لے والثناء والتعوذ والتسمیۃ والتامین وکونہن سرًا اور مسنون ہو سبحانک اللھم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سبکا آہستہ ہونا یعنے آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہو اور ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ وَوَضْعُ یَمِیْنِہٖ عَلٰی یَسَارِہٖ وَکَوْنُہٗ تَحْتَ السُّرَّۃِ لِلرِّجَالِ لِقَوْلِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ مِنَ السُّنَّۃِ وَضْعُھَا تَحْتَ السُّرَّۃِ وَلِخَوْفِ اجْتِمَاعِ الدَّمِ فِی رُءُوْسِ الْاَصَابِعِ اور مسنون ہو رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائین پر اور مسنون ہو مردون کو رکھنا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضےٰ کے کہ سنت ہو رکھنا دونون ہاتھون کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف غون جمع ہو جانے کے انگلیون کی پورون مین یعنے حکمت ہاتھون کے کھلے نہ رکھنے مین یہ ہو کہ زیادہ کھڑے رہنے سے انگلیون مین خون نہ اُتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث یستوی قائمًا وَالتَّسْبِیْحُ فِیْہِ ثَلَاثًا وَالصَّاقُ رُکْبَتَیْہِ بِیَدَیْہِ فِی الرُّکُوْعِ وَتَفْرِیْجُ اَصَابِعِہٖ لِلرَّجُلِ وَلَا یُنْدَبُ التَّفْرِیْجُ الْاَ ہِنَاءُ وَالْاِضْمَامُ الْاَفِی السُّجُوْدِ اور مسنون ہو رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہو رکوع سے سر اُٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہو رکوع مین تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنے تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہو اور مسنون ہو دونون گھٹنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون ہو پکڑنا اپنے دونون زانو کا اپنے دونون ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہو پھیلانا اپنی انگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہو کشادہ رکھنا انگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالسًا وکذا تکبیرہ وَالتَّسْبِیْحُ فِیْہِ ثَلَاثًا وَوَضْعُ یَدَیْہِ وَرُکْبَتَیْہِ فِی السُّجُوْدِ اور مسنون ہو سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہو سجدہ سے اُٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہو سجدہ سے اُٹھتے کو اللہ اکبر کہنا اور مسنون ہو سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا اور مسنون ہو دونون ہاتھون اور زانوون کا رکھنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانون کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہو اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہو اور فتوی عدم فرضیت پر ہو اور فتح القدیر مین اُسکو واجب کہا ہو اسوجہ سے کہ مطابق حدیث کے ہو اور اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہو بسبب اُسکے موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عند نا بمجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع یعنے جب انکا رکھنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جائینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونون اعضا کے مکان کی طہارت کا شرط نہونا روایت ضعیف ہو صحیح یہ ہو کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہو جیسے نجاست کا اُٹھانا الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اُسوقت پاک ہونا اُسکی جگہ کا شرط ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا وَافْتِرَاشُ رِجْلِہِ الْیُسْرٰی فِی التَّشَہُّدِ لِلرَّجُلِ اور مسنون ہو بچھانا اپنے بائین پانون کا مرد کے تشہد مین یعنے التحیات پڑھنے مین مرد بائین پانون کو بچھائے وَالْجَلْسَۃُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ اور مسنون ہو بیٹھنا دونون سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اُٹھانا سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اُسمین یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اُٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہو لیکن اگر شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اُٹھانا جدا و وضع یدیہ فیہا علے المختار یہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہو رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانون پر مسنون ہی بسبب توارث کے یعنے اکابر سے اسی طرح پہونچا ہی طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح کمافی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اُس قسم سے ہی کہ متن اور شرح والون نے اُسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اُسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہی کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہی اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اُسکو بیان کردیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پانون کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشہد کے ہی کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللّٰھم صل علی محمد یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللھم صل علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہی ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہی لیکن بحر الرایق مین منقول ہی کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہی تو اس صورت مین شاذ کہنا بلاوجہ ہی کذا فی الشامی والدعاء باستحیل سواله من العباد اور مسنون ہی درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہی اُسکا ذکر فصل آیندہ مین آویگا وبقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات حتے تکبیرۃ القنوت علے قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف ہی بلکہ وہ واجب ہی جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمینہ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا مُنھ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت ہم اور مسنون ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور بہتر کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا اداب اور نماز کے کچھ اداب ہین ترکہ لایوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہوگا موجب ہی اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب وکراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہی ہم نمازین ادب اُسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اُسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اُسکو کہتے ہین جو مؤکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست وبرخاست مین یا نماز چاشت اور اُسکا مقابل سنت ہدی ہی یعنی سنت مؤکدہ جیسے اذان اور جماعت ہی کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی اربنۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی او الثانیۃ تحصیل الخشوع مستحب ہی دیکھنا نمازی کا کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل ہٹے گا تو اُسکی طرف دیکھنا

مستحب رہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب ہے بڑھ کر ہے وَامسَاک فَمِہٖ عِندَ التَّثَاوُب ولو باخذ ثوبہ فان لم یقدر غطاہ بظہر یدہ الیسریٰ وقیل بالیمنیٰ لو قائما والا فالیسرٰی مجتبیا اور مستحب ہے اپنا مُنہ بند کرنا جمائی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت کے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر مُنہ بند نہو سکے تو اُسکو اپنے بائین ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضون نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے اور نہین تو بائین کی پیٹھ سے کذا فی المجتبیٰ وجہ مُنہ کے بند کرنے کی یہ ہے کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے مین داہنا ہاتھ اسلیے کہا تا کہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو ورنہ بائین ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے مین دونون ہاتھون کو حرکت ہوگی اور بعض نسخون مین لفظ شفیتہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونون ہونٹھ کا دبانا جمائی کے دفع کے لیے دانت سے دشوار ہے اسلیے صیغۂ مفرد درست ہے کذا فی الشامی اولکمہ یا مُنہ کو چھپاوے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروہۃ ہاتھ یا آستین سے مُنہ اُسوقت چھپاوے کہ جب بلا مدد ہاتھ اور آستین کے مُنہ نہ بند ہوا سلیے کہ مُنہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر اسطرح نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے مُنہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ فائدہ ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے دل مین سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہوگئی وَاخراجُ کَفَیہِ بِتَمَامِہٖ عِندَ التَّکبِیرِ لِلرَّجُلِ الاَّ لِضَرُورَۃٍ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونون آستینون مین سے دونون ہاتھون کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنی شروع نماز مین مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھون کا مستحب نہین رہتا وَدَفعُ السَّعَالِ مَا استَطَاعَ لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے رفع کرنا کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے لینے جبکہ اس سے حروف پیدا ہون کذا فی العینی تو اُس سے اجتناب کرے وَالقِیَامُ لِلاِمَامِ وَمُؤتَمٌّ حِینَ قِیلَ حَیَّ عَلَی الفَلَاحِ خِلَافًا لِزُفَرَ فَعِندَہٗ حِینَ عَلَی الصَّلٰوۃِ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ اُنکے نزدیک حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی درست نہین بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف یَنتَہِی الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اُسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو لینے صفون کے پیچھے سے اپنی جگہ جانا چاہے تو جس صف مین امام پہونچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول مین وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اُسوقت کھڑے ہون جب اُنکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجدٍ فلا یقفوا حتی تم اقامتہ ظہیریہ جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہون یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ خارج کوفے المسجد الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغۂ نفی دان خارجہ قام کل صفٍ یَنتَہِی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو مین نے بحر الرائق مین نپایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوۃ قبل قد قامت الصلوۃ ولو اخر حتی اتمہا لا بأس بہ اجماعًا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذہب کما فی شرح المجمع للمصنفہ وفی القہستانی مغزیًا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر کی یہانتک کہ موذن نے اقامت تمام کرلی تو اسکا کچھ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع مین اُسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس سے نمازیون پر اشتباہ نہ رہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کرسکیگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قولہ لم یعلم بانی الصلوۃ سن فرائض وسنن اجزاء قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلاً ادا کرتا ہے اسمین فرض کیا افعال ہین اور سنت کیا تو یہ نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر ہو سلف سے منقول چلا آیا ہو وَاِذَا اَرَادَ الشُّرُوْعَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ قَائِمًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لم یقصر شارعا اور اگر نمازی نے اللہ اکبر کہنے سے قصداً تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی مفسد ہین تو اسنے شروع درست نہوگا و یجزم الرا لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم الاذان جزمٌ والاقامۃ جزمٌ والتکبیر جزمٌ نعم و مرفی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہی اور اقامت جزم ہی اور اللہ اکبر کہنا جزم ہی کذا فی المنح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری م اذان جزم ہی یعنے اسکے کلمات کے آخر پر کچھ حرکت نہین حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی وانما یصیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا بہ وحدہ ولا بہا وحدہا بل بہما اور بات یون ہی کہ شروع کرنے والا نیت سے ہوتا ہی اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے م یعنے چونکہ نیت بھی صحت نماز کی شرط ہی اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہی بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ وہم ہوتا ہی کہ شاید صرف نیت کافی ہوا سلیے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا یلزم العاجز عن النطق کاخرس وامی تحریک لسانہ وکذا فی حق القراۃ ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہٗ الا بدلیل فتکفی النیۃ اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرات کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہی زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہوگی م یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرات واجب ہی اور یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنے زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہوا سلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہی لکن ینبغی ان یشترط فیہا القیام وعدم تقدیمہا القیامہا مقام التحریمۃ ولم ارہ لیکن سزاوار یہ ہی کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہی اور مین نے اسکو دیکھا نہین م یعنے چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہی تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بتبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہی کہ تحریمہ کی شرطین یعنے قیام اور متقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونون شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی ثم فی الاشباہ فی قاعدۃ التابع تابع فالمفتی بہ لزوم رفع تکبیرۃ وتلبیۃ لاقراۃ پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہی یہ ہی کہ فتوے پر یہ ہی کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہی اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرات مین م شامی مین محیط سے منقول ہی کہ قرات فرض قطعی ہی اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولے لازم نہو ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ما سابہا مما میہ شحمتی اذنیہ اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے م اللہ اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہی طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہی کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسپر موقوف ہاتھون کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسپر موقوف اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہی کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی ہین کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاۃ لانہا لا تتیقن الا بذلک کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہی محاذات سے جو ظاہر الروایہ اور بعض احادیث مین وارد ہی اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی م یعنے بعض احادیث مین جو حذو اذنیہ آیا ہی یعنے دونون کانون کے برابر ہاتھ اٹھاوے اس سے مراد یہی ہی کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اٹھانا مروی ہی تو وہ اس حالت پر محمول ہی کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ان ہلم نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہی کہ کانیون کو

مونڈھوں کے برابر کرنے سے کانوں کی محاذات انگوٹھوں سے ہوجاتی ہے کذا فی الشامی بتصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا رخ دونوں رخساروں کی طرف کورکھے والمراۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو جیسا کہ بحر الرائق میں ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام میں یعنی رفع یدین میں مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ میں مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اُٹھاوے کہ اُسکی انگلیوں کے سرابر اسکے دونوں شانوں کے ہوجائیں اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اُٹھانے میں مگر اول قول کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے وصحح شروحہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم الخالصۃ لہ تعالےٰ دلو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الٰہ الا اللہ کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالےٰ کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہوں مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول میں ہم نے تعظیم میں خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہوں دعا اور حاجت پر وہ نکل جائیں شامی نے کہا کہ لہ تعالیٰ متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ اُسکے بعد دلو مشترکۃ نہ بنیگا اور صحیح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی بالکبر وکبیر منکراً او معرفاً زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففاً ومثقلاً اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اکبر اور کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف لام کے ساتھ خلاصہ میں کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے ہم کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن یعنی کبیر ہے یعنی ابو یوسفؒ کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہوجائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ اس باب میں صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے کما صحح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری زبان میں کوئی سی زبان ہو وخصہ البرذعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین برذعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اُسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والوں کی عربی ہے اور دری فارسی اور لفظ دری را ہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی ہم محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہیں ہوے اور دری منسوب ہے در کیطرف یعنی دروازہ اور یہ زبان اُن لوگوں کی ہے جو بادشاہی دروازوں پر رہتے ہیں اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے اُن لوگوں کی زبان عربی کے بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان میں شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا نماز کا عربی میں تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ اور اسی خلاف پر ہیں خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رحمہ کے نزدیک اور زبانوں میں خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائیں درست ہیں اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں درست ہیں الطحطاوی نے کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وآل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید وسلم کما علمکم اللہ او کما سلمتم

اسی پر فتوی ہی قلت وجعل المعینی الشروع کالقراءۃ لاسلف لہ فیہ ولاسند یقویہ بل جعلہ فی التاتارخانیۃ کالتلبیۃ تجوز الفاظھا کلھا المتن بجوز بھا الیہ لاہوالیھا فاحفظہ فقد اشتبہ علی الکثیر من القاصرین حتی الشرنبلالی فی کل کتبہ فتنبہ اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرارت کے مانند کیا ہی یعنے غیر زبان مین اُسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہی نہ تو اس باب مین عینی کا کوئی سلف ہی جسنے پیشتر ایسا کہا ہوا ور نہ کوئی سند اُسکے دعوے کو قوت دیتی ہی بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہی کہ غیر زبان مین باتفاق جائز ہی پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا قائل متن تنویر الابصار کے یہ ہی کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہی نہ یہ کہ امام نے صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کرلے کہ بہت سی کم توجہ کرنے والون پر یہ امر مشتبہ ہوگیا ہی یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اُسکی سب کتابون مین مشتبہ ہوگیا ہی سو خبردار ہوجا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کے سب اذکار و تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اُسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرارت کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیر زبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے قرائت کے باب مین صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی اسوجہ سے کہ قرآن ایک خاص عربی منظوم کا نام ہی جو بنقل متواتر ہم تک پہونچا ہی تو فارسی وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نرہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اُسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہی جسنے وہ یہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر اور تعظیم ہی یہ ہر زبان مین حاصل ہوسکتا ہی خصوصیت عربی کی نہین پس عینی نے جو شروع کو قرارت کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہی جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست ہی اور اس متن مین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسی قرارت مین لگائی ہی تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہی نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی بتصرف لایصح ان اذون بہا علی الاصح وان علم انہ اذان ذکرہ الحدادی واعتبر الزیلعی التعارف نہین صحیح ہو اگر اذان دی غیر عربی مین صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانین کہ وہ اذان ہی ذکر کیا ہی اُسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہی یعنے اگر اذان فارسی مین ہو اور لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہی تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہی وہ حاصل نہین ہوا فروع مسائل ملحقہ شارح کے قرر بالفارسیۃ او التوریۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکرا لاقرارت پڑھے فارسی مین یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی مر ہدایہ مین کہا کہ فارسی مین قرارت سے نماز فاسد نہین بلا خلاف البشرطیکہ جسقدر قرارت سے نماز درست ہوجاے اُسقدر عربی مین پڑھی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہی وفی القدیر مین ان دونون قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا تو فاسد ہوجائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرائت سے خالی رہجائیگی اور کسی قدر قرآن اُسکے ساتھ ملالیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق بہ فی البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قرارت پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہی یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہی جیسا فارسی قرارت مین مذکور ہوا لکن نے النہر الا وجہ انہ لافیصد ولا یجزی کالتسبی لیکن نہر الفائق مین ہی کہ موجہ تریہ ہی کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہین کرتی اور نہ قرارت واجب سے کافی ہوتی ہی چنانچہ ہمنے کر کے پڑھنا قرآن کا مثلاً یون کہنا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ کہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو ہم قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قرارت دس ہین تو متواتر سوائتین دس تک ہوسکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون سے خالی ہوگی وہ شاذ ہی نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اُسکے مفسد نہونے کی یہ ہی کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے مین شک ہی تو شک سے نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہین کیونکہ عرف مین قرآن عربی

زبان ہی کو کہتے ہین وتجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہی اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین وہکذا کتب تفسیر کہ تحتہا اور یکروہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ترجمہ مین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اُسکے نیچے لکھنا جائز ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہی اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہی تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہی کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بشوب حاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ واللّٰھم اغفرلی اوذکر ما عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا اُن لفظون سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولاقوۃ الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو یہ طاقت نہین اور جیسے اللھم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس اِن سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللھم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست نہوگا بخلاف اللّٰھم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللھم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے اُن لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللھم بمعنی یا اللہ ہی ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بکفہ والبہامہ ہو المختار اور رکھے مرد لینے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پہنچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہی لینے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیان اُسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علی یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر ہم خنثی اُسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اُسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اُسکا حکم عورتون کا سا ہی اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بعد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اُسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللھم الخ سے فارغ ہوجاے تو ہاتھ باندھ لے ہم کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہی وہو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندھنا سنت ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرارت کی سنت ہی اسلیے ثنا مین اُنکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انگونہ باندھنا اُسوقت تک سنت ہی کہ قرارت شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع وہو ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

حکمی ہاتھوں کا باندھنا سبکی سنت ہی حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ نشست قائم مقام قیام کی ہی لہ قرأ فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثنا وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ ہاتھون کا باندھنا اُس قیام کی سنت ہی جسمین طول ہو اور اسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے پڑھنے کا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھے ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیرون مین کیونکہ ان قیامون مین ذکر مشروع پایا جاتا ہی ہم بسیط خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنے چاہئین کہ وہ بھی ذکر مشروع سے خالی نہین لا کالذی فی قیام متخلل بین رکوع وسجود لعدم القرار ولا بین تکبیرات العیدین لعدم الذکر مالم یطل القیام فیضع سراج نہین مسنون ہی ہاتھ باندھنا رکوع اور سجدہ کے درمیان کے قیام مین بسبب اُسکے زیادہ ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون موجود ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا ولک الحمد کہنا پڑتا ہی مگر چونکہ اس قیام مین طول نہین تو ہاتھ باندھنا مسنون نہین اور نہین مسنون عیدین کی تکبیرون مین ہاتھون کا باندھنا بسبب نہچنے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہ دے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج الوہاجی وظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ صلوٰۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھون کا باندھنا مسنون ہو اسوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون دونون ہین وقراءۃ اکبر سبحانک اللہم تارکا وجل ثناءک الا فی الجنازۃ مقتصر اعلیہ فلا یضم وجہت وجہی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے بجز تکبیر کہنے کے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک بکلمہ وجل ثناءک چھوڑ کر یعنی بعد تعالی جدک کے وجل ثناءک تک کے سوائے نماز جنازہ کے کہ اسمین اُس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون ہی درحالیکہ اکتفا کرنیوالا ہو اسی ثنا پر یعنے اسمین وجہت وجہی الخ نہ ملاوے بجز نماز نفل کے کہ اسمین اُسکا ملانا ثنا کے ساتھ جائز ہی اور نماز فاسد نہین ہوتی صحیح تر قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنے مین پہلا ہون سب مسلمانون کا مع منیہ مین کہا کہ اگر جل ثناءک بھی کہیگا تو نماز مین کچھ حرج نہوگا اور وجہت وجہی پوری اسطرح ہی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اسکو نفل نماز مین ثنا کے ساتھ ملانے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہی کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہ لے اور اصح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہی کہ نماز فاسد ہوجاتی ہی اسلیے کہ انا اول المسلمین اُسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہی بحر الرائق من کہا کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑھا جانا ثابت ہی تو مفسد نماز نہین ہوسکتا علاوہ اسکے جھوٹ اُسوقت ہوگا کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہی تو جھوٹ کیسے ہوگا کذا فی الشامی ملتقطا الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء کان مسبوقا او مدرکا وسواء کان امامیہ بحرا القراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہا فی الاصح عن الصغری ادرک الامام فی القیام ثنی مالم یرد بالقراءۃ تکبیر تحریمہ کہتے ہی ثنا پڑھے مگر جب امام قرارت پڑھنے لگا ہو تو اُسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہوجانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہوا ور برابر ہی کہ اُسکا امام قرارت پکار کر پڑھتا ہو یا نہین اسلیے کہ نہر الفائق مین صغری سے منقول ہی کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرارت شروع نکی ہو طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت مین قرارت شروع کرے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہی اسلیے شارح نے متن کی عبارت کو قول صحیح کیطرف پھیر دیا وقیل فی الخافیۃ ثنی اور بعضون نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت مین ثنا پڑھ لے مع حلبی نے اس قول کے ضعیف کی وجہ یہ بیان کی ہی کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قرارت ساقط ہوگئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہی بطریق اولی ساقط ہونی چاہیے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا ان اکبر رایہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھکر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھ لے طحطاوی نے شرنبلالی سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہکے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ مین شریک ہو اور یہی حال قعدہ کا ہی وکما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جب ہی کہ دعا شروع یعنے ثنا کی پڑھ چکے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کی لفظ سے بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا مین اور اسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکھا ہی سراً قیدا للاستفتاح ایضا فہو کالتنازع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثنا پڑھنے کی بھی قید ہی یعنے دونون کو آہستہ پڑھے

تو یہ لفظ مثل متنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم میں تنازع کرتے ہیں فاعل اور مفعول ہونے میں ویسے لفظ سراو دعلون تعوذ اور قرأ کے بعد دونوں کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نکہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال میں نہیں ہوتا اور سرا یہاں حال ہی یا مفعول مطلق فعل محذوف کا لقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قبل الکما الہا تعوذ وینبغی ان یستانفا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قرأت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا یاد آنا یا دپڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یوں کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے م شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ میں مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ قرأت کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہی پس تحقیق اس باب میں وہ ہی ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر میں بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرأت شروع کر دی اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنیکا موقع جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ ای لایس فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے اُستاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنے اعوذ پڑھنا اسکو مسنون نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرأت قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند قیامہ لقضاء ما فاتہ لقراءۃ لا المقتدی لعدم ما پس اعوذ پڑھے مسبوق جسوقت کھڑا ہوا اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اُسکو باقی نماز میں قرأت پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرأت کے ویؤخر الامام المتعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیروں سے پیچھے پڑھے بوجہ قرأت پڑھنے کے بعد تکبیروں کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرأت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو اُنکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا چاہیے اس صورت میں تکبیروں سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ میں اسکو اصح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ وکافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی اور شرح منیہ میں کہا کہ اسکو ہم لیتے ہیں کذا فی الشامی ولا تعوذ ولا تسمی غیر المؤدم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ ووضوء سراً فی اوّل کل رکعۃ وجہراً فی الاولیین اور بغیر اعوذ پڑھنے کے غیر مقتدی یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو میں مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہیں بسم اللہ کے ہر رکعت کے شروع میں آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو م غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرأت نہیں پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع میں اسلیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہوا اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز میں نہ جہری میں حالانکہ یہ قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقاً ولو سرتہ ولا تکرہ اتفاقاً نہیں مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان میں مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہیں مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق م شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی میں تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححہ الزاہدی من وجوبہا ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع میں تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق میں ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب کے ہی جو متون اور شروح اور فتاوی میں مذکور ہوا اور نہر الفائق میں کہا کہ حق یہ ہی کہ دونوں قول مرجح ہیں وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلما انزلت للفصل بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن میں سے اُتری ہی سورتوں میں جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع میں ترک کے لیے مذکور ہی فما فی الشمل بعض آیۃ اجماعاً تو جو سورہ نمل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا وانی مسلمین پر ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جزء نہیں اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول میں م شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تا کہ حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اُسنے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جزء ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہیں تو اُنکے خلاف وقع کر تکبیر فی الاصح کہنا ففہا کا دستور نہیں فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بہا احتیاطاً پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہیں جائز ہی صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے م شامی نے کہا کہ احتیاط دونوں مسئلوں کی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآنیں اُسکا جز معلوم ہوتی ہی

اسلیے احتیاطاً اسکا پڑھنا جب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اُسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اُسکا مشکوک ٹھہرا اسلیے احتیاط اسمین ہوئی کہ اس سے نماز جائز نہو کیونکہ فرضیت قرارت یقینی ہی وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہوگی ولم یکفر جاحد بالشبہۃ اختلاف مالک فیہا اور بسم اللہ کا منکر کافر نہین اسوجہ سے کہ اُسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہی یعنی اس شبہہ سے قطعی قرآن نرہا کہ اُسکا منکر کافر ہوتا وکما سمی قرأ المصلی لوامامًا او منفردًا الفاتحۃ اور بسم اللہ پڑھتے ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرأ بعد ما وجوبًا سورۃ او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او الایتان تعدل ثلث آیات قصارٍ اتفت کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی والا تنفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ قرآن کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چھوٹی آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہوجائیگی ذکر کیا ہی اُسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہوگی مگر مسنون قرأت سے م سورۃ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورہ کا پڑھنا ہی اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا تب بھی کراہت نہین اور قرأت مسنون یہ ہی کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی واسّٰن بمدٍ او قصر وامالۃ اور آمین کے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ہم آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین ہی اور قصر کے ساتھ آمین بروزن قرین ہی اور امالہ کے ساتھ ایمین بروزن بے کین ہی ان تینون طرح سے کہنا جائز ہی ولا تفسد بمدّ مع تشدید او حذف یا بل بقصر مع احدہما او بہما وہذا مما تفردت بتحریرہ اور نماز فاسد نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف سی کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہی قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور مد سے دونون کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہی کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نے نہین بیان کی م حاصل یہ ہی کہ آمین کی آٹھ صورتین شارح نے بیان کی پانچ سے نماز فاسد نہین ہوتی اور تین سے فاسد ہوجاتی ہی جنسے نہین ہوتی انمین سے تین تو اوپر بیان کردین مع اُنکے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمین بروزن ضالین پانچوین صورت الف کو ممدہ پڑھنا اور سی کو دور کردینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچون صورتون مین نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ قرآن مین یہ الفاظ یعنے امین اور آمین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہی اور تین صورتین نماز کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف سی یعنے امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف دونون کے ساتھ یعنے آمّن یہ الفاظ قرآن مین نہین ہین اسلیے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہگئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا مع تشدید اور حذف دونون کے یعنے آمّن تو اگر شارح یون کہتا او بدأ او بقصر معہما تو سب آجاتے الامام سرًا کما موم ومنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سُنے گو خود جیسے مقتدی سے یا بواسطہ سُنے مثل جمعہ اور عید مین یعنے انبوہ کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلاواسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سُنے م امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام ومقتدی دونون پکار کر کہین اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہا مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سُنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امّن الامام فامّنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل بحصول تمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث مین آیا ہی کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا فرشتون کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اُسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیون کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہی اسلیے امام سے سننے پر موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہین سو جسکی آمین موافق ہوگی فرشتون کی آمین کے اُسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اِس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی م یعنے صحیحین کی حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہی کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہین حالانکہ یہ حدیث کے

مخالف ہی تو شارح اسکا جواب دیتا ہو کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہی یعنے جگہ آمین کہنے کی مقرر کردی ہی بدلیل دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہی کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام کے سننے پر موقوف نہین بلکہ الحمد کی تمامی معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطاً ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرارت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہی کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہون ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ الرکوع کے اللہ اکبر مین یعنی آخر حرف قرارت کو لام اللہ اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلاً سورہ انشرح کا خاتمہ فاغنب پر ہی تو اگر اسکی ب کو اللہ اکبر مین زیر سے ملا کر پڑہیگا تو مکروہ نہوگا مقدمہ شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب مین تفصیل ذکر کی ہی کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلاً کبیرۃ تکبیر آ تو ایسی صورتین ملانا بہتر ہی ورنہ جدا کرنا بہتر ہی جیسے سورہ کو ثر کا اخیر کہ اُسکو ملانا بہتر نہین ولو بقی حرف او کلمۃ قائمہ حالۃ الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قرارت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اُسکو جھکنے کی حالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی کہ سب قرارت کو پوری کرکے رکوع کرے ویضع یدیہ معتمداً بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونون ہاتھون کو دونون زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلا دے تمکن کے لیے یعنی تاکہ گھٹنون کو اچھی طرح پکڑنیکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھون کا رکھنا اور اُنکے گھٹنون کا پکڑنا اور انگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہی ویلین ان یلصق کعبیہ ویصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی رأسہ بعجزہ غیر رافع ولا منکسہ راسہ اور مسنون ہی رکوع مین اپنے دونون ٹخنون کا ملانا اور دونون پنڈلیون کا سیدھا کھڑا کرنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے اُبھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا کہ پنڈلیون کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہی اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یلین کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ سنتون کو شامل ہوتا اور یہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تھوڑا جھکین اور انگلیان نہ پھیلا دین بلکہ ملی رکھین اور ہاتھ گھٹنون پر رکھین یعنے پکڑنا انکو مسنون نہین اور اپنے گھٹنون کو جھکا لین اور بازوون کو علیحدہ رکھین ویسبح فیہ ثلاثا ظہیریہ وادنٰی تسبیحۃ واحدۃ وادنٰی الکمال عشر تسبیحات وفی الخلاصۃ ادنٰی الکمال سبع وفی الخانیۃ ادنٰی الکمال ثلاث وفی الجوہرۃ ادنٰی الکمال تسبیحۃ واحدۃ وادنٰی التمام ثلاث وفی الحلیۃ ادنٰی الکمال ثلاث وادنٰی التمام خمس وادنٰی الوسط سبع وادنٰی الاکمل عشر وفی الخلاصۃ ادنٰی الکمال سبع وفی الخانیۃ ادنٰی الکمال ثلاث وفی الجوہرۃ ادنٰی الکمال تسبیحۃ واحدۃ وادنٰی التمام ثلاث وفی الحلیۃ ادنٰی الکمال ثلاث وادنٰی التمام خمس وادنٰی الوسط سبع وادنٰی الاکمل عشر اور رکوع مین تین بار تسبیح کہے اور کمتر تسبیح تین بار ہی پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہی اور جلسی بھی وجب کیطرف مائل ہی تو تسبیح ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ او ادراک الباقی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہی رکوع یا قرارت کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین ملجاے یعنے اگر امام اُسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اس صورتین طول اتفاقی ہی کہ دوسرے مقتدیون پر بار نہو اور لفظ لاباس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہی ولو اراد التقرب الی اللہ تعالٰی لم یکرہ اتفاقاً لکنہ نادر وتسمّٰی مسئلۃ الریاء فینبغی التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرارت یا رکوع سے صرف اللہ تعالٰی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی نیت ہونی نکیاب ہی اور یہ مسئلہ مسمّٰی بہ مسئلہ نمود ہی تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان ہذا یبتنی علٰی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ کو رفع الامام رأسہ من الرکوع والسجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا علیہ فیہ ودوا لیصیر ذلک کالعین اور جان کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہی کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اُٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہی یعنی جسقدر تسبیح رہگئی ہو اُسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اُٹھالے اور اسی طرح حکم ہی اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر اُٹھالیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہی یعنی پھر سے رکوع مین چلا جاے اگر بجائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دوبارہ رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہی نہ جداگانہ مستقل کذا فی البحر بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل تمہ لو جوبہ ولو لم یتم جاز بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اُٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

تمام کرے بسبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نکریگا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا تو جائز ہوگا باوجود یکہ جسنے التحیات واجب ہی متابعت بھی واجب ہی تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسرے کا کرنا بلا کراہت درست ہوگا کذا فی الطحطاوی مگر حلبی نے کہا کہ نماز درست ہوگی مگر کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل جاتی رہیگی بلکہ اسمین تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت ہوجائیگا اور پوری تقریر شامی مین ہی ولو سلم والمؤتم فی ادعیۃ التشہد تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہ غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی دعائین پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ وہ مسنون ہین واجب نہین کہ انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہین لینے دعائین پڑھتے رہجاتے ہین امام کے ساتھ سلام نہین پھیرتے سنت کے لیے واجب ہین تاخیر کرتے ہین شامی نے کہا کہ دعاین درود بھی داخل ہی ثم یرفع راسہ من رکوعہ مستویا ثم رکوع سے اپنا سر اٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوئے نہ سیدھا ہو کر فی الولوالجیۃ لو ابدل النون لاما تفسد ولو الجیم ین ہی کہ اگر نون کو لام سے بدلا کریگا یعنی لمن حمدہ کی جگہ لمل حمدہ کہیگا تو فاسد ہوگی اسلیے کہ بمعنی لفظ ہوگیا شامی نے کہا کہ منیۃ المصلی مین ہی کہ غالبا فاسد نہوگی حلبی شارح منیہ نے کہا کہ اسکا حکم تو تلے آدمی کا سا ہی یعنے اگر قادر نہوگا صحیح کہنے پر تو فاسد نہوگی وہل یقف بجزم او تحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہ پر جزم یا حرکت سے اسمین دو قول ہین یعنی جو لوگ اس ہ کو سکوت کے لیے کہتے ہین وہ جزم پر وقف کرتے ہین اور جو ضمیر کہتے ہین وہ ضمہ شباع کے ساتھ کہتے ہین کذا فی الشامی ویکتفی بہ الامام وقالا یضم التحمید سرا ویکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ اسمین ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملاوے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ حدیث مین وارد ہوا ہی کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو و افضلہ اللہم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللہم فقط اور تحمید کے کلمات مین سے افضل اللہم ربنا ولک الحمد ہی پھر حذف کرنا واو کا یعنے اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت یہ ہی کہ اللہم اور واو دونون محذوف ہون یعنے ربنا لک الحمد واو مین اختلاف ہی بعض زائد کہتے ہین اور بعض واو عطف و جمع بینہما لو منفردا اعلے احمد تسمیع رافعا وبحمد مستویا اور ان دونون کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر ویقیم مستویا لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ سے کہ پیشتر گذری کہ یہ قیام سنت ہی یا واجب یا فرض یعنی سنت ہی بقول طرفین اور واجب ہی بوجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہی بقول امام ابو یوسف رح کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویسجد واضعا کبتیہ والانملۃ من الاصابع ثم یدیہ الاعذر ثم وجہہ مقدما انفہ لما مر بین کفیہ مبتدرا الاخر الرکبۃ باذلہا ضاما اصابع یدیہ متوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور سجدہ کرے اسطرح کہ اپنے دونون گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہین پھر اپنے دونون ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنون سے تو مضائقہ نہین پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک ہی اسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہی پیشانی کو رکھے دونون ہتھیلیون کے بیچ مین ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانون کی لو کے برابر ہو جائین واسطے اعتبار کرنے کمت کے آخر کے اسکے اول پر یعنے جیسے شروع رکعت اول مین تحریمہ کے وقت سر دونون ہتھیلیون کے بیچ مین تھا آخر مین بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتون کو اول پر قیاس کرلیا جسمین تحریمہ ہی اور اپنے ہاتھون کی انگلیون کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہین وعکس کرے سجدہ سے اٹھنے مین یعنی سجدہ سے سر اٹھانے مین اول پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بالفتح ای علی ما صلب منہ وجہتہ حد ما طال من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی الثغر اور سجدہ کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ مین اکتفا کریگا تو جائز نہوگا بالاتفاق اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول مین ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض مین دونون بھوؤن سے لیکر کھوپڑی تک اور بعضون نے حد

پیشانی کی یہ لکھی ہو کہ بھوؤن کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور یہ حد وضع ترہی کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہی اور بعضون نے کہا فرض ہی جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہی اگرچہ قلیل ہو ہم اسمین اختلاف ہی کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہی یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہی مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہی مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہی کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہی اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے منع کیا ہی ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہی رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہی کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اُسکی تنقیح کی ہی وفیہ یفترض وضع ہما بع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہی کہ فرض ہی پانؤن کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونون پانؤن زمین سے اُٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اُٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہی اور برجندی اور قہستانی مین ہی کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہی اور اس سنت کا ترک مکروہ ہی کما یکرہ تنزیہا بکوعامۃ الامعذور وان صح عند البعض بشرط کونہ علی جہتہ کلہا او بعضہا کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہی سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہی بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہی یعنی اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اُسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہی نہ یہ کہ سر پر کے پیچ پر ہو اسلیے کہ اُسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہی اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ یقتصر ای ولم تصب الارض جہتہ ولا النقہ علی القول بہ لاصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اُسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو نہ اُسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اُس قول کے موجب کہ ناک پر اکتفا درست ہی سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہی تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا وبشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہ شرط ہی کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین ہم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہی کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل قوبہ صح لو المکان الملبوط علیہ ذلک طاہرا والا لا لم یجد سجودہ علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا پھیلا ہی وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہی گو دوبارہ پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اُسکے مخالف ہی اور یہ جو فرق کیا گیا ہی کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہی اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہی تو یہ وجہ بعید ہی کذا حکم کل متصل ولو بعضہ کفذہ فی الاصح وفخذہ ولو بعذر لا رکبتیہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسی طرح حکم ہی ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اُسپر سجدہ صحیح ہی بشرطیکہ اُسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اُسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اسکی ران اگر کسی عذر سے ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہی سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہی کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہی یعنے عذر سے اُسپر سجدہ درست ہی اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب اور حصاۃ او حر او برد لا نہ ترفع اور مکروہ ہی بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل متکبرہی

شامی نے کہا کہ اگر بقصد تکبر بچھائیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا والّا لیکن ترفعا فاذا لم یخف ادی لا باس یہ قیدہ تنزیہا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچھانا بقصد تکبر نہو تو اگر مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نہ ڈرے تو کچھ ضائقہ نہین اور اس صورت مین بچھانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا وفی الزیلعی ان دفع السراب عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور زیلعی مین ہی کہ اگر بچھانا واسطے دور کرنے مٹی کے ہو اپنے چہرہ سے تو مکروہ ہی اسلیے کہ علامت تکبر کی ہی اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرنے کو ہو تو مکروہ نہین کہ مال کی حفاظت ہی وصحح الحلبی عدم کراہتہ لبسط الخرقۃ اور حلبی نے تصحیح کی ہی نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے وہم یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح مین آچکا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم رح سے مروی ہی کہ جب وہ مسجد حرام مین آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کمان کا ہی اُسنے کہا کہ خوارزم کا آپ نے فرمایا کہ کیا خوب مجھی سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو کیا تم چٹائیون پر نماز نہین پڑھتے اسنے کہا کہ پڑھتے تو ہین آپ نے فرمایا کہ گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرضکہ زمین پر یا بچھی ہوئی چیز پر سجدہ مین بالاجماع کراہت نہین ہو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط القبا رجل کتفہ تحت قدمیہ وسجد علے ذیلہ لانہ اقرب للتواضع اور اگر نماز کے لیے قبا کو بچھاوے تو اسکے شانون کو اپنے پاؤن کے نیچے کرے اور سجدہ اُسکے دامن پر کرے اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہی اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہی کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا بہت ڈالا کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر رجل ہو قیدٌ احترازیٌ لم یرہ مفصل صلوتہ التی ہو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے سجدہ کرے پشت پر پڑھنے والے اُسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہی اُسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہی یا نہین اسکا حکم مین نے نہین دیکھا الطحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہی کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانون پر درست ہی یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہی وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اُسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہو مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہی تو صحیح رانون مین دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرطوا فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرطوا فی المجتبی سجود المسجود علیہ علے الارض فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہی کفایہ مین سجدہ کرنے والے کے دونون گھٹنون کا ہونا زمین پر اور مجتبی مین شرط کیا ہی سجدہ کرنا اُس شخص کا زمین پر جسپر سجدہ کیا جاوے تو کل شرطین جواز سجدہ کی پانچ ہوئین یعنی اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ کیے گئے کا ایک نماز مین شریک ہونا چہارم سجدہ کرنے والے کے گھٹنون کا زمین پر ہونا پانچوین مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علے ظہر الثالث ودعلی ظہر غیر المصلی بل علی طہر کل ماکول بل علی غیر ظہر کالفخذین للضرر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہی گو دوسرا شخص تیسری کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھتے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلاً اپنی دونون رانون پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہی غرضکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہی اور قہستانی نے جلابی سے نقل کیا ہی کہ مستحب یہ ہی کہ نماز مین تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اُس صورت مین ممکن ہی کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار لبنتین منضودتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لرحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدمون کی جگہ کی نسبت کہ دو کھڑی اینٹون کی برابر اونچی ہو تو اُسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث سے چنانچہ مذکور ہوا کہ انبوہ کی حالت مین پشت پر سجدہ درست ہی حالانکہ پشت دو اینٹون کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہی المراد لبنۃ بخاری وہی سبع اصابع عرض ستۃ اصابع فمقدار ارتفاعہا النصف ذراع تتمۃ عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ہی یعنے چوڑائی ایک ہاتھ کی کچھ

انگشت ہوتی ہو تو مقدار دونون کی اُنچائی کی نصف ہاتھ ہو یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہو اُسکو جلبی نے نم یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہو متوسط
ہاتھ سے ویظہر عضدیہ فی غیر رخصۃ ویباعد بطنہ عن فخذیہ لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اشتمارہم حتے تکلم مجدد واحد اور
ظاہر کرے اپنے دونون بازون کو بدون ازدحام ہونے کی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون رانون سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاے
یعنے ایک کو دوسرے پر سہارا نہ دے بخلاف صفون کے کہ اُنکے اندر اپنے بازو چمٹاے رکھے علیحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک
ہو جانا ہو یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازون کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہو ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ ویکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پاؤن کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کیطرف اور مکروہ تنزیہی ہو اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہو
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہو اگر ایک پاؤن کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اُٹھا لیا م طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر ایہ کراہت تحریمی ہو اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہو تو اُسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا وبسبح فیہ ثلاثا کما مر اور تسبیح پڑھے لینے سبحان ربی الاعلی کے
سجدہ مین تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمراۃ تنخفض فلا تبدی
عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحر سنافی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے
بازؤن کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہو اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکھا ہو کہ عورت
مرد کے مخالف ہو پچیس ۲۵ باتون مین م شامی مین اُن مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہو اگر عورت تحریمہ مین ہاتھ اُٹھاوے
اپنے شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵
رکوع مین تھوڑا جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہ دے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھے
انگلیان پکڑے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکا لے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی اُسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین
اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پاؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی
مرد نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردون کی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہو ۱۸ عورتون کی جماعت مین
امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھ کر ۱۹ مکروہ ہو اُسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہین لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت
کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہی اُنکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہو کہ عورت پاؤن کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ
کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہو ورنہ عورت بہت سے مسائل
مین مردون سے علیحدہ ہو جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہو ثم یرفع رأسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع
کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اُٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہو سر اُٹھانے مین کراہت تحریمی کے
ساتھ نہایت کم سر اُٹھانا جسپر نام اُٹھانے کا بولا جاے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہو محیط مین اتنا اُٹھانا کافی ہو بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنے کے
ساتھ مثل تمام ارکان کے جنمین ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اُٹھانا رکن ہو اُنکے نزدیک بھی سب رکن پالے جائینگے بل لو
سجد علی موضع جبہتہ فی الاصح بلا رفع صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اُٹھانیکے تو صحیح ہو

یعنے کراہت تحریمی کے ساتھ وصحح فی الہدایۃ انہ کان اے المفتود اقرب صح والا لاور جحہ فی النہر والشرنبلالیۃ اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہو کہ سر اُٹھانے مین اگر نمازی بیٹھنے کے قریب ہو جائیگا تب تو سر اُٹھانا صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہو ثم السجدۃ الصلوٰتیۃ تتم بالرفع عند محمد وعلیہ الفتوی پھر نماز کا سجدہ پورا ہوتا ہی سر اُٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا ہوجاتا ہی فقط سر رکھنے سے تو اگر سجدہ مین کوئی بے وضو ہوجاے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کا اعادہ اُسپر چاہیے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ رکن پورا ہوگیا اُسکا اعادہ نہین چاہیے کذا فی الطحطاوی کالتلاوۃ اتفاقا جمع جیسے سجدۂ تلاوت سر اُٹھانے سے پورا ہوتا ہی بالاتفاق امام وصاحبین کے کذا فی الجمع طحطاوی نے کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدۂ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیون نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون ہوجاتا ہی

ویجلس بین السجدتین مطمئنا لما مر ویضع یدیہ علی فخذیہ کالتشہد منیۃ المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے اُس دلیل کے باعث کہ مذکور ہوچکی یعنے یہ جلسہ یا سنت ہی یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات مین رکھتے ہین کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لایاتی فی رکوعہ وسجودہ لغیر التسبیح علی المذہب وما ورد محمول علی النفل اور دونون سجدون کے درمیان نہین کوئی ذکر مسنون نہین اور اسیطرح رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہین اور اسیطرح اپنے رکوع اور سجدہ مین تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب مذہب کے اور جو ذکر یا دعائین کہ اُن مواضع مین وارد ہین وہ نفل نماز پر محمول ہین ہم دعا دونون سجدون کے درمیان ابو داؤد کی حدیث مین یہ وارد ہی اللّٰھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہی اللّٰھم ربنا لک الحمد ملأ السموات وملأ الارض وملأ ما بینہما وملأ ما شئت من شئی بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد روایت کیا ہی اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللّٰھم لک رکعت ولک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث مین دعا سجدہ کو روایت کیا ہی کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللّٰھم لک سجدت ولک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہی کہ یہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلون مین پڑھا کرتے تھے تو نفل نمازین یہ دعائین مستحب ہین نہ فرض مین شامی نے علیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہین گو مشائخ نے اسکی تصریح نہین کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہین اور قرارت التسبیح اور تکبیر اور فرضون اور نفلون مین یکسان ہی ہین تو یہ دعائین اگر یکسان ہین تو کیا حرج ہی ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض علی صدور قدمیہ بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا بأس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہکے اُٹھنے کے لیے اپنے دونون ہاتھون کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دینے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا بھی ہوسکتا ہی لیکن یہان یہ خلل ہی کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہی ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہی اُٹھنے کے وقت اپنا ایک پاؤن آگے بڑھانا والرکبۃ الثانیۃ کالاولی فیما ذکر غیر انہ لایاتی بثناء ولا تعوذ فیما اقدم شیء عالاخرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہی اُن باتون مین جو گذر گئین یعنے ارکان اور واجبات اور سنن مین دونون یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار شروع ہوے ہین ولایمر مرفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد بعد السعی اور مسنون نہین تکبیر کے ساتھ اٹھانا اپنے دونون ہاتھون کا مگر سات جگہ مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہی اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہین ہم نے یہین حدیث مین سات جگہ مذکور ہی اور کلام مصنف و نظم آیندہ مین آٹھ شمار کیے ہین اسلیے شارح نے دونون مین مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث مین ایک فرمایا ہی اسلیے سات جگہ ہوئین اور مصنف و ناظم

نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہو اور سنت مین موکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہی سنت موکدہ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید وفی سنۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات تین نماز مین ہین یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید کی تکبیرون کے لیے اور پانچ حج مین ہین یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمرون پر کنکر مارنے کے وقت وجمعہا علی ہذا الترتیب بالنثر فقس صحیح وبالنظم لابن الفصیح ع فتح قنوت عید استلم الصفا بمع مروۃ عرفات والجمرات - اور جمع کرتا ہی ان مواضع کو اس ترتیب مذکور پر نثر مین یہ کلمہ فقس صحیح یعنے آٹھ حرف ہین جنمین سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہی مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان جگہون کو ابن فصیح کا شعر جامع ہی فتح یعنے شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بخذاء اذنیہ کالتحریۃ فی الثلثۃ الاول وامامی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہا نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھون کا اٹھانا اول کے تین مقامون مین یعنے تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنے دونون کانون کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور درمیانی جمرون کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اٹھاوے اور ہاتھون کے اندر کیطرف یعنی ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کیطرف اور کنکر مارنے مین کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہی گو تین مقامون مین وہ بھی داخل ہی اور جمرۂ اولی اور وسطی کو اسلیے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیرہ کے پاس دعا نہین اسلیے کہ دعا اسی کنکر مارنے کے بعد ہی جسکے بعد کنکر مارنا ہی کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات فیرفعہما کالداعی والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین ہاتھون کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا اٹھانا اور مینھ کی طلب مین ہاتھ اٹھانا مستحب ہی فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونون ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کیطرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہی یعنے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہی ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہی تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جسسے دعا مانگتے ہین وہ اوپر کی جانب ہی کذا فی الطحطاوی اور دونون ہاتھون مین دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحۃ اعتد بہا وکفی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہی یعنے ایک طریق دعا کا دعا تضرع مین جو آگے آتا ہی اسمین خنصر اور بنصر کا بند نکرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ نکرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہی اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والسبع لبعدہ علی وجہ سنتہ فی الاصح شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھون کا اپنے مُنھ پر پھیر لینا سنت ہی صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رہبۃ یفعل کما مر ودعاء رغبۃ یجعل ظہر کفیہ لوجہہ کالمستغیث من الارض ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ دعاء الخفیۃ ما یفضلہ قالہ فی النہر اور بحر الرائق کے باب الوتر مین ہی کہ دعا چار طرح کی ہی اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاے رغبت مین کرے چنانچہ گذرا یعنی ہاتھون کو آسمان کیطرف پھیلاوے دوسری دعاے رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا سو ہتھیلیون کی پشت اپنے مُنھ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہی شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ ہی اور یہی صواب ہی شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہگیا انتہی اسلیے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ کیا تیسری دعا تضرع ہی کہ اسمین کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الٰہی مین تیرا بندہ عاجز و مسکین ذلیل و حقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا بوشیدہ ہی جو اپنے دلمین دعا مانگے یعنے اس دعا مین ہاتھ اٹھانا نہین اسلیے کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہی تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا فی الشامی وبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسری فیجلس علیہا بین الیتیہ ویلصق عقبہ الیمنی ویوجہہا بعقبہ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونون سجدون سے سر اٹھا بایان پانون بچھاوے اور اسکو اپنے دونون سرین کے تلے کرے اور سر بیٹھ جاوے اور داہنے پانون کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیون کی کڑے پانون قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہی فرض اور نفل مین

ہم جلبی مین قہستانی سے منقول ہی کہ پچھے پانون کی انگلیون کو بھی حتے الوسع قبلہ رخ رکھے جسقدر ہوسکین اور نفل مین مسنون ہونیکی قید اسلیئے لگائی کہ امین ضعیف قول یہ ہی کہ جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسیرہ علی الیسری ویبسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا ما علا اطرافہا عند رکبتیہ ولا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتوجہ القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلا وے اپنی انگلیان ہاتھون کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرے انگلیون کے سرے دونون گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہی اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیان سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین نہین کیطرف متوجہ ہو جائینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہی مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن البحر ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام جد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ للامام بل فی متن درر البحار شرح غرر الاذکار المفتی بہ عند نا انہ یشیر بالسبابۃ کلما اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ سے انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون مین ہی مگر قول معتمد وہ ہی جسکی تصحیح کی ہی شارحین نے خصوص متاخرین جیسے کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور انکے سوا اور دون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہی ان لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف بلکہ در بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہی کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھکر کرم شامی نے کہا کہ در بحار اور اسکی شرح سے یہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصریح ہی کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہی سبابہ سے تین کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہی امام اعظم اور محمد رح کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہی خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی قول ہین ایک یہ کہ تمام تحیات مین اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو تین کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہی منجملہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہی اور ہمارے تینون اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہی اور یہ جو شارح نے لکھا ہی کہ کھلی انگلیان رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام مین یہی رواج ہو رہا ہی تو مین نے کسی کو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلون اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو جسپر جمہور علما ہین عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی تین کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان الصحیح انہ یشیر مسبحۃ وحدہا یرفعہا عند النہی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ صحیح یہ ہی کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونون سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح نہونے کی یہ وجہ ہی کہ اشارہ نکرنا خلاف ہی عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلیے کہا کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت تین کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا اور اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہی بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہی یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہی اس نفی و اثبات کے موافق ہو جاتا ہی جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہی اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلا عمدہ ہی اور اشارہ کا نہ کرنا اسکے خلاف پڑتا ہی اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہی کہ امام محمد نے موطا اور کتاب شیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابویوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام اشارہ پر متفق ہوگئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہوگیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کر کے اشارہ نکرے تو وہ قطعاً تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ وہ سنت ہے ہم علامہ نجم الدین ہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہیں روایتیں ہمارے تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور اسیطرح معدن شرح کنز میں ہے ولیقرأ التشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ وجوبا کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام بالخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب جیسا کہ بحث کیا ہے اسکو بحر الرائق میں لیکن کلام اور وں کا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اس تشہد کے مستحب ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے میں ہے اور اسیکے مثل ہے مجمع الانہر میں ہم التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے دو شہادتوں پر اور عبدہ ورسولہ کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر کسکے حواشی میں خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن خیر معین واجب ہے خاص اور نہر الفائق میں ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتروں میں دعا قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہیں اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر التحیات میں کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہیں اسنے تجاوز نچاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا والتقیید بالفاظ التشہد حانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے اُنکے معنی جو بطور انشا کے نماز کو مقصود ہوں یعنی اُنکا ایجاد اُسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اُس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی میں ہم یعنی جو قصہ معراج میں واقع ہوا تھا اسکی حکایت کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوئے تو آپکو یہ کلمے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات یعنی جیسے کوئی بادشاہوں کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کیں جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تم پر ہو اے نبی اور رحمت اور برکتیں اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضائے جود کریمانہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بے بہرہ نرہیں عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خاص ہم سب پر اور اللہ تعالی کے نیک بندوں پر ہو علینا میں سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت اہتمام سے محروم نرہے لنعم ما قیل ؎ پیغمبر دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان پناہ ۔ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ۔ جب ملائکہ مقربین نے یہ جود وکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مدنظر نکرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالی کی حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین للحکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود مخصوص یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے چنانچہ مترجم نے جو قصہ مذکور کیا اُس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول فیہ اذا قال رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے اذا قال رسول اللہ یعنی جب اے ان محمدا عبدہ ورسولہ کے اسنے رسول اللہ کہتے تھے ہم نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگوں سے مگر جافظ ابن حجر نے اسکو رد کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہیں کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر میں ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری میں سلمۃ بن الاکوع کی حدیث میں بھی مذکور ہے

کہ آپ نے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انی رسول اللہ) فرمایا مگر یہ نماز کے باہر کا ذکر ہے نہ التحیات میں کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعاً اور زیادہ نکرے فرض میں التحیات پر کوئی چیز پہلے قعدہ میں سب کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول حنفیوں اور امام مالک اور احمد کا ہے اور امام شافعی تو قعدہ اولی میں درود کو لازم فرماتے ہیں پس شارح کو مناسب تھا کہ اجماعاً کی جگہ بالاتفاق کہتا فان زاد عامداً کرہ تنحنح الاعادۃ پس اگر التحیات میں کھنکھار جائے تو کراہت مکروہ ہوگا اور از سر نو پڑھنا واجب ہوگا اوساہیاً واجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ بالخصوص الصلوۃ بل تاخیر القیام یا بھولکر التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ صرف اللہم صلی علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچھ درود کی خصوصیت سے واجب نہیں ہوا بلکہ قیام کے لیے دیر کرنے سے ہم صرف اللہم صل علی محمد اسلیے کہا کہ بعض نے یوں کہا ہے کہ جبتک علی ال محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اور اسیکو اختیار کیا ہے قہستانی امام نے اور حلبی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہیں اور یہی اصح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبتک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہ ہوگی سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اور یہ مذہب ہے امام اعظم رح کا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدۂ سہو واجب نہیں جبتک کہ حمید مجید تک نہ پہونچے کذا فی الشامی ولو قرع الموتم قبل امامہ سکت اتفاقاً وانا السبق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یکبر کالمسبوق الشہادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور سبوق قعدہ اخیرہ میں اتنا ٹھہر کے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعض نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرلے اور چپ ہو رہے اور بعضوں نے کہا کہ چپ رہے کلمۂ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا نہو تو اس میں مسبوق اور مقتدی برابر ہیں واکتفی المفترض فیما بعد الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو اداً لاباس بہ اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتوں کے بعد کی نمازیں یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں اسلیے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے بظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ انہیں پڑھیگا یعنی سورہ ملا ویگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ پچھلی رکعتوں میں قرات بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہیں تو اسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولی ہوگا وہو مخیر بین قراۃ الفاتحۃ وصمتہ العینی وجوبہا وتسبیح ثلثا وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخیر عن علیؓ وابن مسعود وانہ اختار مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے اور نہایہ میں چپ رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برابر نیوا کہ نہوگا مختار اسلیے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ثابت ہے ہم عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح ہے وہو الصارف للامر الطلبی عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو وجوب ہونے سے ہم یہ جواب اس سوال کا کہ صحیحین میں ابوقتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے وجوب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ وہ دو فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لئے پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے ضرور مروی ہوا ہوگا ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور بمصدریں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو اختیار نہ دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ویفعل فی القعود للثانی فی الافتراش کالاول وتشہد ایضاً وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے قعدہ میں پاؤں بچھا دے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی قید نہ لگاتا تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں بسطرح مذکور ہے کہ امام محمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح پڑھیں انہوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طریق درود کا موافق ہی بخاری و مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی و صحح زیادۃ فی العالمین وتکرار انک حمید مجید اور درست ہی زیادہ کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایت مین ہی اور پہلے جملہ مین یعنے کما صلیت کے بعد بیلفظ احادیث صحیحہ مین ثابت نہین ہوا کذا فی الشامی اور درست ہی کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا کہ اوپر مترجم نے دونون جگہ لکھا ہی وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداءً اور صحیح ہی نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا نہی مین ہو موہم یعنی اگر بدون اللّٰھم صَلِّ الخ کے شروع سے اللّٰھم ارحم محمداً و آل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہو گا اسیطرح اگر دونون جملہ درود مذکور بصدر پروا رحم محمداً و آل محمد زیادہ کیا تو جائز ہو گا فیض مین کہا کہ اس جملہ کا ترک کرنا بہتر ہی احتیاطاً اور نووی نے اذکار مین کہا کہ اسکا بڑھانا بدعت ہی اور اسکی وجہ غالباً یہ ہی کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد مین کسی معتبر طریق سے ثابت نہین ہوئی کذا فی الشامی مختصراً وندب الزیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہی سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہی پس سیدنا کہنا بہ نسبت اسکے چھوڑنیکے افضل ہی ذکر کیا ہی اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ثم لمطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہی اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ مین نہین شامل کیا اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدالاولین والآخرین ہین تو آپ کے لیے سیدنا بڑھانا مطابق مقتضائے ادب ہی اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اُسمین آٹھ جا سیدنا بڑھاوے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہی اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

والنقل لاتستودنی فی الصلوٰۃ فکذب وقولھم لاتسیدونی بالھاء لحن ایضاً واصلوب بالواو اور یہ جو منقول ہی کہ نماز مین مجکو سیدمت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہی اور بعض نے جو لاتسیدونی یا تحتانیہ سے نقل کیا ہی وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہی اور صحیح واو سے ہی کیونکہ اسکا مصدر واو سے ہی وھو خص ابراہیم بالسلام علینا و لانہ سماناً المسلمین من قبل المطلوب صلوٰۃ تخذہ بہا خلیلاً اور مخصوص ہوے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ مین بسبب اُنکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہی جس سے خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرلے اھ یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ صلوٰۃ و برکت مین تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیون دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے ندی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اوّل یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ کا سبب اعلیٰ ہی کہ آپنے معراج کی شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچا دو دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا تعالیٰ خبر دیتا ہی (ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ) تو اسکے عوض مین ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوٰۃ سے یہ ہی کہ اس سے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرلے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہی اور بعض لوگون نے اور جواب بھی دیے ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہی کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہی کہ آپ جداً مجد ہین سول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فضائل مین تشبیہ باپ دادون کے ساتھ مرغوب ہوتی ہی اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولون سے افضل ہین اس جہت سے تشبیہ دیگئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی ملت سے ملتی جلتی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی (مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہی (اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ ابراہیم حنیفاً) کذا فی الشامی وعلی الاخیر فالتشبیہ ظاہر اور اجر آل محمد اظہر تشبیہ یہ قد یکون فی مثل نورہ کمشکوٰۃ اور وجہ خیر یہ یعنی جب صلوٰۃ سے مطلوب صلوٰۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہی ورنہ وجہ شبہ خلت ہی یا تشبیہ بوجوع کرنیوالی ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہی جیسے قرآنمجید مین ہی کہ کھاوت نور خدا کی جیسے قندیل مین چراغ ہم یہ بھی اب ہی سوال مشہور کا جو علماے قدیم و جدید کرتے ہین اُسکی تقریر یہ ہی کہ قاعدہ اکثریہ ہی کہ شبہ بہ شبہ سے و وجہ شبہ مین اعلیٰ ہوتا ہی اور یہان یہ بات نہین اسلیے کہ جو رحمت و برکت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہی وہ حضرت ابراہیم اور اُنکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلیٰ ہی اسلیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اُسپر دس بار رحمت بھیجتا ہی اور اُسکی دس برائیان دور کرتا ہی اور دس درجہ بلند کرتا ہی اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق مین وارد نہین تو شارح نے اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوٰۃ خاصہ ہی جو موجب خلت ہی یا یہ کہ تشبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہین مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی

یا یہ کہ مشبہ بہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآنمجید میں مشابہت نور الٰہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اس نور سے کچھ نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر وجہ شبہ میں ہے اسلیے اسکو مشبہ بہ کردیا بسیط حیان ازبسکہ ابراہیم و آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا جملہ ملتوں میں واضح اور مشہور تھا اسوجہ سے مشبہ بہ کرویا گیا کذا فی الشامی وَہِیَ فَرضٌ عملاً بالامر فی شعبان ثانی الہجرۃ مرۃ واحدۃ اتفاقاً فی العمر اور درود فرض ہی عمر میں ایکبار بالاتفاق واسطے عمل کرنیکے امر پر جو شعبان ۲ھ دو ہجری میں ہوا طحطاوی نے کہا کہ عملاً مفعول لہ ہے یعنی فرضیت درود کی وجہ سے ہے کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہوا اور اس سے یہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہے صرف علمی نہیں تو اسکا منکر کافر ہوگا امر سے مراد یہ آیت ہے یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا جو دوسرے سال ہجری میں نازل ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ شعبان سنہ ۳ھ میں فلو بلغ فی صلوتہ ثابتٌ عن الفرض نہر یعنی پھر اگر نمازی اپنی نماز میں بالغ ہوا اور قعدہ اخیرہ میں درود پڑھا تو یہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اسکے بعد درود فرض نہ ہوگا کذا فی النہر وشاد فی المجتبی لایجب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی نفسہ او مجتبی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ خود اپنے اوپر صلوۃ بھیجیں ہم نہ الفائق میں ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا میں رسول علیہ السلام شامل نہیں بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ انمیں سب شامل ہوتے ہیں کما فی الاصول میں معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب نہونیکی یہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر مناتا ہے تو انمیں کچھ تکلف اور مشقت نہیں اور خطاب شرعی کا وجوب اسی امر میں ہوتا ہے جسمیں کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والمذکور کلما ذکر صلے اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے واجب ہونے میں سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک ہوا طحاوی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ مکرر ہونا وجوب صلوۃ کا ہے جتنے بار کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا گرچہ ایک ہی مجلس میں ہو صحیح تر قول میں ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوۃ میں اختلاف ذکر کیا سلام کا ذکر نکیا حالانکہ آیت میں صلوۃ اور سلام دونوں ہیں اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت میں حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی میں تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت میں ایکبار صلوۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث میں وجوب کے مکرر ہونے کو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنی اگر بعض صلوۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب ساقط ہوگا الا ان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالنذر فتقضی لانہا حق عبد کالتسمیۃ بہ وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہیں کہ صیغۂ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلیے کہ وجوب صلوۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنے ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر ہوگا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر فرض ہو جائیگا تو اسکی قضا ہوگی اسلیے کہ صلوۃ حق عبد ہے جیسے جواب پانا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی ہے ہم یہاں ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہیں تو مکرر صلوۃ کا پڑھنا کس طرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے اقتضا سے نہیں بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے اور سبب صلوۃ ذکر ہے ہم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوۃ بھی مکرر ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا میں ہے نہ باقی احکام میں کذا فی الشامی والطحطاوی بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ کے کہ وہ حق پروردگار ہے اسکی قضا نہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو حق تعالیٰ کا ہو اسکی قضا نہو مثلاً نماز و روزہ حق اللہ ہیں اور انکی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی یہ ہے کہ خداوند جلشانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس میں نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے انتہی ملخصاً والمذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایکبار صلوۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوۃ مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار صلوۃ واجب ہے ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے درمختار نے بحر سے احادیث الوعید کرغم واباعد وشقاوۃ ورجل وجفاء اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحرالرائق میں وعید کی حدیثوں سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخیل اور ستم کی ہم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوۃ نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے وعید غم کی حدیث اس طرح ہے رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی

آور ابعاد کی نہ ہو لبعد سن ذکرت عندہ فلم یصل علیک اور شقاوی ہون ہو اس سن ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یا لفاظ ہون ہو اس بخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی) اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین ہو اس سن ذکرت عندہ ان ذکر عندہ الرجل فلم یصل علی) کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الاصح پھر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہی عمر بھر مین اور واجب ہی جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر و حراما عند فتح الباقی جو متاعہ و نحوہ اور حرام ہی وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتون مین یعنی مکروہ تحریمی ہی شامی نے کہا کہ یہ اسصورتین ہی کہ تا جر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترویج منظور ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسمین لمحق ہی ذکر اللہ تعالیٰ کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا مدنظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی و سنتی الصلوٰۃ اور سنون ہی درود پڑھنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد و سخته فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہی سب امکان کے وقتون مین یعنی جسوقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمین درود پڑھنا مستحب ہی ہم علمانے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہی روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اوپر مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعا قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جمع ہونیکے وقت ذکور کیلئے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والیکو ہر پڑھنے والیکو ہر مشکل پڑھنے والیکو ہر نکاح پڑھوانے والیکو سب ضروری کاموں کے پیشتر آنحضرت صلعم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للقاسمی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین موجود ہی و مکروہ تنزیہی صلوٰۃ غیر مشہد اخیرا درود پڑھنا مکروہ ہی نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اسمین مسنون ہی شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر مین درود مشروع ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمین بھی درود مسنون ہی تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہی حالت جماع حالت بول و براز تروبج مبیع مین فرش قدم کے وقت قصب کے وقت نزع کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی البزازیۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی فی التشہد اول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہی تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہی اس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہی یعنی بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہی مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی و ضمن صلوٰۃ علیہ تسلیما متسلسل اور مستثنی کیا ہی اس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تا کہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اسصورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرارت یا خطبہ مین سنے اسلیے کہ سننا قرارت اور خطبہ کا واجب ہی اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہی کہ قرارت کچھ تھوڑے بعد فراغت قرارت کے اختیار ہی جاہے درود پڑھے جاہے نہ پڑھے بل حصہ فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیحفظ بلکہ در رجا مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہی نام لینے والیکے سوا بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علمانے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک کے نہین ہو تا در البحار مین طحاوی کیطرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب سپر ہی جو نام مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہی وہ نام کو سنکر درود پڑھنے والے پر ہی مثلا البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی یعنی بخیل وہ ہی جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین جو صولہ سے سننے والا مراد ہی جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی یہی وعید ہین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہی وارتفاع الاعضاء یرفع الصوت جہل و نادانی ہی دعاء کرنے والا دعا مین کون بین الجہر والمخافۃ کذا اعتمدہ الباقانی فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہی بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہی اور دعا مانگنا درمیانہ مین جہر اور اسرار کے ہوتا ہی یعنی نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہی اسپر باجی نے کنز العفاۃ مین ہم یعنی درود پڑھنے مین چیخنا اور ہاتھ یا گردن کا ہلانا جہالت ہی فتاوی عالمگیری مین کہا کہ اگر [illegible]

سننے اور وعظ کیوقت مین آواز بلند کرنی مکروہ ہو وحرّرانہا قد تروکلمۃ للتوحید مع انہا اعظم منہا وافضل حدیث الاصفہانی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی علی مرۃ واحدۃ فقبلت منہ محا اللہ عنہ ذنوب ثمانین سنۃ فقیّد المامول بالقبول اور باجی نے تصحیح کی ہو کہ درود شریف بعض اوقات مقبول نہین ہوتا جیسے کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ بدون اخلاص کے مقبول نہین ہوتا باوجودیکہ کلمۂ توحید درود شریف سے بزرگ وافضل ہو کیونکہ جزو ایمان ہو درود شریف کے مقبول نہ ہونیکی وجہ یہ حدیث اصفہانی وغیرہ کی ہو انس رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ انھون نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے مجھپر ایکبار درود پڑھا اور وہ اُسکے مقبول ہوا تو اللہ اُسکے اسّی برس کے گناہ مٹا دیگا اس حدیث مین ثواب متوقع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہو کہ کوئی درود ناقبول بھی ہوتا ہو ہم درود پڑھنا بھی ایک عمل ہو تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہین اسیطرح درود شریف کا بھی حال ہو مگر بعض محققین نے فرمایا کہ درود شریف دو تعلق رکھتا ہو ایک ثواب کا ہونا پڑھنے والیکو تو اس سے تعلق مین درود کا حکم اور اعمال کا سا ہو کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہوگا تو موجب ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو آپ کے درجات زیادہ کرنیکے حق مین تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہین ہوا کرتا کذا فی الطحطاوی تصرف ودعا بالعربیۃ وحرم لغیر نائہ نفسہ وابویہ واستاذہ المتبحر فی العلم وقحدہ اخیرہ مین درود کے بعد دعا پڑھنے عربی مین اور حرام ہو دعا پڑھنا عربی کے سوا دوسری زبانین دعا کرے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور اُستاد کے لیے جو مسلمان ہون ہم دعا درود کے پیچھے اسلیے ہوئی کہ جو کوئی دربار شاہی مین جاتا ہی تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہی اور ثنا شہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اسکا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہی اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہی تو اس سے توقع ہی کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان مین دعا کی حرمت نہر الفائق مین مذکور ہو اس تعلیل سے کہ دوسری زبانین ایسے الفاظ ہوتے ہین جو منافی تعظیم ہون مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبانین جائز ہی تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی شامی نے بعد تحقیق کہا کہ غیر زبانین دعا مکروہ ہی نہ حرام ویحرم سوال العافیۃ مدی الدہر وخیر الدارین ودفع شر ہما والمستحیلات العادیۃ کزوال الجنۃ فیل الشرعیۃ اور حرام ہو مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتون مین یعنی سب مرضون سے یا بہتری دونون جہان کی اور دور ہونا دونون جہان کی برائیون کا یا ان چیزون کا جو عادۃً محال ہین جیسے اُترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضون نے کہا کہ محال چیزین شرعی بھی مانگنی حرام ہین جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا مین ہم سب مرضون سے عافیت کا مانگنا اسلیے حرام ہوا کہ خدا تعالی نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی مین امراض کو پیدا کیا ہی جسکا فائدہ اُسی کیطرف عائد ہوتا ہی تو دعا سے آدمی اُس حکمت کو طلب کیا چاہتا ہی اور خیر دارین کی طلب اسلیے حرام ہوئی کہ بدون شر کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہی بعض شر البتہ ضرور آویگی مثلاً جان کندنی کی سختی ماں اگر خیر سے یہ ارادہ کریگا کہ جو اللہ تعالی کے نزدیک اپنے حق مین خیر ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث مین وارد ہو (اللّٰھم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ ومالم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ ومالم اعلم کذا فی الطحطاوی تصرف واصح حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لالکل المومنین کل ذنوبہم جمیعاً اور حق یہ ہی کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہی نہ سب مومنین کیواسطے انکے سب گناہون کے بخشے جانیکی کذا فی البحر ہم یہ رد ہی امام قرانی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہین کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی تو اُسکی عدم مغفرت کی خبر دیتا ہی پھر دعاے مغفرت سے اللہ تعالی کا اس خبر مین جھوٹا کرنا ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ سب یا نداروں کے سب گناہونکی مغفرت کی دعا حرام ہی اسلیے کہ اس دعا سے تکذیب اُن صحیح حدیثون کی لازم آتی ہی جنمین تصریح ہی کہ کچھ مومنین دوزخ مین اپنے گناہون کے سبب سے بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہی کہ دعاے مغفرت کافر سے کافر نہین ہوتا بلکہ گناہگار ہوتا ہی کہ دشمنان خدا و رسول کے لیے بہتری چاہتا ہی اسلیے دعا رد کو حرام ہی نہ کفر اور مومنین کے کل گناہون کی مغفرت عقلاً جائز ہی بموجب آیت (وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا) کے تو جائز ہی کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے اُنکے لیے ایسی دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو گو نفس الامر مین واقع نہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بالشبہ کلام الناس دعا پڑھے اُن دعاؤن سے جو مذکور ہین قرآن اور حدیث مین نہ اُنسے کہ لوگونکے کلام کے مشابہ ہون طحطاوی نے کہا کہ قرآنکی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن ہونیکی پاس نہ کرے اسلیے کہ قرارت قرآن سواے قیام کے دوسرے رکن مین مکروہ ہی ہم دعا مسنون نماز کے آخر مین پڑھنا بہت اچھا ہی مشکوۃ مین مذکور ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجکو ایک دعا تعلیم فرمایئے کہ نماز میں اُسکو پڑھوں آپنے یہ دعا تعلیم فرمائی اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً وانہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم تو بہت والونکو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین اضطرب فیہ کلامھم والاسیما المصنف والمتمما کما قالہ الحلبی ان ما ہو فی القرآن او فی الحدیث فلا یفسد و مالیس فی احدہما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد والا یفسد لو قیل قدر التشہد دعا کے باب مین فقہا کلام مین اضطراب ہی خصوص مصنف کا اگر کہین کچھ ہی اور کہین کچھ اور مختار موجب قول حلبی کے یہ ہی کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہی وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث مین سے کسی مین نہین تو اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال ہی مثلاً اغفرلی یعنے میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہوگی اور اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال نہوگا جیسے یون کہنا کہ الٰہی مجکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیشتر ہو ولا تتم بہ المالم تیذکر سجدۃ فلا تفسد بسوال المغفرۃ مطلقاً ولو لمیت او کذا الرزق المالم لفیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازاً اور اگر مقدار التحیات سے پیشتر نہ پڑھے بلکہ سقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہوجائیگی یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہوگی جبتک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہوگی دعاے مغفرت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا قرآن مین ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہوگی نماز طلب رزق سے اگر اُسکو مقید بمال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے رزق کے بندون مین بطور مجاز کے ہم سجدۂ تلاوت او سجدۂ نماز کے یا دنہ پڑیگی قید اسلیے لگائی کہ اُنکے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہوجاتا ہی تو دعا نماز کے بیچ مین واقع ہوگی اسلیے مفسد ہوگی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہی بندہ صرف اُسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہی اسلیے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہوگی مثلاً یون کہنے سے کہ الٰہی مجکو مال سوزی کرا دے چونکہ بندے کے اختیار مین سبب رزق کا ہی نہ رزق اسلیے شارح نے بتلادیا کہ رزق دینے کا استعمال بندون کے حق مین مجازاً ہوا کرتا ہی نہ حقیقۃً ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے مُنہ پھیر کر داہنے اور بائین کو اسقدر کہ سفیدی اُسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والیکو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو مُنہ پھیرنے مین اور بائین کی بائین طرف کو پھیرنے مین ہم کامل سلام پھیرنے مین یہ کہنا ہی داہنے اور بائین السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور داہنے بائین کو مُنہ پھیرنا بھی سنت ہی کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر اُلٹا کیا یعنی بائین طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پھیرے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہوجائیگا والونسی الیسار الی بہ المالم یستدیر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائین کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اُسکو ادا کرلے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح ترقولین مین اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ہی کہ سلام کو ادا کرلے جبتک کہ سجدے سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلیے شارح نے اسمیں کی قید لگادی کہ بحر الرائق کا قول نکلجاوے وتقطع التحریمۃ تسلیمۃ واحدۃ بریان وقہستانی وتتقطع اور تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی وجبات نماز مین بیان ہوچکا ہی کہ اقتدا تمام ہوجاتا ہی سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ اتشرع فی الصلوٰۃ ثنتی فلما واحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی وتتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ مین ہی کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہی تو اُسمین سے ایک کے لیے حکم دو کا ہی اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہوجاتا ہی جیسے دو سے حاصل ہوتا ہی اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہوجاتی ہی جیسے دو سے ہوتی ہی یعنی اگر قعدہ اخیرہ بھولکر مثلاً کھڑا ہوگیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو بھی رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہوجائینگے الا الامام ان اتم التشہد کما مر اور مقتدی سلام پھیرے امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری کی ہو تو اُسکو پوری کرکے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہی اور متابعت امام بھی واجب ہی حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہین کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم بنحو سلام الامام بل بقہقہۃ وحدثہ عمداً لا انتقاء حرمتہما فلا یسلم اور نہین نکلتا ہی مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی چیز سے بلکہ کسے کہکہلا کر ہنسنے اور قصداً بیوضو ہوجانے سے مقتدی نماز سے باہر ہوجائیگا بسبب ہنسنے حرمت نماز کے تو مطلوب تھا مقتدی سلام نہ پھیرے ہم یہان وقت اسطرح پر

کہ قعدہ اخیرہ کے بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا یا اور کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہوگئی فاسد نہوئی تو ایسی صورت مین مقتدی نماز سے باہر نہوگا بلکہ اُسپر سلام پھیرنا واجب ہے اور فرقہ اور قصداً حدث نماز کے مفسد ہین چونکہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیے کچھ ضرر نکریگے اور سلام کا پھیرنا بھی واجب نہوگا نہ امام پر نہ مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اقتہ قبل امامہ وتکلم جاز وکرہ فلو عرض منافی تفسد صلوۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کرلیا پھر بول چُرا تو نماز درست ہوگی اور یہ فعل مکروہ ہوگا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کے کلام کرنیکے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہوگا تو صرف امام کی نماز فاسد ہوجائیگی مقتدی کی نہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علٰحدہ ہوگیا ہے کالتحریمۃ مع الامام وقالا الافضل فیہا بعدہ سلام پھیرے مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھ ہی نہ پھیرے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام مین یہی ہے کہ بعد امام کے ہو قالا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح الحدادی بکراہۃ علیکم السلام وانہ لا یقول ہنا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونیکی اور اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ کے نکہے یہان سلام پھیرنے مین بلکہ یہ لفظ التحیات مین کہے وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہے پھر بدعت کیسے ہوسکتا ہے وفی الحادی ارحسن اور حادی قدسی مین ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے وسن جعل الثانی اخفض من الاول خصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور سنون ہے دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا منیہ مین اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونون طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے اور ثابت رکھا ہے منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا اونساء اما سلام التشہد فیعم لعدم الخطاب والحفظۃ فیہا بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اُن لوگون پر جو اُسکے داہنے اور بائین طرف اُسکے نماز مین شریک ہین گو جن یا عورتین ہون اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب مسلمانون پر بسبب نہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتون محافظ کے دونون سلامون مین بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہم محافظ فرشتون کی تعداد مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ ہر مرد کے ساتھ دو ہین اور بعضون کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحون مین ہے کذا فی الشامی وقدم القوم لان الخمار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملئکۃ والمراد بالاتقیا من اتقی الشرک فقط کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیون کو مقدم کیا فرشتون سے اسلیے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہین وہ سب فرشتون سے افضل ہین اور بنی آدم مین کے پرہیزگار عوام فرشتون سے افضل ہین اور مراد پرہیزگارون سے وہ لوگ ہین جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہین جیسے فاسق جو بحر مین روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے وہم کتاب روضۃ العلما امام ابی اللیث بخاری کی تالیف ہے اُسمین لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیا سب مخلوق سے افضل ہین اور اُنمین سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہین یعنے جبریل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہؓ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتون سے افضل ہین اب اسکے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہین کہ سب اہل اسلام باقی فرشتون سے افضل ہین اور صاحبین کہتے ہین کہ باقی فرشتے عوام مسلمانون سے افضل ہین غرضکہ بشر تین قسم ہین خواص مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ وصلحا اور عوام مثل باقی لوگون کے اور فرشتے دو قسم ہین خواص جو اوپر مذکور ہوے اور عوام جو انکے سوا ہین تو افضلیت بالاتفاق تین درجہ تک ہے یعنی سب مین افضل خواص بشر ہین پھر خواص ملائک پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہین عوام ملائک سے اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہین کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقستانی خواص البشر واوساط افضل من خواص الملئکۃ واوساط عند اکثر المشائخ ہین کہتا ہون اور مجمع الانہر مین بتبعیت قستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہین خواص ملائک سے اور اوساط بشر افضل ہین اوساط ملائکہ سے اکثر

ف ۱ اسی پر مصنف مین نے اعتماد کیا ہے جو کہ اکثر مشائخ کا قول ہے

ف ۲ اور اسی پر علمائے اہلسنت والجماعت کا فتوا ہے جو کہ آسمان و زمین مین یہ سلام پھیرتے ہین

مشائخ کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے تو آمین اور روضہ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ آمین ادنی البشر کا ذکر ہے کیا وجہ ہے کہ آمین میں اختلاف ہے جنانچہ اوپر بیان ہوا واہل تخریج الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہیں یا نہیں آمین دو قول ہیں ہم بعض علماء فرماتے ہیں کہ بدلتے رہتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں بخاری ومسلم کی وارد ہے کہ تمہارے کو اور دن کو فرشتے بیا باری آتے ہیں اور نماز صبح اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں رہے ہوتے ہیں وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں الحدیث اس حدیث میں قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے کہ مراد ان فرشتوں سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں فرشتے آدمی کی زندگی تک نہیں بدلتے اسلیے کہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے مقرر کیے ہیں کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے تو وہ جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص مرگیا ہے کو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آویں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ میرا آسمان فرشتوں سے پُر ہے جو میری تسبیح پڑھتے ہیں پھر وہ عرض کرتے ہیں کہ تو ہم زمین میں ٹھہریں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہے جو مجکو پاکی سے یاد کرتے ہیں پھر وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اب ہم کہاں رہیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سبکو میرے بندے کے لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء ومرضہ اور علیحدہ ہوجاتا ہے آدمی سے لکھنے والا برائیوں کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت میں بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا میں دونوں فرشتے کہتے ہیں جنانچہ شرح جوہرہ میں ہے تو پھر تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہے ہاں نماز میں چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہیں پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اسکا گنجائش رکھتا ہے والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ مما استأثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہے کہ کیفیت فرشتوں کے لکھنے کی اور جس چیز میں وہ لکھتے ہیں اسکا حال ان اشیاء میں ہے جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہے نعم فی حاشیۃ الاشباہ للحبب فی رق بلا حرف کتبوتہا فی العقل وہو احد اقوال فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہاں حاشیۂ اشباہ میں ہے کہ کاتب اعمال ورق میں بدون حرفوں کے لکھتے ہیں جیسے معلومات عقل میں بدون حرفوں کے رہتے ہیں اور یہ قول ایک ہے ان اقوال میں سے جو اس آیت کی تفسیر میں کہے گئے ہیں (والطور) کتاب مسطور فی رق منشور یعنی قسم ہے طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق میں یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے مقابل کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما کتابان کل شئی حتی الفیۃ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اس امر کی تصحیح کی ہے کہ وہ دونوں فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہیں یہانتک کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہیں شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضروری چیزوں کو مثل سانس لینے اور بعض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہیں قلت وفی تفسیر الدمیاطی کمکتب ابا ح کاتب السیئات وہی یوم القیامۃ میں کہتا ہوں اور تفسیر دمیاطی میں ہے کہ مباح چیز کو بدیوں کا کاتب لکھتا ہے اور قیامت کے دن مٹا دیگا اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونوں کاتب ہر چیز کو لکھتے ہیں اب اسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں ثواب ہو دوم وہ جنمیں عذاب ہو سوم مباح جنمیں نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہے اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالخازن الی الکافر فیکتب اعمالہ الان کاتب الیمین کالشاہد کاتب الیسار اور تفسیر کازرونی مسمی بخازن بیضاوی میں جو خازن کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ کافر کے اعمال بدہی لکھے جاتے ہیں مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہے بائیں پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بدہی لکھے جاتے ہیں تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہے اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ گویا بائیں کا گواہ ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہے اور اسمیں کازرونی کی جگہ حازمی بجا مہملہ وزا معجمہ وسیم وآخر میں اور یہی صحیح ہے وفی البرہان ان ملائکۃ اللیل غیر ملائکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار ولدہ باللیل اور برہان میں ہے کہ دونوں کے فرشتے غیر ہیں دن کے فرشتوں کے بسبب حدیث صحیح کے جو اوپر گذری اور یہ کہ ابلیس ہر ابن آدم کے ساتھ رہتا ہے دن کو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہے رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد میں کئی قول ہیں بعضوں کے نزدیک اسکی جورو ہے اور بعضوں کے نزدیک ۵ انڈے دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسکی ایک رانیں علامت نر ہے اور دوسری میں علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہے وفی صحیح مسلم من ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم روی بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم میں ہے

کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جسپر خدا تعالیٰ نے مقرر نکیا ہو اُسکا ساتھی شیطانون سے یعنی جو برائی پر دلالت کرتا ہو اور اُسکا ساتھی فرشتون سے جو خیر پر دلالت کرتا ہو لوگون نے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ مجھپر بھی میرا قرین مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجکو اُسپر غالب کر دیا ہو تو وہ مسلمان ہو گیا ہو یعنی سوائے خیر کے اور بات مجھسے نہین کہتا شارح نے کہا کہ اسلم میم کے فتحہ اور ضمہ دونون سے مروی ہو میم کے زبر سے صیغۂ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کی طرف ہوگی جسکا ترجمہ اور لکھا گیا اور میم کے ضمہ سے صیغۂ واحد متکلم مصدر سلامت سے ہوگا تب یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو مین اُس سے بچا جتا ہون ویزید المؤتم السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام قبالہ والا فعلی الشامیۃ ولنواہ فیہما والمحاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتون کی نیت پر زیادہ کرے سلام اپنے امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اسطرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرے اور اگر امام اُسکے سامنے ہو تو دونون سلامون مین امام کی نیت کرے و ینوی الحفرۃ الحفظۃ فقط لم یقل الکتبۃ لیعم المیزاذ لا کاتب معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہو کہ مصنف نے کتبہ نکہا حفظہ کہا تاکہ عام ہووے تمیز وارائے کے واسطے کہ اُسکے ساتھ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اسصورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال لیکن صحیح یہ ہو کہ لڑکے کے حسنات لکھے جاتے ہین اور اُنکا ثواب اُسکو ملیگا اور ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ لڑکے کے لیے کاتب حسنات ہوتا ہو و لعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا کاد ینوی احد شیئا الا الفضاء وفیہم نظر اور قسم ہو اپنی جان کی کہ یہ یعنے سلام مین نیت قوم اور محافظین کی کرنی متروک ہو گئی کیطرح ہو گئی ہو گویا کوئی کچھ نیت ہی نہین کرتا بحر نکالے اور اُنین بھی کلام ہو یعنی احتمال ہو کہ وہ نیت کرتے ہون یقینی نہین ہم واقع مین شارح کا قول درست ہو اگر لاکھ آدمیون سے پوچھو کہ تم نے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا و یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ اور مکروہ ہو فرضون کے بعد سنتون کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللھم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا سطح ہو (اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام) یعنی فرض پڑھنے کے بعد صرف اتنی دیر کرے جسمین یہ دعا یا اُسکے برابر کوئی اور پڑھ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہو آسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالین شامی نے کہا کہ احادیث مین جو وظائف بعد نمازون کے آئے ہین اُن حدیثون مین یہ ذکر نہین کہ سنتون سے پہلے اُنکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑھے جائین کیونکہ سنتین فرضون کی تابع ہین اُنسے اجنبی نہین تو جو ذکر سنتون کے بعد ہوگا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان اراد بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین فرضون اور سنتون مین فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہی اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجاے تو خلاف دور ہو جاے یعنے جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہین اُنکے قول اور حلوانی کے قول مین اختلاف جاتا رہے تو دونون قائلون کے نزدیک مقدار (اللھم انت السلام الخ) سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہی تھوڑے وظائف پر یعنے حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا بأس کہا ہی تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہین بعد اللھم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف جانا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہو کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار کہے یہ تینون کلمہ ملکر ۹۹ ہوے تو سو پورا کرنیکو لا الٰہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر تمام کرے ہم کیفیت استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہی (استغفر اللہ العظیم الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث مین یون وارد ہی (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر) اور ان چار کلمات کو سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہی ومن الحجر برۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا المؤتم اور جو حجرہ مین ہو کہ مکروہ ہی امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ مین نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہی چنانچہ خانیہ کی عبارت اسپر دال ہو کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضون نے کہا کہ مستحب ہی امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفون کا چیرنا

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ مین اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہی اور محیط مین تصریح کی ہی کہ صفون کا چیرنا سنت ہی اور حلیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہی کہ نفلین اپنے گھر مین پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہو ورنہ کراہیۃ یستحب للامام التحول یعنی القبلۃ یعنی یسار اصلی للنفل اور دار خانیہ مین ہی کہ مستحب ہی امام کو پھرنا قبلہ کے ذہنی طرف یعنی نمازی کے بائین طرف نفل پڑھنے یا ظیفہ پڑھنے کو وخیرۃ فی المنیۃ مین تحریلا یمینا وشمالا واماما وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس لوجہہ ولو دون عشرۃ مالم یکن آتہ مصل ولو بعیدا علی المذاہب اور منیہ مین امام کو اختیار دیا ہی چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائین کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگون کیطرف اپنا مُنھ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہو بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے موجب ہم منیہ مین اختیار دینے کی وہ صورت ہی جسمین فرضون کے بعد سنتین ہون اور لوگون کے طرف مُنھ کرنے کی وہ صورت ہی کہ فرضون کے بعد سنتین نہون اور دس مردون سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ جن لوگون نے یہ کہا ہی کہ دس مردون کی جماعت ہو تو مُنھ کرے نہین تو نکرے اُن لوگون کا قول بے اصل ہی اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ مین مذکور ہی مگر حلیہ مین یون کہا ہی کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ مین کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے مُنھ پھیرنے مین کچھ کراہت نہین تیسرا شخص بجاے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہانے تصریح کی ہی کہ اگر ایک شخص کے مُنھ کیطرف نماز پڑھے اور دونون کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب مین امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونیکی اسلیے قید نہین لگائی کہ اُسکا حال تو معلوم ہی ہی انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہی قرات کے احکام مین چونکہ اور ارکان کے نسبت کہ قرات سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے اُنکو جداگانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور وجوب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اُسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر جماعت سے زیادہ پکارکر پڑھیگا تو برا کریگا ام وجہر کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جہر یکذانی الطحطاوی ولو اتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعاد اجہرا لکن فی آخر شرح المنیۃ اتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذانی الجہر لیکن آخر شرح منیہ مین ہی کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکارکر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکارکر پڑھنا اُسکو ضرور نہین ہم بحر الرائق مین وجہ اعادہ کرنے کی یہ لکھی ہی کہ دوسرے اقتدا کی سبب سے جہر اُسپر واجب ہوگیا اب اگر صرف باقی قرات کو پکارکر پڑھتا ہی تو ایک ہی رکعت مین آہستہ پڑھنا اور پکارکر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہی حالانکہ یہ امر بُرا ہی اور اگر آہستہ پڑھتا ہی تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہی اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا اور خلاصہ مین اصل سے منقول ہی پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہی اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بغیر عروض امام کے امام ہونے کے اور کسی جا نہین کذانی الطحطاوی فی الفجر واولیی العشائین اَدَاءً وقضاءً وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعد ہا ای فی رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر مین اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتون مین ہا واڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونون عید کی نمازین اور تراویح مین اور تراویح کے بعد کے وترون مین یعنی صرف رمضان کے وتر مین پکارکر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہی قلت فی التقیدہ بعد ہا نظر الجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر مین کہتا ہون کہ مصنف نے جو وتر مین بعد ہا کی قید لگائی تو اسمین کلام ہی اسلیے کہ امام وتر مین جہر کریگا اگر جماعت سے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر مین ہی یعنی مصنف کے قول سے ایسا واہم ہوتا ہی کہ جہر اُس صورت مین ہی کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمین جو وجہ ہی شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان مین ہوتی ہی اور اُسکے بعد کے وتر بھی رمضان مین ہونگے تو بعد ہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر مین جہر کرے نہ اور وترون مین نعم فی التقیید بہا للتقاعدی لا سہوا بالفاء فی غیر الفرض کعید ووتر نعم الجہر اخص بان قہستانی مین تبعیت قاعدی مذکور ہی سوائے فرضون کے اور جہری نمازون مین آہستہ پڑھنے سے سہواً سہو نہین ہی مثل عید اور وتر کے ان جہر افضل ہی ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہی کہ اصح یہ ہی کہ عید اور وتر مین بھی جہر کرے یعنی

ر باجنانچہ اکثر کتب مروجہ مین ہی ویسر فی غیر ہا وکان علیہ السلام یجہر فی الکل ثم ترکہ فی الظہر والعصر لدفع اذی الکفار کما فی البحر اور آہستہ پڑھے نمازون اور رکعتون مذکورہ کو سوا مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازون مین جہر کرتے تھے پھر جہر کر ظہر اور عصر کی نماز مین ترک کیا بسبب دور کرنے ایذا کفار کے کذا فی الکافی مم آپ شروع مین سب نمازون مین جہر فرماتے تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا) یعنی نکل نمازون مین جہر کرو نہ نکل مین آہستہ پڑھو بلکہ ان دونون کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی نمازون مین جہر کرو دن کی نمازون مین آہستہ پڑھو بعد اسکے آپ ظہر اور عصر مین آہستہ پڑھا کرتے کیونکہ کفار ان دو نون وقتون مین ایذا دینے کو مستعد رہتے تھے اور مغرب مین چونکہ کفار کھانے مین مشغول رہتے اور عشا اور فجر مین سوتے ہوتے اسلیے ان تین وقتون مین آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین آپنے مدینہ منورہ مین قائم کی ہین وہان کفار کا زور نہ تھا اسلیے پکار کر بھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکتفل بالنہار فانہ یسر جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے ویخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل والیقتی باداء ان ادی اور مختار ہی تنہا پڑھنے والا جہر مین اور جہر کرنا اسکے لیے افضل ہی اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑھے یہ اختیار اُس صورت مین ہی کہ منفرد ادا نماز پڑھے وفی السریۃ یخافت تعاطی المذہب اور نماز سری مین آہستہ پڑھے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑھیگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا کمنفرد باللیل کے منفرد قاضی جہریۃ بقیۃ الفعل للفرض زیلعی جیسے مختار ہی آہستہ اور پکار کر پڑھنے مین رات کا نفل پڑھنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنے نوافل کو جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنی جہر مین نفل فرضون کی تابع ہی کذا فی الزیلعی وتخافت المنفرد حتما ای وجوبا ان قضی الجہریۃ فی وقت الخافتۃ کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ الصنف بعد عد الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار من بحث القضاء علی الاصح کما فی الہدایۃ اور آہستہ پڑھے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت مین مثلاً عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنیکے مین کہتا ہون اور اسیطرح ذکر کیا ہی اسکو ابن ملک نے شرح منار مین قضا کی بحث کے ذیل مین آہستہ پڑھنے صحیح تر قول کے موجب چنانچہ ہدایہ مین ہی ہم وقت مخافتہ کی قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت مین قضا کرے تو مختار ہی چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی البحلبی لکن تعقبہ غیر واحد وجوابہ غیر واحد وجوابہ غیر واحد وجواب

زوجہ معلقہ ہوجائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کرخی نے اونی درجہ کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹھہرایا ہے گو اپنے آپ سے یا نہیں تو کرخی کے قول کے بموجب استثنا مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی نحو بعتہ بشرط سماع المشتری اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات مین مشتری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع سے مراد وہ معاملات ہین جنہین مبادلہ ہو یا قبول غیر پر موقوف ہون ولو ترک السورۃ اولی العشاء مثلاً ولو عمداً اقرارا وجوباً وقیل ندبا مع الفاتحۃ جہرا فی الاخیرتین لان الجمع بین جہر ومخافتۃ فی رکعۃ شنیع اور اگر عشا کی پہلی دو رکعتون مین مثلاً سورہ کو چھوڑا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو تو واجب ہے اور قول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتون مین جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت مین جہر اور آہستہ پڑھنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونون کا ایک رکعت مین بُرا ہے ہم شارح نے استحباب کو قبل کرکے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کیطرف جامع صغیر مین امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان اُن ارکان کے جو کہ رکن نہین فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نکریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا فی الاخیرتین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتون مین الحمد کو ترک کیا تو اُسکو پچھلی دو مین قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتون مین فاتحہ دوبار ہوجائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھلے اور سورہ کو دوبار پڑھے لطہور وجوب اسلیکہ ترتیب فاتحہ اور سورہ مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہین اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے مین کیا تھا کیونکہ جب سورہ کو کھڑے ہوکر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت کرزیادہ موکد ہے وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب ہی لثنۃ اعلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلہ اور فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہوجاے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنے بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتین چھوٹی یا اُنکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت مین بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا مین ایک جملہ ہے قرآن سے بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلیہ عن حاشیۃ الکشاف اُس جملہ مین کم سے کم چھ حرف ہون اگرچہ تقدیراً ہون مثل لم یلد کہ باعتبار پانچ حرف ہین مگر چونکہ اصل مین لم یولد تھا اسلیے تقدیراً چھ حرف ہوے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کرر بامرار اگر جس صورت مین کہ آیت ایک کلمہ ہو تو صحیح نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اُس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم کہ فیجوز ذکرہ الفضلی لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے وہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑھتے تو آزاد ہے پھر اُسنے نماز پڑھی جسمین قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہین بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہان ہوئی جو اس طرح کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اسنے اُس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن مین ہوجائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتون مین پڑھی تو صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے اسلیکہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتون سے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی نصف آیت طویل جس صورت مین تین آیتون سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض معین ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من النفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانون کے یاد کرنے سے اور ون کے ذمے یاد کرنا فرض نہ رہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ مین سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہین مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیہ تعلم الفقہ افضل منہا اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے اُن دونون سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ

مسائل دینی ہیں جو زائد اُس شخص کی حاجت سے ہوں و منہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہی اور باقی قرآن سے یہ غرض ہی کہ جسقدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہی اُسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہی اور آمین یہ شرط ہی کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہوں اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا تو اس صورت میں فقہ کا سیکھنا افضل نہوگا وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم لکن نقص شئی من الواجب اور یاد کرنا بھی کا اور ایک چھوٹی سورہ کا واجب ہی ہر مسلمان پر اور کروہ تحریمی ہی کم کرنا کسی چیز کا واجب میں سے جیسے مکروہ تنزیہی ہی سنت میں سے کسی چیز کا کم کرنا کذا فی الطحطاوی ویسن فی السفر مطلقا ای حالۃ قرار او فرار کذا الحلبی فی المجمع وحجہ فی البحر ورد فی الہدایۃ وغیرہا من التفصیل ورد ہ فی النہر وحرران مافی الہدایۃ ہو المحرر الفاتحۃ وجوبا واحی سورۃ شاء اور سنون ہی سفر میں ہر حال یعنی خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب کے جس سورہ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو بسیط مطلق کہا ہی جامع صغیر میں اور اطلاق کو ترجیح دی ہی بحر الرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہی اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا اور قول منتخ بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ میں تفصیل ہی وہی منتخ ہی وہم ہوتا ہی یہ تفصیل ہی کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورۂ بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کے ہی اور عصر اور عشا میں بروج سے چھوٹی سورتیں پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ تفصیل کی کچھ اصل نہیں جامع صغیر میں اطلاق مثل متون کے مذکور ہی علاوہ اسکے مثل سورۂ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہیں تو ظاہر یہی ہی کہ حالت قرار و جلدی دونوں میں حکم یکساں ہو مگر شارح نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورۂ بروج سے طوال مفصل ہیں نہ تعیین کسی حد خاص کی پس جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہو تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکرے انتہی اور وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے دفع کے لیے ہی کہ کوئی یہ سمجھے کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ بعد الحمد کے قرأت واجبہ کی جو سی سورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہی کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہی کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے ہم مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قرأت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہی تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جاوے اور یہی حال ہی اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی ویسن فی الحضر للامام ومنفرد وذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر ومسنون ہی حضر میں یعنی مقام کرنیکی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لیے مسنون ہونا حلبی نے ذکر کیا ہی اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنے انکو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأت مسنون امام کے مثل ہی ہم طوال بکسر طا جمع ہی طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتویں حصہ کی سو تمین مفصل کہلاتی ہیں اسوجہ کہ انمیں بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہی یا اسوجہ سے کہ اسمیں منسوخ آیتیں بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال یعنی لمبی اوساط یعنے درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہاں سے آخر تک لیکن تک واسط مفصل اور وہاں سے آخر قرآن تک قصار مفصل ومنہا الی آخرہ لکن اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب اور سورۂ بروج سے آخر تک لیکن تک واسط مفصل نماز عصر اور عشا میں پڑھنا مسنون ہی اور باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہی ہم اسطرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہی یعنی حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت میں ایک سورہ اُن سورتوں میں سے کہ مذکور ہوئیں پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر بذا نہ تکلیف بالوقت والقوم والامام اور بدائع میں یہ اندازہ کرنیکو پسند کیا ہی اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہی وقت اور قوم اور امام کے باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہی کہ قرأت میں کوئی حد مقرر نہوئی مختار ہو تو فجر میں کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسطرح اور نمازوں میں اور یہ اختلاف وقت پنجسرہ ہی یعنی اگر وقت میں گنجائش ہی تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پنجسرہ ہی کہ اگر مقتدی طول مسنون سے زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پنجسرہ ہی خوف آزار ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا گوارا نہیں ہوتا اور نہ گھبراتے ہیں وفی المجتبیٰ یقرأ فی الفرض الترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا الاان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت میں ہی کہ فرض نماز میں قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح میں بین ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلون یعنی تہجد مین نمازی کو جائز ہو کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ مین آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید غالبًا اسلیے لگائی کہ تہجد والون کی عادت زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہو تو جلد پڑھنے سے انکا رد ہو سکتا ہو مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ مین نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرا بالغرابۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہو پڑھنا قرآن کا ساتون روایتون مین مگر بہتر یہ ہو کہ روایت غریب عوام کے سامنے نہ پڑھے واسطے حفاظت اُنکے دین کے یعنی ہر چند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اُسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہو اسلیے اُنکے دین کے بچانیکے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی الثانیۃ بقدر ثلث وقیل النصف ندبا فلو فحش لا بأس فقط اور زیادہ کیجاوے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے ازراہ استحباب کے اگر پہلی رکعت مین زیادتی بہت کردیگا مثلًا پہلی مین دس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہین یعنی پہلی رکعت مین اتنی قرات پڑھے کہ اُسکی زیادتی دوسری رکعت کی قرات سے بقدر سوم حصہ دونون قراتون کے ہو جاوے مثلًا پہلی رکعت مین ۳۰ آیتین پڑھین اور دوسری مین ۲۰ تو دونون مین ۵۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۳۰ زائد ہین دوسری سے اور وہ تہائی ہین ۵۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑھین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قرات کی اور فقط یہ مراد ہو کہ یہ حکم صرف فجر کی نمازین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل علیہ الفتوی اور امام محمد نے فرمایا ہو کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ بخلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازون مین ہی اور ان دونون مین بالاتفاق دونون رکعتین برابر پڑھنی چاہئین اور حلیہ مین امام محمد اور شیخین کی دلیلین نقل کرکے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وَاَطَالَ الثَّانِیَۃَ عَلَی الْاُوْلٰی بِکَرَہٍ تَنْزِیْہًا اِجْمَاعًا اِنْ ثَلٰثَ اٰیَاتٍ اِنْ قَارَبَتْ طُوْلًا وَقِصَرًا وَالْاِعْتِبَارُ بِالْحُرُوْفِ وَالْکَلِمَاتِ وَاعْتَبَرَ الْحَلْبِیُّ مُخْتَارُ الْمُحِیْطِ الطُّوَلَ لَا عَدَدَ الْاٰیَاتِ اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہو بالاتفاق اگر تینون آیتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایک ہی آیت مین ہون اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اول کے حروف اول سے زیادہ ہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے وتشفی فی الجہر اور دت بہ السنۃ وتظہر فی النفل عدم الکراہۃ مطلقًا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہو اُن سورتون کا جو حدیث مین وارد ہین یعنی اُنکے پڑھنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین ہل اتٰک پڑھنا حالانکہ پہلی مین اُنیس ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین عدم کراہت کی مطلقا یعنی حدیث مین وارد ہو یا نہو وان باقل لا یکرہ لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو کرہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت مین سورۂ فلق اور دوسری مین سورۂ ناس پڑھی حالانکہ دوسری مین چھ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا یتعین شیء من القرآن للصلوٰۃ علی طریق الفرض بل تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہین متعین ہو قرآن مین سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اُسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہو فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونے کے ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی فجر کل جمعۃ بل نہب قرانہما جہانًا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورۂ دہر پڑھنا کبھی کبھی اُن دونون کا پڑھنا مستحب ہم طحطاوی اور سیجابی نے یہ قید لگائی ہو کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز سمجھے تو سطح کی تعیین مکروہ ہی اور اگر یا تباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کرکے پڑھے احیانًا بعض اوقات دوسری سورتون کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتون کے دوسری اُسکو یاد نہون یا اُنکا پڑھنا اُسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین آہ بحر اور یہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہو کذا فی الشامی مختصرًا والمؤتم لا یقرا مطلقًا ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقًا وبالجہریۃ علی الاصح لضعف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرات نہ پڑھے نہ جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ اکہرے پڑھے سری نماز مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کی طرف منسوب ہو کہ سری نماز مین مقتدی کو حیطًا اکہرے کا پڑھنا مستحب ہو وہ ضعیف ہو چنانچہ اُسکو کمال نے شرح بیان کیا ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہو کہ امام کے پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرا کرہ تحریمًا فصحی فی الاصح اور اگر مقتدی قرات پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول مین وفی ور البحار عن محمد

خواہرزادہ انہا تفسد ویکون فاسقا وہو مروی عن عدۃ من الصحابۃ فالمنع احوط اور در بحار مین مبسوط خواہرزادہ سے منقول ہی کہ امام کے پیچھے قرات پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہی اور قرات کا ممنوع ہونا چند صحابہ سے مروی ہی اسلیے منع کرنے مین زیادہ احتیاط ہی ہم خزائن اور کافی مین ہی کہ مقتدی کو قرات سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہی جنمین حضرات علی مرتضی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ہین اور فساد نماز کا قول مقابل ہی اصح قول کا کہ صحیح مین نماز صحیح رہتی ہی بل یستمع اذا جہر ونصت اذا اسر لقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرء خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا وانصتوا بلکہ مقتدی قرات امام کی سنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہ ہی کہ آیت مین دو باتین مطلوب ہین ایک قرآن کا سننا دوم سکوت کرنا تو سننا تو جہری نماز کے لیے مخصوص ہی مگر سکوت خاص نہین اسلیے وہ دونون نمازون مین مطلقا واجب ہیگا کذا فی الشامی وان وصلۃ قراءۃ الامام آیۃ ترغیب اوکد ترہیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر القرآن وما ورد محمل علی النفل منفردا کما مر مقتدی کچھ نہ پڑھے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جسمین ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑھے جسمین ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور بسبط امام بھی سوائے قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا مین مشغول نہو اور جو کچھ اس باب مین حدیث مین وارد ہوا ہی وہ حالت انفراد مین نفل پڑھنے پر محمول ہی جیسے کہ بیشتر اسکی نظیر واجبات بیان مین گذری یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہو نہ شرطیہ یعنی ابوداؤد مین بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہان توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہان وقفہ کر کے پناہ مانگی تو یہ نماز نفل پر محمول ہی کذا فی الشامی وکذا الخطبۃ فلا یاتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ اور وسلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرا فی نفسہ ونیصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور بسبط حکم ہی خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اُسوقت بھی سکوت کرے مگر جبکہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل مین درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونون امرون پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل مین درود کہنے سے دونون کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز مین حرام ہی وہ خطبہ مین بھی حرام ہی اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب مین سکوت واجب ہی اور ظالم حاکمون کے نام اور تعریف خطبہ مین داخل نہین ہ ابعید عن الخطیب والقریب سیان فی اعراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہین سکوت کرنے کے وہن ہونے مین ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا تبیین ہدایہ سے اور نہر الفائق مین اُسکو واجب کہا ہی طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہی اسلیے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہی

فروع مسائل ملتقطہ شارح کے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہی سننا قرات کے قرآن کا ہر حال مین یعنی نماز مین اور خارج نماز سے اسلیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی ہم یعنی آیت فاستمعوا ہر چند نماز کے باب مین نازل ہوئی ہی چنانچہ بیشتر بیان ہوا مگر احکام مین اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہی نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہ حکم وجوب استماع کا بیعذری مین ہی اور عذر کی صورت مین سننا واجب نہین مثلا گھر مین لڑکا تلاوت کرتا ہی اور آدمی اپنے کاروبار مین پہلے سے مصروف ہین تو اُسپر سننا واجب نہوگا اسبسط جو شخص بازار مین تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنیوالون پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی ملتقطا لا بأس ان یقرأ سورۃ ویعید ہا فی الثانیۃ کچھ مضائقہ نہین اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت مین اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری مین ہم لا بأس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہی اور اضطرار کی صورت مین بلا کراہت جائز ہی مثلا پہلی رکعت مین سورۂ ناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری مین پھر اُسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ فی اولی من محل وفی الثانیۃ من اخر لو من سورتہ ان کان بینہما آیتان فاکثر اور اسکا بھی مضائقہ نہین کہ پہلی رکعت مین ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری مین دوسری مقام سے اگرچہ دونون مقام ایک ہی سورت مین سے ہون بشرطیکہ دونون مقامون مین دو آیتون یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا ویکرہ

افضل بسورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہی دونوں رکعتوں کی قرأت مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھے اور سورۂ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ان اگر بیچ مین بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوسا اور مکروہ ہی یہ کہ قرآن کو اُلٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ اخلاص اور دوسری مین تبت پڑھے ھم وجہ کراہت یہ ہی کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہی اور لڑکون کے لیے جو ترتیب بدلکر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہی کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ الی تبت یفلحون فانہ لا یکرہ ہذا ہو الصحیح کما فی البحر والنہر وفی الخلاصۃ وفی الفتاویٰ قاضی خان الاولی ان لا یفعل کذا فی الزاہدی وفی الخانیۃ المختار انہ لا یکرہ ہذا اذا ختم ولا یکرہ اذا لم یختم وفی الخلاصۃ وفی الاصل یکرہ ہذا اذا ختم وفی الفتاویٰ

گھر مین بیٹھنے کا حکم ہو اور عقل کی ناقص ہین تو اُنسے واجبات شرعی کی تعمیل نہ ہوسکیگی اور عاقل و بالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہین ہوتی تو دوسرے پر کیسے ہوسکتی ہے یہ غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور مصالح اہل اسلام کے قائم کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنے کی غرض فوت ہوجائیگی اور قریشی ہونا اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش مین سے ہین کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط قرار دیا ہے لا ہاشمیا علویا معصوما نہین شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہون سے معصوم ہونا ہم یہ قیدین شیعون نے لگائی ہین کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہے اس سے یہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور علوی کہنے سے یہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعون اور اسماعیلیون کا قول ہے حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لا تعینون جگہ لا تا یعنی یون کہتے لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما اسلیے کہ یہ تین قیدین شیعون کے تین فرقون کے قول جدا جدا ہین نہ یہ ایک ہی قول ہو ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے حاکم بنانا بدکار کا مکروہ کہنے سے اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہین ویعزل بہ الا لفتنۃ اور امام قابل معزولی ہوجاتا ہے فسق سے یعنی اگر اثنا ء حکومت مین اُسپر فسق طاری ہوگیا تو اس سے معزول نہو جائیگا بلکہ مستحق عزل ہوگا مگر بجہت خوف فساد کے اُسکو معزول نکیا جاے ویجب ان یدعی لہ بالصلاح اور واجب ہے کہ ایسے امام کے حق مین دعا نیکبخت ہونے کی کیجاوے وصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہے سلطنت زبردستی حاکم بننے والیکی بسبب ضرورت کے مم عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کردے جیسے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرۂ علما اور صاحبان راے و تدبیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرین تو اگر یہ دونون صورتین نہون اور کوئی شخص زبردستی والی ہوجاے تو اُسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام مین فتنہ نہو ولذا صبی ومعتوہ ان لم یفوض امورہ الی ولیہ علی ما لا یخفی والسلطان فی الرسم ہو الولد وفی الحقیقۃ ہو الوالی اعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسیطرح درست ہے سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاوین جو نایب سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر مین تو وہ لڑکا ہے اور حقیقت مین والی مذکور کیونکہ اُسکی اجازت قضا اور جمعہ مین درست نہین چنانچہ اشباہ مین ہے بزازیہ سے مم یعنی اگر والی مذکور کو حقیقت مین بادشاہ نہ کہین تو اُسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لیے درست نہ ہوگا کیونکہ ان دونون مین ایسے شخص کا اذن صحیح نہین جسکو ولایت نہ ہو لیکن یون کہنا چاہیے کہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت مین سلطان ہے یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت نہوگی کذا فی الشامی وفیہا لو بلغ السلطان والوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ مین ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہووے تو حاجت پڑیگی نئے سرسے اُسکو حاکم بنانے کی والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہوا مام کی نماز سے دس شرطون کے ساتھ مم شارح نے جو دس شرطین یہ مذکور کی ہین سو اقتدا کی ہین امامت کی البتہ نور الایضاح مین چھ شرطین امامت کی علیحدہ لکھی ہین تندرست مردون کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت ہونا جیسے نکسیر و پیشاب کے جاری رہنے اور تولما ہونے وغیرہ سے ششم وجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ اگرچہ کہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہین سکتی اسلیے جو شرطین شارح نے اقتدا کی لکھی ہین وہ امامت کی بھی ہوسکتی ہین بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہ چھ شرطین اقتدا کی بھی ہوسکتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطین امامت اور اقتدا کی سولہ ہین مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہین اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ دس کو شرطین اقتدا کی کہدیا جاے اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ مین آڑ ہو تو کچھ حرج نہین اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہ ہو وصلوا تہما اور تیسری شرط متحد ہونا دونون کی نماز کا بحر الرائق مین کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہوجاے یہ تعبیر اسلیے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اس عبارت مین داخل ہوجاے اس شرط کو نور الایضاح مین خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوا امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحتہ صلوۃ امام

اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان میں تو اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اسکا اقتدا صحیح نہ ہوگا وعدم محاذاۃ امراۃ اور پانچویں شرط یہ نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطوں کے ساتھ جو آگے مذکور ہوگی مفسد نماز ہے وعدم تقدم مقتدی بعقبہ اور چھٹی شرط یہ نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے لحاظ ایڑیوں کے تو اگر ایڑیاں برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤں بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیاں آگے بڑھی ہوئی ہوں وعلمہ بالانتقالات اور ساتویں شرط یہ جاننا مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے میں جانیکو خواہ دیکھنے سے یا آواز سننکر یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھکر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامۃ وسفر اور آٹھویں شرط یہ جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا اور لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ اسنے بھول کر دو پڑھیں یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نویں شرط یہ نہ شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز میں یعنی ہر رکن کو اسکے ساتھ ادا کرنا تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نہ ہوگا وکونہ مثلہ اوودونہ فیہا وفی اشتراطہ کالبطہ فی البحر اور دسویں شرط یہ ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اس سے کمتر ارکان میں اور نماز کی شرطوں میں چنانچہ مشرح مذکور ہے بحرالرائق میں ہم ارکان میں برابری ہونے سے یہ غرض کہ انکی بجا آوری میں برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے رکعان ادا کرتا ہو تو مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونوں ارکان کے ادا کرنے میں یکساں ہیں اور کمتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط میں یکساں ہونیکی یہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطوں کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطوں میں کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام میں سب شرطیں ہوں اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوں شرطیں اصل نسخہ بحرالرائق میں نہیں بلکہ بعض نسخوں کے حاشیہ پر بخط مصنف پائی جاتی ہیں قیل وینبغی تاکیدہ جوامع الرکعین کہتے ہیں کہ امامت جماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالوں کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو اس صورت میں جماعت سنت موکدہ نہ ہوگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضوں نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہیں کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالوں کے ساتھ تو اس صورت میں ثبوت امامت کا اس آیت سے نہ ہوگا وسر حکمہا لاطلام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتوں میں سے ہے الفت کا منظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکھنا یعنی جماعت کے شروع ہونے میں یہ حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والوں اور ہمسایوں سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ دوسرے دفعہ سے سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت میں دل نہیں گھبراتا کذا فی الطحطاوی ہی افضل من الاذان عند ناخلافا للشافعی قالوا یعنی امامت ہم حنفیوں کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت میں زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی رح کے کہ انکے نزدیک اذان کہنے میں زیادہ ثواب ہے کما ہو اسکو یعنی نے اور بعض علماء دونوں کو برابر کہتے ہیں کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت اسی مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو میں اذان کہا کرتا اسکے یہ معنی ہیں کہ امامت کے ساتھ کیونکر جمع کرتا امامت اور اذان کا افضل ہے ہم یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے افضلیت اذان کی نہیں پائی جاتی کیونکہ اسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے میں بلاشبہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت میں مشغول ہونے سے انتظار اوقات نماز کا نہیں ہو سکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال البعض ہم خاف ان ترکت الفاتحۃ ان یاتی النافی وقرأتہا یاتی بنی ابوحنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مجکو خوف ہے کہ اگر میں فاتحہ کو حالت قنوت میں چھوڑ دوں تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کریں اور اگر اسکو پڑھوں تو امام اعظم غصہ فرمائیں اسلیے میں نے امامت کو اختیار کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہے واجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردوں کے لیے سنت موکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہیں انکے قول میں اور جو لوگ واجب کہتے ہیں انکے قول میں کچھ فرق نہیں دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ تاکید سے غرض وجوب ہوتا ہے مگر جمعہ اور عید میں جماعت فرض ہے انکے صحیح نہ ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ میں کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہے اور رمضان کے وتروں میں جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہیں بلکہ وتروں کو مکروہ ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ ضوع

علی سبیل التداعی مکروہ ہے ومنحقہ اور رمضان کے سوا کے وتروں میں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے مراد تداعی سے یہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی اور قہستانی میں ہے کہ اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور مسجد کے کسی گوشہ میں جماعت کرلیں تو مکروہ نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا ایسی مسجد میں جسکا نہ امام ہے نہ موذن مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسلیے کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت مکرر مباح نہیں اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ بدعت ہے اور مسجد محلہ سے یہ مراد ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو درمیں کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان واقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اُس مسجد میں جسکا امام اور موذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ اگر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت جداگانہ سے نماز پڑھے تبیین کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہے اُس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جائے کہ اسطرح پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرادینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف لیگئے جسمیں جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کرکے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑکر آپ گھر میں کیوں نماز پڑھتے علاوہ اسکے جماعت ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی بھی متصور ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جانمیں بھی جماعت فوت نہوگی اگر اول نہ ملیگی تو اول جماعت میں اکٹھے نہ ہونگے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہے اور اسیکا مؤید ظہیریہ میں ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئے جسمیں جماعت ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی وجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین جداجدا امام کے پیچھے جماعتیں ایک ہی وقت میں پڑھتی ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شرنبلالی غزنوی جو ۱۰۶۹ھ میں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکار صریح کیا تھا اور بعض مالکیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علماء کے قول پر ناجائز ہے مگر آجکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو انکو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں آور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہو تو مکروہ نہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور نماز میں ہے کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہے کذا فی الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مدیم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور محکوم کراہت وعدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوٰۃ خوف کا خیال دلمیں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اُس روز سے محکوم وہ تردد رفع ہوگیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہے وَاَقَلُّهَا اثْنَانِ وَاحِدٌ مَعَ الْاِمَامِ وَلَوْ مَيِّزًا اَوْ اُنْثٰى اور جنگانی مسجد اور غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیز دار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں ہم کہ جماعت دو آدمیوں سے ہوتی ہے کی وجہ وہ حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اُس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحر الرائق میں وجہ عقلی بیان کی ہے کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاویگی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوائے جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے کے مقتدی ہونے چاہیں کذا فی الشامی وتصح امامۃ ابنی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں کیونکہ فرشتہ تکلف نہ ہونے کی وجہ سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وَقَبْلَ وَجِيْهَةٍ وَعَلَيْهِ الْعَامَّةُ اسی عامۃ مشائخ وبہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وھو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علماء اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ

وغیرہ ابن نجیم الرائق میں کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی لیے اجناس میں کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے فقہ سنّت واجب ثمرۃ نظیر فی الامم تبرکہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت سنون ہے اور واجب ہے ہر دو عاقل و بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسی عذر کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب اور سنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے اگر جماعت کو ایکبار چھوڑیگا تو واجب کے قول پر گنہگار ہوگا اور سنون ہونے کے قول پر گنہگار نہ ہوگا کما رنہ شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا ذخیرہ و نور الایضاح میں ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہوا مگر اسکی نیت میں یہ تھا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو یکمہ جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے مگر مسجد حرام اور اُس جیسی دوسری مسجد میں اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ اور مسجدوں میں جماعت کی نماز سے اُن مسجدوں میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو ابن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں اللہ کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الجلبی فلا تجب علی مریض ومقعد ومُزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف اور جل فقط ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز وأعمی وان وجد قائدا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہیں بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور سر چکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹا ہوا یا فقط ایک پاؤں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اُسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو ہم اور یہی حال ہر عاجز کا اگر اُسکے پاس سواری موجود ہو تو اُسپر بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جسکا پہونچانے والا میسر ہو اور جمعہ امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی امن حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک ورنہ واجب ہے جماعت اُس شخص پر جسمیں اور جماعت میں مینھ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا حائل ہوا یعنی مانع ہو ہم مراد یہ کہ مینھ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہ ہوگی اسیطرح جاڑا اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اسطرح کہ رستہ نہ سوجھے ویرخ لیلا لا نہارا او خوف علی مالہ ومن غریم اوظالم او مدافعۃ احد الاخبثین اور آندھی رات کے وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف اپنے مال پر جو رغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزوں کا یعنی بول و براز کا اسیطرح ہے بند رکھنا گوز کا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیام بمریض وحضور طعام تشوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرطیکہ شرکت جماعت کے اور بیمار کی خبر لینے یعنی جس صورت میں کہ مریض کو اُسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اُسکو حدادی نے وکذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی امی الا اذا وجب تکاسلا فلا یعذر لو یاخذ المال یعنی جیسے عند مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں بخلاف غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے اُسکو باقانی نے بتبعیت بہنسی کے یعنی بجز اُس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ متصور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ مال کے لینے سے ہو یعنی اُسکے مال کو چند روز اُس سے روک رکھے یا جاوے علم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دین کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا تقبل شہادۃ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول نکیجائے گواہی جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے علم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا اُن امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو اِن عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا یجب للاعلم باحکام الصلوۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل وواجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں

گذرا فی مجمع الانہر وہ شخص ہی جو احکام فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علموں مین فاضل ہو یا نہین نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اُسکے بچنے کے ظاہری گناہون سے اور بشرطیاد کرنے مقدار فرائض نماز کے اور بعضون نے بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہون سے بچنے کے ساتھ یہ بھی شرط ہی کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نکرتا ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا قول کافی کا ہی اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق مین بطور بحث مذکور ہی اور زیلعی نے بقدر سنت کو لکھا ہی یہی مبسوط اور فتح القدیر مین ہی اور یہی ظاہر ہی اسلیے کہ بیان امام کے اولی ہونے کا ہی تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب تر ہی ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع اے الاکثر اتقا بالشبہات والتقوی اتقاء المحرمات اگر علم مین برابر ہون تو پھر مستحق امامت کا وہ ہی جو تلاوت اور قرارت کی تجوید مین زیادہ اچھا ہو پھر زیادہ احتیاط والا یعنی جو شبہون سے بہت بچے اور تقوی حرام چیزون سے بچنا ہم تلاوت اور تجوید سے یہ غرض ہی کہ حروف ومخارج اور مد اور شد وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور قاری کو دوسرے مرتبہ مین اسلیے رکھا کہ قرارت کی احتیاج صرف ایک زمن مین ہوتی ہی اور علم کی احتیاج سب زمانون مین ہی پھر شارح نے ورع اور تقوی مین فرق بتایا کہ ورع شبہون سے بچنے کو کہتے ہین اور تقوی حرام چیزون سے بچنے کو اور شبہہ اُسکو کہتے ہین جسکی حلت اور حرمت مین شک ہو ثم الاسن الاقدم سلاما فیقدم شاب علی شیخ اسلم یعنی مستحق امامت زیادہ عمر والا ہی یعنی جو اسلام مین پیشتر ہو پس مقدم کیا جاے جوان اُس بڈھے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم الاقدم درعا وفی النہر عن الہدایہ وغیرہا یقاس سائر الخصال فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وجیئذ قلما یحتاج للقرعۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ مقدم کیا جاے وہ شخص جو پیشتر ہو ورع مین یعنی جسکا ورع بہت دنون کا ہو وہ اُسپر مقدم ہی جسکا ورع کم مدت کا ہی اور نہر الفائق مین زاد اللہ الفقیر سے منقول ہی کہ ورع کے اوپر سب خصلتون کا قیاس ہوگا یعنی یون کہا جائیگا کہ مقدم کیا جاے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اُسکے یعنی مثلا جسکو قرارت مدت سے آتا ہو وہ اُس سے مقدم ہی جسکو چند روز سے آتا ہی اور سو قرارت مین یعنی جبکہ یہ خصلت کے پیشتر ہونے کا لحاظ کیا جاے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کمتر ہوگی ہم اسپر لکھینگے بیان کیا ہی کہ اگر چند مستحق امامت سب خصلتون مین برابر ہون تم اُنمین قرعہ ڈالا جاے شارح کہتا ہی کہ جب خصال مین لحاظ پیشتر ہونے کا کیا جاے تو اب ضرورت قرعہ ڈالنے کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیون مین ورع اور علم اور قرارت ایک ہی مدت سے ہوے ہون ثم الاحسن خلقا بالضم الفقہ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہی جو خوش خلق زیادہ ہو شارح نے کہا کہ خلق بضم خاء معجمہ لوگون سے ملنا ساری کو کہتے ہین ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تجملا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگون مین زیادہ تجمل گذارہم تفسیر شارح نے ملزوم کے ساتھ کی اسلیے کہ کثرت تجمل کو خوبصورتی لازم ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھیگا دن کو اُسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب ہدایہ نے کہا اس تکلف کی کچھ حاجت نہین خوبصورتی ظاہر کی مراد ہی چاہیے کہ غیر صورت کی بہ امامت سبب ہی جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زادنی الزاد ثم اصبحہم ای سمحہم وجہا زاد الفقیر بیان کیا ہی کہ پھر سب مین کا زیادہ صبیح یعنے چہرہ مین زیادہ بشاش مستحق ہی ہم صبیح مشتق ہی سماحت سے سماحت کے معنی یہ ہین کہ جس سے ملے بکشادہ پیشانی اور ہنس مکھ ملے تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہی مگر خوش خلقی مین اور اسمین ظاہر اکچھ فرق نہین معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پھر مستحق وہ ہی جو سب مین زیادہ ہو حسب کی رو سے ہم بعض نسخون مین حسنا نون کے ساتھ دیکھا مگر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا اسلیے باموحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہی قاموس مین ہی کہ حسب وہ بزرگی ہی جسکو آدمی اپنے آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہی جو خاندان مین زیادہ شریف ہو مثلا سید مقدم ہی اور لوگون پر زادنی البرہان ثم الاحسن صوتا برہان مین یہ زیادہ کیا ہی کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ مین برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جائیگا کذا فی الاشباہ قبیل فصل ثم الاحسن زوجۃ اور شباہ مین تھوڑا سا پہلے ثم مثل کے بیان کیا ہی کہ پھر مستحق وہ ہی جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلیے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے اسمین مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ لوگون یا ہمسایون مین اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہین کہ بقیہ صفات مین برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہی جو زیادہ ہو مال مین یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی البحر پھر وہ ہی جو زیادہ ہو جاہ مین یعنے لوگون کے دلون مین اُسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہون اسلیے کہ یہ امر بھی موجب کثرت جماعت ہی ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہین کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا تناسب ہونا دلیل ہی زیادتی عقل کی مگر کذا فی

سلم ہم نے کتاب الصلوۃ کا ورق تالیف ابن ہمام کی ۱۲۲

سر کی موقع سے ہو بیموقع ہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر پھر مقدم کیا جاے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اُس صورت مین ہو کہ مقتدی سب مقیم ہون یا مقیم اور مسافر ملے جلے ہون اور جس صورت مین کہ سب مسافر ہون صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم و مسافر دونون برابر ہین کسی کو اولویت نہین ثم الحر الاصلی علی المعتق پھر مقدم کیا جاے آزاد اصلی اُس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر دو شخص مساوی ہین ہر صفات مین مگر ایک اصل سے آزاد ہو اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہو تو حر اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہین ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم تیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر مقدم کیا جاے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہو اُس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہو اسلیے کہ یہ صغیرہ ہونا تخفیف ہو بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بات ہو الاقدم احد فی الترجم الاہم ترجیح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور اسباب مرجح مین سے ہو پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو یعنی دو طالبعلم ایک اُستاد سے پڑھتے ہین تو اول اسکو پڑھاوے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اُسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ افتا کی جگہ استفتا ہو تا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین معنی استفتا ہی کے لکھے ہین فان استووا فی الکل اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے مین برابر ہون یعنی سب ایک ساتھ آئے ہون تو اُنمین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اُسکو مقدم کیا جاے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من خطط التاتارخانیۃ وفی طلبۃ العلم یقدم السابق فان اختلفوا وشبہ بینۃ فمہما والاقرع کجمیعہم معا کما فی الخرقی واذا لم یعرف الاول یجعل کانہم ماتوا معا انتہی اور بتیسوین فصل کتاب الخطر تاتارخانیہ مین مذکور ہے کہ طالبعلمون کے سبق مین مقدم کیا جاے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دم کے بعد آئے ہون اور وہان کچھ دلیل پیشتر آنے کی نہو تو اُسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھ جلنے والون اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہ ٹھہرا لیا جاتا ہے کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مع تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والون کی صرف اسمین ہے کہ وہان صورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا کذا فی الشامی وفی المحاسن القراء لابن وہبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوما جاز ان یقدم من شاء والاکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق واول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی محاسن القراء مین ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ اگر استاد کو طالبعلمون کے آنے کا حال معلوم نہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی تقدیم پر ہین اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہی سمہودی نے جوہر النقدین مین یہ روایت کی ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اُسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہے تا اٹھیو جبکہ اُسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسمین متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا اقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اجبر اکثرہم پس اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہے کہ جسکو چاہین امام بنا لین پھر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھ کسیکو چاہین کچھ دوسرے کو تو اعتبار اُنکے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قد موا غیر الاولی اساؤا ولا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گناہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت اولی بالامامۃ فی بیتہ وفی المسجد الراتب ادنی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما مریح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہے دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اُس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کے مانند ہے امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اُس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اُس صورت مین کہ ہو وہان مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت و تصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر حق من المالک لما مر اور مکان کل عاریت لینے والا اور کرایہ لینے والا زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اُسوجہ سے کہ پیشتر گذری مم شامی نے کہا کہ شارح کو امام کہنا مناسب تھا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر

ولایت عام نہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا لان الولایۃ الخ ہذہ الحالۃ دون المالک یعنی ہر وقت اُن دونوں کا تصرف ہی نہ مالک کا ولوام قوما وہم لہ کارہون ان الکراہۃ لفساد فیہ اولانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لایقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون وان ہو احق لاد الکراہۃ علیہم اور اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اُسکو بُرا جانتے ہیں تو اگر اُنکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لیے ہو یا اسوجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ مستحق امامت ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اُس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اُس سے نفرت رکھیں اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اُسکے حق میں امام ہونا مکروہ نہیں اور مقتدیوں کو اُس سے نفرت کرنا مکروہ ہے ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقا فتانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذا الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی الفتانی عن الخلاصۃ اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہو جو ہم بیشتر بیان کر چکے ہیں یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ میں تنزیہی ہے اور وہ ترک اولی سے ہو گرفتی پس خبردار ہو جاؤ ایک نسخہ میں لعلہ لما قدمناہ کی جگہ والعلۃ ما قدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی وہ ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں واعرابی وتلہ ترکمان واکراد وعامی اور مکروہ ہے امامت بدوی کی اور شل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہیں یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبۂ جہالت ہے اور لوگوں کا تنفر اُنکی امامت سے وفاسق واعمی ونحوہ الاخشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور شل اندھے کے ہر وہ شخص جسکو رات اور دن میں کم سوجھتا ہو کذا فی النہر ہم اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امام میں کم سوجھ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون اعمی غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولی مگر یہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصوں سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو ہو صورت میں اُسکا امام ہونا اولی ہے ہم قاری کا استثنا سے کیا کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اُسکی امامت خالی کراہت سے نہیں کیونکہ امامت میں اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مقتدیوں پر اُسکی امامت واجب ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ تعلیل کا مفاد یہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود نہیں ہے مگر اسمیں نص صریح کے ہونے سے کراہت جاتی نہیں یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان رضی اللہ عنہ باوجود یکہ اندھے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ میں اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ مردوں میں اُنسے زیادہ لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی وبدعتی ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اُس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد و عتقاد مخالف کا کرنا قطعاً کفر ہے بلکہ اعتقاد ہے کسی قسم کے شبہ سے ہم شمنی نے تعریف بدعت کی یہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ سے پیدا ہو مخالف اُس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات علم ہو یا عمل یا حال اور اُس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرایا ہو اس تعریف میں بدعت صرف اعتقاد کا نام نہیں جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکل من کان من قبلنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجوازر ویتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ ہمارے قبلہ کیطرف نماز پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے یہانتک کہ فرقہ خارجیوں کا بھی کافر نہیں جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہیں اور گالی دینا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالی کی صفات کے اور اُسکی دیدار کے جواز کے منکر ہیں یہ لوگ کافر نہیں بسبب ہونے اس اعتقاد کے تاویل اور شبہہ سے ہم تاویل اعتقاد ہے معنی بنا لینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے بگڑا کہ معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معنی سلف صالحین سے مروی تھے اُنکے پابند ہوئے طحطاوی نے کہا کہ انکا صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیوں کا ہاں اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقۂ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول اُنکے انکار صفات الٰہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہیں بدلیل مقبول ہونے اُنکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہیں اُنکی بھی نہ ہوتی حالانکہ اُنکی گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بدعتی ہیں بخلاف فرقہ خطابیہ کے کہ اُنکی گواہی مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ وجہ اُنکی گواہی مقبول نہ ہونیکی یہ نہیں کہ وہ کافر ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والوں کے لیے جھوٹی گواہی دینے کو دین سمجھتے ہیں ومنا من کفرہم اور ہم حنفیوں میں بعض ایسے ہیں جو خارجیوں

یعنی بدعتیوں کو کافر کہتے ہیں ہم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہے چنانچہ بحرالرائق میں خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہیں جنسے بدعتیوں کا کفر پایا جاتا ہے مگر انکے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسیکو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا القول ان اللہ تعالیٰ جسم کالاجسام وانکارہ محمۃ الصدیق فالصحیح الاقتداء بہ فصلوا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین میں ضروری جانی گئی ہے تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلاً اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مانند اور جسموں کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید میں ہے اذ یقول لصاحبہ لاتحزن کذا فی المجلی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دولد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگوں کو اُس سے نفرت ہوتی ہے بزازیہ وجدفیہم والا فلا اگر ہو تو بحر الرائق میں بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاوے گا مگر اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے اچھے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی ولذا کرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ ہے نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے مع شیخ وہبی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب میں زیادہ عالم وہی ہے اور خوف شہوت یا لوگوں کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہیں جو تصرف مقتضائے شرع عقل کے موافق خوب نہ کر سکتا ہو وفاسق وامی ولکنہ احسن قراءۃ منہ ومثلہ فی الاصح ولحن لا یحیل المعنی ولا یفسد کذا فی الخانیۃ وکذا اگر مفلوج وابرص شائع پرصہ اور مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جسکا برص پھیل گیا ہو مع برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اُسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہیں اور وجہ کراہت وہی تنفر ہے وشارب الخمر واکل الربوٰ وغمام ومراءٍ ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور اور ریاکار اور تکلف والے کہم شامی نے نقل کیا ہے بالجملہ فاسق میں آگئے انکو علیحدہ لکھنا تکرار بیفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف میں یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جسکا مقصود لوگوں کی نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہیں اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو تکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار کے وسن امامۃ اجرۃ قسانی اور مکروہ ہے نماز اُسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی مع یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتوں پر اجرت لینا باطل ہے اور مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہیں کرتا تو اگر یہ اجرت لینے کو ناجائز کہا جاوے تو یہ باتیں یکقلم موقوف ہو جائیں زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان یقین بالاعادۃ لم یکرہ وعدمہ مالم یتبع وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق کے ترک کی بحث میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا نہیں جانتے کہ فرض میں جو شرط ہیں اور کن مقتدی کے اعتقاد میں ہیں امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہ ہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہ ہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات میں تو اس صورت میں اقتدا مکروہ ہوگا مع ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ہتدلی الاقتدا میں کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہوں میں احتیاط کرے یعنے فصد اور نکسیر کے بعد بلا وضو کرلے اور اگر احتیاط نہ کرے تو اقتدا درست نہ ہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے کہ محققین کا میلان اُسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہیں ویکرہ تحریماً تطویل الصلوٰۃ علی القوم زائداً علی قدر ما فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قرأت اور ذکروں میں مقدار سب سے زیادہ تر کے قوم راضی ہو یا نہیں ہے بشرطیکہ ناگوار نہ ہو سبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہیں الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیہ ظاہر حدیث معاذ انہ لایزید علی صلوٰۃ اضعفہم مطلقاً ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرأت مسنون سے کم ہو اور اسیوجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے ہم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رضی نے سورۂ بقرہ عشا کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھ لی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت حضرت معاذؓ کی بیان کی تو آپ نے انکو فرمایا کہ تم کیا لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحٰہا اور سبح اسم ربک الاعلیٰ اور واللیل پڑھا کرو شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زائد نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہا پڑھا کریں جو شامیں مسنون ہیں باوجودیکہ قوم معاذؓ کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب کمال کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے

وصحّ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأتا المعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جبکہ رونا ایک بچہ کا سنا نماز فجر طویل المفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے تخفیف فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ میں اسکی ماں کو گھبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے ویکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰۃ جنازۃ لانہا تشرع

مکروہ قلوا فرادیٰ ولو فی نفل شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ عورتوں کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوائے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ میں انکی جماعت مکروہ نہیں اسلیے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو شروع نہیں تو اگر تنہا سب نماز پڑھینگے تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتوں کی نماز فوت ہو جائیگی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اسلیے انکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز میں مکروہ نہوئی ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہے دوسری بار پڑھنا نفل کرنا ہے تو جب ایک عورت تنہا نماز پڑھیگی تو فرض ادا ہو جائیگا باقی عورتیں اس سے محروم رہ جائینگی اسلیے جماعت سے پڑھنے میں سب کو تقلیل فرض کی فوت نہوگی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جنازہ پر صرف عورتیں ہوں ولو امت فیہا رجالا الا انہا تسقط

الفرض تصلوہا الا اذا استخلفہا الامام وخلفہ رجال ونساء فقصد صلوٰۃ الکل اور اگر نماز جنازہ میں مردوں کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے بسبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردوں کی نماز تو سرے سے منعقد نہیں ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اس صورت میں اعادہ نماز کا چاہیے جبکہ عورت کو امام خلیفہ کر دے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتیں ہوں کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائیگی ہم شیخ زمتی نے وجہ یہ کہے کہ نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی کہ جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہیں تو خود اسکا مقتدی ٹھہرا اسلیے اسکی نماز فاسد ہوئی اور اسکی نماز کے فساد سے سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو گئی فان فصل تقف

الامام وسطہن فلو تقدمت الاثنتان فقدمن بھر اگر عورتیں باوجود کراہت کے جماعت کریں تو امام عورتوں کے بیچ میں کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھکر کھڑی ہوگی تو سنا جائیگا ہوگی بخلاف یہ کہ وہ عورتوں سے آگے بڑھکر کھڑا ہو نہ بیچ میں ہم لفظ امام میں نکرہ وموث برابر ہیں اور بیچ میں کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ صف کے برابر بیسی طرح کھڑی ہو سکے گی ایڑیاں صف کی ایڑیوں سے آگے نکلی رہیں اور پنڈلی کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اسکو مرد فرض کریں تو عورتوں کی برابری سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسی وجہ سے کسی کی نماز نہوگی کذا فی الطحطاوی کالعراۃ فیتوسط الامام وتکرہ جماعتہن تحریماً فرع جیسے ننگے آدمی کہ امام انکے بیچ میں کھڑا ہوا اور انکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح فرع بیچ میں کھڑے

ہونیکی قید سے افادہ کیا کہ تنہا ننگوں اور عورتوں کی جماعت میں صرف بیچ میں کھڑے ہونے سے ہی ہر وجہ سے نہیں کیونکہ ننگوں کو بیٹھکر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتوں کے کذا فی البحر اور مکراہت جماعت کی غالباً دیکھنا دوسرے کی برہنگی کا ہے ویکرہ حضورہن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان

واستثنی الکمال بحثاً المجائز المتفانیۃ اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگرچہ حاضر ہونا جمعہ میں اور عید میں اور وعظ میں ہو مطلقاً یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو مطلقاً جوان رات کو مجمع میں حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہے مذہب مفتی بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور استثنا کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتوں فانی کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عورتیں جماعت میں حاضر ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمایا عورتوں نے انکی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی اپنے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمرؓ کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد میں جانے کی نہ دیتے اس سے متاخرین نے فتوی دیا کہ عورتوں کا نکلنا جماعتوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامۃ الرجل لہن فی بیت لیس معہن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ اوزوجتہ او امتہ اما اذا کان معہن واحد عن ذکر امن فی المسجد لا یکرہ بحر جیسے مکروہ ہے امامت ہونا مرد کا عورتوں کو اپنے گھر میں کہ امام کے سوا کوئی مرد عورتوں کے پاس نہ

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتوں میں ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتوں کے ساتھ انہیں سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مردوں کی امامت مسجد میں کرے تو مکروہ نہوگا کذا فی البحر یعنی خرد اگر عورتوں کا امام ہو تو خلوت کے مکانہیں ہو یہانتک کہ مسجد میں ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد میں نہ ہوا اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی التتارخانیۃ لیقف الواحد ولو صبیاً اما الواحدۃ فتتاخر محاذیاً اسی مساویا یمین الامام علی المذہب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ اسکی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہدے ولا اجرۃ بالاس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا التفات او اعتبارا نہیں بلکہ یعنی سجدہ کی حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونے کے امام سے آگے نکلجاتا ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہوگی یعنی پنجوں کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقاً وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفتہ السنۃ پھر ایک مقتدی اسکے بائیں طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول میں بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو ثلثین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھکر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد جنب الامام خلفہ صف کرہ اجماعاً اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہوا اور پیچھے امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق مع اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضوں نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایک ٹنگ میں اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضوں نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹا دیگا تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی مؤید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ میں ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوے میں آپکے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑکر داہنی طرف کو گھمایا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپ کے بائیں جانب کھڑے ہوے آپنے انکے دونوں ہاتھ پکڑے اور ہم دونوں کو پیچھے ڈھکیلا یہانتک کہ ہمکو اپنے پیچھے کھڑا کیا کذا فی الشامی ویصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرہم بان تیراصوا ویسدوا الخلل ویسووا منا کبہم اور صف باندھیں یعنے مقتدیوں کی صف کرادی امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں کی جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر کھیں ویقف وسطاً اور امام درمیان میں کھڑا ہو یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونوں طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں تاکہ دونوں طرفیں برابر ہو جاویں اور اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونوں طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ میں جگہ چھوٹی ہو تو بیچ میں کھڑا ہو جاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا میں امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف میں سے کھینچکر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اسکی سیدھ میں اکیلا کھڑا ہو جاوے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولاہا فی غیر جنازۃ ثم وتم اور بہتر صفوں میں سے سب سے پہلے ہی سوائے جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہی پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہر الرائق میں وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول میں امام کی سیدھ پر ہو پھر داہنی طرف والوں پر پھر بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ نظر جنازہ میں زیادہ ہوتا صفوں کا ہے اگر پہلے بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفرف المسجد ان وجد فی صحنہ مکان کرہ کقیامہ فی صف خلف

صف فیہ فرجۃ اور اگر نماز پڑھے مسجد کی طاق پر تو اگر صحن مسجد مین جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہی کھڑا ہونا نمازی کا اس صف کے پیچھے کی صف مین جسمین جگہ چھوٹی ہوئی ہی ہم نے فرق طاق عبارت کو کہتے ہین تو اگر کوئی نمازی بلا عذر باوجود صف مین جگہ ہونے کے کسی طاق پر چڑھکر نماز پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیے کہ اسطرح پڑھنے سے صف کے پورا ہونے مین خلل پڑتا ہی اور اگر کسی عذر سے کھڑا ہوا مثلاً وہ شخص کمبر ہی اور طاق پر چڑھنے سے آواز سب صفون مین پہونچیگی تو اس صورت مین مکروہ نہین اور نمازی نے بدنیت کے اگر اپنے سامنے کی صف مین جگہ چھوٹی دیکھی اور اپنی جگہ سے چلکر اگلی صف مین کھڑا ہوگیا تو اسکی نماز فاسد ہوگی پھر فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہی یا تنزیہی اسکی تنقیح چاہیے مگر حدیث شریف مین جو وعید آیا ہی کہ جو شخص صف کو قطع کرے اسکو خدا قطع کرے اسکا موید ہی کہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی قلت وبالاکراہۃ صرح ایضاً الشافعیۃ مین کہتا ہون کہ فرجہ والی صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیون نے بھی مصرح کردیا ہی قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصف وہذا افضل مفوت لفضیلۃ الجماعۃ الذی ہو التضعیف لا الاصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفا غیر کرتہا وبرکتہا ہی عود برکۃ الکامل نہم علی الناقص انتہی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف مین بیان کیا ہی کہ صف مین جگہ چھوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہی ثواب سے مراد کئی گنا ہوتا ہی نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہی برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہی کہ نمازیون مین سے کامل شخص پر کی رحمت ناقص پر چلی آوے انتہی ہم لینے یہ جو وارد ہی کہ جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس بات افضل گنی زیادہ ہی فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہی یعنی جو کامل شخصون کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہی اسمین حاضرین شریک ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حنفیون کے نزدیک تضعیف بھی ملتی ہی مگر کراہت کے ساتھ واللہ وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرہم اور اگر نمازی اول صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اسکو جائز ہی چیرنا دوسری صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے ہم یعنی جب کوئی شخص نماز مین داخل ہونا چاہے اور اگلی صفون مین جگہ دیکھے تو پچھلی صف والون کے سامنے کو یا انکے چیر کر اس جگہ مین جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والون کا قصور ہی کہ انھون نے جگہ کو نہ بھرا اسلیے انکو چیرنا یا انکی نماز کے آگے کو گذرنا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اسکی گردن پر ہوکر چلا جاوے کہ اسکی کچھ تعظیم نہین ہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الحدیث من سدّ فرجۃ غفر لہ اور حدیث مین ہی کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی وہم خیارکم الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ہوا ہی یعنی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ تم مین بہتر وہ ہین جو نماز مین زیادہ نرم شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونے کے لیے انکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ کو نرم کردین اور اسکو جگہ دے دین وہذا العلم جہل من یتمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویلتزمہ انہ ریا کذا بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہی جہالت اس شخص کی جو رکع رہے جب کوئی صف مین داخل ہونیوالا اسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہی کہ دوسرے کو جگہ دینی خود کی بات ہی جیسا شرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا ہی کہ ریا کا گمان اسلیے ہی کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہی حالانکہ یہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہی اور فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہی لکن نقل المصنف وغیرہ عن الغنیۃ وغیرہا انہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور دوسری کتابون سے وہ مضمون نقل کیا جو مخالف نقل بحر الرائق کے ہم یعنی مصنف وغیرہ نے تبعیت صاحب قنیہ لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیون کو ہٹایا اور وہ اسکے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اسکی نماز فاسد ہوجاتی اسلیے کہ اسنے نمازیون خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس استدراک کا مذکور نکرنا بہتر تھا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہی یعنی جب حدیث سے ثابت ہوگیا کہ دوسرے کو جگہ دینے کے لیے ہٹنا افضل ہی تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتاخر فہل قم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اسمین اور پہلے مسئلہ مین کچھ فرق ہی اسکی تنقیح چاہیے ہم مسئلہ قنیہ کی یہ صورت ہی کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی کہ مخلوق کے امر کا مانا پایا گیا اور اگر بدون اسکے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ مین اور اسمین کچھ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل وار بیان کیا جاوے تو خوب ہو یعنی دونون مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ مین اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونون جگہ فاسد ہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نماز مین شریک

ہونے والیکی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم الکبیر صف باندھیں امام کے پیچھے مردشارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو کہ مرد آزاد ہوں یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلیہ مین جو لڑکون کو بالغ غلامون پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہین بلکہ اسلیے کہ حدیث مین وارد ہے کہ مجھ سے قریب بالغ عاقل ہون پس اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعدد ہم فلو واحدا دخل فی الصف دونون کے پیچھے لڑکے صف باندھین جمع کے صیغے کا ظاہر یہ ہے کہ لڑکے کئی ہون تب پیچھے صف کرین پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف مین دخل کیا جاے علامہ حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر چہ بہتر ہے دلیلکے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف مین جاے مثلاً خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکون کی صف مین ملجاوے اور جس صورت مین کہ اسکے ملنے سے برابر والیکی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف مین کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکون کے پیچھے صف کرین خنثیٰ کی صف کرین عورتین قالوا الصفوف المکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا المعاملۃ الخناثی بالاضر فقہانے کہا کہ صفین جو ہو سکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا اُن سب کا بسبب معاملہ خنثون کے ساتھ مضرتیات کے ہم بارہ صفین اسطرح ہو سکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مؤنث یا خنثیٰ پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ قسم کے مقتدی ہوے پھر انہین سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوے انکی تفصیل ترتیب حلیہ مین یون مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثیٰ ششم آزاد لڑکے خنثیٰ ہفتم غلام بالغ خنثیٰ ہشتم غلام لڑکے خنثیٰ نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ دوازدہم لونڈیان نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثیٰ صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلیے کہ خنثیٰ کا برابر ہونا دوسرے خنثیٰ کے یا اسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہین کہ خنثیٰ اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والونہین سے ایک خنثیٰ مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو ایک صف مین اسطرح کھڑا کرین کہ ذکر خصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو ورنہ فاصلہ ایک شخص کا چھوٹا ہے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف مین آزاد اور غلامون کو جمع کردین کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہونے مین بھی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا ودخان وسبع وضخمۃ او ماضیا کعجوز او جبلۃ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابل ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب مین مختلف نہین اور شاید دلو امۃ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی وتنل شرطون کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ ہونا موقوف ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ بزمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلاً بوڑھیا ہو کلام شارح سے دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ برابری مین ہوگا تو نماز مرد کی فاسد ہوگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسون کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس تک کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتی چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصریح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین لیاقت وطی کی ہو جاے اسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی وطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد مین کوئی آڑ نہ ہو کہ آڑ بلندی مین ایک ہاتھ اور موٹائی مین ایک انگشت ہو یا یہ کہ دونو مین فاصلہ اتنا نہ چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت مین نماز فاسد نہوگی اور یہ اسصورت مین ہے کہ دونون برابر ہون اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ ذات رکع سجدۃ ان لم تتحد کنیتہا ظہریہ بصلے عصر علی الصحیح سراج فاطبق فنفلا علی المذہب بحر وبہ یفتی مطلقہ حرج البحار قیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت کا ہی نماز مطلق یعنے رکوع سجدہ والی مین خواہ نماز فرض ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتین دونو کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والیکے کہ بشرط محاذات دونون کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول کذا فی السراج اسلیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہے مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکلگئی

کہ اسمیں محاذات مفسد نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں محاذات نہیں کیونکہ وہ حقیقت متعلق بمحذوف کے ہے یعنی فسدت صلوتہا کے اور مذہب قوی سے مراد تنجیس کا قول ہے کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہوا تو وہ نفل ہوگیا کیونکہ وصف باطل ہونے سے اصل باطل نہیں ہوتی تو جب فرضیت باطل ہوئی تو نفل ہونا باقی رہگیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہوگئی کیونکہ وصف کے باطل ہونے سے انکے نزدیک اصل باطل ہوجاتی ہے تو انکے قول کے بموجب مرد کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ عورت حقیقت میں نماز نہیں پڑھتی بحر الرائق میں اس قول کو خلاف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی بتصرف مشترکہ محاذاۃ المصلیۃ بمصل لیس بینہ وبینہا حائل ولو بمحرم او زوج او امۃ او کتابیۃ او مجنونۃ او میتۃ او حائض او نفساء او مرتدۃ او مشرکۃ او مرتکبۃ کبیرۃ او مصلیۃ الا اذا کانت مقتدیۃ بہ او مساویۃ او سابقۃ ببعض صلاتہا او ولو عکسا کلا حققہ بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین والمحاذاۃ فی الطریق وجہ تنجیس الماء وفی الثوب والبدن وشرط محاذات کی ہونا نماز کا مشترک مرد اور عورت میں تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے تحریمہ میں مشترک ہونے سے یہ غرض ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کی امام کے تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے پیشتر ہو چکی ہو یعنی یہ شرط نہیں کہ عورت شروع نماز میں ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اسوقت عورت اگر شریک ہو تو یقیناً نماز میں اگر محاذات ہوگی تب بھی فسد ہوگی اور ادا میں شرکت سے مراد یہ کہ جس نماز کو دونوں پڑھتے ہیں اسمیں ایک دوسرے کا امام ہو یا دونوں تیسرے شخص کے مقتدی ہوں گو شرکت ادا کی حکما ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونے کے یعنی اگر عورت اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد لاحق ہونے کی صورت میں ہو تب بھی تو مرد کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ حکما دونوں ایک امام کے پیچھے ہیں بخلاف دو مسبوقوں کے محاذات کے امام کے بعد کہ وہ مفسد نہیں کیونکہ مسبوق بانی نماز کے پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے تو اسوقت کی محاذات میں شرکت فی الادا نہ پائی گئی اور بخلاف محاذات راستہ کے کہ وہ بھی مفسد نہیں یعنی اگر مرد اور عورت بیوضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہوگی شارح نے کہا تو اس شرط کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی عورت کی اس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہے نہ نماز کی مفسد کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ مراد کروہ سے بظاہر کروہ تحریمی ہے بسبب مظنۂ شہوت کے واتحدت الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف الکعبۃ ولیلۃ مظلمۃ فلا فساد بالاجماع شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً اگر ایک کا منہ ایک دیوار کیطرف ہو اور ایک کا دوسری دیوار کیطرف اور جیسے اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی الگ الگ کرکے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہوگی بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا والا لا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا اور نہیں تو فاسد نہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے ہم فسدت صلوتہ جزاء ہے اذا محاذتہ کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اسکی نماز فاسد نہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہو ورنہ دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امراۃ معینۃ او النساء دون الباقیات علیہ والا بنوی فسدت صلوتہا کما لو اشار ایہا بالتاخر فتاخرت کما قدمنا فی قضاء المقام فتح ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز مرد کی اسوقت فاسد ہوگی جب امام اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنیکے کریگا تو اقتداء عورت کا صحیح نہوگا تو مرد محاذی کی نماز بھی فاسد نہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اسوقت موجود نہو قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی نیت کی سوائے اس عورت کی تو عمل کریگی اسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جسکا استثنا کیا اسکی محاذات دوسری صورت میں مفسد نہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت نکی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں اور یہی اصح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم شرط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اسکی نیت نہ کی ہو اور نہایہ میں ہے کہ عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا انکا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہے وشرطوا کونہا عاقلۃ اور فقہا نے شرط کیا ہے یعنی آٹھویں شرط بیان کی ہے ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی ولو نوٰی فی مکان واحد اور نویں شرط ہی ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر مرد مثلاً قدم بھر اونچی دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کر دیا دسویں رکن کامل شرط یہ ہے کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے میں ہو شامی نے کہا کہ خانیہ میں یہ ہے کہ محاذات مفسد ہے کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہیں فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطیں دس ہیں چنانچہ مترجم نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہے اور اگر شریک در تحریمہ وارنشد اک در اداکو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہیں اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ ہوتے ہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردوں کی نماز فاسد ہو سکتی ہے کہ ایک اسکی جو عورت کی داہنے طرف ہو ایک بائیں طرف والے کے ایک پیچھے کھڑا ہونے والیکی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح اشتہی لا لیفسدہا علی المذہب تضعیف لمافی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت کا نماز کو فاسد نہیں کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتانا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہے یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت میں شہوت نہیں تاکہ اسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاوے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہم یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ اُنسے بھی ہوتا ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہاں عورت کو ٹھہرا کرنا فرض تھا اُس جگہ نہ ٹھہرا یا والاصح اقتدا رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہیں صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل میں ہو صحیح قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہے اسلیے کہ مراد رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں غیر واقع ہیں تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہیں اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجح ہے طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ کسی نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہیں اُسکی جو کچھ نماز کا صرف عادت پڑنے کے لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہیں اور نفلوں میں اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ کی نفل قوی تر ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کذا فی النہر وکذا الاصح الاقتدا بمجنون مطبق او منقطع فی غیر حالۃ افاقۃ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی وہیطر درست نہیں اقتدا پیچھے مجنون دیوی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ مجنون جسمیں کبھی ہوش نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہے کہ مجنون مکلف نہیں اور متوالے اور مدہوش میں ثبوت نیت کا نہیں والاطاہر بعذر وہذا ان قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعدہ وصح لو توضا علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اُس صورت میں ہے کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث پایا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث بیطاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہ ہونے پر وضو کیا ہو اور نماز بسطح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جاویگا ہم طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجائے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ٹھہرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہیں ہوتا حالانکہ شرعاً وہ طاہر ہی کا قسم ہے مقصد امن خروج الدم وکاقتدا امرأۃ بمثلہا وہی مثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذر بذی عذر لا مکسہ کذی القلفۃ بذی بلا لمس لان مع الامام حدثا وبجاستہ جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلوانے والیکے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہوا اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنے دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والیکا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والیکا ایک عذر والے کے پیچھے نہیں صحیح ہی سکا عکس یعنے اقتدا ایک عذر والیکا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

بائی والے کا اُس شخص کے پیچھے جسکو سلس البول ہو درست نہیں اسلیے کہ امام یعنی سلس البول والیکے ساتھ دو عذر ہین ایک بیوضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی مین صرف ایک عذر ہے یعنی بائی سے بیوضو ہونا نام نہر الفائق مین کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اُسوقت صحیح ہے جبکہ دونون کا عذر متحد ہو تو اس صورت مین صحیح شارح نے کہا کہ دو عذر والے کا اقتدا ایک عذر والیکے پیچھے صحیح ہے درست نہین کذا فی الحلبی ومافی المجتبیٰ الاقتدار بالماثل صحیح الا الثنتہ الخنثی المشکل والضالۃ والمستحاضۃ ای لاحتمال الحیض فلو انتفی صح اور جو کہ مجتبیٰ مین مذکور ہے کہ اقتدا کرنا پیچھے اپنے مثل کے درست ہے مگر تین شخصون کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہین اول خنثی مشکل کا اقتدا دو خنثی مشکل کے پیچھے درست نہین اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے دونون ناجائز ہین بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہو جاے اسطرح کہ یقین ہو استحاضہ کا تو اقتدا درست ہو گا مع ضالہ اور تحریر اُس عورت کو کہتے ہین جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے مین شبہہ ہیگا کہ جس روز وہ امام ہو وہ کہین حیض کا نہو مگر مستحاضہ بن صورت مشکل ہے اسلیے کہ خون استحاضہ پر احتمال حیض نہین ہو سکتا مان یون ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چھ روز کے حیض کی تھی پھر مثلاً ایکبار بڑھگئی تو چھ سے دس تک کے دنون مین دونون احتمال ہو سکتے ہین یعنی اگر خون دس تک منقطع ہو گا تو یہ دن حیض کا ہو گا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو استحاضہ کا ہو گا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہو گی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ مین نے مجتبیٰ کی عبارت مین یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہین اور اس نسخہ مین کسیطرح کا اشکال نہین اور مافی المجتبیٰ مبتدا ہے اور اُسکی خبر قول شارح ای لاحتمال ہے یعنی مفسر بکذا یعنی مجتبیٰ کے قول کی تفسیر اسطرح ہے کذا فی الشامی وللاحافظ آیۃ من القرآن بغیر حافظ لہا وہو الامی او نہین درست ہے اقتدا اُس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اُسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی کہلاتا ہے وللامی یا خرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ مفصح علیہ اور نہین جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تصحیح ہو گا اُسکا عکس یعنے اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو اسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہو گا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی فلا یصح عورۃ بعاری فلو امم العاری عریانا ولابسین فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا وجرح بشلہ بصحیح اور نہین صحیح ہے اقتدا برہنگی کے پیچھے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام ہو برہنہ شخص بعفن اور کپڑے پہنے ہوون کا تو امام کی نماز اور اُسکی مثل کی یعنے برہنہ مقتدیون کی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھ دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہو ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونون زخمیون کی جائز ہے بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریون کا تو امام کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرکے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونون مسئلون مین بحر الرائق مین یون بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قرأت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کرکے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے حدیث کی رو سے تو جب اُسنے ایسا نکیا تو نماز اُسکی فاسد ہوئی اسلیے سب کی نماز فاسد ہو گی اور ستر عورت و طہارت کا یہ حال نہین کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسلیے کپڑے پہننے والون کی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہو گی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود لعاجز عنہما لبنا القوی علی الضعیف اور نہین درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والیکا پیچھے اُس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی قادر رکوع وسجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل ومفترض فرضا آخر لان اتحاد الصلوٰتین شرط عندنا اور نہین صحیح ہے اقتدا فرض پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے اور نہ پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والیکے اسلیے کہ دونون نمازون کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع مین گذر چکا کہ اتحاد امام و مقتدی کی نماز سے یہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی بہت سے نمازین داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ مین امام کی نماز پڑھتا ہون تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے

ہم یہ جواب ہوا امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہو کہ حضرت معاذؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انکو عشا پڑھایا کرتے تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہو کیونکہ حضرت معاذؓ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم میں جن نماز پڑھتے تھے ونفل ہوتی تھی اور مقتدی اُنکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہو کہ ثابت ہوا ہو کہ حضرت معاذؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہو کر فرض پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذؓ کی قوم نے اُنکی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذؓ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف کرو وہ احمر اس سے یہ نکلا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کرسکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت کرسکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولانا ذر متنفل والمفترض ولا بناذر ان کلا منہما مفترض فرضا اخر اور نہیں درست جو اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہو تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہوسکتی اور نہ نذر کرنیوالیکی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر کرنیوالے کے پیچھے درست ہو اسلیے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہو جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہو ان دونوں مسئلوں میں نہیں پایا جاتا الا اذا نذرا احدہما عین منذور الآخر لاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں مگر اُس صورت میں کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہو وہی میں نے کیا ہو ان تو اب دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی سو بوجہ اسکے اتحاد پایا گیا بخلاف اُس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ ایسی دونوں کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولانا ذر بخالف لان المنذورۃ اقوی صحیح عکسہ بخالف ومتقل اور نہیں درست ہی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہر قسم کی نماز سے تو صحیح ہوا اسکا عکس بخالف ومتقل یعنے قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے پیچھے درست ہی اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہی ہم صورت قسم کی یہ ہو کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا اسلیے قسم کی نماز والیکا اختیار رہتا ہی چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرلے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہی اور یہیں جہت نذر والا قسم والیکے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کرسکتا ہی جلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبخالف عطف ہی بنا ذر مخذوف پر جو کہ عکسین سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وصلیا کبنی طواف کنا ذرین امر دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنے ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہی اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہیں جیسا بعض فقہا کا قول ہو تو اس قول کے بموجب اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو شرکا فی نافلۃ فافسد صاحب الاقتدا ولا ان افسدا انفردین اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں نے اسکو فاسد کردیا تو اقتدا صحیح ہی مثلاً دونوں دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اُس دوگانہ کو فاسد کردیا تو اُسے ایک دوسرے سے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہو نہ اُس صورت میں جبکہ اُسکو فاسد کیا دونوں نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامۃ الاخر صحت لان نویا الاقتدا والفرق لاتخفی اور اگر دو شخصوں نے نماز ظہر پڑھی اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہو کہ امام اپنے حق میں منفرد ہوتا ہی اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہ ہوا تو دونوں منفرد رہے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت میں عین جواز کی وجہ یہ ہو کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر بنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز پر بنی کیا ہی اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہ ہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الجلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلہما لما تقرر ان الاقتدا فی موضع الانفراد فسد لکنہ او نیۃ درست ہی اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اسوجہ سے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ میں فاسد ہی جیسے کہ اُسکا عکس مفسدہ یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق وہ ہی جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو شخص امام کے فارغ

ہونے کے بعد اس فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں حکم مقتدی کا رکھتا ہے یعنی بسیط خاز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا ہو اور مسبوق وہ ہے جو بعد کسیقدر نماز ہو جانیکے شریک ہو شروع سے شریک نہو وہ اپنی باقی نماز پڑھنے میں حکم منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہو گا اسلیے کہ دونوں مقتدی ہین اگر ایک امام ہو گا تو وہ منفرد ہو جائیگا کیونکہ امام کا حال منفرد کا سا ہے بسیط مسبوق پیچھے مسبوق کے اقتدا نہین کر سکتا کیونکہ دونون منفرد ہین تو اقتدا حالت انفراد مین کیسے کر سکتے ہین اور یہی حال ہے اگر لاحق مسبوق کے پیچھے اقتدا کرے اور مسبوق لاحق کے پیچھے کذا فی الحلبی ولا مسافر بمقیم بعد الوقت فیما تغیر بالسفر کالظہر سوا اُدرک المقیم بعد الوقت او فیہ فخرج فاقتدی المسافر اور نہین صحیح ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین جو سفر کے باعث سے بدلتی ہین جیسے ظہر اور عصر اور عشا بابر ہے کہ قیمنے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی پھر وقت نکلگیا تو اسوقت مسافر نے اقتدا کیا مسافر کی نماز وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہے خواہ نیت اقامت کرنے سے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اُسکی اُس جہت سے کہ جب وقت نکلگیا تو اُسکے ذمے دو رکعتین ثابت ہو گئین اب اُنمین قابلیت تمام ہونے کی کسیطرح نہ رہی اسلیے بعد وقت کے اقتدا صحیح نہین ٹھہرا اور متغیر نمازون کی قید اسلیے لگائی کہ جنمین تغیر نہین مثلاً فجر اور مغرب تو اُنمین اقتدا درست ہے کذا فی المنح بل ان احرم فی الوقت فخرج صح واتم شجاعا الامامہ اما بعد الوقت فلا تتغیر فرضہ فیکون اقتدا مبتنفل فی حق قعدۃ اوقراءۃ بافقدانہ فی شفع اولیان بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پھر وقت نکلجاے تو فتدا صحیح ہو گا اور مسافر چار رکعتین پڑھے اپنے امام کی جہت سے لیکن وقت کے بعد اُسکا فرض نہین بدلیگا وہی رکعتین اُسکے ذمے ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دو گانہ مین کریگا تو قعدہ کے حق مین اور دوسرے دو گانہ مین کریگا تو قرارت کے حق مین اقتدا نفل پڑھنے والیکے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض الیکا اقتدا نفل والیکے پیچھے جائز نہین ہم نفل سے مراد غیر فرض ہے خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمے واجب ہے اور مقتدی مسافر پر اخیرہ ہونے کی جہت سے فرض ہے تو اقتدا فرض والیکا واجب والیکے پیچھے ہو گا اور پچھلے دو گانہ مین قرارت امام مقیم کے حق مین مسنون ہے اسلیے اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہو گی کیونکہ قرارت اُسکے حق مین فرض ہے تو اقتدا فرض والیکا سنت والیکے پیچھے لازم آویگا کذا فی الشامی ولا نازل برا کب ولا راکب برا جب والبادیۃ اخری فلو صح صح او صحیح نہین اقتدا سواری سے اُترنے والیکا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہو گا ھم وجہ عدم جواز اقتدا کی اس صورت مین اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اُترے ہوے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہ ہو گا کذا فی الشامی ولا غیر الا لاتبع بہا ی بالاتبع علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی اور نہین درست ہے اقتدا غیر قوتلے کا قوتلے کے پیچھے اصح قول کے موجب جیسا کہ بحر الرائق مین مجتبی سے منقول ہم اتبع برون افضل اُس شخص کو کہتے ہین جسکی زبان سے ایک حرف کی بجاے دوسرے مثلاً ز کی جگہ ذ یا ام بولے ہندی مین اُسکو توتلا کہتے ہین اور اصح کی دلیل اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ مین قوتلے کی امامت کو صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی وحرر بحلبی وان اشتہ انہ بعد بذل جہدہ وانما حرا کالامی فلا یوم الا مثلہ ولا تصح صلوتہ اذا الملکۃ الاقتدا بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا تتغیر فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الاتبع اور حلبی اور ابن شحنہ نے تصحیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ سے کوشش کرنیکے بعد امی کے مانند ہے یعنے اپنے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نکرے اور نہ صحیح ہو گی اُسکی نماز جبکہ اُسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھتا ہو ملے یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرارت وہ آیتین حاصل کرے جنمین سب الفاظ ہی تتبع صحیح اور مختار ہی توتلے کے حکم مین ہم حاصل تتبع یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ تصحیح الفاظ مین کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکے گا تو نماز کی جائز ہو گی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہو گی چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے مگر یہ اُس صورت مین ہے کہ بقدر فرض البسی آیتین نہ پڑھسکے جنمین تتا وے اور اگر پڑھ سکتا تو اُسپر کوشش کرنا ضرور نہین نہ دوسرے صحیح پڑھنے والیکا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بالتکرار او بہیطرح حکم ہے اُس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا وقف کو بدون مکرر کرنے کے نہ نکال سکے ھم یعنے ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیے ورنہ اُسکی نماز صحیح نہو گی مثلاً بعض لوگون سے ح اور ع اور ض اور ظ نہین ادا ہوتے تو اُنکو کوشش کرنا اُنکی تصحیح مین واجب ہے اور چونکہ اتبع کو مغرب وغیرہ مین خاص کیا ہے اُس شخص کے لیے جو سین اور ز نہ بول سکے اسلیے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول مین عام کر دیا اور ر کی تکرار سے بتایا کہ ہکلا نا بھی تتلانے مین داخل ہے کذا فی الشامی ھف

واعلم انہ اذا فسد الاقتدا بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ تفسد المشارکۃ وہی غیر صلوۃ الانفراد علی الصحیح محیط وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان لے کہ جب اقتدا فاسد ہوا کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں تو نہیں صحیح ہے شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت میں پڑھنا غیر ہی تنہائی کی نماز کا نہیں صحیح ہے شروع قول صحیح کذا فی المحیط اور بحر الرائق میں دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہم وجہ عدم صحت شروع یہ ہے کہ جب اُس نماز میں جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اُسکا شروع صحیح نہوا تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خلاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہے کہ عدم صحت شروع قول ہے خاص امام محمد کا ہم خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں اقتدا صحیح نہیں تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہے یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہے کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب الفلانی بہ الفلانی قائل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان کردہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں دعوی کیا ہے کہ مذہب بدل جاتا ہے نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سوتامل کرے اس تناقض کو ہم صاحب بحر نے محاذات میں سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہے اور عورت نے ظہر کی نیت سے اُسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا ہر چند فرض میں صحیح نہوا مگر نفل میں بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیوں فاسد ہوتی اور یہاں دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وہیئنذ فالاشبہ مافی الزیلعی انہ متی فسد فقد شرط الطاہر بعذر طرء فیفسد اصلا وان لاختلاف الصلوتین فیفسد فلا غیر مضمون وثمرۃ الاختلاف بالقہقہۃ ہو فتین یعنے جب کلام صاحب بحر کا نفل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہے کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے کسی شرط کے چنانچہ اقتدا ظاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازوں کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنے اسکو فاسد کرنے سے قضا اُسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہے قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا کیونکہ قہقہہ ناقض ہے نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نہ جائیگا ہم زیلعی کی تفصیل سے دونوں قولوں میں توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اُس صورت پر محمول ہے کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اُس پر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں تو رہی نفل میں باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل بفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہے اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسے حائل کے جو مقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون اُنکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ ہم عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردوں کی اُنکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور اگر تین عورتیں ہونگی تو مردوں کی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردوں کی نماز جائیگی جو اُنکے پیچھے سیدھ میں ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اگر عورتیں تین یا پوری صف ہوں تب بھی انکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں فساد نہ پھیلے اسلیے کہ اُس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردوں کے لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتوں نہیں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہے کہ جس شخص کے درمیان اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اُسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہے یہ ایک یا دو عورتوں کے لیے ہی صف بن بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی او طریق تمر فیہ العجلۃ الیہ یجری یا رستہ عام نافذ جسمیں گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہے شارح نے کہا کہ عجلہ متضمن وہ آلہ ہے جسکو بیل کھینچتے ہیں او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا وفی المسجد یا مانع اقتدا ہے نہر جسمیں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی کشتی یعنے ڈونگی ہو اور اگر چھ نہر مسجد میں ہو او خلا ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس تسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قائم فی الطریق ثلثۃ

ولکذا اثنان عند الثانی لواحد اتفاقا لانہ لکراہۃ صلاتہ صار وجودہ کعدمہ فی حق من خلفہ یا مانع اقتدا ہی خلا یعنی اشنا ہیدان جنگل مین یا بہت بڑی مسجد مین مثل مسجد قدس کے کہ اسمین گنجایش دوصفون یا زیادہ کی ہو مگر اس صورت مین مانع نہین جبکہ صفین ملی ہوئی ہون تو صحیح ہی اقتدا مطلقاً یعنی اگرچہ بیچ مین نہر یا راہ نافذ ہو مثلاً راہ مین تین شخص کھڑے ہو جائین تو صفین متصل ہو جائینگی اور اسیطرح اگر دو کھڑے ہون امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ایک شخص بالاتفاق اسلیے کہ بسبب مکروہ ہونے نماز کیلیے شخص کے اسکا وجود مثل عدم کے ہو گیا اُن لوگون کے حق مین جو اُسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونے سے صفون کا اتصال ثابت نہو گا جیسا دو کا کھڑا ہونا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہی اور نہر مین صورت اتصال یہ ہو کہ پل پر صفین ہون یا کشتیان باندھکر اُنپر لوگ کھڑے ہو جائین اور صحرا کی قید اسلیے لگائی کہ گھر اور مسجد مین جگہ کا چھوٹنا مانع اقتدا نہین اور گھر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہی یعنی اُسمین بھی بدون اتصال صفون کے اقتدا صحیح ہی اور بڑا مکان مثل جنگل کے ہی اور حد بڑے کی یہ ہی کہ جسکا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اور بعضون نے ساٹھ ہاتھ کہا ہی مگر قول اول مختار ہی کذا فی الشامی والحائل لایمنع الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع اور ویۃ ولو من باب شباک بمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنے آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اُسکے امام کا اُسکی آواز سننے یا اُسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا صحنچی دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہونچنے کا ہو صحیح تر قول مین ہم طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا تکبر کی آواز کا یکسان ہی اور دیکھنا عام ہی اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو دیکھے وہم التخلیف المکان حقیقۃ کمسجد رحبۃ فی الاصح قنیہ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہ ہو حقیقت مین جیسے مسجد اور گھر ہمیشہ صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونون کنارے رستہ یا نہر کے مکان مختلف ہین مگر صفون کے اتصال کیصورت مین حکما ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی بمن علی دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درہ وبحر وادیہ والمصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیہ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ ومجمع الفتاوی والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزادانہ مختار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اُس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہی تو جائز نہو گا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہا اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہی اس قول پر شرنبلالیہ مین اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہی نہ اختلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور مجمع الفتاوی اور نصاب اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ یہی قول صحیح تر ہی اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہی کہ یہی قول اختیار ہی ایک جماعت متاخرین کا مم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہی بشرطیکہ اُسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو یا ہو مگر صفون سے بھر گیا ہو وصح اقتدا متوضی للامام معہ تیمم ولو مع متوضی لبسور حمار مجتبی وبحر اور صحیح ہی اقتدا کرنا وضو والیکا جسکے ساتھ پانی نہین پیچھے تیمم والیکے اگرچہ ساتھ وضو کرنے کے گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اُسکے ساتھ ہو گا تو امام کو پانی بتلا سکیگا اس صورت مین اقتدا صحیح نہو گا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عندیہ مین باطل ہی اور یہ اُسوقت ہی کہ امام نے تیمم پانی کے نہ ہونیکی جہت سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہو گا تو اقتدا درست ہو گا گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض بھی ادا کر لیا پھر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست نہو گا اسلیے کہ ادائے فرض مین شک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وغاسل بماسح ولو علی عجیرۃ اور درست ہی اقتداء ہونے والیکا پیچھے مسح کرنے والیکے اگرچہ مسح تکسۃ عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پاٹون کو دھوتا ہوا وہ موزہ پر مسح کرنیوالیکا اقتدا کر سکتا ہی اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دھوتا ہی وہ ایسے شخص کا اقتدا کر سکتا ہی جسکے ایک عضو پر کپڑا چین بندھی ہین وقائم بقاعدیہ رکع وسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وہم قیام وابو بکر یبلغہم تکبیرہ وبعلم جواز رفع الموذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذا الصیاح تحق بالکلام الفحش اور درست ہی اقتدا کرنا شخص کا

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنے اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھکر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق لوگون کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنون کی آوازون کے بلند کرنیکا جمعہ وغیرہ مین یعنی اصل نماز کا جائز ہی اور یہ جو ہمارے زمانہ مین موذنون نے رائج کرلیا ہی سو بعید نہین کہ مفسد انکی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتھ ملحق ہی کذا فی فتح القدیر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑھائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگون کو نماز پڑھاوین جب حضرت صدیق نے تحریمہ کرلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اُٹھکر جماعت مین تشریف لائے اور حضرت صدیقؓ کے بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قرات سے رُک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھگئے اور لوگون کو بیٹھے ہوے نماز پڑھائی اور صدیق اکبرؓ آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہ نماز نفل کی تھی اور تکبیر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہی جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر جماعت کی ضرورت کہ امام کا بولنا جاتا رہتا ہو تو مذہب مین مکروہ ہی کذا فی الدرر وحلیۃ وقائم باحدث ان بلغ حد بہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج ونحوہ اولی اور درست ہی اقتدا کھڑے ہونے والیکا پیچھے کو بھر نکلے ہوئے کی اگرچہ اسکا کوبھر رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمدؒ کے اور اسطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے کے درست ہی کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہین اور غیر لنگڑے کا بہتر ہی لنگڑے کے اور دوسرے کا امام ہونا بہتر ہی شامی نے کہا کہ یہین خصوصیت لنگڑے کی نہین بلکہ تیمم اور قاعد اور کبڑے کا غیر انکی نسبت کراہت مین اولی ہین وموم مثلہ لان یومی الامام مضطجعا والمقتم قاعدا وقائما ہوا اقتدا اور صحیح ہی اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہ کہ امام لیٹکر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت مین اقتدا صحیح نہین اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہی کذا فی البحر ہی قول مختار ہی وینفل مفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ محضۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے سوائے تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیۃ یعنے تراویح مین اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہین اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ تراویح سنت مخصوص ہی تو اسکے عہدہ سے باہر آنے کے لیے اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا ہم یہین یہ اعتراض ہی کہ نفل کی ہر رکعت مین قرات فرض ہی اور فرض کے دوگانہ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والیکا پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہین اسکا یہ جواب ہی کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہی قرات کے باب مین اسی جہت سے قرات اسکے حق مین اُن دونون رکعتون مین سنت ہوگئی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شامی کے صحیح اقتدا مفترض متنفل صحیح ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بان یاستہ اور صحیح ہی اقتدا اُس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہی پیچھے اُس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہی یعنے اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن اقتدی فی العصر ثم تیقم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہی اقتدا اُس شخص کا کہ وہ مقیم ہی اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد اسپر شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب سے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونون کی نماز کے مع مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گذرا الطحطاوی نے کہا کہ اتحاد تنفلون مسلمون کی علت ہی نفل مین تو اتحاد ظاہر ہی اور وتر مین اسلیے کہ اعتقاد اختلاف مین ہی نہ اصل وتر ہونے مین اور یہ تیسرے مسئلہ مین دونون کی نماز عصر ہی اُس دن کی واذا ظہر حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتدیہ بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المقتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جاتا مقتدی کو بیوضو ہونا اُسکے امام کا تو اُسکی نماز باطل ہوگئی تیسرے سے منفقد نہوگی تو لازم ہوگا اُسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہی صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد مین ہم یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اُس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئین اسلیے کہ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام مین بھول ہی اسلیے کہ باطل اصطلاح مین اُسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہوا اور اعادہ اُس مقام پر بولتے ہین کہ جسنے قصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہان یہ صورت متحقق نہین ہان اگر یہ کہا جاے کہ مجازا ایسا کہدیا ہی تو ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی کما یلزم الامام اخبار القوم اذا اسہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن صلی علیہم اعادتہا ان عدلا نعم وللاندب وقیل للافضلہ باعتراف دلو غیرہ انہ کافر فلم یقبل منہ للان الصلوۃ

دلیل الاسلام واجبر علیہ جیسے لازم ہو امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو انکا حالانکہ وہ بیوضو تھا یا ناپاک یا ناپاکی الا کسی شرط کا یا کرکے کا اور کیا واجب ہو مقتدیون پر دوبارہ پڑھنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہو کہ اگر امام سچا ہو تو ان پر واجب ہو اور اگر عادل نہیں تو اعادہ مستحب ہو اور بعضون نے کہا کہ اعادہ نہیں ہو بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار سے یعنی اگر اسنے امام نے حالت بیوضو یا ناپاکی وغیرہ میں امامت کی اور پھر لوگونکو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور دین کے باب میں فاسق کا قول معتبر نہیں اسلیے اُسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں اور اگر یہ احتمال ہو کہ امام نے براہ ورع اسکا اقرار کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی اور اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ وہ شخص کافر ہو تو یہ قول اُسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونیکی دلیل ہو اور امام پر جبر کیا جائیگا مسلمان ہونے کے لیے کیونکہ اُس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالقدر الممکن بلسانہ او بکتاب او رسول علی الاصح لو متعینین والا لا یلزمہ بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ مطلقا لکونہ عن خطاء محفوظ عنہ لکن الشروع مرجحۃ علی الفتاوی امام کے ذمہ خبر دینا جسطرح کہ ہو سکے یعنی زبان سے کہکر یا خط لکھکر یا قاصد بھیجکر لازم ہی صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین یعنی معلوم ہون اور اگر معلوم نہ ہون تو خبر دینا اُسپر لازم نہین کذا فی البحر عن المعراج جلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے معلوم ہون اور تھوڑے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہی اور صحیح کہی مجمع الفتاوی مین نہ خبر دینے کی مطلقاً یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ بسبب ہونے اس فعل امام کے خطا کے طور پر جس سے درگذر کی گئی ہی لیکن شرح مین ترجیح دیگئی ہین فتاوون پر یعنے خبر دینا معرالدرر شرح ہدایہ اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین مذکور ہی تو مجمع الفتاوی کا قول اُنکے سامنے قابل التفات نہین شامی نے کہا کہ بالقدر متعلق خبار سے ہو اور علی الاصح متعلق ہی یلزم سے واذا اقتدی اُمّی وقاری بامی تفسد صلوۃ الکل لقدرۃ الکل علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ او لا لانہ الاعلی المذہب واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشہد لما بعد فقہہ بخر وجہ بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ عن القراءۃ ولو تقدیرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی فاسد ہو گی بسبب قادر ہونے امیون کے قرات پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہو کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نکی ہو بنا بر مذہب قوی کے شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہو کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا نہین تو جب علم شرط نہو تو نیت بھی بطریق اولی شرط نہو گی انتہی یا خلیفہ کرے امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتون مین اگرچہ تشہد مین خلیفہ کرے فاسد ہو گی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز علحدہ ہی تو خالی نہو گی کوئی رکعت قرات سے اگرچہ قرات تقدیری ہو اور امی مین قرات تقدیری بھی نہین کیونکہ وہ اہل ہی نہین تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمین صلاحیت اہلیت کی نہین اسلیے نماز مقتدیون کی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی وجہ سے فاسد ہوئی اور مقتدیونکی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہو گی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل یعنے استخلاف سے وصحت او صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الاصح او صحیح ہی نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا تو اصح صحیح مین ہم قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہی کہ نماز امی کی اس صورت مین بھی جائز نہین بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ مین قول اول کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لمام بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نہ کرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہو گی صحیح تر قول مین اُسوجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرات کو ترک کیا یا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اُسکی قرات بھی قرات ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاتہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک شدہ مقتدی ہی جسنے نماز کی پوری رکعتین امام کے ساتھ پڑھی ہون اور لاحق وہ مقتدی ہی جسنے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتین امام کے ساتھ نہ پڑھی ہون مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتین فوت ہوئی ہون بعذر کغفلہ وزحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم اتم مسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلاً غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے یہ غفلت کی صورت یہ ہو کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہانتک کہ امام نے سجدہ یا بعض پڑھا اور انبوہ کی صورت یہ ہو کہ مثلاً جمعہ مین اقتدا کیا اور لوگون کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بیوضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونون لاحق ہو گئے ہین امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہو کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اُسنے اس اثنا مین کل یا بعض رکعت پڑھ لین اور خوف کی نماز اسطرح ہوتی ہو کہ امام فوج کے دو حصے

کرکے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے آملے کرے چنانچہ صلوۃ خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہے وہ مراد نہیں اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز میں مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتیں اور پڑھنی پڑینگی اُن دو رکعتوں میں مقیم کا حکم لاحق کا ہے وکذا بلا عذر بان سبق الامامہ فی رکوع وسجود فانہ یقضی رکعۃ اور اسیطرح ہے فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرلے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے میں لاحق ہوگا وحکمہ کہ ثم فلا یاتی بقولہ والا سہو والا تغیر فرضہ بنیۃ اقامۃ وبید القضاء مافاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کیطرح ہے یعنی فوت شدہ رکعت میں قرارت نہ پڑھے اور اگر اُسکے پڑھنے میں کچھ سہو ہوجاوے تو سجدۂ سہو نہ کرے اور اُسکا فرض نیۃ بلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے میں نیت اقامت کی کرلے تو دو ہی رکعت اُسکے ذمہ رہینگی چار نہ ہونگی اور شروع کرے اوکر نا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنے چار دن باتوں مذکورہ بالا میں لاحق مسبوق کے برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز میں قرارت پڑھیگا اور اگر اُسمیں سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اُسکا فرض بدل جاویگا دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھنی ہونگی اور اول اُن کی متابعت کریگا بعد اُسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم یتابع امامہ ان لم یکن ادرک الا التابعۃ ثم صلی امام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اُسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قرارت پڑھے جسمیں مثلاً سو گیا ہو اُسکے بعد وہ پڑھے قرارت کے ساتھ جسمیں مسبوق ہوا ہم صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً ظہر کی دوسری رکعت میں شریک ہوکر لاحق ہوگیا یعنی تیسری اور چوتھی رکعت اُسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرارت پڑھے پھر اول رکعت کو قرارت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے بہتر تعبیر یوں بھی کہ شارح یوں کہتا ویبدء القضاء مافاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضاے سافات کو بدون قرارت کے برعکس مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اور اگر اُسکو نماز میں یاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمیں مسبوق ہوگیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ بیموقع ہوا اسلیے مترجم نے اُسکا ترجمہ اور طور پر کیا اور عکس صحیح وتمام لمتن الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمیں مسبوق ہوا پھر وہ جسمیں لاحق ہوا تو نماز صحیح ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اُسکی نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ ترتیب رکعات اُنکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام ببعضہا او بعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو یعنی مثلاً اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہو گا تو سب رکعتوں میں مسبوق ہوگا ورنہ بعض میں ہم غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہ مسبوق فقط حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرارت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اُسنے قرارت پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرارت مکروہ ہونیکی جہت سے اُسکا کچھ شمار نہیں وجودہ وعدمہ برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیاتی بقضیہ امی بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اُس نماز میں کہ قضا کرے یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اُسکے پڑھنے میں منفرد ہے شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت کے یعنے اثناے متابعت میں پڑھیگا تو ظاہر نماز کا فاسد ہونا ہے اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل میں درست نہیں ویقضی اول صلوتی حق قرارۃ واخریاتی حق تشہد فمدرک رکعتہ من غیر فجر یاتی بکرتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرارت کے باب میں اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب میں اخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرارت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہے کہ پس ایک مدرک ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازوں میں سابقہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتیں اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور اُنکے درمیان میں تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت مع الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے اور اُسنے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اُس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر میں نہ بیٹھے مم فیض میں مستفصی سے ہے کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

ف ۱ اوی کرنا سہو امام

کہ پہلی دو رکعتین مع قراءت پڑھکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر صاحبین کے ہو جسکو شارح نے بیان کیا ہی
والاولی الرابع فلکتقدا صد بھا لایجوز الاقتدا۔ بہ دان صح استخلافہ فی حدثہ لاحالۃ اقتضاء فلا استثناء اصلاً کما زعم فی الاشباہ مسبوق منفرد ہر دو جا مسئلون ہین کہ وہ
مثل مقتدی کے ہی اول مسئلہ یہ ہی کہ اقتدا اسکے پیچھے جائز نہین او منفرد کے پیچھے درست ہی اگرچہ صحیح ہی خلیفہ کرنا مسبوق کا حالت مسبوق ہونے مین نہ حالت
قضاے مافات مین تو استثنا نہین ہر گز جیسا کہ اشباہ مین کہا ہی ہم اشباہ مین کہا ہی کہ مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہین اس سے استخلاف کا مسئلہ مستثنی ہی یعنی اگر امام کو حدث
ہوا اور وہ مسبوق کو خلیفہ کردے تو درست ہی شارح کہتا ہی کہ یہ استثنا نہین اسلیے کہ استخلاف مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہی اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہی پس مسبوق
اپنی نماز پڑھے کذا فی البحر لو نسی احد المسبوقین فقضی ملاحظا للاخر بلا اقتدا صحا ہان اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ آکر شریک جماعت ہوے اُنمین سے ایک بھول گیا کہ
کتنی رکعتین باقی ہین اور اُسنے باقی کو ادا کیا دوسرے کو دیکھ دیکھکر بدون اقتدا کے تو درست ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اسمین اقتدا
ہی نہین وثانیہا یاتی بتکبیر التشریق اجماعاً اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مسبوق تکبیرات تشریق کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض باجماعت
کے بعد جو تکبیر واجب ہی مسبوق بھی اُسکو کہے حال آنکہ منفرد امام اعظم کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبر بنوی استیناف صلوۃ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعاً
للاولی بخلاف المنفرد کما یجی اور تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی سی پڑھکر امام اکبر کے نیت کرکے سر نو پڑھنے اپنی نماز کی اور اُسکے قطع کرنے کی تو اُس سر نو پڑھنے والا
اور پہلی نماز کو توڑنیوالا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ ستانف نہین ہوتا چنانچہ عنقریب آویگا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام سجد تا سہو ولو قبل قعدۃ
فعلیہ ان یعود وینبغی ان یصیر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام اور چوتھا مسئلہ جسمین مسبوق مقتدی کے مانند ہی یہ ہی کہ اگر مسبوق کھڑا ہوا اُس نماز کو پڑھنے جو اُس سے پیشتر ہو چکی ہی
حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہین اگرچہ یہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہی کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک ہو جاے
اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہانتک کہ سمجھے کہ امام کے ذمے سہو نہین یعنی قضاء مافات کے لیے اُٹھنے مین جلدی نکرے جب امام دوسری طرف
سلام پھیرے اُسوقت اُٹھے ولو قام قبل السلام ہل یعتد بادائہ ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا وان بعدہ نعم اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا
معتبر ہوگا اُسکا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جواب یہ ہی کہ اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اُسکا ادا کرنا معتبر نہین اور اگر بعد بیٹھنے امام
کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا وکرہ تحریما الا بعذر کخوف حدث وخروج وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وقام مدۃ المسح ومرور بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہی کھڑا ہو جانا مسبوق
کا بقدر بقدار تشہد بیٹھنے امام کے مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہین جیسے خوف بیوضو ہو جانے کا درصورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ
اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے مین آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو
وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنیوالے کا اُسکے سامنے کہ ان صورتون مین اگر مسبوق کھڑا ہو جائیگا تو کھڑا ہونا
مکروہ تحریمی نہوگا قام بعذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام مین واجب ہی کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے
کہا کہ خروج اور تمام اور ورد کا عطف حدث پر ہی اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ ثم تابعہ فیہ صحت پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا
امام کے سلام سے پیشتر پھر سلام مین اُسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ
کے پڑھنے مین منفرد ہو گیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہی کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا گویا باقی جھر کر
اسوقت مین حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ آخرا نا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک نہو
تو اسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ فرغت المتابعۃ مصنف نے قید لگائی سہو
کی یعنی اوپر کے قول مین کہ امام پر سہو کے سجدے ہین اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا ہوگا تو اُس سجدہ پر مسبوق کو متابعت امام کی

فرض ہی ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہی اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہی مگر چونکہ یہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کردیتا ہی اسلیے اُسکے بعد کا قعدہ فرض ہوگا کو متابعت امام کی فرض مین فرض ہی اُسکے ترک سے نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الحلبی وہذا لو قام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاوتیۃ وسہوان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی اور تلاوت مین امام کی متابعت کرنی اُسوقت تک ہی کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہی اُسکو سجدہ کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ مین نماز مطلقا فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہوگیا حالانکہ اُس سے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہگئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہی لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی وہکذا تلاوت اور سجدہ سہو مین اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہوچکی اب وہ متروک نہین ہوسکتی اور متابعت سے اُسکا ترک لازم آتا ہی کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد کریگی کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہی اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدۂ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہوچکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہین وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اُسپر سجدۂ سہو لازم ہی کیونکہ وہ اس حالت مین منفرد ہی اور اگر ایسا نہین یعنی امام سے پیشتر پھیرا یا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونون صورتون مین مقتدی ہی اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہین ولو قام امامہ فتابعہ ان بعد القعود لم تفسد الا لاحتے تقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کھڑا ہوگیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہی تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ مین اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہین کیا اور کھڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیے کہ امام کی نماز بھی پوری نہین ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہین جبتک کہ امام پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہوجائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو لم یعلم الامام السہو سجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہی اسلیے اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ مین ہم شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہی اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قلت ریون پر جہالت غالب ہی

باب الاستخلاف

یہ باب ہی خلیفہ کرنے کے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنائے صلوۃ مین مانع صلوۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے اُسکے احکام اس باب مین مذکور ہین طحطاوی نے کہا کہ حسن لو ورث استخلاف مین زائد ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہی نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اُس حدث کے ہونے پر مشروط ہی جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان بجواز البنا ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطین ہین کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہی آسمانی یعنی حدث مین اور اُسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سرے سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہی ہونا حدث کا مانع کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب غسل تیسری شرط یہ ہی کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلا سوچنے سے انزال نہ ہوگیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط ہی حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یورد کنا مع حدث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلا سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز نہ پڑھے اور چھٹی شرط یہ ہی کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلا جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور ہٹ کر آنے مین قرارت پڑھتا آیا تو بنا نہ ہوسکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہ ہی کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلا کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے او فعلا لہ منہ بدا اور آٹھوین شرط یہ ہی کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلا پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کثیرا اور نوین شرط یہ ہی کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم یطہر حدثہ السابق کمفتی ومسح اور دسوین شرط یہ ہی کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذرجانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت مین بھی نماز فاسد

باب الاستخلاف

ہو جائیگی ولم یتذکر فائتہ وہو فی ترتیب اور گیارھویں شرط یہ ہے کہ اُسنے کوئی نماز قضا نہ پڑھی ہو اُس صورت میں کہ وہ ترتیب والا ہو کیونکہ ترتیب والے کو قائتہ کا یاد آنا مفسد اُسکی حال کی نماز کا ہے ولم یتم الموتم فی غیر مکانہ اور بارھویں شرط یہ ہے کہ مقتدی نے اپنی جگہ کے سوا میں نماز کو پورا نہ کیا ہو شامی نے کہا کہ مقتدی امام کو بھی شامل ہے کیونکہ اسوقت وہ بھی اپنے خلیفہ کا مقتدی ہے تو اگر مقتدی یا امام نے وضو کیا اور اُنمیں اور امام میں حائل مانع اقتدا ہے تو دونوں کو چاہیے کہ اُسی جگہ آویں جہاں امام نماز پڑھتا ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اور منفرد کو اختیار ہے چاہے پہلی جگہ آوے چاہے وضو کی جگہ تمام کرے ہدایہ میں ہے کہ یہی حال ہے مقتدی کا اگر اُسمیں اور امام میں کوئی حائل ہو یا امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو ولم یستخلف الامام غیر صالح لہا اور تیرھویں شرط یہ ہے کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ نہ کیا ہو جو لائق امامت نہ ہو مثلاً عورت کو یا لڑکے کو خلیفہ نہ کیا ہو ورنہ سب کی نماز فاسد ہو گی سبق الامام حدث سماوی لا اختیار للعبد فیہ ولا فی سببہ کسفر جلتہ من شجرۃ وکحدثہ من نحو عطاس علی الصحیح پیش ہوا امام کو بے وضو ہونا سماوی کہ نہیں اختیار ہے بندہ کو اُسمیں اور نہ اُسکے سبب میں مثلاً ایک ہی درخت سے گری اور اُس سے نمازی کے خون نکلا اور مثل ہو وضو ہو جانے نمازی کے چھینک جیسی چیز سے قول صحیح پھر شامی نے کہا کہ یہ مثال منفی کی ہے تو اسپر بنا نہ کرے اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے ابو یوسف اور طرفین میں ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہے تو جس فعل سے نمازی کا اختیار نہ ہوگا اُنکے نزدیک وہ آسمانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں نہ ہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کے مانند کھانسنا ہے جسکے طرفین کے ان عذرات سے یہ وضو ہے نہیں بنا دست نہیں غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو لبعد التشہد لیاتی بالسلام استخلف اسے جازلہ ذلک ولو فی جنازۃ باشارۃ او بجر المحراب ولو المسبوق امام کو حدث آسمانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہ ہو جیسا کہ ہم نے اُسکو مقدم بیان کر دیا یعنی اُس حدث میں وہ تیرہ شرطیں ہوں جو اوپر مذکور ہوئیں تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیرے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہے گو نماز جنازہ میں ہو خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کیطرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ وباصبعین لرکعتین ویضع یدہ علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ للسجود وعلی فمہ لقراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ للسہو وتلاوۃ وصدرہ للسہو اور امام اشارہ کرے خلیفہ کیطرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیوں سے اشارہ کرے دو رکعتیں رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے بچانے کے لیے اور منہ پر قرارت کے بچانے کے لیے اور پیشانی اور زبان اور دونوں پر ہاتھ رکھے سجدۂ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے فوہ ہو مالم یجاوز المصفوف لو فی الصحراء مالم یتقدم محدہ الستر او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد فلیفہ کرے امام اسوقت تک کہ صفوں سے نہ نکلجاوے اگر جنگل میں ہو دصورتیکہ آگے نہ بڑھے کہ اُسکی حد سترہ ہے یا سجدہ کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے ہے یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام کو جنگل میں اُسوقت تک ہے کہ صفوں سے تجاوز نکرے یہ صورت دہنے یا بائیں اور پیچھے کی جانب میں ہوئی اور آگے کیطرف میں حد سترہ سے بڑھنا ہے اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اسکے بعد نماز جاتی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا اور سیطرح منفرد کے لیے سترہ حد ہے اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہہ ہوا ہو وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہیں کیا تو اب بنا نکر سکیگا کہ نماز فاسد ہو گئی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کیطرف کذا فی الطحطاوی ومالم یخرج من المسجد او الجنابۃ او الدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی الامتہ مالم یجاوز ہذا الحد ولم یتقدم احد ولو بنفسہ مقامہ ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ او اُسوقت تک کہ مسجد یا جنابہ یا مکان سے باہر نہ ہو اگر امام انمیں سے کسی میں نماز پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جبتک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہ پر بہ نیت امامت آگے نہ بڑھ گیا ہو گو خود ہی بڑھا ہو بدون اشارہ امام کے اگرچہ امام مذکور سے نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کرکے جا کھڑا ہو گا تو اسوقت اُسکی امامت باقی رہیگی اگرچہ امام صفوں سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا ھم جبارہ بفتح جیم وتشدید موحدہ نماز کی جگہ عالم کو کہتے ہیں جو جنگل میں بنائی جائے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ ولم یتقدم کہتا اور اس تقدم کو استخلاف حکمی کہتے ہیں حتی لو تذکر فائتہ او کلم الملتف صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہانتک کہ اگر بعد مقتدی کے کھڑا ہو جانے کے امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کریگا یا کلام کریگا تو قوم کی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اُسکی نماز پر مبنی نہ رہی

ولو کان الماء فی المسجد لم یجز للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو جائز خلیفہ کرنا نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہے جب امام جبتک مسجد میں ہے اپنی امامت پر قائم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کرکے پھر امام ہو جائے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں اتنا مضمون زائد ہے کہ اگر اس صورت میں خلیفہ کر دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی و استیناف افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے ہم امام شافعی رح کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسلیے کہ نماز کو از سر نو پڑھنا افضل ہے تا کہ سب کے نزدیک نماز ہو جائے پھر استیناف کی یہ صورت ہے کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلے نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی و تعین الاستیناف ان لم یکن تشہد بجنون او حدث عمدا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام نوم او نعاس او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لسدر تہا اور متعین ہے از سر نو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہو جانے کے سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ ان قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہے چنانچہ مذکور ہوا ولو اخبر ان استخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ لما حش بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن اقراءۃ فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوٰۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ بدائع اور اسی طرح جائز ہے امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہو جاوے قدر فرض قرات کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہوں نے جب آہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قرات سے بند ہوئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر تمام کیا اگر یہ امر جائز نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نہ کرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد او صاحبین نے فرمایا کہ قرات فرض سے رک جانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سر نو پڑھنے خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد یہ ہے کہ یہ عذر نادر الوجود ہے اور شرط استخلاف یہ ہے کہ نادر نہ ہو کذا فی الشامی و لعکس الخلاف لو حصر ہو ل او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جائے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز لو عجز عن رکوع و سجود لم یستخلف کالقراءۃ لم اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قرات کے رکنے میں کرتا ہے اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شامی نے کہا کہ میں نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہے یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہاں واجب ہے اسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ میں نجعل ای لاجل نجعل او فوت اعتراہ قرات سے رکنا بسبب نجاست کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا استخلف اجماعا لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی النفی لو لم تکثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط نبی خلیفہ نکرے اجماعاً اگر بھول جائے قرات کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت میں امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو بھی بنا نہ کر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جائے امام کو پیشاب یا نجاست یعنی نجاست مانع نماز کی اسکے حدث سابق کے سوا میں سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کر لے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہے منفی پر یعنی لو نسی ہر صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درہم اسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد ہوگی وضو کے ساتھ کپڑا دھو کر بنا کر سکتا ہے یا ان کو خارج سے نجاست مانع لگیگی تو فاسد ہوگی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المرۃ ذراعا للوضوء اذا لم یضطر لہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی ہر ہنگی استنجا کرنے میں یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہ ہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو پس اگر ناچار رکھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوئے استنجا یا وضو ممکن نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی او قرا فی حالۃ الذہاب او الرجوع لا دائرا مع حدث او مشی یا پڑھے قرات وضو کے لیے جانے کی حالت میں یا واپس آنے کی حالت میں تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نماز کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت میں یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ اس صورتین بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول میں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قرات اور تسبیح دونوں سے متعلق ہے اور اصح کا مقابل قرات میں ظہیری کا قول ہے کہ جانے میں قرات پڑھیگا تو فاسد

ہوگی اور رکوع کے وقت پڑھیگا تو فاسد نہوگی او طلب المار بالاشارۃ او شراہ بالمعاطاۃ للمنافات اور یا پانی مانگا اشارہ سے یا اسکو خریدا تعاطی سے تو نماز فاسد ہوگی بسبب مخالف ہونے اُن دونوں باتوں کے نماز سے مم شرنبلالی نے پہلے مسئلہ مین یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے دیدے تو کسی کے نزدیک اُسکی نماز فاسد نہین پھر کیا وجہ کہ پانی کو اشارہ سے مانگنے مین نماز فاسد ہو شیخ رحمتی محشی نے جواب یا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا بمنزلہ عقد بیہ کے ہے اسلیے مفسد ہو بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے یہ معنی کہ دام سامنے بائع کے رکھدینے اور مبیع کو اُٹھالینا زبان سے ایجاب قبول کچھ نہ کرنا تو جب نماز تعاطی سے فاسد ہوگی تو ایجاب قبول کے ساتھ خریدنے سے بطریق اولی فاسد ہوگی غرضکہ ان دونوں صورتون مین بھی استخلاف دینا جائز نہین او جاوز ماۃ الی آخر الاقدام صفین او لنسیان او رحمۃ او کونہ ہرًا لان الاستقاء منع البناء علی المختار یا بڑھ گیا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کیطرف مگر مقدار دو صفون کے تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بھولنے کے سبب سے یا اُسپر زحمہ کثیر ہونے کی جہت سے یا اُسکے کنوان ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہین اسلیے کہ پانی کنوئین سے نکالنا مانع بنا ہی مذہب مختار پر ہم یعنی جب قریب کا پانی کنوان ہو تو اُسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئین سے پانی کھینچنا مانع بنا ہوتا ہی اور مختار کی قید اسلیے لگائی کہ بعضون نے کہا ہو کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنوئین سے پانی نکالنا مانع بنا نہین ہی یہ قول غیر مختار ہی او مکث قدر اداء رکن وان لم یتأد الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم و رعاف یا توقف کیا مقدار اداے رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نکیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہین جیسے نیند یا نکسیر کے باعث شلًا توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار اداے رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا ہی واذا سابع لہ البناء توضا فورا بسکل سنتہ وبنی علی ما مضی بلا کراہۃ وتیم صلوتہ ثمہ وہو اولی تقلیلًا للمشی او یعود الی مکانہ لیتحد مکانہا کمنفرد فانہ مخیر فی ہذا کلہ ان فرغ خلیفتہ والا عاد الی مکانہ حتمًا لو بینہما ما یمنع الاقتدار کالمقتدی اذا سبقہ الحدث او جبکہ درست ہوا امام کو بنا کرنا بسبب نہ پائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فورًا یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھ ہر سنت کے وضو کی سنتون سے اور بنا کرے اُس نماز پر جو پڑھ چکا ہی بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اُسی جگہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہی بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تاکہ جگہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے کہ وہ بھی مختار ہی جاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے چاہے اُسجگہ چلا آوے جہان وضو کیا تھا اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اُسوقت ہی کہ امام کا خلیفہ اس اثنا مین نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہ پر یعنی جس جگہ پڑھتا تھا اسی جگہ یا اُسکے قریب جہان سے اقتداء درست ہو چلا آوے وجوبًا بشرطیکہ امام مین اور اُسکے خلیفہ مین کوئی آڑ مانع اقتدا کی ہو جیسے مقتدی جس صورت مین اُسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اُسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہی بشرطیکہ مانع اقتدا اُسمین اور امام مین ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کرسکتا ہی واعلم انہ ان تعمد عملًا ینافیہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو بعد سبق حدثہ تمت لتمام فرائضہا نعم تعاد لترک واجب السلام اور جان کر اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرلے بعد اپنے بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد یہ وضو ہو جانے کے کرے تو نماز اُسکی تام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضون نماز کے مان یہ نماز اعادہ کیجائیگی بسبب چھوٹنے واجب سلام کے مم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہین کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا او لو بعد المنافی بلا قہقہہ قبل القعود بطلت اتفاقا اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہوگی مم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہی جو حدث آسمانی مذکور بعد کے سوا ہو کیونکہ ہر چند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہی مگر شرع نے اسکو مخالف نہین اعتبار کیا ولو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام وقالا صحت وہو الکمال وفی شرنبلالیۃ والاظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ او اگر فعل مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ مین امام کے نزدیک او رصاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہی کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرنبلالیہ مین ہی کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہی نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ مین ہم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہی کہ نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہی بموجب تخریج بروجہ کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جائیگا اسوقت تک جو فعل مخالف نمازی سے بے اختیار سرزد ہوگا

وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہیں تو قعدۂ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہوجائینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہیں تو اس صورت میں وجہ بطلان نماز یہ ہوگی کہ فرض میں تغیر ہوتا ہے مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اسکے حق میں پہلے فرض تیمم تھا اب تغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی وہی ماذکرہ بقولہ کما تبطل لو رعف بالفاء کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ المتیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہیں جو مصنف اپنے قول آئندہ میں مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قادر ہونے متیمم کے بنوا لیکے پانی پر یعنی بسبب نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال کرسکنے کے تیمم کرکے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر میں ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ اسمیں یہ وہم ہوتا ہے کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا میں ہے حالانکہ وہ انہیں مسائل میں منحصر ہے ہم یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ میں کا والمسئلۃ رویۃ المتوضی الموتمم المتیمم المار فقیسا خلاف زفر فقط وتقلب نفلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے متیمم کا پیچھے تیمم والیکے اسمیں صرف خلاف زفر کا ہے کہ اُنکے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکا وصف باطل ہوجاتا ہے یعنی نفل ہوجاتی ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں زیلعی کے اعتراض کا کہ نیز براعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ میں جو قدرت تیمم کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والیکے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ اُسکے عندیہ میں امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہ ہوگی گو واقع میں امام کی نماز پوری ہو شارح نے جواب دیا کہ ذکر ان مسائل کا جن میں اختلاف مابین امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ میں تینوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ نزدیک فاسد ہوجاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے وہ فاسد نہیں کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ بن یرد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ میں کا گذرنا مدت مسح کا ہے جس صورت میں کہ پانی پادے اور اپنے پاؤں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پادے یا پانی ہو مگر سردی کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جائے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح میں گذرا وتعلم ای آیۃ اذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ یکھنا ای کا ہے آیت کو یعنی خود اسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے اگرچہ امامی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اُس قول کے جسپر اکثر فتما ہیں لیکن ظہیریہ میں صحت نماز کی تصحیح کی ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرات اُسکی قرات ہے تو اسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر میں آیت کے سیکھنے سے قوی کی بناضعیف پر لازم نہیں آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساتر اقصیہ بہ الصلوٰۃ چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاسۃ فوجد ما یزیلہا واعتقت الامۃ وقد شرع فورا اور اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی بنجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اُس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اُس صورت میں بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اسنے فوراً سر کو نہ چھپایا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہیں ونزع الماسح خفہ لو احد العیدین یسیر فلو بکثیر تبین الحدث یا پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالیکا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤں سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر میں نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ موم علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والیکا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب الوقت متسع ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے یعنی فائتہ اور وقتی دونوں پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہیں ہوتی بلکہ اُسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اُسکے پانچ نمازیں وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہوجائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہوجائیگی

تو بیان باطل کے ذیل میں مصنف کا اسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر ہے کہ قضا نمازوں کے بیان میں اسکی تفصیل آویگی کذا فی الحلبی وتقدیم الاتحاری امیا مطلقا وقیل لافساد لو کان استخلافہ بعد التشہد بالاجماع وھو الاصح کما فی الکافی لانہ عمل کثیر آٹھوان مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف عمل کثیر ہے یعنی اُس سے نماز پوری ہوجائیگی ھم حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تھا اسلیے کہ یہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد ہیں علاوہ ازیں قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق لفسد ہے نہ فقط امام صاحبؒ کے نزدیک اور یہاں منظور بیان کرنا اُن صورتوں کا ہے جنمیں اختلاف ہے اور صاحبین میں اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کے ہے اور جب اصح اس باب میں عدم فساد ہی تو معلوم ہوا کہ بصورت خلافی نہیں کذا فی الطحطاوی والمقطا وطلوع الشمس فی الفجر فوان مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز میں بعد تشہد کے کہ امامؒ کے نزدیک مفسد ہے وزوالہا فی العید ودخول وقت من الثلاثۃ علی مصلی القضاء اور ڈھل جانا آفتاب کا عید کے تشہد کے بعد اور قضا پڑھنے والے پر تین وقتوں میں سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہوجانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ہم یہ صورتیں شارح نے زیادہ کی ہیں ودخول وقت العصر بان بقی فی قعدۃ الی ان صار ظلہ مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا لا یبطل آٹھوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز میں اسطرح کہ امام قعدہ میں ٹھہرا رہا یہانتک کہ سایہ دوشل ہوگیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہیں ہوتی ہم کافی میں اس مسئلہ پر اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دوشل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک شل پر تو وقت عصر کے جمعہ میں داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے بنیگی شارح نے اسکی صورت کو بیان کردیا کہ یوں ہوسکتی ہے کہ امام قعدہ میں بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی کیا آٹھوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت میں پھر نہ عود کرے ہم معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہوگیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عذر مذکور نے آیندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رکھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہوگیا فاسد ہوگئی اُسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے دوسرے وقت میں عود کیا تو نماز صحیح ہے کذا فی البحر وکذا خروج وقتہ شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ وقت کے نکلجانے سے معذور کی طہارت باطل ہوجاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء آٹھوان مسئلہ گر جانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد ہم جبیرہ وہ کھپا ہیں جنسے ٹوٹے عضو کو باندھتے ہیں تو اگر نمازی نے وضو کرنے میں مثلاً جبیرہ پر مسح کرلیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہوجائیگی واعلم انہ لا تنقلب الصلوۃ فی ہذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کذا فی البحر ہو زاد فی الحاوی والمولی اذا قدر علی الارکان ویزاد مسئلۃ المتیمم کما قدمناہ والطاہر ان زوالہا فی العید ودخول الاوقات المکروہۃ فی القضاء کذلک وطہارہ جانا چاہیے کہ نماز ان بیس جگہوں میں جب باطل ہوجاتی ہے تو نفل نہیں ہوجاتی بجز تین صورتوں کے ایک اُس صورت میں کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز میں نکل آوے ۳ یا وقت ظہر جمعہ میں جاتا رہے چنانچہ جوہرہ میں ہے حاوی قدسی میں چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اُسکی نماز بھی نفل ہوجائیگی شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا بے وضو امام کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی اُن نمازوں میں جو نفل ہوجاتی ہیں گو اختلافی نہ ہو کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہمنے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عید میں یا دراوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا میں ایسا ہی ہو اور ہمیں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا ھم شارح نے بیں سبب اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اوّل پانا اُس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جیسے نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا ننگی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عید میں پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا میں ششم ٹھیک دوپہر ہوجانا قضا میں ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا میں ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق میں ان سب صورتوں کو بھی بارہ میں داخل کردیا ہے یعنی اول اور دوم کو بہنہ کے مسئلے میں اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع میں اور اخیر صورت کو مدت مسح کے گذر جانے میں باقی رہی تیسری صورت اسکو عشی نے ساتویں

مسئلہ مین دخل کیا ہی شامی نے کہا کہ اس دخل کرنے مین صریح تکلف ہی حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہی اُسمین صریح دیکھنے کی حاجت نہین اُنکا حکم وہی ہی جو شارح نے لکھا اسلیے کہ جب اوقات مکروہہ مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہین یعنی ابتدا نفل نہین جائز ہی تو بقاے نفل کے مخالف کیسے ہونگے و لو باستخلاف الامام مسبوقا او لاحقا او مقیما او مسافرا صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک ہونے کے تحریمہ مین اور مدرک خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہی اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہی ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہی مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہی پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اُسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کردے کہ میری متابعت نہ کرنا جبتک کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون پھر والی فوت شدہ نماز کو پڑھے اُسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اُسکو پڑھے اسمین مقتدی اُسکی متابعت کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اُسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کردے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قرارت کے پڑھ لین اور بہتر یہ ہی کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہی کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نکرے کذا فی الشامی و لو جہد الکلیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا آور اگر مسبوق یہ بجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑھی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہی کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون مثلاً سب مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پر دفعۃً بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی مین نہ دین بلکہ اُسکے فارغ ہونے تک صبر کرین جب وہ سلام پھیر چکے اُسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی النہر الفائق و لو مسبوقا بکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہی دو رکعتون سے تو ہم دو قعدہ اُسپر فرض کینگے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اُسکا قعدہ اخیرہ و لو اشار لہ انہ لم یقرأ فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ مین نے پہلے دو گانہ مین قرارت نہین پڑھی تو چارون رکعتون مین قرارت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی چیستان یوبھی بجاتی ہی کہ کونسا نمازی ہی جسپر چارون رکعتون مین قرارت فرض ہی فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکا للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز تمام کرچکے تو کسی مدرک کو آگے کردے تاکہ وہ سلام پھیرے فلو اتی بما ینافیہا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا و کذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی فی خلالہا پھر لیعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگر چہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہین اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہوجانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اُس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقون کی نماز کے و کذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضأ و لم یقہقہ تبنی لا تفسد فی الاصح لما مر انہ کلم اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ نہ ہوا ہو صحیح تر قول مین بسبب اُس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہی جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہی اگر امام اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فرغت کیصورت سے متعلق ہی اور اُسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہی کہ اسصورت مین بھی امام مذکور کی نماز پوری ہی و تفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امامہ و حدثہ العمد فی اثنا قعودہ قدر التشہد الا اذا قید رکعۃ بسجدۃ لتأکد الانفراد اور فاسد ہوتی ہی نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اُسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کے اگر چہ یقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اُسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہوجانے اُسکے انفراد کے ہم یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کرچکا تو اُسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بیوضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہوچکا امام کے پیچھے نہین کہ حرکت امام کی اُسکی نماز کے شامین واقع ہو و لو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقا لانہما منہیان ایضا فسدان و لذا یأتم المدرکین السلام و یقومون فی الحال بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

امام اور حاضرین کے فاسد ہونگی اسلیے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا تمام کرنیوالے ہین نہ مفسد اور اُنکے مفسد ہونے کی جہت سے مدرکین پر سلام لازم ہے یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے بتجاوز کرجاے تو مدرک مقتدیون پر واجب ہے کہ سلام پھیرین اور قہقہہ اور حدث عمدین بدون سلام اُٹھ کھڑے ہون کیونکہ یہ دونون مفسد ہین ہم عنایہ مین ہے کہ منہی اُسکو کہتے ہین جسکو شارح نے تحریمہ کا اُٹھا دینے والا اعتبار کیا ہو نماز سے فارغ ہونے کے وقت جیسے سلام پھیرنا اور خروج بصنعہ ہے اور قہقہہ اور حدث عمد مفسد ہین کیونکہ اُنسے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہوجاتی ہے تو نماز امام کی جس جزسے یہ ملینگے اُسکو فاسد کرینگے اور اُنکی مسبوق کی نماز کا جزو فاسد ہوجائیگا اب جو وہ اپنی نماز پڑھیگا تو جزو فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوئی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوئی کذا فی الشامی بخلاف المدرک فانہ کالامام اتفاقا بخلاف مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق لینے امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اُسکی نماز فاسد نہین ہوتی ولو لاحقا ففی فساد صلوتہ تصحیحان صحح فی السراج الفساد وفی الظہیریۃ عدمہ وظاہر البحر والنہر تاٰید الاول اور اگر مقتدی لاحق ہوا اور امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے مین دو تصحیحین ہین سراج مین فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ مین عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تاٰید کرتا ہے ہم مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ مین یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ اُسکے ذمہ کچھ نماز باقی نہین بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث الامام الخصوصیۃ لہ فی ہذا المقام فی رکوعہ او سجودہ توضاٰ وبنی واعاد سہا فی البدا ء علی السبیل الغرض مالم یرفع راسہ منہما مرید للاداء اما اذا رفع راسہ مرید ایاہ اداء او کان فلا بنی بل فسد ولم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وغیرہ المجتبی وتیار متحد ورد یاد ولا یرفع مستویا فتفسد اور اگر امام بیوضو ہوگیا اپنے رکوع یا سجدہ مین تذکر کرے تو اس مقام مین امام کی کچھ خصوصیت نہین اگر مقتدی یا منفرد ہوا اُسکا بھی یہی حکم ہے یعنی وضو کرکے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا مین اُس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھر کرے جسمین حدث ہوا بنا کرے جیتک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے بارادہ اداء نہ اُٹھایا ہو اور جس صورتین کہ سر اُٹھایا ہو یہ ارادہ کرکے کہ سر اُٹھانے سے رکن ادا کرے تو اب بنا کرے بلکہ نماز فاسد ہوجائیگی از سر نو پڑھے اور اگر سر اُٹھانے سے ادا کا ارادہ نہین کیا تو دو روایتین ہین چنانچہ کافی مین ہے یعنے ایک کے بموجب بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی مین ہے کہ جب رکوع مین بیوضو ہوا تو کھڑا اور جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا کرکے خوب سیدھا ہو کر وضو کرے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہ ہے کہ جس اُس جگہ سر اونچا کرے یعنی اگر وہان سے ہٹکر سیدھا ہو جائیگا تو نماز فاسد نہوگی ولو تذکر المصلی فی رکوعہ او سجودہ انہ ترک سجدہ صلبیۃ او تلاوتیۃ فانحط من رکوعہ بلا رفع او رفع من سجودہ فسجدہا عقب التذکر اعادہما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوطہ بالنسیان وسجد للسہو اواخرہا آخر صلوتہ قضاء فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ مین کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اُٹھانے کے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اُٹھایا اور چھوٹے ہوے سجدہ کو یاد کرنے کے بعد کر لیا تو مستحب ہے کہ اس رکوع کے اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمین چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اُسی کو قضا کرے یعنی اُس صورت مین اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے نہ مستحب ان سجدہ سہو اس صورت مین بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدون مین جلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اُسکی تقریر یہ ہے کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو سے اُسکا نقصان پورا ہوجاتا ہے اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کیطرف ہے جو مذکور نہین ولو امام واحد آ فقط فاحدث الامام اسی خرج من المسجد والا فہو علی امامتہ کما مر تعین الباقی للامومۃ للامامۃ لو صلح لہا ای لامامۃ الامام بالنیۃ بعدم المزاحم والا فالاصلح کصبی فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما الموتم بلا امام ہذا اذا لم یستخلفہ فان استخلفہ فصلوا قالامام واستخلف کلیہما او طائفۃ اتفاقا او رایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بیوضو ہوگیا یعنی بیوضو ہوکر مسجد سے باہر ہوا متعین ہوگا مقتدی دون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب پائے جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہوگا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہین ہوجائیگا اور اگر مقتدی مین صلاحیت امام کی امامت کی نہوگی مثلاً لڑکا مقتدی ہو تو اس مقتدی لڑکے

سلہ یہان تک جو مسئلہ مذکور ہوا کہ اگر امام بیوضو ہوگیا الخ

کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کی اُس صورت مین ہی کہ امام نے اُسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ نمکور کو خلیفہ کردیگا تو امام و خلیفہ دونون کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم صحیح کا قول مقابل یہ ہی کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونون کی اور خلیفہ کرنے مین یہ قول ہی کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی واوامر رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد بنت صلوۃ الامام وبنی علی صلوتہ وفسدت صلوۃ المقتدی بلا امام اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہو اور دونون بیوضو ہوگئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہی اور اپنی نماز پر بناکرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگئی بسبب اُسوجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہی اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یمکث الی القطاعہ ثم توضأ وبنی لما مر واللہ اعلم نماز کی نکسیر بھوٹی اُسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بناکرے اسوجہ کے سبب کے پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنانہین واللہ تعالےٰ اعلم

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہی اُن امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اُسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین عقب الواجبات الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہین ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق مین گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب مین ذکر کرتا ہی یفسدہا الکلم ہو المنطوق بحرفین او بحرف مفہم کوق امر اولو استطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لانفصد لانہ صوت لاجارلہ فاسد کرتا ہی نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہی دو حرفون یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہین حفاظت کر اور دوسرے کے ہین بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بمعنی کا بولنا کلام مین داخل نہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ یہ آوازین ہین جنکے ہمچے نہین اور کلام مین حرفون کا ہونا چاہیے ہر چند یہ آوازین مفسد نہین مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھے نمازی کے مقدار تشہد کی یکسان ہم قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہین وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطیاً او مکرہا ہوالمختار او برابر ہی کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہی یا سوتے مین کلام کیا یا نجاننے کی صورت مین یعنی اُسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہی یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرأت خواہ ذکر کا تھا اُسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ مین کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اُس سے کلام کرایا تو ان سب قسمون کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہی ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان مین کچھ فرق نہین مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ مین باقی رہے اور نسیان یہ کہ مدرکہ اور حافظہ دونون سے جاتی رہے اُسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا مین یہ فرق ہی کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہوجاتا ہی اور خطا والا تنبیہ نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہی تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کیطرف راجع ہی اسلیے کہ اُسی مین اختلاف فقہا مذہب مذکور ہی جنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہی اور بقیہ صورتون مین حنفیون کا خلاف نہین بلکہ اور مذہب والون کا ہی وحدیث رفع عن امتی الخطا محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اُٹھالیا گیا میری امت سے جو کہ محمول ہی گناہ کے اُٹھالینے پر ہم جلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث مین نہین پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہان اللہ وضع عن امتی الخطا والنسیان واستکرہوا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اُٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائین غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہونے اسلیے شارحون نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہی یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہی مراد نہوگا ورنہ لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین نسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شیٔ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہی مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز مین آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہین ہم ذی الیدین کے دونون ہاتھ یا ایک لمبا تھا اس وجہ سے ذی الیدین کہلائے اُنکا نام عمیر اور لقب خرباق

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

او کنیت ابو محمد ہو انکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہی جو صحیحین مین بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑھی اور دو رکعتون پر سلام پھیر کر اٹھے اور مسجد مین ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اسکے آخر مین مذکور ہی کہ ذوالیدین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ نماز کم ہوئی یا آپ بھول گئے آپنے فرمایا کہ نہ مین بھولا نہ نماز کم ہوئی اُسنے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپنے حاضرین سے دریافت کیا کہ ذوالیدین جو طرح کہتا ہی ایسا ہی ہوا لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپ آگے بڑھے اور جسقدر نماز رہگئی تھی اُسکو پڑھا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ کلام مفسد نماز نہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر بنا کی شارح جواب دیتا ہی کہ یہ حدیث منسوخ ہی اُس حدیث سے جو مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہی کہ اس اثنا مین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگون مین سے چھینک لی مین نے یرحمک اللہ کہا لوگون نے مجکو گھورنا شروع کیا مین نے کہا کہ تمکو کیا ہی مجھے کیون دیکھتے ہو انھون نے اپنے ہاتھ رانون پر مارے مین نے جب یہ دیکھا کہ مجھکو چپ کراتے ہین خاموش ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھکو بلایا پس فدا ہون آپ پر میرے والدین مین نے آپسے بہتر تعلیم کرنیوالا نہ پیشتر دیکھا تھا نہ آپ کے بعد کہ بخدا نہ مجکو ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز مین کوئی کلام آدمیون کا مناسب نہین ہی یہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قرارت قرآن ہی الحدیث الاسلام ساہیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامہا علی ظن انہا فلا یفسد مگر سلام پھیرنا بھول کر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنے کو پیشتر اسکے پورا پڑھنے کے بخیال اُسکے کامل ادا کرنے کے کہ یہ سلام مفسد نماز ہین بخلاف السلام علی انسان للتحیۃ او علی ظن انہا تردیۃ مثلاً او سلم قائما فی غیر جنازۃ فانہ یفسد بہا مطلقاً وان لم یقل علیکم ولو ساہیا فسلام التحیۃ مفسد مطلقا وسلام تحلیل ان عمداً بخلاف سلام کے کسی آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہی مثلاً یا سلام کیا حالت قیام مین سوائے جنازہ کی نماز کے کہ یہ تینون سلام مفسد نماز ہین مطلقاً اگرچہ لفظ علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھول کر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہی مطلقاً خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد ہی اگر دانستہ ہو ہم فساد نماز سلام تحیت سے اسلیے ہی کہ وہ کلام مین داخل ہی اور یہان تراویح اسلیے مفسد ہی کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہی کہ قیام اسکا محل نہین اور چونکہ جنازہ مین سلام کھڑے ہونے کی حالت مین ہوتا ہی اسلیے نماز مین سلام سہواً کرنا معاف ہی جیسے سلام تحلیل قعدہ مین سہواً معاف ہی ورد السلام ولو سہواً البسانہ لا بد بل یکرہ علی المعتمد نعم لو صافح بنیۃ السلام قالوا لتفسد لانہ عمل کثیر اور فاسد کرتا ہی نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگر بھولکر ہو نہین تو فاسد کرتا ہی اسسے جواب دینا بلکہ مکروہ ہی معتمد مذہب پر ہان اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہی غالباً اسوجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہی وفی النہر عن صدر الدین الغزی انہ قال اور نہر الفائق مین صدر الدین غزی سے یہ نظم نقل کی ہی جسمین اُن لوگون کو جمع کیا ہی جنپر سلام کرنا مکروہ ہی صدر الدین نے کہا ؎ سلام کرہ علی من تسمع ✻ ومن بہا ابدی لیس ویشرع ✻ سلام کرنا تیرا ہی مخاطب مکروہ ہی اُن لوگون پر جنکو تو سنیگا اور بعد اُس چیز کے کہ ظاہر کرتا ہون مین مسنون اور مشروع ہی یعنی جنکو مین نے اس جا ذکر کیا ہی اُنکے سوا اور لوگون پر سلام کرنا مسنون ہی ؎ مصل وذاکر ومحدث وخطیب ومن یصغی الیہم ومسمع ✻ نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وعظ یا ذکر الٰہی مین مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص ان پانچون کیطرف کان لگاوے اور سُنے ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہی ؎ مکرر فقہ جالس لقضائہ ✻ ومن یجتوا فی العلم وعم لینفعوا ✻ تکرار کرنیوالا فقہ کا اُسکے یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعا علیہ اُسپر سلام نکرین کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہی اور یہ لوگ ملاقات کو نہین جاتے کذا فی الشامی او جو لوگ بحث کرین علم شرعی مین چھوڑ اُنکو تاکہ فائدہ اُٹھاوین یعنی اُنپر سلام مت کر ؎ مؤذن ایضا او مقیم مدرس ✻ کذا الاجنبیات الفتیات منع ✻ اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسیطرح اجنبی عورتین جوان سلام کے حق مین ممنوع ترہین ہم اس سے یہ نکلا کہ بوڑھی عورتون کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہی ؎ ولعاب شطرنج وشبہ لحلقہم ✻ ومن ہو مع اہل لہ یتمتع ✻ اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ اُنکی عادت کے مشابہ ہون یعنی جو فسق اور معصیت مین اُنکے مثل بڑھکر ہون جیسے جواری اور شراب خوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اڑانے والا اور گانے والا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس کنار مین مصروف ہو ؎ ودوع کافرا ایضا ومکشوف عورۃ ✻ ومن ہو فی حال التغوط اشنع ✻ اور چھوڑا کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا بسلام مت کر اور

چھوڑ کھلے ہوے شرمگاہ کو اور اُس شخص کو جو حالت براز یا بول مین ہو کہ اُسپر سلام کرنا اور ون سے زیادہ بُرا ہی ۵ ودع اکلا الا اذا کنت جائعا ۔ وتعلم منہ انہ لیس ببیع ۔ اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر جس صورت مین کہ تو بھوکا ہو اور اُسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدون کے ساتھ اُسپر سلام مکروہ نہین ورنہ مکروہ ہی وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمنحی ومطیر الحمام والحقتہ فقلت ۵ کذلک استاذ مغن طیر ۔ فہذا اہتمام والزیادۃ تنفع ۔ صحابی نہر المتاہو کہ مین نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے مین ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اُڑانے والا اور مین نے انکو ایک شعر پڑھا کر تعداد مذکورہ سابق مین ملادیا تو لون کہا کہ یہی حکم ہی استاد اور مغنی اور کبوتر اُڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہی اُن لوگون کا جنپر سلام مکروہ ہی اور یہ سیر زیادہ کرنا مفید ہی اور یہ ضمون نے ان لوگون کو بھی بڑھایا ہی بوڑھا آدمی ٹھٹھا کرنیوالا اور کنوگو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار مین قصداً لوگون کی بُرائیون پر نظر ڈالے اور جو لوگون کو گالیان دے اور جو لبیک کہتا ہو کر زانی العالمگیریہ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدہ فی قولہ سلام علیک بجزم المیم اور ضیا مغنوی مین تصریح کی ہی وجب ہونے جواب سلام کی بعض ان صورتون مین اور نہ وجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے مین میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا سطرح ہی کہ السلام علیکم یا یون ہی کہ سلام علیکم ان دو لفظون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اُسکا جواب واجب ہی شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین سیوطی کی نظم لکھی ہی جنمین وہ لوگ ضبط کیے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا اُن لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کھانے مین ہو پینے مین یا قرات یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا کبیر یا اُن مین مشغول ہو یا سلام کرنے والا اُسکا یا ستولا یا عورت جوان یا فاسق یا ستوا ہوا یا اونگھنے والا یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتتمہ بخ فین ۔ بلا عذر راما بہ بان لنشامن طبعہ فلا لو بلا عرض صحیح فلو تبین صوتہ او لیتدی الامام او لاعلام انہ فی الصلوۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہی نماز کو کھنکھارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اُچاٹ کرنا بلا عذر مفسد نماز ہی اور اگر زیادہ حرف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہی اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہی کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بدون تکلف پیدا ہوا وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہی کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جائے کہ غلطی کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ مین نماز مین ہون تو ان صورتون مین نہ فساد ہی نہ کراہت مذہب صحیح پر مم قیاس اسکا مقتضی ہی کہ کھنکھارنا مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہی اور کلام مفسد ہی مگر غرض صحیح مین کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ مین حضرت علی رضی عنہ سے مروی ہی کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دو بار حاضر ہوا تھا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین تو جسوقت مین آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلاما خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہی نماز کو دعا مانگنا اُن الفاظ سے جو مشابہ ہون آدمیون کی گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے عدم مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہی جو نہ قرآن مین ہو نہ حدیث مین اور اُسکا مانگنا بندون سے محال نہ ہو جیسے الٰہی مجکو نمک دے تیل دے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اُسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اُس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانہین ہو قولہ آہ بالمد والتا فیف اتاوہ والبکا بالصوت یحصل بہ حرف ولو جرا ومصید قید بالاربعۃ الامراض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال وجشاء وتثاوب وان حصل حروف المضرورۃ اور فاسد کرتا ہی نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی ہا الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہی تا فیف یعنی اف کرنا یا تفکر کرنا اور مفسد ہی ونحو ایسی آواز سے کہ اُس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہی مگر اُس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اُسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہی جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے مم اف اسم فعل ہی یعنی نہی یعنی تنگ مت کر اور سین سے لعنت ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ قف کی تینون حرکتین مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق مین کہا کہ رونا آنسوون سے بلا آواز یا آواز کے

ف ان لوگون پر سلام کا جواب واجب نہین ۱۲

ساتھ جسمیں حروف نہوں مفسد نماز نہیں کذا فی الشامی لانہ ذکر الجنۃ او النار فلو عجمیۃ قرأۃ الامام فجعل یسئل ویقول بل او نعم او اری لا تفسد لانہ اجابۃ لہ دلالۃ علی الخشوع نہیں مفسد ہر آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اچھی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قرأت اور رو کر کہنے لگا کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز نا سد نہوگی کذا فی البحر حیثہ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز میں مطلوب ہے یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یوں کہتا ہے کہ الٰہی تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور محبوب دوزخ سے بچانا تو چونکہ اسطرح کی دعا مفسد نہیں اسلیے مفسد نہوگا خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر صرف خوش لہجہ ہونے کی جہت سے مزہ لیکر رو دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ کرنا ظاہر افہوس ہے تو لوگوں کے کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹھہرا کذا فی الشامی **وفیہ** یا تشمیت عاطس ولغیرہ حمک اللہ ولو عن العاطس نفسہ لا اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا نمازی کا چھینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجھ پر رحم کرے اور اگر جواب چھینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنے نفس کے لیے تو مفسد نہیں ہم شامی نے کہا کہ غیرہ بدل ہے عاطس سے اسلیے کہ تشمیت عاطس میں اضافت بمعنی لام ہے اور یہ لفظ شارح نے صرف لفظ کے مقابلہ کو بڑھا دیا ورنہ بہتر یہی ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جائے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہے اور مفعول عاطس ہے پھر لغیرہ کی کیا حاجت ہے اور معنی تشمیت کے دعا بخیر کرنے کے ہیں اور وجہ فساد کی یہ ہے کہ غیر کو طرف خطاب کی جہت سے یہ جملہ لوگوں کے کلام میں داخل ہو گیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کرکے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہونے کی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد و بعکسہ الآتی میں بعد التشمیت اور اسکا الٹا ہے آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہ ہوگی ہم صورت اس مسئلہ کی ظہیریہ میں یوں ہے کہ مثلاً حامد و محمود نماز پڑھتے ہیں اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تھا کہا یرحمک اللہ یہ سنکر حامد اور محمود دونوں نے کہا آمین تو اس صورت میں نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اسنے خود اپنے حق میں دعا کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی **و** جواب خبر سوا بالاسترجاع علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار کلام الناس اور مفسد نماز ہے جواب خبر بد کا دینا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بموجب قول مذہب کے اسلیے کہ یہ جملہ پڑھنا جواب کے ارادہ سے مثل لوگوں کے کلام کے ہو گیا **علی المذہب** کی قید سے ظہیریہ کے قول کا رد ہوا کہ اسمیں عدم فساد کی تصحیح کی ہے اور یہ تصحیح مخالف متون اور شروح کے ہے کذا فی الحلیۃ والبحر **وکذا** یفسدہا کل ما قصد بہ الجواب کان قیل مع اللہ الہ فقال لا الٰہ الا اللہ او مالک فقال الخیل والبغال والحمیر اور اس لیے کہ ثبت بمقابلہ و قصر مفید اور اسطرح فاسد کرتا ہے نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب دینے سائل کا اگرچہ وہ جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر کہا گیا کہ کیا ہے خدا کے ساتھ کوئی معبود تو نمازی نے جواب میں کہا لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالیٰ کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہے تو نمازی نے کہا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے یا کسی نے کہا تو کہاں سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئیں بیکار اور محل گلگیری کے تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو جائیگی ہم نماز کا فاسد ہونا استرجاع یا ان قرآن کے جملوں سے طرفین کے نزدیک ہے نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک جو جملہ متضمن ثنا ہو یا قرآن میں کلام ہو وہ نیت سے نہیں بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہے اور طرفین کے نزدیک بدل جاتا ہے یعنی کلام ہو جاتا ہے اور قصد جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا **او الخطاب** کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسی یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ او مالک ہیمنک یا موسی مخاطبا لمن اسمہ ذلک او لمن بالباب ومن خلہ کان آمنا یا قصد کیا جائے اس جملے سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا کہنا اس شخص سے جسکا نام یحیی ہے یہ آیت (یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ) یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہے اسکو یہ کہنا (لبیک ہیمنک یا موسی) یعنے اور کیا ہے تیرے دہنے ہاتھ میں اے موسی یہ آیتیں کہے مخاطب ہو اسنے جسکا نام یہ ہے یعنی یحیی یا موسی یا در دازے پر والے شخص سے یہ کہنا کہ جو کوئی اسمیں داخل ہوگا وہ بخوف ہوگا ہم خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت میں قرآن کو لوگوں کے کلام میں تصور کرتے ہیں کیونکہ قرآن اک شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہیں جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہے کذا فی الشامی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ للامام فقال صدق اللہ ورسولہ لقصد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالیٰ کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہے بزرگی اسکی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود بھیجا یا امام کی قرأت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد

کیا ہو گا خواہ یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہوگی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سن لے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی وتوسع ذکر الشیطان فلعنہ تقصد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اُسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد للامور الاخرۃ ولا اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت کے لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیہ بقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعاے بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما علما بقصد المتکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صور تو میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہے بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر جو نکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن ہیں یا ثنا اور یہ دونوں بجز خطاب کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہیں ہوتے اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شارح کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی مگر کوئی مخشی اسکے درپے نہیں ہوا حتی لو امتثل امرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف صح وسر فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برائہ قہستانی معزیا للزاہدی ومرویا فی فتنیۃ یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اُس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اُسکو جگہ دی تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوٰۃ لا تفسد اتفاقا بین الملک والملقی اور مانع نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر ہوں تو نماز بالاتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے اور مصرح ہے ملتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رُکنے والیکو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا ہم یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتاوے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اُس شخص کو بتاوے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالیکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر قتلا قبل تمام الفتحۃ اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتاوے تو اگر وہ اُسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہوگی بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال الا اذا سمعہ القوم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوٰۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد نماز نہیں مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والیکی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والیکی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کیونکہ مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز پڑھنے والے سے لقمہ سُنکر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اُسکی نماز فاسد ہو گئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اُسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی جلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اُسمیں اُسکا شریک نہو خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو دنیوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قرارت کی کیونکہ قرارت پیچھے امام کے ممنوع ہے نہ لقمہ دینا ہم مقتدی کے حق میں فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قرارت میں نمازی اور اُلجھے کہ مقتدی کو بتانا ہی پڑے بلکہ اُسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کردے یا اگر قرارت بقدر واجب پڑھ چکا ہو تو رکوع کرے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ لنعم او آری الکان یعتاد بہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے نعم یا آرے نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی اُسکا کلیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ منجملہ اُسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر کلیہ کلام میں

تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہی شامی نے کہا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ قران نظم الفاظ و معانی دونون کا نام ہی اُنکے قول کے بموجب آسے قرآن نہین کہہ سکتا واکلہ شربہ مطلقا ولو تمسۃ نا سیا الا اذا کان بین اسنانہ اکول دون الحمصۃ کمافی الصوم ہو الصحیح قالہ البافانی فاتبلعہ اور مفسد نماز ہی کہانا نمازی کا اور پینا اُسکا مطلقا یعنی تھوڑا یا بہت دانستہ ہو یا بھولکر اگرچہ ایک تل ہی کھائے بھولکر یا ایک قطرہ پانی کا بھولکر پی جائے تب بھی مفسد نماز ہی مگر اُسور تین کہ نمازی کے دانتون کے درمیان کوئی کھانے کی چیز ہو اور اُسکو نگل جائے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتون کے اندر چنے سے کم ہو جیسا کہ روزہ مین ہی کہ اگر اسقدر دانتون کے درمیان سے نگل جائیگا تو روزہ نہ جائیگا یہی قول صحیح ہی کہا ہی اُسکو باقانی نے شرح ملتقی مین اما المضغ فمفسد کسکر فی فیہ یتبلع ذوبہ اور چابنا تو مفسد ہی جیسے شکر نمازی کے مُنھ مین کہ پگھلی ہوئی کو نگلتا ہو ہم شامی نے کہا کہ چابنے سے مراد یہ ہی کہ زیادہ چابے یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد نماز یا تو چابنا ہی یا خود دا کول کا پیٹ مین پہونچانا یعنی صرف مزہ کسی چیز کا مفسد نماز نہین مثلاً اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگل کر نماز کی نیت کی یا اُسکی مٹھائی مُنھ مین باقی ہی تو اُسکے نگلنے سے نماز فاسد نہوگی ولفسدہا انتقالہ من صلوۃ الی مغائرتہا ولو من وجہ حتی لو کان مفروضا فکہ ینوی الاقتداء وعکسہ صار شارعا انتفالا بخلاف نیۃ اظہر بعد کتبۃ اظہر الا اذا لفظ بالنیۃ فیصیر منتقلا مطلقا اور فاسد کرتا ہی نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اُسکی غیر مین اگر یہ غیر مین ہونا کسی اعتبار سے ہو یہانتک کہ اگر کیا یا نماز پڑھتا ہو پھر اللہ اکبر کہہ کر نیت اقتدا کرے یا اسکا عکس ہو یعنی مقتدی ہو اور تکبیر سے نیت تنہا پڑھنے کی کرے تو اگر سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اُس سے نیت عصر کی کرلی تو فجر کی نماز فاسد ہو جائیگی بخلاف نیت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد پھر اُسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اُس صورتین کہ نیت کے الفاظ مُنھ سے کہے تو اس صورتین سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا مطلقا یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ اُسکی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہی اور کلام نماز کا مفسد ہی کذا فی الشامی وقراءتہ من مصحف ای ما فیہ قرآن مطلقا للتعلم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر لیکن جسمین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اُسمین سے دیکھکر پڑھنا مفسد ہی مطلقا خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اُسکو ممکن ہو یا نہو یہ ہمیشہ یہ مفسد ہی اسلئے کہ یہ پڑھنا تعلیم ہی ہم امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین دو طرح سے فساد کی ذکر کیگئی اول جو ضعیف ہی وہ یہ کہ اسمین قرآن کا اُٹھانا اور اُسکو دیکھنا اور ورق تو مناپڑتا ہی یہ عمل کثیر ہی اور دوسری وجہ جو کافی نے تبیین خسرو کی تصحیح کی ہی یہ کہ اسطرح پڑھنا تعلم ہی یعنی گویا قرآن سیکھا جاتا ہی اور نمازی سیکھتا ہی اور تعلم و تعلیم نماز کی مفسد ہی کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قراہ وقرا بلا حمل بان اگر حافظ ہو اُسکا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون قرآن اُٹھانے کے پڑھا تو اس صورتین نماز فاسد ہوگی کیونکہ دونون وجہین فساد کی اس صورتین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیۃ استظہرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہی اُسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہی وجوزہ الشافعی بلا کراہۃ وہما بہا للتشبیہ باہل الکتاب ای ان قصدہ فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شئی بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کمافی البحر اور جائز رکھا ہی دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اُسکو جائز رکھا ہی کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت و انجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہوگی کیونکہ مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچھ حرج نہین بلکہ بُری بات مین مشابہت مکروہ ہی اور اُس چیز مین مکروہ ہی جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاتا چنانچہ بحر الرائق مین ہی ولفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا اور فاسد کرتا ہی نماز کو ہر عمل کثیر جو نہو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیے ہو ہم نماز کے اعمال ہمیشہ نہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کرلیا تو یہ مفسد نہوگا اگرچہ عمل کثیر ہی مگر نماز کے اعمال ہی کی طرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بیضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ قول خمسۃ اصحہا انہ لا یشک بسبب النظر من بعیدہ فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین اُنمین سے صحیح تر یہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہی کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا اُسکے کرنیوالے کو ان بات مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہم دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہی کہ جسکے سامنے نماز شروع کی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہی کہ اُسکا کرنیوالا دیکھنے والیکی نظر مین

نظر غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یا ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہو کہ جو کام عادت میں دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہو اگرچہ نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا جامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہو اگرچہ نمازی دو ہاتھوں سے کرے جیسے ٹوپی یا پہننا یا اُتارنا تیسرا قول یہ کہ تین حرکتیں متصل یہ کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول یہ ہو کہ عمل کثیر وہ ہو کہ کرنیوالے کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جدا گانہ مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہ ہو کہ عمل کثیر وہ ہو جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً وان شک افیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ الشک والتقبیل فتامل اور اگر دیکھنے والا تردد کرے کہ کام کثیر ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ہم صورت مسئلہ تقبیل کی یہ ہو کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اُسکے شوہر نے اُسکو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اُسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے سرِ صورت میں کوئی فعل سرزد نہیں ہوا چنانچہ یہ مسئلہ مع اسکے جواب کے شارح فروع میں ذکر کریگا فلا تغفل قولہ رفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ لیس نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اُٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنیکے وقت اور اُس سے سر اُٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کا روایت کیا گیا ہو وہ مخالف ہے روایت اور روایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اُس سے سر اُٹھانے کا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فسادوہ ہے جو مکحول نے حضرت آدم سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اُس سے سر اُٹھانے کے وقت ہاتھوں کا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والیکی نظر میں معلوم ہو کہ اسکا کرنیوالا نماز میں نہیں ہے وہ کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاے کذا فی الشامی ولیفسد باسجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ وکرتیہ علی انطاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر دوہرا لیا ہو بخلاف دونوں ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہو گا تو نماز فاسد نہ ہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر سجدہ کریگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب اُسکا ایک بڑ فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا نجس پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی ولیفسد باداء رکن حقیقۃ اتفاقاً او حکمۃ منہ بسنۃ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع لزمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لا الا احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نماز کی ادا سے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک ہتھنی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی انع کے لگجانے کی صورتوں یا بیٹھ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا یہی بیان کیا ہوا سکو حلبی نے فہم حاصل یہ کہ اگر نمازی کی ہتھنی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت میں اُسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسقدر سے کم دیر تک ہتھنی کھلیگی تو اُنکے نزدیک فاسد نہ ہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں بیطرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکلگیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو گی اور اگر اتنا ٹھہرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو گی طحطاوی نے کہا کہ جست کی قید اتفاقی ہے وصلوۃ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسط علی نجس ان لم یظہر لون الروث اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا کسی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہ ہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہ ہو گی ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اُسمیں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہ ہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہو گی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اگر جگہ حائل ہو نماز نہ ہوگا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہو گا ورنہ مطلق بو کا اگر نماز میں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقاً بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا ولو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد انتقض

بعدہ قدرت پس اگر نمازی نے اپنا بیوضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پھیری بسبب عذر مذکور کے پھر جانا کہ حدث نہین ہی تو اگر یہ علم مسجد سے نکلنے کے پیشتر ہو تو نماز فاسد نہوگی اور اگر بعد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہوجانے مکان نماز کے فروع مسائل لحقہ شارح کے مشی مستقبل القبلۃ بل تفسد ان قدر صف تم وقف قدر کن تم مشی ووقف کذلک وہکذا الا تفسد ان کثر المالم یختلف المکان قبل الا تفسد حالۃ العذر مالم یستدبر القبلۃ استحسانا ذکرہ القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہین جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پھر ٹھہرا بقدر ایک رکن کے پھر چلا اور ٹھہرا اسیطرح یعنے ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسیطرح چلا گیا تو فاسد نہوگی اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹھہرا ہو جبتک کہ مکان مختلف نہوگا یعنی اگر مسجد مین ہی تو جبتک مسجد سے باہر نہوا ہوگا اور جنگل مین ہی تو جبتک صفون سے باہر نہوا ہوگا فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی جیسے ایک ہی دفعہ مین دو صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہی کذا فی الشامی اور بعض فقہانے کہا کہ حالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہ مختلف ہوجاے جبتک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہی اسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی مین حالت عجز و یعنی جہاد ہی نہ حالت عذر و ہل یشترط فی المفسد الاختیار فی الجنازیۃ نعم وقال الحلبی لا اور کیا شرط ہی عمل مفسد مین نمازی کا قابو ہونا جنازیہ مین ہی کہ ہان شرط ہی اور حلبی نے کہا کہ عمل مذکور مین اختیار کا ہونا شرط نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر انہ مشروط ہونا مستمد ہی اسلیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہی فان سن دفع او جذبتہ الدابۃ خطوات او وضع علیہا او اخرج من مکان الصلوۃ او مص ثدیہا تلتا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ اقبلہا بد وہا فسدت کیونکہ جس نمازی کو دھکا لگایا یا اسکو سواری کے جانور نے کھینچا اور اس دھکے یا گھسیٹنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نماز کی جگہ سے نکالدیا گیا یا نمازی عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایک بار چوسی گئی اور اسکا دودھ اُترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین نہین پایا جاتا شامی نے کہا کہ خارج کو مناسب تھا کہ مسہا او قبلہا کی جگہ مست اور قبلت بصیغۂ مجہول کہتا جیسے اُس سے اوپر کے افعال تھے الا تو قبلتہ ولم یشتہا والفرق ان فی تقبیلہ منعے بجماع نہین فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا اور مرد کو اسکی خواہش نہ تھی اور فرق دونون مسئلون مین یہ ہی کہ مرد کے بوسہ لینے مین جماع کے معنی ہین ہم یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہی تو جب وہ داعی جماع مین ہے کوئی عورت کے ساتھ کریگا تو اُسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہی اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے اُسکی طرف سے وہ داعی جماع کا پایا جانا داخل جماع نہین جبتک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی معہ حجر فرمی بہ طائر الم تفسد ولو مرۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتھر ہو اُسنے اُسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہی یا ادب دینا یا جہل کرنا بہرحال عمل کثیر ہی ذکر کیا ہی اسکو حلبی یعنے شارح منیہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ منیہ مین یون ہی کہ اگر پتھر زمین سے اُٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر ایہ ہی کہ پرند و انسان مین فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہوجائیگی بقی من المفسدات ارتداد القلب باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء آیندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہی دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہی نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس مسئلہ مین معلوم ہوتا ہی کہ اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیون کی باطل ہوگئی نئے سرے اُنکو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہی جنون اور بیہوشی اور انکا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہی ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہم شامی نے کہا کہ شارح نے تبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین چنانچہ اختلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہوچکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یون کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہی و ترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہی چھوڑنا کسی رکن کا بدون اداے مثلاً ایک سجدہ چھوڑ دیا اور سلام پھیرنے تک اُسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی او شرط بلا عذر و یا مفسد نماز ہی چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت

یا استقبال قبلہ بلا عذر کیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتوں کا تکرار مفسد نہیں ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہی پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمیں اُسکا امام اُسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اُٹھالیا اور پھر اُس رکوع کو امام کے ساتھ یا اُسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم خطاوی نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہیں ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السہو وبعد تالد الفراوہ اما بلا فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہی پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدۂ سہو میں بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہم صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد مثلاً اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کر لیا اُسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ میں امام کا شریک ہوگا تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ محل انفراد میں اقتدا کرنا مفسد ہی ہاں جبتک اُسنے رکعت جدا گانہ کا سجدہ نہیں کیا تب تک انفراد پختہ نہیں ہوا اسوقت اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہی وعدم اعادۃ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ مذکرا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہی دوبارہ نہ کرنا نمازی کا قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے ہم اسلیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہی تو اگر دوبارہ نہ کریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدۂ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن میں داخل ہی اسکو جد الکھنا ضرور نہ تھا وعدم اعادۃ رکن اولاً وناگاہ اور مفسد نماز ہی دوبارہ نہ کرنا نمازی کا اُس رکن کو جسکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک شرط میں داخل ہی یعنی نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار میں شرط نماز ہی اور سونے کی حالت میں یہ شرط چھوٹ جاتی ہی لیکن بترجیح کے نزدیک ترک شرط میں بلا عذر کی قید تھی وہ یہاں متحقق نہیں اسلیے یہ صورت جدا ہی وفتقہ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہی کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں زور سے ہنس پڑیگا تو اُسکی نماز اور مدرکون کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہ فعل امام کا اُسکی نماز کے درمیان میں واقع ہوگا چنانچہ اُسکی تفصیل پہلے باب میں گذر گئی ومنہا مالہمزۃ فی التکبیر کمدا وایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہی اللہ اکبر کہنے میں چنانچہ پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع وسجدہ کے لیے بہمزہ اگر کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ میں تو ترے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہیں فاسد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہی کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ بالحان ان غیر المعنی والالا الا فی حرف مدولین اذ افحش والالا بزیادۃ اور ایک مفسد نماز ہی قرارت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر وزبر پیش کو نونوں کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہی اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو رب العلمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلین تو مفسد نہیں مگر حروف مد ولین میں اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ ہم وے تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہی یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف مد کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر کے اور کچھ نہین ہوتا غرضکہ حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہی ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہی ہم جاننا چاہیے کہ قرارت مین غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہین کہ اگر انکو جان لیا جاے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہی کہ اُس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان قواعد کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہی مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد و اسکا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسیطرح یا غلطی وقف مین ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاے اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائین کہ اُنکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اُس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی

خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنی ایسے نہیں بگڑتے جنکا اعتقاد کفر ہو لیکن بہت کی تبدیل معنون مین آجاتی ہی جیسے ہذا العراب کی جگہ ہذا النعاب۔ پڑھنا یا بالکل بمعنی لفظ ہوجاتا ہی جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہ تو اس صورت مین بھی نماز فاسد ہوجاتی ہی اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی مگر مطلب سے دور پڑجاتے ہین تو اس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہی یا نہین اگر نہین ہی تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین وہ لفظ ہی تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہی اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑین اور ویسا لفظ قرآن مین نہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد نہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا کہ دونون کے معنی ایک ہین حالانکہ قیامین قرآن مین نہین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی یہ قاعدے متقدمین کے ہین اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسمٰعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اسپر اتفاق ہی کہ اعراب مین غلطی کرنی کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہین اور اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہین کرسکتے اور اگر غلطی حرف کی تبدیل مین ہو تو اگر دونون حرفون مین فرق بآسانی معلوم ہوسکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہی کہ نماز کا مفسد ہی اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہین اسلیے نماز کے باب مین متقدمین کا قول اختیار کرنے مین زیادہ احتیاط ہی کہ انکے قواعد بھی درست ہین اور اکثر فروع فتاوون مین انھین کے قول پر محمول ہین کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد او عکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو اصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف وابتدا لم تفسد وان غیر المعنی بہ یفتی بزازیۃ پس اگر غلطی اعراب مین ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر بڑھنا یا تخفیف سے پڑھنے مین مشدد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے مین مخفف کے جیسے اعینا کو اعیینا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجاے صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ مین جیسے ایاک نعبد مین ایا جدا پڑھکر ٹھہرنا اور ک کو نعبد مین وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا الٰہ پر شلا وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان صورتون مین نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنی بدل جائین اسی کا فتوی دیا جاتا ہی کذا فی البزازیہ ہم شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ سب مسائل مین عدم فساد پر فتوی بزازیہ مین منقول ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ بزازیہ مین صرف اعراب کی غلطی مین اگرچہ معنی بھی بگڑ جائین فتوی عدم فساد کا مذکور ہی اور باقی صورتون مین درصورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہی جیسا کہ متقدمین کا قول ہی اور احتیاط اسی مین ہی الا تشدید رب العلمین و ایاک نعبد فتکرہ کہ تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہی ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعال جدر بنا انفجرت بدل انفجرت ایاب بدل اداب لم تفسد ما لم تتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر مین کلمہ واستحصد زیادہ کردیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہین لکھی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا مین جزاء سیئۃ مثلہا پڑھا دوسری سیئۃ کو چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعال جدر بنا بدون ی کے آخر مین یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے انفجرت عوض مین انفرجت کو یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اداب کے تو نماز فاسد نہ ہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلین ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی اسلیے مترجم نے تسہیل کیواسطے ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کردیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت مین نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت مین کہ افظ مقروء قرآن مین نہ ہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہوگی الا مایلتبس تمیزہ کالضاد والظاء فاکثر ہم لم یفسدوا حرف کے بدلنے سے درصورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد ہوتی ہی مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جنمین تمیز دشوار ہی مثلاً ضاد اور ظ کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہین کہتے ہم شامی مین جلیہ سے منقول ہی کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکلگیا یا تمیز حروف کو نہین جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ مین کہا کہ یہ قول سب اقوال سے درست تر ہی اور یہی منتخب ہی وکذا لو کرر کلمۃ وصح الباقی فی الفساد ان غیر المعنی نحو ربا العلمین للاضافۃ فتکما لو بدل کلمۃ بکلمۃ غیرہا نحو الحمد للہ الذی سخر لنا الفجار

لغی جنات وتمامہ فی المطولات اور اسی طرح فاسد نہیں ہوتی نماز اگر مکرر کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہو باقی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائیں جیسے رب العلمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہو نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائیں جیسے ان الفجار لفی خبات پڑھنا لفی تحیم کی جگہ اور پورا بیان اسکا بڑی کتابوں میں ہو ہم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت میں مفسد ہو کہ پڑھنے والا اضافت ومضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو یا قصد اضافت نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکلگیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتیں بھی ہیں جو اس باب سے پیشتر ہو چکیں مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نماز کی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار میں ایک رکن کو ادا کرنا یا اثنا نماز میں کسی فعل مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً ماتن وشارح نے انکو اسلیے یہاں ذکر نہیں کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہو ولا یفسدہا نظرہ الی مکتوب وفہمہ ولو مستفہما وان کرہ اور نہیں فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نماز کی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہر چند دانستہ سمجھنا مکروہ ہو اسلیے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ میں بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہیں کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہیں فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں نماز کے سجدہ کی جگہ میں گو صحیح تر قول میں ہم یعنی نماز کی کے قدموں سے سجدہ کی جگہ تک میں سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہیں اور اسکا مقابل قول قمر تاشی کا ہو کہ قدموں سے لیکر اس جگہ تک گذرنا مفسد نہیں جہاں تک نماز کی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونوں صورتوں میں نہیں لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول میں قدموں سے لیکر سجدہ تک کی جگہ میں گذرنے سے ہوگا اور قمر تاشی کے قول پر اس جگہ میں بھی گذرنے سے ہوگا جہاں نماز کی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت میں کذا فی الشامی او مروره بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ بقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امرأۃ او کلبا یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا سامنے نماز کی کے اسکے قدموں سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار دو صفوں کے فاصلہ ہونا ان دونوں میں مانع اقتدا نہیں جیسے جنگل اور بڑی مسجد میں مانع ہوتا ہو مفسد نماز نہیں گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہم شامی نے کہا کہ اسمیں رد ہی ظاہر یہ کے قول پر جو کہتے ہیں کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہو اور اشارہ ہی اس امر کی طرف کہ اس باب میں جو کچھ مروی ہو وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ میں اسکو ثابت کیا ہو او مروره اسفل من الدکان امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاءہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون سترۃ کما فی غرر الاذکار یا مفسد نماز نہیں گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نماز کی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے بعض اعضاء نماز کی کو اور یہی حکم فساد کا ہی چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار میں ہی ہم بحر الرائق میں اس قول ضعیف کو غلط کہا ہی اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نماز کی کے سامنے کو مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہی کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے میں گذرنیوالا گناہگار ہوتا ہی بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اسپر کیا گناہ ہی تو ٹھہرے چالیس برس اور گناہ اسوقت ہی کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہو جاتا ہو ہم حلیہ میں کہا کہ اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجائش ہی کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس صورت میں اگر گذرے گا تو

گناہ خاص گذرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ اور طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روک لیا ہی تو اس صورت مین گناہ نمازی ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے راستہ روکا ہی مگر گذرنیوالا اور طرف کو بھی نکل سکتا ہی تو اب گذرنے سے دونون گناہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہین روکا اور گذرنیوالے کو اور طرف راہ نہین تو اسمین کسی پر گناہ نہین او صورت سترہ کی یہ ہی کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی رسی یا اور کوئی چیز چھت مین لٹکتی ہی جب نمازی سجدہ کرتا ہی تو وہ سر کی حرکت سے اُسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہی اور جب کھڑا ہوتا ہی پھر بدستور ہو جاتی ہی تو اسطرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر کچھ گناہ نہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہی کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فللمار المرور بینہ وبین السترۃ لعدم الاثم لانہ اسقط حرمۃ نفسہ فتنبہ اور اگر صف مین کوئی جگہ خالی ہو تو نماز مین آنیوالے کو جائز ہی کہ جس شخص نے اُس جگہ کو بند نہین کیا اُسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جاے کیونکہ اُسنے اپنی عزت آپ کھودی تو خبردار ہو جاے نہ اُسکے سامنے سے گذر ناگناہ نہیں م شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرا چاہتا ہی اور اُسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہی تو اُسکو نمازی کے سامنے رکھدے اور دوسری طرف جاکر اُسکو اُٹھالے اور اگر دو شخص ہون تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جاے دوسرا اُسکی آڑ سے نکلجاے پھر دوسرا کھڑا ہو جاے تاکہ اول شخص اُسکی آڑ سے گذر جاے انتہی ان دونون مسئلون سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ بڑھا کر اسکے سامنے سے چیز کا اُٹھا لینا موجب گناہ کا نہین ولیعز ندباً بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ودخوا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظا اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء حاجبیہ لابین عینیہ والامین افضل اور کھڑے امام بطور استحباب کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنے بڑی مسجد مین کھڑا کرلے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لمبائی مین اور ایک انگلی کی موٹائی مین تاکہ دیکھنے والے کو یعنے گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونون آنکھون کے بیچ کے سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہی کہ مطابق سنت ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ دون ثلثۃ اذرع کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا کیونکہ جلبی مین ہی کہ سنت یہ ہی کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل مقدار کا ہی کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع وللاخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب اور کفایت نہین کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہی خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہ ہو تو خط کھینچنا کافی ہی تو خط کھینچے نمازی طول مین یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے ھو فتح القدیر مین درصورت نہ ہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہی اور کہا ہی کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہی علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہی تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہی اس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکھ لیگا تب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفعہ بوخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فات لاشی علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا علی ما یفہم من کتبنا بتسبیح او جہر قراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا فستانی لابہما فانہ یکرہ اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو یعنے جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہی عزیمت نہین پس ترک دفع بہتر ہی اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنیوالے کو مارا اور وہ مر گیا تو اُسپر کچھ نہین نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہی ہماری کتابون سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہی نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جاے ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین کذا فی الفتح نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونون سے کہ دونون باتون کا جمع کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہی ہم یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ گذرنیوالے سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہی تو یہ منسوخ ہی چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہی کہ یہ حکم ابتداے اسلام مین تھا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تھا اب کسی

اجازت نہین کذا فی الشامی مختصرا والمرأۃ تصفق لا بطن علی بطن اور عورت گذرنیوالے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اسطرح کہ ہتیلی ہتیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی بجانے کی بحر الرائق مین یون منقول ہی کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتیلی مین ہمارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونون ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہین اس سے تو یہی بہتر ہی کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی انگلیون کے اندر کیطرف کو بائین کی پشت پر مارے کہ اسمین عمل تھوڑا ہی دلصفق او بحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیۃ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن دونون نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی تاتارخانیہ وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہی سترہ امام کا کل مقتدیون کے لیے یعنے اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو گذریگا اُسپر کچھ گناہ نہ ہوگا ولو لعدم للمرور والطریق جاز ترکہا دخلہا الولی اور اگر گذرا اور راستہ نہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہان کوئی گذرتا نہو اور مُنھ راستہ کی طرف نہ ہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہی اور کھڑا کرنا سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہی ہم راستہ کیطرف مُنھ نہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور بدون سترہ کے دونون طرح مکروہ ہی کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہی تو اُسمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اُسکے مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ تعمم التنزیہیۃ التی رجحہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان تہایا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہی لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہی کہ کراہت شامل ہی تنزیہی کو جسکا آل ترک اولی ہی پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی مین دلیل ہی یعنے اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہی اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کیطرف نہو تو کراہت تحریمی ہی ورنہ کراہت تنزیہی ہی ہم بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہی ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہی یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہی اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہی دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین لفظ مکروہ پایا جاے تو اُسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہی ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اُسکا حال معلوم ہوسکتا ہی اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل تحریما للنہی ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وارا ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہی لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہی قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اُسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے ڈالنا بھی سدل مین داخل اور مکروہ ہی ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہی اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہی ان دونون مین فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہی کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھکر اُسکے کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنون کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشد ومندیل پر سلہ من کتفیہ فلو من احد ہما لم یکرہ کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل ڈوپٹہ اور رومال کے کہ اُسکو اپنے دونون مونڈھون سے لٹکا دے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا لیگا تو مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین م شد بفتح شین معجمہ ودال مشدد ایک کپڑا ہی جسکو مونڈھون پر ڈالتے ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ وہل یرسل الکم لو یمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہی کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار یہ ہی کہ مکروہ نہین اور کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑے اسمین اختلاف ہی زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہی کذا فی القہستانی ع م شامی نے کہا کہ خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہی اسپر کسی نے سوائے بزازی کے اُسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہی جو قاضی خان اور جمہور فقہا کہتے ہین کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہی کیونکہ سدل اس صورت مین بھی موجود ہی وکرہ کفہ ای رفعہ دلہ لتراب لمنتشر کما ذکرہ

لہ ایک کپڑا ہو جو آگے پیچھے سے لٹکتا ہو اور دونون کنارے برابر ہون کما فی الشامی ۱۲

واعتبہ بہ ای تبوبہ وبجسدہ للنہی الاحاجۃ ولا باس بہ خارج صلوٰۃ اور مکروہ تحریمی ہی کپڑے کا اور پر اُٹھانا اگرچہ مٹی مین بھرنے کے سبب سے ہو جیسے مکروہ ہی داخل ہونا نماز مین آستینین یا دامن چڑھائے اور مکروہ تحریمی ہی کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب مالغت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہین مثلاً بدن کو خارش کے سبب سے کھجلایا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اُسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہ امور مکروہ نہونگے اور کچھ مضائقہ نہین کھیلنے کا کپڑے اور بدن سے نماز کے باہر ہم شافعی نے کہا کہ آستین چڑھائی نماز شروع کرنے مین یہ صورت بھی داخل ہی کہ آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی اور رکعت ملنے کے لیے جلدی مین آستین نہ اُتاری شریک جماعت ہوگیا تو ایسی صورت مین افضل یہ ہی کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اُتار لے اور جسکے باب مین نہی وہ حدیث ہی جسکو قضاعہ نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمھارے لیے تین چیزون مکروہ کین نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ مین فحش باتین کرنی اور قبرستان مین ہنسنا وصلوتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بیتہ ومہنۃ ای خدمۃ ان کان غیرہا والا لا اور مکروہ تنزیہی ہی کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا میلے کچیلے کپڑون مین جنکو گھر مین پہنتا ہی اور کام کرنیکے کپڑون مین بشرطیکہ اُسکے پاس اور کپڑے ہون ورنہ مکروہ نہوگا مہنہ بار موحدہ مکسور اور سکون ذال معجمہ سے یعنی خدمت اور ابتذال ہی اور مہنۃ بفتح میم وسکون ہا عطف تفسیر ہی لینے وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسرون کے پاس جاوے کذا فی الشامی وانخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ فلو منعہ تفسد اور مکروہ ہی دم اور اُس جیسی چیز کا مُنھ مین لینا جو نمازی کو قرارت سے مانع نہو اور اگر قرارت کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑھ نہ سکے یا ایسے الفاظ نکلین جو قرآن کے الفاظ نہون تو نماز فاسد ہوجائیگی کم شامی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ کسی چیز کا مُنھ مین لینا جو مانع قرارت نہو مکروہ تنزیہی ہی وصلوتہ حاسرا ای کاشفا راسہ للتکاسل ولا باس بہ للتذلل واما لامانۃ بہا فلا اور مکروہ ہی نماز پڑھنا نمازی کا سر کھولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہین سر کھولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی امانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہم شامی نے بعض علما سے نقل کیا گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہی ولو سقطت قلنسوتہ فاعادہا افضل الا احتاجت لتکریر اوعمل کثیر اور اگر گر جاے نمازی کی ٹوپی تو اُسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہی مگر جس صورت مین کہ محتاج ہو پلٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہین وصلوتہ مع مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح للنہی اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا بول و براز کے دباؤ کے ساتھ یا دونون مین سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھ اور یہ کراہت باعث ممانعت کے ہی یعنے ابوداؤد کی حدیث کے باعث کہ نہین حلال ہی کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالے اور روز آخرت پر کہ نماز پڑھے اُس حال مین کہ پیشاب کو دبائے ہو یہانتک کہ اُس سے ہلکا ہو جاے اور اسی جیسا ہی پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعرہ للنہی عن کفہ ولو بجمعہ او ادخال اطرافہ فی اصول قبل الصلوٰۃ اما فیہا فیفسد اور مکروہ ہی بالون کا جوڑہ کرنا بسبب منع کے اُنکے اوپر اُٹھانے سے اگرچہ جوڑا کرنا اُنکے اکٹھا کرنے سے ہو یا اُنکے سرون کو جڑون مین کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز مین جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہی ہم عقص بفتح اول بالون کے گوندھنے کو کہتے ہین یہان یہ مراد ہی کہ بالون کو سر پر جمع کرکے گوندسے چپکالے یا ڈورے سے باندھ لے خواہ پیندھیان گوندھکر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سکو باندھے کہ سجدہ مین زمین پر نہ گرین تو یہ سب باتین مکروہ ہین کیونکہ طبرانی کی حدیث مین اس سے ممانعت وارد ہی اور حلیہ مین نقل کیا کہ ہو جید بموجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہی کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہی اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہ وجہ ہی کہ بالاجماع عمل کثیر ہی کذا فی الشامی وقلب الحصا للنہی الا لسجودہ اتمام فیرخص مرۃ وترکہا اولی اور مکروہ ہی کنکرون کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہین سوا ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہی اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر ہم صحاح ستہ مین معیقب سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکرون کو مت ہٹا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایکبار ہٹا لے اور پورا سجدہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹائے تو پھر کنکرون کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑین کذا فی الشامی وفرقعۃ الاصابع وتشبیکہا ولو منتظر الصلوٰۃ او ماشیا الیہا للنہی ولا

یکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہی انگلیاں چٹکانی اور ایک ہاتھ کی انگلیون کو دوسرے کی انگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کیطرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ہم ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیان مت چٹکا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور تجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیان چٹکائے جسوقت کہ مسجد مین نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہی کہ جسوقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہی اور خارج نماز سے یہ مراد ہی کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد مین اسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر انگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الشامی والتحصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہی تحصر یعنی ہاتھ کا کولے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہی ہم صحیحین وغیرہما مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازمین کولے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہی صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او ببعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے ہم ترمذی نے انس رضی سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہی کذا فی الشامی وبصرہ یکرہ تنزیہاً وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون منہ پھیرنے کے آنکھ سے ادھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہی اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہی چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قالہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمتمم لا اور قاضی خان نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوتی ہی منہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہی کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہی واقعاؤہ کالکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہی نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ہم اقعاکی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہی کہ دونون سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے دونون گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہی اسلیے بھی صحیح تر ہی اور حدیث مین اس نشست کی ممانعت ہی اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہی کہ دونون پانون کو کھڑا کرکے انکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہی اسلیے مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی بچھانا مرد کا اپنے دونون ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہی وصلوتہ الی وجہ انسان کراہتہ استقبالہ فالاستقبال بوجہ المصلے فالکراہۃ علیہ ولا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکروہ ہی منہ کرنا نمازی کی طرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اُسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو منہ کریگا اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور نمازی بین اُسمین کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہی اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہی اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت مین کراہت نہین رہتی مثلاً نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہی مگر دونون کے بیچ مین ایک اور شخص ہی جسکی پشت نمازی کی طرف ہی تو مکروہ نہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہی جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا بیشتر مفسدات مین گذرا فرع مسئلہ ملحقہ شارع کالا بأس بتکلم المصلی اذا جابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیٔ اواری درہما وقیل اجید فاومأ نعم اولا وقیل لم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہی پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اُسنے ہاتھ سے اشارہ کردیا کہ ہم نے دو رکعتین پڑھی ہین ہم لفظ لا پاس سے اشارہ ہوا کہ بہتر ہی ہو کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما قبیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصفوف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن المجتبی اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جاپس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اُسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوگئی

ذکر کیا ہی اُسکو حلبی نے برخلاف اُس قول کے جو گذرا بحرالرائق سے ہم بحرالرائق مین کہا کہ اس صورت مین نماز فاسد نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہی اور قول نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہی چنانچہ پیشتر شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ التربع تنزیہا وترک الجلسۃ المسنونۃ لغیر عذر ولا یکرہ حاجبا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جل جلوسہ مع اصحابہا التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور مکروہ تنزیہی ہی چار زانو بیٹھنا نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسۂ مسنون کے اور مکروہ نہین پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست اصحاب کبار کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہی اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام سے اور اسمین رد ہی اُن لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہی اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہی کذا فی الشامی والتشاوب ولو خارجہا ذکرہ سکین لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہی جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہی اسکو مسکین نے اسلیے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہی اور انبیا علیہم السلام اس سے محفوظ ہین صحیحین مین مروی ہی کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہی تو جب کوئی تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہ نہین لکھا کہ تحریمی ہی یا تنزیہی مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہو اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہ فعل عبث ہی اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہی وتغمیض عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہی کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہین مم نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہی اور بدائع مین وجہ کراہت یہ مذکور کی ہی کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہی اور آنکھون کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہی تو اسلیے حلیہ اور بحرالرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی بتصرف وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہی کھڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونون پانون اُسکے محراب کے باہر ہون اسلیے کہ اندر اور باہر ہونے مین اعتبار قدم کا ہی امام کا کھڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہی اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت مکروہ ہونے کی اہل کتاب کی مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب مین کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ نہونے مین کچھ شبہ نہین مم حاصل یہ ہی کہ امام محمدؒ نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہی اور کچھ تفصیل نہین کی اسلیے اس کراہت کے سبب مین مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرے کی طرح ہی تو اُسمین کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہی کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جداگانہ بناتے ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہی اور مختار امام سرخسی بھی یہی ہی اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائین کے مقتدیون پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہی شارح کہتا ہی کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہی تو ہر صورت سے مکروہ ہی مقتدیون پر اشتباہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہی تو جس صورت مین اشتباہ نہوگا مکروہ بھی نہ ہیگا کذا فی الشامی والانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بادونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہی کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اونچے پر اور لوگ اُسکے پیچھے ویسے ہی رہین کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہی بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ مضائقہ نہین ایک ہاتھ سے کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہ ہی کہ جس سے امتیاز ہو جاوے اور یہی قول موجہ زیادہ ہی ذکر کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے فتح بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہی اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہی طحطاوی نے کہا کہ ذکر بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی جگہ جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضاے حدیث یہ ہی کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہی اسکا عکس صحیح تر قول مین یعنے

کھڑا ہونا مقتدیون کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہونا مم طحطاوی نے کہا کہ غالباً کراہت تنزیہی ہے اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اسمیں امام کی حقارت ہے اور اصح قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسکا مقابل قول طحطاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں کذا فی الشامی وہذا کلہ عند عدم العذر بجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین اور یہ کراہت تینوں مسئلوں میں وقت نہونے عذر کے ہے مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیون میں سے بعض ہون صحیح تر قول میں یعنے اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہون تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدون اہل اسلام میں یعنی اگر تنگی کے باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسطنا فی البحر اور عذر میں سے ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کا یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز ہونچانے کو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں مم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقد منا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی کذا القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا علم یجذب فرجۃ اور ہم پیشتر باب الامامۃ میں لکھ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں پیچھے ایسی صف کے جسمیں فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف میں جگہ پاوے بلکہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنے لوگون میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہین اور یہین وجہ بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ ہے تنہا کھڑا ہونا اگر اس صورت میں کہ صف میں جگہ پاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولیس ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ بمنتہ او یسرہ او محل سجودہ تمثال دلونی وسادۃ منصوبۃ لا مفرشۃ اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمین تصویر ین جاندار کی ہون اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنے چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائین یا سجدے کی جگہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے میں ہو جسپر نہ چلتے ہون نہ تکیہ کرتے ہون نہین مکروہ ہے اگرچہ بچھے ہوے گدے پر تصویر ہم تمثال صرف جاندار کی صورت کہتے ہین اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اس گھر میں جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلیے کہ جامع صغیر میں امام محمد رح نے اسکی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہے تو غالباً اسمین ان امور کو لکھا ہوگا جو منتخ ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانا تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونون پانون کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ مین دبی ہو کیونکہ اس صورت مین تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت مین فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہے یعنی اسکے بدنمین تصویر کا ہونا مکروہ نہین مم یعنے متن کی عبارت مین یہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھ مین تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ان اگر تصویر ہاتھ مین ٹکی ہوئی یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے کذا فی شرح المنیہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکمین او صرۃ او ثوب آخر وافادہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تبین

تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وہی علی الارض وکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کے انگوٹھی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بھی مکروہ ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اسکا مفاد یہ ہو کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تھیلی یا بدرہ یا دوسرے کپڑے مین چھپی ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اسکے اعضا کی تفصیل دیکھنے والیکو نہ سوجھتی ہو جب وہ کھڑا ہو اور تصویر زمین پر ہو اپنی اگراتے فاصلے سے اسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہون تب بھی مکروہ ہوگی ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اسکا ایسا عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اس صورت کا جاندار زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہ سب مذکور چیزین عبادت نہین کیجاتین مم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہو اس سے کہ اسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر لکیرون سے کاٹ دیا ہو یا کھرچ ڈالا ہو یا سیا ہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتون سے کراہت نہ جاتی وخبر جبرئیل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبرئیل علیہ السلام کی مخصوص ہو اس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہو اسکو ابن کمال نے م یہ جواب ہو ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہو کہ اگر تصویر کی کراہت اسوجہ سے ہو کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہان فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبرئیل مین جسکو مسلم نے روایت کیا ہو مذکور ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبرئیل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول اپنا وعدہ خلاف نہین کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتھ مین تھا اسکو زمین پر ڈالا پھر دیکھا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھون نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہین پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبرئیل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ مین تمہارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے گھر مین تھا ہم ایسے گھر مین نہین جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونون صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین لفظ صورت عام مذکور ہو اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہو تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ داہنے یا بائین ہونے مین شارح جواب دیتا ہو کہ کراہت کی وجہ یہی ہو کہ نماز کی جگہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبرئیل مین ہر چند لفظ تصویر عام ہو مگر وہ اسی تصویر سے مخصوص ہو جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہو جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے گھر مین تو ایک پردہ جسمین تصویرین ہین اگر کیا تو انکا کاٹنا منظور ہو تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہو اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے مین بسبب ان تصویرون کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہو اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہو م شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بھی تصریح کی ہو چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر مین مکروہ نہین یعنے جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا گھر مین مکروہ نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہو فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہی لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہو کہ اسمین مشابہت اللہ تعالی کی پیدا کرنے سے ہو چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہو وکرہ تنزیہا عد الای والسور والتسبیح بالید فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا الا ماخار جہا فلا یکرہ کحدۃ بقلبہ او بلغزۃ انا للہ وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہو شمار کرنا آیتون اور سورتون اور سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنے انگلیون پر یا تسبیح ہاتھ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہین ہو شمار کرنا باہر نماز سے جیسے مکروہ نہین شمار کرنا نمازی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہو صلوۃ التسبیح جو حدیث مین مذکور ہو یعنے اسمین بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دباتا جاے فرع مسئلہ المحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسبحۃ بغیر ریاء کما بسطہ فی البحر کچھ مضائقہ نہین

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم سبحہ بکسر سین صینہ آلہ کا ہی اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحہ بضم سین ہی جسکو اصطلاح عوام مین تسبیح کہتے ہین یعنی کچھ دانے ایک ڈورے مین پروئے ہوے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہی جو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیان یا کنکریان تھین جنپر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو اس سے آسان اور افضل بتلائے دیتا ہون اسطرح پڑھ (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو الخالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک) تو اس حدیث مین اسکو کنکریون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہی کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے مین پرو لیتے ہین اسطرح کی زیادتی منع مین کچھ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہی مان اگر منہوا دا شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہی کذا فی الشامی لایکرہ قتل حیۃ وعقرب ان خاف الاذی لذا لامر للاباحۃ لانہ مفتقر لنا فالاولی ترک الحیۃ ایضا خوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہو تو ہمترا ہی جھوڑ دیا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے صحیحین مین ہی کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم انکے مارنے کا ہی تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور باتنے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اسکا جواب دیتا ہی کہ یہ امر حدیث مین باباحت کے لیے ہی کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہی اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہی کہ حدیث مین اسکو جن فرمایا ہی تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اسکا نہ مارنا اولی ہوا کہ اسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہی اور نہایہ مین ہی کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہی کذا فی الشامی لمقتضا اطلاقا و لا بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی افساد سانپ اور بچھو کا مارڈالنا نماز مین مطلق مکروہ نہین اگر عمل کثیر سے مارے اور قول ظاہر تر کے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونے کی کی ہی درصورت عمل کثیر کے ولایکرہ صلوۃ الی ظہر قاعد اوقائم ولو تیمما حرث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانے کا ہو اسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہی ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج انار تعبدا لان المجوس اتخذوا بحر النار الموقدۃ قبلۃ اور مکروہ نہین نماز قران کیطرف یا تنور کیطرف کہ مطلق یعنے لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا روم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ وطحطاوی نے کہا کہ یہ جملہ بتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہی اور آگ سے مراد وہ ہی جسمین صرف شعلہ ہو اور بندھی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا چقماق بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی العنایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر یا مکروہ نہین نماز اس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اس وجہ کے کہ پیشہ گندی یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اسکی ذلت کا باعث ہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے یکرہ اشتمال الصماء والاعتجاز والتلثم والتنخم مکروہ ہی اشتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پانون تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہی اعتجاز لینے ڈوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہی کہ حدیث مین انسے نہی وارد ہی اسلیے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہی کذا فی الشامی اور مکروہ ہی ڈھانٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور مُنھ ڈھک جاے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ ہی زور کی سانس کے ساتھ بیٹھ نکالنا نام تنخم بتاے فوقانیہ دونون وخاے معجمہ ہی اور بعض نسخون مین تختم ہی یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھانٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہی اور خرخر کرکے بیٹھ نکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہی جنانچہ اسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض العمامۃ قبل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہی ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جون کا مارڈالنا پہلے کاٹنے کے ترک کل سنۃ ومستحب اور

مکروہ تنزیہی ہی چھوڑنا بہتر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت زیادہ موکد ہوگی تو عجب نہین کہ اُسکا ترک مکروہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد فی نسخ بحدیث ان فی الصلوۃ لشغلا اور مکروہ ہی بدون حاجت اُٹھالینا بچہ کا نماز مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہی وہ منسوخ ہی اس حدیث سے کہ ان فی الصلوۃ لشغلاً یعنے نماز مین ایک شغل ہی جو اور باتون کا مانع ہی ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ بچہ کا اُٹھانا مکروہ کیسے ہوسکتا ہی یہ امر تو صحیحین مین بروایت ابوقتادہ ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین اپنی نواسی بی بی امامہ کو اُٹھا لیتے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو انکو اُتار دیتے تھے اور کھڑا ہونے کے وقت پھر اُٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو یہی ہی جو شارح نے دیا کہ یہ حکم منسوخ ہی مگر یہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث (ان فی الصلوۃ لشغلا) ہجرت سے پیشتر کی ہی اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت کے بعد ہی تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہوسکتی ہی اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہی کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلیے تھا کہ آپکو اسکی ضرورت تھی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تھا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اُسکو بچہ کا اُٹھانا مکروہ نہین البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعها النحو قتل حیۃ وندابۃ وفوز قدر وضیاع ما قیمتہ درہم لہ اولغیرہ اور مباح ہی نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذر دون سے مثلاً سانپ کا مارنا اور سواری کا بھاگ جانا اور ہانڈی کا اُبلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہم اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اُٹھا لیجائیگا تو جائز ہی کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمداوفۃ الاجنبیین والخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت وجماعۃ اور مستحب ہی نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دبانے کے وقت اور خلاف سے نکلنے کیواسطے اگر خوف نہو وقت کے جانیکا یا جماعت کے ملنے کا ہم شامی نے کہا کہ بول و براز کے دبانے کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہی تو اُسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے تھا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہوجاے اور خلاف سے نکلنے کی یہ صورت ہی کہ نماز پڑھنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلاً ہاتھ لگا دیا تو مستحب ہی کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے نزدیک نماز نہوگی ویجب لاغاثۃ الملہوف وغریق وحریق اور واجب ہی نماز توڑ دینا واسطے فریادرسی فریادخواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہی اندھے کو کنوئین مین گرتے دیکھنا لانداء احد ابویہ بلا استغاثۃ الافی المنفل فان علم انہ یصلے لاباس ان لا یجیبہ ان علم انہ اجابہ نہین جائز ہی نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریادخواہی کے مگر نفل نماز مین اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہی گو فریادخواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پھر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہی تو کچھ مضائقہ نہین جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے ہم ماں باپ سے مراد اصول ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا نانی یا دادی ہو تب بھی یہی حکم ہی یہانتک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتا ہی جو نماز کے باہر ہون مگر نماز کے توابع مین سے ہون ویکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمدبیت المتغوط وکذا البدبا فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہی بول و براز کے وقت شرمگاہ کا مُنھ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح قول مین شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف مدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین ہم وجہ کراہت کی یہ ہی کہ صحاح ستہ مین مروی ہی کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ کیطرف مُنھ نکرو نہ پشت بلکہ اُسکو داہنی طرف کرلو یا بائین اور یہ حکم مرد وعورت دونون کو یکسان ہی اور کراہت بول و براز کے وقت ہی پانی سے استنجا کرنے کے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لبول ونحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہی بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ ایسا فعل کرنا حرام ہی جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہی کذا فی الشامی وکما کرہ تذر جلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمداً لانہ اساءۃ ادب قالہ ملا یا کبر اور جیسے مکروہ ہی دونون پاؤن کا پھیلانا سونے مین یا سوا سے سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف یعنے پاؤن پھیلانا دانستہ مکروہ ہی اسلیے کہ یہ بے ادبی ہی کہا ہی اُسکو ملا یا کبر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عمداً کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلاوے

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاویگا تو مکروہ نہوگا اور دونوں پاؤں کے مانند ہی حکم ایک پاؤں کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم میں برابر ہیں شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہوگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پاؤں پھیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی اور الی مصحف اوشی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پاؤں پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پاؤں کی سیدھ سے تو پاؤں پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب بہت دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی کما کرہ غلق باب المسجد لا الخوف علی متاعہ یعنے اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگاوے تو مکروہ نہیں اسی پر فتوی ہی قہستانی نے شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس میں ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیوں کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ) اور خوف متاع کی صورت میں بھی اوقات نماز میں بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر وصح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول وبراز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور مکروہ ہی ٹھہرانا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ میں تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہوجانے کی مسجد کو راستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنے اگر عادت کریگا کہ راستہ مسجد ہی میں ہو کر چلے تو فاسق ہوجائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا التطیین بنجس ولا البول والفصد ولو فی اناء ومکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد میں اور اس بنا پر ترفع ہوا کہ جائز نہیں چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استر کاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاے م فتاوے عالمگیری میں ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے میں ناپاک پانی پڑا ہو اُس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی دیحرم ادخال صبیان ومجانین حیث تغلب نجاستہم والافیکرہ اور حرام ہی دخل کرنا لڑکوں اور مجنونوں کا مسجد میں جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کردینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہم شامی نے کہا کہ اور حرام ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکوں اور دیوانوں کی یہ ہی کہ حدیث مرفوع میں آچکا ہی کہ اپنے مساجد کو لڑکوں اور دیوانوں اور بیع اور شراء اور شور غل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعوں میں انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ درصورت گمان نجس نہونے کے لڑکوں کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی وبنبی لہ اتخاذہ تحاہ نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد میں جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ بنجاست نہوں اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتوں اور موزوں کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہوں افضل ہی م وجہ افضلیت یہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتوں کو پہن کر اور یہود کے مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی میں ہی کہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس زمانے کے عرف میں داخل بے ادبی ہی اور خوف مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خوف نہ تھا کیونکہ مسجد شریف میں اُسوقت کنکریں بچھی ہوئی تھیں لما کرہ اذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا یہ نا علی مسجد شرعا مکروہ نہیں اشیاء مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اُس گھر کی چھت پر جسمیں نماز پڑھنے کی جگہ بنائی گئی ہی بلکہ خود اُس جگہ میں یہ چیزیں مکروہ نہیں اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہیں م یعنی مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گھر میں ایک جگہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہیں ہوجاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف ورفقا بالناس لافی حق غیرہ بالفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق میں اگرچہ صفوں میں انفصال ہو جواز اقتدا میں اُسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگوں پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہیں ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزوں کے

۵ اور کون زیادہ ظالم ہی اُس سے جو منع کرے اللہ کی مسجدوں کو اس سے کہ یاد کیا جاوے اللہ کا اُن میں نام اُسکا

حق مین کذا فی النہایہ مم بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اُنمین بول و براز وجماع جائز ہو حالانکہ بانی نے اسلیے نہین بنوایا تو لائق یہ ہی کہ یہ امور وہان سے نہون اگرچہ ہم اُسکو مسجد نہین کہین اور مقابل قول مفتی [illegible] وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی ہی کہ مکان نماز جنازہ کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعۃ نے کی ہی کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہی کذا فی الشامی فحل دخولہ لجنب و حائض فضاء ورباط ومدرسۃ ومساجد حیاض واسواق لاشارع پس حلال ہی داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہی اُنکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازارون کی مسجدون مین نہ شارع عام کے مساجد مین مم فنا مسجد وہ مکان ہی جسکے اور مسجد کے بیچ مین راستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے اُسپر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھ لے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو غیر نافذ بازار مین نماز کے لیے بنا لیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرا مین ہوا کرتے ہین غرضکہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت معین نہین وہ در حکم مسجد ہین مگر اُنمین اعتکاف نکیا جاسے کذا فی الشامی ولا باس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلے ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوہ خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی وفی خط المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والموخر انتہی وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنیکا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی یعنے خشوع کو مخل ہی اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار کا اور اُسکے مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اُسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الخطر مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہی نہ چھت اور پچھلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہی تو اُسکو یاد کر لینا چاہیے مم یعنے پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہی کہ محراب سے غرض مصلے کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا باتا رہنا جیسا امام کو ہی ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بھی بُرا ہی کیونکہ خشوع سبکے لیے مستحب ہی اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سے تنزیہی ہی کذا فی الشامی بجص وماذہب لونہ الحلال للامن مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش او البیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی والا اذا کان الاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے کریگا مگر جبکہ خوف ہو ظالم ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہوا اور ڈرے کہ ظالم چھین لینگے تو اُسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہین کذا فی الکافی اور مگر اُس صورت مین ضمان ندیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی ضبوطی کے لیے ہون یا خود واقف کرنیوالے نے اسطرح کے نقش بنوائے ہون تو اسصورت مین بھی ضمان ندیگا بسبب قول فقہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی مم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہی اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی عن البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاکثر اب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہی کیونکہ اُسمین کعبہ ہی جسکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہی (اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ) پھر مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار نمازون کے اُسکے سوا دوسری مسجد مین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہی کہ تصریح ثواب کے زیادتی کی اسکے اندر حدیث مین موجود ہی پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہی جسکی شان مین آیت (لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ) الایہ ہی ان چار مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پھر وہ ہی جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو مم یہ ترتیب حلیہ مین اجناس سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اُنکے محلہ کی مسجدون کو اور اُنکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہی: شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور اُنمین سے افضل وہ ہی جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی و مسجد استاذہ لدرسہ و سماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد اپنے اُستاد کی اُس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کیواسطے افضل ہی یعنے قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اُسمین دو ثواب ہین ایک جماعت دوسرے تحصیل علم و مسجد جیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہی کہ اگر محلہ کی مسجدمین کوئی موذن نہو تو نمازی اُسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اُسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اُسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے و التصحیح ان ما الحق بمسجد المدینۃ الحق بہ فی الفضلیۃ لعم تحری الاول الی وہو ما ئۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ جسمین لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی وہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندنون مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوٰۃ مین قبلہ کی بحث سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے و یحرم فیہ السوال و کرہ الاعطاء مطلقا و قیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الخطر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اقتصار کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دیتا مگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز مین اندر دی اللہ تعالی نے انکی تعریف کی اس آیت مین (وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ) یعنے دیتے ہین خیرات اُسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی و انشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو اُنکا پڑھنا مکروہ نہین ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی تو کہو خدا تعالی اُسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی توحید اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اُنکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر انمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط و خال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر محمول ہی کذا فی الشامی و رفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر ایسے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اسکا فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہی خیر الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی و الشامی بتصرف و الوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اُسکے پانی سے گھن آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اُس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہی و غرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز تکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اُنکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گا ھم نز بفتح نون و تشدید زا و جیم زمین کی رطوبت کو کہتے ہین

خلاصہ یہ کہ اگر جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹھہرتے ہوں تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختوں کے لگانے کا مضائقہ نہیں اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر لوگوں کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور انسے مسجد تنگ نہ ہو اور نہ جماعت میں خلل پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دے کہ اُنکے پھل اور لکڑی آپ لیا کرے یا صفوں میں خلل ہوتا ہو یا درختوں کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکل ونوم المعتکف وغریب اور مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں ودخول اکل نحو ثوم وبصل منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ اور مکروہ ہے مسجد میں آنا کھانے والے لسن جیسی چیز کا یعنی کچا پیاز اور مولی وغیرہ جنمیں بدبو آتی ہے اور منع کیا جاوے ایسا شخص مسجد میں گھسنے سے اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو میں سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیے کہ جس چیز سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے اُس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہیں یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغل وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی و کل عقد لا المعتکف بشرطہ اور مکروہ ہے مسجد میں ہر معاملہ یعنی معاوضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع وشرا درست ہے بموجب اُسکی شرط کے ہم شرط یہ ہے کہ اُس چیز کی حاجت اُسکو یا اُسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد میں نہ منگاوے کذا فی الطحطاوی والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بانہ یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ اور مکروہ ہے مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہے کہ کلام ہی کے خاطر مسجد میں بیٹھے یعنے اگر مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہ ہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا موجہ تر ہے یعنے کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت کے لیے دونوں صورتوں میں کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمیں حرج بھی بہت ہے وتخصیص مکان النہی لیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق للعلم از عاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درس بل ولاہل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلوۃ فیہ اور مکروہ ہے خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہے اُسکو بیچنا دینا غیر شخص کا اُس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا بیٹھنے والے کا گو بیٹھنے والا قرأت یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اُس محلہ والوں سے نہو اُسکو مسجد میں نماز سے منع کریں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اُسکا اُٹھا دینا بھی نمازیوں کو جائز ہے ولہم نصب متول وجعل المسجدین واحد اوعکسہ لصلوۃ لا لدرس اوذکر اور جائز ہے محلہ والوں کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کاموں کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہے دو مسجدوں کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدیں درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر انمیں جائز ہے کذا فی القنیہ فی المسجد خطبۃ وقرآن فاستماع الخطبۃ اولی مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہے تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہوں اُنکے حق میں قرآن کا سننا بہتر بلکہ بضرور ہے ولا یمنع الکتابۃ علی جدارہ اور مناسب نہیں لکھنا قرآن اور اشیاء قابل التعظیم کا مسجد کی دیواروں پر ہم یعنے اسلیے کہ اگر کر بامال نہوں کذا فی البحر اور مثل اسکے ہے قبوں پر کچھ لکھ کر دروازوں پر چسپکانا کذا فی الطحطاوی ولا باس برمی عش فراش وحمام لتنقیتہ اور کچھ مضائقہ نہیں چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینکدینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیتہ جواب سوال ہے اُسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندوں کو اُنکے گھروں میں تو دور کرنا گھونسلوں کا مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعاً مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتوں کا نام ہے جنانچہ آگے

آتا ہو اور نفل کے معنی لغت مین زیادتی کے ہین اور شرعًا نفل اُس عبادت کو کہتے ہین جسکے کرنے سے ثواب ہو اور ترکنے سے عذاب نہو کل سنۃ نافلۃ ولاعکس ہر سنت نفل ہی اور اسکا اُلٹا نہین یعنی ہر نفل سنت نہین ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب مین ذکر سنتون کا بھی ہی حالانکہ عنوان مین صرف وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہین کی تو تصریح نکرنے کا عذر کردیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین ہو فرض عملا وواجب اعتقادا و سنۃ ثبوتًا لہذا وتفوا بین الروایات وتر فرض ہی عمل کے لحاظ سے اور واجب ہی اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہی ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہی فقہانے روایتون مین ہم عملًا فرض ہی اسکے یہ معنی کہ عمل مین اُسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہی کہ چھوڑنے سے گناہگار ہونا اور اُسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہی ویسے ہی وتر مین ہی اور اعتقادًا واجب ہونے کے یہ معنی کہ اُسکے واجب ہونے کا اعتقاد ضرور ہی اور ثبوتًا سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا حدیث سے ہی نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہی تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہ مراد کہ امام اعظمؒ سے وتر کے باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہی اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی ملتقطًا وعلیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ تفریع ہوا کہ کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہی یعنی منسوب بکفر نہین ہوتا ہم ضمیر علیہ کی محشیون نے توفیق کیطرف پھیری ہی اور ماتن نے شرح منح الغفار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہی وتذکرہ فی الفجر مفسدا لہ لعکسہ بشرط خلافا لما وقع فی القاعدۃ الاولی لکنہ یقضی ولا اصح قاعدۃ الاولی کہ اتفاقًا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہی کہ فجر کے فرضون مین اُسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہی مثل اُسکے عکس کے یعنی اگر وتر مین یاد ہوگا کہ کوئی نماز فرض پر ہی تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازین چھ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہی اور نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک وترون کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہین ہوتی کیونکہ وتر اُنکے نزدیک سنت ہین لیکن وتر قضا کیے جاتے ہین اور بیٹھ کر اور سوار ہوکر درست نہین ہوتے بالاتفاق یعنے ہر چند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز نہین مگر صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتون مین سنت سے علیحدہ ہین وہو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی نوسی القعود الیعود ولو عامدا ینبغی افساد کما یجی وترتین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہوگیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہوجاے چنانچہ آگے آویگا مم مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہی اُسمین درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ قیام فرض کو چھوڑکر واجب کے لیے بیٹھنا نہین چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دو گانہ علیحدہ نماز ہی اسلیے اگر کھڑا بھی ہوجائے تب بھی بیٹھ جائے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وترمثل مغرب کے ہین لیکن نمازی اسکی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتین احتیاطًا پڑھے مم وجہ احتیاط کی یہ ہی کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہی کہ سب رکعتون مین قرارت پڑھی جاوے والسنۃ الثلث او زیادۃ المعوذتین لم یختر الا بمجموع المسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورۂ اعلیٰ اور دوسری مین سورۂ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہانے پسند نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورۂ اخلاص کے سورۂ فلق اور ناس پڑھنا اختیار نہین وکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یقنت دفیکا للدعاء وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونون ہاتھون کو اُٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح یہ کیطرح کانون تک ہاتھ اُٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اُٹھاوے اور ہتھیلیان آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہی اضعف ہی اور دعا کرے اُسمین مم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہی یا ما قبل رکوع کے وہین الدعاء المشہور وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقنتی اور سنون ہی دعاء مشہور اور درود پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہی ہم دعاء قنوت مشہور یہ ہی (اللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ

وتترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق) اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھکو یہ دعا سکھائی (اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک) طحطاوی اور شارح منیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملا لیا کرے اور صیغہ درود کا بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود ہے اور نووی اور حلبی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے (وصلی اللہ علی النبی) بہر حال درود پڑھنا بہتر ضرور ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعاء کی رکنی ہے جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے ثنائی نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے (ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) یا تین بار (اللھم اغفرلی) کہے یا تین بار (یارب) کہے وصحح المجد بالکسر یعنی الحق والمحق یعنی الحق وتخفید بدال مہملہ یعنی نسرع فان قرأ بذال معجمہ فسدت خانیۃ لانہ کلمۃ مملۃ اور صحیح ہوا ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث مرسل میں وارد ہے المجد بکسر جیم وتشدید دال یعنی حق کے بعد لفظ عذابک کے دو جگہ اور ملحق یعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور تخفید بفتح نون اور کسرہ فا اور ضمہ دال مہملہ ہے اسکے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہ کلمہ بمعنی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بمعنی نہیں اسلیے کہ براق کی صفت میں حدیث میں مذکور ہے یخفد ہما یعنی استعانت لیتا تھا چلنے پر اپنے دونوں بازوں سے مخافتا علی الاصح مطلقا واما ما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقاً اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے ہم اس علت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقاً سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصحح الاقتداء فیہ نفی غیرہ اولی ان لم تحقق منہ مایفسدہ فی اعتقادہ فی الاصح کما بسطہ فی البحر لشافعی مثلاً لم یفصلہ بسلام لان فصلہ علی الاصح فیہا للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتداء حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلاً جو وتر کو سلام سے جدا نکردے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتداء بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہ ہو جو فساد کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتداء اگر جدا کیا امام نے وتر کو دو گانہ کے بعد سلام پھیرنے سے صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہ ہونے میں اقتداء درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا مختلف ہو امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہو ہم غیر وتر میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت دونوں کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتداء درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہونا چاہیے اور مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتداء درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتداء واجب پڑھنے والے کا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتداء جائز ہے کذا فی الشامی ولذا نہوی الوتر لالوتر الوتر اولا وجب کما فی العیدین للاختلاف اور بسبوجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف واجب اور مسنون ہونیکے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر کریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی الموتم بقنوت الوتر ولو شافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ للفجر لانہ منسوخ بل یقیف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتداء درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر ترقول کے بموجب ہاتھوں کے لٹکائے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی

نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنھون نے سترہ یا اسی قاریون کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعاء بد فرماتے تھے جب آپ نے انپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد وطحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت مین اب بھی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہین ولو لنسیانہ ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع مین اُسکو یاد کیا تو رکوع مین اُسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اُسکے محل کے یعنی اُسکا پڑھنا محض قیام مین تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر یہ ہے مین یعنی رکوع کو چھوڑکر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہوا سلیے کہ آسمین قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا لازم دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہی فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ وسجد للسہو وقت اولا از والا عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھکر دوبارہ رکوع نکیا تو اُسکی نماز فاسد نہوگی بسبب ہونے اُسکے رکوع سابق کے پوری قرأت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین ایک یہ کہ رکوع مین قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اُٹھاکر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اُٹھاکر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع مین نہ اُس سے کھڑا ہوکر تو چار دن صورتون مین سجدۂ سہو اسوجہ سے ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ ملا کذا فی الحلبی ویرکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولم یقرمنہ شیأ ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان اولشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نلیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہگیا ہو تو اُسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اُن امور مین کہ ارکان ہین یا شرائط نماز کی مفسد ہی نہ غیر ارکان و شرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدرر ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہی کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ متابعت مذکورہ فرض ہی حالانکہ متابعت بدون تاخیر اُن فرائض و واجبات مین واجب ہی جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہی اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب ادا سے سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہی اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہین قنت فی اولی الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ الا تو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کرہ مع العود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یترک بخلاف الشاک ورجح الحلبی تکرارہ الہما نلذی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑھے اور اگر اُسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہی یا تیسری مین ہی تو قنوت کو مکروہ کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑھکر قعدہ کرے پھر کھڑا ہوکر ایک رکعت اور پڑھے اور اُسمین قنوت پڑھے کیونکہ دونون رکعتون کا احتمال ہی کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہی کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہی اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہی مکرر قنوت پڑھنے کی دونو کو یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق مین بھی موافق حلبی کے قول کے ہی واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویعیدہ ان ادرک الرکوع الثالثۃ اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اُسکی آخر نماز وہی ہی اور جب یکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا مشروع نہین اور ہو جاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اُسکو ملگئی اب باقی دو رکعتون مین اگر قنوت پڑھیگا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اُسکی جگہ تیسری رکعت ہی جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا النازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازون مین اور بعض فقہا کا قول یہ ہی کہ سب نمازون مین پڑھے جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑھنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہی مگر اشباہ مین خانیہ سے منقول ہی کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑھے اور عبارت شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ حنفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہی نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

قائل قنوت پڑھنے کا نہیں اور بحر الرائق میں اسکو بعض مشائخ کا مذہب لکھا ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا تاکہ سنی نماز کے قنوت کو کوئی روایت مذہب نہ سمجھے پھر قنوت کا موقع نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہو کذا فی الشامی مختصر فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی جستہ جمع فیہا الامام قنوت وتکبیر عید وسجدۃ تلاوۃ وسہو واربعۃ لا تتبع فیہا زیادۃ تکبیر عید وجنازۃ ورکن وقیام لخامستہ پانچ باتین ہین جنمین امام کی متابعت کیجائے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر نکرے تو وہ بھی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑھنا دوم قعدہ اولی سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو مگر اگر امام ان چیزون کو کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر سہو اس سے ہو جائین تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ انمین متابعت امام کی نکیجائے یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام اگر چھ باتکبیر کہے تو مقتدی اسکا ساتھ نہ دے دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیرون سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دو بار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہو جانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے ہم شامی نے کہا کہ جو نئی صورت رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہی تو اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی وثمانیۃ تفعل مطلقاً الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر انتقال وتسبیح وتشہد وسلام وتکبیر تشریق وہ آٹھ باتین ہین کہ مطلق کیجائین یعنی امام انکو کرے یا نکرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھون کا اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم دعا سبحانک اللہم الخ سوم تکبیر انتقال یعنی ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو اللہ اکبر کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا کہ اگر امام نکہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اس صورت مین کہ امام بیٹھ جاوے لیکن اگر قعدۂ اولی مین امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول بڑے یا مسجد سے نکلجاوے تو مقتدی سلام پھیر لین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسُنّ موکدا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعد ہا بتسلیمۃ ولو بتسلیمتین لم تسن عن السنۃ ولذا لو نذرہا لا یخرج عنہ بتسلیمتین ولعکسہ یخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہونگی اور ایسے اگر چار رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس مین یعنی نذر کی دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چارون کو پڑھا تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت موکدہ ہین دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان شروع ہوئی ہین بعد کی سنتین واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت مین بعد کی سنتین اسکی کمی کو پورا کر دینگی اور شروع ہوئی ہین پہلے کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتون کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض تھی اسکو اسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا ان سنتون کی موکد ہونے کی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آپ ظہر کے پہلے چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشاء دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق مین ہی کہ سنت موکدہ مثل واجب کے ہی کہ اسکے ترک کرنے سے گناہ ہوتا ہی اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہی بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعد ہا بتسلیمۃ دان شارکتین وکذا بعد الظہر لحدیث الترمذی سن حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعد ہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہین چار رکعتین پہلے عصر اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور بسیط ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہی یعنی اسکو دوزخ مین نہ ڈالیگا ویسن بعد المغرب لیکتب من الاوابین بتسلیمۃ او ثلاث والاول لدوام الشق اور مستحب ہین چھ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین سے لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالون اللہ تعالی کیطرف چھ رکعتین ایک سلام سے مستحب ہین یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہی وہم وجہ اسکے مشکل ہونیکی یہ ہی کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر تک روکنا پڑتا ہی شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہی کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرتا جاوے وہل تستحب الستۃ بوصل الکل بتسلیمۃ واحدۃ اختار الکمال نعم اذا کیا

پانچ چیزون مین امام کی متابعت نکرے اور ایک مین ضرور کرے

شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور اوا کیجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہ ہان مم کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی کہ چار رکعتین جو بعد ظہر یا عشا کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہی کہ وہ چارون جداگانہ مستحب ہین سوار دو رکعت سنت موکدہ کے یا اُنکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر مع سنت موکدہ کے ملکر چار شمار ہوتی ہین تو اُنکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علمانے یہ کہا ہی کہ ایک سلام سے دونون ادا نہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب نماز ہی پر چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور کمال الدین نے نہایت عمدہ توضیح کے ساتھ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے مم حاصل تقریر کمال کا یہ ہی کہ قبل مغرب کے دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی **وسن اکدہا ستۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من** ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سوا اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح قول مین بسبب اُس حدیث کے کہ جو کوئی ظہر کی سنتون کو چھوڑیگا نہین پہونچیگی اُسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین مم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبر گیری نفرمائے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبًا شفاعت خاص ہی جو زیادتی درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سبکے لیے عام ہوگی **وقیل لوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح** اور بعض فقہانے سنت فجر کے واجب ہونیکو کہا ہی تو نہین جائز ہی پڑھنا اُسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح قول کے بموجب مم واجب ہونیکی صورتین بیٹھکر اور سواری پر ناجائز ہونا ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورتین اسلیے ناجائز ہی کہ یہ تین ہم پایہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی **ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن** فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی چھوڑنا فجر کی سنتون کا اُس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے کہ اسکو اُنکا ترک کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگون کے اُسکے فتوی کیطرف مم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگون کے ہجوم کے باعث اور سنتون کو ترک دے اور بعد فراغت یا نیکے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی ویخشی الکفر علے منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اُسکی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعًا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اُسکا منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی **وتقضی اذا فاتت مع بخلاف الباقی** اور سنت فجر قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتون کے اُنکی قضا نہین مم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتون کا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑھی جائین اگر یہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر اُنکی قضا چاہیے **ولو صلی رکعتین مقطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا وقع کذلک** بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ اداء طلب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تحریمۃ مبتدءۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جداگانہ تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہی اور مسئلہ اول خلاصہ مین مذکور ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق مین اُسکو اوجہ بیان کیا ہی کذا فی الشامی **وکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ تلا لم یروا الافضل فیہما ارباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی** اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اسقدر سے زاید حدیث مین وارد نہین اور افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہی اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق مین علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی **مختار ولا یصلی علی النبی** صلے اللہ علیہ وسلم **فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ودولی تاسیا فلیہ السہو وقیل لا تمنی** اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

قعدۂ اولی میں ظہر اور جمعہ کی پیشتر کی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر بھولے سے درود پڑھ لیا تو اُسپر سجدۂ سہو ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ سجدۂ سہو نہیں کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں درود پڑھنے سے سجدۂ سہو کا لازم آنا مسلم نہیں کیونکہ اُنکا حکم اور سنتوں کا سا نہیں اسلیے اُنکو دو سلاموں سے پڑھنا درست ہی ولیستفتح اذا قام الی الثالثۃ منہا لانہا کالتحریمۃ اور جب تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں مذکورہ سے کھڑا ہو تو دعاے استفتاح یعنی سبحانک اللھم الخ نہ پڑھے اسلیے کہ یہ سنتیں بوجہ اپنے مؤکد ہونیکے فرض کے مشابہ ہوگئی ہیں فی البواقی من ذوات الابع یصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذر الاول کل شفع صلوۃ وقیل لا یاتی فی الکل وصححہ فی القنیہ اور باقی نوافل چار رکعت والیوں میں درود پڑھے قعدہ اولی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں دعاے استفتاح اور اعوذ پڑھے اگرچہ وہ نماز نذر ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ نوافل کا نماز جداگانہ ہی اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں دعا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہی اس قول کو قنیہ میں ہم نماز نذر کو اسواسطے شامل کیا کہ اُسکا وجوب عارضی ہو درحقیقت وہ بھی نفل ہی کذا فی البطحاوی وکثرۃ الرکوع والسجود واجب من طول القیام کما فی المجتبی ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر من ثلاثۃ اوجہ اور دیر تک رکوع اور دیر تک سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہی بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہی اور ترجیح دیا ہی اسکو بحر الرائق میں مگر اعتراض کیا ہی اُسپر نہر الفائق کے اندر تین وجہوں سے ہم وجہ اول یہ ہی کہ قیام ہر چند وسیلہ ہی مگر اُسکے طول کی خوبی اس باعث سے ہی کہ اُسمیں قرارت بہت ہوگی اور قرارت اگرچہ تمام قرآن کو پہونچ جاے سب فرض ہوگی بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہی کہ قرارت کے رکن اکثر ہونے کو فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہ ہی کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہی اور اسکی سب رکعتوں میں قرارت واجب ہی کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیۃ القیام وصححہ فی البدائع قلت وہکذا رائتہ بنسختی المجتبی مغربا لمحمد فقط فتنبہ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہی امام محمد کا اور یہ کہ مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہی اور تصحیح کی ہی اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہی مجتبی کے اپنے نسخہ میں منسوب امام محمد کیطرف فقط پس تو خبردار ہو جام حلبی نے کہا کہ نسخہ مضاف ہی یا متکلم کیطرف اور مجتبی اُس سے بدل واقع ہوا ہی وہل طول قیام الاخرس افضل کالقاری لم اره اور کیا گونگے کا زیادہ قیام کرنا افضل ہی مثل قاری کے اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ گونگا چونکہ حکما قاری ہی تو اُسکا قیام بلاشبہہ افضل ہی ولیس تحیۃ رب المسجد ہی کعتان واداء الفرض اوغیرہ وکذا دخولہ نیۃ فرض او اقتدا ونیوب عنہا بلا نیۃ اور مسنون ہی تحیۃ المسجد یعنے تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم مقام ہو جاتا ہی تحیۃ المسجد کے بدون نیت کے مرہب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہی نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بخلاف مضاف ہی کذا فی الحلیہ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ولا تسقط بالجلوس عندنا بحر اور کافی ہی آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چند بار جاے تحیۃ المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہونا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر ہم اور یہ جو حدیث میں آیا ہی کہ جب تم سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہانتک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بہتر کا ہی کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں واردہی کہ آپنے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد دو رکعتیں ہیں سو اُٹھ اور اُنکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم تمکن منہا لحدث اوغیرہ یقول ندبا کلمات التسبیح الاربع اربعا میں کہتا ہوں اور ضیاء منوی میں قوت القلوب سے منقول ہی کہ جو شخص قادر نہو تحیۃ المسجد پر بسبب بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیحوں کے الفاظ چار بار یعنی (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) کو چار بار کہنا مستحب ہی اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط وکذا کل عمل یناف التحریمۃ علی الاصح قنیۃ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی اُنکو پھیر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے مخالف ہو صحیح تر قول کے بر جب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہی کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو اشتغل بیع او شراء او اکل عادیا او بلقمۃ او شربۃ لا یبطل

اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی و لوجئی لطعام ان خاف فوات حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اُسکے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتی رہنے کا تو اُسکو کھالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کھانا کھاوے م یعنی عمل مخالف عذر کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہوجانا بھی عذر ہی تو اُسکے لیے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہی دلو آخرہا الآخر الوقت لانکون سنۃ وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول یہ ہی کہ سنتین ہوجائینگی م شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہی اسپر کہ عمل مخالف کرنے سے سنتین ساقط ہوجاتی ہین اور اصح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الا سفار بسنۃ الفجر افضل وقیل الاخوب چاندنی مین پڑھنا سنت فجر کا افضل ہی اور ایک قول یہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہی م شامی نے کہا کہ مویدہ قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی خلاصہ سے منقول ہی کہ فجری سنتین تین آیتین مین مخصوص ہین اول سورۂ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم اُنکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اُٹھ کر دو رکعتین ہلکی سے پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ مؤذن تکبیر کے لیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان تذ لسنن ذاتی بالمنذور وغیرہ لسنۃ ذیل لا لنذر کیا سنتون کو پھر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی م نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اُسکا سنت ہونا جاتا نہ رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتون کی نیت کرکے توڑدے پھر قضا دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائل ہوجائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی اصلی وجوب نہین کہ سنت زمین اراد النوافل بنذر باثم لصیلہا وقیل لا الا ارادہ کیا نوافل کا تو انکو نذر کرلے پھر پڑھے اور ایک قول یہ ہی کہ نذر نکرے م نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتون کو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہی کہ نفلین جب نذر کی نماز ہوجاینگی تو انکے پڑھنے سے وجوب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائیگا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان اعتاد ہا او الکفر ترک کیا سنتون کو اگر انکو حق سمجھتا ہی تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الاخوف تشتل عنہا والاصح افضلیۃ باکان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہوجانے کے اُسمین اخشع واخلص ہونا اُس صورت کا جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو م وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اُسکے گھر مین ہی سوا فرض نماز کے تو اسکی رعایت بضرور ہی یہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل جھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہی کہ خشوع واخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیۃ المسجد اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعکاف والیکی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب کرعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کمافی الشرنبلالیہ عن المواہب اور مستحب ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی مواہب سے م اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دو رکعتین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی اور تحیۃ الوضو مین بھی سورۂ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد طلوع الی الزوال او وقتہا المختار بعد ربع النہار او مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اُسکا وقت مختار پینے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہی وفی المنیۃ فلہا رکعتان واکثرہا اثنا عشر او سطہا ثمان وہو فضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام واما الکثرۃ بقولہ فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ بخاری مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتون کی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی و نسائی مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اُسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونے کا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہی بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

دونون سے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط لیکن جو دونون سے ثابت ہو وہ اولی ہی بہ نسبت اُسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی وھذا لو صلی الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل مازاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہ آٹھ رکعتون کا افضل ہونا اُس صورت مین ہی کہ بارہ رکعتون کو ایک سلام سے پڑھیگا اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو جتنی زیادہ پڑھیگا وہی افضل ہونگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بخاری کی شرح مین افادہ کیا ہی ہم ابن حجر نے کہا ہی کہ اکثر اور افضل مین فرق اسی صورت مین ہوگا کہ اکثر ایک سلام سے پڑھے اور اگر جدا جدا پڑھیگا تو آٹھ رکعتین مستحب ٹھہرینگی اور باقی نفلین ہوجائینگی تو ظاہر ہی کہ مستحب مع نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہی ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ اور مستحبات مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنے کی اور سفر سے آنے کی معم طبرانی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون سے بہتر نائب نہین چھوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والون مین پڑھتا ہی اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے دن ہی مین چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے نہ رات مین اور آتے ہی مسجد مین قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑھکر اُسمین بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوٰۃ اللیل واقلھا علی مافی البحر ہو ثمان ولو جملۃ اثلاثا قالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہی نماز تہجد اور اُسکی کمتر رکعتین بموجب بیان جوہرہ کے آٹھ ہین اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کے لیے افضل ہی اور اگر آدھون آدھ کرے تو اخیر کی آدھی شب افضل ہی ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجدون کی نوافل سے افضل ہی اور اُسکی فضیلت شریعت مین بہت کچھ وارد ہی چنانچہ مسلم مین مروی ہی کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ نماز مذکور مستحب ہی یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اُسکی رو سے سنت معلوم ہوتی ہی شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تھا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہی اور اسی وجہ سے حلیہ مین کہا کہ اشبہ یہ ہی کہ تہجد سنت ہی پھر اُسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہی نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہی کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر والی کو جگادے پھر دونون دو رکعتین پڑھین تو وہ دونون اللہ کے بہت ذاکر کرنیوالون مین لکھے جائینگے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابوداؤد کی حدیث مین معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تھین اور حاوی قدسی مین ہی کہ آپکا اقل تہجد دو رکعتین تھین اور زیادہ آٹھ رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھ ہین پھر اگر نمازی یہ چاہے کہ ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سوے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہ ہی کہ رات کے چھ حصہ کرکے پہلے تین حصہ مین سوے اور چوتھے اور پانچوین مین جاگے اور چھٹے مین سوے کیونکہ صحیحین مین مروی ہی کہ اللہ تعالی کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہی کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ سوتے کذا فی الحلیہ واحیاء اللیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجۃ وتکون لکل عبادۃ تعم اللیل والکثرہ او مستحب ہی جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتون کا اور مستحب ہی جاگنا پندرھوین شب ماہ شعبان کا اور مستحب ہی جاگنا دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے ہر رات مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر ہی جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت ہو عام ہی کہ نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہی کہ جو کوئی نماز عشا پڑھے اور اُسکی نیت یہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھونگا تو اُسکو شب بیداری کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ومنہا رکعتا الاستخارۃ اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اُسکے کرنے اور نکرنے مین تردد ہو تو چاہیے کہ دو رکعتین نفل پڑھے اور پھر دعا استخارہ پڑھے (اللھم انی استخیرک الخ) چنانچہ دعا مذکور کو کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکھ دی ہی اور مستحب ہی اس دعا کے اول و آخر مین حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا اور بہتر ہی کہ اول رکعت مین سورہ کافرون پڑھے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہی کہ پہلی رکعت مین یہ بھی پڑھے (وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ) اور دوسری مین (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ) آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار عمل کو کرے پھر بعد اُسکے جو بات اُسکے دل مین آوے اُسی پر کاربند ہو کہ خیر اُسی مین ہی اور شرح منیہ مین

کر دعا استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سورہے پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نکرے کہ برا ہے کذا فی الشامی

وبرابع صلوٰۃ التسبیح بتثلیثہ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھ اور ثواب اسکا بہت ہے ہم صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت عبداللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانے کے پھر پندرہ بار پھر رکوع میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہو جائینگے اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدۂ اول اور جلسہ اور سجدۂ دوم میں دس دس بار بعد سجدۂ دوم کے دس بار کھڑے دوسری رکعت کو اُٹھے پس دونوں طور میں اتنا فرق ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قرارت سے پیشتر اور دس بار قرارت کے بعد اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قرارت کے ہے اور دس بار بعد سجدۂ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدۂ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہیں اسلیے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اسمیں حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسے کے نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونوں طور حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتیں قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتیں معین آپ کو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں سورۂ عصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا دنت کوئی نہیں سوائے اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جائے تو دوسرے ہی رکن میں اسکو پڑھ لے مثلاً رکوع میں بھول جائے تو قومہ میں نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول میں بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت میں پچھتر ہو جائے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہنے کے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نکرے بلکہ دل میں گنتا جائے یا انگلی کی پوروں کو دباتا جائے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حَیَآءً مِنْکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ) ہفتم اسکی تسبیح میں (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملا لینا چاہیئے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکے حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجۂ حسن کو پہنچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے تہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمھارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمایگا کذا فی الشامی بتصرف وازیع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنتا عشرۃ بسلام واحد وبسطہا فی الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور مشرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں منتخبیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تبیین میں بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد ثنا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالیٰ یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیئے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو گانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْاَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

انشاء اللہ حاجت روا ہوگی طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بھی تو حاجت ہی کے لیے ہے پھر اسمین اور اسمین کیا فرق ہے تو اسکا جواب نہر الفائق مین یہ لکھا ہے کہ استخارہ حاجت آیندہ کے لیے ہے اور یہ نماز حاجت موجود کے لیے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتون کی روایت مین کلام ہے وتقرض القراءۃ علانی رکعتی الفرض مطلقا او تعیین الاولیین فواجب علی المشہور اور فرض عملی ہے قراءت فرض کی دو رکعتون مین کوئی سی دو رکعتون اول کی یا آخری اور تعین کرنا دو اول کی رکعتون کا واجب ہے مذہب مشہور کے موجب ہم فرض عملی ہے یہ نہیں اعتقادی نہین یہ اسکا منکر کافر ہو بلکہ شدت سے گناہگار ہوتا ہے کیونکہ فرض عملی واجب کی اعلی قسم ہے کذانی النہر اور مشہور کی قید اسلیے لگائی کہ وہ قول نکلا ہے جسمین اول دو گانہ مین فرض کہا ہے یا بعضون نے افضل بیان کیا ہے کذانی الشامی وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوۃ لکنہ لا یعم الرباعیۃ المؤکدۃ فتامل اور فرض عملی ہے قراءت نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن یہ تعلیل شامل نہین چار رکعت والی سنن مؤکدہ کو پس تامل کرہم نہ شامل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا کہ انکے قعدۂ اولی مین درود نہ پڑھے اور تیسری رکعت مین دعا استفتاح نہ پڑھے اور تامل سے اشارہ ہے جو شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن مؤکدہ بسبب مؤکد ہونیکے مشابہ فرض ہین تو انہین دونون رعایتین کی گئین قراءت کا فرض ہونا ہر رکعت مین نفل ہونیکے سبب ہے اور درود کا نہ پڑھنا اور دعا کا نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے ہے کذانی الشامی وکل الوتر احتیاطا اور فرض عملی ہے قراءت وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ پیشتر گذرا ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام لثالثۃ شروعا صحیحا قصدا اور لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سے یا ایک دو گانہ پورا کرکے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے شروع کیا ہو صحیح طور پر قصدا تام صحیح شروع سے وہ صورت نکلگئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصدا سے وہ صورت نکلگئی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلا اس گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر مین نیت فرض کی کی پھر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہون تو یہ نماز نفل ہو جائیگی جو قصدا شروع نہین ہوئی کذانی الشامی حاصل یہ کہ شروع صحیح قصدا کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اسکی قضا لازم ہوگی الا اذا شرع متنفلا خلف مفترض ثم قطعہ واقتدی بہ او بذلک المفرض بعد تذکرہ او تطوعا آخر لیکن قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنے کو پیچھے فرض پڑھنے والیکے پھر نفل کو توڑکر اسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اس فرض کے یاد آنے کے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدا کیا ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اس خیال سے کہ مثلا فرض ظہر پڑھ چکا ہون امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر یاد آیا کہ ظہر نہین نے نہین پڑھا تو نفل کو توڑکر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی اسطرح اگر بدون فرض کے یاد آئے نفل کو توڑکر دوسری نفل سے اقتدا کریگا تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیے کہ اسکی نیت ادا نماز کی امام کے ساتھ ہے سو دونون صورتون مین حاصل ہے کذانی الشامی او فی صلوۃ طان یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے نماز کا گمان کرنیوالیکے پیچھے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلا عشا کی فرض پڑھنی چاہی اس گمان سے کہ مین نے نہین پڑھی اور اسکے پیچھے ایک دوسرے شخص نے اقتدا بہ نیت نفل کیا پھر امام کو یاد آیا کہ عشا اسکے ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا تو نہ اسپر قضا ہے نہ اسکے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین مقتدی پر اسصورت مین قضا مذکور ہے تو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین او امی او اعرابیۃ او محدث یا قضا لازم نہوگی امی یا عورت یا بے وضو کے اقتدا کرنے مین اسلیے کہ شروع نماز کا صحیح نہین ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ امی کے پیچھے اقتدا مین وجوب قضا مناسب ہے اسلیے کہ اسمین شروع صحیح ہوتا ہے اور قراءت کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہے کذانی الطحطاوی یعنے وتفسدہ فی الحال او المآل اختار المصنفی ثم افسدہ لزمہ القضاء مراد یہ ہے کہ مقتدی نماز نفل کو بغیر امام کے ترک کرنیکے فاسد کردے تب قضا لازم ہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا پڑھے جانا پسند کیا پھر کچھ دیر کے بعد اسکو فاسد کیا تو اسکو قضا لازم ہوگی ہم یہ صورت خاص اس صورت سے متعلق ہے جسمین اقتدا گمان والیکے پیچھے کیا ہو اور عورت اور امی وغیرہ کے پیچھے اقتدا سے متعلق نہین کذانی الشامی ولو عند غروب وطلوع و استووا علی الظاہر نفل شروع سے لازم ہو جاتی ہے اگرچہ شروع غروب اور طلوع آفتاب اور ٹھیک دوپہر ہونیکے نزدیک ہو بموجب ظاہر روایت کے امام اعظم سے فان افسدہ رحم بقولہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم الا العذر وجب قضاء ہ ولو فاسدا لغیر فعلہ کتیمم رای ماء وصلیۃ او صائمۃ حاضت پس اگر نمازی نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا بسبب ارشاد خداوندی کے کہ باطل نکرو اپنے اعمال کو مگر کسی عذر کی جہت سے فاسد کرنا حرام نہین جیسے اوقات مکروہہ مین شروع کرنا کہ اسصورت مین فاسد کرنا اچھا ہے اور واجب ہے قضا اس نفل کی اگرچہ فاسد نمازی کے اعتبار سے نہوا ہو جیسے تیمم والا کہ نماز مین پانی کو دیکھے اور نماز پڑھنے والی عورت یا روزہ رکھنے والی حیض سے ہو جاوے کہ مساوی عمل مین انکا اعتبار نہین مگر قضا نماز و روزہ کی لازم ہے اسیطرح اگر عذر کے باعث خود

فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان ما یوجب علی العبد بالتزامہ نوعان ما یجب بالقول وہو النذر وحدہ وما یجب بالفعل وہو الشروع فی النوافل وتعیینہا اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اُسکے لازم کرنے سے واجب کیجاتی ہی وہ دو قسم ہوا ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہی اُسکا حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہی کہ فعل سے واجب ہوا اور وہ شروع کرنا ہی نفلون مین اور شارع کا قول اُن نوافل کو جمع کرتا ہی جو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہین ۵ مِنَ النوافل سبع یلزم الشارع بہ اخذا لذلک مما قالہ الشارع ۱ صوم صلوٰۃ طواف حجۃ ۲ رابع ۳ عکوفہ عمرۃ احرامہ السابع ۴ نفلون مین سے سات ہین جو شروع کرنیوالیکو لازم ہوجاتی ہین یہ حاصل ہی اُس قول سے کہ فرمایا ہی اُسکو شریعت مقرر کرنیوالے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوّل نماز نفل دوّم روزہ نفل سوّم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا معتکف کا ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اُسوقت ہوسکتی ہی جب اُسکی میعاد افل ایکدن ہو یعنی جن لوگون کے نزدیک اعتکاف مین روزہ شرط ہی اُنکے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہی کہ اعتکاف مین روزہ شرط نہین تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت مین قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف مین جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا آن فتح القدیر مین ہی کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہی تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کرسکتے ہین اور احرام کی صورت یہ ہی کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا پھر اُسکو اختیار ہی کہ حج یا عمرہ مین سے جسکے لیے چاہے اسکو کرلے کذا فی الشامی وقضی رکعتین لولوی اربعا غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض نفل الشفع الاول والثانی ای وشتمد للاول والا لیفسد الکل اتفاقا اور قضا کرے دو رکعتون غیر موکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے مین توڑنے کی یہ شرط ہی کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھلیا ہو یعنے مقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونون دوگانے فاسد ہوجائینگے بالاتفاق اسلیے کہ دوگانہ اول اُسوقت صحیح ہوتا کہ اُسکا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر موکدہ نفلون کا ہی اور اگر موکد سنتون مین سے چار رکعت والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑیگا تو بالاتفاق چار رکعتین قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہین اور اُنکے دونون دوگانون کو حکم ایک ہی نماز کا ہی اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا والاصل ان کل تنفع صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہی مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہم یعنی ان تین صورتون مین ہر دوگانہ جدا نہین چار دن کا ایک حکم ہی اقتدا کی صورت یہ ہی کہ مثلاً ظہر کے پڑھنے والیکے پیچھے نیت نفل کی کہ توڑدے تو چار رکعتین قضا کرنی چاہئین کذا فی الشامی کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول او الاول واحدی الثانی لا غیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فہذہ تسع صور تلزم رکعتین جیسے دو رکعتین قضا کرے اگر قرات ترک کرے نفل کے دونون دوگانون مین یا قرات ترک کرے صرف اول کے دوگانہ مین یا دوسرے دوگانہ مین یا دوسرے کی ایک رکعت مین یا پہلے کی ایک رکعت مین یا پہلے دوگانہ مین اور دوسرے کی ایک رکعت مین نہ اُنکے سوا اور صورتونمین ان صورتون مین قضا رکعتین اسلیے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا تو یہ نو صورتین ہین دو رکعتون کے لازم ہونیکی وقضی اربعا فی ست صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول والصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر اور قضا کرے چار رکعتین چھ صورتون مین اگر ترک کرے قرات کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانہ مین مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت مین قرات کی صورت ملانے سے سولہ صورتین ہوجاتی ہین ہم ان صورتون کا نام مسائل شانیہ رکھتے ہین چھ مین قضا دو رکعتون کی لازم آتی ہی اور دو مین قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انھین آٹھ کو ذکر کیا ہی مگر چھ صورتین حقیقت مین چھ ہی تقسیم کے نو ہین اور دو صورتین چھ کو حاوی ہین اس حساب سے کل صورتین پندرہ ہوئین اگر چاردن کعتون مین قرات پڑھنے کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر مین قضا لازم نہین قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتین ہین اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھدیتے ہین چار رکعتون کے لیے چار خانے مقرر کرکے قرات کی جگہ ق اور ترک قرات کی جگہ صفر دینگے اور ترتیب اسی رکھتے ہین جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہی اور ایک خانہ کیفیت کا لکھتے ہین کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی مین ہی جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لکن بقی ما اذا القید لیکن وہ صورت باقی ہی جسمین ماتن نے عمداً

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتین لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	"

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
ق	ق	۰	۰	دو رکعتین لازم ہونگی
ق	ق	ق	۰	〃
ق	ق	۰	ق	〃
ق	۰	ق	ق	〃
۰	ق	ق	ق	〃
۰	۰	ق	۰	〃
۰	۰	۰	ق	〃
ق	۰	ق	۰	چار کی قضا لازم ہوگی
۰	ق	۰	ق	〃
ق	۰	۰	ق	〃
۰	ق	ق	۰	〃
ق	۰	۰	۰	〃
۰	ق	۰	۰	〃
ق	ق	ق	ق	چار دن صحیح ہونگی

نہ کیا ہم اُسکی صورت یہ ہو کہ اول دوگانہ کی دونوں رکعتوں میں قرارت نہ پڑھی اور پہلا قعدہ بھی نہ کیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کر دیا اُسکا حکم یہ ہو کہ چار رکعتیں قضا کرے اجماعاً کذا فی النہر او قعد وظن انہ تمام فقام لتمام الرابعۃ یا بیٹھا اور تیسری رکعت کے لیے نہ اُٹھا ہم اُسکی صورت یہ ہو کہ دوگانۂ اول میں قرارت ترک کی اور قعدہ اولی کے لیے بیٹھا اور تیسرے کے لیے نہ اُٹھا تو اسمیں صرف دو رکعتیں قضا کرے کذا فی النہر او قام وظن انہ یقید بالسجدۃ او قیدہا متنفلۃ ومیز المتداخل یا تیسری کے لیے اُٹھا اور اُسکو سجدہ سے مقید نکیا یا مقید کیا سجدہ سے پس خبردار ہو اور متداخل صورتوں کو تمیز کرو یعنے پہلے دوگانہ قرارت ترک کرکے تیسری رکعت پہلے سجدہ کرنے سے فاسد کردی یا بعد سجدہ کرنے کے فاسد کی تو اسکا حکم یہ ہو کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتیں قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتیں ہیں جو ظاہر میں متکلف ہیں اور اُنکا حکم متحد ہو جیانچہ ما مر نے متداخل کو ملاکر آٹھ صورتیں لکھی ہیں حالانکہ واقع میں پندرہ ہیں وحکم مؤتم دلو فی التشہد کالمام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد میں اقتدا کیا ہو مثل امام کے ہو یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑھتا ہو اور اُسکا اقتدا کسی نے کیا تو جن صورتوں میں امام کو چار کی قضا لازم آوے گی مقتدی کو بھی چار کی لازم ہوگی گو اُسنے اقتدا التشہد میں کیا ہو ولا قضاء الا لنوی ربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہیں قضا اگر نیت کی چار رکعتوں کی اور بیٹھا مقدار تشہد کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اُسنے شروع نہیں کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہو چکا او شرع فی فرض وظنا انہ علیہ فذکر او اراہ انقلب نفلا خیر مضمون لانہ شرع مسقطا الا لمتزما یا قضا نہیں اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اُسکے ذمے ہو پھر یاد آیا اُسکا ادا کرنا تو یہ فرض نفل ہو جائیگا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اُسنے ناقص شروع کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینے کو او صلی ربعا فاکثر وظن یقعد بینہما استحسانا لانہ بقیامہ جعلہا صلوٰۃ واحدۃ فتبقی واجبۃ وانما تہ ہی الفریضۃ یا قضا نہیں اگر پڑھیں چار رکعتیں یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ میں نہ بیٹھا قضا نہیں استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہو جانے سے ہر دوگانہ کو جدا نہ رکھا بلکہ ایک نماز کر دیا تو قعدۂ اولی واجب رہگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا ہم لینے قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہو تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہو اور فرض کے ترک سے نماز نہیں ہوتی مگر جب دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہو گیا تو اسنے سب نماز کو ایک کر دیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحساناً فرضوں کے قعدہ کیطرح واجب ہو گیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا وفی الترشیح صلے الف رکعۃ وظن یقعد الا فی آخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو ولا یثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور ترشیح میں ہے کہ نماز پڑھی ہزار رکعتیں اور نہ بیٹھا مگر سب کے آخر میں تو صحیح ہونگی بخلاف الم محمد کے کہ اُنکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدوں کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع میں کیونکہ یہ دونوں ابتدا نماز میں ہوتی ہیں تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ایک نسخہ میں بجائے ترشیح کے تشریح بتقدیم شین لکھا ہے اور ایک نسخہ میں ترشیح بواو ہے شامی نے کہا کہ واو کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہے یہ کی تالیف سراج ہندی کی وہ متنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا اضطجعا الا عاجزا ابتداءً وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح لعکسہ بحر وفیہ اخر خیر الینی صلے اللہ علیہ وسلم علی نصف الا العذر اور نفل پڑھے بیٹھکر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑھے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بھی پڑھے نفل بیٹھکر پڑھے وقت ابتدا کرنے کے اور اسیطرح وقت بنا کرنیکے بعد شروع کے یعنی شروع کا کھڑا ہو کر کرے اور تمام بیٹھکر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول میں مثل اُسکے عکس کے یعنی بیٹھکر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑا ہو کر تمام کرنا جائز ہے بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹھکر نفل پڑھنے میں ثواب اور لوگوں کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہیں ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے ہم فی الاصح راجع ہے بلا کراہت

کیطرف اور اسکا مقابل در اور وقایہ وغیرہ کا قول ہی کہ اُنھون نے کراہت پر یقین کیا ہی بنا کی صورت مین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے مستثنا کیا کہ اُنکا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہی بسبب اُنکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلہا فی القہستانی والجماعۃ اور نماز نہ پڑھے بعد فرض نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قرارت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز مثل اُسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہی کہ یہ حدیث مرفوع ہی اور چونکہ ظاہر حدیث اجماعاً مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہی کہ اُنکے پیشتر ویسی ہی سنتین پڑھی ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جائے یعنے مثل ہونا مطلقاً مراد نہین بلکہ قرارت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہی تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح پڑھے کہ اول کی دو مین قرارت پڑھے اور دوسرے دو کا نہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایک ہی نماز کا مکروہ ہی کذا فی الشامی مختصراً ولا تعاد عندہ توہم الفساد للنہی اور نہ دُہرائی جاوے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے وہم یعنے اگر ایکبار نماز پڑھلی پھر وسوسے کے باعث شبہہ ہوگیا کہ یہ نماز فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہی ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورت مین اعادہ واجب ہی اور نہی سے مراد وہی حدیث ہی جو اوپر گذری کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضا صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر ہذا ثلاث قدرات اور یہ جو نقل کیا گیا ہی کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو اگر یہ نقل صحیح ہی تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہی ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہی کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا حدیث مذکور کے مخالف ہی اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہون تاکہ اعادہ اُنکا واجب ہوجاتا بلکہ غالباً اُنکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قرارت پڑھی تاکہ نفل ہوجائین تو مغرب اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نفل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی مثل فرض کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہوجائے اور قعدہ کا زیادہ ہوجانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی ہو تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہی کہ یہ روایت صحیح نہین ویعقد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہی قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف فضلیت مین ہی نہ جواز مین یعنے مختار یہ ہی کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل ہی گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہوجائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اُسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا فی الشامی ویتنفل القیم راکبا خارج المصر محل القصر مؤمیا فاو سجد عتبر ایاہ والا نہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا او علی سرجہ نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کرنگا تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے شروع ہوئی ہی نفل پڑھے جسطرف کو اُسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نیت کے وقت نہ درمیان نہ بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رو ہونا ضروری ہی کذا فی الشامی یا اگرچہ اُسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہی بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہی ولو سیر ا بالعمل قلیل لا باس بہ اور اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی الکل بما حیث لا یلزم بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اُتر پڑا تو اُسی پہلی نماز کو پورا کرلے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہوگیا بنا کرکے اسلیے کہ اول اولی گنی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اُسکی عکس ہم یعنے پہلی صورت من نبت بسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ بقدر ہے تھا اور جب اُترکر انکو ادا کیا

تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر پایا گیا اور دوسری صورت میں تکبیر تحریمہ اُس نماز کی ہے جسکا پڑھنا رکوع وسجدہ کے ساتھ واجب ہی تو بدون عذر کے اُس واجب کو چھوڑ نہیں سکتا کذا فی البحر ولو افتتحها خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابة یا یاء وقیل لا بل ینزل وعلیه الاکثر قاله الحلبی وقیل تیمم اگر ابا مالم یبلغ منزله قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پھر شہر میں داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہ ہے کہ سواری پر تمام نہ کرے بلکہ باقی کو اُتر کر تمام کرنے اور اسی قول پر ہیں اکثر فقہا کہا ہی اُسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جبتک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے اُتر کر تمام کرے کذا فی القہستانی ویبنی قائما الی القبلة اوقاعدا اور بنا کرے قبلہ کیطرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر ہم لیکن جب نفل کو سواری پر شروع کیا پھر اُتر پڑا تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب تفسد لانه عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہوا تو فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہی بخلاف اُترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہی اسطرح کہ دونوں پانوں ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم یہ مسلہ شارح نے مکرر اسلیے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کامل طور پر ادا کرکے ضعیف طور پر ادا درست نہوگا اور یہاں علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا ہی کذا فی الشامی ولو صلی علی دابة فی شق محمل وهو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز صلوته علیها اذا کانت واقفة الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکزت خشبتہ اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ اُسپر سے اُتر سکتا ہی تو اُسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جبکہ اونٹ ٹھہرا ہوا ہو مگر یہ کہ پائے محمل کے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی گاڑ دی ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہی سو اُسکا پر سو جاننا چاہیے کہ فرض واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اُترنے کی صورت میں یا زمین پر گارا وغیرہ ہو جنمیں آگے آتا ہی اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہی جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ اُسکے ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حتے الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذروں کے باعث ٹھہرا نہ سکے تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اُس نماز کا اعادہ اُسکے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر اولا تسیر فهی صلوة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لافی غیرها اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہی کہ اگر گاڑی کا جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنے جائز ہوگی حالت عذر میں جسکا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں ہم عجالہ بفتحتین بوجھ لادنے کی گاڑی کو کہتے ہیں جو کرایہ کی کیطرح ہوتی ہی کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال او نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه والثیاب الرفقاء ودابة لا ترکب الا بانعاء او بعیین ولو محرما لان قدرة الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہی مینھ کا برسنا اور گارا جسمیں منھ غائب ہو جاوے یعنے ٹھہر جاوے اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہی کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو کان مع امه مثلا فی شقی محمل واذا نزل لم تقدر ترکب وحدها جاز له ایضا کما افاده فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہودے مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایکطرف میں ہو جب وہ اُترتا ہی تو اُسکی ماں اکیلی سوار نہیں رہ سکتی تو اُس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہی چنانچہ بیان کیا ہی اُسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا نہ تھم سکے دوسرے کے حق میں عذر ہی وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز له ولو واقفة لتعلیلهم بانها کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اُسمیں جائز ہی اگرچہ کھڑی ہو چلتی نہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہی ہم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہی کہ اسمیں علماء ہند مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض وواجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہی کہ ریل ہر جگہ پر اتنی دیر ٹھہرتی ہی کہ اُسمیں آدمی نماز چھوٹی سورتوں سے مسافروں کیطرح پڑھ سکتا ہی اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہی کہ اسقدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہی تو ریل کے

سوار کو کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہی کہ نمازی کا عذر وقت ارادۂ نماز اور اسکے شروع کرنے کے معتبر ہی گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہی پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اسکی نماز ہوجائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا دونون طرف کی دلیلین ہین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والون کا درست ہی چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہی کہ مسافر قافلۂ حجاج مین جو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہی کیا اُسکو درست ہی کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہی کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہی گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو بصورت احتیاط کی ہی چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین منبعی سے منقول ہی کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہان تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھ لے **ھذا کلہ فی الفرض** والواجب ہانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقاعہا للمقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسببہا الامکان یہ سب یعنی نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے یا یہ کار کھنا یا گاڑی کا جو اہیلون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لیے ہی بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو **مسئلہ** حاصل یہ ہی کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازون مین شرط ہی اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہی قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہی تاکہ اتحاد مکان سب نمازمن حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہی اور کھڑا نہین کر سکتا تو حلیہ مین مذکور ہی کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہی اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی **وامافی النفل فیجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا فرادی لا بجماعۃ الا علی دابۃ وہیئۃ** اور نفل کا حال یہ ہی کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رُخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہی نہ جماعت سے مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بھی درست ہی خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی **ولو جمع بین نیۃ فرض ونفل ولو تحیۃ رجح الفرض فقوتہ واطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ** اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض کو بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہی اُس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد وشافعی رح نے ہم یعنے فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی **ولو نذر رکعتین بغیر ظہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراۃ اوعریانا او کقعود نصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار** اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہی طحطاوی نے کہا کہ مانن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہی کہ عندہ کی ضمیر امام کیطرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو **واہدرہ الثالث** ای محمد اور باطل کیا ہی اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو انکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہی اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہی کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہی جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر والے کے حق مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہی تو نذر بمعصیت نہوئی کذا فی الشامی **او نذر جہادۃ فی مکان کذا فاداہا فی اقل**

من شرفہ جاز لان المقصود القربۃ خلافا لزفر والثلاثۃ یا نذر کی کسی مکان معین مین پھر اُسکو ادا کیا ایسے مکان مین جسکا شرف بہ نسبت مکان نذر کے کم تھا تو ادا سے نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہے اور ہر جگہ کی نماز سے حاصل ہی بخلاف نذر فرادیتین امامون کے ولو نذرت عبادۃ کصوم وصلوۃ فی غد فحاضت فیہ یلزمہ جمیعا قضاءہا لانہ یمنع الادا ولا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ کے نذر کی کل کے روز مین پھر اُس روز مین وہ حائضہ ہوگئی تو لازم ہوگی اُس عورت کو قضا اُس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا ادا عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا مانع شامی نے کہا کہ ضمیر لانہ کی حیض کی طرف ہی جو فعل حائضت سے مفہوم ہوتا ہے ولو نذر تہا یوم حیضہا لانہ نذر بمعصیۃ اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن مین کی یعنے یون کہا مثلاً کہ جسدن مین حائضہ ہون اُس روز اتنی نفلین پڑھون یا روزہ رکھون تو اُسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہ نذر ہی معصیت کی یعنے یوم حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہی تو یہ نذر ہی درست نہوئی التراویح سُنّۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً تراویح سنت مؤکدہ ہی بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردون اور عورتون کے حق مین بالاجماع مہم خلفاے راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمرؓ کے درمیان ہوئی اور اُسکے بعد سے اب تک صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہی کہ اکثر علما نے اسکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور اسکے سنت مؤکدہ ہونے کی تصحیح ہدایہ وغیرہا مین کی ہی اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو صرف مردون کے حق مین سنت بتاتے ہین یا سرے سے سنت ہی نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابی بن کعبؓ کو امام مردون کا کیا تھا اور تمیم داری عورتون کو نماز پڑھایا کرتے تھے کذا فی الشامی ووقتہا بعد صلوۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشا کے بعد ہی فجر تک وتر سے پہلے اور وتر کے بعد صحیح تر قول مین ہم وقت تراویح مین تین قول ہین اوّل یہ کہ تمام شب اُسکا وقت ہی تو اس صورت مین آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا قول یہ ہی کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہی یعنے عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو مانن نے ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور غایۃ البیان مین کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہی اور تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط مین صحیح کہا ہی اور کافی مین اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہی کذا فی الشامی فلو فاتتہ بعضہا وقام الامام اتی الوتر اولا مع الامام ثم صلی ما فاتہ پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نملی ہون اور امام وتر ون کے لیے کھڑا ہو جاے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھ لے جو فوت ہوگئی ہون یہ تفریع تیسرے قول پر ہی اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونون قولون پر یہ مسئلہ متفرع ہی کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑھے ہون تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت تراویح مین شریک نہو ویستحب تاخیرہا الی ثلث اللیل او نصفہ ولا تکرہ بعدہ فی الاصح اور مستحب ہی دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اُسکے نصف تک اور نہین مکروہ ہی تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہ ہی کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہی کیونکہ تراویح تابع عشا کی ہی تو جب اصل عشا مکروہ ہی تو تابع بھی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہ ہی کہ تراویح نماز شب ہی اور افضل نماز شب مین یہی ہی کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصراً ولا تقضی اذا فاتت اصلا ولو واحدۃ فی الاصح فان قضاہا کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنۃ مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جاے تو قضا نہ کی جاے اصلا یعنی نہ جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلین مستحب ہو جائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہو جانے سے قضا نہین کی جاتین ہم طحطاوی نے کہا کہ ولا واحدۃ بیان ہی اصلا کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور صحیح قول کا مقابل یہ ہی کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تبعاً قضا پڑھ سکتا ہی والجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل مسجد اثموا لو ترک بعضہم اور جماعت تراویح مین سنت کفایہ ہی اصح قول مین اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو بعضون نے چھوڑا ہو ہم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح سب کے حق مین جداگانہ سنت ہی اگر کوئی تراویح کو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جاے وکل ما شرع بجماعۃ فالافضل

فیہ افضل قالہ الحلبی اور جو نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں اُنمیں مسجد افضل ہے کما ہو اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد میں ادا کرنا افضل ہے بہ نسبت گھر پڑھنے کے وہی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت اُنکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہیں اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تو تکمیل کرنے والی تراویح ہیں اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے بغیر تسلیمات فوقہا ما تسلیمۃ فان قعد کل شفع صحت بکراہۃ والاثابت عن شفع واحد بیقینی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم یعنے سلف سے اسکا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیے بیسوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے بخلیس ندبا بین کل اربعۃ بقدر ہا وکذا بین الخامستہ والوتر وبخیر دون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلوۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان ہر چار رکعتوں کے مقدار چار رکعتوں کے اور استطرح درمیان پانچوین ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہیں چاہیں اُس وقت بیں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا پڑھیں بان مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعدہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسالک الجنۃ ونعوذ بک من النار) کذا فی الطحطاوی واختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام قرآن کا ایکبار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جائے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں کچھ اوپر چھ ہزار ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینے میں ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واختارہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اُسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گران نہو اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ خلافا فصارا آیۃ طویلۃ ففی الفرض تفسد احسن ولم یسیء فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض میں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تراویح میں ہم یعنے جب فرض نہیں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری اللہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں کے ہونی چاہییں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور بد دل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہیں ورنہ ایک ختم سے کم نہ کرے کہ سنت وہی ہو یاتی الامام والقوم بالثناء وفی کل شفع وینبغی للامام علی التشہد الاان یمیل القوم فیاتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صل علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی و یترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر پڑھاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور اُسمیں بھی اللہم صل علی محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اُسکا پڑھنا فرض ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ہذہ ترتہ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وثناء ونیۃ وتسبیح واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قرأت کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحوں کے بعد توقف کے چھوڑنے سے ہم ہذہ برموزن نزلۃ یعنی جلد پڑھنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی وتکرہ قاعدا لزیادۃ تاکد ہا حتی قیل لا تصح مع قدرۃ علی القیام

ف۵ مصنف کا بیان کہ ہمارے ملک و سلطنت میں پانچ ہی ہاتھ اور پڑھنا اور سقدرت اور برائی اور بڑھنا ہی بلکہ شغل نہ ہو تین ہی بار کہنا بہتر ہے

اور مکروہ ہی تراویح کا پڑھنا بیٹھکر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہانے کہا ہی کہ بیٹھکر درست نہین باوجود قادر ہونے کے کھڑا ہونے پر یعنی اگر کھڑا ہوکر پڑھنے کی طاقت نہو تو بیٹھنا مکروہ نہین اور بیٹھکر پڑھنا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہی اسلیے کہ خلاف سلف کے فعل کے ہی کذا فی الشامی کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین جیسے مکروہ ہی دیر کرنا قیام مین امام کے رکوع تک واسطے مشابہت کے منافقون سے ہم یعنے مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ یہ علامت کسل کی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی منافقون کے حال مین (وَاِذَا قَامُوا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوا کُسَالٰی) یعنے جب نماز کو کھڑے ہون تو کھڑے ہون سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہ حرکت مکروہ ہی ولو وتر کوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تتاع فصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اور اگر لوگون نے جماعت فرض مین نکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھین اسلیے کہ جماعت تراویح کی تابع ہی جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہون وہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہی کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے ہم مراد اس سے یہ ہی کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہین پڑھا تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہی لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہون تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت سب نے نکی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھین اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر اوتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلیے کہ وتر مین جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہی تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک اوعلی سبیل التداعی ہان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذا لمانع نہر اور نہ پڑھا جاے وتر اور نہ نفل جماعت سے رمضان کے سوا اور دونون مین یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دونون مین مکروہ ہی بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھین چنانچہ درر مین ہی اور خلاف نہین اقتدا کے صحیح ہونے مین کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہین کذا فی النہر ہم چار مقتدیون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہون تو بلا کراہت درست ہی شامی نے کہا کہ ہرچند اقتدا نفل مین درست ہی مگر ثواب جماعت کا نہین ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ غائب وبراءۃ وقدر الاذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ مین بزازیہ سے یہ کہ مکروہ ہی اقتدا کرنا صلوۃ غائب مین اور صلوۃ برات اور صلوۃ قدر مین مگر جب مقتدی یون کہے کہ مین نے اتنی رکعتین اس امام کے پیچھے جماعت سے نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا مین کہتا ہون کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہی کہ نہین چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم جب کے پہلے جمعہ کی شب مین نماز نفل صلوۃ رغائب کہلاتی ہی یہ نماز ۴۸۰ھ مین ایجاد ہوئی اور علمانے اسکی بُرائی اور اُسکے پڑھنے والون کی حماقت مین کتابین تالیف کین اور منیہ کے شارحون نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب مین مروی ہی سب باطل اور موضوع ہی اسکی جماعت کے لیے اہل روم یہ حیلہ کرتے ہین کہ رکعتون کو نذر کر لیتے ہین تاکہ جماعت نفل کی نذر رہے واجب کی ہو جاے اور صلوۃ برات سے مراد پندرھوین شب شعبان کی نفلین ہین اور صلوۃ قدر سے ستائیسون شب رمضان کی نفلین ہین انہین بھی جماعت مکروہ ہی تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التتارخانیۃ لو لم ینوی الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین ہی کہ اگر امام امامت کی نیت نکریگا تو اُسکے حق مین کراہت نہوگی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہا ای رمضان یصلی الوتر وقیامہا رمضان مین پڑھا جاے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہی یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ مایقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر مین جماعت ہی یا گھر پر پڑھنا دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی لیکن شارح وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہی جسکا مقتضا یہ ہی کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہی اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازین جماعت سے مشروع ہین اُنکو مسجد مین پڑھنا افضل ہی اُسکے سے معلوم ہوتا ہی کہ قول اول ہی راجح ہی ✤

باب ادراک الفریضۃ

یہ باب ہی حاصل کرنے جماعت فرض کا م طحطاوی نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا اسلیے کہ سوائے کیفیت جماعت مین ملنے کے اور مسائل بھی اسمین مذکور ہین شرع فیہا او خرج النافلۃ والمنذورۃ والقضاء فانہ لایقطعہا ثم اقیمت ای شرع فی الفریضۃ فی مصلاہ لالاقامۃ المؤذن ولا الشروع فی مکان وہو فی غیرہ یقتیہا لعذر احرازا لجماعۃ شروع کیا نمازی نے فرض کو ادا کے طور پر پھر اُسی فرض کی جماعت شروع ہوگئی اُسکی نماز پڑھنے کی جگہ مین تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے شارح نے کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور ادا کی قید سے نماز قضا نکلگئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو انکو قطع کرے اور اقامت سے غرض اُسی جگہ مین شروع فرض ہو نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اُسکے غیر مین ہو مع اینی موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے ہبوط اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضۃ بصیغۂ مجہول ہی اور اقامۃ المؤذن مرفوع ہی عطف ہی شرع کے حاصل پر یعنے مراد اقامت سے شروع ہی نہ اقامت موذن کما لو ندت دابتہ او فار قدرہا او خاف ضیاع درہم من مال او کان فی الفل فجی بجنازۃ وخاف فوتہا قطعہ لامکان قضائہ چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جاے اُسکی سواری کا جانور یا اُبلی یا نڈی عورت کی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درم کا مال سے یا ہووے نفل نماز مین اور جنازہ لایا جاوے اور ڈرے فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا کرسکنے نفل کے م یعنی اگر فرض نماز پڑھنے مین جنازہ کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو فرض کو قطع کرے کہ وہ فوتی تر ہی نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب القطع لنحو انجار غریق او حریق او واجب یعنی فرض ہی توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوے اور اُنکے مثل کے دلو عاہ جدا بویہ فی الفرض لا یجیبہما الان یستغیث بہ وفی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ فدعاہ لایجیبہ والا اجابہ اور اگر پکارے نمازی کو اسکی ماں یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اُسسے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور اسمین ماں باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ماں باپ کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑھتا ہی پھر اُسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے م صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہی اور کبھی مستحب اور کبھی مباح اور کبھی واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہی اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی قالا لان المقصود مشروط للتحلل وہذا قطع لاتحلل ویکفی بتسلیمۃ واحدۃ ہو الاصح غایۃ ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلیے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہی واسطے حلال ہونے کے اور یہ توڑنا ہی نہ حلال ہونا اور کفایت کرے نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہی کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے م یعنی اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے وہذا ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا بہا فی غیر رباعیۃ او فیہا ولکن ضم الیہا رکعۃ اخری وجد بالم یاثم احرازا للنفل والجماعۃ اور یہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اُس صورت مین ہی کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نمازین یعنے فجر اور مغرب کی نمازین یا چار رکعتون والی نمازین سجدہ کیا ہو لیکن اُس رکعت مین دوسری رکعت ملاوے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل اور جماعت کے م حاصل اس مسئلہ کا یہ ہی کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اُسکی جماعت شروع ہوگئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہو اور نماز فجر یا مغرب پڑھتا ہی تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہی تو ایک رکعت اُسمین اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائین اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اُس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہی تو اب اسکو پورا کرلے اور اقتدا کرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثتا منہا ای الرباعیۃ اتم فمضوا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتون والی نماز سے تین پڑھ چکا ہو تو انکو پورا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اُس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ ہونے نفل کے بعد عصر کے م یعنی چار مین سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہی تو اکیلا تمام کرے اور بیٹھ کر سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل

باب ادراک الفریضۃ

ایک نسخہ مین یقطعہا کے بعد تو وافقتہ ہی کو چونکہ کثرت سے ساقط کر دیا ہی اسلیے ہم نے بھی ساقط کر دیا

سلسلہ کو فرض کے ساتھ ملحق کرنے کے واسطے

نہین ہے

فرض ہے

نہین ہے

لا یقطع مطلقاً وقیل یقطع کتنین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا قامت او خطب الامام تمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوۃ واحدۃ ولیس القطع لاکمال بل للابطال علانا لما رجحہ الکمال اور شروع کرنیوالا نفل مین قطع کرکے کسی حال مین یعنی اول رکعت کا سجدہ کیا ہویا نکیا ہو اور پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور سمجھے سنت ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہوجاے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو انکو چار رکعتین پڑھے قول غالب کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتین ایک نماز ہین اور قطع کرنا انکا کامل کرنے کے لیے نہین ہے بلکہ باطل کرنے کے لیے بخلاف اُس قول کے کہ ترجیح دی ہو اُسکو کمال نے عدم قطع کرنا کمال کے لیے نہین اسکے یہ معنی کہ اگر قطع کریگا اور پھر پڑھیگا تو پہلی ہی طرح پر ٹھیگا بخلاف فرض کے قطع کرنے کے کہ اُسکو دوبارہ جماعت مین پڑھنا ہے تو اُسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہو اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہو کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع اکردے اور ہدایہ مین بظاہر اسی کو اختیار کیا ہو کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن او لا اور مکروہ تحریمی ہو بسبب ممانعت کے نکلنا اُس شخص کا جسنے نماز نہین پڑھی اُس مسجد سے جسمین اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ ماتن چلا ہو اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہو کہ وقت نماز ہوجانے پر اذان ہوجاتی ہو اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہو خواہ مسجد مین اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہوجاے تو بدون نماز پڑھے اُسمین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہو طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہو صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہو کہ جسنے مسجد مین اذان کو یا پایا پھر نکلگیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہین رکھتا تو وہ منافق ہو الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ او لصلوۃ فیہ ولاستاذہ ندرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ودن یعذر ان یعود نہر نکلنا اُس شخص کو مکروہ نہین جس سے دوسری جماعۃ کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اُسمین لوگون نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے اُستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑھنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کے سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اُسکا ارادہ ہو کہ پھر آویگا تو مکروہ نہین کذا فی النہر والا لمن صلی الظہر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ لہ الخروج بل ترکہ لاجاعۃ الاعند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفۃ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا بالامام اور مگر اُس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اُسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چھوڑنا جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہو اگر نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہو اُس شخص کو نکلنا بسبب اُسکی مخالفت کرنے کے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اُس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونون حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی والا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراہۃ النفل بعد الاولیین فی المغرب احد المحظورین التنویر او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اُس شخص کو مکروہ نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہوجاے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونون نمازون کو پڑھکر امام کا ساتھ بنیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا اُن دونون کے بعد مکروہ تحریمی ہو اور مغرب کی نماز مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتون مین ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے ہم ہیئۃ التصغیر ہو تبراء کی اور برابر اُس ایک رکعت کے کہتے ہین جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اس سے یہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت تنہا رہجاے اور اگر یہ فرض کیا جاے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتین پڑھکر اُنمین چوتھی اور ملاے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہو فی النہر یعنی ان یجب خروجہ لان کراہۃ تحریمۃ بلا صلوۃ اشد اور نہر الفائق مین ہو کہ مناسب یہ ہو کہ جماعت ہونے کے وقت اُسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اُسکا مسجد مین بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہو بہ نسبت نفل پڑھنے کے ہم یعنی محیط مین کہا ہو کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہو کذا فی الطحطاوی قلت افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی المضمرات لو اقتدی فیہ لاساء مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہو کہ تین رکعتین نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہو اور مضمرات مین ہو کہ اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو برا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید مین مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہو حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہو اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کردی ہو اور غایۃ البیان مین کہا ہو کہ تین رکعتون نفل کا پڑھنا بدعت ہو اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ اُنکا پڑھنا حرام ہو اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث مین ہیئۃ اسے ممانعت وارد ہو تو معلوم ہوا کہ اُنکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہو کذا فی الطحطاوی واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتہا ترکہا لکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر کے بسبب اپنے مشغول ہونے کے

اُسکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل ترھم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہی اسکے سوا وعید ترک جماعت کا زیادہ ہی بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی واللہان رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر لانہ کما یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر فوت جماعت کے فوت ہونیکا نہو اطمع کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہی کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہی مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک کرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے اسلیے کہ مکروہ کا ترک سنت کے کرنے پر مقدم ہی یعنی سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہی اور ادا سنت مسنون تو مقدم یہ ہی کہ فعل مکروہ کو ترک کرے ھم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہی فتح القدیر مین اسیکو قوی کہا ہی کہ اگر جماعت کی التحیات بھی ملے تو سنتون کو ترک کرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین اسی پر یقین کیا ہی اور شرح منیہ مین بھی یہی ہی اور دروازۂ مسجد سے یہ غرض ہی کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہی کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہوکر پڑھے اور اس سے کم کراہت اسمین ہی کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کرچکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین ثم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ اوثم یقطعہا ویقضیہا مردود وبیان وجہ المفسدۃ تقدم علی جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہی کہ سنتون کو شروع کرکے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہہ لے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہی دوسری کے کھینچنے سے ھم فقیہ اسمٰعیل زاہدی نے یہ کہا ہی کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب ہوجاے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہی کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھکر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہی چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہی علاوہ اسکے عبادت کو بقصد فاسد کرنے کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعًا ممنوع ہی تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ یقضاء فرضہا قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر لیقضا ہا فی الوقت اہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر تبعیت اسکے فرضون کی قضا کرے زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین اُنکا قضا کرنا اہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہی تو غیر اسوقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا ھم وقت مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہی اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے مراد قضاء الیل النہار کا ہی جو مسلم مین مفصل مروی ہی مجملًا یہ ہی کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دیتا رہ بھی سوگئے یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہوگئی آپنے اُس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونے کے بعد فجر کی سنتین پڑھکر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہی کہ یہ قضا صرف اسیوقت پر منحصر نہیگی اور وقت کو اسپر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہی کہ بعد زوال کے بھی تبعًا قضا درست ہوا اور کافی مین ہی کہ بدون تبعیت فرض جماعۃً قضا نہین بخلاف سنۃ الظہر وکذا العجۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ تیرکہا ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہا ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد وبہ یفتی جوہرہ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف سنت ظہر اور سنت جمعہ کی سنتون کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے ملنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہی کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشاء کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من فوائت الاربع لانہ منفرد بعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک لفوائت الکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ موتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہی بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اُس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

اقتدا کرنیوالیکی نسبت کم ہوگا بہ سبب نہ ملنے تکبیر اولے کے اور لاحق لیعنے جسکی بیچ کی نماز امام کے ساتھ نہین ہوئی مثل مدرک کے ہو ثواب پانے مین بسبب ہونے لاحق کے مقتدی حکم کی راہ سے ہم حاصل یہ کہ ثواب جماعت سب سے زیادہ مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہی اور مسبوق کو ان دونون سے کم ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو باقی نمازیون کی یہ اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتون والی نماز کا بھی یہی ہی کہ ایک رکعت ملنے سے جماعت نہین ملیگی **وکذا مدرک الثلاث** لایکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتون کا پانیوالا جارہا ہی جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنے والا نہوگا بموجب ظاہر ترقول کے اور امام سرخسی نے کہا ہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتون کو پانی سے جماعت کا پانیوالا ٹھہریگا اور ضعیف کہا اسکو بحر الرائق مین ہم صاحب بحر الرائق نے کہا ہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین یہ روٹی نہ کھاؤنگا تو بالاتفاق اسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ وہ کل روٹی کھالے اکثر کے کھانے سے نہ ٹوٹیگی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہین کیا جاتا کذا فی الشامی **واذا امن فوت الوقت تطوع ماشاء قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع لتقویۃ الفرض** اور جب نمازی بیخوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑھے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ نفل پڑھنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے **ویاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح** لکونہا مکملات واتی حقہ علیہ الصلوۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑھے سنتون کو ہر حال مین اگرچہ فرض تنہا پڑھے صحیح ترقول کے بموجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنیوالی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نمازون مین اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتین یا اور نوافل پھر نمازی دو حال سے خالی نہین یا فرض جماعت سے پڑھیگا یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت موکدہ قطعًا پڑھے یعنی بلا عذر انکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہی تب بھی ایک روایت مین یہی حکم ہی اور ایک روایت مین اسکو اختیار ہی اسلیے شامی نے کہا کہ اگر چہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتین پڑھے صحیح ترقول کے بموجب شامی نے کہا کہ نص شرعی مین جب تفریق منفرد اور جماعت کی نہین تو احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مطلقا نہو ہان اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکو ترک کرسکتا ہی **ثم قول الدرر وان فاتتہ الجماعۃ مشکل** یا **مقتضاہ** پھر ترقول درر کا اگرچہ فوت ہوجاے نمازی کو جماعت مشکل ہی اُس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو خوب سوچ لے ہم یعنے پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے ملنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی ترک کرے تو اب یہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ سنتون کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت ملے جیسا صاحب درر نے کہا ہم یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیا ہی اور واقعین اعتراض نہین بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہی اُسکے شروع کو خیال نہین کیا اُسمین مسئلہ یون لکھا ہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہوگئی اسنے فرض تنہا پڑھنے چاہے تو یہ شخص سنتین پڑھے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلیے کہ سنتین اُسی وقت پڑھی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑھی جائین مگر اصح یہ ہی کہ سنتین پڑھے اگرچہ جماعت اُسکو ملے پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتین ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نہ ملے حالانکہ اُسکا مطلب یہ تھا کہ گو جماعت اُس سے فوت ہوگئی ہی مگر تاہم سنتین پڑھے کذا فی الشامی **بتصرف ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الرکعۃ** لان المشارکۃ فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اُٹھالیا امام نے اپنا سر تو مقتدی نہ کورنے اس رکعت کو نہین پایا اسلیے کہ شرکت ایک جزء مین کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنے اس رکعت کو امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے بخلاف اُس صورت کے کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اُسکے ساتھ رکوع نکیا تو وہ اُس رکعت کا پانے والا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو پڑھے امام کے فراغ سے پیشتر ہم یعنی پہلے اُسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کہا تھا اُسکی مناسبت سے یہان بھی قبل الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتدا اُسی وقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین نہ جزو قیام مین مشارکت ہوئی نہ رکوع مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا تو ثابت ہوگیا مگر رکوع مین ساتھ نہ دینے سے لاحق ہوگیا کذا فی الشامی **مختصرا ومتی لم یدرک الرکوع معہ**

تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تحسبا لہ ولا تفسد بترکہما اور جب اوپر کے مسئلہ متن میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہے امام کی متابعت دونوں سجدوں میں اگرچہ یہ دونوں سجدہ اُسکے حق میں شمار نہ ہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت معہ دونوں سجدوں کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونوں سجدوں کے ترک سے ہم بعض ناواقف جب رکوع نہیں ملتا تو نیت توڑ دیتے ہیں کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے ایسے امتی نے آگاہ کردیا کہ اگر رکوع نکلے تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی متابعت سجدوں میں واجب ہوگی اُنکے ترک کرنے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا النہر عن التجنیس پھر اگر مقتدی نے رکوع نہ پایا اور امام کی متابعت سجدوں میں نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اُسنے اُٹھ کر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اُسکی پوری ہوئی اور اُسنے ترک واجب کیا یعنے شروع اقتدا سے متابعت امام کی سجدوں کے اندر واجب تھی اُسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قراء الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے بیشتر پھر امام نے اسکو رکوع میں جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہوئی پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو ہم مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہی یا اپنا سر اُٹھاتا ہی اُسکو یہ خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکا سر کہیں گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرارت واجب ہی یعنی امام تین آیتیں پڑھ چکا ہو اُسوقت مقتدی اُس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ میں نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اُٹھایا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اُسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرارت واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اُسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین ولم یرفع الامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ میں ہو تو مقتدی کو اُسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہی یعنے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہی تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہیں اُسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہی ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہی احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازوں کا لما یقل المتروکان ظنا بالمسلمین خیر اذا التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا التزول بالقضاء بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کو متروکات نہ کہا واسطے بہتر ہی گمان کرنے کے مسلمانوں پر کیونکہ نماز میں بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہی کہ دور نہیں ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہی توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے ہم یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازیں مراد ہوتیں جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھکر اور چونکہ جان بوجھکر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا ایسے فوائت کہا یعنی جو نمازیں مسلمان سے یکمشت خود اُسنے نہیں چھوڑیں اوج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اُس قول کے بموجب ہی کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہی چنانچہ کتاب الحج میں آویگا کذا فی الطحطاوی وسن العذر المعذور خوف القتال بتہمۃ الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام آخر ایوم الخندق اور عذر میں سے ہی دشمن کا ہونا اور ڈر نادائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے ایسیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ہم یعنے جس روز خندق کھودی اُس روز چار نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئیں یہانتک کہ کچھ رات گذرے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اُنھوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز میں تاخیر درست ہی کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند مصطلحین فقہی بیان کرتا ہی فہم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت مین کرنا اور بسبب وجوب تحریمہ کے ہمکے وقت امتداد ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی رح کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ تحریمہ کے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی رح کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثل فی وقتہ لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا فی الوقت وانما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوائے فساد کے

یہ تعریف اسلیے کی کہ فقہا کا قول ہی کہ جو نماز ادا کیجاے کراہت تحریمی کے ساتھ وہ اعادہ کیجائے یعنی اسکا اعادہ واجب ہی وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہی ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل شارح کی علیل ہی اسلیے کہ اس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہوا اُسکا اعادہ نکیا جاے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہی اور نہ یہ کہ اعادہ خاص ہو وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کردی کہ بعد وقت کے بھی اعادہ ہوتا ہی دوسرے یہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب ہونے کی وقت مین اور مستحب ہونے کی بعد وقت کے صرف بے دلیل ہی بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہی حالانکہ خیر الدین رملی نے علامۂ مقدسی سے نقل کیا ہی کہ واجب ہی کہ بحر الرائق کے اس قول پر اعتماد نکیا جاے کیونکہ فقہا کا قول ہی کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کیجاوے اُسکا اعادہ لازم ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونون صورتون مین واجب ہی اور یہی قول راجح ہی والقضاء فعل الواجب بعد وقتہ واطلاقہ علی غیر الواجب کالتی قبل الظہر مجاز او قضاء کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اُسکے وقت کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسے ظہر کے پیشتر کی سنتون پر قضا کا کہنا مجاز ہی یعنے قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہی اور سنت پر قضا کا بولنا مجازاً ہی نہ حقیقۃً الترتیب بین الفروض الخمسۃ والوتر اداءً وقضاءً لازم یفوت الجواز لفوتہ للخبر المشہور من نام عن صلوۃ او نسیہا فلیصلہا اذا ذکرہا فی وقتہا فانہ وقتہا ولا کفارۃ لہا الا ذلک رواہ الجماعۃ الا البخاری ترتیب درمیان پانچون فرض اور وتر کے ادا مین اور قضا مین لازم ہی فوت ہوتا ہی صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوۃ کے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی ترتیب کا فرض عملی ہونا م ترتیب کو صدر الشریعہ نے فرض کہا ہی اور محیط مین شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض عملی ہی اور شرط حقیقی ہونے سے ساقط نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہوجاتی ہی اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بنایا کہ پوری اطرح ہی جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جائے اور اُسکو یاد نہ آئے مگر اسوقت کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پورا کرلیوے اور اُسکے بعد اُسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اُسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھتا تھا انتہی فتح القدیر مین کہا کہ دعوی اسکے مشہور ہونے کا نامقبول ہی کیونکہ اسکے مرفوع ہونے مین بھی اختلاف ہی کہ بعض موقوف کہتے ہین چہ جاے کہ مشہور ہو کذا فی الشامی و قضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہی شارح نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہی یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہی اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہی اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہی اور واجب کو جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی تصرف وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثۃ المنہیۃ کما قدمناہ وسبب وقات عمر کے وقت ہین قضا پڑھنے کے لیے بجز تین وقتون منع کیے ہوے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہوچکا ہی کہ طلوع اور غروب اور استوا کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہی اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہی اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تنفل علی اللازم فجر من نام کرانہ لم یوتر لوجوبہ عندہ الا استثناء من اللزوم فلا یلزم الترتیب اذا اصاخ الوقت المستحب حقیقۃ او تنبہ من الحکمۃ تفویت الوقتیۃ لتدارک الفائتۃ پس نہین جائز ہی فجر اُس شخص کی جسکو یاد ہوا کہ اُسنے وتر نہین پڑھی بسبب واجب ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہی لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر جبکہ تنگ ہوجاے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین یعنی یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہی اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین رفتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے مع نہ جائز ہونے کے یعنی کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہوجانے سے یہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہو تو وقت مستحب فوت کے لیے نہین رہتا مثلاً عصر مین آفتاب زرد ہوجاتا ہی تو اس صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہی کیونکہ وقتی کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچھ حکمت نہین ولو لم یسع الوقت کل الفوائت فالاصح جواز الوقتیۃ فیجب اور اگر وقت گنجائش نرکھتا ہو سب فائتہ نماز دن کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہی کذا فی البحر ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا مع وتر ہی اور صبح کا وقت اتنا ہی کہ اسمین وتر اور نماز صبح ہوسکتی ہی تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہی کہ جیتک وتر نہ پڑھلیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبی مین اصح اسکو ٹھہرایا ہی کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی وفیہ ظن من علیہ العشاء ضیق وقت الفجر فصلاہا وفیہ سعۃ یکرہ الی الطلوع وفرضہ الاخیر اور مجتبی مین ہی

کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہو اُسے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا بیشتر بڑھا فجر کی نماز کو اور وقت میں وسعت ہو تو نماز فجر کو پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اُسکا سب سے پہلا ہوگا ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ عشا اور فجر دونوں ہو جائیں ایسے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہے اور اُسمیں بھی یہی خیال کیا کہ دونوں نمازیں نہ ہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو وہ دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلیں ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت میں گنجائش دونوں نمازوں کی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی اونسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بھول جانے سے نماز فوت شدہ تب بھی ترتیب لازم نہیں ایسے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمیں بندہ کو اختیار نہیں اور فائتہ کا وقت یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اُسکا وقت نہوگا کذا فی البحر اوفاتت سنۃ اعتقادیۃ لدخولہا فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائیں چھ نمازیں فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اُس شمار میں کہ جاہتی ہے مکرر ہونے کو اور پہونچا ہوا ہے تکرار کی طرف ہم یعنی چھ سے کمتر نمازوں میں ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایک دن رات کی پانچ نمازیں اور اگر فائتہ نمازیں چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور تکرار کی صورت میں ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازوں کو جنمیں قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکلجاے ہر چند ترتیب اُسمیں اور دوسری نمازوں میں فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت میں جداگانہ نہیں اور شاید اسلیے نہیں کہ اُسکا کوئی وقت مستقل نہیں پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی میں یا دو فوت شدہ نمازوں میں ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازوں میں ترتیب ساقط نہیں ہوتی مثلاً جسکی چھ نمازیں فوت ہوگئی ہیں تو عشا اور وتر کی ترتیب اُسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر چھ نمازوں کے فوت ہونے سے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح قولوں کے بموجب اگرچہ چھ نمازیں متفرق ہوں یا قدیم ہوں مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر ہم قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونے کا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلاً چھ نمازیں صبح ہی کی فوت ہوگئیں اور انکے بعد ظہر کی نمازیں بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لیں اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اُسنے کوئی نماز قضا نہ کی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اُسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازوں فوت شدہ میں ملجائیگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ چھ نمازیں حال کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہیں اور تنبیس میں اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی میں قول اول کو صحیح کہا ہے اور معراج میں اُسپر فتوی بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فتوی اور تصحیح مختلف ہیں مگر چونکہ متون فقہ میں مطلق چھ نمازوں فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہوں یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر اوظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضاً بالظن المعتبر کمن صلی الظہر وذاکر التکبیر فسد ظہرہ فان قضی الفجر فصلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اولا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنے ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلاً ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ میں نے فجر نہیں پڑھی تو اُسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اُسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اُسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اُسکو یاد ہے تو اُسکی نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اُسکے گمان میں عصر کے ادا کرنے کے وقت اُسپر کوئی نماز قضا نہیں اور وہ گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے ہم یعنے اگر اپنے گمان میں ترتیب کو واجب نہیں جانتا اور بعد اسطرح نماز دیگر پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہیں تو اُسکا گمان غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا بورا بیان شامی میں ہے وفی المجتبی من جہل فریضۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخاری وعلیہ یخرج مافی القنیۃ صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز والا یلزم الترتیب ہذا الغد اور مجتبی میں ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے ملاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے لینے عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ میں ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اُسنے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونے کے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عندیہ سے اُسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونے کا علم غالباً اس عمر میں نہیں ہوتا تو جہالت کے عذر سے اُسپر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی البحر ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نچاہیے اسلیے کہ جب جہالت بھول میں داخل ہے تو ظن معتبر بھی جہالت

کی قسم ہو تو یہ بھی نسیان مین داخل ہوا چنانچہ صاحب بحر الرائق نے انکو نسیان سے بھی کیا ہو پس سبب سقوط ترتیب کے وہی تین ہے جو متون والون نے لکھے ہین یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بھولنا اور فوائت کا چھ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء المبعض علی المعتمد لان الساقط لا یعود اور عود نہین کرتا لزوم ترتیب کا بعد ساقط ہوجانے کے فوائت کی کثرت کی وجہ سے یہ سبب ہوجانے فوائت کے مائل بہ کمی باعث قضا پڑھنے یعنے بعض فوائت کے مذہب معتمد پر وجہ عود نہین کرتی یہ ہو کہ ساقط چیز دوبارہ نہین آتی مم صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازین قضا ہین تو ظاہر ہو کہ لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہوگیا اب اُس شخص نے اُن نمازون کو قضا پڑھتے پڑھتے چھ نمازون سے کم کردیا یہانتک کہ مثلاً ایک ہی فائتہ اُسکے ذمہ رہگئی تب بھی لزوم ترتیب عود نکریگا یعنی اُس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور معتمد کی قید اسلیے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہو کہ جب فوائت چھ سے کم ہوجائین تو ترتیب عود کر آتی ہو اور اسی قول کو ہدایہ مین پسند کیا ہو اور کافی مین اسکو رد کیا ہو اور محیط اور معراج اور کافی مین فتوی اول قول پر ہو اور بعض کے قضا پڑھنے کی قید اسلیے کی کہ اگر کل کی قضا کریگا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ نہ رہیگی تو سب کے نزدیک صاحب ترتیب ہوجائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہو کذا فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ بعض المسقطات السابقۃ من النسیان والضیق حتے لو خرج الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وہو مؤید ہو الاصح مجتبی اور اسیطرح عود نہین کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیزون کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہوجائیگی تب بھی عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد ہوگی اور نمازی ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح ہو کذا فی المجتبی یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہوکر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہان تک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جائیگا تو فاسد ہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہوگئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہوکر پھر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت مین ہوگی اسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہو کہ سب قضا ہوگی مگر اصح یہ ہو کہ ادا ہوگی کذا فی المطلطاوی مختصرا لکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان والضیق ثم تذکر وتسع الوقت لبعضہا فقط ونحوہ فی الاشباہ فی بیان الساقط لا یعود خلیہ ریکن نہر الفائق اور سراج مین درایہ سے ہو کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہوگئی پھر اُسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت مین گنجایش ہو تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہی اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیے ہم تنقیح یہ ہو کہ وقت کی تنگی مین خلاف لفظی ہو کیونکہ مجتبی مین عدم عود کی تصریح اُس صورت مین ہو کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ مین عود کی تصریح اُس صورت مین ہو کہ وقت مین گنجائش ہو دونون کو جمع کرینگی تو دونون قولون مین کچھ نافات نہین اور اسیطرح بھولنے کے بعد یاد کرنے کی صورت مجتبی مین اسپر محمول ہو کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ مین اُسپر محمول ہو کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی البحر وفساد اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب او لا فان کثرت وصارت الفوائت ستا ظہر صحتہا بخروج وقت الخامسۃ التی ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلوتہ القلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے ملتوی ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہو کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہین پس اگر بہت ہوجائین نمازین جنکا فساد موقوف ہو فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہوجائین تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچون کی پانچوین نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار مین چھٹی ہو نمازون سے اسلیے کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہین کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازین اس دن کی ادا کین فجر کو یاد کرکے تو یہ تمام دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر صحیح ہوجائینگی ہم یعنے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتین شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہین ہوتی بلکہ وصف فاسد ہوجاتا ہو یعنے نماز فرض نہین ہتی نفل ہوجاتی ہو تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا چنانچہ متربم نے ترجمہ وصف کا کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہین رہتا بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونون قطعاً فاسد ہوجاتے ہین

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ سادستہ الفوائت کہنا مناسب نہیں بلکہ سادستہ الصلوۃ درست ہے اسلیے کہ پچھلی پانچوں فوت نہیں ہوئی
کذا فی الطحطاوی والابان لم تصر ستا لایظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوۃ تصحیحا وانزی تفسدحا اور اگر فاسد نمازیں بہت نہوں یعنی چھ نہو جائیں تو اُن کا ذمہ
پر جگا نہ کی فرضیت ظاہر نہو گی بلکہ نفلیں ہو جائینگی یعنے اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت میں بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے بیشتر پڑھیگا تو نمازیں موقوف افساد
تھیں وہ فاسد ہو جائینگی یعنے نفلیں ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی بھیثی نمازیں یہ بھی معما کہا جاتا ہے کہ ایک نماز
پانچ نمازوں کو درست کر دیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے معما کا یہ جواب اس معما کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اُسکو پانچوں نماز پڑھنے کے بعد اُسکے وقت نکلنے سے
بیشتر قضا کریگا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچوں نمازیں صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت میں ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو مصحح کہنے میں شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو لزمت [وعلیہ صلوات
فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاوے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے یعنے آدھا صاع گیہوں یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اُس
شخص کو لازم ہو گی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر میں لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث
مالہ ولم یترک مالا یستغرض فی ارثہ نصف صاع مثلا وتدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی اُنمیں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر
کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاوے اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث یہ چاہے
کرے کہ نصف صاع گیہوں مثلاً قرض لے اور اُسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دا دو ستد ہو کہ کفارہ تمام ہو جائے
یہ حیلہ اس ملک ہی جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اس باب میں بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہیں کہ عمر بھر کے نماز و روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا تقدیر
دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اُس قرض کی عوض ایک فقیر محتاج فقیر کے حوالہ کرتے ہیں اور یہ اسقاط وارث کے
ذمہ واجب نہیں تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خانی تکلف سے نہیں ولو قضایا وارثہ بامرہ لم یتحر لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر نمازوں
فوت شدہ کو میت کے وارثوں نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اُسکی طرف سے درست نہو گی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اُسکو بجا لائے
دوسرے کے ادا کرانے سے ادا نہو گی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ میت نے اُسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اُسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہو گا اور اگر سب غلہ اُسکو دے دیا تو درست ہے ہم یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
میں اتنا فرق ہے کہ ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہیں اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار میں عدد فطر ہے ایک کو سب دینا
درست نہیں کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوۃ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت میں تو صحیح نہو گا یعنی اُسپر واجب ہے
کہ وصیت کر جائے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت میں روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اُسکی صحت بعد موت کے ثابت ہو گی کذا فی الطحطاوی ویجوز تاخیر
الفوائت وان جبت علی الفور اذا سعی بقدر العیال فی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازوں کا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہیں بسبب عذر
کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتوں میں صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اُنکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی
کی وجہ سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اُسیقدر قضا پڑھ لے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وبجوز کما
واللہ اعلم مطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا دست دیگی ہے یعنی ان

تینوں کو جب چاہے ادا کرے اور تنگ کیا حلوانی نے کذانی المجتبیٰ یعنے حلوانی کا قول ہر کہ واجب علی الفورین اور نذر معین مطلق کی قید اسلیے لگائی کہ نذر معین کا اُسکے وقت میں ادا کرنا واجب ہی کذانی الشامی **ویعذر بالجہل حربی اسلم ثمہ مکث مدۃ فلا قضاء علیہ** لان الخطاب انما یلزم بالعلم او بدلیلہ ولم یوجدا ور معذور رکھا جائیگا جہالت سے وہ حربی کہ مسلمان ہوا دارالحرب میں اور ٹھہرا رہا کچھ مدت تو اُسپر قضا نہ ہوگی اسلیے کہ خطاب شریعت کا صرف لازم ہوتا ہی علم سے یا دلیل علم سے اور وہ دونوں پائے نہیں گئے ہم دلیل علم سے مراد دارالاسلام میں ہونا ہی کہ دارالاسلام میں اسلام کے فرض ہر کوئی جانتا ہی تو یہاں رہنے سے عذر جہالت مسموع نہ ہوگا اور جسقدر نمازیں فوت ہوئی ہونگی اُنکو قضا پڑیگا کذانی الشامی **کما لا یقضی مرتد ما فاتہ زمن ردتہ** ولا ما قبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی جیسے کہ کافر اصلی جیسے نہ قضا پڑھے مرتد اُن نمازوں کو کہ فوت ہوئی ہون زمانہ ردت مین اور نہ اُنکو کہ ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہون بجز حج کے کہ اُسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد ہونے سے مثل کافر اصلی کے ہوجاتا ہی تو جیسے کافر پر قضا کفر کے وقت کی نماز دن کی نہین ہی اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہی اسی طرح مرتد کو تصور کرنا چاہیے **ولذا یلزم باعادۃ فرض ادّاہ ثم ارتد حقیقۃ وتاب ای اسلم فی الوقت** لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالی ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اور اسی لیے یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اُسکے پیچھے مرتد ہوگیا اور توبہ کی یعنے مسلمان ہوا اُسی فرض کے وقت مین کیونکہ فرض مذکور باطل ہوگیا مرتد ہونے کی جہت سے اللہ تعالے فرماتا ہی اور جو شخص نہ مانے ایمان کو تو اُسکے عمل باطل ہوجاتے ہین وخالف الشافعی رح بدلیل قیمت وہو ما فرقنا اقامت علمین وجزائین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ والخلود بالموت علیہا فلیحفظ اور خلاف کیا ہی امام شافعی رح نے دلیل قیمت وہو کافر سے ہم کہتے ہین کہ آیت مین دو کاموں اور دو جزاؤن کا افادہ فرمایا ہی عمل کا باطل ہونا اور دوزخ مین ہمیشہ رہنا وہ دو جزائین ہین سو اول جزا ردت کی ہی اور دوسری ردت پر مرنے کی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ اُس شخص پر اعادہ فرض لازم نہین اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا (ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون) تو اس آیت مین عمل کے باطل ہونے کو معلق کیا ہی ردت پر مرنے سے پس جبکہ وہ شخص اُسی وقت مسلمان ہوگیا اور ردت پر نہین مرا تو اُسکا فرض نہین باطل ہوا ہم جواب دیتے ہین کہ اس آیت مین دو شرطین اور دو جزائین بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونے کی ہی اُسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہی اور دوسری شرط کفر پر مرنے کی ہی جسکی جزا دوزخ مین ہمیشہ رہنا ہی کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الآیہ مین عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہی تو اسمین بھی یہی جاننا چاہیے کذانی الشامی مختصراً **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے صبی احتلم بعد صلوۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزم قضاء ہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اُسکے عشا کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اُسکو لازم ہی عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اُسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور مکلف بعد اسکے ہوا وقت کے ہوتے اور سونا مانع خطاب شرعی کا نہین کذانی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم والایماء افاقۃ فی صحتہ صح ولا یعید لو صح پڑھی نمازی نے اپنے مرض مین تیمم اور اشارہ سے وہ نمازین کہ اُسکو فوت ہوئی تھین اُسکی صحت مین تو درست ہونگی اور اُنکو دوبارہ نہ پڑھے جب تندرست ہوجاوے **کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او اخرہ وکذا الصوم لو من رمضانین** ہوا الاصح بہت ہوگئین فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسی طرح کا حال ہی اگر دو رمضانون سے ہو یہی صحیح تر ہی مثال بہت سے فوائت کی یہ ہی کہ مثلاً ہفتہ بھر کی نمازین قضا پڑھنی ہین تو تعیین قضا مین ضروری ہی کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہی اسلیے شارح نے کہا کہ نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی بعد اسکے دوسرے روز کے ظہر اول ہوجائیگی اسی طرح سب ادا ہوجائینگی اور آخر ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہی اور دو رمضانون کے روزے مین بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہوجائیگی اور اگر ایک رمضان کے کئی روزہ ہون تو تعیین کی کچھ حاجت نہین کذانی الشامی **وینبغی ان لا یطلع غیرہ علی قضائہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا واللہ اعلم** اور چاہیے یہ کہ اپنی قضا پڑھنے پر دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنے قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہی تو اسکو ظاہر نکرے واللہ اعلم شامی نے کہا کہ ظاہر اقضا نماز کا

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

باب سجود السہو

باب سجود السہو

یہ باب ہی سہو کے سجدون کے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہی طرف اُسکے سبب کے ھم اسپر یہ اشکال ہی کہ انکا حکم تو وجوب ہی نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہی یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہی کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح لما فات اور سہو کو فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہی جو نماز مین فوت ہوگیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہی جسکا وقت جاتا رہا بہو والنسیان والشک واحد عند الفقہاء والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہی اور وہم طرف مغلوب کا نام ہی ہم یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہی کہ سہو اُسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہوجاے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہوجاے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہی اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہوجاتا ہی اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البحر عن المجتبی ثم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہی اور ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہی اور شمس الائمۃ اور صدر الاسلام نے کہا ہی کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہی مگر سامنے کیطرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحطاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہی وحدہ کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان رض کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدے کرے وعلیہ لواتی تبطلہما تین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہی کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہوجائیگا ہم یعنی سلام اول و چیزون کے لیے ہی اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہی تو مشابہ کلام کے ہوا اسیوجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو نکرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہوسکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ فیعتبر الخفاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہوا اور مکروہ تنزیہی ہی اور امام مالک رح کے نزدیک پہلے سلام سے ہی نقصان کی صورت مین اور بعد سلام کے ہی زیادت کی صورت مین تو معتبر ہی اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ہم یعنے اگر نماز مین واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک نے جواب مین حیران رہگئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا لتشہد وسلام لان بجحود السہو برفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا تفسد کذا التلاوۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب ہی التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہی التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہی اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اُٹھا سکتا بخلاف سجدۂ تلاوت کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کردیتا ہی اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہی قول مختار پر ہم اور ایک قول یہ ہی کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو ہی کیونکہ وہ دونون واجب ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہی کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہی مگر چونکہ قرارت کا تابع ہی اور قرارت رکن ہی اسلیے اُسکو بھی اُسیکا حکم ہوگیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنے کے حکم قرارت حاصل کرتا ہی اور قبل سجدہ کرنے کے واجب ہی رہتا ہی ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود نبی صلی اللہ علیہ

وسلم پر اور دعا قعدہ اخیر یعنے سجدہ سہو کے بعد کے قعدہ میں قول مختار میں اور قول غیر مختار یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے احتیاط کی رو سے اذا کان الوقت صالحا فاطلعت الشمس فی الفجر او احمرت فی العصر او وجد منہ القطع الثانی بعد السلام سقط عنہ فتح سجدۂ سہو کرے جبکہ وقت نماز کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر آفتاب نکل آوے نماز فجر میں بعد سلام کے یا آفتاب سرخ ہو جاوے بعد سلام کے نماز قضا میں یا پائی جاوے نماز سے وہ حرکت جو قطع کردے بنا نماز کو یعنی کوئی عمل منافی نماز کا بعد سلام کے نماز سے ظاہر ہو تو سجدہ سہو اسپر سے ساقط ہو جائیگا کذا فی الفتح ہم آفتاب کی سرخی میں قضا نماز کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسی روز کے عصر میں یہ کیفیت واقع ہو تو سجدہ سہو ساقط نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیہ لو بنی الفل علے فرض سہا فیہ لم یسجد او قنیہ میں ہے کہ اگر بنا کیا نفل کو اس فرض پر جسمیں سہو کیا تو سجدۂ سہو نکرے یعنی فرض کے بعد سجدۂ سہو نکرے بلکہ نفل کے آخر میں کرے کذا فی الطحطاوی ترک متعلق بجب واجب نامرئی صفۃ الصلوٰۃ سہوا فلا تجب وفی المدد واجب ہیں دو سجدے بسبب بھول کر چھوڑنے کسی واجب کے ان واجبوں میں سے کہ صفت صلوٰۃ میں گذرے یعنی سجدہ سہو نہیں واجب کو چھوڑنے میں بلکہ اعادہ نماز کا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کا قول ترک واجب متعلق ہے سجدے سے قیل الا فی اربع ترک القعدۃ الاولی وصلوٰۃ فیہ علے النبی صلی اللہ علیہ وسلم والفکرہ عمدا حتی شغلہ عن رکن وتاخیر سجدۃ الرکعۃ الاولے الی آخر الصلوٰۃ نہر عمدا ترک واجب میں سجدہ نہیں بجز چار صورتوں کے قول ضعیف ہے یعنی اول عمدا چھوڑنا قعدہ اولی کا دوم عمدا درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اولی میں سوم عمدا اتنا تفکر کرنا نماز میں کہ ایک رکن سے مشغول کردے چہارم سجدہ رکعت اولی کو آخر نماز تک تاخیر کرنا کذا فی النہر ہم علامہ قاسم نے کہا کہ ان صورتوں کی اصل نہ روایت میں ہے نہ درایت میں اور طرفہ یہ ہے کہ تاخیر سجدہ تین رکعت اولی او آخر نماز تک کی قید لگائی اگر دوسری رکعت کا سجدہ کو دوسری یا تیسری تک تاخیر عمدا کی تب یہ حکم کیوں نہیں کذا فی الشامی والطحطاوی واِن تکرر ان تکرار خیر شروع اگرچہ ترک واجب مکرر ہو تب بھی سجدۂ سہو واجب ہونگی اسلیے کہ تکرار سجدۂ سہو کا مشروع نہیں ہم بحر الرائق میں کہا کہ اگر نماز کے سب واجب سہو سے چھوٹ جائیں تب بھی اسکو دو ہی سجدے لازم ہونگے کذا فی الشامی کرکوع متعلق بترک واجب قبل قرأۃ الواجب لوجوب تقدیمہا جیسے رکوع کرنا قرأت واجب سے پہلے شارح نے کہا یہ مثال ہے ترک واجب کی اسلیے کہ تقدم کرنا قرأت کا واجب ہے ثم انما یتحقق الترک بالسجود فلو تذکر لو بعد الرفع من الرکوع عاد ثم عاد الرکوع الا انہ فی تذکرہ الفاتحۃ یعید السورۃ ایضا پھر نہیں ثابت ہوتا چھوڑنا قرأت کا مگر سجدہ کرنے کے بعد پس اگر یاد کرے قرأت کو اگرچہ بعد سر اٹھانے کے ہو رکوع سے یعنے قومہ میں تو قرأت کیطرف عود کرے یعنی قرأت پڑھے اور رکوع کو دوبارہ کرے مگر الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ بھی کرے یعنی اگر رکوع میں یا قومہ میں یاد آوے کہ سورہ پڑھی مگر الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھے اور اسکے ساتھ سورہ دوبارہ ملاوے تاکہ الحمد اور سورہ ترتیب وار ہو جائیں اور خلاصہ میں ہے کہ قرأت کیطرف عود کرے یا نکرے ہر صورت میں سجدۂ سہو کرے کذا فی الطحطاوی وتاخیر قیام الی الثالثۃ بزیادۃ علی التشہد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبہ باللہم صل علے محمد اور جیسے دیر کرنا اٹھنے میں تین رکعت کے لیے مقدار ایک رکن کی بسبب بڑھا دینے کے التحیات پر اور قول ضعیف یہ ہے کہ بڑھانا ایک حرف کا موجب سجدہ سہو ہے اور زیلعی میں ہے کہ صحیح تر واجب ہونا سجدہ کا اللہم صل علی محمد سے ہم اس مسئلہ کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ واجب نہ ہوگا شامی نے کہا کہ سجدہ کے واجب ہونے کے لیے خصوصیت درود شریف کی نہیں اگر التحیات کے بعد قعدہ اولی میں مقدار ایک رکن کی ساکت رہیگا یا قرآن پڑھیگا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا اور مناقب میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمنے سجدۂ سہو مصحیہ درود پڑھنے والے پر کیسے واجب کیا کہ اس جہت سے کہ اسنے بھولے سے آپ پر درود پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو پسند فرمایا وجہر فیما یخافت فیہ للامام ومکمہ لکل مصلے فی الاصح اور جیسے پکار کر پڑھنا ان نمازوں میں نہیں آہستہ پڑھا جاتا ہے امام کے لیے موجب سجدہ کو اور اسکے عکس میں یعنے آہستہ پڑھنے میں ان نمازوں کے اندر نہیں پکار کر پڑھا جاتا ہے سجدۂ سہو ہر نمازی کے لیے صحیح تر قول میں ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے مطلب الٹ دیا ہے آہ یہ ہے کہ قرأت خفیہ کے مقام میں جہر کرنے سے ہر نمازی پر سجدہ ہوا اسکے عکس میں امام پر کیونکہ جہری نماز میں مفرد پر جہر واجب نہیں تاکہ اسکے ترک سے اسپر سجدہ آوے واللہ اعلم تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ فی الفصلین وقیل قاتلہ فاضیخان یجب لسہوہا ای بالجہر والمخافتہ مطلقا وعلی قول اکثر وہو ظاہر الروایۃ اعتمدہ الحلوانی واصحیح تر ہیں کہ ناجہر و خفا کا ہوا سقدر کہ جائز ہو اس سے نماز دونوں مسئلوں جہر اور خفا میں کیونکہ کمتر جہر و خفا سے تو بچنا ممکن نہیں اور ایک قول یہ ہے جسکا قائل فاضیخان ہے کہ واجب ہی

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ ادا یہی ظاہر الروایت ہی اور اسی پر اعتماد کیا ہی حلوانی نے ہم صحیحین میں ابوقتادہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہی اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی تصرف **عملی منفرد و متعلق بمجب و مقتدی بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو ترک واجب سے واجب ہی منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہی اُسکے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے** تو اگر امام پر سے سجدۂ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاے تو اُس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہو گا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہی سجدہ مقتدی پر خود اُسکے سہو سے کسیطرح یعنی سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی البحر **والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد تا نیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے** ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدۂ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اُس باقی میں سہو ہو جاے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اُسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہی گویا دوہری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر میں کر لیا اگر اُسکی باقی نماز میں سہو ہوا یا نہیں تو کافی ہو گا کذا فی البحر **وکذا اللاحق لکنہ یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ احادا وسبعا لحق بہ سجدہ واجب ہی اُسکے امام کے سہو سے اگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اُسنے التزام** کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہی تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی **وتقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق او** مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہی یعنی اُسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہی کہ مقیم مثل لاحق کے ہی یعنے آخر نماز میں سجدہ کرے **ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ مسافر امام ہو** اور اُسکا سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اُسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نکرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے **سہا عن القعود الاول من الفرض وتحریما واما النفل فیعود مالم یقیدہ بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح مالم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح** فرض بھول گیا نماز کی قعدہ اولی فرض کا اور اُٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وجوباً بیٹھ جاے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اُسپر سہو نہیں بیٹھ جاے جبتک کہ پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہی کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہی خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز میں یا عملی ہو جیسے وتر ہی اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاستغنائہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک لم تفسد صلوتہ لرفض الفرض المالیس بفرض** صحیحۃ لا بدلیی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے یہ بسبب اُسکے مشغول ہو جانے کے قیام کے فرض ہی اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب کے **یعنے قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانے کے تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اُس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر** چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہی اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لسہوہ خیانۃ لواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور یہ ہی قول یہ ہی کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی پر اگر نیوالا ہوتا ہی یعنی گنہگار ہوتا ہی کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنے قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہی چنانچہ تحقیق کیا ہی اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہی کذا فی البحر ہم کمال الدین محقق نے کہا ہی کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے سرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہی جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہی کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہی یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہی بلکہ تاخیر ہی تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اصح صورت** میں بھی فاسد نہیں ہو گی کذا فی الشامی ملخصا **تصرف وہذا فی غیر الملوم اما الملوم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ** سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاے ورنہ عود نہ کرے غیر مقتدی کے لیے ہی یعنے امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وجوباً بیٹھ جاے اگر خوف ہو نہ ملنے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہی بسبب متابعت کے کذا فی السراج **ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ امام بعد دو رکعتوں کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ کیلیے**

تو مقتدی پر واجب ہوگا کہ بیٹھ کر التحیات پڑھے اگرچہ یہ ڈر ہو کہ التحیات پڑھنے سے تیسری رکعت امام کے ساتھ نہ ملیگی کذا فی الشامی وظاہرہ انہ لو لم تفسد بطلت بخروجہ لانہ کلام وانظر ہل ہو واجبۃ فی الواجب وفرض فی الفرض ہو ولنا فیہا رسالۃ جامعۃ فراجعہا واظہر التعلیل سراج کا یعنے قعدہ کی متابعت کو فرض کہنے کا یہ ہے کہ اگر مقتدی عود نکریگا تو نماز باطل ہوجائیگی کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ تعلیل میں کلام ہے اور ظاہر یہ ہے کہ متابعت واجب ہے وہ واجب نماز میں اور فرض ہے فرض نماز میں کذا فی النہر اور متابعت کے باب میں ہمارا ایک رسالہ جامع سب احکام کا ہے اُسکو دیکھو ہم طحطاوی نے کہا کہ فرض نماز میں متابعت کے فرض ہونے کے یہ معنی کہ فرض کو ادا کرے اگرچہ بعد ادا کرنے امام کے ہونا امام سے پہلے اور یہ معنی نہیں کہ کسی جزء میں قعدہ کی شرکت بھی ضرور ہو ولو سہوا عن القعود الاخیر کلا او بعضہ عاد ویکفی کون کلا الجلستین قدر التشہد ما لم یقید بالسجدۃ لان ما دون الرکعۃ محل الرفض وسجد للسہو لتاخیر القعود اور اگر بھول گیا نمازی قعدہ اخیرہ کے کل کو یا تہائی سے کوا ور کھڑا ہوگیا زائد رکعت کے لیے تو عود کرے جبتک کہ رکعت زائد کو قید بہ سجدہ نکیا ہو اسلیے کہ رکعت سے کم مقام ترک کا ہے اور سجدہ سہو کرے واسطے دیر کر بیٹھنے کے شارح نے کہا کہ کافی ہے دونوں جلسوں کا ہونا مقدار التحیات کے یعنی نمازی قعدہ اخیر میں تھوڑا سا بیٹھ کر اُٹھ کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا اور تھوڑا سا بیٹھنے کے بعد مثلاً کلام کیا تو اگر دونوں دفعہ کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگیا ہے تب تو نماز درست ہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی وان قید بالسجدۃ عامدا او ناسیا تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبہۃ عند محمد وبہ یفتی لان تمام الشیٔ بآخرہ اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے جان بوجھ کر یا بھولکر ہوجائیگی فرض اُسکے نفل وقت اُسکے اُٹھانے کے پیشانی کو امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ تمام ہونا ہر چیز کا اُسکے آخر پر ہوتا ہے یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہوجاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اُٹھانے سے تو یہ دلیل امام محمد کی ہوئی کہ سجدہ پورا واجب ہوگا جب اُسکا آخر ہوچکے گا مصنف بیان شارح نے خلط کردیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بھی اسکے قائل ہیں کہ فرض نفل ہوجاتے ہیں بعد پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں اُنکے نزدیک واجب فرض ہے تو اصل تحریمہ باطل ہوجاتی ہے اور مسئلہ کا دورہ میں انتہا شیخین کا ہے تو عند محمد صرف اسقدر سے متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اُٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ فرض اصل سے باطل ہوجاتے ہیں وقت سر اُٹھانے کے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک اور نفل ہوجاتے ہیں شیخین کے نزدیک فاسبقہ الحدث قبل رفعہ تو صار وبنی خذ فالبانی یوسف حتے قال لو صلوۃ فسدت صلوتہا الحدث ثم اگر پیش ہوا نمازی کو حدث پہلے سر اُٹھانے کے تو فرض سے اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف یہانتک کہ اُنھوں نے فرمایا کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہوگئی اور حدث نے اسکی اصلاح کردی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ اخیرہ کو ترک کرکے پانچویں رکعت کو اُٹھا اور اُسکے سجدہ میں تھا کہ بیضو ہوگیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک بطلان فرض کے لیے سجدہ سے سر اُٹھانا شرط ہے اسلیے اُسکے فرض ہنوز باطل نہیں ہوئے تو وہ شخص وضو کرکے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کرکے سلام پھیرے فرض پورے ہوجائینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھتے ہی فرض نفل ہوگئے تو اب بنا فرض پر نہیں کرسکتا اور اُسکا قول زہ بکسر زا امجوہ وسکون ہا کلمہ فارسی ہے یعنی عجب کے یہ اُنھوں نے اُسوقت فرمایا کہ اس مسئلہ میں اُنکے سامنے امام محمدؒ کا قول نقل کیا گیا اور نماز کو فاسد پایا اسلیے فرمایا کہ تقریب امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہوجاتی اگر نمازی سجدہ سے سر اُٹھا لیتا اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ نماز فاسد ہوچکی اس اعتبار سے فاسد کہا کذا فی الشامی وصح رفع العبرۃ للامام حتی لو عاد وہم لم یعلم بہ القوم حتی سجد عاد القوم فقط وصلوا بہم ما لم یقیدوا السجود فیہ لغیرہ فصل ترک القعود الاخیر وقید اخامسۃ بسجدۃ ولم یبطل فرضہ اور اعتبار رفعہ کیطرف عود فرض میں قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا ہے یہانتک کہ اگر امام بیٹھ گیا اور مقتدیوں نے سمجھا بیٹھنا نہ جانا تا آنکہ اُنھوں نے سجدہ کیا تو اُنکی نماز فاسد نہوگی یعنے اُنکے فرض نفل نہونگے جبتک سجدہ والنسگی میں نہ کیا ہوگا اور اسی صورت میں یہ چیستان نہ پوچھی جاتی ہے کہ کونسا نمازی ہے جسنے قعدہ آخر کا ترک کیا اور پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید بھی کردیا مگر اُسکے فرض باطل نہوئے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ امام رکوع کے بعد بیٹھا ہو کیونکہ اس صورت میں بیٹھنے سے امام کا رکوع جاتا رہیگا تو مقتدیوں کا رکوع بھی اُسکی متابعت کی جہت سے جاتا رہیگا تو فقط مقتدیوں کا سجدہ امام سے زائد رہیگا اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر امام رکوع سے پہلے ہی بیٹھ جائیگا اور مقتدی رکوع اور سجدہ دونوں کرینگے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہوجائیگی وضم سادسۃ ولو فی العصر والفجر ان شاء الاختصاص الکراہۃ الا امام بالقصد ولا یسجد للسہو علی الاصح لان النقصان بالنساء والاجزاء اور ملا دے چھٹی رکعت اگرچہ عصر اور فجر میں ہو اگر چاہے بسبب خاص ہونے کراہت اور پورا کرنے کے قصد سے اور نہ سجدہ کرے

سہو کا صحیح ترقول کے بموجب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہوگئے وہ سجدہ سے پورا نہین ہوتا تام مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد کی تو فجر مین وہ چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا کہ کراہت و اتمام قصد سے مخصوص ہین یہ جواب ہی اُس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہی تو تمنے کیسے کہدیا کہ اگرچہ عصر اور فجر مین ہوتب بھی رکعت ملائے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا مین واجب ہونا چاہیئے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہی تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملائے شارح نے دونون کا جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اُس نفل مین ہی جو قصداً شروع کی ہو اور یہان نفل بلا قصد شروع ہوئی ہی اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق مین یون بھی دیا ہی کہ جب نمازی کے فرض باطل ہوگئے تو نفل بعد عصر کہان ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہین بلکہ اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہوا اور اُسمین یہ صورت پیش آوے تو ہوسکتا ہی اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ مین مذکور ہی کہ اُسمین پانچون رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلین مکروہ ہین دوسرے طاق نفلین مطلقاً مکروہ ہین کذا فی التاتارخانیہ

وان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد وتبعوہ وان سجد للخامسۃ سلم والا انتم فرضہ اولم یعد علیہ الا السلام وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بقی للتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا اکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت مین مثلاً یعنی آخر رکعت مین خواہ وہ تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہوگیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھکر سلام پھیرنا سنون ہی اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہی پھر صحیح تر قول یہ ہی کہ مقتدی امام کا انتظار کرین پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کیطرف تو اُسکی متابعت کرین اور اگر امام سجدہ کرے پانچوین کے لیے یعنے رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیرین اسلیے کہ اُسکا فرض تام ہوگیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اُسپر باقی نہین اور ملاوے اُس رکعت مین جو چھٹی اگرچہ نماز عصر مین ہو اور پانچوین مغرب مین اور چوتھی فجر مین اسیکا فتوی ہی اور ایک رکعت اسلیے ملاوے تاکہ دو رکعتین اُسکی نفل ہوجائین اور ملانا یہان موکد زیادہ ہی دلا عہدۃ لو قطع دلا باس باتمامہ فی وقت کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہین اگر توڑدے یعنے اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد مین نہ ملاوے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کردے تو اُسپر قضا لازم نہوگی کیونکہ اس نفل کو اُسنے قصداً شروع نہین کیا اور کچھ مضائقہ نہین اُسکے پورا کرنے کے وقت قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا اگر عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہین کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہین ہوئی علاوہ اسکے نہ ملانے سے یا تو سجدۂ سہو چھوٹ جائیگا جو واجب ہی یا اگر سجدۂ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہوگا اسلیے اس صورت مین ملانے کی زیادہ تاکید ہی چنانچہ بیان ہوا وتجب للسہو فی الصور تین النقصان فرضہ بتاخر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونون صورتون مین یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا ہو یا سجدہ کرلیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اُسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت مین اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت مین یعنی دوسری صورت مین ہر چند سلام نماز کے آخر مین پھیرا مگر چونکہ فرضون کا سلام خاص نہین پھیرا اسلیے اُسکو یہ سلام مخصوص فوت ہوگیا کذا فی الحلبی والکمثان لا یتوبان عن السنۃ الراتبۃ بعد الفرض فی الاصح لان المواظبۃ علیہما انما کانت بتحریمۃ مبتدأۃ اور یہ دونون رکعتین زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضون کے بعد کے ہونگی صحیح تر قول مین اسلیے کہ موکدہ سنتون پر مواظبت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہی نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور یہ ضمن مین دوسری نماز کے داخل ہی فیہما صلاہما ایضاً اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے اُن دونون رکعتون زائد مین تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھکر اُٹھا اور دو رکعتین اور پڑھین تو ان دو مین اگر کوئی اُسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتین پڑھے وان افسد قضاہما بالفتی فقابہ اہر گر مقتدی اُن دونون رکعتون کو فاسد کردے تو صرف اُن دونون کی قضا کرے اسی پر فتوی ہی کذا فی النقایہ شامی نے کہا کہ یہ پچھلی ہی صورت مین ہی یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ مین بیٹھا ہو تو اُس صورت مین فاسد کرنے سے چھ رکعتین قضا کرے ولو ترک القعود الاولی فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ کما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقد ضمنہ انہ یعود ولم یعد الی التشہد بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل مین سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اسنے جب دو رکعتین شروع کی ہین اُسی وقت چار کو بھی شروع کیا ہی اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ نمازی عود کرے قعود کیطرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے رفید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہی کہ سیدھا کھڑے ہوجانے کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب ظہر مین مثل فرض کے ہوگئی ہین ہم یعنے قیاس کے رو سے یہ نفلین فاسد ہونی چاہئین کیونکہ ہر دو گانہ نماز علیحدہ ہی تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہی اول دو گانہ مین نہ پایا گیا مگر استحسانا فاسد نہین ہوتین واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء تشفع علیہ لم یکن لہ ذلک البناء اسی پر کیونکہ اُسنے

تحریماً للاطلاق بطل سجودہ بلا عودۃ اور جب پڑھیں دو رکعتیں فرض یا نفل کی اور انمیں سہو ہوا اور بعد سلام کے اس سہو کا سجدہ کرلیا پھر چاہا کہ اُن دو گانہ پر دو سرا دو گانہ بنا کرے تو اُسکو یہ بنا کرنا نہیں ہو پہنچتا یعنے یہ بنا اُسکے لیے مکروہ تحریمی ہی تاکہ اُسکا سجدہ سہو کرنا بدون ضرورت بیکار نہو جائے ہم سجدۂ سہو واجب ہی اور واجب کا باطل کرنا بدون ضرورت کے جائز نہیں ہان اگر اُسکے صحیح رکھنے سے کوئی چیز واجب سے بڑھکر ٹوٹی جاتی ہو تو اُسوقت باطل کیا جائیگا جیسے اگلے مسئلہ مین ہی بخلاف المسافر اذا نوی الاقامۃ لانہ لزم بین بطلت بخلاف مسافر کے کہ اگر اُسنے دو رکعتین پڑھین اور اُنمین سہو کا سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور اُنھین دو کو چار کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہی اسلیے کہ اگر وہ بنا نہ کرے اور پورا پڑھنا اُسکو اقامت کی جہت سے لازم ہو گیا ہی تو اُسکی دو رکعتین پڑھی ہوئی باطل ہو جائینگی اور اگر بنا کرلیگا تو سجدۂ سہو جو واجب ہی وہ باطل ہوگا اور چونکہ واجب کا باطل ہونا نسبت بطلان فرض کے خفیف ہی تو اسکو اختیار کیا گیا کذا فی البحر ولو فعل ما لیس لہ من البناء صح بناؤہ لبقاء التحریمۃ ویعید ہو المسافر سجود السہو علی المختار بطلانہ بوقوعہ خلال الصلوۃ اور اگر نمازی نے کیا وہ وہ فعل جسکا اُسکو اختیار نہ تھا یعنے بنا کر لیا تو اُسکی بنا صحیح ہوگی بسبب تحریمہ کے باقی رہنے کے اور دوبارہ کرے نمازی مذکور اور مسافر سجدۂ سہو کو نماز پر دوسرے باطل ہو جانے سجدۂ سہو کے بسبب پڑ جانے کے نماز کے درمیان ہم قول مختار کا مقابل یہ کہ سجدۂ سہو کو دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہی جبر نقصان کے لیے ہوا ہی تو اب اُسکی کیا حاجت رہی کذا فی الخانیۃ ولو سجد سہو بخبر من الصلوۃ فزحمۃ موقوفا ان سجد عادا لیہا والا لا اُس نمازی کا سلام پھیرنا جسپر سجدۂ سہو ہی اُسکو نماز سے باہر کر دیتا ہی مگر ملتوی طور پر یعنے اگر اب سجدہ کریگا تو نماز مین پھر عود کرائیگا اور اگر سجدہ نہین کریگا تو عود نہ کریگا ہم یہ نکلنا نماز سے قول ہی شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے خارج نہین ہوتا کذا فی الشامی علی ہذا فیصح الاقتداء بہ ویبطل وضوءہ بالقہقہۃ ویصیر فرضہ اربعا بنیۃ الاقامۃ لان سجود للسہو فی المسائل الثلاث والا لیسجد لا ثبت الاحکام المذکورۃ کذا فی غایۃ البیان اور اس بنا پر یعنے سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ نکرے صحیح ہو اقتدا کرنا پیچھے اُسکے اور باطل ہو جائیگا وضوء اُسکے قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اُسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل سہ گانہ مین اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو احکام مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی ہی غایۃ البیان مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اُسپر سجدۂ سہو ہی تو اب اگر کوئی شخص اسکے پیچھے اقتدا کریگا تو اُسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو اقتدا درست نہوگا بسبطرح اگر بعد سلام کے سجدۂ سہو سے پیشتر نمازی نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اسوقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدۂ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو بچ جائیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین عامۃ الکتب ہی غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہی کیونکہ جو تفصیل ان تین مسئلون مین مصنف نے لکھی ہی وہ عامہ کتب کے مخالف ہی البتہ غایۃ البیان مین اسطرح ہی جیسا مصنف نے لکھا ہی وہو غلط فی الاخیرتین والصواب انہ لا یبطل وضوءہ ولا یتغیر فرضہ سجد او لا للسقوط بالقہقہۃ ولکن بالنیۃ لسابق فی خلال الصلوۃ وتمامہ فی البحر والنہر اور یہ حکم غلط ہی وہ اخیر کی صورتون مین اور صحیح یہ ہی کہ نمازی کا وضو باطل نہین ہوتا اور اسکے فرض نہین بدلتے خواہ سہو بعد کو کرے یا نہین بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور بسبطرح اقامت کی نیت سے تاکہ سجدہ کرنا واقع نہو نماز کے درمیان مین اور اُسکا پورا بیان بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہم یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدہ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت مین اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت کی صورت مین اور اگر سجدہ سہو نکریگا تو دونون باتین نہونگی ماتن کی غلطی ہی کہ سہو سے ایسا لکھ دیا بلکہ صحیح یہ ہی کہ ان دونون صورتون مین سجدہ کرے یا نہ کرے حکم مسئلہ کا ایک ہی رہتا ہی یعنی نہ وضو باطل ہو نہ فرض بدلین اسلیے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر موقوف تو اب چونکہ قہقہہ فعل مخالف نماز کے ہی اسلیے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اُسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت مین اگر فرض سجدہ سے پیشتر بدل جائین اسکے یہ معنی کہ نیت سجدہ سے پیشتر درست ہوئی اور اگر نیت کو درست کہو تو سجدۂ سہو نماز کے درمیان مین واقع ہوگا جسکا ہونا نہونا برابر ہی حاصل یہ کہ شیخین کے نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بدون سجدۂ سہو نماز مین داخل نہین ہو سکتا تو اگر سجدۂ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہی تو سجدہ بیچ مین نماز کے واقع ہوتا ہی جو باطل اور بے اصل ہی اسلیے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اُسپر سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصراً ویسجد للسہو ولو مع سلامہ ناویا للقطع لان نیۃ قطع الشروع نحو عالم تحول عن القبلۃ او تکلم لبطلان التحریمۃ اور سجدہ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت

قطع نماز کی کرے بیشک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف نہ پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہوجائیگی اور سجدہ سہو نہ کیا گیا خلاصہ نے کہا کہ نیت قطع نماز کی ایسلیے معتبر نہوئی کہ شروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہے جیسے شروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرنا اب بیچ مین نیت اُسکے قطع کی کرنی نہوٹھہریگی دانی السہو اور سجدۂ صلبیتہ اور تلاوۃ یا زیادہ ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدۂ سہو کو بھول گیا یا سجدۂ نماز کو یا سجدۂ تلاوت کو لازم ہوگا اُسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہو ہم شامی نے کہا کہ اشباہ کے کلام من مافقہ الخلوہ ہی تو ہوسکتا ہی کہ اُسکے ذمہ ایک ہی امین سے ہو یا دو ہون یا تینون ہون غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئین اور مسجد کے اندر ہو تو اُسپر اُسکا کرنا لازم ہی سلم مصلی الظہر مثلاً علی راس الرکعتین توجہا تماما تماما انتہا ربعا و سجد للسہو لان السلام سابیا لا یبطل لانہ دعا من وجہ سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلاً دو رکعتون پر نماز کے پورا ہونے کے وہم سے تو انکو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے ایسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہین کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہی یعنی سو وجہ سے کہ اُس سے مونہین کے لیے دعا ہے امن مطلوب ہوا اور دعا قاطع نماز نہین بخلاف مالو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر رکعتان او کان فی صلوۃ التراویح فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکعتین تبطل لانہ سلام عمد بخلاف اُس صورت کے کہ سلام پھیرا اُس گمان پر کہ ظہر کے فرض دو ہین اسطرح کہ خیال کرلیا کہ مین مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہی یا اُسکا مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اُسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہین یا یہ کہ نماز تراویح مین مشغول تھا اُسکو تراویح کا گمان کرکے سلام پھیرا یا سلام پھیرا اُس حال مین کہ اُسکو یاد ہی کہ مجھپر ایک رکعت باقی ہی تو کہ ان سب صورتون مین نماز باطل ہوجاتی ہی کیونکہ یہ سلام عمدًا ہی سہو سے نہین ہم فرق پہلے مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین یہ کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا ایسلیے سلام سہوًا قرار دیا گیا اور یہان قطعًا دو پڑھنا جانکر سلام پھیرا ایسلیے عمدًا ہوا اور نہ سلام دونون صورتون مین عمدًا سہو سے نہین کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتے یقصد بخطاب آدمی اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو ہم یہ قول دور سر ہی ہم صاحب بحر کی اور قول اول پر متعدد کتابون مین یقین کیا ہی کذا فی الشامی والسہو فی صلوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والنفاء عند المتاخرین عدمہ فی الاصح لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہی یعنے ہر ایک کے لیے سجدۂ سہو کرنا چاہیے اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدۂ سہو کا ہی عید اور جمعہ مین دو اسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہی درر البحار مین ہم فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہی یعنے عید و جمعہ مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہی تو عجب نہین کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش مین پڑ جائین اسلیے متاخرین نے اختیار کیا ہی کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمون مین اولی ہی کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوتہ من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلوۃ قط بعد ما بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدًا اولی لانہ اکمل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ شک کرنا اُسکی عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ اُسنے کسی نماز مین کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونے کے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین اکثر مشائخ کذا فی البحر عن الخلاصہ شک اس بات مین کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کردے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر اولی ہی ایسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہی یعنی نماز کی تحریمہ کے اُٹھانے کے لیے ہی وان کثر شکہ عمل بغالب الظن اذ کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا کالسادسۃ بصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہوجایا کرتا ہو تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اُسکو گمان ہو اسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے بموجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمین حرج ہوگا ایسلیے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب اُسکو نہو تو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلاً تین اور چار مین اگر شک ہو تو تین یقینی ہین شبہہ چوتھی مین ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال کرے اُس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہوا ایسلیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو مثلاً اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہی یا اول اور گمان غالب اول ہونے کا ہی تو اول سمجھے اور اُسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہی تو عمل قعدہ ہوا اسیطرح دوسری رکعت کے آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار ظن غالب کے دوسری ہوا اسیطرح اگر غلبۂ ظن اول ہونے کا نہو تو اقل پر بنا کرنے مین یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہی مگر ترک واجب یا فرض کی مرتبہ ۱۲

سے اُسکو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی واعلم انہ اذا شغلہ ذلک الشک فتذکر قدر ادا دہ رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ ولا تسبیح ذکرہ فی الذخیرۃ وجب علیہ سجود السھو فی جمیع صور الشک سوا عمل بالتحری وبنی علی الاقل فتح تا نیز الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو وہ شک رہ کرے اور بقدر ادا کرنے ایک رکن کے سوچے اور شک کی حالت مین قرأت اور تسبیح مین مشغول نہو ذکر کیا ہی اسکو ذخیرہ مین واجب ہی اُسپر سجدۂ سہو کرنا سب صورتون مین شک کی لینے خواہ اُسنے عمل غالب پر ظن کیا ہو یا اکثر پر بنا کی ہو کذا فی الغنیہ سجدۂ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے یعنے غلبۂ ظن کی صورت مین اور امر یقینی کے اعتبار کرنے کی صورت مین اگر شک کرنے سے بقدر رکن تاخیر ہوئی ہو تو سجدہ کرے اور اُس سے کمتر فکر کرنے مین سجدۂ سہو نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن فی السراج انہ یسجد للسھو فی اخذ الاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن لیکن سراج مین ہی کہ وہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے مین مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبۂ ظن مین اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے ورنہ نکرے فروع مسائل ملتقط شارح کے اخیرہ عدل بانہ اصل اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اُسکو ایک عادل یعنی سچے آدمی نے کہ اُسنے چار رکعتین نہین پڑھین اور اُسنے شک کیا خبر کے سچے اور جھوٹے ہونے مین تو اُس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط ہم اور اگر نمازی کو یقین کہ مین نے پوری چار پڑھی ہین تو خبر کے قول پر لحاظ نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولھم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیون نے پس اگر امام کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیون کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ یہی صورت مین قوم اعادہ کرے کیونکہ اُنکے ظن مین اُنکی نماز فاسد ہی شک انہا ثانیۃ الوتر امام ثالثۃ قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب مین یہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہی یا تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اسمین بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول مین ہم قول اصح کا مقابل یہ ہی کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہی اور اُسکا جواب یہ ہی کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاط قنوت پڑھنے مین ہی کذا فی الشامی شک ہل کبر للاقتتاح اولا اوحدث اولا اوصابہ نجاسۃ اولا اومسح راسہ اولا اقبل ان کان اول مرۃ والا لا شک کیا کہ شروع کی تکبیر کہی یا نہین خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہین خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہین خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہین تو اگر یہ شک اول مرتبہ ہو تو از سر نو کرے ورنہ نہین ہم یعنی اول صورت مین نماز از سر نو پڑھے اور دوسری مین وضو کرے اور تیسری مین نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی مین مسح کرے اور اگر شک دل دفعہ نہو تو اُس شک کا کچھ اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم اثناء وضو یا نماز مین شک ہونے کا ہی اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہین واختلف لو شک فی ارکان الحج فظاہر الروایۃ البناء علی الاقل علیک بالاشتباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہی اس صورت مین کہ شک کیا حج کے ارکان مین اور ظاہر روایت ہی بنا کرنا اقل پر یعنے اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلاً چار پھیرے پھرا ہی یا تین تو تین پر بنا کرے اور تحکیم چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر مین کہ یقین شک سے زائل نہین ہوتا ہم ظاہر روایت کا مقابل یہ ہی کہ غلبۂ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اُسپر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہین اور بحر الرائق مین اس قول کو اکثر فقہا کیطرف منسوب کیا ہی کذا فی الطحطاوی

باب صلوۃ المریض

یہ باب ہی بیمار کی نماز کے احکام مین من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارضا سماویا فتاخر سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوۃ کی مریض کیطرف اضافت فعل کی ہو طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہو طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہی یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدۂ سہو سے ہونا مرض کا عذر آسمانی ہونے کے لحاظ سے سہو اور مرض دونون یکسان ہین اسلیے اس باب کو متصل سجدۂ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رہگیا سجدۂ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے تھا کہ سجدۂ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونون جزو نماز ہوتے ہین مگر صاحب مرض مین اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدۂ تلاوت پیچھے بیان ہوا کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان لم یقدر بالقیام ضررا یبیح قبلھا او فیھا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف زیادتہ او بطء برئہ بقیام وورم رأسہ او وجد لقیامہ الم شدید او کان لو صلی قائما سلس بولہ او قدر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا او لو مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالھیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام نہ کر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنے عذر حقیقی کے

باب صلوۃ المریض

اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھکر درست ہو یہ ہو کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتوی ہی یہ دشواری قیام کی پہلے فرضوں سے ہو یا خود فرضوں کے اندر خواہ قیام نہوسکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اُسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومنا اپنے سر کا یا پاوے اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہوکر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہوجائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہوجائیگا چنانچہ باب صفۃ الصلوٰۃ مین گذر چکا تو وہ شخص بیٹھکر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اُسپر لازم ہی قول مختار کے موجب اور بیٹھے جسطرح چاہے بموجب روایت مذہب کے اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولی ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اُسپر ضرور نہین ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونون صورتون مین حقیقی ہی اور یہ دونون لفظ صفتین عذر کی ہین جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر صدہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف پھیری جاوے تو ہو نہین سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہی کہ جسکے بدن مین آنے سے اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیرین تب بھی نہین بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام مین یہ ہی کہ کھڑا ہو تو گر پڑے مان جس عذر سے نماز بیٹھکر مباح ہی اُسکی طرف پھیر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہی کذا فی الشامی ومختصر آدفال زفر کالمتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفر نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہین کہ اسی پر فتوی ہی ہم تبیین الخ خلاصہ مین اسپر فتوی مذکور ہی اسوجہ سے کہ مریض ایسا بیٹھنا آسان ہی شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہی بلکہ آسانی تو اسمین ہی کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہی حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر ہو کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اُسکو سہل معلوم ہو اُسطرح بیٹھے اور تشہد مین التحیات کی وضع ہوجائے برکوع وسجود نماز پڑھے بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہی اُنکو ناقص کرنا نہین چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام دلو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر نہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہوسکے تو کھڑا ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہی یعنے جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہی اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اُسکو حکم کیا جائے کہ تکبیر تحریمہ کھڑا ہوکر کرے اور جسقدر قرات کھڑا ہوکر پڑھ سکے اُتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے درہی مذہب صحیح ہی اسکے خلاف ہوا ہے ائمہ سے مروی نہین اور اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہی کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے سے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اُسکی نماز کافی نہوگی اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر مین بیٹھکر نماز پڑھنے لگتے ہین اور یقینا بقدر دو چار آیتون کے کھڑا ہونے سے اُنکو کچھ ضرر نہین ہوتا اُنکی نماز نہین ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پانون چلکر آتے ہین اور فرض نماز مین بیٹھکر کرنیت باندھتے ہین پس اسکا یاد کرنا ضرور ہی کہ لوگ اس سے غافل ہین وان تعذر الیس تعذر ہما طایل تعذر السجود کاف لا القیام او ما ربالمرفاعدا دہو فضل من الایماء قائما تقریبہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع اور سجدہ دونون نہوسکین تو اشارہ کرے بیٹھکر اور بیٹھکر اشارہ سے پڑھنا افضل ہی کھڑے ہوکر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہی اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اُٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اُسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہی شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونون کا متعذر ہونا شرط نہین بلکہ سجدہ کا نہوسکنا اشارہ کے لیے کافی ہی نہ قیام کا متعذر رہنا اور آوما ہمزہ سے ہی یعنے ممہوز اللام ہی شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہی ضمیر منفصل وان تعذر آپر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اُٹھانا یا اپنے رہنا مکروہ تحریمی ہی لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت ام سلمہ نے بیماری کی حالت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہین فرمایا فان فعل بالبنا للمجہول ذکرہ العینی وہو یخفض رأسہ للسجود اکثر من رکوعہ صحح علی انہ ایماء لا سجود والا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اُٹھائی جاوے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی

متصور ہو گا نہ سجدہ مگر اُس صورت مین کہ پاؤ سے زمین کی سختی تو سجدہ ہی ہو گا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو صحیح نہو گا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغۂ مجہول کے ذکر کیا ہی اسکو عینی نے مم جلی نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرر نہین بلکہ ماتن کا قول وَلَا یرفع ظاہر اسیکا مقتضی ہی کہ بصیغۂ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہو گا اسکے یہ معنی کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کرنیوالا اُسکا اقتدا کریگا تو جائز نہو گا اور سر کو پست نکرنے کی یہ صورت کہ کوئی چیز اُٹھا کر سجدہ کے لیے سر کو لگائے بالکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہو گا کذا فی الشامی وان تعذر القعود دلو حکما او مارستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ نحو القبلۃ غیر انہ ینصب رکبتیہ للکراہۃ مدار الرجل لا لے القبلۃ ویرفع رأسہ یسیرا لصیر وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ الیہا والاول افضل علے المعتمد اور اگر دشوار ہو نمازی کو بیٹھنا اگرچہ حکمی تعذر ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونون پاؤن قبلہ کی جانب کرے لیکن گھٹنون کو کھڑا کرے بسبب مکروہ ہونے پاؤن پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور بھارے سر اپنا تھوڑا سا اتنا کہ ہو جاوے اُسکا چہرہ قبلہ کیطرف یا لیٹے داہنے یا بائین کروٹ پر اور مُنھ کرے قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہی قول معتمد کے بموجب ہم حکما نہ بیٹھ سکنے کی مثال یہ ہی کہ مثلا طبیب نے کہدیا ہو کہ ایک یا دو دن لیٹے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک کر دینا اور لیٹ کر اُبھارنا اسلیئے تاکہ سامنے بیٹھنے والے کے ہو جاوے ورنہ اشارہ رکوع اور سجدہ کا لیٹے ہوئے تنہ رستون سے بدقت ہوتا ہی چہ جائیکہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہ ہی کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہین مگر اُس صورت مین کہ چت لیٹنا ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء برأسہ وکثرت الفوائت ہان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جاوے اور فوائت بہت ہو جائین اسطرح کہ بڑھجاوین ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہی اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھی جاتی ہی قضا ظاہر روایت مین اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہی جیسا کہ ظہیریہ مین ہی اسلیئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہین ہم یہ مسئلہ چار طرح پر ہی اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اُسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت مین بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہین دوسرے یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورت مین نماز قضا پڑھے اجماعا تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بنی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونون صورتین محل اختلاف ہین ظاہر الروایۃ مین قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہی اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس مین ترجیح عدم قضا کو دی ہی اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند العجز بالاولے ولما یفید فی ظاہر الروایۃ بدائع اور بتلا دیا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے اُن نمازون کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایۃ مین کذا فی البدائع م یعنے جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہین تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جائینگے مثلا استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت بخاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی ہین ہان وقت ساقط نہین ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا کیونکہ ایما کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہی اور اُس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انھین کی ذیل مین اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبہ علی المریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہا بتیقن غیر ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہتا ہو کہ ستون اور سجدون کا شمار سبب اونگھ کے کہ اُسکو لاحق ہوتی ہی تو اُسپر ادائے نماز لازم نہین اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہیے کہ کافی ہو اُسکو کذا فی القنیہ م اسمین یہ اعتراض ہو کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہی اور وہ مفسد نماز ہی تو کافی کیسے ہو گا اسکا جواب یہ ہو کہ یہ تعلیم و تعلم نہین بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہی جیسے بیچ کا شخص بڑے مجمع مین امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسرون کو پہونچاتا ہی کذا فی الشامی ولم یوم بعینہ وقلبہ وحکما جبہ خلافا لزفر رحمہ اللہ اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رح کے کہ اُنکے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اُس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اُس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر رض کی ہو کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اُسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہی کذا فی البحر ولو عرض لہ مرض فی صلوتہ تیمم بما قدر علے المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اُسکی نماز مین تو تمام کرے نماز کو اُن افعال سے جسپر قادر ہو قول معتمد کے بموجب یعنی

خواہ جھک کر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز اولیٰ ہی تو ادنی کی بنا اعلی پر درست ہی کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ نماز سر نو پڑھے کذا فی الحلبی ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلے بالایما فصح لا بنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاے یعنے رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاے تو بنا کرے مگر اُس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو ہم بنا نہ کرنے کی وجہ یہ ہی کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز بناؤہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز سر نو پڑھے قول مختار کے موجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہی بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتکاء علی شئی کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہوا الاصح وکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ ٹھکنے کے بدون کراہت کے اور بدون ٹھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہی کہ ایک طرح کی بے ادبی ہی اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال مین یعنے عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہی ذکر کیا ہی اُسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہی کہ بدون عذر مکروہ ہی اور قول اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اُسکو بیٹھکر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہوگا کذا فی الشامی یصلے الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واسار وقالا لا یصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھکر بدون عذر کے تو صحیح ہی بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہی کذا فی الطحطاوی اور بُرا کیا کہ بیٹھکر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہی کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے ہی صحیح تر قول مین ہم لیے اسمین فرض بیٹھکر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہی کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہی کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اُسکا حکم زمین کا سا ہی اور اگر ٹھہری نہوگی تو اگر نمازی اُسپر سے کنارہ پر اُتر سکتا ہی تو فرض درست نہونگے نیچے اُتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہی اور اگر اُتر نا ممکن ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہی کذا فی الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یجریہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اُسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری کے ہی اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہی یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھکر جائز ہی اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکذا رداۃ اور لازم ہی قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہی کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہی کہ قبلہ عاجز شخص کے حق مین وہی ہوتا ہی جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام فوقانی فلکین مربوطتین صح والا لا اور اگر امام ہو ایک قوم کا دو کشتیون بندھی ہوئی مین تو صحیح ہی ورنہ صحیح تبین ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہی کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے نہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہی کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو لفرع من سبع اوقات یوما ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ فان لافاقۃ وقت معلوم قضی والا لا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازین قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اُسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مغلظا دن رات بیہوش رہتا ہی مگر صحیح کو ہوش مین آتا ہی تو اول کی بیہوشی بیکار ہو گی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوش کا معین نہین یکایک ہوش بیخ جاتا ہو تو اس ہوش کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی زال عقلہ بمنع او خمر او دواء لزمہ القضاء وان طالت لانہ یضع العباد کالنوم زائل ہوئی عقل نازی کی بوٹی یا شراب یا کسی دوا سے تو اسکو قضا پڑھنا پڑے عقلی کے وقت کی نازون کا لازم ہو اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو اسلیے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہو مثل سو رہنے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط نہین ہوتی اسی طرح کچھ کھا کر بیہوش ہونے سے ساقط نہوگی ہم بیخ بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہو جو نیند لاتی ہو سوائے بھنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہو ولو قطعت یداہ ورجلاہ من المرفق والکعب ولوجہہ جراحۃ صلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید ہو الاصح وقد ترفع التیمم وقیل لا صلوۃ علیہ وقیل یلزمہ غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہون دونون ہاتھ نازی کے کہنی سے اور دونون پانون ٹخنے سے اور اسکے چہرہ مین زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور انکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہو اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم مین اور بعضون نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہین اور بعضون نے کہا کہ اسپر لازم ہو دھونا کٹی جگہ کا کام یہ دونون قول مقابل قول اصح کے ہین اور لزوم غسل اس صورت مین ہو کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لمحقہ شارح کے امکن الفراغ الصلوۃ بالایاء بلا عمل کثیر لزمہ الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہین قضا لازم ہو ہم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امرہ الطبیب بالاستلقاء للنزع الماء من عینہ صلی بالایاء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس حکم کیا نازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہو یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہو ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہو ہم نزع بفتح نون وسکون زا معجمہ وعین مہملہ یعنی نکالنا اور بعض نسخون مین بزغ ہی بفتح موحدہ وسکون زا معجمہ وغین معجمہ یعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تختہ شباب نجستہ وکلما بسط تنجس من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم تنجس الا انہ ملحقہ مشقۃ بتحریکہ ایک بیمار ہو جسکے نیچے نجس کپڑے ہین اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہو فوراً ناپاک ہو جاتی ہو تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہون مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز انھین ناپاک کپڑون مین پڑھے کہ اسکے حق مین پاک ہین واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہی سجدۂ تلاوت کے احکام مین من اضافۃ الحکم الی السبب سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہو طرف اپنے سبب کے م طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہو نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے یا جائے تجب بسبب تلاوۃ آیۃ اے اکثرہا مع حرف السجدۃ من اربع عشرۃ آیۃ اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی وجب ہی ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتون سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہی لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ سجدون مین سے چار قرآن مجید کے نصف اول مین ہین اور دس نصف دوم مین ہم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا بچے کہے تو سجدہ واجب نہوگا اسی طرح ساری آیت مین سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہی خواہ تلاوت آیت نماز مین ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہی کہ سجدۂ سورۂ نمل مین رب العرش العظیم پر اور سورۂ ص مین حسن مآب پر اور حم سجدہ مین لایسامون پر ہی اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہی مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس سے لایسامون پر مروی ہو اسلیے احتیاط اسی مین ہی کہ لایسامون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین ایک آیت کی تاخیر مضر نماز نہین اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہو اور یہی دلیل سورۂ ص مین بھی ہو گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہی منہا او لے الخ اما ثانیتہ فصلوٰیتہ لا قرانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی رح واحمد رح ولنفی مالک رح لسجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا ہی اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اُس سے نماز کا سجدہ ہی بسبب متصل ہونے اُس سجدہ کے رکوع سے اور ایک سجدہ سورہ ص کا ہی بخلاف امام شافعی اور احمد رح کے کہ اُنکے نزدیک سورۂ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ شمار سجدہ کا اُنکے نزدیک بھی چودہ ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل صورتون مین سجدہ نہین لیتے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور اقرا مین اُنکے نزدیک سجدہ نہین تو اُنکے نزدیک تعداد گیارہ ہو م اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اُسنے سورہ حج کے دوسرے سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہی اور خارج نماز اگر سنیگا تو اُسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہی سجدۂ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نہ پایا جاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہی پڑھنے والے کے سوا دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اُسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہی تو معذور ہی تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہی او بشرط الاتمام م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہی او بشرط الاتمام ای الاقتداء بمن تلا ہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضر ہا للمتابعۃ یا سجودہ تلاوت واجب ہی بشرط مقتدی ہونے کے اُس شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہی سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ کے پڑھنے کے وقت لیکن گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہی بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہی کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیۃ شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فاء سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتدار کے موافق ہوتا او لو تلا ہا المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لانے الصلوٰۃ ولا بعد ہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم لیئے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اُسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان العجز ثبت للغیر فلا یعد وہم حتے لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک لینے قرات کی مانعت ثابت ہوئی ہی معین شخصون کے لیے تو اُسنے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین داخل ہوگا اُسکے ساتھ تو اُسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا م خارج سے مراد وہ شخص ہی کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اُسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اُسکو مانعت قرات کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہی جو شرح منیہ مین ہی کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علی من تلا فی رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للعجز فیہا عن القراۃ اور نہین واجب ہی سجدہ اُس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات مین واسطے مانعت کے ان ارکان مین قرات سے م اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہو اور نماز کے اندر اُسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہی کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرات کی روک ہی اور امام کا تصرف اُسپر جاری اسلیے اُسکے تصرف کا اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرات سے ممنوع ہی مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُسپر واجب ہوتا ہی ویسا ہی یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہی بشروط الصلوٰۃ المتقدمۃ خلا التحریمۃ دنیۃ التعیین سجدہ واجب ہی ساتھ

شرطون نماز کے جو پہلے گذرین یعنے طہارت اور ستر عورت اور قبلہ رخ ہونے کے ساتھ سوار تحریمہ اور نیت تعیین کے یعنے سجدہ کے لیے جدا تحریمہ کرنا اور یہ کہ فلان آیت کا سجدہ ہی شرط نہین مگر یہ نیت کہ یہ سجدہ تلاوت ہی اُسکے مشروط ہونے مین کلام نہین ویفسدہا ما یفسد ہا ورکنہا السجود ادبدلہا کرکوع مصل وایما مریض وراکب اور فاسد کرتی ہی سجدۂ تلاوت کو وہ چیز جو نماز کی مفسد ہی یعنے دانستہ حدث اور قہقہہ اور کلام سے فاسد ہوجاتا ہی اور اُسپر اعادہ اُسکا واجب ہی شامی نے کہا کہ عورت کی محاذات سے فاسد نہین ہوتا اور سجدۂ تلاوت کے اندر قہقہہ سے وضو نہین جاتا اور رکن اُسکا سجدہ کرنا ہی یا بدل سجدہ کا جیسے رکوع کرنا نماز پڑھنے والے کا اور اشارہ بیمار کا اور اشارہ سوار کا مع رکوع مین نمازی کی قید اسلیے لگائی کہ خارج نماز اگر سجدہ کی جگہ رکوع کریگا تو کافی نہوگا اور بیمار اگرچہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑھے اور بیماری مین اشارہ سے ادا کرے جائز ہوگا اور سوار پر سجدہ اگر حالت سواری مین شہر کے باہر واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہوجائیگا گو بیچ مین اُتر پڑا ہو اور اگر سجدہ واجب زمین پر ہوا ہو تو اُسکا ادا کرنا سواری پر کافی نہوگا کذا فی الشامی وہی سجدۃ بین تکبیرتین مسنونتین جہرا وبین قیامین مستحبین بلا رفع یدو تشہد وسلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہی درمیان دو تکبیرون مسنون کے پکار کر یعنے ایکبار اللہ اکبر کہے سر رکھنے کو اور دوسری بار اُٹھانے کو اور اکیلا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کرے کہ اورون کو آواز جاوے اور درمیان دو مستحب قیام کے یعنے کھڑا ہوکر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہوجانا مستحب ہی بدون ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت اور بدون التحیات اور سلام کے وفیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدۂ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہی صحیح ترقول مین یعنے سبحان ربی الاعلے تین بار کہے م فتح القدیر مین کہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہی اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلے کہے یا یہ دعا پڑھے جو احادیث مین وارد ہی سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ الخ چنانچہ ہے باب صفۃ الصلوۃ مین لکھا ہی علے من کان متعلق بتجب اہلا لوجوب الصلوۃ لانہا من اجزائہا اداءً کالاصح اذا تلاہا او قضاءً کالجنب والسکران والنائم واجب ہی سجدۂ تلاوت اُس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اُسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑھے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اُسوقت اہل نہ ہو دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علے من متعلق ہی تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدۂ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہی لیے جس صورت مین کہ ایت نماز کے اندر پڑھی جاوے تو یہ سجدہ جزو نماز ہوجاتا ہی ہم متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اُسکی عقل قائم رکھی گئی تاکہ اُسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑھے اور بعد جاگنے کے اُسکو کوئی خبر دے تو اُسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ سجدہ لازم ہی اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور مدہوش سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اُسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا اہلا لہا پس نہین واجب ہی سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض ونفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھین یا سنین اسلیے کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اُسوقت پر اور نہ اُسکے بعد اور ایک نسخہ مین لہا ہی یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین وتجب بتلاوتہم یعنے المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم الاہلیتہ اور واجب ہی سجدۂ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑھنے سے سوا اُس مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اُسکے پڑھنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہی یعنے اُسکے پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی حالانکہ وہ خود اہل نہین ہی اور مطبق بکسر باء موحدہ سے یہان وہ مجنون مراد ہی جسکو چھ نمازون یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونہ فکان یوما ولیلۃ او اقل تلزمہ تلاوۃ سمع وان کثر لا تلزمہ

بل تلزم من سمعہ علی ما حررہ ملا خسرو لکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوے الصغری والجوہرۃ فلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اُسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہوجائے تو سجدہ خود اُسپر لازم نہین بلکہ اُس شخص پر لازم ہی جو اُس سے آیت سجدہ کو سننے موجب اُس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اُسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر دربارۂ مجنون کے اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوے صغرے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے م شرنبلالی نے کہا ہی کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ واجب نہین کذا فی الشامی لانجب لسماعہ من الصدی والطیر ومن کل تال حرفا دلا بالہجی اشباہ ولا من الموتم لو کان السامع فی صلوۃ الموتم بخلاف الخارج کما مر نہین واجب ہی سجدہ بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہین واجب ہی پرندسے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ متن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے یہان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہی بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اُسکے ساتھ والا بخلاف خارج کے نماز مقتدی سے کہ اُسپر واجب ہوگا چنانچہ بیشتر گذرا وہی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا وتکفیہ ان یسجد عدوما علیہ بلا تعیین و یکون موديا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتہ علی الفور یصیر ورہتا جزمنہا دیا تم تیا خیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام فتح وسجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اُسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابویوسف کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدۂ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہوجانے اُس سجدہ کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اُسکو قضا بجالائے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی قران پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اُسپر ہون اُسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو دیگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ قضا ہوجائین اور ساقط ہوجاتا ہی سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی تو اُسپر سے سجدہ ساقط ہوجائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہے الصواب وقولہم صلوتیۃ خطاء قالہ المصنف لکن فی المنایۃ انہ خطاء مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر پھر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوۃ کہنا درست ہی اور اُسکی جگہ فقہا کا قول صلوتیۃ کہنا غلط ہی کہا ہی اُسکو مصنف نے مگر منایہ مین ہی کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح مکرر ہی سے کیونکہ اُنکی غرض صرف احکام کا بتلانا ہی اُن الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون ہم وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یون ہی کہ تا، تانیث کو حذف کردیتے ہین پھر اگر الف آخر مین ہو تو اُسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلوتیۃ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اُسمین نہ تا کو حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن سمعہا من امام وہو بافتدائہ بہ فاتتہ بقبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو اتم بعدہ لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز شبہا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجد ہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخرے علی ما اختارہ البزدوی وغیرہ وہو ظاہر المذہب

اور جو شخص سنے آیت سجدہ کو امام سے اگرچہ وہ امام اسی مقتدی کی اقتدا سے ہوگیا ہو لیعنے اول اکیلا پڑھتا تھا پھر اُس شخص نے اُسکے پیچھے اقتدا کیا اور اس وجہ سے امام ہوگیا پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے پہلے اس سے کہ امام سجدۂ تلاوت کرے تو وہ شخص امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اُسکا قہقہہ بعد سجدہ کرنے کے اُسی رکعت مین کرے تو سجدہ نہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے ایسا ہی مطلق بیان کیا ہو کنز مین اصل کی تبعیت سے یعنی اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہین ہو سکتا اور نماز کے اندر امام کی مخالفت نہین ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے نکیا یہ اُس رکعت مین نہ دوسری مین تو سجدۂ تلاوت کرلے اور اسی طرح اگر اقتدا کرے دوسری رکعت مین تو سجدہ کرے مگر بعد نماز سے فارغ ہونے کے بموجب اُس قول کے کہ اختیار کیا ہو اُسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی ہو ظاہر ہدایہ کا حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے سُنے تو اگر اُسکا اقتدا نہ کرے خارج رہے تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اُسی رکعت مین جسمین امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اُسکے ساتھ سجدہ کرلے ورنہ اُسپر سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت مین اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطاً ولو تلاہا فی الصلوۃ سجد بہا فیما لا خار جہا لما مر اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اسکے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہو وفی البدائع واذا تم فعلیہ اتم فتلزمہ التوبۃ اور بدائع مین ہو کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نہ کریگا تو گنہگار ہوگا پس لازم ہوگی اُسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہین تو گناہ ثابت ہوگیا اور اُس سے مخلصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوۃ لغیر الحیض فلو بہ تسقط عنہا السجدۃ ذکرہ فی الخلاصۃ فیسجد بہا خارج جہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلوۃ مگر جبکہ فاسد ہو جاے نماز سواے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرلے خارج نماز سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور سوا حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہو اُسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجد بہا لم یعد بہا ذکرہ فی الفقیہ ویخالفہ ما فی الخانیۃ تلاہا فی نفل فافسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علی ما اذا کان بعد سجود بہا اور اگر فاسد ہوئی نماز بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہو اُسکو فقیہ مین اور اُسکے مخالف ہو وہ جو خانیہ مین ہو کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل مین پھر نفل کو فاسد کردیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ فساد نماز کی صورت مین سجدہ خارج نماز نہ کرے اور متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاے مسئلہ خانیہ کا اُس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت مین ظاہر ہی کہ سجدہ کا اعادہ نہوگا چنانچہ شارح نے فقیہ سے نقل کیا ہو ولو تلا وہی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوۃ وسجودہا فی الصلوۃ وکذا فی خارجہا بنوب عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ لہا اے للتلاوۃ اور ادا ہو جاتا ہو سجدۂ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے سواے رکوع نماز کے اور اُسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہو رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے ہین کذا فی البزازیہ ہم صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اُسکے لیے رکوع کیا سواے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سواے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح خارج نماز مین رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا مگر رکوع مین یہ شرط ہو کہ فوراً ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح اور ادا ہو جاتا ہو سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہوے ایک آیت کے پڑھنے سے بیشتر یا دو آیتون سے اور اسی طرح تین آیتون سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحر الرائق مین ہی اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر مغنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اسکے بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدۂ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا دتودی یسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع اور ادا ہوتا ہی سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح لیکن فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہی بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہی ہی کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہی کہ رکوع معہ قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہوسکتا ہی ولو اٰنا فی رکوعہ ولم ینوا الموتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیہ و ینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدۂ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اُسکے مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہی اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو رکع وسجد لہا فورًا تاب بلا نیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدۂ تلاوت کے ہوجائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کچھ نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزاتہ عنہما ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ اقتدی برکعۃ تامۃ اور اگر سجدۂ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدۂ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اُسکو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اُسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہی ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا خیر صلوتیہ بل یسجد بعد ہا لسماعہ من غیر مجوز اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنتا مثلاً مقتدی سے تو اُسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا تادی بہا الکامل واعادہ اے اسجود للامام الا اذا تلاہا المصلی غیر الموتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اُسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہی بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہی اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اُسکو لازم ہی اور اس بات کا مقتضی ہی کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہی اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمنا پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہی نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُسوجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اُسکو نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدۂ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہی اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ بیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی ودونہا اے الصلوۃ لان زیادۃ مادون الرکعۃ لایفسد الا اذا تابع المصلی التالی فقد متابعتہ غیر امام ولا یجزیہ عما سمع بخلیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک رکعت سے کم کا مفسد نماز نہین تو صرف ایک سجدہ کی زیادتی مفسد نہوگی ہان اگر پیروی کرے نماز پڑھنے والا تلاوت کرنیوالے کی یعنے جب تلاوت کرنے والے نے سجدہ کیا اُسی وقت نمازی نے اُسکے ساتھ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی بسبب متابعت کرنے نمازی کے اُس شخص کی جو اُسکا امام نہین اور یہ سجدہ نمازی کا اُسکو سنتے ہوے سجدہ کی طرف سے کافی نہوگا کذا فی التجنیس وغیرہ وان تلا امامی فی غیر الصلوۃ فسجد ہا ثم دخل فی الصلوۃ فلا یاتی بہا سجدۃ اخری ولو لم یسجد الا لکفتہ واحدۃ لان الصلاتیۃ اقوی من غیرہا فتتبع غیرہا وان اختلف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ کرلیا پھر نماز مین داخل ہوا اور اُسی آیت کو نماز مین پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ اُسکو کافی ہی اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہی تو اپنے غیر کو اپنا تابع کرلیگا اگرچہ مجلس بدلجائے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ مین صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الائق مین مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہی ایک سجدہ کافی ہونے کے لیے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ مین پڑھی اور نماز مین پھر اُس آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے کا سجدہ ساقط نہوگا اُسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوۃ سقطتا فی الاصح واثم کما مر اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونون سجدے ساقط ہونگے صحیح تر قول مین اور گنہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب مین ہم اور ایک قول یہ ہی کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہی کہ دونون ساقط ہین اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہی داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررہا فی مجلسین تکررت وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفتہ واحدۃ وفعلہا بعد الاولی اولی قنیہ وفی البحر التاخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسون مین تو سجدہ مکرر ہوجائیگا اور ایک مجلس مین مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہی اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہی بسبب جلد بجالانے عبادت کے کذا فی القنیہ اور بحر الرائق مین ہی کہ تاخیر مین زیادہ احتیاط ہی ہم قاعدہ یہ ہی کہ وجوب سجدہ کا تین باتون مین سے ایک کے باعث مکرر ہوجاتا ہی اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتون کا ہی یعنے اگر ایک ہی مجلس مین مختلف آیتین سجدہ کی پڑھیگا یا سنے گا تو تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہی ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے مین دو قدم سے زیادہ چلکر پہونچے اسمین یہ شرط ہی کہ دونون مکانون کو ایک حکم نہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہون کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہی پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر کے کئی کونون مین پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہی وہ یہ ہی کہ دونون دفعہ کے پڑھنے کے درمیان مین عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت مین بھی سجدہ مکرر ہوجائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھالیا یا ایک دو قدم چلا پھر اُس آیت کو پڑھا تو سجدۂ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب نہین دوسرا سجدہ کرنا اُس جگہ جہان ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعاً للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور اصل یہ ہی کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہی یعنے ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہوجاتا ہی واسطے دور کرنے حرج کے یعنے ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے مین سکھانے والون اور سیکھنے والون پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہی کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنے ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس مین مکرر پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اُسی کو اُسی مجلس مین دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یحصل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سببا والباقی تبعا لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا شنیع اور وہ یعنے مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہی سبب مین اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبارگی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتین اسکے تابع ہونگی اور سبب مین تداخل کنا لائق تر ہی عبادت کے لیے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اُسکے سبب کے برا ہی ہم حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ مین ہم تداخل حکم مین نہین کرسکتے کیونکہ اُسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہی کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک حالانکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہو اسلیے ہنے سب سببون کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہی علم تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لانکرر سے سمجھا جاتا ہی لاتداخل فی الحکم بان یکفی کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فقد اخلت السجدات فانکفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ لانہا للزجر وہو یتیسر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہین تداخل ہی حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجائین اور اکتفا کیجائے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہی سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر کے لیے ہوتی ہی اور آدمی ایک سزا سے زجر پاجاتا ہی اور مقصود حاصل ہوجاتا ہی اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم لیسنے سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہی اُنکی بنا دفع اور عفو پر ہی تو اُنکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہی اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہی کہ معاف کردے اسلیے اُنمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہوجائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب عما قبلہا وعما بعد ہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتے لو زنی محمد ثم زنی فی المجلس حدا نیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان تداخل سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدۂ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑہی اسطرح کہ تین بار پڑہ کر سجدہ تلاوت کرلیا پھر دو بار پڑہی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہی سبکی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اُسکے بعد کی اُسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب کے بعد ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدۂ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلی صورت مین اگر پانچون تلاتون کو جدا جدا سبب قرار دو اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہوگیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑہا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہی کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اُسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسدار الثوب ذاہبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرہ الے آخر وبحمہ فی نہر او حوض تبدیل للمجلس او الآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخرے بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کالکل بفتحتین وتیمم ورد سلام وکذا دابۃ یصلے علیہا للان الصلوۃ تجمع الاماکن ولولم تصل تتکرر اور تاتا تنا کپڑے کا جانے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا اُسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہی مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلاً تانتنے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑہے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑہی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلاً سننے والے نے اُسی آیت کو ایک شاخ پر سُنا اور اُسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سُنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو قدمون کا کھانا بیچ مین دوبار کی تلاوت کے اور کھڑا ہوجانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑہتا ہو تو مجلس دو نہوگی کیونکہ نماز اُن مجالس کو ایک کردیتی ہی اسلیے کہ اختلاف مکان کی صورت مین نماز فاسد ہوجاتی ہی تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑہتا ہو تو سجدہ مکرر ہوجائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہی تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہی اور پڑہتا ہی کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون تال حتے لو کرر ہا راکبا یصلے وغلامہ یمشے تتکرر علے الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی یہانتک کہ اگر مکرر پڑہا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑہتے ہوے اور اُسکا غلام پیادہ چلتا ہی تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

لا تکرر فی مجلسہ وھو تبدل مجلس التالی دون السامع علی المفتی بہ وفائدۃ ترجیح بیتہ السماع نہین مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اُسکے مجلس مین یعنے تلاوت کرنیوالے کی مجلس کے بدلنے اور سننے والے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول مفتے بہ پر مثلاً تلاوت کنندہ پڑھتا جاتا ہی اور سننے والا ایک جگہ بیٹھا ہی تو سننے والے پر بشرط اتحاد آیت کے سجدہ مکرر نہوگا اور یہ یعنے مکرر ہونا سجدہ کا سامع پر اُسکی مجلس کے بدلنے سے پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اُسکی مجلس کے متحد رہنے سے دوسری صورت مین اس بات کا مفید ہی کہ سننے کے سبب ہونے کو ترجیح ہو یعنے اگر تلاوت سبب سجدہ کا ہوتی تو اس صورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا تو وہ بھی تلاوت کنندہ کیطرح ہو جاتا اور جب ایسا نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہی نہ شرط جیساکہ بعض فقہانے کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہی متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلیے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ہم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدۂ تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت مین سجدہ مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمتہ الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہی کہ اگر تین سے زیادہ ہو تو اُسکا جواب نہوے کذا فی الخلاصۃ ہم اصح کا مقابل یہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ کہ دس بار کہے اور ایک ہی کہ جتنی بار چھینکے اُسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقراۃ باقی السورۃ لان فیہ قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف ماموربہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہی چھوڑ دینا آیت سجدہ کا اور پڑھنا باقی صورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے مین عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اُسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اُسکی عبارت وترکیب کے اتباع کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہی ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی (فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ) یعنے جب ہم اُسکو پڑھین تو پیروی کر اُسکے تالیف کی کذا فی البحر لا یکرہ عکسہ ولکن تندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا والدفع وہم التفصیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالے نہین مکروہ ہی اُسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت یا دو آیتون کا اسکے ساتھ خواہ پیشتر ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہی اور ون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سے کہ اللہ تعالے کا کلام ہی ایک رتبہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اُنکے شامل ہونے کے اللہ تعالے کی صفات پر واسحسن اخفاہا من سامع حیث تتہیا السجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجدہ کا اُس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہوم یعنے اگر سننے والا بیخبر ہو یا اُسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اُس صورت مین کہ سننے والے کا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبہا علی متشاغل بفعل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجرا لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالے فنزل سامعا لانہ بعرضہ ان یستمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے مین اُس شخص پر کہ کام مین مشغول ہو اور آیت کو نہ سنے اور راجح ہی سجدہ کا واجب ہونا اُسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام مین مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ سننے کے موقع پر ہی وہم منح الغفار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلیے کہ سننا جو شرط ہی وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسرے پر وہ

پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنے اُنمین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اُسکو نہین سنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ آیۃ السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالے ما ہو ظاہرہ انہ یقرأہا ولائم یسجد بخلاف ان یسجد الکل بعد قرأتہا ومن غیر مکروہ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے اُنمین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالے اُسکو اُسکے حادثہ سے بچا دیگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اُسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا مکروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اُس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو مکروہ تنزیہی ہو اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند سورتین ملا کر پڑھے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بالفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجملۃ یعتقد وہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہونا ہی پر فتوی ہی مگر وہ مکروہ ہی نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت یہونچاوے اُسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہو سجدۂ شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اُسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدۂ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جدا گانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ جاہل اُسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہووے نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اُسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کر لین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا دیکرہ للامام ان یقرأ ہا فی مخافتہ ونحو جمعۃ وعید لان یکون بحیث تودے برکوع الصلوۃ وسجودہا اور مکروہ ہی امام کو کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ اُخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتون کے نہ پڑھے فورا رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اُسکو سلام کے بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی المجتبی ولو تلا علی المنبر سجدہ وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اُسی جگہ کرلے ورنہ منبر سے اُتر کر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہووہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیۃ

باب صلوۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ التی الی شرطہا او محلہا اضافت صلوۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اُسکی شرط کے یا اُسکے محل کے ہم یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اُسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی والایخفی ان التلاوۃ عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا بعارض فلذا اخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش انیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

باب صلوۃ المسافر

مناسبت

مناسبت تو یہ ہے کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدۂ تلاوت کی یہ ہے کہ تلاوت میں اصل یہ ہے کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً نمود اور شہرت کے لیے پڑھنا یا حالت جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت ہے اور سفر اصل میں مباح ہے مگر کسی وجہ سے عبادت بھی ہو سکتا ہے جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہے جیسے رہزنی کے لیے سفر کرنا تو جو چیز اصل میں عبادت ہے وہ مقدم ہے اُس پر جو اصل میں مباح ہے اور الاعراض المستثناۃ عبادت اور مباح دونوں سے کذا فی الشامی وسمی بہ لانہ یسفر عن اخلاق الرجال اور سفر اسلیے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مردوں کے اخلاق کو ہم یعنے سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں اور چونکہ سفر اصطلاحی میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں اسلیے سفر کہا گیا یا یہ کہ روئے زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہے اُس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر سافر کے معنی میں ہے مشارکت کے لیے مستعمل نہیں اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ من جانب خروجہ وان لم یجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی قامت کی جگہ کے گھروں سے یعنے اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نہ کیا ہو اسطرح کہ کوئی محاذی مثلاً سیدھ میں پڑنا ہو مرغزن کی آگے آتی ہے یعنے وہ دو پڑھے چار رکعتوں والے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گھر ہیں تاکہ خیمہ میں رہنے والے بھی شامل رہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں اُس طرف کا اعتبار ہے جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا تو جبتک اُس سے باہر نہ ہو جاوے قصر نکرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ اُنمیں بعض اوقات لوگ اگر رہتے ہوں یا رکھوالوں کی جھونپڑیاں ہوں وفی الخانیۃ ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوۃ ولیس بینھما مزرعۃ یشترط مجاوزتہ والا فلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونوں کے درمیان کھیت نہ ہو تو اُسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہے ورنہ شرط نہیں ہم فنا شہر اُس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً گھوڑوں کے پھیرنے اور مردوں کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہ ہو تو قصر کے لیے شرط ہے کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ بفتح معجمہ ۶۰۰ ہاتھ سے ۹۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی قاصدًا ولو کان قاصدًا طواف الدنیا بلا قصد لم یقصر مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیھا مع قصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلنے قصد کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدون قصد سفر کے وہ قصر نہ کرے یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نہ کرے فصد کرے سفر تین دن کا مع اُنکی راتوں کے برس کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک ہم شامی نے کہا کہ لیالیھا کا حذف کرنا مناسب ہے کیونکہ جانا دن کا مع رات کے معتبر نہیں ہاں اگر دن کی جگہ رات کا ہو تا تو بہتر ہوتا یعنے نیت سفر تین دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے مراد اُن ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنے جنمیں دن بہت چھوٹے نہ ہو جاتے ہوں جیسے بلخ میں دن چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹے ہوتے ہیں تو تین دن کا سفر سوا بیس گھنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور میں صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شہر میں جیسا عرض بلد ہوگا اُسکے موافق بمقدار کم وبیش ہوگی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہے تو اگر بڑے روز کے چلنے میں یہ باتیں کریگا تو نصف روز بلا شبہہ صرف ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی تبصرف ولا اعتبار علی القرسخ علی المذہب اور اعتبار نہیں فرسخوں کا مذہب کے بموجب ہم فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگوں نے مدت سفر کو ۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہے اُسکا اعتبار نہیں اسلیے کہ ظاہر الروایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہے بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آدمون معتاد کے ہم لینے درمیان راہ مین معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی چال ہی نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہی اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلین مدت سفر کی ہین کذا فی الشامی بدائع مین کہا کہ منزلون کا حال لوگون کو معلوم ہوتا ہی تہمہ کی صورت مین انھین کی طرف مدجوع کرنا چاہیے حتے کو اسرع فوصل فیہ مین قصر یہانتک کہ اگر جلد چلا اور دو روز مین پہونچ گیا تو نماز قصر کرے لینے تین دن کی راہ کو دو روز مین قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہون ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول مین نہ دوسرے مین **صلے الفرض الرباعی** رکعتین وجوبا لقول ابن عباس رض ان اللہ فرض علے لسان نبیکم صلوٰۃ المقیم اربعا و المسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا حقیقۃ عند نا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی مقابل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتون والے فرضون کو دو رکعتین پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباس رض کے کہ اللہ تعالے نے فرض کی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتین اور مسافر کی دو رکعتین اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے لیئے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتین پڑھے اسلیے کہ دو رکعتین واقع مین قصر نہین ہمارے نزدیک بلکہ دونون رکعتین مسافر کا پورا فرض ہی اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق مین اجازت شرعی نہین بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہی رخصت کے معنی یہ ہین کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز مین نہین کیونکہ اصل مین اسکے لیے دو ہی رکعتین فرض ہوئی ہین نہ یہ کہ چار کی دو رکعتین ہوئی ہون بلکہ اول دو ہی رکعتین سب کے لیے فرض ہوئی تھین پھر مقیم کے حق مین چار ہوگئین جیسا کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شروح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوٰۃ والسلام اطمان بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ وکان قصرہا فی السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا تجمع الادلۃ انتہی کلامہم فلیحفظ مین کہتا ہون اور بخاری کی شرحون مین ہی کہ نمازین شب معراج مین دو رکعتین سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئین سوے مغرب کے پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ مین مطمئن ہوے دو رکعتین زائد کی گئین بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہین بسبب بڑی ہونے قرارت کے نماز فجر مین اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتین رہین اسلیے کہ وہ وتر ہین دن کی لینے دن سے قریب اور اسکے متصل ہین اسلیے دن کا وتر کہا پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر مین انھین تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہین ہی تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری مین ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہین دلیلین تمام ہوا کلام بخاری کے شارحون کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم لینے ہماری دلیل جو قول ابن عباس رض کا ہی کہ مسافر کے لیے دو رکعتین ہین یہ بلحاظ اس صورت کے ہی جسپر آخر کو نماز آ ٹھہری اور امام شافعی جو مسافر کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہین وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتون مین زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہی اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونون مین ہوگئے پھر سفر مین تخفیف ہوگئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہی اور نیز اس حدیث کے خلاف ہی جو حضرت عائشہ رض سے صحیحین مین مروی ہی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہین ہوئی اور آیت ان تقصروا سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہی چنانچہ شرح منیہ مین مفصل مذکور ہی انتہی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ سب سے پہلے قصر نماز عصر مین ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ انمار مین مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی **ولو کان عاصیا بسفرہ لان** المعصیۃ المجاورۃ لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتون والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ ہر دن

۱۲

کرے تب بھی قصر کرے اسلیے کہ برائی ساتھ ہو جانے والی نہیں حدوث کرتی ہی مشروع ہونے کو مع مجاورت برائی سے یہ غرض کہ جدا ہو سکنے کے قابل ہو مثلاً سفر معصیت مین برائی مجاور ہی اسلیے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہی تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لیے سفر نہین کذا فی الخطاوی

حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم مجردنیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل ہوا اپنی اقامت کی جگہ مین بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نکلیا ہو تو بفور نیت گھر کو پھرنے کے پوری نماز پڑھے بسبب نہ مستحکم ہونے سفر کے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص بارادۂ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت مین اُسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہی ویسے ہی بقاء قصر کے لیے مدت سفر کا پورا ہو جانا ضروری ہی او نوی ولو فی الصلوۃ او نوی ولو فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقاً اقامۃ نصف شہر حقیقۃً او حکماً لما فی البزازیۃ وغیرہا دلو دخل الحاج الشام و علم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دار او نادہ من اہل الاخبیۃ یا قصر کیے جاے مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ مین جو لائق اقامت کے ہو یعنے شہر یا گانون مین یا دارالاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا مین کرے تو اُسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو لینے اس صورت مین فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے مین وقت نکلگیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا تو اسوقت نیت اقامت معتبر نہوگی یہ نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکماً دونون معتبر ہین حکماً کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہی کہ اگر حاجی شام مین داخل ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والیکے ہاتھ لینے گو حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے ضمناً اور حکماً اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی فیصلے رکعتین ان لو نوی الاقامۃ فی اقل منہ اے من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین لکمکۃ ومنی پس نماز پڑھے دو رکعتین لینے قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ مین ہو جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ مین لیکن دو مستقل جگہ مین پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلاً لینے خواہ وہ دونون شہر ہون یا گانون یا ایک شہر ہو ایک گانون غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیتہ الاقامۃ فی غیر موضع اقامۃ پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دس دنون مین ذی الحجہ کے تو ان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلیے کہ وہ منے اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا مین کرنا یعنے جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہی تو نیت اقامت بے محل ہوگی و بعد عودہ من منی تصح کما لو نوی بیتوتۃ احد ہما او کان احد ہما تبعاً للآخر بخلاف تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنے کے منے سے نیت اقامت کی درست ہی جیسے درست ہی نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونون جگہ مین سے ایک مین یعنے مثلاً یہ نیت کی کہ دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منے مین تو درست ہی اسلیے کہ اقامت مین رات کے رہنے کا اعتبار ہی تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا یا دونون جگہ مین سے ایک تابع ہو دوسرے کی اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اُسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنے اگر ایک گانون شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اُسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی نیت کرنی مثلاً دونون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز اور گانون مین پانچ روز رہونگا درست ہی اسلیے کہ دونون حکم کی راہ سے ایک ہین اولم یکن مستقلاً

برائہ کعبید دامراۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہے نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا اُنکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے نماز پڑھے کذا فی الشامی اووخل بلدۃ ولم ینو ہا اے مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غدا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ نصف شہر کما مر او وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا ہے مگر یہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا مہم یعنے اگر نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاونگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے وکذا لو علے رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ تیم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ مدتہا للتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہوز مین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف اُس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ اس کے باعث کوئی اُسکا مزاحم نہوگا کہ اُسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت سے نکرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین مصرح ہے اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاجنبیۃ کعرب وترکمان فوہا فی المفازۃ فانہا تصح فی الاصح وہو یفتی اذا کان عندہم من المار والکلاء ما یکفیہم مدتہا للان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ اُنکی نیت درست ہی صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہی بشرطیکہ اُنکے پاس پانی اور چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہی کہ اقامت اصل ہی یعنے ایک جاگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہی کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر فیقصرون ان نووا سفرا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیر ہم الاقامۃ معہم لم تصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا اُنکے ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیۃ قمستانی اور حاصل یہ ہی کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اوّل نیت اقامت کی دوّم مدت اقامت پندرہ روز کی سوّم رای کا مستقل ہونا یعنے کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گاؤن کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافران قعد فی القعدۃ الاولے تم فرضہ ولکنہ اساء او عادلا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما مر ہ القہستانی لبعدان فسد اساء یا تم واستحق النار وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہی تب تو اُسکے فرض پورے ہو جائینگے مگر اُسنے برا کیا کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اُس صورت مین ہی کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین جو اتنی خرابیان ہوئین اوّل سلام مین دیر کرنا دوّم قصر واجب کو ترک کرنا سوّم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو مشرح بیان کیا ہی

اور پہلے یون ذکر کیا ہی کہ معنی اسار کے یہ ہین کہ وہ شمس گنا ہگار ہو مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہی وان لم یقعد بطل فرضہ وصار کالنفل لترک القعدۃ المفروضۃ الا اذا نوی الاقامۃ قبل ان یقید الثالثۃ بسجدۃ لکنہ یعید القیام والرکوع لو قوعہ نفلا فلا یتوب عن الفرض ولو نوی فی السجدۃ صار نفلا لان اگر قعدہ اولی مین مسافر نہ بیٹھا تو اُسکے فرض باطل ہو گئے اور کل رکعتین نفل ہو گئین فرض باطل ہوے بسبب چھوڑنے قعدۂ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے اُس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل ہو جائینگے ہم شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثناء دونون صورتون سے ہی یعنے اگر قعدہ اولی مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور یہ خاص پچھلی صورتون مین ہی کہ قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو انتہے وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق والقعدتان فرض علیہ وقیل لا فتیہ اور درست ہی اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلاً دونون ایک ہی نماز کو قضا پڑھین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتون مین قرأت نہ پڑھے بلکہ مقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نہ کرے صحیح تر قول مین قرأت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہی اور دونون قعدے فرض ہین مقیم مذکور پر لیونے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا اخیر ہونے کی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اُسپر فرض نہین کذا فی القنیہ وَنُدِبَ لِلْاِمَامِ ہذا یخالف الخانیۃ وغیرہا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیۃ الہدایۃ للہندی الشرط العلم بحالہ فی الجملۃ لافی حال الابتداء ردفی شرح الارشاد ینبغی ان یجزم قبل شروعہ الا بعد سلامہ وان یقول بعد التسلیمتین فی الاصح اتموا صلوتکم فانی مسافر لدفع توہم انہ سہا اور مستحب ہی امام مسافر کو یہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہی خبر دار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہی قول خانیہ وغیرہا کے کہ اُنمین اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہی یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہی کہ مقتدیون کو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہی یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی کہ اقتدا کی شرط ہی معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہی فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد مین ہی کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہی کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہی کہ کوئی مقتدی اُسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامۃ لا التحقیقا بل لیتم صلوۃ المقیمین لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیون کی نماز پوری پڑھا دے تو ایسی نیت سے مقیم نہوگا یعنے اس صورت مین اُسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اُسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو اُنکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی واما اقتداء المسافر بالمقیم فصح فی الوقت وتم لا بعدہ فما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہی وقت کے اندر اور مسافر اس صورت مین چار رکعتین پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اُسکے فرض بھی چار ہو جائینگے نہین درست ہی اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اُن نمازون مین کہ بدل جاتی ہین یعنے ظہر و عصر و عشا مین اسلیے کہ اگر مسافر اول دو گانہ مین اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنے غیر فرض پڑھنے والے کے قعدۂ اولے کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہی اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دو گانہ مین اقتدا کریگا

تو قرارت کے حق مین اقتدا مسفترض کا منتقل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرارت مقیم کے حق مین سنت ہی پچھلے دو گانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہی خواہ ادا ہون یا قضا ویاتی المسافر بالسنن الکان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر بخلیس قبل الاسنۃ الفجر اور مسافر مؤکد سنتون کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت فروکشی اور اطمینان مین اور اگر امن وقرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑھے یہی مختار ہی اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہی عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہی کہ فجر کی سنتین نہ چھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین والمعتبر فی تغییر الفرض اخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی الہیئۃ عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہی یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہی سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنے کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہی اگر اس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت وسفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لہم بطل بل یتم فیہا لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہی اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونون مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہی یا شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن فطرۃ بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرا وطن سکنی جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثنا سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہو تو دونون مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونون مین نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہی وطن اقامت اپنے جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہی تو اگر اسکو چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کرلیگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہی تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الخانیہ والاصل ان الشیٔ یبطل بمثلہ وبما فوقہ دلا بادونہ اور قاعدہ یہ ہی کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہی نہ اپنے سے کمتر سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہی اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا ولم یذکر وطن السکنی وہو مانوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی کی ہو بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہی نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین و ما صورہ الزیلعی رد ہ بالبحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہی اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہی

کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانوں مین بدون ارادہ سفر کے اپنے کام کو گیا اور اُس گانوں مین پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی تو وہ پوری
نماز پڑھیگا کیونکہ مقیم ہی پھر فرض کرو کہ وہ گانوں سے بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سے باہر ہو کر ابھی نہ اپنے شہر مین گیا تھا اور نہ کسی جگہ رات
کو رہا تھا کہ اُسکو یہ سوجھا کہ سفر کیجیے تو وہ قصر سے نماز پڑھیگا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقاً سفر کے بعد اُسی گانوں مین کچھ گذرے تو وہ اُس گانوں مین
کہ اُسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑھے اسلیے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سے وطن سکنی باطل ہو جاتا یعنے نہ تو اُسنے دوسری جگہ
اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنے مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنے گھر گیا ہی کہ وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنی باطل ہوتا
اور نہ اُس گانوں سے سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سے باہر نکلکر کیا ہی تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نپایا گیا اسلیے نماز پوری پڑھی صاحب بحر الرائق نے اسکا
جواب یہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانوں مین آیا تو ہنوز اُسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہی
جو وطن سکنی سے قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہو گا پس یہ کہنا کہ وطن سکنی کا کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلیے کہ یہان تو اُسکا مبطل سفر موجود ہی
اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاقا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان
یرتزق من الامیر اوبیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولٰی وامیر ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلیے
کہ وہ اصل ہی یعنے اقامت اور سفر یہ قادر ہی نہین معتبر ہی نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اُسکو مہر معجل
دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہو گی کیونکہ بدون ادائے مہر معجل شوہر اُسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ
سے شوہر کے پاس بجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اسپر
اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس
سے کھاتا ہو تو اسی کی نیت معتبر ہو گی اور مزدور کی نیت معتبر نہین ستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت مین ہی کہ روزانہ یا سالانہ ملتا ہو
اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہی اسی لیے اعتبار اُسکی نیت کا ہو گا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے والے
کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ
کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف ونشر مرتب ہی اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر
باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اُسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المعیۃ ملاحظۃ تحقق التبعیۃ مع ملاحظۃ شرط آخر محقق لذلک وہو الاولی
فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المرأۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی ملحوظ ہی تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری
شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب
نہونا شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اُسکے بموجب کاربند ہو
ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے وبہ بان جواب حادثہ جزیرہ کریدسنہ ثمانین
والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسّی مین ہم کریدیکسر گاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہی اور
حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے انکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہو گیا
قال رحمتی الطحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد لحق کیا ہی کیونکہ تالیف کتاب سے تو مسئلہ مین فراغت پائی تھی
چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہی یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فہو مسافر حتے یعلم علے الاصح وفی الفیض وبہ یفتی کما فے المحیط وغیرہ دفعاً للضرر عنہ اور ضرور ہی جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اُسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض مین ہی کہ اسی پر فتوے ہی چنانچہ محیط وغیرہ مین ہی واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اُسکی بے علمی مین اگر اُسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اُسکا ضرر ہوگا فما فے الخلاصۃ عبد لعم بلاہ فتوے المولے الاقامۃ ان اتم صحت صلاتہما والا لا مبنی علے خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہی کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہو اور آقا نے اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونون کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونون کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے کہ اُسکو چار پڑھنے چاہئین تھین دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اُسکی بنا ہی تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہی یعنے جس قول مین کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی اے لیث الا داء سفراً او حصراً لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مثابہ ادا کے ہی سفر مین اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہین ہوتی ہے یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت مین اُسکو پڑھنا چاہیے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اُنکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ان وقت کے اندر بدل سکتی ہی نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی غیر ان المریض یقضے فائتۃ الصحۃ فی مرضہ بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہوسکے ویسی پڑھ لے یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض مین بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے یعنے نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہوجاتا ہی یہ نہین کہ ممالک محروسہ اُسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فی الشامی تزوج المسافر ببلد صار مقیماً علے الاوجہ مسافر نے کسی شہر مین شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے بموجب ہم یعنے گو اُس شہر کو وطن نہ بنادے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہوجائیگا بحر الرائق مین وجہ یہ لکھی ہی کہ حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کرلے وہ اسی شہر کا شمار ہوتا ہی اور بعض فقہانے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف ہر مسافر کے باب مین ہی عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہوجائیگی بالاتفاق طہرت الحائض ولقی لمقصد ہا یومان تتم فے الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے م حائضہ اسلیے پوری پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اُسمین معتبر نہوا اور لڑکا بالغ ہونے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہوسکتا تھا اسلیے اُسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اُسکا دور کرنا اُسکے قابو مین نہ تھا کذا فی الشامی عبد مشترک بین مقیم و مسافر ان تہایا فقہ فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وہو ما لیغزا یک غلام مشترک ہی مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اُسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اُس غلام پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اُسکے مالک دو ہین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہی اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقاً یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دو گانہ مین نہ دوسرے مین اور یہ غلام کا حکم اُن مسائل سے ہی جو ضمناً کے طور پر پوچھے جاتے ہین ہم یعنے اس مسئلہ مین یہ سوال ہوسکتے ہین کون شخص ہی کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے

اور درمیانی قعدہ اُسپر فرض ہوا اور کونسا شخص ہی کہ اُسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہی کہ نہ مسافر ہی نہ مقیم اور کونسا شخص ہی کہ ایکروز قصری نماز پڑہے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہی شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدر منکن

کم رکعۃ فرض یوم ولیلۃ فہی طالق فقالت احدیٰ عشرون والثانیۃ سبعۃ وعشرون والثالثۃ خمسۃ وعشرون والرابعۃ احدیٰ عشر لم یطلقن لان الاولیٰ نصف الوتر والثانیۃ تمام الشفع والثالثۃ تمام یوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تمسے یہ بتلائے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اُسکو طلاق ہی تو اُنمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اُنکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اُسنے وترون کو بباعث فرض عملی ہونے کے شامل کرلیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑکر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وترکو ان دونون نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہی جمعہ کے احکام مین مع جمعہ اسلیے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اُسکی آیت مدنی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوۃ مسافر سے یہ ہی کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنے جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکھتی ہی اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصرا تثلیث المیم والسکون ہے فرض عین یکفر جاحد ہا لثبوتہا بدلیل القطع کما حققہ الکمال وہے فرض مستقل الکدین الظہر

ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی مغربا لسری الدین ابن الشحنہ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہی وہ فرض عین ہی کہ اُسکا منکر کافر ہی بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنے آیۃ (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہی اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کرکے ہم جمعہ زیادہ موکد ہی بہ نسبت ظہر کے یعنے جمعہ مین جو تہمد یہ آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح [illegible] ہی کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اُسکے دلپر مہر کردیتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہی اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور تحقیق حقیقون کے نزدیک یہی ہی کہ فرض وقت ظہر ہی ہی نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلیے ہوا کہ ظہر ساقط ہوجائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی بیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑہ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اقتدا کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی حتے کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہ تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اُسنے ایسا کہا ہوگا ہماری تقریر سے معلوم ہوگیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوۃ الاربع بعد ہا بنیۃ اخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط وفی زماننا والامن لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ حنفیۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑہنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے حالہون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہو تو بہتر یہ ہی کہ یہ چارون رکعتین اپنے گھر پر پوشیدہ پڑہے ع مم طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام متعلق ہی کمال الدین کے کلام سے جسنے یہ کہا ہی کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسی قدر بیان کو اسلیے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پھیلی ہی

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہی کہ جاہل اسکے معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا و یشترط لصحتہا سبعۃ اشیاء اور شرط ہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنسے جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہی اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہی کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ مترجم نے فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہی قطعہ شرط وجوب عقل واقامت بلوغ دان ✤ بعد رستی است مردی وآزادی بعد ازان ✤ سلطان و وقت وخطبہ جماعت ہم اذن وشہر ✤ یادش بپے ادا کن وہگذار رائگان ✤ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا بیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہی اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوے اکثر الفقہاء رجحتہ نظم الدرر التوارے نے الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہی نہ سما دین یعنی عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہی اکثر فقہا کا کذا فے المجتبی اس تعریف پر فتوے ہی بسبب ظاہر ہونے سختی کے احکام مین ہم یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوے اس تعریف مذکورۂ بالا پر ہوا کذا فے الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل موضع لہ امیر وقاض یقدر علے اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علے الملتقے اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقے الابحر کی شرح مین ہم امیر وقاضی سے مراد یہ ہی کہ اُسی شہر مین رہتے ہون یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہ معنی کہ گویا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی وفے القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فے الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علے ما قالہ السرخسی واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لیے بالاتفاق اور براُس بیان کے کہ کہا ہی اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قہستانی مین مذکور ہی کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوؤن مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑے گانوون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا او فناءہ بکسر الفاء وہو ما حولہ المتصل بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل المختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فنا وہ جگہ ہی گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اُسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مفتی رتنوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اُسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہی اُسکی کچھ حد مقرر نہین کی لیے جس جگہ شہر کی کارآمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہی اور مسافت کے باب مین نو قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اُسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سُنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

کسی نے تین کا یعنے فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوالج کے لیے مسافت مختلف ہوتی ہی اسلیے بہتری ہی کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاے **والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأۃ فیجوز امرہا باقامتہا لا اقامتہا** اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہی اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہی حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہین ہی قائم کرنا عورت کا جمعہ کو ہم متغلب اُسکو کہتے ہین جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فرمان نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہی تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہ دونون باتین کریگا تو درست ہی اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھاوے تو درست نہو گا کیونکہ وہ اقامت کی اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہی تو تغلب ہی سے ہوتی ہی اسلیے کہ امامت کبرے مین مرد ہونا شرط ہی تو شارح کو چاہیے تھا کہ اوکی جگہ ولو کہتا یعنے اگرچہ متغلب عورت ہی ہو **او مامورہ باقامتہا ولو عبدا ولی عمل ناحیۃ وان لم یجز لفتنۃ واقفیتہ** یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اُس غلام کے نکاح کیے ہوے اور مقدمات کے فیصلے جائز نہونگے کیونکہ یہ دونون امر اُس شخص کی طرف نافذ ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسے ہو گی کذا فی الطحطاوی **واختلفوا فی الخطیب المقرر من جہۃ امام الاعظم او من جہۃ نائبہ ہل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا** اے لضرورۃ **او لا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا** بلا ضرورۃ لانہ علی شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہوا ہی اُس خطیب مین جو سلطان یا اُسکے نائب یعنے بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اُسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہی یا نہین یعنے بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہی یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقاً یعنے ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اُس صورت مین کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہو گا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یعنے خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہی اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست نہین اور بعض نے کہا کہ نان درست ہی مطلقاً یعنے اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ ادا ے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونے کے سبب سے فوت ہو جانیکے کنارہ پر ہی تو اجازت ادا ے جمعہ کی اذن ہی خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہی ایسی تضاء جمعہ یعنے جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہی کہ وہ گذر جائے تو جمعہ جاتا رہے اسلیے جب حاکم نے ادا ے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہی ہی کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بھی خطیب پر آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہو گا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہین کہ اُسکے گذر جانے سے خوف اُسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہو گی کذا فی الشامی **وہو الظاہر من عبارتہم فتفی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامتہ فجاز ہ او خطیب کو مطلقاً دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہی فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہی کہ جو شخص مالک ہی جمعہ کا وہ اختیار رکھتا ہی اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنے جو خود اقامت کر سکتا ہی وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہی وفی النخبۃ فی تعداد الجمعۃ لابن جرباش انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر** اور کتاب نخبہ نے تعداد الجمعہ مین جو لابن جرباش کی ہی مرقوم ہی کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہی پھر اُسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی ہم نخبہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہی اور ابن جرباش بضم جیم وراے مہملہ صاحب بحر الرائق کے اساتذہ مین سے ہی حاصل مسئلہ کا یہ ہی کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اُس شخص کو اختیار ہی کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاے یہ غرض نہین کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اسنے اجازت دی ہو اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہی کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہی کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ یہ ضعیف ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہی دوسرے یہ کہ یہ صورت خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہی خطبہ تو بے وضو بھی درست ہی حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہی یا نہین کذا فی الشامی ہم اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہی نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہی نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہی کذا فی النہر وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ رد ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برہن فیہا علی الجواز بلا شرط وطنب فیہا وابدع وکثیر من الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہی اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہی جسمین خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہی اور اس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہی اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین ہم ملا خسرو نے بیان کیا ہی کہ خطیب کو نائب کرنا نہین ہو سکتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوے اور مجمع الانہر مین ہی کہ خلیفہ کرنا جائز ہی مطلق ہمارے زمانہ مین یعنے خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہو گئی ہی کہ ہر خطیب کو اختیار ہی کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوے ہی شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہی تو یہ تصحیح ناتمام ہی کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے بیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلے احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہی کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اُسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہی کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃ اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اُس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہی عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہی نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو شیخ الاسلام نے یعنے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہی حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہی تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی ہے ماتت والے مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرطۃ المعتبرین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھوایا اُسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم ضبداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہی تو درست ہی اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اُنکو دلالۃ اجازت ہی اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرطۃ بفتح شین معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہی یعنے جمع ہر شرطی کی ہم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہی یعنے صیغہ ماضی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولے الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہی شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے ہم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہی جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اورون کو اختیار نہین دے سکتے اگر اُنکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہین وقاطبتہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من دلاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان کی ہی کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالفت ہی فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہی حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

امامع عدمہم فجوز للضرورۃ اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوے معتبر نہین یعنے بدون اذن قاضی یا سلطان میت کے نائب کے اگر رعیت کسی کو خطیب کرلیگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اُنکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے ۱۲ معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہی کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہی اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہوجائیگا اور اُنکو لازم ہی کہ سلمان حاکم کے لیے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق او مکہ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہی جمعہ منے مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فرد کش ہوم یعنے حج کے دنون مین منی مین حکم شہر کا رکھتا ہی کہ بازار اور گلیان بھی ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہی اور بدون حاجیون کے اُترنے کے منی گانون کا حکم رکھتا ہی اور سلطان اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہوگا مگر جس شہر مین فرد کش ہوا سکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہی کذا فی الظہیریۃ وعدم التعدد مبنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منی مین تخفیف کے لیے ہوم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اگر منے شہر ہی تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہی مثلاً اہل مکہ تو وہ اُسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہی کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منے شہر نہو بلکہ اسلیے ہی کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین مشغول رہتے ہین عید پڑھنا اُنپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی لا بتجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علے امور الحج حتے لو اذن لہ جازنہین جائز ہی جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب منحصر ہونے اُسکی ولایت کے حج کے کامون پر یہانتک کہ اگر اُسکو اجازت ہو اقامت جمعہ کی تو درست ہوم امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اُسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اُسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہی کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہی اور چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہی تو اُسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کرسکتا ہی کذا فی الشامی مختصراً ولا بعرفات لانہا مفازۃ اور نہین جائز ہی جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہی یعنے اُسمین عمارت نہین صرف میدان ہی وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علے المذہب وعلیہ الفتوے شرح المجمع للعینی وامامتہ فتح القدیر وفی الحج اور ادا ہوجاتا ہی جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقاً یعنے شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اُسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوے ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ مین مذکور ہی واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہی کہ جو لوگ مسجد سے بہت فاصلہ پر ہونگے اُنکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہی کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ درست ہی اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لا جمعۃ الا فی مصر) مطلق ہی فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہی کذا فی الشامی وعلے المرجوع فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ ولفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلے بعد ما اخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ سے زیادہ مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اُس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہی تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہی اُسکو بحر الرائق مین ہم ہرچند صاحب بحر نے فتوی اِن چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہی اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہو جائین مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑھنے مین ہی تاکہ فرض ذمہ سے یقیناً ساقط ہوجاے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے روسے چند جگہ جائز ہی لیکن اُسمین شبہہ قوی ہی اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہوا اور طحاوی اور ترتاشی اور صاحب محیط نے اُسکو اختیار کیا ہی

۱۲ جمعہ نہین ہوتا گر شہر مین

کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہیں اور شرح منیہ میں عدم جواز کو امام رح سے ظاہر الروایت بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب میں معتمد ہے نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ میں چار رکعتوں کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہے کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونے میں قوی ہے اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہے چہ جائیکہ قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا وفی المجمع الانہر معزیا للمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ باخر الوقت فقبتہ اور مجمع الانہر میں مطلب کیطرف منسوب یہ ہے کہ زیادہ احتیاط اسمیں ہے کہ نیت یوں کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جبکا میں نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے کہ وجوب ظہر کا اُسپر آخر وقت سے ہے پس آگاہ ہو جاہم اس تعلیل میں خلل ہے کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہے اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق میں ذکر نہیں کیا شارح اسمیں بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہے کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہے کہ اگر جمعہ نہ ہوا ہو گا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہو گا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہو گا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نماز دن کا اس سے ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہو گی اور ترتیب شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ اوّل چار سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چار رکعتوں میں سورہ ملا وے اگر قضا نماز اُسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتوں میں سورہ نہ ملا وے بعض نسخوں فتنیہ کی جگہ قنیہ ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہے کذا فی الشامی و الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط ادا کے وقت ظہر کا ہے پس باطل ہو گا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد مٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہے ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ہم نوادر میں ہے کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہو یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرلے اسلیے شارح نے اس قول کو رکیکا کہ مذہب معتمد یہ ہے لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہے تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہیں کہ صرف وقت میں شروع کرنے سے جائز ہو جاوے کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلے فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہے وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہو گا خطبہ بضم خا اور جمعہ بمعنے مفعول ہے مشتق ہے خطب سے جسکے معنی دو شخصوں میں گفتگو ہونے کے ہیں کذا فی الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان شرط الشئ سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صبیانا فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعۃ والمامور بہ وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچویں شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہے پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اُس سے پیشتر ہوا کرتی ہے خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگوں کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہوں اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئے ہوں سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہو گا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق میں ہے ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہیں ہے مگر اُس ذکر کے سُننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہے اور یقین کیا ہے خلاصہ میں اُسپر کہ کافی ہے حاضر ہونا ایک مقتدی کا ہم یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) میں حکم سعی کا بصیغۂ جمع دارد ہے تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہو گا اور بہروں اور سوتے ہوؤں کے حاضر ہونے میں ہر چند سننا پایا نہیں جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہے اسلیے خطبہ کا پڑھنا اُنکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہیں اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہے پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہو گا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

من ذکر طویل واقلہ قدر التشہد الواجب اور کافی ہی خطبہ فرض کے لیے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اسکی التحیات واجب کے برابر ہی ہم وسیل امام صاحب کی یہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل ہی تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پھر یہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی بنیتہا فلو حمد لعطاسہ او تنبہا لم ینب عنہا علی المذہب کما فی التسمیۃ علی الذبیحۃ لکنہ ذکر فی الذبائح انہ ینوب فتامل کفایت کرتا ہوا یکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنے چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسے نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوجاتا ہی سو اس اختلاف کو سوچ لے ہم مصنف نے کتاب الذبائح مین کہا ہی اور اگر چھینک لی ذبح کرنے کے وقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لیے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی ہی یعنے ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینک والے کا کافی ہی خطبہ کے لیے وَلْیَسُنَّ خُطْبَتَانِ خَفِیفَتَانِ وَتُکْرَہُ زِیَادَتُہَا عَلٰی قَدْرِ سُورَۃٍ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ بِجَلْسَۃٍ بَیْنَہُمَا بِقَدْرِ ثَلٰثِ اٰیَاتٍ عَلَی الْمَذْہَبِ وَتُسَنُّ عَلَی الْاَصَحِّ کَتْرَکِہَا قَرَارَۃَ قَدْرِ ثَلٰثِ اٰیَاتٍ اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونون کے درمیان مین مقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسۂ درمیانی کا بُرا کرنے والا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونون خطبون کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہوجائین مکروہ ہی جیسے بقدر تین آیتون کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہی یعنے نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہوجائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتون کی مقدار نہ رہے ہم شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ مین درود پڑھنے کے وقت اپنا مُنہ دہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکھا ہی کہ یہ بدعت ہی یعنے اُسکو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبۂ اول کو پڑھکر بیٹھتا ہی تو لوگ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہین اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابوداؤد مین حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اسطرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہوتا پھر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبون کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اسکے قرار پا جائین اور اس جلسہ مین دعا کرنا بدعت ہی اور منفانی نے لکھا ہی کہ ہاتھ اُٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے درمیان مین غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہی کہ ہاتھ اُٹھانا دعا کے لیے دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبدالحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورۂ بالا کے ذیل مین لکھا ہی کہ کلام نہ کرتے اسکے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک ہی تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہی کہ یہی وقت ہی کہ غیر امام کو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانون کے لیے پڑھتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہ نہین ثابت ہوسکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگین اور اس امر مین ۱۳۳۰ھ ہجری مین ایک استفتا ہوا تھا تمام علماء نامی دہلی ورامپور وبریلی نے یہی لکھا کہ دونون خطبون کے بیچ مین ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھ اُٹھائے اور بدون زبان ہلائے دل مین دعا مانگے تو اسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہی اور عمارۃ بن رُویبہ رضہ نے جب بشر بن مروان کو خطبہ مین ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگتے

دیکھا تھا تو بدعتی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ اتباع شریعت ہمکو اور سب دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین وبجہر بالتسمیۃ لا کالاولے ویبدأ بالتعوذ سرًّا اور پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد وثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ ونصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تحمیس مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہو مگر تحمیسین وعظ کی جگہ مسلمانون کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہو کذا فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والمعین للدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہو ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہو دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہی اسکو قہستانی نے ہم شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جوہر نیرہ نے لکھا ہو کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے واجب ہو وہ اس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہو ویکرہ تحریمًا وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہو صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسے امور سے کہ اسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر معروف لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنے اچھی بات کا حکم کرنا جزو ہی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہر الکروہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فی مخرجہ عن یمین المنبر ولبس السواد وترک السلام من خرج الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم یجیبہ اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبیٰ ہم مخرج بروزن منبر قاموس مین لکھا ہی اور سیوطی بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہی وہ خلوتخانہ ہی جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائمًا اور مسنون ہی دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہوکر ہم یعنے یہ تینون باتین مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بیوضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجائیگی یا بیٹھکر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطر ہا فی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہی صحیح تر یہ ہی کہ نہین ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہی ہم یعنے یہ جو اثر مین وارد ہی کہ خطبہ نصف صلوۃ ہی اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتون کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطین خطبہ مین بھی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام ہو اور نماز کی شرطین اسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا تم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصل نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ فتندبی اوجامع واغتسل استقبل خلاصہ اے لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن یبقی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فصل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر جا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے واجب ہی از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہی ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا ہم یعنی

صورتون مین اعادہ ضرور نہوگا مثلاً خطیب خطبہ پڑھکر کسیکو نماز پڑھانے کے لیے نائب کرکے گھر جاوے تو اس صورت مین اعادہ خطبہ کا نہین کذا فی الشامی

والسادس الجماعۃ واقلہا ثلثۃ رجال ولو غیر الثلثۃ الذین حضروا الخطبۃ سوی الامام بالنص لانہ لابد من الذاکر وہو الخطیب وثنتان سواہ بحق

فاسعوا الی ذکر اللہ اور چھٹی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہی اور کمترین عدد جماعت کا تین مرد ہین سوائے امام کے نص کے سبب سے اگر یہ سوا اُن تین شخصون کے

ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہو کہ ایک ذکر کرنیوالا ہو وہ تو خطیب ہی اور تین اُسکے سوا ہون تاکہ صیغہ جمع

آئے صادق ہو مع تین مردون کو مطلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا اعمی یا گونگے ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور

عورتین نکلگئین وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مع امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی

فان نفروا قبل سجودہ وقالا قبل التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جائین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہوجاویگا یعنی اب ظہر کی نماز

از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے بیشتر چلے جائین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جائینگے تو جمعہ باطل نہوگا

امام اسکو پورا کرلے وان بقی ثلثۃ رجال ولذا فی البنایۃ او نفروا بعد سجودہ او عادوا واوکرہ رکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی بالاخرین لا تبطل واتمہا

جمعۃ اور اگر جماعت مین تین مرد رہگئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ

رکوع مین شامل ہوگئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیون کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون مین جمعہ باطل

نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثۃ سے مرد مراد ہین اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ترک کے ساتھ ذکر کیا کہ اعداد تین سے لیکر دس تک

مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہی کہ مذکر پورے مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثۃ بولے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے آدمیون کے

چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہین اور نفروا بعد الخطبہ کے ذکر کی حاجت نہین کیونکہ اُسکو شارح پہلے کہ چکا ہی کہ اگرچہ تین مرد خطبہ

سننے والون کے سوا ہون والسابع الاذن العام من الامام وہو یحصل بفتح ابواب الجامع للوارد ین کافی فلا یضر غلق باب القلعۃ للعدو او لعادۃ قدیمۃ

فان الاذن العام مقرر لاہلہ وغلقہ بمنع العدو لا المصلے نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانہر شرحا بالشرح عیون المذاہب قال وہذا اولی مما فی البحر

والمنح فلیحفظ اور ساتوین شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہی امام کیطرف سے یا اُسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور اذن عام

حاصل ہوتا ہی مسجد جامع کے دروازون کے کھلے رکھنے سے واردون کے لیے یعنے جنپر اداے جمعہ چاہیے اُنکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا

کہ صریح اذن مشروط نہین دروازون کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا سمجھا ناکافی ہی تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت

قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہی شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہی نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند نکیا جاوے یعنی

جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہی چنانچہ مجمع الانہر مین ہی منسوب شرح عیون المذاہب کی طرف صاحب مجمع الانہر نے کہا کہ ضرر نہ کرتا قفل دروازہ قلعہ کا جبکہ

اُس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین مذکور ہی کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے متقفل کرے اور اُسمین اپنے

لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہی فلو دخل امیر حصنا او قصرہ واغلق بابہ فصلے

باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز ولو کرہ پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنے محل مین اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل

کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیون کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اُس صورت مین حاصل نہوگا اور اگر

دروازہ کو کھولدیا اور لوگون کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی

فالامام فی دینہ ودنیاہ الی العامۃ مفتاح فسبحان من تنزہ عن الاغتباج پس امام اپنے دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہی تو پاک ہی

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہو یعنی دنیا مین امام کو عوام کی حاجت ہو واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہین تو دونون مین محتاج عوام کا ہوا و شرط لافتراضہا التسعۃ تتخص بہا اور شروط ہین جمعہ کی فرضیت کے لیے نو شرطین جو خاص ہین جمعہ کے لیے م ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہین مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہین بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہین اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا اقامتہ بمصر وما المتفصل عنہ فان کان بسمع النداء تجب علیہ عند محمد وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقد منا عن الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہی شہر مین یعنے مسافر پر واجب نہین نہ اُسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اُسپر واجب ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوے ہی ایسا مذکور ہی ملتقی مین اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ گرد شہر کا اندازا ایک فرسنگ ہی یعنے تین میل اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے م پہلے بیان ہو چکا ہی کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین بلکہ گرد شہر وہی ہی جسمین اُسکے منافع کی چیزین ہوتی ہون وصحتہ والحق بالمریض المرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہی یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہین اور الحاق کیا گیا ہی بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے گذا فی الحلیہ اور شامل کیا گیا ہی بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وحرّیۃ والاصح وجوبہا علے مکاتب ومبعض واجیر ولیسقط من الاجر بحسابہ ولو لبیدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہی کہ غلام پر جمعہ واجب نہین اور صحیح تر قول یہ ہی کہ جمعہ واجب ہی مکاتب پر اور اُس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہی مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور رہتا ہو اور اگر پاس ہو گا تو مزدوری ساقط نہو گی م یعنے مثلاً اتنا دور ہی کہ نماز کو جاتے اور آتے مین چوتھائی دن یعنی ایک گھنٹہ لگتا ہو تو اُس روز کی اجرت مین سے چہارم وضع ہو جائیگا اُسکا مطالبہ مالک سے نہین کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن لہ مولاہ وجبت وقیل یحتسب جوہرہ ورجح فی البحر الخیر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہی اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ غلام کو اختیار ہی چاہے جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اختیار دینے کو وذکورۃ محققۃ اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہی یقینا یعنی عورتون اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہین وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصتین اور پانچوین شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ ہونا ہی اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہین ذکر کیا ہی اُسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونون باتین جمعہ کے لیے خاص نہین بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہین ووجود بصر تجب علے الاعور اور ساتوین شرط ہی موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ واجب ہی کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہی چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہین اگرچہ اُسکو پہونچانے والا میسر ہو وقدرتہ علے المشی جزم فی الہدایۃ بان سلامتہ احد ہما لکاف فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علے مفلوج الرجلین لا مقطوعہا اور آٹھوین شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی کا ہی چلنے پر یقین کیا ہی بحر الرائق مین کہ درست ہونا ایک پانون کا نمازی کے لیے کافی ہی واجب ہونے مین لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہی کہ واجب نہین اُس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ دیا کٹی ہو م شامی نے ابو سعود سے ان دونون روایتون مین تطبیق اسطرح نقل کی ہی کہ مراد بحر الرائق کی ایک پانون کی سلامتی سے یہ ہی کہ لنگڑا ابن مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہی کہ مسجد تک بجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ بجائے احد ہما کے احد ہما کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہو وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ۃ ووحل وثلج وثخہا اور نوین شرط فرضیت جمعہ کی محبوس نہونا ہی اور دسوین شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چوروں وغیرہ سے اور گیارھوین شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور انکے مثل کا جیسے

کا جاڑہ یا آندھی مرماتن نے شرائط وجوب کے گیارہ بیان کیے اور ہنے جو بیشتر قطعہ لکھا تھا اُسمین چھ شرطین مذکور تھین یعنے پانچ شرطین آخر کی ان گیارہ مین سے معہ صحت کے قطعہ کی ایک شرط بے عذر ہونے مین داخل ہین وفاقد ہا ای ہذہ الشروط او بعضہا ان اختار الغزیۃ وصلاہا وہو مکلف بالغ عاقل وقت فرضا عن الوقت لملا یعود علے موضوعہ بالنقض ذنی البحر ہے افضل الالمرأۃ اور جس شخص مین یہ سب شرطین وجوب کی نہون یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اُسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض مین تاکہ اُسکے حق مین جو چیز شریعت نے وضع کی ہو وہ مضر نہ پڑے اور بحر الرائق مین ہو کہ جمعہ سب عذر والون کے حق مین افضل ہو ظہر سے مگر عورت کے لیے ظہر افضل ہے اسلیے کہ اُسکی نماز گھر کے اندر افضل ہو ہم عزیمت حکم شرعی ہو مقابل رخصت کے یعنے رخصت مین شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی ہو اور عزیمت مین مشقت تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم مواجبہ کے ترک کرنے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو اُنکے حق مین ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہو اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سے عزیمت تو جب اُسنے مشقت گوارا کرکے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اُسکے جمعہ کو صحیح نہ کہین اور اُسپر ظہر لازم کرین تو اُسپر اور مشقت رکھی جائیگی اور اُسکے حق مین جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلح للامامۃ فیہا من صلح اماما لغیرہا فجازت لمسافر وعبد ومریض فتنعقد الجمعۃ بہم لے جمعنور ہم بالطریق الاولے اور لیاقت امامت کی رکھتا ہو جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین پس جائز ہو امام ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہو جمعہ اُنکے حاضر ہونے سے بطریق اولے ہم امام شافعی نے فرمایا ہو کہ ان لوگون کی امامت تو صحیح ہو مگر اُنکے سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلیے ماتن نے کہا کہ جمعہ اُنسے ہو جاتا ہو کیونکہ جب اُنمین لیاقت امام ہونے کی ہو تو لیاقت مقتدی ہونے کی بطریق اولے ہوگی کذا فی العنایہ وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا اما بعدہا فلا یکرہ غایۃ فی یومہا بمصر لکونہ سببا لفوت الجمعۃ وہو حرام اور حرام ہو اُس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے بیشتر جمعہ ہی کے دن مین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی غایۃ البیان شارح نے کہا کہ بیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اسلیے حرام ہو کہ ظہر سبب ہوتا ہو واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہو تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بھی حرام ہوگی شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہو واقعا محذوف سے جو حال ہو ظہر کا یعنے اُسی روز کا ظہر حرام ہو نہ اُس سے بیشتر کا اور ظہر کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کانون مین قبل جمعہ ظہر پڑھ لیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہو اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہو فان فعل ثم تذکر وسعی عبر بہ اتبا عا للآیۃ ولو کان فی المسجد لم تبطل الا بالشروع قید بقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجۃ او مع فراغ الامام او لم یقیما صلالم تبطل فی الاصح قابطلان بہ قید بامکان اور لکہا بان الفضل عن باب دارہ والامام فیہا ولو لم یدرکہا بعد المسافۃ فالاصح انہ لا تبطل سراج بطل ظہرہ لانہ اصل الصلوۃ والظہر من اقتدے بہ ولم یسع ادرکہا اولا بلا فرق بین معذور وغیرہ علے المذہب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سے بیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنے جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ہوا تو اُسکا ظہر باطل ہوگا یعنے فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اُس شخص کا جسنے غیر معذور مذکور کے پیچھے نماز پڑھی ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑھنے والے کو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نہ ملے دونون صورت مین فرض ظہر باطل ہونگے بدون فرق کے درمیان معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہی اسلیے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کی طرف سعی کی اسلیے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اُسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اسکا نکلنا ایک ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی رکھا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اُسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہی جمعہ کے پاسکنے کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نپایا تو صحیح تر یہ ہو کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج ہم شامی نے کہا کہ امکان جمعہ کے ملنے کی قید جو

شارح نے لگائی سو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو لا تبطل نقل کیا ہوا اُسمین لا غلط ہی کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہی کہ بطلان مطلق رکھنے سے وہ صورت بھی شامل ہوگئی کہ جمعہ کو نپایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول مجنون کا ہی اور سراج مین کہا کہ یہی صحیح ہی اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اُسکو بھی تک فوت نہین ہوا انتہی اور معذور کو ہر چیز حکم سعی کا نہین تو چاہیے تھا کہ اُسکا ظہر باطل نہوتا مگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر معذور کے حکم مین شامل ہوگیا وکرہ تحریما لمعذور وصبیون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدہا لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہی معذور اور مجنوں اور مسافر کو ادا کرنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب کم ہوجانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے عدم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گانون والون کو جماعت ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہی کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہوجائیگا تو جماعت اُسیقدر کم ہوجائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہی یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہی تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہی کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد تتعلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوائے جامع مسجد کے لیے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو اُنکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہی جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمرضی تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہوا الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہی اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہی ومن ادرک فی التشہد او سجود سہوہ او التشہد وہ علی القول بہ فیہما جمعۃ خلافا لمحمد رح کما تم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ اُن لوگون کے قول کے بموجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اول یہ ہی کہ کثرت اژدہام جمعہ وغیرہ مین سجدۂ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدۂ سہو یا اُسکے تشہد مین نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العیدین ہی یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ لیکن سراج مین ہی کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانے والا نہوگا یعنی تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہی یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی جمعۃ لا الظہر ا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداء ہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پھر ظاہر یہ ہی کہ نہین فرق ہی مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحثا ظہیریہ مین ذکر کیا ہی کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح الجمع فلا صلوٰۃ ولا کلام الی تمامہا ان کان فیہا ذکرا للطلبۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے بے منبر ہی کذا فی شرح الجمع تو اُسوقت سے نہ کوئی نماز ہو نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگر یہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے بموجب مقابل قول اصح کا یہ ہی کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہوا اُسوقت کلام درست ہی اور کان کو مذکر لانا باعتبار مکان کے ہی کذا فی الطحطاوی فلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ بضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا فاکوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

سوا قضا پڑھنے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز لیئے جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط ہوئی ہو کہ اُس فائتہ کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اُسکا پڑھنا واجب ہی بسبب ضرورت درست ہونے جمعہ کے لیئے صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑھیگا تو اُسکا جمعہ صحیح نہوگا اسلیے کہ اُسکے پڑھنے کا مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نہ رہی ہو تو قضا کا پڑھنا بھی خطبہ کے وقت مکروہ ہی ولو خرج وہوفی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل تیم نے الاصح وتخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لیئے نکلا اور نمازی سنتین پڑھتا ہی یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہونے کے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل جو کچھ پڑھتا ہی تمام کرے صحیح تر قول مین اور قرارت چھوٹی پڑھے یعنی بقدر واجب پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیہا اے فی الخطبۃ خلاصا وغیرہا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا اور وسلام او امر بمعروف بل یجب علیہ ان یسمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصۃ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سُنے اور چپ رہے بدون فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہی کہ خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ تسبیح کو ماتن کے قول پر متفرع کرنے مین کلام ہی اسلیے کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنے ہی چنانچہ پہلے بیان ہوا ولا یرد تحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب حق آدمی وہو محتاج الیہ والانصاف تحق اللہ تعالے وبناؤہ علے المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئین کے پاس دیکھے مثلاً اور خوف ہو کہ کنوے مین گر جائیگا تو لازم ہی کہ اُس شخص کو ہوشیار کردے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہی اور سکوت خطبہ کے وقت اللہ تعالے کے حق کے لیے ہی اور بنا اُس حق کی درگذر پر ہی یعنے اللہ تعالے غنی ہی اُس سے درگذر فرما سکتا ہی وکان ابو یوسف رح ینظر فی کتابہ بصحبۃ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اُسکو صحیح کیا کرتے م شامی نے کہا کہ یہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہی والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر اور صحیح تر یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بُری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب انہ یصلی علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہی کہ درود پڑھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم مبارک کے اپنے جی مین م یعنے آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سُنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ درود دلمین پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام یعنی واجب نہین جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سُنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور اسیطرح واجب ہی سننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قران اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقال لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا وادا جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنے جب امام حجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے اُسوقت تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اُسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعاً اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنے دنیاوی کلام مکروہ ہی بالاتفاق وعلے ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک م ترقیہ اُسکو کہتے ہین کہ جب امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہی (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ

علی النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اُسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہی تو تو نے لغو کیا تو ہر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا واما یفعلہ المؤذنون حال الخطبۃ من الترقی ونحوہ فمکروہ اتفاقا وتامہ فی البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اُسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہین سو یہ تو مکروہ ہی بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون مین ہی کہ جب امام نام خلفاء واصحاب کا لیتا ہی تو وہ بآواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہین تو یہ حرکت اُنکی مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین سوائے عجب کے جسکو شارح بیان کرتا ہی اور کچھ بیان نہین والعجب من المرتے ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ قلت الا ان یحمل علی تو لہا فتنبہ اور تعجب ہی ترقیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہی امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالے تمپر رحم کرے مین کہتا ہون مگر یہ کہ اُسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا ہم یعنے جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اُسکا مضمون اس بات کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اُسپر عمل نہ کرنا اور لوگون کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی مان اُسکا امر صاحبین کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین وجب السعی الیہما وترک بیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمان رض اور واجب ہی جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہ اذان عہد مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اُسکے دروازہ پر بیع مین مشغول رہنا بڑا گناہ ہی ہم بیع سے مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت مین بیع کرنا اگر خارج سعی نہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد مین لاباس بہ لکھا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی ہی تو بعض فقہانے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہی اسلیے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رض مین بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوے تو آپ نے زورا پر ایک اذان اور بڑھادی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ اذان اول وہی ہی جو وقت مین اول ہو یعنے جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہی کذا فی الشامی وافادہ فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہی ہم اذان کے وقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہی شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہی چنانچہ بحر الرائق مین افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیا بین یدیہ اے الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا جمیعا بعد وحد ولا یجمعون کما فی الجلالی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ منبر پر بیٹھے یعنے خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یوذن کو بصیغۂ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ ہون تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی اور تمرتاشی مین ہی ذکر کیا ہی اُسکو قہستانی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ افادہ اُسوقت ہی کہ یوذن کو بصیغۂ معروف پڑھین اور جس صورت مین مجہول پڑھین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فافہم اقیمت ویکرہ الفصل بالکلام ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہی اُسکو عینی نے ہم لیکے آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہین اور یہ جو دوسرے خطبہ مین خطیب

منبر سے ایک سیڑھی اترتے ہین پھر چڑھتے ہین یہ بدعت شنیع ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہی منبر کا ہونا قبلہ کی بائین طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہی سورۂ اعلی اور غاشیہ کا پڑھنا لاینبغی ان یصلے بالقوم غیر الخطیب لانہ تشتی واحد مناسب نہین کہ سوائے خطبہ پڑھنے والے کے دوسرا شخص لوگون کو نماز پڑھاوے اسلیے کہ خطبہ اور نماز دونون ایک ہی چیز ہین کیونکہ شرط اور شروط باہین اور مشروط بدون شرط کے پایا نہین جاتا تو اسلیے دونون کا فاعل ایک ہونا مناسب ہی کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاے کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا اسطرح کہ خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ پڑھاوے تو درست ہی یہی مختار ہی ہم لڑکے کی قید اسلیے لگادی کہ یہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہین اور اذن سلطان کی قید خطبہ مین لگائی نہ نماز مین تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ مین اذن شرط ہی نہ نماز مین کذا فی الطحطاوی لا باس بالسفر لیوم ہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی الخانیۃ لکن عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہین مضائقہ ہی سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجائے شہر کی آبادی سے پہلے نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی الخانیۃ مگر عبارت ظہیریہ اور اسکے سوا دوسری کتابون کی بلفظ دخول ہی غرض خروج کے لیئے آبادی سے نکلجائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے ہم سفر سے مراد ہی ایسی جگہ جاناہے جسکے باشندون پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ مین کہا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہی اور زوال سے پیشتر مکروہ نہین کیونکہ زوال کے پیشتر اسپر جمعہ واجب نہین ہم اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہوجاے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر لیوم ہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گا نون کا رہنے والا جب شہر مین جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر مین اسنے اس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانے کی نیت کی جمعہ کے وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہین تو لازم نہوگا اور شرح منیہ مین ہی کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہی کہ لازم نہوگا م شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون راسنسبت ہی قریہ کیطرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یوم ہا علی عزم ان لا یخرج یوم ہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر جیسے جمعہ لازم نہین اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے دن شہر مین اس ارادہ سے کہ اس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنے اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہوجائیگا یخطب الامام لبسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حائل کرکے اس شہر مین کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے مکہ معظمہ ہی اور اگر تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہان تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہی فی الحادی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وہو تلقی علیہ حاوی قدسی مین ہی کہ جب مؤذن فارغ ہوجائین خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائین ہاتھ مین لیکر اسپر سہارا کرے م طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہی تحقیق بحرالرائق کے کیونکہ اسمین تلوار کا حائل کرنا لکھا ہی لیکن صاحب نہرالفائق نے یہ توجیہ کی کہ تلوار کو حائل کرکے پھر اسکی نوک زمین پر ٹھہراکر اسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونون باتین حاصل ہوجائین و فی الخلاصۃ یکرہ ان یتکی علی قوس او عصا اور خلاصہ مین ہی کہ مکروہ ہی خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر م حلیہ مین خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداؤد کی حدیث سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مین لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہی پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط مین ہی کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ مین سنت ہی اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہی کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح نے سمع النداء وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ

اور کمتوبۃ للاجماعۃ ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہی تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونے کا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہی وہ عذر ہی جماعت کے ترک کرنے کا چنانچہ گذرا رستاق سے یوم جمعہ وجوا بجوان منظم مقصودہ الجمعۃ قال ثواب السعی الیہا وہذا یعلم من ترتب فی عبادۃ فالعبرۃ للغالب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لیے اگر زیادہ تر قصد اُسکا جمعہ کا پڑھنا ہو تو اُسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے لینے دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملائے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب ترکا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر کلہ الظفر بعد ہا بہتر ہی بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے ہم تاتارخانیہ مین لکھا ہی کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہی تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہی باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالخطی الم یا خذ الامام فی الخطبۃ ولم یؤذ احدا الان لایجد الا فرجۃ امامہ فلیتخط الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ اُسکو سوائے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاندنا جاوے ضرورت کی وجہ سے مہینے لوگون پر سے پھاندنا ایک عمل ہی تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اورون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دبا دے کسی کے بدن پر یا لون کھدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اُسکے بھرنے کے لیے کسی کو اُس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہی بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہی گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین لینے خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو ہم مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہو کہ درست ہی یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہی ورنہ مکروہ ہی کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام الی ان تتم الصلوٰۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُسوقت تک ہی کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہی اور ایک قول یہ ہو کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہی اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہی وہم صحیحین مین ہی کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہی کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہی اس ساعت مین اختلاف ہی کہ کونسی ہی اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہی تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہی اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہی اسکو مالک اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ سے روایت کیا ہی اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہی جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہی کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہی کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہی یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہی اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہی اور نمازون کو ہوتی ہی وذکر فی احکام الاشباہ ما ختص بہ یومہا قراۃ الکہف فیہ ومن ثم عطفہ علی قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلۃ بالقیام فقدوہم وفیہ یجتمع الارواح وزوار القبور ویامن المیت من عذاب القبر ومن مات فیہا او فی لیلتہا امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی

کہ جن امور سے جمعہ کا روز مخصوص ہی ایک سورہ کہف کا پڑھنا ہی جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورۂ کہف جمعہ کو پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی معہ تین دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرأت کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر سمجھا ہی کہ مکروہ ہی تنہا روز جمعہ کا روزہ رکھنا اور تنہا اُسکی رات کا جاگنا تو اُسنے غلطی کی لیئے اسلیئے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کردیا اور جمعہ کے دن روحین اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن مین قبرون کی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہی اور اُس روز مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جلشانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہی نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اُسکے لیے جماعت کا شرط ہونا اور سواے امام کے تین مردون کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص صورتون کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اُسکی شرط کے اور مسنون ہونا اُسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اُسکے روز کا اور تنہا اُسکی رات مین جاگنے کا اور اُسمین سورۂ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اُسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف رح کے جو صحیح اور معتمد ہی اور ہفتہ کے دنون مین اُسکا بہتر ہونا اور اُسکا روز عید ہونا اور اُسمین دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اُس روز اکٹھا ہونا اور قبرون کی زیارت کرنی اور مردہ کا اُس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اُسکے دن یا رات مین مرجائے فتنہ قبر سے اُسکا بچا رہنا اور اُس روز دوزخ کا گرم نہونا اور اُس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اُنکا جنت سے نکلنا اور جنت والون کو اُس روز دیدار اللہ تعالے کا ہونا تمام ہوا قول اشباہ کا ہر چند ان امور مین سے اکثر باتون اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا مجتمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کردیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہی اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کیوقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہی کہ دونون جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور قرأت دونون مین بآواز بلند ہوتی ہی اور نماز عید اُسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہی اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونون یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اُسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی الشامی سمی بہ لان للہ فیہ عوائد الاحسان والعودہ بالسرور غالبا او تفاولا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ ہمین اللہ تعالے کے انعام بندون پر عائد یعنے مکرر ہوتے ہین اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی کے ساتھ آوے ہم لفظ عید اصل عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ خود کے معنی رجوع کے ہین اسلیے عید کے دن کو عید کہنا یا اسلیے ہی کہ اللہ تعالے نے جو کھانے پینے سے رمضان مین منع کردیا تھا عید کے باعث اُسکے انعام یعنے افطار نے بندون پر رجوع کیا یا اسلیے کہ غالبًا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہی یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا ویستعمل فی کل یوم فیہ مسرۃ ولذا قیل ؎ عیدٌ وعیدٌ وعیدٌ صرن مجتمعۃ ✦ وجہ الحبیب ویوم العید والجمعۃ ✦ اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اُس روز کے لیے جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہوگئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن لیئے چونکہ یہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلیے شاعر نے اُنکو عید کہا فلو [illegible] یلزم الا صلوۃ احدہما وقیل الاولے صلوۃ الجمعۃ وقیل صلوۃ العید کذا فی القہستانی عن التمرتاشی قلت قد اجبت التمرتاشی قرائتہ حکاہ عن مذہب الغیر وبصیغۃ التمریض فتنبہ پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہی اور

بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین مرتاشی سے مین کہتا ہون کہ مین نے قرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اُسنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا اسی اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر مم جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی المنقطا و شرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری مین مم ابوداؤد نے حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپ نے پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین اُنھون نے عرض کیا کہ ہم انمین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُنکے عوض تمکو دو روز اُنسے بہتر بدل دیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہا فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوے الخطبہ فانہا سنۃ بعد باداجب ہی نماز دونون عیدون کے صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی معہ اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سواے خطبہ کے کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے مم اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بالا یصح لان الہ مشرط الصحۃ اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانون مین مکروہ تحریمی ہی یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانون مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلیے کہ صحت عید کی شرط شہر ہی جو گانون مین مفقود ہی مم یعنے گانون مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونون نمازین جمع ہو جائین اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہی مم واجب سے مراد یہان وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی و تقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتین سنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز کسوف سے مم یہ مسئلہ فرضی ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑ سکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دوسرین کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبل الاذان عن الحلبی الفتوے علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ اقرہ المصنف کانہ اخذا قالہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوے جنازہ کو موخر کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی اخر احکام دین الاشباہ مبنی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرے مم یعنے جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہین ہو سکتی ویندب یوم الفطر اکلہ حلوا وتمرا ولو زبیبا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ والغسل والطیب بالہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھالینا نازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نازی گانون کا رہنے والا ہو بیشتر اپنے جانے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اُسکا ایسی چیز سے جسمین

خوشبو اور رنگ نہو اور مستحب ہو اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ماتن نے مستحب کہا حالانکہ غسل کو پہلے سنت لکھا ہو اور صحیح ہو کہ کل یا تین سنت ہین اور انکو مستحب اسلیے کہا کہ سنت مستحب کو بھی شامل ہو اور بولنا مستحب کا سنت پر اور اسکا عکس درست ہو کذا فی الشامی مختصراً وَاَوَّلَ فطرتہ صح عطفہ علی الکلام الکلام کلہ قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمۃ ثم خروجہ لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر ماشیا الی الجبانۃ وہی المصلی العام اور مستحب ہو ادا کرنا اپنے فطرہ کا پھر جانا یا اُسکا جبانہ کی طرف اپنے عید گاہ کو جہان سب نماز پڑھتے ہین شارح نے کہا کہ ادائے فطرہ کا عطف اکلہ پر درست ہو اسلیے کہ تمام گفتگو روانگی عید سے پیشتر کی باتون مین ہو اور اسی وجہ سے ماتن لفظ ثم باہر جانے کے پیشتر لایا تاکہ سب اشیا گذشتہ سے عید گاہ کو جانا موخر معلوم ہو ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا اُسکی تقریر یہ ہو کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون پر کیسے ہو سکتا ہو وہ تو واجب ہو شارح نے جواب دیا کہ یہان کلام خروج سے پیشتر کی چیزون مین ہو تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہو گو مطلق ادا کرنا واجب ہو کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید سُنّۃٌ وَان وسعہم المسجد الجامع ہوا الصحیح اور واجب مطلق جانا ہو اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لیے سنت ہو اگرچہ مسجد جامع سب لوگون کی گنجائش رکھتی ہو یہی صحیح ہو ہم یہ بھی جواب ہو سوال کا یعنے نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہو اپس سنت کیسے کہتا ہو شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہو امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ یا ننگے پاؤن نکلنا یا خاص عید گاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہ سنت ہو کذا فی الشامی وَلَا بَاْسَ بِاَخْرَاجِ مِنْبَرٍ اِلَیہا لکن فی الخلاصۃ لا باس بہ بنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عید گاہ مین لیکن خلاصہ مین ہو کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا عید گاہ مین نہ اُسکے باہر لیجانے کا یعنے منبر عید گاہ مین لیجانا نہ چاہیے ہم خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہو عید گاہ مین منبر بنانے کا بعضون نے کہا کہ مکروہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہو جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہو اور خلاصہ مین خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین منبر کا بنا دینا عید گاہ مین بہتر ہو کذا فی الشامی وَلَا بَاْسَ بعودہ راکبا وندب کونہ من طریق آخر اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین سوار ہو کر اور مستحب ہو کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بہ سبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ والکثار الصدقۃ والتہنیۃ بقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہو ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالے ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اسطرح کی مبارکبادی جائز ہو ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابو حنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار صحیح سندون کے ساتھ صحابہ رض سے اُسکے کرنے مین روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہو اور محیط مین ہو کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حال مین مکروہ ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہو اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہو وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہو وَلَا یکبر فی طریقہا وَلَا یتنفل قبلہا مطلقاً یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑھے عید فطر کی راستہ مین اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونون سے علاقہ رکھتی ہو یعنے تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہ غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے مطلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عید گاہ مین پڑھے نہ گھر پر ایسا توقع کیا ہو اُسکو مصنف نے بتبعیت بحر الرائق کے لیکن اعتراض کیا ہو اُسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہو قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح سے منقول ہو ایک قول یہ ہو کہ راہ مین تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہو اور صاحب بحر الرائق نے اُسکی تبعیت کی ہو اور اُسی قول کو مصنف نے لیا ہو دوسرا قول یہ ہو کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہو یعنے امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا ہو صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر ترجیح اعتراض

ف ۵ جہان یہ فرق ہو ترجیح کا وہان وہ نہ ہونا ترجیح کا نہ ہونا ہو اور یہان ترجیح کا ہونا ترجیح کا ہونا ہو

ف ۶ بنا دینے کے لفظ سے اور لیجانے کے لفظ سے

ف ۷ یعنے مصافحہ کا ہر حال مین مکروہ ہونا اسکے کبھی مستحب ہونے کے منافی نہین اور اضافیون کی سنت ہو ۱۲

کوئی نہیں کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہاں پیشتر اُس سے یہ لکھا ہو کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور بیکار کہنے میں ہو علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہو کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہو صحیح یہ ہو کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہیں کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ وجہا ظاہر قولہ تعالے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علے ما ہدکم وجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علے مورد الشرع اکثر سے زیادہ کیا ہو برہان میں اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہو بقول صاحبین مثل عید اضحے کے اور جہر ایک روایت ہو امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد الٰہی کا ہو اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالے کی اسپر کہ تکو اُسنے ہدایت کی یعنے اس آیت میں اُس روز نعمتوں کا اظہار مقصود ہو اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت میں داخل ہو اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہو کہ بلند کرنا آواز کا ذکر میں بدعت ہو پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر بم بحر الرائق میں ذکر کیا ہو کہ جہر سے تکبیر سنون نہیں مگر دشمن کے سامنے اور چوروں کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہو بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہیں بحر اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہو نہ مستحب وکذا الا یتنفل بعد ہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عید گاہ میں کہ یہ نفل مکروہ ہو اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا پڑھنا ثابت نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعد ہا فی البیت جاز بل یندب التنفل بہ اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر میں تو جائز ہو بلکہ مستحب ہو چار رکعتیں نفل پڑھنا گھر پر بم فتح القدیر میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتیں پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہو وہذا الخواص اما العوام فلا ینبغون من تکبیر ولا تنفل اصلا لغلبۃ جہلہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہو یعنے جو کسل عبادت میں نہ کریں اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال میں منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے اُنکی رغبت کے اچھی باتوں میں کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہیں یا پکار کر اور نفل عید گاہ میں پڑھیں پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نہ کرنا بحث ہو صاحب بحر کی نہ روایت مذہب لیئے اسوجہ سے منع نہ کیا جائے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہو تو پھر خیرات کے گروہ نہیں پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہیں کذا فی الشامی وفی حاشیتہ بخطہ فقہ وکذا صلوۃ رغائب و براۃ وقدر راد بحر الرائق کے حاشیہ میں ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برأت اور نماز شب قدر سے ہم صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل میں لکھ چکے ہیں کہ جو اُسکے باب میں منقول ہو سب موضوع و باطل ہو پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ حتی ممشی نے کہا کہ اُسپر اعتماد نہیں ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہو کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہو اور ان نمازوں کی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہو اور حکام فقہ گمنام حاشیوں سے بیان نہیں کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد العید فقیل اما منعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت قولہ تعالے ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رضی نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اُس شخص کو منع نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہو کہ کہیں وعید میں نہ داخل ہو جاؤں اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہو بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہو اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الے الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہو زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہ ہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط کیئے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہیں ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت لیئے تین گز ہو کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج قدمناہ فی الاثنے عشریہ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نماز عید کی نماز میں ہو تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ میں

عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہوجاتا ہی ایسا مذکور ہی سراج مین اور جسنے اُسکو بیشتر بیان کیا ہی بارہ مسائل اختلافی مین لیکن خلیفہ کرنے کے باب مین ہم فاسد ہونے سے یہ غرض ہی کہ وصف فاسد ہوجائیگا اور نماز نفل ہوجائیگی کذا فی الشامی ویصلے الامام بہم رکعتین مثنیا قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعا اے ستۃ عشر لانہ ماتور اللا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑھاوے لوگون کو امام دو رکعتین دعا سبحانک اللھم زائد تکبیرون سے پیشتر پڑھکر اور زائد تکبیرین تین تین ہر رکعت مین اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اُسکی متابعت کرے سولہ تکبیرون تک کیونکہ یہ تعداد بھی حدیث مین منقول ہی مگر یہ کہ سننے مکبرون سے تو کل تکبیرین کہے ہم لیئے اول نیت کرکے دعا پڑھے پھر تکبیرین کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرارت کے ہی اور امام تین سے زائد تکبیرین کہے تو دونون رکعتون کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید مکبر نے غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کے لیے ایک شخص سوا امام کے کافی ہی کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرأتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہی کہ دونون قرارت کو پیاپے کرے اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنے سورۂ اعلے اور غاشیہ ہم قرارتون کے پیاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت مین زائد تکبیرین بعد قرارت کہے تاکہ دونون رکعتون کی قرأت مین فاصلہ تکبیرون کا نہو پھر اگر پہلی رکعت مین بھول کر قرارت شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہی تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑھی ہو تو زائد تکبیرین کہے اور قرارت پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر تکبیرۃ فی الحال برای نفسہ لانہ مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام مین پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اُسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہی یعنی مسبوق اپنی نماز مین تابع امام کا نہین تو حنفی تین تکبیرین کہکر شامل ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعتہ لم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت مین مسبوق ہوا ہو تو جب اُسکو ادا کرے اول قرارت پڑھے پھر تکبیر کہے تاکہ تکبیرین پیاپے نہو جائین یعنے دوسری رکعت مین امام کے ساتھ بعد قرارت کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت مین اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپے ہوجائینگی اور یہ امر صحابہ سے منقول نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتے رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علے الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولے من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی قیام مین تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع مین تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہی تو واجب چھوڑکا ادا کرنا بہتر ہی مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہی ہم اور بحر الرائق مین کہا کہ صحیح یہ ہی کہ رکوع مین تکبیر نہ کہے مان اگر یہ خوف ہو کہ قیام مین تکبیر کہونگا تو امام رکوع سے سر اُٹھا لیگا تو اُسوقت رکوع مین کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر الروایۃ فلو عاد وبنی لفساد نہر جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع مین اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت مین پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہی کہ اس صورت مین ترک فرض ہی واجب کے لیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہین ویکبر رفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر رکعا کما مر ظاہر یرفع یدیہ علے المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ فی محلہ اور اپنے دونون ہاتھ کانون تک اُٹھائے زائد تکبیرون مین اگرچہ اُسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کی حالت مین کہے تو ہاتھ نہ اُٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونون زانو کا سنت ہی اپنے محل مین اور رفع یدین بھی سنت ہی مگر اُسکا یہ محل نہین تو جسکا محل ہی اُسی کا اختیار کرنا اولی ہی کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیرات ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیر ثلث تسبیحات ہذا مختلف بکثرۃ الزحام وقلتہ اور نہین ہی عید کی تکبیرات کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیرون مین ہاتھ اٹھائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اُس قیام مین مسنون ہی جسمین کوئی ذکر مسنون ہو اور جب رہے ہر دو تکبیرون مین مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہی کثرت انبوہ اور اُسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہی کہ اشتباہ دور ہوجائے کذا فی البحر ویخطب بعد ہا خطبتین وہما

سنۃ فلو خطب قبلہا صح واسار لترکہ السنۃ والاولیٰ ان لا یفعلہ ویکرہ ان ینفل فیہا ویکرہ اذان الخطبۃ ویکرہ بین فیہا ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونوں سنت ہین پس اگر خطبہ پڑھا پہلے نماز کے تو درست ہوا اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہی وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ دو باتون کا فرق ہی ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید مین مسنون ہی اور جمعہ مین نہین دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہی اور عید مین نہین والخطب ثانی بل عشرۃ یبدأ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن لذلک ولم ارہ اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس انمین سے تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو یعنے الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا حکم مصرح نہین دیکھا مگر شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہی اور کسوف مین بموجب ایک قول کے خطبہ ہی اسلیے شارح نے دس خطبے بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین او ثلث خطب الحج الاان التی بلتہ وعرفۃ یبدأ فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے الحمد للہ اکبر کہنے سے پانچ خطبون کو دونون عید کے خطبون کو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہ کہ جو خطبہ بلتہ اور عرفہ مین ہو اسمین اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہی خزانۃ ابو اللیث مین یعنے جو خطبہ منے مین گیارھوین ذیحجہ کو ہوتا ہی اُس مین لبیک کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترا می ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ وان یکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ اور مستحب یہ ہی کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہی اور مستحب ہی کہ منبر سے اُترنے کے پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عند نا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے لیے ہی اور چونکہ عید مین اذان نہین اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لورودہا من لم یود ہا وینبغی تعلیمہم فی الجمعۃ التی قبلہا ایضا جو لم نے محلہا ولم ارہ اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقۂ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے کہ لوگون کو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اُسکے موقع پر دیدیا کرین اور مین نے اس بات کو کہین مصرح نہین دیکھا مگر شامی نے کہا کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر مین بیان کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک خطبہ پڑھتے اور اُسمین صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وہذا کلہ حکم بتبع البیان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اُسکی تعلیم کردے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے مشروع ہوا ہی ولا یصلیہا ومن فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی نہر الجبر وفیہا یلغز اے رجل افسد صلوٰۃ واجبۃ علیہ ولا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہوا امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیسا کہ مذکور ہی نہر الجبر کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین جیستان پوچھی جاتی ہی کہ کونسا شخص ہی جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اُسپر قضا نہو مگر اگر بلا عذر امام کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گنہگار رہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہی کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہی کذا فی الطحطاوی ولو امکنہ الذہاب الی الامام آخر فعل لانہا تودی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلے اربعا کالمقتدی اور اگر ممکن ہو اُسکو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہ ادا کیجاتی ہی بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے سے تو چار رکعتین پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیرین زائد انمین نہ کہے جیسے عید مین کہا کرتے ہین کذا فی الشامی ولو خرج بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجی فی الاضحیۃ وعلی القہستانی قولین اور تاخیر کیجاوے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور روز آیندہ تینون سے متعلق ہی یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاوے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ جیز زوال اور صرف دوسرے

روز تک تاخیر درست ہو نہ اُسکے بعد پس وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی مثل اول روز کے ہو اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ مین مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کیے ہین ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی دوم یہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہو روایتون کا کذا فی الطحطاوی واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ اسے بالعذر بدونہا فالعذر ہنا نفی الکراہۃ دون الفطر للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنے وقت اور صفت اور شرطین دونون کیسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنے بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہو اور عذر کے ساتھ بلا کراہت تاخیر جائز ہو تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنے کو شرط ہوا اور عید فطر مین نماز کی صحت کے لیے شرط ہو یعنے بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہین ویکبر جہرا اتفاقا فی الطریق قبل دفے المصلے وعایہ عمل الناس الیوم لانی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ مین اور ایک قول یہ ہو کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہو لوگون کا آج یعنے عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہ ہو کہ عیدگاہ مین تکبیر نہ کہے جب تک امام نماز نہ پڑھ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہے نہ تکبیر کہے گھر کے اندر یعنے مسنون راستہ مین ہو نہ گھر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکھا ہو تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ اے تحریما اور مستحب ہو کھانا نماز کی عید اضحے کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول مین اور اگر کھالیگا تو مکروہ تحریمی نہوگا سم یعنے جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہو اُنسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہ سے اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح کو لڑکون کو کھانا کھانے سے اور شیر خوارون کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریا کی قید شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہو کہ شاید کھانے مین کراہت تنزیہی ہو حالانکہ ایسا نہین اسلیے کہ بدائع مین کہا ہو کہ اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے مگر مستحب ہو کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھائے تاکہ قربانی مین سے کھانا لے کذا فی الشامی ولعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ مین ہم اضحیہ بضم ہمزہ اور کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ مین ڈالنے کے ہیچونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت بہت سکھایا جاتا ہو اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہو اسلیے عرفہ سے بیشتر کے جمعہ مین اُسکے احکام بیان کرنے مناسب ہین وہو وقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبہا فی الواقفین لیس بشئی ہو نکرۃ فی موضع النفی تعم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب وذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا الشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ کے روز سوائے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹھہرنیوالون کے کوئی عبادت نہین شارح نے کہا کہ شئی نکرہ ہو نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنے یہ ٹھہرانا نہ فرض ہو نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دے گا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ وقوف مستحب ہو ایسا ذکر کیا ہو لمسکین نے اور باقانی نے کہا ہو کہ اگر لوگ جمع ہون اسدن کی بزرگی اور وعظ سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہو بلا کراہت بالاتفاق سم شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون مین یا شہر کے باہر کسی مکان مین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہو یا ہان اگر اُس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہ ہو کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہو تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا نہو اور در رببحار مین اسکو مکروہ لکھا ہو اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہو کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہو اور نہر الفائق مین ہو کہ عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو تزجیح ہو اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہو تکبیر تشریق صحیح تر قول مین ایکبار بسبب اُسکے امور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہو اُسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہ ہو کہ تکبیر سنت ہو اور ہر تکبیر کا

اس آیت میں ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنوں میں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں کذا فی الشامی صفۃ التکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو المأثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یوں کہنا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ کلمات منقول ہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے مع فقہا اسکا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہیں حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردیں تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس ما نالہ اصح قالوا ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور قاموس میں ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عراقی میں مطیع اللہ ہیں یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ہم اسمین اختلاف ہے کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابو اللیث نے بستان میں ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید میں بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحٰق جدا ہوں اور حدیث میں وارد ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنے میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں کا ایک آپ کے باپ عبداللہ ہیں اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل مؤد بالنفل ولو قضاء اداء او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالجمعۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ لا المبیہ فی الاصح جو ہرہ واجب ہے تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو ہنا نماز کا لیئے اگر فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلاً بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر میں ایام تکبیری کا اُسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہے بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نہ کرے دوسرے یا تیسرے روز کرلے کہ وقت اس تک باقی ہے واو جماعت مستحب کی قید سے عورتوں کی جماعت اور ننگوں کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں اور غلاموں کی جماعت خارج نہیں صحیح تر قول میں تو اُسکے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلیئے کہ آزاد ہونا جماعت میں شرط نہیں ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اُسکے بعد تکبیر واجب نہیں اور فرض قضا کی جماعت میں تکبیر واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں اوّل یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر میں پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اُسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں اوّل یہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر میں پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر میں پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر میں پڑھے چوتھے یہ کہ اُسی سال کے ایام تکبیر کی قضا اُنھیں دنوں میں پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت میں واجب ہے اور دوں میں کذا فی الکبلی اولہ من فجر عرفۃ وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فی الثلاثۃ صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اُسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر میں بھی واجب ہے تو یہ آٹھ نمازیں ہوئیں یا نچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی وجوبہ علی الامام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ للرجل امراۃ تخافہ وتجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے جو شہر میں مقیم ہو اور مقتدی مسافر یا گانوں کے رہنے والے مقتدی ہو یا مقتدی عورت ہو بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے لیئے اور وں کو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول میں سنت ہے کذا فی الشامی اور واجب ہے اُس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ یتح للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والاصل والقنوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے پھر وہ پڑھنے ہر فرض کے مطلقاً اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیئے کہ تکبیر تابع فرض کی ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے اُنپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہے فجر عرفہ سے پانچوں دن کے

عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو تیرھویں تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازین ہوئین بنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوے ہی سب شہرون اور کل زمانون مین یعنے اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہی کذا فی الطحطاوی ولاباس بتقلید الامام المسلمین تو ارتو فوجب انباعھم وعلیہ البلیغون اور کچھ مضائقہ نہین تکبیر کا بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہی اُنکی پیروی کرنی اور اسی پر ہین بلخ کے علما م کلمۂ لاباس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین بیان کیا ہی تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہی اسلیے لما کہ اتباع ضروری ہی طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہی اور بحر الرائق کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین وللامام العامہ من التکبیر فی الاسواق فی الایام المتشرو بہ ناخذ بحر وتجلی وغیرہ اور سنت نہ کہے بادیہ عوام تکبیر کہنے سے بازاروں مین عشرہ ذیحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبے وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ اشتہر بہ تہاکہ شاع بحر عن المجتبے کہتا اسلیے کہ بحر الرائق مین اس مسئلہ کو مجتبے سے نقل کیا ہی ویاتی الموتم بہ وجوبا وان ترکہ امام لاداتہ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسمعت ان کبر فکبروا بہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے بفور وجوب اگرچہ اُسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہین تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلاوے دوسرے یہ کہ تعظیم اوستاد کی اُسکے امر کی بجا آوری مین ہی چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوے تیسرے یہ کہ جب اُستاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اُسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اُسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر اُستاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اُسکی حرمت فراموش نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لافسد ولو بقی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اُس نماز کے جو اُس سے رہگئی ہی اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد ہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہوجاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہی کذا فی الشامی ویبدا الامام بسجود السہو لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لوتحرما بعد مہا خلاصہ اور شروع کرے امام سجدۂ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز مین یعنے سجدۂ سہو ایسے وقت مین واجب ہی کہ اُسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہی اسی لیے سجدۂ سہو مین اقتدا امام کا درست ہی پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدا ربالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہی اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہی تو اس سے نماز قطع ہوجائیگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدۂ سہو ہی اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہی سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبۃ امامن حیث الاتحاد او التضاد ومناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہی یا باعتبار ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نمازین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہی اور گہن خوف واندوہ کا یا یہ کہ جماعت عید مین شرط ہی اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکلف والخسوف للشمس والقمر بھیر اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہو اور خسوف خ سے چاند گہن ہم اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہے مگر جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ اِلَّا تَخْوِيفًا) یعنی ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجالاویں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف رجوع سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہوا اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گہتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جب تم انکو دیکھو تو اٹھکر نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان لمستحب وفی السراج لا یدس شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ ردہ فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع بتحیۃ نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو دو رکعتیں شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنے مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ نماز کسوف میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوائے خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کر دی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور ماتن نے کہ رکعتین کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دو گانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبیٰ وصفتہا کالنفل اے برکوع واحد سے غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتوں میں بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکارکر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھے ہم ایک رکوع کی قید اسلیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اسلیے کی کہ صاحبین اس نماز میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات کے دن ہوا اور جسمیں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے انکا وہم دور فرمائیں کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوٰۃ جامعۃ اجتمعوا اور پکار دیا جاوے یہ لفظ الصلوٰۃ جامعہ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں ہم یعنے بجائے اذان ان لفظوں سے اعلام کر دینا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہے اور جامعہ خبر اور یہ جملہ یعنی انشا ہے ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعد ہا جالسا مستقبل القبلۃ اوقائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی ینجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز میں رکوع اور سجدہ اور قرارت اور دعا دے اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف منہ کرکے اور سب لوگ آمین کہیں دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جائے ہم قرارت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت میں سورۂ بقر اور دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یا دنہوں تو اُنکے برابر دوسری سورتیں پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں سارا وقت گہن کا پورا ہو جائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قرارت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو طویل کہا اس سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کرکے اچھا ہے اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے تو بہتر ہے اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام للجمعۃ صلے الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کا خسوف للقمر اور اگر امام جمعہ حاضر نہ ہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہے وہ موجود نہ ہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں وہ اسلیے کہ جھگڑے سے بنی بڑے مجمع میں پیش امام ہو اور جھگڑا ہوا کرتا ہے اسلیے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل بانگ گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھروں پر پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نمازات کو ہوتی ہے اسوقت جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں ہم ظہیریہ میں ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

جماعت سے پڑھادے کذا فی البطحطاوی والریح الشدیدۃ مطلقا والظلمۃ القویۃ نہارا والصواعق القوی لیلا والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والطاعون اظہر الدلائل وعموم الامرض منہ الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای سنۃ وکل طاعون فہا والعکس قیاس للاشباہ اور جیسے نماز چین تنہا وقت سخت آندھی کے مطلق یعنے دن کو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہوجانے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اُنکے خوفناک حوادث کے وقت مثلاً زلزلون اور کڑک بجلیون کے وقت اور متواتر برف اور مینھ کے برسنے کے وقت اور بیمارون کی کثرت کے وقت اور اسی مین داخل ہی دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ یہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور جو طاعون ہی وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہین یعنے یہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہی ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہی اسلیے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینھ اور برف مین دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام بلا ہی نہ جمعت دفع یعنی صلوۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوۃ الخسوف سنۃ وکذا البقیۃ اور عینی مین ہی کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار مین اختیار کیا ہی اُسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہی یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہی کذا فی البطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازین اضحی وغیرہ کی اوقات مین حسن ہین ہم نماز کسوف کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغۂ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لیے ہی کذا فی البطحطاوی وقد اختلف فی استنان صلوۃ الاستسقاء فلذا اخرہا واللہ تعالی اعلم اور فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسی لیے مصنف نے اُسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالے اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہی طلب باران کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہی کہ دونون مین اجتماع لوگون کا ہوتا ہی پھر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہی اور شریعت مین خشک سالی کے وقت خدا تعالے سے مینھ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین مشروع ہی جہان چھلیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لیے باہر نجائین کذا فی البطحطاوی ہو دعا و استغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینھ کے برسنے کا یعنے امام کھڑا ہوکر قبلہ رخ ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو مُنھ کرکے بیٹھے ہوے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا غَدَقًا طَبَقًا جَلَلًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ سَحًّا تَامًّا) اور جو الفاظ انکے مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکارکر بھی اور استغفار سبب ہی مینھ برسنے کا یعنے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا) یعنے مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بھیجیگا تم پر مینھ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینھ برسانے کا فرمایا کذا فی البطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہے جائز ہ (بلا خطبۃ وقالا نفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینھ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاے مثل عید کے یعنے امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھادے پھر زمین پر کھڑا ہوکر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہی یعنے امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہی کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی و بلا قلب ردا خلافا لمحمد اور دعا ہی بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے مم یعنے امام کے نزدیک اور دعا دون کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھکر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاے اور نیچے کا رخ اوپر ہوجاے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اور چادر صرف امام پائے نہ مقتدی و بلا خصوصیت ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر فقد یستجاب استدراجا واما قولہ تعالے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال فنفی الاثرۃ شروع مجمع اور دعا ہی بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہیں ہے دعا کافروں کی مگر بھٹکنا تو یہ آخرت میں ہے کذا فی شروح مجمع ہم اس امر میں اختلاف ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور میرا سو وجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو جانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب میں بڑا کافر وہ ہوا اور صدر شہید نے کہا کہ فتوے اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتوں سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے دعا مانگو کہ ہمیں ایک دن عذاب ہلکا کردے تو وہ کہینگے کہ تمہارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیوں نہیں فرشتے کہینگے کہ تو تم دعا مانگو اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بھٹکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوۃ اے بجماعۃ اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھیں تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا میں نماز نہیں اسکے یہ معنی کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ تم بخرج ہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین لمدنا کسین رؤسہم او جنگل کو جائیں دعا کے لیے تین روز برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہیں ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا اور گناہوں سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر جس روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا نہ دھوے ہوئے کپڑے پہنے لینے پرانے یا پیوند لگے ذلیلوں کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جھکائے ہوں ہم جنگل میں جانے کا حکم ان لوگوں کو ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے باشندے نہوں کہ انکے لیے حکم وہاں کی افضل مساجد میں جانے کا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقداروں کے بھی ادا کردیں کہ توبہ میں یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیویں اور ہر روز توبہ کریں اور مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کریں اور ضعیفوں اور بوڑھوں اور بڑھیوں اور لڑکوں کے ذریعہ سے مینہ کی دعا کریں اور بچوں کو انکی ماؤں سے علیحدہ کریں ہم ان لوگوں کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کردیں تاکہ وہ دعا مانگیں اور جوان آمین کہیں کہ انکی دعا جلد مقبول ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمہارے ضعیفوں کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچوں کو ماں سے جدا رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگوں کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریائے رحمت ایزدی جوش میں آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانوروں کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھیں کے سبب سے عنایت ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگیں آسمان کی طرف اٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی وجہ سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا بأس بخروج الامام معہم وان خرجوا بأنفسہم جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگوں کے ساتھ اور اگر لوگ نکلیں امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لعدم جمع ہوویں مسجد الحرام میں مکہ معظمہ میں اور بیت المقدس میں اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہاں کے لوگ مسجد شریف میں جمع ہوں ثمایہ

اُس مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سے ذکر نہ کیا ہو گا شامی نے کہا کہ یہ وجہ کافی نہین اسلیے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے قافلون سے زیادہ نہین کہ اُنکی گنجایش تو ہو جاوے اور باشندون کی خواہ اسلیے ضرور ہی کہ دعا باران مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جاوے جیساکہ ہر حادثہ کے لیے دعا آپ کے مشاہدہ مین کی جاتی ہی اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازون پر کھڑا کیا جاوے وان دام المطر حتے اضر فلا باس بالدعا بحبسہ وصرفہ حیث ینفع اور اگر مینہ کی جھڑی لگے یہانتک کہ نقصان کرے تو مضائقہ نہین دعا کرنے کا اُسکے بند ہونے اور ایسی جگہ مصروف ہونے کے واسطے جہان مفید ہو ہم یعنے یون دعا کرے کہ الٰہی اب جہان مینہ کا برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اُسکو ہٹالے وان سقوا قبل خروجہم تدب ان یخرجوا شکرا للہ تعالے اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہی کہ اللہ تعالے کے شکریہ کے لیے باہر نکلین یعنے جب قبول سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہی کہ باہر نکل کر دعا کرین تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا فی الشامی ملتقطاً

باب صلوۃ الخوف

یہ باب ہی نماز خوف کے بیان مین ہم اسکی مناسبت نماز استسقا سے یہ ہی کہ دونون خوف کے وقت ہوتے ہین من اضافۃ الشیٔ لشرطہ اضافت صلوۃ کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کی طرف یعنے خوف شرط ہی اس نماز کی ہم بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہو کہ اضافت سبب کی ہی طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہی اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط کی طرف ہی اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کی طرف ہی وہی جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالے خلافا للشافی لشرط حضور عدد یقینا فلو صلوا علے ظنہ فبان خلافہ اعادوا او سمع اوحیہ عظیمۃ وتحوہا وحان خروج الوقت لما فی مجمع الانہر ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رأیت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنے امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک جائز نہین اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز مشروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اُسکا ادا کرنا جائز نہو گا اور طرفین فرماتے ہین کہ صحابہ رض نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہی اسلیے جائز ہی بشرط موجود ہونے دشمن کے یقیناً یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا اور اُسکے مثل اور چیزون کے مثلاً آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقیناً کی قید ہمنے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑھینگے پھر اُسکے خلاف ظاہر ہو گا یعنے دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھین اور درست ہی یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر مین ہی اور یہ قید مین نے اوروں کے کلام مین نہین دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو وہا بالہ ویصلے باخری رکعۃ فی الثانی ومنہ الجمعۃ والعیدو رکعتین فی غیرہ لزوما وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلے بہم ما بقی وسلم وحدہ وذہبت الیہ ندبا وجاءت الطائفۃ الاولے واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخرے واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک ٹولی مثلاً دشمن کے مقابل اُسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسری ٹولی کو مثلاً کو ایک رکعت دو رکعت والی نمازون مین اور اسی مین داخل ہی جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑھاوے غیر ثنائی مین بطور وجوب کے یعنے اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور چلی جاوے

یہ ہے کہ ایک ٹولی دشمن کے سامنے لیجائے بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت مین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑھنے مین اور اوسے آنے دے پس انکو امام پڑھاوے باقی نماز اپنے جتنی نماز اُسکو باقی ہو وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیرے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جاے براہ استحباب یعنی اگر بجائین اور اُسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہی اور آوے جب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرات کے اسلیے کہ وہ لاحق ہین اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہی اور سلام پھیرین پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کرین بدون قرات کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق اور منفرد کا ایک حال ہی ہم صلوٰۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہی اور مستحق مین ہی کہ جائز ہر کیفیت سے ہی مگر اختلاف اسمین ہی کہ بہتر کونسی ہی اور قرآن مجید مین جو کیفیت مذکور ہی اُس سے زیادہ تر قریب یہ صورت ہی جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتون کی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہی اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز مین کچھ فرق نہوگا اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہی اگر سوار ہوکر جائینگے تو نماز باطل ہوجائیگی وھذا ان تناوبوا فی الصلوٰۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلے لکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اُس صورت مین ہی کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہ ہی کہ ہر ٹولی علحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ہم یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز پڑھے جب امام فارغ ہوے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ اُنکو پڑھاوے اور اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہی جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفھم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح الاقتداء بالایماء لعجزہ قدر ہم للضرورۃ اور اگر زیادہ ہو خوف لوگون کو اور عاجز ہون اُترنے سے تو نماز پڑھین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو اُنسے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی بغیر اصطفاف وبعمل حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کزیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہوجائیگی پیادہ چلنے سے ہو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے ہو اور نہ بے وضو ہوجانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہی اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین اُنسے فاسد ہوجائیگی م طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کبھی ہوتا ہی کہ جو کوئی اُسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلے بایماء والا لا تفسد کصلوٰۃ الماشی والسائف وھو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا مین اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈھیلے کردے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ اُنکی نماز بھی صحیح نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا تفسد صلوتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اُسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اُسکی نماز درست ہی سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اُسکی نماز درست نہین اسلیے کہ اُسکو کچھ خوف نہین شرعوا ثم ذہب العدو ولم یجز الخ اقیم ولیکسہ جاز لوگون نے نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو اُنکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہین یعنے ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہی یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہوگیا تو اس صورت مین اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوٰۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ وعلیہ فلا تقصر من البغاۃ اور شروع نہین نماز خوف اُس شخص کے لیے جو اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی ہم یعنے جس شخص

کا نفس سفر مسیت ہو جیسے زہر فی اور بغاوت کے لیے سفر کرنا تو اسکی صلوۃ خوف جائز نہیں کذا فی الشامی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلا بانے اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اوّل غزوہ ذات الرقاع میں دوم بطن نخل میں سوم غزوہ عسفان میں چہارم غزوہ ذی قرد میں ہم ذات الرقاع کے معنی بیوندوں والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہی کہ اس غزوہ میں ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری میں غزوۂ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہی اور عسفان بروزن عثمان مکہ سے دو منزل ایک مقام ہی اور ذو قرد بفتح قاف وراء مہملہ دال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ غزوہ ۷ سنہ ہجری میں ہوا الطحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح میں حاوی سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شارح چار مقام لکھتا ہی تو یا یہ مراد ہی کہ چار بار غزوؤں میں اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقاموں میں یا یہ کہ ان مقاموں میں چوبیس نمازیں خوف کی پڑھیں واللہ اعلم

باب صلوۃ الجنازۃ

باب صلوۃ الجنازہ

یہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اُسکے لواحق کے ذکر میں ہم مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہی کہ خوف وقتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہیں اور اسکو پیچھے اسلیے بیان کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان وتکبیر کے ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہی کذا فی الطحطاوی من اضافۃ الشی الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنے سبب کیطرف یعنے میت سبب ہی اس نماز کا وہی بالفتح المیت و بالکسر السریر وقیل بالعکس اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور جسکو نعش کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہی کہ بفتح اور کسر دونوں مردہ کو کہتے ہیں کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی پیدا ہوئی ہر زندگی کے مقابل اور ایک قول یہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی ہم موت میں اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہی یا عدمی جو وجودی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی (خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ) یعنے پیدا کیا اللہ تعالےٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہی اور حیات اور موت میں مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونوں جمع نہیں ہوسکتیں اور جو لوگ عدمی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہی کہ زندہ چیز سے مراد حیات کو نیست کرنے کا نام موت ہی تو عدمی ہوئے اور انمیں مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنے عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہ کہے ہیں کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی لوجوہ المختصرہ علامتہ استرخاء قدمیہ داعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علے یمینہ وہو السنۃ منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف دہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونے کی یہ ہی کہ پاؤں اُسکے ڈھیلے ہوجائیں اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیاں اندر کو دھس جائیں ہم الطحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغۂ اسم مفعول ہی یعنے جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوئے وجاز الاستلقاء علے ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ القبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علے الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علے حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہی چت لٹانا پشت پر اُس صورت میں کہ دونوں پاؤں اُسکے قبلہ کی جانب ہوں اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ میں لیکن اُسکا سر تھوڑا سا اُبھار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اُسکا منہ ہوجاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کردیا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے موجب یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائیں پر یا چت لٹانے سے اُسی طرح منہ قبلہ کیطرف کردینا چاہیے تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغی میں اور اگر قبلہ بخ کرنے میں اُسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اُسکا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اُسکے

زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان اولے لاتقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاوے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول نہین م تلقین کے معنی فہمائش کے ہین اور یہان یہ مراد ہی کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لاالٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ ایسی طرح پڑھا جاے کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اُسکو یون کہا جاے کہ ان کلمات کو دھیان کریا اور کسی طرح یاد دلایا جاے اور یہ یاد دہانی اُسوقت تک ہی کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہی اور جس کسی نے واجب کہا ہی وہ مجازا کہدیا ہی اور بعض فقہا نے لکھا ہی کہ صرف لاالہ الا اللہ کی تلقین کافی ہی اسلیے کہ حدیث شریف مین ہی کہ جسکا آخر کلام لاالہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق مین ہی مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہی واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لاایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ اُسکی توبہ مقبول ہوتی ہی اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہی ہم جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا بأسنا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہی مختار یہی ہی کہ توبہ مقبول ہوتی ہی اسلیے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہی (ہوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہی چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جب تک کہ جان اُسکی حلق مین غرغرہ نہ بولے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا کلما یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ مالم یتکلم لیکون اخر کلامہ لاالہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون حکم کرنے کے اُسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکرے یعنے تلقین مین اُسکو امر نہ کرین کہ یون کہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تو کافی ہی اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لاالہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قراءۃ یس ورعد اور مستحب ہی مرنے والے کے پاس سورہ یس اور رعد کا پڑھنا م یعنی اسلیے کہ یس کے پڑھنے کا حکم حدیث مین آیا ہی اور سورۂ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہی کذا فی الشامی ولا یلقن بعد تلمیذہ وان فعل لا ینہے عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاے م چونکہ حدیث مین آیا ہی کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہی اور بعض نے بمقتضاے ظاہر آیت (انک لاتسمع الموتی یعنے تو نہین سنا تا مردون کو تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر نہین بلکہ اُس سے فائدہ ہی کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی چنانچہ آثار مین وارد ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہی کہ تلقین نہ کیجاے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہی کہ تلقین مشروع ہی اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہی چنانچہ احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال یا نسب الے آدم وحوا اور کافی ہی کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ اے فلان ابن فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنے اللہ تعالے پر اور اُسکے رسولون پر ایمان گویا یاد کرا اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے اے آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ اے حوا کی بیٹی ومن لایسأل یعنے

ان لا یلقن والاصح الانبیاء علیہم السلام لا یسالون والاطفال المؤمنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین سوال نہ کیا جاے مناسب ہی کہ اُسکو تلقین بھی نہ کی جاے اور صحیح تر یہ ہی کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہی امام اعظم رح نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہ اُنسے سوال ہوتا ہی یا نہین اور وہ دوزخ مین رہینگے یا جنت مین اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے م جن لوگون سے سوال نہوگا وہ یہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اُسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہی کہ اُنکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالے زیادہ جانتا ہی جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہین کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر وبحثی فی الخطر اور مکروہ ہی تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہوکر یہ تمنا نہ کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی اور کتاب الخطر والاباحۃ مین آگے آویگا م نہر الفائق مین کہا ہی کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الٰہی مجکو زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہو اور مجکو موت دے جبسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الخطر اکثر شخون یہ نہین وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یستغفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حلا علے انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون اُنکے لیے اُسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اُسکے ساتھ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنے اُسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اُسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے کی حالت مین ہی اور اسی جہت سے بعض فقہانے اختیار کیا ہی میت کی عقل کا جاتا رہنا اُسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہی اُسکو کمال الدین محقق نے م یعنے اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہی کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر قصداً بکنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اُسوقت مین عقل نہونے کا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فادامات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ تحسینا لہ لیقول مقتضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ مابعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ماخرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد اعضاءہ ویوضع علے بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحفر عنہ الطبیب ویخرج من عندہ الحافظ والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مرجاوے تو اُسکے جبڑے باندھ دیے جائین اور اُسکی آنکھین بند کی جائین اُسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنے اگر مُنھ اور آنکھین کھلی رہینگی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھون کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اُسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اُسپر وہ حال جو اُسکو آگے کو درپیش ہو یعنے سوال قبر اور احوال قیامت اُسپر سہل کر اور اُسکو مشرف کر اپنی دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ انکلا ہی اُسکو بہتر کر بہ نسبت اُسکے جس سے وہ نکلا ہی یعنے آخرت کو اُسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر اُسکے اعضا پھیلا دیے جائین اور اُسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پھولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نہ ملے تو بھاری چیز رکھدی جاے اور اُسکے پاس خوشبو حاضر کیجاے اور اُسکے پاس سے حیض ونفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلے جائین ویعلم بہ بیرانہ واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاے اُسکے مرنے کی اُسکے ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاے اُسکے سامان کفن ودفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ مسلمان کے مردہ کو اُسکے گھر والون مین روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولایقرأ عندہ القران اے ان یرفع اے النسل کما فی القہستانی مغربا للتلف اور پڑھا جاے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اُٹھایا جاے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہی تلف کی طرف منسوب م طحطاوی نے کہا کہ تلف مین وہ یقرأ ہی بصیغۂ اثبات اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکھا لا بالنفی

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لاہو تو نتف اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ کلہ لاغلطی کاتبہ سے زیادہ ہوگیا ہی قلت ولیس فی النتف الی النسل بل ان یرفع فقط وغیرہ فی البحر یرفع روحہ وعبارۃ الزیلعی وغیرہ ثم کرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل وعللہ الشرنبلالی فی امداد الفتاح بتنزیہا للقرآن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت مین کہتا ہون کہ نتف مین نہلانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہی کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق مین اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہی یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہی قرارت قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہی کہ اس صورت مین قرآن کا علیحدہ رکھنا ہی میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہوجاتا ہی قیل نجاستہ خبثیۃ وقیل حدثیۃ بعض فقہانے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ حکمی ہی ہم اول قول کی دلیل یہ ہی کہ آدمی خون کا پتلا ہی مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی آدمی بھی ہوجاتا ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہی اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر کنوئین مین گرجاوے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہی اور نہلانے سے جو پاک ہوجاتا ہی تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہی اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہی کہ موت کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہی بسبب ڈھیلے ہوجانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہی اور زندگی مین پر وضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہی اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانون کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوتا ہی نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہی بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہوجاتا ہی اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہی غرضکہ تمام اکثر فقہا کا قول اول ہی ہر دو علیہ فینبغی جواز ما لقراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قرارت درست ہو جیسے بےوضو کو قرآن کا پڑھنا درست ہی ہم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بےوضو آدمی ہوتا ہی تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہی اور اگر اور مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہی کہ مردہ کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا ہوا ہو اور اگر چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرارت مکروہ ہوگی ویوضع للامات کما یتیسر فی الاصح علی سریر مجمر وتر اے سبع فقط فم فکفنہ وعند ثلثۃ فی ثلث لافلفۃ ولافی القبر اور جیسی کہ مرجاوے رکھاے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنے اس سے زیادہ نہ بسائین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین دم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ لحاد مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاؤ اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہی اور یہ جو کہا کہ بغور مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس صورت مین ہی کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو بایں لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن بگڑ نجاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہی کہ شاملا جنوبا رکھین قبر کی طرح اور ایک قول یہ ہی کہ یا دون قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہی کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی بتصرف وکرہ قراءۃ القرآن

عندہ الی تمام غسلہ عبارت الزیلعی حتے یغسل وعبارۃ النہر قبل غسلہ اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑھنا میت کے پاس اُسکے غسل کے پورا ہونے تک زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جب تک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہ ہی کہ اُسکے غسل سے پیشتر مکروہ ہی ہم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لیے نہین مراد سکی یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قرات مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وتستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقاً الغلیظۃ والخفیفۃ وصحح صحۃ الاول وغیرہ اور پوشیدہ کیجاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظہ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہی کہ مطلق برہنگی چھپائی جاوے خواہ خفیف ہو یا غلیظ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی یعنے زیلعی وغیرہ نے اُسکو صحیح کہا ہی ہم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اُنکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنون تک ہی تو قول صحیح یہ ہی کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گھٹنون تک تہمد ڈالین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکھنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی ویغسلہا تحت خرقۃ الستر بعد لف خرقۃ شفہا علے یدیہ تحرزۃ اللمس کا نظر اور دھوئے برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھون پر بسبب حرام ہونے ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا شرمگاہ کو حرام ہی جیسے دیکھنا حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بچون کے لیے تہمد اور کیسہ ضرور نہین ویجرد من ثیابہ کما مات وغسلہ علیہ السلام فی قمیصہ منع اصلہ اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے بغور مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سے ہم بغور مرنے کے اسلیے ننگا کیا جاوے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن مین تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلیے خواص سے ہوا کہ ابوداؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگون کو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلاوین تو گھر کے گوشہ سے آواز سُنی کہ آپ کو معہ کپڑون کے نہلاؤ کذا فی الشامی ویوضأ من یومر بالصلوٰۃ بلا مضمضۃ واستنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنبا او حائضا او نفساء فلا اتفاقا تتمماً للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جائے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی اور ناک مین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی مُنہ یا ناک مین ڈالکر اُسکا نکالنا وقت ہی اور ایک قول یہ ہی کہ کلی اور ناک مین پانی دینا کپڑے سے کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی اُنگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑھون اور ناک کے نتھنون مین پھیرے اور اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونون باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر ہم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ بعقل ہو اُسکو وضو نکرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہین اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو بھی وضو نکرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہی اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لیے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین دیمدار بوجہ ویمسح رأسہ اور شروع کیا جاوے اُسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونون ہاتھ پہونچون تک نہ دھوئے جائین بلکہ کپڑے سے مُنہ اور نتھنون کو پونچھکر مُنہ دھویا جائے اور مسح کیا جاوے اُسکے سر پر بےلینے وضو مین ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اُسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاوے اور اسکی صورت یہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کیسہ لپیٹکر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی ویصب علیہ ماء علی بسدر ودق البنق او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر والا فخالص منقے اور سیر وہ پانی ڈالا جاوے جسمین بیری کے پتے جوش دیے گئے ہون یا اشنان پڑا ہوا گر یہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حاء مہملہ اور سکون راء مہملہ اشنان ہی جو چھوٹی چھوٹی جڑین ہوتی ہین اُس سے کپڑے دھوتے ہین جیسے صابون سے صاف کرتے ہین ویغسل رأسہ

وکحیتہ بالخطمی بنت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان امرد او اجرد لا یقفل اور دھویا جاوے سر اُسکا اور داڑھی اُسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اُسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ لیبدا بمیمنہ فیغسل حتے یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبنا للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ یغسلہ ثم بعد افاقتہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا او نقص جاز اذا الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے اُس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پھر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلا دے یعنے نہلانے والا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اُسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانے والا اُسکو دھوڈالے پھر بٹھانے کے بعد اُسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مسند بصیغہ مجہول ہی ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اُسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اُسکے کہا کہ اول بائین کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تھا اُسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فراغت ہو تو سر اور داڑھی دھوئی جائے اور اُسکے بعد بائین کروٹ لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ ولا وضوء بالخارج منہ لان غسلہ اوجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدموبۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامتہ لہ وقد حصل بحر شرح مجمع اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اُسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم ہی بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہوگیا ہی مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اُسکی تعظیم کی جہت سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر و شرح مجمع ہم یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اُسکی نجاست دور ہوگئی اب جو کوئی نجاست اُسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھوڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا ویتشفف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال جہانما نے الکفن جعل علے راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علے مساجدہ کرامتہا اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اُسکے سر اور ڈاڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اُسکے سجدہ کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پانون ہین انپر کافور ملا جائے انکی تعظیم کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حا مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ اے یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یحتن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سوائے ٹوٹے ہوے ناخن کے کہ وہ کترکر پھینک دیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیجاے ہم نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جائین تو کفن مین مردہ کے رکھدیے جائین کذا فی القہستانی ولا باس بجعل القطن علی وجہہ وفی المحارقہ کذا بر وقبل واذن وفم اور مضائقہ نہین روئی رکھنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اُسکے سوراخون مین مثلاً مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور نتھنہ مین مم شرمگاہون مین روئی رکھنے کو بعض علما نے پسند نہین کیا اور شارح نے لاباس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نہ رکھنا بہتر ہی کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکھے جائین دونون ہاتھ مردہ کے اُسکے دونون پہلو مین نہ اُسکی چھاتی پر اسلیے کہ چھاتی پر ہاتھ رکھنا کفار کا طریقہ ہی یعنے مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہی اُسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح مبنیۃ وفاقا للائمۃ الثلثۃ بجوز لان علیا غسل فاطمہ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اُسکی طرف نگاہ کرنے سے صحیح ترقول کے موجب کذا فی المنیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلیے کہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کو غسل دیا ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ نہلانا حضرت مرتضے رضہ کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہی موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضے پر انکار کیا ایسا مذکور ہی عینی کے شرح مجمع مین ہم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اُسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرادے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر پتھلی چڑھا کر تیمم کرادے اور اُسکے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اُسکو جائز ہی کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالباً اس نظر سے ہی کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہی اور حضرت فاطمہ رضہ کے غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکھا ہی کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضے رضہ کی طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ کہ اُسکے تمام سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپ کی خصوصیات مین سے ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رضہ تمھاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل خصوص ہی سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہی جیسے زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہی کذا فی الشامی مختصراً وہی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یتیممن علی المشہور مجتبے اور عورت نہ منع کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرط باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون نہ آقا کو نہلا دین اور نہ آقا انکو نہلا دے روایت مشہور کے موجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ مین مرنے کے بعد ملک باقی نہین رہتی جو موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہو شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغۂ جمع مذکر غلط ہی صحیح یغسلنہ بصیغۂ جمع مونث جانبے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست انہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اُسکا بحالت غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اُسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتون مین زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتون مین موت کے وقت نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیا ونسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون تے کے کتا وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ محل متہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی بعد اُسکے بسبب حلال ہونے اُسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت مین حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس اومی او احد شقیہ لا الغسل ولا الصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ لو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے وہ آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا کہ اگر نصف وھڑ معہ سر پایا جاوے، تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت بجانا فان تعذی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا تعینہ علیہ وفی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہو کہ نہلایا جاے مردہ مفت پس اگر نہلانے والا اُجرت مانگے تو درست ہو اگر کوئی نہلانے والا وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب عین ہو جانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانے والے اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اُجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر اُجرت لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاہ اے لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی المار فلابد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیجب کما فی المار بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ منہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہو جانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار نہلانا ضرور ہے اسلیے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا حاصل بیان کرنا اس بات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے ھ ط طحطاوی نے کہا کہ قول متمدیہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اُنکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلائے فرض ساقط نہوگا استثنے وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکہ لادم علیہ السلام وقالوا لولدہ بعدہ سنۃ موتاکم او اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہے تمھارے مردون کا ھ ط طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے لولم یوجد الا مسلم او کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلے علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرح کا مردہ دار الاسلام مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاے اور اگر بے علامت دار الاسلام مین پایا جاے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاے نہ نماز پڑھی جاے ھ م بدائع مین ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول ختاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس اور ختاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین موچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونے کی ہے اختلطوا وتباینا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا اغسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم والحق الدفن مسلمانون کے مردے کافرون مین ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جائینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر گڑھے قبرستان مین دفن کیے جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہے

ہم بعض فقہانے کہا کہ اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آخر بعض مسلمانون پر نماز نہین پڑھی جاتی جیسے راہزن اور باغی ہین اور کافر پر نماز کسی صورت سے جائز نہین بدلیل ارشاد خداوندی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا آیندہ اُنمین سے جو مرگیا ہو اُسپر کبھی نماز مت پڑھ اور بعض فقہانے کہا کہ نماز پڑھی جاوے کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجز نہین ہم مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ مذہب باقی تین اماموں کا یہی ہے اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن مین بھی اختلاف ہے بعضے نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہا کہ اُنکے لیے قبرستان علیحدہ بنا دیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فی الحموی کدفن ذمیۃ جبلی من مسلم قالوا والاحوط دفنہا علیحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد ظہرہا جیسے اختلاف ہے دفن مین اُس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہانے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اُسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیجاوے اُسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ کا مُنہ ماں کی پشت کی جانب ہے ہم یعنے بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اُسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا مُنہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنے حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان مین دفن کی جاوے مائت بین رجال او ہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مرگئی درمیان مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنے مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد مینت کو عورت محرم تیمم کرادے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی تھیلی سے تیمم کرادے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرادے ویممہ الخنثی المشکل لو مراحقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثیٰ مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہے اُسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونے کی صورت مین اُسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم بقعد مایرہ صلے علیہ ثم وجد وہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اُسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگون کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ پڑھین اور ایک قول یہ ہے کہ غسل ندین اور نہ نماز کا اعادہ کرین ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونون چاہئین اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق اصول کے یہی ہے ویکفن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وتکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبی واستحبہا المتاخرون للعلماء والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر پانون تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر پانون تک بدون آستین کے اور ایک پوتکی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اُسکو پچھلے فقہانے علما اور سادات کے واسطے ہم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی حال مین باندھی سجائے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادۃ علی الثلثۃ اور کچھ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنے کا مگر یہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبے مین ہے کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا الکفان الموتی فانہم یتزاورون فیہا بینہم ویتفاخرون فحسن الکفان ظہیریۃ اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنے جیسے کپڑے جمعہ اور عید مین پہنتا تھا دیوے کا کفن سفید اور ستھرا دینا چاہیئے یہ مراد نہین کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اُس سے ابوداؤد و ربنہ کی حدیث مین ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی ولہا درع

اسے قمیص وازار وخمار ولفافہ وخرقہ مربط بہا تدیا ہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن مین مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے م قہستانی مین درع اور قمیص مین یہ فرق لکھا ہی کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہی اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کی طرف اور اوڑھنی کی مقدار تین ذراع ہی اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح ترقول مین اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہی ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات مین اونے لباس مرد کا دو ہی کپڑے ہوتے ہین اور اسی لیے اگر دو کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحرالرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہی کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہی شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہی اسلیے سوائے اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہی کہ اُنسے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورۃ لہما ما یوجد داقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی للستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہی جو میسر ہو اور اُسکی کمتر مقدار وہ ہی جو ستر بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکی مقدار اتنی ہی کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے کہ کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض کا حال ہی کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو اُنکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نتھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اُس سے اُنکا سر ڈھانکتے تھے تو پانون کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی ویبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا ویقمص ویوضع علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک ویکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہی کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر اُسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہناکر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اُسکا بایان پلہ لپیٹے اور اُسکا بایان پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسطرح کہ اول بائین طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے وہی تلبس الدرع ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ اے الدرع والخمار فوقہ اے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہناکر اُسکے بال دو حصے کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور پانون کے اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اُسپر لپیٹی جاے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر م شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحرالرائق مین تو یہ لکھا ہی کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نپاے اور جوہرہ مین یہ ہی کہ اول ازار لپیٹین اُسکے اوپر سینہ بند باندھین اُسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ دیا جاوے اگر خوف ہو اُسکے کھلجانیکا وخنثی مشکل کامراۃ فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہی یعنے احتیاطاً اُسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ ضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اُسکو نہ دیا جاے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہی یعنے اُسکا سر ڈھانکا جاوے اور اُسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق الا کفن واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہم حلیہ مین ہی کہ جو کچھ حد شہوت کو نہ پہنچا ہو اُسکے لیے سب سے بہتر یہ ہی کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاے تب بھی اچھا ہی اور ایک کا دیا جاے تو درست ہی کذا فی الشامی واسقط یلف ولا یکفن کالصغیر من المیت اور پیٹ کا اگر اچھا ایک

کپڑے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اُسکو نہ دیا جاسکے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اُسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاسکے اور یہی حال اُس بچے کا ہی جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آوحی منبوش طرے لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخرے اور جس آدمی مردہ کا کفن اُتار لیا گیا ہو اور وہ تازہ مرا ہو یعنے پھٹا نہو اُسکو کفن دیا جاسکے مثل اُس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ہم اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاسکے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک وہ مردہ پھٹے نہین تب تک کفن دیتے جائین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُنسے مقدار کفن واپس لیا جاسکے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اُسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاسکے م اور یہی حال کافر مردہ کا ہی کہ اگر اُسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اُسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والے ہنا صار المکفنون احد عشر والشافی عشر الشہید ذکرناہ فی التجنیس اور یہانتک کفن والے شخص گیارہ ہوے اور بارھوان شہید ہی ذکر کیا ہی اُنکو مجتبیٰ م یعنے پانچ متن مین مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ مرا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چہ بیان کیے اول احرام والا دوم مرا ہی مرد سوم مرا ہی عورت چہارم بچہ غیر بالغ شش شہید کا اگر بچہ یہ گیا رہ ہوے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوے اور شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرد وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ وجہ البیاض اوما کان یصلے فیہ اور مضائقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہی اور سب سے بہتر کفن سفید ہی یا وہ رنگ جسمین مردہ نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علے من تجب علیہ نفقتہ وان تعدد وافعلے قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر واجب ہی جسپر اُس مردے کا نفقہ واجب ہی اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حسب رسد موافق اُنکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہی اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوے علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ وردہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ کسوتہا اور اسمین اختلاف ہی کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہی یا نہین اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیۃ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہی اسلیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہی م اس باب مین فتوے مختلف ہی تجنیس اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر عورت کا مال نہو تو کفن زوج پر ہی اور اسی پر فتوے ہی اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہی اُسمین یہ ہی کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اُسپر اُسکا کفن واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہی یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت مین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے بے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہی اُسی پر وفات کے بعد کفن کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصراً وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معموراً او منتظماً فعلے المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سالوا الناس لہ قوبا فان فضل شے رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ شلہ وَالّا تصدق بہ تجنیبے ظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سوال کفن الضرورہ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کردین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اُس کپڑے کو خیرات کردین کذا فی المجتبیٰ اور ثوباً کہنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ واقف کارون پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہی نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہی اگر واقف کار نہ دینگے تو سب گنا ہگار ہونگے ولو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اُسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہی ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والی کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اُسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پاکستا کذا فی الشامی والصلوٰۃ علیہ صفتہا فرض کفایہ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع فتنبہ کدفنہ وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہی کہ وہ فرض کفایہ ہی بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے انکار کیا اُس امر کا جو اجماع سے ثابت ہو تو آگاہ رہنا چاہیے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین م شارح و ماتن نے نماز کی صفت اور فرطین اور رکن اور سنتین اور اُسکی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہی اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہی اور جو چیز اور نمازون کی مفسد ہو وہی اس نماز کی مفسد ہی بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہی اور اگر امام اسمین بے وضو ہو جاوے تو اُسکو خلیفہ کرنا درست ہی کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ ثم یہیل علیہ التراب فیصلی علی قبرہ بلا غسل وان صلی علیہ اولا احتسابا اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنے اُسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک شرط ہی کہ اُسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اُسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ احتسان کے ہی م وجہ احتسان کی یہ ہی کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت متعذر ہی اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیہ الطہارۃ من النجاسۃ فی الثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت والامام جمیعاً فلو امام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت ولعکسہ لا اور قنیہ مین ہی کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا شرط ہی میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے عکس مین یعنے مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت مین امام کی نماز پر اورون کی نماز مبنی تھی جب اُسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی م طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہی اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہی اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہی تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہی تو اگر عورت امام ہوگی مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام عاقل وشرطہا حضورہ وصنعہ وکونہ ہوا واکثرہ امام المصلے وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہی اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہی اور پانچوین

شرط مردہ کا رکھا جانا ہی زمین پر خواہ تابوتوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہ ہو کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو قبلہ کیجانب ہم اگر مردہ کی ستر عورت اور قبلہ کیطرف ہونے کو جدا شرط ٹھہرایا جاے تو شرطین آٹھ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ کرو تو دس ہو لگی پیسہ سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق مین شرط ہی جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہون تو سب کا سامنے ہونا شرط نہین ایک کا ہونا کافی ہی کذا فی الشامی فلا تقض علے غائب ومحمول علے تخوابتہ وہو موضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علے الصبی پس نہین درست ہی نماز اہ پر مردہ غائب کے بسبب نہ پائے جانے شرط موجودگی کے اور نہ اُسپر جو اُٹھایا ہو مثل سواری پر لیجنے کسی گاڑی یا جانور یا لوگون کے مونڈھون پر ہو بسبب نہ پائے جانے شرط رکھے جانے کے زمین اور نہ اُسپر جو رکھا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام کے ہی ایک طرح سے نہ دوسری سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر ہم یعنے اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کیطرف ہونا اور ستر عورت شرط ہی مردہ مثل امام کے ہی اور ہر وجہ سے امام نہین کیونکہ اگر ہر وجہ سے امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلیے کہ لڑکا قابل امام ہونے کے نہین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہین اور طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ خبیر طاہر پر درست نہین اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہین اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی امامت درست نہین وصلوٰۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہی یا خاص ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم لینے یا تو صلوٰۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائین یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہی نجاشی بکسر نون وفتح جیم بلا تشدید ویا تخفیفہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی اور اُنکے ساتھ اُسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہین بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جاے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہون اور دوسرون کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واساؤا ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہی اگر لوگون نے سر کو ٹانگون کے جگہ رکھدیا ہو اور اُنھون نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو اُلٹا رکھا یعنے سر جنازہ کا امام کے دہنے ہاتھ چاہیے اگر بائین ہاتھ رکھکر پڑھینگے تو مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی ولو اخطأوا القبلۃ صحت ان تحروا والا لا مفتاح السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو لیعنے اور طرف کو نماز جنازہ پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت مین اٹکل کرنا فرض ہی ورکنہا تکبیرات الاربع فالاولے رکن ایضا لاشرط فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعداً بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزین ہین اول چارون تکبیرین دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہی شرط نہین اور اسی وجہ سے جائز نہین دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہوگی ہم پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی وسنتہا ثلث التحمید والثنا والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولے شرط ردہ فی البحر بتصریح بخلافہ اور سنتین اس نماز کی تین ہین حمد وثنا کرنا اور نماز مین دعا کرنا ذکر کیا ہی اُسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق نے سمجھا ہی کہ دعا رکن ہی اور تکبیر اولی شرط ہی اُسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے اُسکے خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا ہی کہ ثنا اور چیز ہی اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللھم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونون سے مراد ایک ہی چیز ہی تو مناسب تھا کہ یون ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہی اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہی اسلیے کمال نے دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولے کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق مین کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہی چنانچہ محیط مین مصرح ہی کہ دعا

سنت ہی اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین سبوق لگا تار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کرے اگر دعا کر چکی ہو تو سبوق اسکو کس طرح ترک کرتا اور تکبیر اولی اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اُسپر ناجائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح باب شروط الصلوٰۃ مین میت کے لیے دعا کرنا نمازی پر واجب کہہ چکا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہی اور تکبیر اولی کے باب مین قول فیصل یہ ہی کہ من وجہ شرط ہی اور من وجہ رکن انتہے وہی فرض علے کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلون ولا یصلے علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعد ہ صلے علیہم لانہ حقد او تصاص ولذا اہل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق خنق غیر مرۃ فحکمہ کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہی ہر مسلمان کو جو مر جاوے سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائین دوم راہزن کہ نہ نہلائے جائین اور نہ اُنپر نماز پڑھی جاوے جبکہ لڑائی مین مارے جاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مارے جائین تو اُنپر نماز پڑھی جاے اسلیے کہ یہ قتل یا حد ہی یا قصاص اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہی تو نہلایا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہی شامی نے کہا کہ اگر یہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب بھی نماز پڑھی جائیگی اور قتل باغیون کے ہین اہل عصبہ جو اپنی قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہی شہر مین رات کو ہتھیارے اور چوتھا گلا گھونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گھونٹا ہو تو اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گھونٹنے والا مقابلے مین مارا جاے تو اُنکا حکم مثل باغیون کے ہی اُنپر نماز نہ پڑھی جاے ہم مکابر وہ شخص ہی کہ کسی جگہ مین کھڑا ہو جاے اور جو اُس طرف کو نکلے اُسکا مال چھین لے کذا فی الشامی من قتل نفسہ ولو عمدا لا یغسل ویصلے علیہ بہ یفتے وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بانہ فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل قتل نفسہ فلم یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپ کو قتل کرے اگرچہ جان بوجھکر ہو تو وہ نہلایا جاوے اور اُسپر نماز پڑھی جاوے اسی پر فتوی ہی اگرچہ قاتل اپنے نفس کا زیادہ گنہگار ہی بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اُس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خودکشی کی تھی تو آپ نے اُسپر نماز نہ پڑھی ہم امام ابو یوسف کا قول ہی کہ اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑھی جاوے اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہی بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث مین کوئی دلالت اس بات کی نہین کہ اُسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑھے تو شاید زجر و توبیخ کے لیے ہو جیسے مقروض پر نہین پڑھی تھی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہی لا یصلے علے قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فی النہر بالبغاۃ اور جسنے اپنے والدین مین سے ایک کو مار ڈالا ہو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اُسکی اہانت کے واسطے اور لاحق کیا ہی اُسکو نہر الفائق مین باغیون کے ساتھ یہ قاتل پانچوان شخص نہین انھین چارون مین داخل ہی جو اوپر مذکور ہوے کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ یرفع یدیہ فی الاولے فقط وقال ائمتنا بیخ فی کلما وینی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلے علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد بعد الثانیۃ لان تقدیما سنۃ الدعاء ویدعو بعد الثالثۃ بامور الاخرۃ والمأثور اولے اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام ایک رکعت کے ہی اُٹھاوے دونون ہاتھ اپنے فقط پہلے بار اللہ اکبر کہنے مین اور بیخ کے فقہانے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتھ کانون تک اُٹھاوے اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہی اور ایک روایت امام اعظم سے بھی ہی مگر قول اول ظاہر الروایت ہی کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑھے اور ثنا یہ ہی سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک پھر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین ہی ویہ درود پڑھنا چاہیے جو التحیات مین پڑھتے ہین اسلیے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت ہی اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہی بہتر ہی ہم دعا حدیث کی یہ ہی اللہم اغفر لحینا وہیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علے الایمان اور عوف

بعض نسخون مین فلا فیصلی اور بعض نسخون مین فلا یصلی کذا فی الحلبی اور یہ صحیح ہی کما لا یخفی

قصاص اس صورت مین ہوتا ہی کہ مقتول کا ولی قاتل کو قتل کرے

بن مالک رضی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم منزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر وعذاب النار کذا فی الطحطاوی تو اگر نمازی ان دونوں کو پڑھ لے تو بہت اچھا ہو اور جسکو دعاے حدیث یاد نہو دو یوں کہے اللّٰھم اغفر لنا ولوالدینا ولہ وللمومنین والمومنات کذا فی المنح وقدم فیہ الاسلام مع انہ الایمان لانہ مبنی عن الانقیاد فکانہ دعا فی حال الحیوٰۃ بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد وھو اعم غیر موجود اور مقدم کیا گیا دعاے حدیث مین اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی اسلیے کہ اسلام خبر دیتا ہی فرمان برداری سے تو گویا حالت حیات مین دعا ایمان اور انقیاد دونون کی ہی اور حالت موت مین فرمانبرداری موجود نہین ہم اسلام کے معنی ایک شرعی ہین اور ایک لغوی شرعی معنے اسلام کے اور ایمان کے ایک ہین اور لغت مین اسلام فرمانبرداری کو کہتے ہین تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہی کہ زندگی مین اسلام کی دعا اسلیے ہوئی کہ حالت حیات کو دونون معنے سے مناسبت ہی اور حالت موت مین چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہین اسلیے اُسوقت مین ایمان کی دعا مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصراً ویسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ بتسلیمتین تاویا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام لینے داہنی اور بائین طرف نیت کرنے والا مردہ کو مع مقتدیون کے ہم خانیہ مین کہا کہ سلام مین مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہین ہوسکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلیے کہ آخر قبرستان مین السلام علیکم کہتے ہی ہین پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع الفعل فی زماننا علی العجمہ بالتسلیم دفعے جواہر الفتاوے یکبر واحدۃ اور ان سب باتون کو آہستہ پڑھے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ مین لیکن بدائع مین ہی کہ عمل ہمارے زمانے مین اسپر ہی کہ سلام پکار کر کہتے ہین اور جواہر الفتاوے مین ہی کہ ایک سلام کو پکار کر کہے لینے دوسرے کو آہستہ کہے ولا اقراءۃ ولا تشھد فیھا وعین الشافعی رح الفاتحۃ فی الاولی ویجوز عندہ بنیۃ الدعاء وکیرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتھا فیھا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ مین نہ قرات قرآن ہی نہ اتیات اور معین کیا ہی امام شافعی رضی نے الحمد کو بعد تکبیر اولے کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑھنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اس صورت مین قائم مقام ثنا کے ہوجائیگی اور کراہت تحریمی ہی قرات کی نیت سے الحمد کا پڑھنا بسبب نہ ثابت ہونے قرات الحمد کے نماز جنازہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفھا اخرھا اطہر آ للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفون مین بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے تواضع کے مرنے والے کے پیچھلی صف مین انکسار زیادہ پایا جاتا ہی تو عجب نہین کہ فرد کے باب مین قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتے یسلم معہ اذا سلم بہ یفتے ہذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ دنیوے الافتتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العید اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ مین کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلیے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہی تو مقتدی ٹھہر جاوے یہانتک کہ امام کے ساتھ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوے ہی یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر تکبیر سے سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے اور یہی حال عید مین ہی کہ اگر امام سے تکبیرین سُنے تو بعد چھ تکبیرون کے متابعت نکرے اور اگر تکبیر سے سُنے تو اُسقدر آپ کے ہم لینے مکان ہی کہ تکبیر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کی دو ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اسلیے ہر تکبیر پر نیت شروع کی کرے تاکہ امام سے پہلے تکبیر نہ واقع ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہی اسکی وجہ یہ کہ زیلعی نے کہا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ جن احادیث مین پانچ یا سات یا نو تکبیرین مذکور ہین وہ آپ کے آخر فعل سے منسوخ ہین کذا فی الطحطاوی ولا یستغفر فیھا لصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفہم

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجائے نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگوں کے حکم شامی نے کہا کہ مجنون اور ہستہ سے وہ مراد ہیں جو اصلی ہوں یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُسکے گناہ دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہیں ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بَل یُقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بقتین اے سابقا الی الحوض یعنی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدیر سبق اخیر لا سیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعا بالغین کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کو ثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہی اور مشفع بصیغۂ مفعول باب تفعیل بمعنے مقبول الشفاعت ہی اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہی واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہی کہ لڑکے کی نیکیان کرکے ہی کو ملتی ہین نہ اُسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہی اس دعا مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیون کا ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین اُسکے لیے دعا ہی آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہی تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہی جو کسی کسی نسخے مین پایا جاتا ہی یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظا لفظا کیا ہی اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہ ہی کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہذا یہ اور کنز مین اسطرح ہی (اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ اجعلھا چارون جگہ کے۔ اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کے کذا فی الشامی تصرف ویقوم الامام ندبا بخلاف الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہوے امام براہ استحباب مقابل سینۂ میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہی ایمان کی اور شفاعت نمازیون کے مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہی والمسبوق یقضی التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما ان کل تکبیرۃ کالرکعۃ والمسبوق لا یبدا بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ بیشتر گذر چکا ہی کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہی اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا تم یعنے اگر مسبوق کو ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہی اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہئین امام کے سلام کے بعد کہنی چاہئین اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے اسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ جب مقتدی حاضر ہوا اُسی وقت تکبیر کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہوا اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہوجاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہی یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہی مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

نکرے اُسی وقت تحریمہ کہ کر شریک ہوجاسکا اسلیے کہ تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہوگیا کہ گویا امام کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہا ثم کبر ان مافاتہا بعد الفراغ تسقا بلا دعاء ان خشی رفع المیت علی الاعناق پھر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہیں جسقدر انکو فوت ہوجائیں بعد فارغ ہونے امام کے بیہم بدون دعا کے اگر خوف کریں میت کے اُٹھائے جانے کا گردنوں پر ہم موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً امام نے دو تکبیریں کہہ لیں اور یہ شخص نہ شریک نہوا تیسری میں شریک ہوا تو دو تکبیریں باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہوچکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھ نکہے اُسکے پیچھے کہے تو اُس سے کچھ فوت نہوگا کذا فی الشامی وملتقی المجتبیٰ من ان المدرک یکبر الکل للحال فشاذ نہر اور مجتبے میں جو یہ ہو کہ مدرک یعنے موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیریں فوت شدہ اُسی وقت کہہ لے تو یہ خلاف قیاس ہو کذا فی النہر مجتبے میں ہو کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تھا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم میں امام کا شریک ہوجاوے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہہ لے اسی طرح اگر دوسری اور تیسری میں شریک نہوا تو چوتھی میں شریک ہو کر فوت شدہ کو اُسی وقت کہہ لے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہو اکثر نے یہی کہا ہو کہ بعد سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیر الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوٰۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما فی الحاضر وعلیہ الفتوے ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اُسکی نماز فوت ہوگئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر میں اور ابو یوسف کے نزدیک نماز میں داخل ہوجاوے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پھیرے تو تین تکبیریں کہہ لے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہوجاوے تو وہ سلام کے بعد تین تکبیریں کہتا ہو بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوے ہو ذکر کیا ہو اُسکو حلبی وغیرہ نے ہم یعنے طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب شریک ہوسکتا ہو اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہیں اسلیے اُسکی شرکت نہیں ہوسکتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہو اسلیے شریک ہوسکتا ہو کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل فالافضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہوجائیں تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہی بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہی یعنے اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اُس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنے سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہی ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا فالافضل واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا حسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں سب جنازوں کو ایک صف کردے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اُس شخص کے سینے کے مقابل جو اُن سب میں افضل ہو اور اگر چاہے تو انکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنادے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو اور اگر اس صورت میں زینے کیطرح صف کرے یعنے ایک کا سر دوسرے سے کچھ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تھوڑا الا ما یلی طرف القبلۃ کو ہے تو بہتر ہی بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینوں کیفیتوں کی علت ہو کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب میں حاصل ہی وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبیۃ الحریقدم علی العبد والعبد علی المرأۃ واما ترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فیعکس ہذا فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ فستح اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت میں یعنے اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اُسکا جو اُس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اوروں کا اور اگر علم وفضل میں برابر ہوں تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثے کو پھر عورت بالغہ کو پھر

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور انکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر مین اسکی الٹی ہو یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر مین کئی مردے دفنائے جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح ہم ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصون کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کی وجہ سے دفن کرین تو دونون کے درمیان مین مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرون کی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہے کذا فی الخلاصۃ ومن یقدم فی الصلوٰۃ علیہ السلطان او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرطۃ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فنیابہم وذلک ان التقدیم الولایۃ واجب والتقدیم امام اسکے مندوب فقط بشرطان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی والشرح المجمع المصنفہ اور مقدم کیا جاوے مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اُسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اُسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہے حالانکہ حکم دونون کا مختلف ہے اور وہ اسطرح ہے کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہے اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہے اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہے چنانچہ مجتبے اور مجمع کی شرح مین جو مصنف مجمع کی تالیف ہے ایسا ہی مذکور ہے وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولے من امام الحی اے مسجد محلہ سے بڑا اور درایہ مین ہے کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنے میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الاالاب فیقدم علی الابن انتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولے پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہے نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہے میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت مین بیٹا اولے ہے ہم ایک نسخے مین فالابن کی جگہ والاسن ہے یعنے اگر قرابت مین وہ ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر ہے کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم ابیہ ان پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے مین شوہر اولے ہے پھر ہمسایہ کے لوگ حق مین اجنبی شخصون کے مین وہ اولے العبد اولے من ابنہ الحر لقیام ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہے بہ نسبت اُسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے ہم بیٹے کی قید اتفاقی ہے آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد حسی ملک ہے ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہے کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بہ لہ والصلوٰۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہے واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے مردے سے یعنے مردہ سے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلاوے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہے اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہے کذا فی الشامی ولہ اے المولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولے الاذن لغیرہ فیہا لانہ حق تملک ابطالہ الا اذا کان ھناک من یساویہ فلہ اے لذلک المساوی ولو اصغر سنا لمنع لشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہے اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اُسکا حق ہے تو اُسکو اختیار ہے اُس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اُسکے برابر ہو تو اُس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر مین چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر شخص کا ہے بسبب اُسکے شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے مین وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ میت کے دو بیٹے ہین بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہے مگر دور کا رشتہ دار نہین روک سکتا فان صلے غیرہ اے الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلے علیہا ان یعید مع الولی لان تکرار غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اُسکی متابعت نہ کی

تو ولی اگر چاہے نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ اُسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ ہونے کے ساقط ہونے فرض کے لیئے فرض تو غیر کی نماز سے بھی ساقط ہو گیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑھے تو کوئی گناہگار نہ ہوگا مگر ولی کو اجازت نماز کی اُسکے حق کی جہت سے ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سے کہ یہ اعادہ حق ولی کی جہت سے ہے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہیں کہ جسشخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اُسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ مکرر پڑھنا اس نماز کا مشروع نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بیشتر پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو مکرر پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مکرر پڑھی تو معنی ابو السعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے والا ای وان صلے من لہ حق التقدم کقاض اوثانیہ او امام حی او من لیس لہ حق التقدم وتالبہ الولے لا یعید لانہم اولی بالصلوۃ منہ اور اگر صورت مذکورہ بالا نہو یعنے نماز ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا اُسکے نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑھی خواہ اُس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں مگر ولی نے اُسکے پیچھے پڑھلی تو اس صورت میں ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے بہتر ہیں ہم یہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت میں عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اُسکو اجازت دینا ہے نماز پڑھانے کی وان صلے ہو ای الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلے غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم للوہنا بحق اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑھی اسطرح کہ جسشخص اُسپر مقدم تھا وہ نہ آیا تو اب دوسرا شخص ابد ولی کی نماز کے اُسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی آجاوے جسکو ولی پر تقدیم ہے کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگئی الا لو صلے الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی میں مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے وفیہ حکم صلوۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوۃ اصلا فیصلے علی قبرہ ان شاء مالم یتمزق اور بیچے میں ہے کہ حکم نماز اُس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے سرے سے تو ولی اُسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نو مجلی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو لحاظ ولایت والے کے گویا نماز سرے سے نہیں ہوئی اس سے اُسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ میں نے مجتبی میں یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن واصیل علیہ التراب بغیر صلوۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحسانا مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر وہو الاصح وظاہرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلے علیہ لکن فی النہر عن محمد لا کانہ تقدیما للمانع اور اگر مردہ بدون نماز کے دفن کیا گیا اور اُسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اُسکی قبر پر بدلیل استحسان جب تک کہ گمان غالب اُسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور بظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے پھٹنے میں شک ہو تو اُسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت میں نماز نہ پڑھی جاوے تو غالباً یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ یہ مسئلہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونوں صورتوں میں یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت میں صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہے بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت میں ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کرنی مناسب نہیں اور کانہ کی خبر محذوف ہے یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع کا یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتیں مساوی پیدا ہوئیں ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوم پھٹنا جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دیگئی وطہ تخز الصلوۃ علیہا راکبا ولا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہیں جائز ہے نماز

جنازے پر سوار ہو کر اور نہ بیٹھے ہوئے بدون عذر کے بدلیل استحسان ہم لینے اگر عذر کے باعث سوار ہو کر پڑھیں مثلاً کارے یا مینھ کے باعث نہ اتر سکیں یا بیٹھکر پڑھیں کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو نماز درست ہوگی وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم و اختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصہ بنا علی ان المسجد اما بنی لمکتوبۃ وتوابعہا کما فلہ وذکر قدیس عالم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داود من صلے علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہو او بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنے جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اُسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ یا ہو یا کچھ نمازیون کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت مین مکروہ ہونا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اُسکے توابع کے لیے بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور عالم کا پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابوداؤد کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو اُسکے لیے نماز نہین ہم شامی نے کہا کہ ابی داود کی روایت مین فلاشی لہ یعنی اُسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقتی اور اُسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جاے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو ٹھہرایا جاوے تو جس صورت مین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت مین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونون کا ظرف کہو تو کراہت دونون کے اجتماع پر منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اس طرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا ظرف کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب و قتل ہو تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اُسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اُسمین ہو یا نہو اور اسی کی مؤید ہی یہ روایت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اُسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا معنے جنازہ تو مسجد کے اندر تھا ان پر صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونے کے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اُسمین داخل کرنا بطریق اولے مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور کھٹکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ میت مذکور مؤید قول مختار ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اُس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسی طرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ومن ثم لو فمات یغسل ویصلی علیہ ویرث ویسیم ان استہل بالبناء للفاعل اے وجد منہ مایدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ اور جو بچہ پیدا ہو کر مر جاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاے اور اُسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اُسکی میراث اور دون کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغۂ معروف ہو اور اُس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاے جس سے اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہان تک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہو اور اُسی وقت اُسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

سر نکلنے کے بعد اُسکا کان کاٹ لیا پھر وہ زندہ نکلا اور مر گیا تو اُسپر خونبہا لازم ہوگا مہر نماز وغسل کا ذکر مانن نے کیا اور کفن کو بباعث ظاہر ہونے کے چھوڑدیا یعنے کفن بھی دیا جاوے اور نام اسلیے رکھا جاوے کہ آدم زاد ہی نام رکھنے مین اُسکی تعظیم ہے اور استہلال مطلق آواز کرنے کو چاند دیکھنے کے وقت کہتے ہین پھر پیدائش کے وقت بچے کے رونے کو بھی کہنے لگے اسلیے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا اعضا کا بھی کافی ہے اور چونکہ شریعت مین ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہے اسلیے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہے غرہ بالضم غین معجمہ وتشدید راے مہملہ خونبہا مرد کے بیسوین حصہ کو کہتے ہین اور مرد کا خونبہا دس ہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ کی یہ ہے کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا اُسکو حکم پیٹ کے بچے کا ہے اور پیٹ کے بچے کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہے اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلیے لازم ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کی وجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی والاستہلال غسل وسمے عند الثانی وہو الاصح وفیقتی بہ علے خلاف ظاہر الروایۃ اکرامالبنی ادم کمافے ملتقی البحار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدائش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے تو اسپر فتوے دیا جاے برخلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہے ھو اکرامالمیت علت متن کی ہے یا بالفتی کی اور یہ اُس بچے کا حکم ہے جسکی پیدائش پوری ہو اور جسکی خلقت پوری نہو اُسکے نہلانے مین اختلاف ہے چنانچہ شارح بیان کرتا ہے وفی النہر عن الظہیریۃ واذا استبان بعض خلقۃ غسل وحشر ہو المختار اور نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب ظاہر ہوجاے بعض پیدائش بچہ کی تو اسکو غسل دیا جاے یہی قول مختار ہے اور اُسکا حشر ہوگا شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تھا اسلیے کہ ظہیریہ مین اسیطرح ہے غرضکہ حشر مین اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑگئی ہوگی تو حشر ہوگا وبعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی تو حشر ہوگا وادرج فے خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ وکذا لایرث ان انفصل بنفسہ لصبی بے مع احد ابویہ لایصلے علیہ لانہ تبع لہ ای فے احکام الدنیا لایصلے لعدم اہلیۃ الشفاعۃ اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہو غسل ونام رکھنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین اور دفن کردیا جاوے اور اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علاحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاے مع ایک ماں باپ مین سے کہ اگر مرجاے تو اُسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسلیے کہ وہ تابع ہے احد الابوین کا یعنے احکام دنیا مین اُسکا تابع ہے نہ احکام آخرت مین بسبب اُس قول کے کہ بیشتر گذا کہ شرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے مع خود بخود کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث اور [illegible] ہوگا کیونکہ شارح نے جب غرہ اُسکے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اُسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی ولو سبیے بدونہ فہو مسلم تبعا للدار او السابی او بہ فاسلم ہوا واسلم ابوہ وہو عاقل اے ان سبع سنین صلے علیہ بصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہے بتبعیت دار الاسلام جہاں گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بتبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہے یعنے سات برس کا ہے تو اُسپر نماز پڑھی جاے بسبب ہوجانے اُس بچے کے مسلمان یعنے بتبعیت ماں یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہوجانے سے ہو سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ مین عاقل بچہ اُسکو لکھا ہے کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہے اور اُسکا اتباع بہتر ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنے ایمان اللہ تعالی اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اُسکے سامنے ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اُس سے اپنا ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ مین ایمان لایا قالوا ولا یشترط ان یسال العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ ویجب الایمان بہ ثم یقال لہ ہل انت مصدق بہذا فاذا قال نعم اکتفے بہ ولا یفرق فقہ نے جواب ما الایمان ما الاسلام فتح فقہا نے کہا ہے کہ عامے آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اُسکے سامنے اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہے اُسکو ذکر کرنا چاہیے پھر اُس سے کہا جاے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہے پس اگر وہ ہان کہدے تو اُس کے

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاے اور اُسکو ضرر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان لیا چیز ہی اسلام کیا ہی کذا فی الفتح کیونکہ عوام اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اذا لم یتیقن بموتہ کما فی الخانیۃ وغیرہا وفی الفتح لو مات کافر ولہ قریب مسلم فالاولی ان یتولی امرہ ویغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس لہ ان یکفنہ ویصلی علیہ کما یفعلہ بعض الجہلۃ اھ ملخصا وفی البحر عن الخلاصۃ لو مات کافر ولہ ابن مسلم فالاولی ان یتولی امرہ ویغسلہ ویکفنہ ویدفنہ اھ وفی الخانی

جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ جنازہ لحدمین نہ اُتارا جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہین آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ انکے خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہو ولا یقوم من فی المصلے لہا اذا رائہا قبل ان توضع ہو المختار ماورد فیہ منسوخ ہو یا ملیحی اور نہ کھڑا ہو شخص نماز پڑھنے کی جگہ مین ہو جبکہ جنازے کو دیکھے پیشتر اُسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جبتک کہ جنازہ ہو کر گذرے یہی قول مختار ہی اور جو کچھ کھڑا ہونے کے باب مین وارد ہوا وہ منسوخ ہو کذا فی الزیلعی ہم یعنے یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اُسکے لیے کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمھاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہی اُس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی و ندب المشی خلفہا لانہا متبوعۃ الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن اختیار اور مستحب ہی پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہی اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہی مگر یہ کہ ہون جنازے کے پیچھے عورتین تو اس صورت مین جنازے کے آگے چلنا بہتر ہو کذا فی الاختیار ہم جنازے کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث مین حکم ہی اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہی نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی و یکرہ خروجہن تحریماً و ترجع الشابۃ ولا یترک اتباعہا الا جہا مکروہ تحریمی ہی نکلنا عورتون کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیجاوے نوحہ کرنیوالی اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازے کے ساتھ دیکھکر پوچھا کہ تم اُٹھانے والون کے ساتھ جنازے کو اُٹھاؤ گی یا قبر مین اُتارنے والون کے ساتھ مردے کو اُتارو گی یا نماز پڑھنے والون کے ساتھ نماز پڑھو گی اُنھون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی نکریگے آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ اور نوحہ [illegible] سے جنازے کا ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہی اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی وجہ سے اس سنت کو چھوڑ دیا [illegible] کی تکمیل [illegible] ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضاً ولکن ان تباعد عنہا او تقدم الکل لم یکن امامہا کرہ کما کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائین یعنے داہنے بائین چلنا اولے نہین اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہی اور اسمین بھی فضیلت ہی لیکن اگر جنازہ سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازے کے آگے مورچہ [illegible] کہ مکروہ ہو جیسے کہ مکروہ ہی جنازے کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قراءت قرآن مین کذا فی الفتح ہم آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکلی کہ پیچھے چلنا افضل ہی یہ افضل ہونا التفضیل ہی تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہی کہ لوگ یہ سمجھین کہ اکیلا جاتا ہی اور ذکر اور قرأت پکار کر نہ پڑھے اگر قریب رہو تو اپنے دل مین پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر ارہ مقدار النصف قامۃ فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کھودی جاوے قبر مردے کی اُسکے مکان کے سوا دوسری جگہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہی یعنے اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہو اور لحد بنائی جاوے یعنے جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاوے بنے ہوے مکان کی صورت اور شق نہ کیجاوے یعنی قبر کے بیچ مین گڑھا نکیا جاوے مگر زمین نرم مین اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر ارہ کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہی اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہی اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہی کہ لحد ہمارے لیے ہی اور شق غیرون کے لیے پس بدون ضرورت شق بنانا نہ چاہیے ولا یجوز ان یوضع فیہ حشیش او بردی عن علی فی غیر مشہور ولا یوضع خشب ہریرہ اور نہین جائز ہی کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاوے اور جو کچھ حضرت علیؓ سے مروی ہی وہ مشہور نہین اور اسپر عمل نہین کذا فی الظہیریہ ہم ظہیریہ مین بجاے علیؓ کے ذکر حضرت عائشہؓ کا ہی کہ اُنھون نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہین یعنے ثابت نہین ہوا

سلہ ایک نسخہ مین یہ عبارت بعد عبارت متن کے ہی

بلکہ اور حدیثوں سے اسکا خلاف ثابت ہو کہ حضرت ابن عباس رض مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاوے اور حضرت ابوموسی نے فرمایا کہ میرے اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہو کہ یہ کا رکھنا چاہیے کذا فی الشامی ولا یاس باتخاذ تابوت دلون حجر اوخشب لہ عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض ولین ان لیفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہیں حاجت کی وقت مردے کے لیے تابوت بنانے کا اگر چہ پتھر یا لوہے کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہو کہ صندوق یا لحد میں مٹی بچھا دیجاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے کہ اُسکے نیچے مٹی بچھا دیں اور دہنے اور بائیں طرف کچی اینٹیں کھڑی کر دیں اور ڈھکنے کے اندر کی جانب پتھلی اینٹیں تاکہ صورت بنجاوے اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہو مات فی سفینۃ یلقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر فتح ایک شخص کشتی میں مر گیا تو غسل دیا جاوے اور کفنایا جاوے اور نماز پڑھکر دریا میں ڈالدیا جاوے اگر کشتی خشکی سے نزدیک ہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ندوۃ السنۃ بالانبیا علیہم السلام واقعات اور نہیں چاہیے کہ مردہ مکان میں دفن کیا جاوے اگر چہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی الواقعات مینے بس مکان میں مرے اُسمیں دفن ہونا طریق مخصوص انبیا علیہم السلام ہونا دوسروں کے لیے نہیں چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا ثم یحمل فیلیہ داخلہ ویقول واضعہ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ویوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہو کہ مردہ قبلہ کیجانب سے قبر میں اُتارا جاوے کہ وہ سمت معظم ہو اسطرح کہ جنازہ اُسی طرف رکھا جاوے پھر اُٹھا کر قبر میں اُتارا جاوے اور مستحب ہو کہ لحد میں اُتارنے والا مرد ہووں کے بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اُسکا مُنھ کر دیا جاوے بطور وجوب شامی نے کہا کہ مفہوم میں صریح ہو کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہو وینبغی لونہ علی شقہ الایمن ولا ینبش ویوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستقبال عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حول المیت ما لم یکرہ وزرہ ابن الملک اور مناسب ہو ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اُدھیڑی جاوے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنی بعد مٹی دینے کے اگر معلوم ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہیں ہو تو قبر نہ اُدھیڑی جاوے اور لحد میں مردہ کے کفن کی گرہ کھولدیجاوے بسبب سیلا پر واہونے کے اُس سے یعنی کفن کے کھلنے کے خوف سے گرہ تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اُسپر کچی اینٹیں اور نکل نہ پاویں اور پختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اُسکے اوپر پختہ رکھا مکروہ نہیں فکر کیا ہو اُسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹیں اول لحد کے مُنھ پر کھڑی کیجائیں اور گنبد کی طرح پر کر دیجائیں اور مٹی ڈالدیجاوے اور اگر اُسنے پختہ رکھا جاوے تو مکروہ نہیں فائدہ یہ ایک کام کی بات ہو بعد دلہنات لحد النبی صلے اللہ علیہ وسلم تسع یعنی مزار کچی اینٹوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف کا ۹ ہو ذکر کیا ہو اُسکو بنسبت سے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹوں کے ساتھ قبر کل کے لیئے تھے وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کاتابوت اور جائز ہو پکی اینٹ اور تختہ گردمیت کے نرم زمین میں جیسے صندوق درست ہو ویسے ہی اسے یعنی قبر ہا ولو لغیر الاعذر کطحاوی ڈھانپی جاوے قبر عورت کی قبر میں اُتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا مُنھ بند کیا جاوے اگر چہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاوے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے و یہال التراب علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما خرج منہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما یحجر ویفرق لحمہ اور بعد لحد بند کرنے کے اُسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہو زائد کرنا مٹی کا اُس مقدار سے جو قبر میں سے نکلی ہو اسلیے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہو اور مستحب ہو مٹی دینا اُسکے سر کی جانب سے تین بار لینے دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ مٹی دے اول فمہ کے منہا خلقنا کم اور دوسرے میں کہے وفیہا نعیدکم اور تیسری میں کہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخری چنانچہ ابن ماجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اسیطرح مروی ہو اور مستحب ہو بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرأت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اُسکا گوشت بٹ جاوے ہم قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلیے مکروہ ہو کہ ابوداود کی حدیث میں اُس سے ممانعت وارد ہو اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابوداود میں

مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی درخواست کرو اور ثابت رہنے کی دعا اُسکے لیے کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمر رضہ بعد دفن کے قبر پر شروع سورۂ بقر اور اُسکے خاتمے کا پڑھنا مستحب جانتے تھے کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا للتراب عن الانداس اور کچھ مضائقہ نہین پانی چھڑکنے کا قبر پر واسطے حفاظت مٹی کے اُڑنے کے ہم لکھا پانی چھڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہوا یہ لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ مین اور ابوداود کے مراسل مین مروی ہو ولا یرفع للنہی عنہ ویسنم ندبا وفی الظہیریۃ وجوبا قدر شبر ولا یجصص للنہی عنہ اور قبر چورس نہ بنائی جاے بسبب ممانعت چورس کرنے کے اور اونچی کیجاے مثل اونٹ کے کوہان کے براہ استحباب اور ظہیریہ مین ہو کہ اونچا کرنا واجب ہو بقدر ایک بالشت کے اور گچ نہ کیجاے قبر بسبب انہی کے گچ کرنے سے ہم چورس سے مراد یہ ہو کہ مٹی کو پھیلا کر کبوترے کی شکل نکالیا جاے بلکہ بیچ مین سے اونچی مثل کوہان کے کیجاے امام محمد رحمہ اللہ نے آثار مین روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنے سے منع فرمایا اور مسلم مین مروی ہو کہ آپ نے قبر پر گچ کرنے اور اُسپر عمارت بنانے سے منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وہو المختار کما فی الکراہیۃ السراجیۃ اور نہ گل کیجاے قبر پر اور نہ اُسپر کوئی عمارت بنائی جاے اور ایک قول یہ ہو کہ گل کا کچھ مضائقہ نہین اور یہی قول مختار ہو چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہۃ مین ہو دم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ وقیل لا باس الخ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ مین گل کرنے کو مختار کہا ہو چنانچہ اُسکی عبارت یہ ہو ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنے ابو الفضل کی تجرید مین مذکور ہو کہ قبرون کا گل کرنا مکروہ ہو اور مختار یہ ہو کہ مکروہ نہین اور اسی عبارت مصنف کو منحۃ الغفار مین سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہو مگر قبر پر عمارت کا جواز مین نے کہین نہین دیکھا کہ کسی نے اُسکو مختار کہا ہو جیسا کہ ماتن کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہو اور طحطاوی نے کہا کہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہو کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہو اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہو لیکن بنی ہوئی عمارت مین دفن کرنا مکروہ نہین وفی جنائز ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتے لا یذہب الاثر ولا یمحی اور سراجیہ کے باب الجنائز مین ہو کہ کچھ مضائقہ نہین لکھنے کا قبر پر اگر اُسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اُس قبر کا نشان بجا رہے اور پامال نہوم مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبرون کے گچ کرنے اور اُنپر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اُسوقت ہو کہ حاجت نہو اور لا باس کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہو اور فتاوے محب مین ہو کہ قرآن کا لکھنا قبرون پر مکروہ ہو اسوجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات پامال نہون اور یہی حال ہو دوسرے کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد انالہ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زمینی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاے مگر کسی آدمی کے حق کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نکرے یا جس زمین مین دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے نے لے لی اور وہ نہین چاہتا کہ اس زمین مین مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردہ کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے مین یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونون پر حق رکھتا ہی جاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کردے اور چاہے اندر بھی نرہنے دے جیسے جائز ہی جو تنا قبر کا اور اُسپر عمارت بنائی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت وولدہا حے یضطرب شق بطنہا من الایسر ویخرج ولدہا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی الکراہیۃ اختیار ایک عورت حاملہ مرگئی اور اُسکا بچہ پیٹ مین زندہ حرکت کرتا ہی تو عورت کا پیٹ بائین طرف سے چیر کر اُسکے بچہ کو نکال لیا جاے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنے بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہی اور خوف ہو ان کے مرجانے کا تو اُس بچے کو کاٹ کر نکالا جاے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹکر نہ نکالا جاے کیونکہ ماں کا مرجانا وہمی بات ہی تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لیے جائز نہین کذا فی الشامی طحطاوی نے

کہا کہ شارح کا لویتا کہنا زائد ہی اسلیے کہ لو یا لعکس سے اُسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہو ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول نعم قطع اور اگر کوئی شخص پیا مال نگلکر مرگیا تو اُسکا پیٹ چیرا جاے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہی کہ نہ چیرا جاے کیونکہ اُسکی حرمت اُسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اُس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اُسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہو گا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو قرأ تہ اوجوازہ او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہی بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت شہور ہو ہم وجہ افضل ہونے کی یہ ہی کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہی اسلیے اُسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی **یندب دفنہ فی جہۃ موتہ** وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ ادمن یعینہ وان رأے بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہی دفن کرنا میت کا اُسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہی نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اُسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً صورت کا بُرا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اُسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو اُنکی برائیون سے عم شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اُسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین **لا بأس بقعادہ قبل دفنہ** اور کچھ مضائقہ نہین مردہ کو دوسری جگہ لیجانیکا پیشتر اُسکے دفن ہونے کے عم یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہی کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہی کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہی اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہی کذا فی الشامی وبالا علام ہوتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک دوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اُسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثانہ شعر اوغیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہی زیادتی کرنی اُسکی تعریف مین خصوص اُسکے جنازے کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے یا عم جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور منہ نوچنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثار باب افعال سے لکھا حالانکہ یہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہی مصدر اُسکا مرثیہ ہی **وتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر** اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور اُنکو صبر مین رغبت دلانے کی عم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالیٰ اُسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا کذا فی الشامی **وباتخاذ طعام لہم** اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والونکے لیے کھانا پکوانے کا عم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوا ئین جو اُنکو اُس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث ہی کہ حضرت جعفر رضی کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین **وبالجلوس لہا ثلثۃ ایام ولہا فضلہا ذکرہ بعدہا الا للغایب** اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہی کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہی تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہی اور مکروہ ہی تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اُسوقت والے اور دنون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

اور بعد مدت کے آوے تب بھی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہوگا کذا فی الشامی وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہی تعزیت دوبارہ یعنے ایکبار اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار نجاے اور مکروہ ہی تعزیت قبر کے پاس یعنے قبر کے پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہی نہ تعزیت کا اور مکروہ ہی تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا ثواب زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیرے میت کو بخشے و بزیادۃ القبور ولو للمنسا لحدیث کنت نہیتکم عن زیادۃ القبور الا فزوروھا اور کچھ مضائقہ نہین قبرون کی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے مین نے تمکو منع کیا تھا قبرون کی زیارت سے اب آگاہ ہوکر اُنکی زیارت کیا کرو مع بعض فقہا نے کہا کہ عورتون کو قبرون کی زیارت کرنی حرام ہی اور شارح نے لاباس بہ کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہی یعنی اگر عورتین اسوجہسے جائین کہ غم تازہ ہوجاے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہی قبرون کی زیارت کرنیوالیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور نامشروع کرین اور اگر اسوجہسے جائین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک بہا نکر صلحا کی قبرون پہ جائین تو بصورت مین اگر عورتین بوڑھی ہون تو مضائقہ نہین اور اگر جوان ہون تو اُنکے حق مین زیارت مذکور مکروہ ہی اور مردون کے حق مین موجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہی اور افضل یہ ہی کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے یا ایکروز پیچھے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس ومن قرء الاخلاص احد عشرۃ مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان مین یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تمپر اے ایماندار قوم کے گھر والون بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تمسے ملینگے اور سورہ یسین پڑھے اور حدیث مین ہی کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اُسکا ثواب مردون کو بخشدے تو مردون کے شمار کے موافق اُسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہ احدی عشرۃ صواب ہی ویخفف عنہ القبر نفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہی بخلاف الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہین اپنے لیے قبر کھودرکھنے کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہی اور مناسب لقواعد یہ ہی کہ کفن جیسے چیز کا تیار کرلینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے مع وجہ قبر کے کھودرکھنے کی یہ ہی کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہی اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہی اور جن لوگون نے مکروہ کہا اُسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر خاص جگہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹھہرتا ہی طحطاوی نے کہا قبر کھدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلیے کہ اُس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہی یعنے اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتے اذا علم اصلہ قبر او ابوطی قبر ترکہ مکروہ ہی چلنا قبرستان کے اُس راستے مین جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہی یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو اُسکے پاس جانا ترک کرے دلا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو مع شرح منیہ مین کہا کہ نکو دفن کرنا مستحب ہی کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر وہو المختار اور نہین مکروہ ہی قرآن خوانون کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہی مع نور الایضاح کی عبارت ہی کہ قراءت قرآن کے لیے قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہی کہ قاریون کو بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہی کہین مصرح نہین عظم الذی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہی یعنے اگر قبر مین کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاے تو اُسکو توڑا نہ جائیگا نہ اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب ہوتا ہی اُسکے گھر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو مع اس مسئلہ مین اختلاف ہی کچھ لوگون کا قول یہ ہی کہ گھر والون کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہی اسوجہسے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ میت کو گھر والون کے رونے سے عذاب ہوتا ہی اور اکثر علما کا قول یہ ہی کہ عذاب نہین ہوتا کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہی ولا تزر وازرۃ وزر اخری اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ اُس زمانے کے لوگ نوحہ کرنے کی وصیت

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے یہ ارشاد اُسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اُسکو تو عذاب ہوتا ہی اور یہ لوگ اُسپر روتے ہین کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہدنامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھا گیا تو قع ہی کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے ہم عہدنامہ کی دعا یہ ہی (اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک ان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد) اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اُسکو بعض فقہانے بقصد تبرک جائز لکھا ہی مگر ابن صلاح نے فتوے دیا ہی کہ قرآن اور اسماء معظم مین سے کچھ نہ لکھا جاے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا جان بوجھ کر مردہ کی نجاستون مین اُنکو آلودہ کرنا ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا روپیون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہی اسلیے کہ خوف اُنکے پاؤن تلے آنے اور اہانت کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصراً واوصی بعضہم ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فضل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما رأوا المکتوب ما علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اُسکو خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنھون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی اُنھون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے مامون ہوا ہم چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوچکا ہی کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہی تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی وقلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اُنگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسی طرح ہو ہم شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہوسکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہی شہید کے احکام مین ہم ہرچند شہید بھی مردہ ہی مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو نہ دوسرے مردیکو نہین کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہی بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہی کیونکہ وہ زندہ ہی اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہی ہم شہید مشتق شہود سے ہی یا شہادت سے تو شہود بھی ہوسکتا ہی کہ فرشتے اُسکی تعظیم کو آتے ہین او جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہی اور شاہد بھی ہوسکتا ہی کہ خدا یتعالی کے پاس حاضر ہوتا ہی یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اُسکے شاہد موجود ہین ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہی وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہی ہم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہی مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید او بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلماً مارا گیا ہو مگر شہید نہو گا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ او نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو اُنکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثمانیۃ ایام عادت والا لاکثر حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیجاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ یعنے ایک عورت نے مثلاً تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماریگئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہوگئی تھی اسلیے اُسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماریگئی تو غسل ندیجائیگی کیونکہ بسبب کمتر مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہوسکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ

لحصول المفعول الملائکۃ بدلیل قصۃ آدم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل ندیا بسبب ہوجانے غسل کے فرشتوں کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے ہم حنظلہ بن ابی عامر ثقفی جب شہید ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہین صحابہ نے اُنکی بی بی سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ وہ ناپاکی کی حالت مین نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے اُنکو نہلایا تو اسمین چند چیزین یہ فرماتے ہین کہ اگر ناپاک شہید کا نہلانا نہی آدم پر واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل بلاشبہہ واجب ہے مگر نہلانے والے کچھ ضرور نہین کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز مین گذرا کہ اُنکو فرشتون نے نہلایا تھا اسیطرح یہان بھی جب غرض غسل یعنے طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشامی مختصراً قتل ظلما بغیر حق بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے کہ ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہو زخم کرنیوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور غلّہ کے مانند سے کہ ان دونون سے مارنے کی صورت مین قصاص لازم نہین آتا اسلیئے اُنکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اس قتل کے سبب سے مال ملک واجب ہو قصاص حتے لو وجب المال لعارض کالصلح او قتل الاب ابنہ لانہ سقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے نہ قتل کی وجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے مین کہ ہرچند قتل موجب قصاص ہو مگر قصاص ساقط ہوجاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کرے باپ اپنے بیٹے کو کہ یہان بھی بنفس قتل سے قصاص ہی واجب ہو مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہین لیا جاتا تو ان دونون صورتونمین شہادت ساقط نہوگی یعنی اُسکو غسل ندیا جاویگا ولم یرث فلو ارث غسل کما سیجی اور ایک شرط غسل ندینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ نرہا ہو پس اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھام ارتثاث میدان جنگ سے اُٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول مستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرح مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق لو تبیّا او بغیر الۃ جارحۃ فان مفقود اسم شہید باق آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنے بشرط زندہ نبائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اُسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالے کے ہو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگون کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے اُسکو مارین اسلیے کہ اصل اسباب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہین مقتول ہوے تھے ہم قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانون تلے دیکر مسلمان مرگیا یا اُنھون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑیکو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گر کر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہ مین آگ لگاوے اُس سے مرگیا تو ان صورتونمین شہید ہوگا کذا فی الشامی بتصرف او وجد جریحا میتا فی معرکتہم المراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم من عینہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین زخم ہو یا نہو مثلاً نکلنا خون کا اُسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے محون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اُسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا مراد یعنے خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھا جاہیے کہ اُس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہے جیسے نکسیر تو اسصورت مین شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہین نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون مُنھ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اُترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطن کے پیٹ کیطرف سے خون مُنھ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین قلب ہوگیا صواب یہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا آخر مین فینزع عنہ مالا یصلح للکفن

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ ویکرہ ان زاد لا جعل ان تمم کفنہ المسنون پس اُتاریجاے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاے اگر اُسکا لباس زیادہ ہو تا کہ اُسکا کفن مسنون پورا ہو جاے ہم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اسکو نہ اُتارا جاے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جاے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو مع اُنکے زخمونکے یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہے اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہے کہ شہداء احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کردو کذا فی الطحطاوی ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریۃ فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا لمن قتلہ المقصوص الیہ الا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ المقصوص نیابۃ الامر ان عینہ لم تعلم فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون اور غسل دیا جاے وہ شخص کہ پایا جاے مقتول شہر یا کانون مین اُس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہے اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا ورنہ اگر وہ شخص جسکو چوروں نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والونپر قسم ہے نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین یعنی قسامت اور دیت اُسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چوروں نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث سے اسلیے اُنکا مقتول شہید ہوگا او قتل بحدید او قصاص ای نیل ذلک بسیف او رمح او سہم او جرح وارث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی ولو قلیلا او اوصی خیتہ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ولو یقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او دات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان اخر بدا لہ او قتل کیا جاے حد مین یا قصاص مین لیکے وہ بھی غسل دیا جاے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاے یا زخمی ہو اور زندہ رہے اور اثبات شرعی یہ ہے کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون یعنی ذرا سا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا نیمی مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اُس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھ پیر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ لیجایا گیا کذا فی البدائع خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہے کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل ندیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہے جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جانیکا کذا فی الشامی لا نخوف وطء الخیل میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑونکے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل ندیا جائیگا او اوصی بامور الدنیا وان بامور الاخرۃ لا یصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح جوہرہ لانہ من احکام الاموات او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو اثبات شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع ہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الجوہرۃ اسلیے کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہے یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکریگا تو مرتث نہوگا

غرضکہ مرد یکا غسل ندینا ایک امر خلاف قیاس ثابت ہوا ہی اور اصل اس باب مین شہدائے احد کا حال ہی تو اگر شہادت اُنھین کی طرح کی ہوگی تب تو غسل ندیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ مین سے کسی سے فائدہ لینا بعد زخمی ہونے کے پایا جائیگا تو شہادت کامل نرہیگی جس سے غسل دینا ترک کیا جاوے وہذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا اے فی الحرب لا الیسیر مرتثا بشیٔ مما ذکر اور یہ سب باتین جنسے شہادت ناقص ہوتی ہی اُس صورت مین ہین کہ لڑائی ہوچکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہون تو ان مذکور چیزون مین سے کسی سے مرتث نہوگا ہر صورت مین شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید لآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطین شہید کامل کے باب مین ہین جو دنیا اور آخرت دونون مین شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہی اور اسی طرح شہید آخرت ہی جنابت والا اور قتل اُسکے یعنے مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاے اور اُسکے مارے جانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہین م شرطین شہید کامل کی چھ مذکور ہوئی ہین اوّل عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد مین پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونے کے منتفع نہونا امور مذکورہ ا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل ندیا جائیگا مگر اُس صورت مین کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اُسکے خون کے لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لیے وعدہ ہوا ہی اُسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قصد العدو فاصاب نفسہ والغریق والحریق والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وہو یطلب العلم وقد عدہم السیوطی نحو الثلاثین واللہ تعالی اعلم شہید آخرت ہی جو شخص کہ دشمن کا تصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مارلے اور پانی مین ڈوبا ہوا اور جلکر مرنیوالا اور سفر مین مرنیوالا اور جسپر مکان گرگیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنے دستون یا استسقا سے مرنیوالا اور وبا سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا مین اپنے شہر مین صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اُس عرصہ مین کسی اور مرض سے مرجائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس مین اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اُس حال مین مرے کہ علم کا طالب ہو یعنے علم مین مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھتا ہوا سنتا ہو اور شہدا آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہی واللہ اعلم م جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنبیت مین تو اد مذکور کو اطرح بیان کی ہی جو پیٹ کی بیماری والا غریق ڈوب کر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجائے سل والا سفر مین مرنیوالا مرثی والا طاعون والا اپنے گھر والون کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے مین مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق مین مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے مین پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر اچھو ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی پکڑوایا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چھپا پھرتا ہوا ور مرگیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب مین مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سود اگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنے زن و فرزند اور مملوکون مین اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اُنکو کھلاتا ہو جسکو جہاز مین متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غربت پر صبر کرکے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے اللھم بارک لی فی الموت وفی مابعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر مین نہ مقام مین جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت مین ۱۰۰ بار کہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علما مالکیہ نے اتنے اور زیادہ کیے ہین جو جلکر مرجاے جو گھوڑا سے گر کر مرے جو راہ مین مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگونکی مدارات کرتا رہے جو ہر شب سورہ یٰسین پڑھے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو راہ مین بلا طہارت کے ساتھ ہووے اور مرجاوے جو شخص زندگی بھر لوگونکی مدارات کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ مین قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانون کے کسی شہر مین غلہ نہ پاے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین سورۂ حشر کے آخری پڑھے اور اُس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث مین آیا ہی اور پورا بیان شامی مین ہی

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

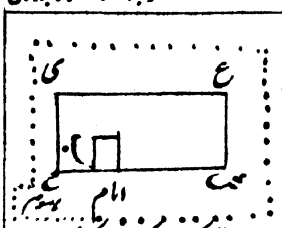
یہ باب ہی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین تھے الباب زیادۃ علی الترجمۃ وہو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنے عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہی اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہی اور یہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زاید بیان کیا جاے اور عیوب یہ ہی کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اُسکا حال نہ بیان کیا جاے صح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الی عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہوا سلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک ہم امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیے کہ جب ایک طرف کو مُنھ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ واجب یہ ہی کہ کعبہ کے ایک جزو معین کیطرف مُنھ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف مُنھ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہوجائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اُسکے غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اُسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی وان کرہ الشانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب انہونے تعظیم کے ہم شرح ملتقی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اوّل اونٹون کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام پنجم کیلہ یعنے جانورون کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر نفروا اوبجماعۃ وان وصلیۃ اختلف جمہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہی نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف مُنھ کرنے مین جماعت والون کے مُنھ جدا طرف کو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہوگا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہو تو دونون کا مُنھ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہو شارح نے کہا کہ ان تصلہ ہی شرطیہ نہین ویکرہ جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو بجنبہ لم یکرہ فی اربع اور مکروہ ہی کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف مُنھ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہ چار صورتین ہوئین ہم یعنے صورت اوّل یہ ہی کہ مقتدی کا مُنھ امام کے مُنھ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہی دوم یہ کہ مقتدی کا مُنھ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت جائز ہی سوم یہ کہ مقتدی کا مُنھ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے مُنھ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہی کذا فی الطحطاوی ونصح لو تحلقوا حولہا ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہی نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہی کہ وہ حکما امام سے پیچھے ہین ہم یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہی کہ جماعت اُسمین گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہی پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اُسی طرف ہی جسطرف امام ہی تب تو اُسکی نماز نہوگی کیونکہ اس صورت مین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلیے اُسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہوگیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلیے کہ آگے پڑھنا امام سے اُسوقت ہوتا ہی کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی

ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم اره ویشبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وعزہ صورتہ



اور اگر کوئی مقتدی اُس کونے کی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بنسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو

مین نے اس مسئلے کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہی اُسکی ہم اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورہ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر گوشہ ح ہی اور فرض کرو



امام دروازہ تب کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف مُنھ کرکے نیت کی تو صورتین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفون کا ہوتا ہی مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ح ش اور ح ی دونون ہین لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اُسکی نماز درست نہوگی اسلیے کہ ہر چند جانب ح ی بھی اُسکی جہت ہی مگر چونکہ ح ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسمین ہی کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرائی جاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اسکی وجہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھگیا اور حاقہ نقطون کا پہلے مسئلہ کیصورت بتاتا ہی کہ امام کی طرف کے نقطے مقام مقتدیونکے ہین جو امام کی نسبت کرکعبے سے دور ہین اور باقی تین طرفونمین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اُس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کھڑا ہونا امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اُسکے ساتھ ہو یا نہین اور یہ اقتدا گو درست ہی مگر کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہی اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکھکر معلوم کرین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جاے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم

کتاب الزکوۃ

کتاب الزکوۃ

یہ کتاب ہی احکام زکوۃ کے بیان مین قرنہا بالصلوۃ فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونون مین کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونون پاس پاس مذکور ہونی چاہئین مگر چونکہ نماز و زکوۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ بہ ثبت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہ شمار غلط ہی صحیح یہ ہی کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونون کا ذکر قرآنمجید مین ہی ہمارے اُستاد نے اُسکو شمار کیا ہی ولا تجب علی الانبیا اجماعا اور زکوۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام زکوۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہی کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو دولت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اُسکو صرف کر ڈالتے تھے اور یہ موقع صرف کرنے سے اُسکو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوۃ طہارت ہی اُس شخص کے حقین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی ہی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لا تجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یقبل القبض الا اذا حکم علیہ بفقرہم مصرات خلافا للثانی بزازیہ زکوۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر کو اُس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کردینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادا زکوۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادا ے زکوۃ کے لیئے اگر کپڑا پہنا وے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو تملیک نہ دیتا ہو لیکن جبصورتین کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہوگیا تو اب اُنکو کپڑا پہنانا ادا ے زکوۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہی کہ مثلاً قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیو جہ سے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوۃ مین شمار کریگا تو زکوۃ ساقط نہوگی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی لنفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اُسکا مرجع یتیم بصیغۂ مفرد مذکور ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اجاب

سے بھی ادائے زکوۃ درست ہے کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہے کہ اباحت سے چیز کا کام مین لانا مباح ہوجاتا ہے یہ نہین کہ اُسمین جو تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اُسکے کھا لینے کا ہے نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھائے یا بیچدے دوسرے کو دیڈالے یا بیچدے جزء مال خرج المنفقۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا الاجزیہ عینہ الشارع وہو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوۃ مالک کرنا ہو مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اُسکو ٹھہرادیا ہو اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال نقد کا ہے جسپر ایک سال گذگیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفل خارج ہوا یعنے وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہوسکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر مین ایک سال بہ نیت ادائے زکوۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اُسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقۂ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعیین ہی نہین اور حصہ قید فطر ہی نکلگیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا مطلطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ جانورون اور غلہ کی بھی آمین شامل ہے کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہے من مسلم فقیرا ولو مکاتبا غیر ہاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ہذا معنی قول الکنز تملیکا لمال اے المعہود انراجہ شرعاً مالک کرنا ہو سامان فقیر کو اگرچہ ناقص الملک ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اُنکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی ہے مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہے ہم مصنف نے زکوۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہے اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہے تو شارح کہتا ہے کہ مال دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال متعارف مراد ہے اور الف لام عہد کا ہے یعنی وہی مال جو شارح نے مقرر کیا ہے مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الیٰ جملہ وفرعہ مالک کرنا ہو اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہوجاوے اس سے یہ نکلا کہ زکوۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنے ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین من وجہ اُسکی منفعت باقی ہے لمہ تعالیٰ بیان الاشتراط النیۃ مالک کرنا ہو خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہے نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالیٰ کی امر کی بجاآوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہے جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہے بالاجماع کذا فی البحر وشرط فرضہا عقل وبلوغ وحریۃ واسلام وعلمہ بوجوبہا ولو حکماً لانونہ فی دار نا اور زکوۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونے کا جاننا ہے اگرچہ فرض ہونے کا علم حکمی کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دارالاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہوسکتی ہان اگر کوئی کافر مالدار دارالحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اُسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین وسببہا ای سبب افتقہا ملک نصاب حولی نسبۃ للحول مجولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہے حول کیطرف یعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہے اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہے ملک کی اس قید سے مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسلیے کہ اُسکے مال پر زکوۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہے حریت کی شرط ہونے سے علاوہ اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہے کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہے شامی نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہے جو جامع ومانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا بہ شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہے کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیئے پہ تتمہ

کردیتے ہین نہ یہ کہ جو قید مفید ہوا سکو زائد سمجھا جاوے خصوص سمجھانے کے مقام مین انتہے ودخل مالک بسبب خبیث مغصوب خلطہ اذا کان لہ غیرہ منفصل عنہ یوفی دینہ اور داخل ہوا لینے اُس نصاب مین جسپر زکوۃ واجب ہووہ مال جبکا مالک ہوا خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو اپنے مال مین ملادیا بشرطیکہ اُسکے پاس اور مال ہو اس مال مخلوط سے جدا سقدر کہ پورا کردے اُسکا دین یعنی مال مغصوب کی بقدر اُس جدا گانہ مال سے ادا ہوجاسکے م صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ ایک شخص نے کسیکا مال چھینکر اپنے مال مین ایسی طرح ملادیا کہ دونون جدا نہین ہوسکتے تو امام صاحب کے نزدیک دوسرے کے مال کا خلط کرنیوالا ایسا ہو جیسے اُسکو تلف کرڈالا یعنی اُس شخص پر ضمان لازم ہو تو اس سبب مالکی زکوۃ اُسکو دینی ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہو وہ اُس مال مغصوب کا مالک ہوگیا ہو مگر سب کی زکوۃ دینے مین یہ شرط ہو کہ اُسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا علیحدہ اتنا مال ہو کہ اُس سے ضمان ادا کرسکے اور اگر اور مال نہوگا تو چونکہ اُسکے مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہو اسلیئے اُسپر مغصوب مال کی زکوۃ واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک خلط کرنا مثل تلف کرڈالنے کے نہین اسلیئے موجب ضمان بھی نہین تو اُس سے ملک ثابت نہوگی اور نہ زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی تصرف فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد سواء کان للہ کزکوۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ او موجلا ولو صداق زوجۃ الموجل للفراق او نفقۃ لزمتہ بقضاء او رضا بخلاف دین نذر وکفارۃ وحج لعدم المطالب سبب وجوب زکوۃ ملکیت ایسی نصاب کی ہو جو زائد ہو اُس قرض سے جسکا طلب کرنیوالا کوئی بندون کیطرف سے ہو برابر ہو کہ قرض مذکور اللہ تعالی کا ہو جیسے زکوۃ اور خراج یا قرض بندہ کا ہو گو بطور کفالت کے ہو یا قرض میعادی ہو اگرچہ مہر اُسکی زوجہ کا ہو جسکی مدت وقت فراق ہو یا قرض بندیکا بطور نفقہ کے ہو کہ اُسپر قاضی کے حکم سے یا اُسکی رضامندی سے لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے بسبب نہونے مطالب کے یعنی ان قرضون کا طلب کرنیوالا کوئی بندہ نہین اگرچہ قیامت مین اُنکا مطالبہ ہوگا مہر زکوۃ مین بندہ کیطرف سے طلب اسطرح ہو کہ شروع اسلام مین حضرت عثمان غنیؓ کیوقت تک زکوۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپنے تقدین کی زکوۃ کا لگانا مالکون کے سپرد کردیا تاکہ حکام ظالم لوگونکے مال پر طمع نکرین تو گویا ہر مالدار آپکی طرف سے زکوۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہوگیا اور قرض زکوۃ سے زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ صورت ہو کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہو اور اُسپر دو برس گذر گئے تو اسپر دوسرے برس کی زکوۃ واجب نہوگی اسلیے کہ پہلے برس کی زکوۃ اسکے ذمہ قرض ہی اُسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہوجائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہو کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض لیے اور دوسرا آدمی اسکے کفیل ہوے اور ان سبکے پاس ہزار ہزار روپیے ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ واجب نہین اسلیے کہ قرض دینے والیکو اختیار ہو کہ جس سے چاہے اپنا قرض لے سکتا ہو اور مہر موجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوۃ نہین کیونکہ عادت یہ ہو کہ اُسکو کوئی مانگتا نہین اور قستانی مین اسی کو صحیح کہا ہو کذا فی الطحطاوی تو شارح کا قول مہر موجل کے باب مین ضعیف ہو شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہو اور نفقہ نصب کے ساتھ عطف ہو کفالت پر دلا مانع الدین وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض مانع نہین ہو وہ یکی اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو تو یہ نہین کہ زمین کی پیداوار سے وہ یکی یا خراج اُسکے ذمہ واجب نہو یا کفارہ کسی قصور کا اُسپر واجب نہو کیونکہ عشر وخراج متعلق پیداوار سے ہین جو ہمیشہ نیا ہوتا رہتا ہو اور کفارہ متعلق ذمہ سے ہو اُسمین مفلس اور تونگر برابر ہین اتنا فرق ہو کہ مفلس کو مہلت دسترسی تک دیجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس باب سے کچھ متعلق نہین رکھتا شارح نے بڑھا دیا ہو وفارغ عن حاجتہ الاصلیۃ لان المشغول بہا کالمعدوم وفسرہ ابن ملک بما یدفع عنہ الہلاک تحقیقا کثیابہ او تقدیرا کدینہ اور نصاب مذکور فارغ ہو اُس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہو وہ نہونے کے برابر ہو اور حاجت مین لگے ہوے مال کو ابن ملک نے یون بیان کیا ہو کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے حقیقت مین جیسے اُسکے کپڑے ہین کہ ہلاک تقدیری دفع کرے جیسے دین ہم حاجت اصلی کی چیزین یہ ہین خرچ روزمرہ مکان سیکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ ورون کے اوزار سامان خانہ داری سواری کے جانور اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلیے کہا کہ اُسکی فکر مین آدمی شب وروز گھلتا ہو اور آگے کوئی قرض نہین دیتا اور

قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اُٹھاتا ہو کذانی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرہ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے اسطرح کہ مالک اُسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو ہم مال زکوۃ دو طرح ہی ایک خلقی جسکی پیدائش دفع حاجت کے لیئے وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونو مین زکوۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوۃ کی لیاقت پیدا کرتا ہی اور وہ سوا النقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہی ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنی تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذانی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہ بقولہ فلا زکوۃ علی المکاتب لعدم الملک التام ولانی کسب ماذون ولانی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ زکوۃ نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہی وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اُسمین حق اُسکے آقا کا لگا ہوا ہی جبتک مال کتابت اُسکے ذمہ ہی اور نہ اُس غلام کی کمائی مین زکوۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہی بشرطیکہ مال غلام کے قبضے مین ہو کذانی الطحطاوی اور نہ گروکھی ہوئی چیز مین زکوۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد لیئے اگر اہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد چھڑانے کے اُسکی زکوۃ زمانۂ رہن کی اُسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اُسکی زکوۃ ہی کیونکہ اُسکی ملک نہین اور نہین زکوۃ اُس مال مین کہ اُسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اُسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اس برس کی زکوۃ مشتری پر نہوگی و مدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اُسکے قرض کے پس زکوۃ دے زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اُسکے پاس مال زکوۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوۃ دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوۃ نہین مثلاً ۱۲۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ کے سوا دیکر ۲۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوۃ اُسپر نہین وعرض الدین کالہلاک عند محمد رح ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اسکو بحر الرائق مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اُسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہوگئے اور سال پورا ہونے کے بعد پھر دو سو ہوگئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سرے سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوۃ اُسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوۃ نہین اُس سال کی بھی زکوۃ اُسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اُس سے زکوۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذانی الطحطاوی ولو لنصاب صرف الدین لا یسر بالقضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالون کی نصابین ہون تو قرض اس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادائے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اُس نصاب مین لگایا جائیگا جسکی زکوۃ کمتر ہو اور اگر زکوۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین لگا کر باقی جنس کی زکوۃ دے ہم کئی نصابون کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اُسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسون کی مثال یہ ہی کہ مثلاً جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گائیون کی زکوۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹون کی زکوۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اُسوقت ہی کہ صدقہ لینیوالا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذانی الشامی وللانی ثیاب البدن

سائب وہ غلام جسکو آقا نے کہا تو کمایا کر اور ہم کو کچھ نہ دیا کر فقط ۱۲ منہ

المحتاج الیہا الدفع الحر والبرد ابن ملک واثاث المنزل ودور السکنی ونحوہا اور نہین زکوۃ ہی بدن کے کپڑون مین جنکی حاجت گرمی سردی کے دور کرنے کو ہوتی ہی کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوۃ ہی گھر کے اسباب اور رہنے کے گھرون اور اُنکے مثل یعنے دکانون اور سرایون مین جنکا کرایہ ملتا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب وان لم تکن لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیران الاہل لہ اخذ الزکوۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او زیدت علی نسختین منہا ہو المختار اور اسیطرح زکوۃ نہین کتابون مین اگرچہ ہنون اُسکے پاس جو اُنکا اہل ہو یعنی بے علم شخص کے پاس ہون تب بھی اُنمین زکوۃ نہین بشرطیکہ تجارت کی نیت اُنمین نہو مان استعد رہی کہ علم والیکو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ کتابین کئی نصاب کے برابر ہون یعنے کتابین اُسکے حقمین تو انگری نہونگی بخلاف بیعلم کے کہ اُسکے پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اُسکو زکوۃ کا لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہو دین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علمونکی کہ بقدر نصاب اُنکے ہونے سے عالم کو بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون تب بھی زکوۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہی زکوۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہی کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہونگی تب بھی زکوۃ لینی درست نہوگی اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسیکو مختار کہا ہی وکذلک الات المحترفین الا ما یبقی اثرہ کالمنفض لدبغ الجلد ففیہ الزکوۃ بخلاف مالا یبقی کصابون ریسا وی نصبا وان حال الحول اور اسیطرح زکوۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جس الہ کا اثر باقی رہے جیسے کس ہی کھال رنگنے کے لیے تو اُسمین زکوۃ ہی بخلاف اُس چیز کے کہ باقی نرہی جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اُسپر برس گذر جاوے مگر زکوۃ نہوگی ہم حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہین جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ کہ اُنکا اثر موجود رہتا ہی جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کرسل اور نیل کھال رنگنے مین دوسرے وہ کہ اُسکا کچھ اثر نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات مین زکوۃ نہین اور دوسری کی پہلی نوع مین یعنے کسم وغیرہ مین زکوۃ ہی اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہ عصفر ہی وہ غلط ہی کیونکہ عصفر کسم کو کہتے ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہی نہ کھال رنگنے مین وفی الاشباہ الفقیہ لایکون غنیا بلتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور اشباہ مین ہی کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہین ہوتا یعنی اُسپر زکوۃ واجب نہین ہوتی اور زکوۃ کا لینا درست ہی مگر بندون کے قرض مین مالدار متصور ہوگا لوگونکا قرض ادا کرنے کے لیے اُسکی کتابین فروخت کیجائینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استحجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ علیہ فلا بینۃ بجب لما مضی لا فی غصب لسائمہ فلا یجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور نہین ہی زکوۃ گم شدہ مال مین جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب نہوگی اور نہ اُس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اُس مال مین جو کسی نے چھین لیا اور اُسپر گواہ نہین پس اگر اُسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوۃ واجب ہوگی بعد قبضے مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون کے غصب مین کہ زکوۃ واجب نہوگی اگرچہ چھیننے والے غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہی ہم سائمہ اُن جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین مباح جنگل مین چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہ امر اُسکو حاصل نہوگا اسلیے ان ایام کی زکوۃ اُسکو دینی نہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون بسیرۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا اللودیعۃ عند غیر معارف اور نہین زکوۃ اُس مال مین جو جنگل مین مدفون ہو اور دفن کی جگہ بھولگیا ہو پھر اُسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہ محفوظ نہ تھی اتفاق سے مال ملگیا اور اسیطرح اُس امانت مین زکوۃ نہین جو ناآشنا لوگون کے پاس ہو کیونکہ اس صورت مین احتمال نسیان کا غالب ہی اور اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوۃ واجب ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ مین مدفون ہو کہ اُسپر زکوۃ واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب یہ ہی کہ سب گھر کو کھود کر مال ملسکتا ہی لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اُسمین دفن کیا ہوا مال ایسا ہی جیسا جنگل مین وتختلف فی المدفون فی کرم وارض مملوکۃ آدمی اختلاف ہی اُس مال کی زکوۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین دفن ہو ہم جو لوگ اُسپر زکوۃ واجب بتاتے ہین اُنکی دلیل یہ ہی کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہی

اور جو واجب نہین کہتے وہ یہ کہتے ہین کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہی یا خالی وقت سے نہین کذا فی الطحطاوی ودین کان جحدہ المدیون سنین والمتبقیۃ علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعد ہا عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ فتجب لما مضی اور نہین زکوۃ اُس قرض مین جسکا قرضدار نے برسون انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اُسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسون کے بعد لوگون کے سامنے قرض کا اقرار کردیا اور زکوۃ کے واجب ہونے کو مقید کیا ہی خانیہ کے باب المصرف مین اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے مین اس سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کردیگا تو گذشتہ سالون کی زکوۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو اور نہین زکوۃ اُس مال مین کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لعدم النمو علت ہی مال مفقود سے لیکر مال مصادرہ تک کی یعنے ان مالون مین وجہ زکوۃ کے واجب نہونے کی یہ ہی کہ مالک کیسکو بڑھا نہین سکتا والاصل فیہ حدیث علی لازکوۃ فی مال الضمار وہو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک در اصل ایسے اموال کی زکوۃ کے نہونے مین حدیث حضرت علی رض کی ہی کہ زکوۃ نہین مال ضمار مین اور ضمار وہ مال ہی کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ لینا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی اور علی معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ دعن محمد لازکوۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لاتقبل او علم بہ قاض یحبی ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوۃ مامضی وتفصیل الدین فی زکوۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر تو انگر نادہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہوچکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اسپر گواہ ہون یا اُس قرض کو قاضی جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک مین پہونچے تو اُسپر گذشتہ برسون کی زکوۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہی کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اُسپر زکوۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہی ذکر کیا ہی اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگون نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہین ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہی کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ مین حکم کردیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوۃ کے بیان مین عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہی قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اُسپر زکوۃ نہین کذا فی الشامی وسبب لزوم ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالی اٰتوا الزکوۃ اور زکوۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہی کہ زکوۃ دو ہم یعنی جب آیت مین خطاب مکلفون پر بصیغۂ امر دینے کے لیے ہو تو ادا کرنا اُسکا لازم ہی شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہی اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول ہو فی ملکہ وتمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہا للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوۃ بنفسہا اسکہا او للنفقۃ او السوم بقیدہا الاتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہی اسطرح کہ مال مالک کی ملک مین رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوۃ مین جیسے روپے اشرفیان ہین بسبب متعین ہونے ان دونون کے تجارت کے لیے اصل پیدائش مین تو لازم ہوگی ان دونون پر زکوۃ جسطرح انکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیان رکھ چھوڑے یا جنگل مین چرنا قید آیندہ کے ساتھ یعنی جانورونکی زکوۃ کے ادا مین جیسے برس کا گذرنا شرط ہی ویسے ہی جنگل مین چرنا بھی شرط ہی یا شرط ہی نیت تجارت اسباب کی زکوۃ کے باب مین ہم پہلے جو شرطین عقل وغیرہ کی مذکور ہوئین وہ صاحب مال مین تھین اور یہ شرطین خود مال کی ہین مگر کھیتون اور پھلون کی زکوۃ مین برس کا گذر جانا شرط نہین کذا فی الشامی امامر بحلولان من مقارنتہا العقد التجارۃ کما یجی او دلالتہا بان اشتری عینا بعرض التجارۃ او یوارہ التی للتجارۃ بعرض قصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب مین نیت تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہی متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کرلے کہ جو چیز میری ملک مین آتی ہی وہ تجارت کی ہی تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہی او نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

کوئی چیز معین اسباب تجارت کے بدلے یا کرایہ دے اپنا مکان تجارت کا عوض کسی اسباب کے تو ہو جائیگا یہ اسباب تجارت کے لیے بدون نیت صریح کے واستثنوا من اشتراط النیۃ مالیشتریہ المضارب فانہ یکون للتجارۃ مطلقا لانہ لایملک بالماغیر یا اور استثنا کیا ہے علمانے نیت کے شرط ہونے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلیے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لیے ہے خواہ مضارب نیت کرے یا نکرے اسلیے کہ مضارب مال مضاربت تجارت کے لیے خریدنے کے سوا اختیار نہین رکھتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی مول لی ہوئی چیز کو دلالت نیت مین شامل رکھین تو استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحاوی ولاتصح نیۃ التجارۃ فیما خرج من ارضہ العشریۃ والخراجیۃ او المستاجرۃ او المستعارۃ لیلا یجمع الحقان اور درست نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہوا اُسکی زمین عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق ہم یہ علت ہے جاریون صورتون کی مگر کرایہ اور عاریت کی صورت مین اُسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی دہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہوتی ہے اسلیے اگر پیداوار مین زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جائینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر ہوتا ہے اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج اور شخص پر ہوگا اور زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحتہ ادائہا نیۃ مقارنۃ لہ ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا الذمی لیدفعہا للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الامر ولذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکماً ہو مثلاً زکوۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اُسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو ادائے زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت ادائے زکوۃ کی کرلی پھر وکیل نے بلا نیت ستحقون کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو بانٹ لے تو درست ہے اس لیے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت کرلی کہ زکوۃ کی طرف سے ہے تو درست ہے ہم لینے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اُسکے دینے سے پیشتر نیت کریگا وہی معتبر ہوگی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف اس کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور مالی سے اُسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اور اگر وکیل نے اپنے موکلون کی زکوتین باہم خلط کردین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیرون کو دے ڈالیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا موکلون کی طرف سے زکوۃ ادا نہوگی مگر اُس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ہم ضمان دیگا اُس صورت مین ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہوا سطرح کہ مالکون کو علم خلط کا ہوا اور وکیل سے تعرض نکیا تو اس صورت مین خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولد الفقیر وزوجتہ لانفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہے کہ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت مین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کرنا زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت مین اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین کذا فی الکافی ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزاہ ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوۃ مین دیدیے تو کافی ہے بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیون مین سے انکو لے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اُسکے پاس موجود ہون تو اگر موکل کے روپیہ اسکے پاس اُٹھ گئے ہون یا اسنے نیت اپنے روپیون کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء او بنیۃ اداے زکوۃ متصل ہو زکوۃ واجب کے علٰحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علٰحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوۃ کو علٰحدہ کر دینے سے بلکہ فقیروں کو دینے کی حیث سے ذمہ پاک ہوگا ہم لینے اگر زکوۃ کا مال جو علٰحدہ کیا تھا ضائع ہوجائیگا تو زکوۃ ساقط نہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذرا او واجبا اخر فیصح ویعین الزکوۃ یا اداے زکوۃ کی صحت کے لیئے شرط ہی کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہ خیرات اُسکی نیت کے موافق درست ہوجائیگی اور زکوۃ کا ضمان دے ہم طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اُٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط حصتہ عند الثانی خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک ساقط ہوجائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی واطلقہ فیعم العین والدین حتے لو ابرا الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہی موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابرا اور زکوۃ اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگی ہم لینے مثلاً زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہی اور عمرو مفلس ہی زید نے کہدیا کہ مین نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہی اور زید کے ذمہ سے زکوۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہوگئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین بجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہی اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اُس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین ہم مراد دین سے وہ مال زکوۃ ہی جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہی کہ اسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوۃ دو حال سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوۃ دینی منظور ہی وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرحکا ہوسکتا ہی ایک وہ کہ قبضے مین نہ آوے ساقط ہوجاے اور ایک وہ کہ بعد زکوۃ اسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتین ہوگئین جنمین سے تین مین ادا درست ہی اور دو مین ناجائز پہلی صورت زکوۃ دین کا ادا کرنا اُس مال دین سے کہ ساقط ہوجاے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دینا دوسرے ادا کرنا زکوۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہی اُسمین سے مقدار واجب کو ویدینا تو ادا درست ہی سوم ادا اے زکوۃ عین مال دین کے عوض مثلاً ایک شخص دوسرے روپیہ کا مالک ہی مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو اُنکی زکوۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا اور جن صورتون مین ناجائز ہی اُنمین سے اول یہ ہی کہ مال موجود کی زکوۃ مین دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۸۰۰ روپیہ موجود ہین انکی زکوۃ بیس روپیہ ہوے اور اُسکے ۲۰ روپے کسی مفلس پر آتے ہین تو اُن روپیون کو اس مال موجود کی زکوۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہی کہ ادا کرے دین کو اُس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اُسکو ۵۰ روپیے معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوۃ بھی اُسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوۃ بھی انھین پچاس مین آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہوجائینگے اور عین کی زکوۃ دین سے درست نہین کذا فی الشامی بتصرف وحیلۃ الجواز ان یبیعہ مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذہ عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیونہ واخذہ بالکرہ نہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہی کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوۃ حوالہ کرے پھر اُس زکوۃ کو عوض اپنے قرض کے اُس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو لاٹھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اُسکو اُسکے حقکی جنس مل گئی

اور قرضخواہ جب قرضدار کی کوئی چیز اپنے حق کی جنس سے پاتا ہو تو زبردستی دبا سکتا ہو پھر اگر محتاج مزاحمت کرے تو اسکو قاضی کے پاس لیجاوے کہ وہ اُس سے دلوادیگا تو اس صورت مین قرض بھی اُسقدر وصول ہوجائیگا اور مال کی زکوۃ بھی ادا ہوجائیگی وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب وکذا فی تعمیر المسجد تمامہ فی حیل الاشباہ اور حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہو کہ زکوۃ کو کسی محتاج کی ملک کردے پھر وہ محتاج اُس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت مین ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہو زکوۃ کو مسجد کی تعمیر مین لگانے کا یعنے کہ دیدے کہ وہ مسجد مین صرف کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہو ہم اور یہی حیلہ ہو بنی ہاشم کو زکوۃ کے دینے کا بشرطیکہ درمیانی شخص امین ہو جو بنی ہاشم کو دیا نہ رکھے واقرضہا عمری ای علی التراخی وصححہ الباقانی وغیرہ وقیل فوری اے واجب علی الفور وعلیہ الفتوی کمافی شرح الوہبانیہ اور قرض ہونا زکوۃ کا عمری ہو یعنے اگر عمر بھر مین کبھی ادا کریگا تو گنہگار نہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہو باقانی وغیرہ نے اور ایک قول یہ ہو کہ اُسکا فرض ہونا خوری ہو یعنے اُسی وقت ادا کرنا واجب ہو اور اسی پر فتوی ہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہو فیاثم تبا خیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح پس گنہگار ہوگا اور اسے زکوۃ مین بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اسکی گواہی مقبول نہوگی یعنے بسبب فاسق ہوجانے کے اسلیے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہو اور وہ قرینہ یہ ہو کہ امر فقیر کے دینے کا اُسکی حاجت کے دور کرنے کو ہو اور اُسکی حاجت سر دست موجود ہو تو اگر زکوۃ علی الفور واجب نہو تو زکوۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہو الیہ بقی للتجارۃ ما ای عبدا مثلا اشتراہ لہا فتوے بعد ذلک خدمتہ ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا مالم یبع بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارۃ عمل لا تتم بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا نہین باقی رہتا تجارت کے لیے وہ مال یعنے مثلا غلام کہ اُسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے نیت کرلی اُس سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت خدمت کے تجارت کا نہ رہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اُسکو تجارت کے لیے نیت کرے یہانتک کہ اُسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوۃ ہوتی ہو یعنی مثلاً غلام خدمت کی نیت مول لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اُسکے عوض ایسا مال نہ لے جسمین زکوۃ ہو اور فرق دونون صورتون مین یہ ہو کہ تجارت ایک عمل ہو تو صرف نیت سے پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہو اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہوجاتا ہو جنس ما فیہ الزکوۃ کی قید سے یہ صورت نکلگئی کہ مثلاً غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتون مین اُسپر زکوۃ نہ آویگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہو مثلاً مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہو کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہو اور روزہ ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلاً صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان کما فی الاشباہ وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا المقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوۃ لاقتران النیۃ بالعمل الا الذہب والفضۃ والسائمۃ کما فی الخانیۃ لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اُسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے یعنے میراث کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اُسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت مین تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلاً نیت کرلے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہو تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا اور جانوری اور چرائی کا جانور اگر میراث مین ملے تو اُنپر زکوۃ لازم ہو اسلیے کہ خانیہ مین ہو کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اُسکی زکوۃ اُسپر لازم ہو برس گذرنے کے بعد نیت سے

کی کرے یا نکرے مم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے میراث مین پانے سے اسپر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنے کے بعد ان تینون پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وما ملکہ بصنعۃ کہبتہ او وصیتہ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطاء ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ولو اہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اُسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے ہو جیسے ہبہ مین ملنا یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرے تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہوجائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیۃ اور اسیطرح جو چیز مال تجارت کی عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیئے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین نیت تجارت دلالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ مالیس بمال بمال لا تعتبر علی الصحیح اور شروع اشباہ مین ہے کہ جب نیت متصل ہو اُس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اُس قول کو شارح نے اصح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہین ہے زکوۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اُس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو اسپر زکوۃ ہوگی مم جواہر سے مراد یاقوت وزمرد وغیرہ ہین اور اسپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدائش مین یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عد للبحرین والسوائم اثمانا یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المودی الی الغنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے کا یہ ہے کہ جو مال سوائے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہو اُسپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ مانع کے جس سے دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے مم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ ونون مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دوبار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر تین عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اُسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونون جمع ہوجائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ثم باعہ بربح لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اُسپر زکوۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہو اُسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اُسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہے یعنے عشر اور خراج مانع زکوۃ ہین وکما لو نوی ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ او عشریۃ وزرعہا او بذر التجارۃ وقد رد لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اُسکو بووے یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اُسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اُسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے مانع کے مم یعنی اول صورت مین خراج اُسکے ذمے ہی بسبب مالک ہونے کے خواہ بووے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر لینے والے پر ہے تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اُسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر ندینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اُسوقت مال تجارت کا نہوگا

کہ بیچ کو زمین خراجی یا عشری مین بووے اور اگر اپنی زمین مملوک مین بوویگا تو زکوۃ واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی

باب السائمۃ

یہ باب چرنیوالے جانورون کی زکوۃ کے بیان مین ہی الراعیۃ وشرعا المکتفیہ بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکرہ الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادۃ والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع لو اسامها للحمل فلا زکوۃ فیها کما لو اسامها للحمل والرکوب ولو للتجارۃ فیضها زکوۃ التجارۃ ولعلهم ترکوا ذلک لتصریحهم بالتحلیل سائمۃ لغت مین چرنے والے جانور کو کہتے ہین اور شرعا جو اکثر اوقات کے مباح چرائی پر یعنی جسمین مالک کو کچھ دینا نہ پڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہی اکثر اوقات کے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل لینے بچہ لینے کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ کیا ہی اور زیادتی اور موٹاپے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف نرون کو بھی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو اُنمین زکوۃ نہین ہی ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو اُنمین زکوۃ تجارت کی ہی اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو اس لیے نہین ذکر کیا کہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین ہم لینے بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اُسمین زکوۃ ہی اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہی اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون اُسمین زکوۃ نہین ہی قالہ الشامی فلو علفها نصفه لا تکون سائمۃ فلا زکوۃ فیها للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانورون کو آدھے برس لینے گھر پر باندھ کر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوۃ بھی اُنمین نہوگی کیونکہ موجب زکوۃ یعنے سوم مشکوک ہی ہم لینے جانورون مین زکوۃ بشرط سوم ہوتی ہی تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم مین شک پڑگیا وبطل حول زکوۃ التجارۃ بجعلها للسوم لان زکوۃ السوائم وزکوۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدهما علی الاخر اور زکوۃ تجارت کا برس باطل ہوجاتا ہی اُنکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوۃ سوائم کی اور زکوۃ تجارت کی مختلف ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہین ہوسکتا تمام اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اُسنے اُنکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے چھوڑ دیا تو اب سال زکوۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال مین محسوب نہونگے کیونکہ زکوۃ تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہی اور سوائم کی زکوۃ جانور دینا پڑتا ہی اور دونون زکوتون کا سبب بھی مختلف ہی کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہی اور سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لها ای للتجارۃ ثم جعلها سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باعها السائمۃ فی وسط الحول او قبله بیوم بجنسها او بغیر جنسها او بنقد ولا نقد عنده او بعرض ونوی بها التجارۃ فانه یستقبل حولا آخر جوهره وفیها لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانها لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے اُنکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اُسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کرلی اسباب مین تجارت کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمین یہ بھی ہی کہ وقفی مواشی مین زکوۃ نہین اور نہ گھوڑون مین جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی مین اور نہ پانون کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ نہین ہم نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اُسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملاکر زکوۃ دینی ہوگی نقد حال کے لیے بنا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لانصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنے جنسی اور غیر جنسی کو اور گھوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوۃ نہین اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ اندھے مواشی مین دو روایتین ہین اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور بحر الرایق مین بھی واجب لکھا ہی قالہ الشافعی

باب

یہ باب ہی اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین م طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء ولکن مونثہ لا واحد لہا من لفظہا والسنۃ الیہا بفتح الباء مع بہ لانہا تقول علی الخلاف نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی مونث مستعمل ہی اسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یاے نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہی م یعنے ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہی اور خمس اسکی خبر خمس فیہ خذ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بنت مخاض وہی الی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بذلک لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اسمین یعنے پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہی اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچے کی وفی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے لفظی معنی ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ پکڑ دودھ والی ہوتی ہی وفی ست واربعین الی ستین حقۃ بالکسر وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہی حاے حمی سے سرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذع ہی ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہی وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہی مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہی اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہی یعنے کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اُس نامے کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو یہان درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت مرتضی علی رضہ سے منقول ہی کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیوخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ

وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق پھر از سر نو زکوۃ حساب کیجاوے ہمارے نزدیک کہ لیجاوے ہر پچاس پر ایک بکری مع دونون حقون کے پھر اکیسو پینتالیس مین بنت مخاض اور دو حقہ پھر ایک سو پچاس مین تین حقہ ہم امام شافعی اور احمد رح کے نزدیک جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمین تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایک سو تیس مین ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس مین بنت لبون اور ہر پچاس مین حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہین ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی رح کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ وخمسین ففی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون معہن ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیجاوے زکوۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ مین ایک بکری مع تین حقون کے پھر پچیس مین بنت مخاض مع تین حقون کے پھر چھتیس مین بنت لبون مع حقون مذکورہ کے پھر اکیسو چھیانوے مین چار حقہ دو سو تک ہم ماتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہی کیونکہ لفظ کل اسبات کا مقتضی ہی کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہین ہی اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہی اور ان مواقع مین بجاے ثم کے واو مناسب ہی کیونکہ استیناف نہین ہی بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہی کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونون جگہ نہین کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین الیٰ بعد المائۃ والخمسین حتے تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سر نو زکوۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس مین کیا جاتا ہی یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس مین ایک حقہ ہم مراد یہ ہی کہ جب زیادہ ہون دو سو پر پانچ اونٹ تو انمین ایک بکری اور چار حقہ یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس مین دو بکریان چار حقے اور دو سو پندرہ مین تین بکریان چار حقے اور دو سو بیس مین چار بکریان چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہون تو انمین ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس مین بنت لبون مع چار حقون کے ہو دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس مین پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے مین چھ حقے ہون تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزی ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہین کافی نر اونٹ مگر بحسب قیمت مادہ کے لیئے مادہ کی قیمت زیادہ ہی اونٹون مین بخلاف گاے بکری کے کہ ان دونون مین مالک کو اختیار ہی جاہے نر دے جاہے مادہ

باب زکوۃ البقر

یہ باب ہی زکوۃ گاے بیل کا من البقر بالسکون وہو الشق سمے بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ البقر بفتحتین مشتق ہی بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہین اور وجہ تسمیہ یہ ہی کہ زمین کو پھاڑتا ہی جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہین اسلیے کہ زمین کو اٹھاتا ہی لیئے لایق زراعت کے کرتا ہی اور مفرد بقر کا بقرہ ہی اور تا تانیث کی نہین ہی بلکہ وحدت کی ہی نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحش والاہلیۃ بخلاف حلسہ وحشی بقر وغنم وغیرہما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گاے بھینس کی نصاب تیس عدد ہین جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہون شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہون بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گاے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب مین شمار نہین کیے جاتے اسلیے کہ جانورون مین اعتبار مادہ کا ہی نر کا اعتبار نہین ہم غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہونگے تو انپر زکوۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ وہو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گاے مین پورے برس روز کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہی اسکو تبیع اسلیے کہتے ہین کہ تبیع کے لفظی معنے ہین ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مان کے ساتھ رہتا ہو ہم کاملہ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علمانے لکھا ہو کہ دوسری برس مین لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ودسنتین اومسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا نر یا مادہ ہم سن کے معنی دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لاشئ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوۃ بھی لیجاویگی ساتھ لیجئے اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہ مذہب ہی امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اسکا ہی جو تیس مین لازم آتا ہی یعنے دو بتیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوے بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہی قول صاحبین کا اور باقی تینون امامون کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر نا قلا عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فتجب من اربع اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنہ متداخل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہی چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی ہم متداخل سے یہ مراد ہی کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہی زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہی غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہی کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہی اور سینگون کا عدم وجود برابر ہی کیونکہ اُنسے مدافعت نہین کرسکتی نصاب الغنم ضانا او معزافانہا سوارعی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوانی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہی نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونون کو شامل ہی اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادائے واجب مین اور قسمون مین ہم نصاب کا پورا کرنا یہ کہ اگر بھیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑ کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہی اور ادائے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اُسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین ہم یعنے چالیس سے جو زیادہ ہو ایک سو بیس تک اُسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر مین ہی کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ اُنکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو اُنمین سے کسی پر زکوۃ نہین ہی اور ساعی کو نہین جائز کہ اُنکو جمع کرکے اُنپر زکوۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہی کذا فی الشامی ثم بعد ہا بلا عفو اربع مائۃ ففی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہی بے انتہا تک

ساعی وہ شخص ہی کہ حاکم اسلام کی طرف سے مواشی کی زکوۃ وصول کرنے کو بھیجا جاوے

ویوخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضان والمعز وہو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع الا بالقیمۃ وہو ما اتی علیہ اکثر ہا علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضان وہو قولہما والدلیل برجحہ ذکرہ الکمال والثنی من البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس والجذع من البقر ابن سنۃ ومن الابل ابن اربع اور لیا جاوے بھیڑ بکری کی زکوۃ مین ثنے یعنے مینڈھا اور بکر ابوے برس بھر کا مراد یہ ہی کہ دوسرے برس مین ہو جیسے ہدایہ اور کتب فقہ مین مسطور ہی لیا جاوے جذع مگر قیمت کرکے اور جذع اُسکو کہتے ہین کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جاناجذع کا بنا بر ظاہر روایت ہی اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ جذع مینڈھون مین کا لیا جاسکتا ہی اور یہی قول ہی صاحبین کا اور دلیل اُسکو ترجیح دیتی ہی ذکر کیا ہی اسکو کمال نے لیکن بحر وغیرہ نے ظاہر الروایت پر جزم کیا ہی اور اختیار مین ہی کہ یہی صحیح ہی اور ثنی بیلون مین دو برس کا ہوتا ہی اور اونٹون مین پانچ برس کا اور جذع بقر مین ایک برس کا ہی اور ابل مین چار برس کا ولا شئی فی خیل سائمۃ عندہما وعلیہ الفتوے خانیہ وغیرہا قیم عند الامام ہل لہا نصاب مقدر الاصح لا العدم التحریر النقل بالتقدیر اور زکوۃ نہین ہی گھوڑون جنگل کے چرنے والون مین صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہی اور اسرار اور زیلعی اور بنایہ اور جواہر اور کافی مین اسکو ترجیح دی ہی لیکن فتح القدیر مین قول امام کو ترجیح دی ہی اور صاحبین کی دلیل سے جواب بتعالی للہدایہ اسطرح دیا ہی کہ عدم زکوۃ خیل سے مراد نازیون کے گھوڑے ہین اور یہ قول باعتبار حجیت کے قوی ہی جیسا تحریر اور ہبوط اسکے شاہد ہین کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک اُنمین زکوۃ ہوئی تو کوئی نصاب بھی اُنکے لیے مقرر ہی یا نہین تو بعضون نے تین اور بعضون نے پانچ کہے ہین لیکن اصح یہ ہی کہ کوئی نصاب مقرر نہین کیونکہ تقدیر اور اندازہ سلف سے منقول نہین ولا فی بغال وحمیر سائمۃ اجماعا لیست للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا من العروض ونہین زکوۃ بالاتفاق خچرون اور گدھون جنگل کے چرنے والونمین کہ بجارت کے نہون پس اگر تجارت کے ہون تو کچھ کلام نہین زکوۃ کے واجب ہونے مین کیونکہ وہ مانند اور اسباب کے ہین ولا فی عوامل وعلوفۃ ولم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہین زکوۃ کام کرنیوالے جانورون یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ مین اور نہ گھر سے گھاس کھانیوالون مین زکوۃ ہی جب تک کہ گھر والے جانور تجارت کے نہون عوامل مین قید تجارت کی نہین لگائی علوفہ مین لگائی کیونکہ جوامل تجارت کے لیے نہین ہوسکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی مین مشغول ہین کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاۃ وفصیل ولد الناقۃ وعجول بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادہا الصغار اور نہین ہی زکوۃ بچون مین خواہ بکری کے ہون یا اونٹنی کے یا گاے کے اور رسالہ کی صورت یہ ہوسکتی ہی کہ سب بڑے مرجاوین اور بچہ باقی رہین اور پھر برس گذر جاوے ہم بچون پر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوۃ نہین واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُنھین مین سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ چھوٹے اونٹون کی نصاب مین پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہی اور پچیس سے کم مین بالاتفاق کچھ لازم نہین ہوتا اور صحیح قول طرفین کا ہی کذا فی الشامی الا بتعالکبیر ولو واحدا وجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو حید الزم الوسط وہلاکہ بسقطہا یعنے بچون مین زکوۃ نہین مگر تبعیت بڑون کے اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوۃ مین وہ بڑا ہی دینا واجب ہی اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہی تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذر جانے کے ہلاک ہوجاوے تو زکوۃ ساقط ہوجاتی ہم یعنے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے ۳۹/۴۰ لازم ہونگے کیونکہ بڑے کے مرنے سے ایک جزو یعنے چالیسوان حصہ ساقط ہوگیا قالہ الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا تکمیل من الصغار خلافا للشافعی اور اگر زکوۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاوین اور چھوٹون سے ملاکر پورا کرنے کی حاجت نہین بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان اسکا یہ ہی کہ جب کسی شخص کے پاس دو سنہ اور ایک سو اُنیس بکری کے بچے ہون تو اس صورت مین واجب دو سنہ ہین بالاتفاق اور اگر ایک سنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہون تو طرفین کے نزدیک ایک سنہ لازم آتا ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہو دین اُنسٹھ گائے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی ولا فی عفو وہو ما بین النصب فی کل الاموال
اور نہیں زکوۃ اُس عدد مین جو عفو ہی اور عفو وہ عدد ہی کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین ۔ شیخین رح کا قول ہی یعنے واجب
بمقابلۂ نصاب کے ہو نہ عفو کے اور امام محمد رح اور زفر کہتے ہین کہ واجب بمقابلۂ کل عدد کے ہی اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخین رح کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رح کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہوجاوینگے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبین رح نے عفو کو خاص کیا ہی سوائم مین نہ نقود مین ہم اسواسطے
کہ نقود مین جو دو سو درہم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہی بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہی بخلاف امام اعظم رح کے کہ اُنکے
نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہی جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درہم ہوجاوینگے
الغرض درہم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہی کذا فی الشامی ولا فی ہالک بعد وجوبہا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقہا بالیمین لا بالذمۃ
وان ہلک ببضعہ سقط حقہ اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمین زکوۃ نہین اصح مذہب پر یعنے
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہ ہی کہ زکوۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوۃ
معین چیز سے علاقہ رکھتی ہی نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اُسی قدر کی زکوۃ ساقط ہوگئی ویصرف الہالک الی العفو
او للاتم الی نصاب یلیہ تم وتم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اُسکے متصل ہی پھر اُسی طرح
اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہی ہم یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شی زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمین سے
کچھ ہلاک ہوجاوے تو وہ اولا عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابون کی زکوۃ اسکے ذمہ واجب
ہوگی اور اگر زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کی طرف جو اُسکے قریب ہی یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوۃ
ویگا اور یہی حال ہی اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجود التعدی منہ ومنہ
بالو حبسہا عن العلف او الماء حتے ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصدا ہلاک کردے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی
اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہوگئے پس زکوۃ کا
ضمان دیگا بدائع والنوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ہلاک وبغیر مال التجارۃ والسائمۃ باستہلاک
اور کم ہوتا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہی اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہی ہم حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہی یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہین پھر اُسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا
خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہی کہ لفظ بالسائمہ ساقط کردیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درہم ہون یا عروض کیونکہ
زکوۃ متعلق ہوتی ہی عین کے ساتھ اولا او بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ
اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہی کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کرلیا تو جب تک اس عوض پر برس
نگذریگا زکوۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو انکے ساتھ ملاکر سب کی زکوۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القیمۃ فی زکوۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء

اجماعاً ہو الاصح اور جائز ہی دینا قیمت کا زکوۃ مین اور عشر مین اور خراج مین اور فطرہ مین اور نذر مین اور اُس کفارہ مین جو سوائے آزاد کرنیکے ہو یعنے جائز ہی قیمت دینی اگرچہ شی واجب ہی اُسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریان موٹی جو قیمت مین چار بکریون اوسط کی برابر ہون اُن چار کے عوض دیدیوے تو جائز ہی لیکن نصاب کیلی مین یا وزنی مین جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اُنکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہون بدلے پانچ کیل ناقص گیہون کے یا چار درہم جید بدلے پانچ درہم بیچ کے دینے جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھ قیمت کرکے دے تو جائز ہی قالہ الشامی اور قیمت وہ معتبر ہی کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اُس دن کی جس روز ادا کرتا ہی اور سوائم مین بالاتفاق یوم الاداء کی قیمت معتبر ہی یہی صحیح ہی وبقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ قیل اقرب الامصار الیہ فتح اور مال کی قیمت وہان کی چاہیے جس شہر مین وہ مال ہی اور اگر جنگل مین ہی تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا تجارت کے لیے تو اُسکی قیمت اُس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر والمصدق لایاخذ الا الوسط وہو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہ جیداً انجیداً اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے مگر اوسط اور اوسط وہ ہی کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب اعلی قسم کی ہون تو اعلی ہی لیوے ہم یعنے اگر بت لبون مثلاً سپرد واجب ہوئی ہی تو سب بت لبونون سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور نہ سب سے بُری لیوے وان لم یجد المصدق وکذا ان وجد فالقید اتفاقی ماوجب من ذات سن ودفع الملاک الادنی مع الفضل جبراً علی الساعی لانہ دفع بالقیمۃ اودفع الاعلی ورد الفضل بلاجبر لانہ شراء فیشترط فیہ الرضا ہو صحیح سراج اور اگر زکوۃ کے مال مین مصدق اُس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوۃ مین واجب ہوا ہی اور یہی حکم ہی اگر اُس عمر کا یا اُس صفت کا مال مین موجود ہو پس قیمت نپانے کی اتفاقی ہی تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زور سے مصداق پر اسلیے کہ یہ ادائے قیمت ہی بیع نہین ہی یا اعلی درجہ کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہی پس اُسکی رضامندی ضرور ہی یہی صحیح ہی کذا فی السراج اودفع القیمۃ ولو دفع ثلث شاۃ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریان فربہ بدلے چار اوسط بکریون کے دیدیوے تب بھی جائز ہی والمستفاد ولو بہبۃ اوارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اُسکے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اُسکی زکوۃ دیجاوے اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر سوائم مین بچون کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہی جو مذکور ہوا بشرطیکہ اُسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جسوقت سے مع بچون یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہوا اُس وقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اُس صورت کے کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو پھر بیچ مین ناقص ہوگئی پھر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہی یہان تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سرے سے شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب مین سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادے زکوۃ نقد ثم اشتری سائمۃ لاتقسم اور اگر اپنے نقد کی زکوۃ دے کر اُسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے بچاوینگے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہو اُسنے بعد ادا ے زکوۃ نقد کے اُسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم مین نہ ملایا جاویگا بلکہ اُنکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیئے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دے کر نقد کے بدلے بیچا برخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اُسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائے جاوینگی اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہی کہ ثمن سائمہ کا مال زکوۃ کا بدل ہی اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہی پس اگر ملایا جائیگا تو تکرار زکوۃ

کالازم آویگا وقولہ نصابان مالم یضم احدہما کثمن سائمۃ محکاۃ والف درہم وورث الفاضمت الی اقربہما حولا ورجح کل بضمہ الی اصلہ اور اگر اُسکے پاس دو نصابین ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوۃ دی ہوئی کا اور ہزار درم اور وراثت مین ملے اُسکو ایک ہزار تو ہزار وراثت کے اُسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہی اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قرب کی جہت سے قریب کو ترجیح ہی اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہی کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اُسکا برس پورا ہونے مین دیر ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہی اور یہی حکم ہی بچے کا سوائم مین اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی ارباہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الاتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا بشرطیکہ اُنھون نے اُسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھر دینا لازم ہی سوائے خراج کے کہ اُسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہی اور اہل یعنی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہی جسکی زکوۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہی یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ الفتوی بہ عدم الاجزاء اور اختلاف ہی اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مفتی بہ عدم کفایت ہی ہم مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی اگر مال باطن کی زکوۃ باغیون نے لے لی تو فتوے اسپر ہی کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اُسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہی کہ عاشر کے سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہی کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہی حالانکہ اُسمین بھی اختلاف ہی اور تفصیل اُسکی شامی مین ہی وفی المبسوط الاصح الصحۃ اذا نوی بالدفع اظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم بایعیہم من التبعات فقراء اتفاقا امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط مین ہی کہ اصح یہ ہی کہ درست ہی یعنے مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین بشرطیکہ مال باطنی کی زکوۃ باغیون اور ظالمون نے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے اُنکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر ہین بسبب اُن حقوق کے جو اُنکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنی موسے بن عیسے بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہی اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہی مگر چونکہ امیر مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اُسکو فقیر پر دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہی کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اُسکا فقراء کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اُسکی وصیت ادا ہو گئی ولو اخذ ہا السلطان جبرا لم تقع زکوۃ لکونہا بلا اختیار ولکن یجبر ہا بحبس لیودی بنفسہ لان الاکراہ لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوۃ کو بجبر تو زکوۃ نہوگی کیونکہ اُسمین اختیار نہوا اور زکوۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہی لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دنیا اختیار کے منافی نہین ہم مختصر کرخی مین ہی کہ اگر امام نے صدقہ بجبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہی اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہی تو اسکا لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحر الرائق مین ہی کہ مفتی بہ تفصیل ہی یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اور اُسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہی اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لیا ہو تو ساقط

نہوگا وفی التجنیس المفتی بہ سقوطہا فی الاموال الظاہرۃ لا الباطنۃ اور تجنیس مین ہی کہ حاکم جابر کو دینے کی صورت مین مفتے بہ یہ ہی کہ زکوۃ ساقط ہوجاتی ہی اموال ظاہری مین نہ باطنی مین ولو خلط السلطان المال المغصوب بمالہ ملکہ فتجب الزکوۃ ویورث عنہ لان الخلط استہلاک اذا لم یکن تمیزہ عند ابی حنیفۃ وقولہ ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب اور اگر بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے مال مین ملا دیا یکن تمیز ممکن نہ ہو تو اسکا مالک ہوجاویگا پس زکوۃ واجب ہوگی اور مرنے کے بعد وراثت بھی جاری ہوگی اسلیے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہ ہو نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصد اتلاف کرنے کے ہی یعنے جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان اُسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہونا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول مین لوگون کے لیے سہولت ہوا سواسطے کہ کمتر کوئی مال غصب سے خالی ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہین لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری نہوئی کیونکہ وہ مال مشترک ہی اور اُسمین سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وہذا اذا کان لہ مال غیرہا استہلکہ باخلط مفصل عنہ بوفی دینہ والا فلا زکوۃ کما لو کان الکل خبیثا کما فی النہر عن الحواشی السعدیۃ اور خلط کی جہت سے زکوۃ واجب ہوتا اس صورت مین ہی کہ اُسکے پاس جدا مال سوا اُسکے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہی اتنا ہو کہ اُسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوۃ نہین لازم آویگی جیسا اس صورت مین کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر عن الحواشی السعدیۃ ہم یعنے جب خبیث مال نصاب کو پہونچ جاوے تو زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اُس مال کو تمامہ تصدق کرنا واجب ہی بعض کا صدقہ دینا کیا کام کریگا کذا فی القنیہ وفی شرح الوہبانیۃ عن البزازیۃ انا یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائۃ ومن آخر مائۃ وخلطہما ثم تصدق لا یکفر لانہ لیس بحرام قطعی لاستہلاکہ باخلط اور وہبانیہ کی شرح مین نقلا عن البزازیہ یہ ہی کہ آدمی اُسی صورت مین کافر ہوتا ہی کہ حرام قطعی کو صدقہ دیوے یعنے بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جانتے پر مبنی ہو لیکن جب لیے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر اُنکو ملا دیا پھر سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہین اسلیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اُسنے اُسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب ضمان اُسکا مالک بنگیا ہم شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہی کہ مال مخلوط بھی تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہین اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہوگیا ظہیریہ مین ہی کہ کسی شخص نے مال حرام مین سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونون کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہی کہ اسکا حال بھی یہی ہی اور اوی اس سے غافل ہین اور جہال اسمین مبتلا پس شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہی جسمین کافر ہوتا ہی کذا فی الشامی ولو عجل فدون نصاب زکوۃ سنین او نصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعہ او ثمرہ بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابون کی زکوۃ ادا کر دے تو درست ہی کیونکہ سبب زکوۃ یعنے نصاب موجود ہی اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا اناج کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہی ہم یعنے اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہین اور اُسنے دو سو درہم کی زکوۃ سو درہم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہی یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو درہم نصاب موجودہ و ۹۰ نصاب غیر موجود کے پھر اُس برس مین دے نصابین اُسکے پاس موجود ہوگئین تو درست ہی اور اگر اُس برس مین موجود نہوئین تو زکوۃ علیحدہ ضرور ہی اور وہ سو درہم زکوۃ نصاب موجود کی یعنے دو سو درہم کی بیس برس کے لیے ہوجاوینگے جیسا پہلے مسئلہ مین تھا کذا فی الشامی واختلف فیہ قبل النبات وخروج الثمرۃ والاظہر الجواز وکذا لو عجل خراج راسہ تمامہ فی النہر اور اختلاف ہی اسی صورت مین کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اُگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہی کہ جائز ہی اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسم ذمیون پر لگایا جاتا ہی

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ہم قستانی مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی ولو عجل ذو نصاب پر وان وصیلۃ الیسر الفقیر قبل تمام الحول او ارتد ذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تونگر ہوجاوے یا مرجاوے یا مرتد ہوجاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اسوقت معتبر ہی جب زکوۃ اسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرما فاتیم انہ کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہون اُسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کردیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اُسوقت خراج انگور کا اُسکے ذمے ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہیئے یہان تبعاً ذکر کردیا ہی کذا فی الشامی ولاشی فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وبکسرہ نسبۃ لبنی تغلب بکسر یا قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہی زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصاریٰ مین سے اور اُنکی عورتون پر بھی اُسی قدر لازم ہی جسقدر اُنکے مردون پر یعنے نصف العشر اور اُنکے لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہی دو نا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ویوخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکریمۃ اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت بڑھکا اور اسکا مذکور پہلے ہوچکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی ولا تؤخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصے بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اُسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کرکے مرا ہو تو ثلث سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کہین وحولہا اے الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وبحثی الفرق فی المنیۃ اور ادائے زکوۃ مین سال معتبر ہی وہ قمری ہی نقل کیا ہی بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور امنیہ فرق باب العنین مین آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہی شک انہ ادے الزکوۃ اولا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ والدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اُسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی اسمین اور نماز کے شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوۃ المال

یہ باب ہی زکوۃ مال کے بیان مین ال فیہ للعہد فی حدیث بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان اخرجہ الستۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما وفی حدیث بعث معاذا الی الیمن ان اعلمہم ان اللہ افترض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم وترد علی فقرائہم متفق علیہ وفی حدیث بنی اسلامکم ہذا شہر رمضان فمن کان علیہ دین فلیؤد دینہ ثم لیصم شہرہ وماہہنا شہر رجب رواہ الطبرانی فی الاوسط وفی حدیث بعث رسولہ الی ہرقل رواہ البخاری فی صحیحہ

والمثقال مائۃ شعیرۃ معتدلۃ وسبعۃ اعشار درہم سونے کی نصاب بیس مثقال ہی اور چاندی کی دوسو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور دینار بیس قیراط کا ہی اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درہم اور تین ساتوین حصہ درہم کا مواۃ نصاب سونے کی بیس مثقال یعنے ۵ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴ مثقال یعنی ۵۲ ½ تولہ جسکے ۵۴ ¾ روپیے بحساب فی روپیہ ۱۱ ½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱ ½ اور ۵۴ ¼ روپیہ یعنی ۵۶ روپیہ پائی تقریبا بحساب ۱۱ ½ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہی اور جاننا چاہیے کہ درم حضرت عمرؓ کے زمانے مین مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھ مثقال کے دس درم بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمر نے سب کو جمع کرکے وزن کے سات مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی مین اسمین زیادہ گفتگو کی ہی وقیل یقتفی فی کل بلد بوزنہم وسحققہ فی متفرقات البیوع اور یہ بھی کہا گیا ہی کہ ہر شہر مین اُنکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین اسکی تحقیق آویگی ص شامی مین لکھا ہی اسی فتوے کو تسلیم کیا ہی ولوالجیہ مین اور اسی کو لیا ہی سرخسی نے اور پسند کیا ہی مجتبی اور جمع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ اور فتح القدیر مین پھر اسکے بعد مین کہتا ہون کہ درم رائج الوقت کمتر ہونا چاہیے اُس درم سے جو حضرت کیوقت مین کم سے کم وزن کا رائج تھا یعنے وزن خمسہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہی کہ درم چودہ قیراط کا ہی اور سبھ کتب متقدمین و متاخرین متفق ہین اور بیوع مین جو درم کی تحقیق کی ہی اسکو زکوۃ سے کچھ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہی یعنے عرف مین کونسا درم مراد ہوتا ہی جب مطلق بولین والمعتبر وزنہا راگو وجوبا لاقیمتہا اور زکوۃ کے نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہی باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اُن دونون کی ہم مثلا اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اُسکی قیمت دوسو درم کی ہو تو اُسپر زکوۃ نہ ہوگی جبتک وزن پورا دوسو درم کا نہو واللازم مبتدا فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقۃ لانہما خلقا ثمانا فیزکیہما کیف کانا واللازم مبتدا ہی اسکی خبر آگے آتی ہی ربع عشر یعنے چالیسوان حصہ لازم ہی اُس مال مین جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درم ودینار روپیہ اشرفی یا اُسنے کچھ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی کوٹھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنایا گیا ہو ہر حال مین یعنی اُسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ ارادہ اُسکے لیے یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہین تو اُنکے اوپر زکوۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وہو ہنا مالیس بنقد واما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لان الارض لیست من العرض فتنبہ اور چالیسوان حصہ لازم ہی اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہی عرض کی اور عرض سے مراد یہ ہی کہ نقد نہو اور زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہی وہ بسبب مانع کے ہی جیسا پہلے گذر چکا یعنے نکالنا زکوۃ کا لازم آتا ہی نہ اس جہت سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہین ہوتا اس بات کو سمجھ لو من ذہب او ورق اے فضۃ مضروبۃ فافادان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا بالعرف من ذہب او ورق بیان ہی نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہی مقوما باحدہما ان استویا فلواحد ہما اروج تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور امنین سے کسی ایک سے اگر دونون برابر ہون یعنے چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنے کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدہما نصابا دون الاخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو دوسرے کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہی قیمت کے تقرر کے لیے مثلا مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہی تو سات تولہ کا ہوتا ہی اور سونے سے کرتے ہین تو تین یا چار تولہ کا ہوتا ہی تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدہما نصابا دون الآخر

اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو انکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج مثلاً لیے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین تو دوسو چالیس درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درم کو اور اگر دینارون سے ۴۷ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھتیس کو تو دینارون کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع مین دینار دس درم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شروع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خمیر قولہ اللازم وفی کل خمس بصر الخ اسمہ سائبہ وفی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو قالا ما زاد بحسابہ وہے مسئلۃ الکسور ربع عشر خمیر ہے اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب ہے یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو سبکی اسی حساب سے زکوۃ لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور ہے ماخوذ ہے حدیث لاتاخذ من الکسور شیا یعنے نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب عشرتہ نہما یقوم کالعروض وتشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اُسکا حکم سونے چاندی کا ہے سمین لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط مین زکوۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہانتک کہ اگر یہ بنیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اُسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو والا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصابا او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنے نقدین بجب زکوتہ فتجب والا فلا نیت مشروط ہے مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہو لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اُسکے پورا کرنے کو اُسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہو یا یہ کہ غالب النش ثمن مروج ہون اور قیمت مین اُس اونے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی واختلف فی النش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیہ ولذا لاتباع الاوزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اُسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور سونا دونون برابر ہین اُسمین اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوۃ لازم ہے احتیاطاً کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے تاکہ بیوع لازم نہ آوے واما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب او الفضۃ نصابا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے ہم ثمنی مین اسطرح تقریر کی ہے کہ اگر گچھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل زکوۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونون حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی دو ثلث چاندی اور ایک ثلث سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اُسمین چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہے خاص اُس صورتمین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اُسکے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا دصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونون برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن	
سونا غالب اور دونونمین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونونمین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہین	دونون برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوۃ نہین	

جاننا چاہیئے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونون ملکر پوری نصاب ہو جاوین تو یہ خاص صورت متن مین آویگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتدا للانعقاد وفی الانتہا للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول وادا الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثناے حول مین مانع وجوب زکوۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین سکو ملا تو اُسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو ہم یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بھی ایسا منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب وعبد لون للعبد اخر بیان کیا ہے کہ دین حاصل ہو جانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بسبب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ جامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونون مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال

ہین ہی فلولہ مائتہ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون بحسب ستۃ عشرۃ وخمستہ عشر ہما فافہم پس اگر مزکی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود ہون کہ دینارون کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک یعنے نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اُسکی زکوۃ ڈھائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہی امام صاحب کے نزدیک باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت اُنکی ایک سو چالیس درہم مفروض ہین جسکی زکوۃ ساڑھے تین درہم ہوے پس کل زکوۃ چھ درہم ہوئی اور صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہی اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درہم کی ہوتی ہی تو دو سو کی زکوۃ یعنی پانچ درہم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ یہ بیہت نہر الفائق شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے نزدیک بھی چھ درہم ہوتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہی تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہی اور یہان دینار چودہ درہم کا مفروض ہی تو اُسکی چوتھائی ساڑھے تین درہم ہوے جسکو سو درہم کی زکوۃ مین ملانے سے چھ درہم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاے کے پورا ہونے سے ہی قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوۃ واجب ہی حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہی اور یہ قول کافی کا غلط ہی اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہی اور مثال بالا مین ہر چند نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درہم کے دینار بنائی جائین تو دس دینار ہوکر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہوجائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونون نصاب پوری ہوسکے بلکہ یہ غرض ہی کہ دونون مین سے کسی کی پوری ہوجاے کذا فی الخطاوی بتصرف ولا تجب الزکوۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور نہین واجب ہوتی زکوۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے مراد یہ کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونون کا مال ملا ہوا ہین تو نصاب ہوتی ہی وان صحت الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی یجمعہا ادص من یشفع وبیانہ فی شروح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب مین بسبب متحد ہونے نسبہون چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہی جملہ ادص من یشفع کا اور اسکا بیان شروح مجمع مین ہی ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہی طرف خلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک زکوۃ واجب ہی اور اسباب تسعہ کما حقیقت مین شروط تسعہ مین مجازا شرط کو سبب کہا اور ادص من یشفع مین ہمزہ اشارہ ہی طرف اہلیت کے یعنے دونون شریک اہل ہون وجوب زکوۃ کے اور واو اشارہ ہی وجود اختلاط کی طرف شروع سال مین اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونون مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ ارادہ واحد کیطرف یعنی دو ہنی جسمین دو دھ دوہا جاوے ایک ہو اور ی اتحاد راعی کیطرف کہ دونون کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور ف اتحاد فحل کیطرف یعنے ایک ہی نر دونون پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ اُنکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور رکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعا ویترجحان بالخصص وبیانہ فی الحاوی اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوۃ واجب ہی یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہی تو زکوۃ دونون پر واجب ہی ہر ایک کے مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہی ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ بیان کیا ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ ان دونون کے پاس ایک سو بیس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوۃ واجب دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اُس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہی

پھیرے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اُس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دی ہو واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے مین مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث
پس ایک تہائی مال والا اسکا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہو موافق اصل باب تقاصل کے کذا فی الشامی
فان بلغ نصیب احدہما نصابا زکاہ دون الآخر پس اگر پہونچے حصہ ایک کا اُن دونون مین سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے
نہ دوسرا ہم اسکی صورت یہ ہو کہ اسّی بکریان دو شخصون کی مشترک ہین ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انہین سے ایک بکری لی یعنی دو
تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دو سو ۲۰۰ سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہین کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شئ علیہ لانہ ما لا یقسم خلافا للثانی سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسّی آدمیون کی شرکت مین اسی بکریان ہون یعنے
نصف نصف تو اس شخص پر کچھ لازم نہین اسلئے کہ یہ مال مشترک اُس قبیل سے ہو کہ تقسیم نہین ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہین ہو سکتا برخلاف
قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج ہم تخمیس مین ہو کہ اسی بکریان درمیان چالیس آدمیون کے مشترک ہین اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری مین سے
آدھی ہو اور دوسرا نصف باقی لوگون مین ہو تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہو اور اگر دو ہی آدمی مشترک
ہونے دونون پر زکوۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت مین تقسیم ہو سکتی ہو اور پہلی صورت مین تقسیم نہین ہو سکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصفا نصفا کی
تو تقسیم نہین ہو سکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اسی کے دو آدمیون مین دو ٹکڑے کرین کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزم درہم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہین ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف
پس زکوۃ دیون واجب ہوتی ہو جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علے الفور نہین بلکہ چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہو سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہون
تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہین من الشامی وعند قبض مائتین منہ لغیر ما ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہما مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب وملاک اور لازم ہو زکوۃ وقت قبضہ دو سو درم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہو جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اُنکے اُن چیزون کی کہ حوائج
اصلی مین مشغول ہین جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ہم املاک جمع ملک کی ہو یعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہو خاص پر اور عرف مین
اراضی کو کہتے مین اس صورت مین یہ عطف مباین کا ہو عن الشامی ولیتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور لگائے جاوینگے برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذرے گئے صحیح روایت مین ہم دین متوسط مین دو روایتین ہین روایت اصل یہ ہو کہ زکوۃ واجب ہو اور
ادا لازم نہین یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اُسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت مین امام ابو حنیفہ رح سے یہ ہو کہ اُسپر زکوۃ واجب نہین
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے ہو اسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہو تو بمنزلہ اُس مال کے ہو جو ابھی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایۃ
کی یہ ہو کہ جب اُسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہو کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط مین ثابت ہو
کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہو یا قبل اسکے پہلی صورت مین ضرور ہو گذرتا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت مین ابتداے سال وقت
بیع سے ہو اور اصح یہی ہو اور بعض مصححون سے اس جگہ غلط واقع ہوئی ہو اور دین قوی مین کچھ اختلاف روایات نہین زکوۃ اُسپر اصل مال کے
برس سے واجب ہو مگر ادا اُسوقت لازم ہو کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی بتصرف ومثلہ مالو ورث دینا علے رجل اور دین متوسط

کے مثل ہی اگر وارث ہوا اُس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہو ہم یعنی نصاب اُسکی دفت وراثت سے معتبر ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی تنبیہ پہلے جو کہا ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین ادائے زکوۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اُسکو وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہی کیونکہ ادا اُسکے ذمے ابھی لازم ہی نہین ہوا اور وارث کے ذمے زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اُسکی ملکیت وراثت سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتداے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی **وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعده ای بعد القبض من دین ضعیف** وہو بدل غیر مال کمہر مودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوۃ لازم ہی وقت قبضہ دوسو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہی کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہی **الا اذا کان عنده مایضم الی الدین الضعیف** کما مر مگر جبکہ ہو اُسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہم یہ مستثنا ہی شرط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب اُسکو کچھ حاصل ہوا اور اُسکے پاس پہلے سے نصاب ہی تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملاکر زکوۃ ادا کرے اور قبض کے واسطے حد سال بعد قبض کے شرط نہین وقولہ کما مر اشارہ ہی المستفاد فی اشتراط الحول الخ کیطرف اور مراد یہ ہی کہ یہان جو مذکور ہی وہ اُسی قاعدے مین داخل ہی ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابراء رب الدین المدیون بعد الحول فلا زکوۃ سواء کان الدین قویا اوضعیفا اوالخانیہ اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہین برابر ہی کہ دین قوی ہویا ضعیف کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فہو کالہلاک فلیحفظ بحر اور محیط مین عدم زکوۃ کو ابراء و دائن کی صورت مین مقید کیا ہی مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت مین ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہی تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہی یعنے زکوۃ واجب ہوگی یاد رکھو کذا فی البحر قال فی النہر وہذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وہو غیر صحیح فی الضعیف کما لایخفی نہر الفائق مین کہا اور یہ یعنے قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہی اس باب مین کہ قول مذکور یعنے سواء کان الدین قویا اوضعیفا کے دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہی عام نہین ہی بلکہ مقید ہی مفلس کے ساتھ اور صحیح نہین ہی دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف مین زکوۃ نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت مین اُسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہی کذا فی الشامی **وتجب علیہا ای علی المرأۃ زکوۃ نصف مہر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مہرا ثم ردت النصف بطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر** ان النقود لاتتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہی عورت پر زکوۃ نصف مہر نقد کی کہ ہتایا گیا بعد برس روز کے اُس ہزار مین سے کہ بصیغۂ مہر قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہی کہ نقد یعنے سونا چاندی عقود مین یعنے بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنے اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہی سائمہ سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اُسکی ضرورت نہین ہی کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہی وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہی صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار لیتے نکل مہر اُسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوۃ ہی مرد کے ذمے نہین کیونکہ عقود مین نقد معین نہین ہوتے اُسنے جو قبض کیا تھا وہ اُسکی ملک مین ہوگیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہین ہین بلکہ اُسکی جگہہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہی اسی جہت سے زکوۃ اُسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوۃ نہین کذا فی الشامی **فلا عن الوالوالجیۃ وتسقط الزکوۃ عن موہوب لہ نصاب مرجوع فیہ مطلقا** سواء رجع بقضاء او غیرہ **لبقاء الحول لورود الاستحقاق علی عین الموہوب ولذا الرجوع بعد ہلاکہ** اور ساقط ہوتی ہی زکوۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت مین کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر ہٹایا ہو

ل یعنے اقالہ اور فسوخ کے حق مین نقد معین ہوتا ہی ۱۲

بہرحال یعنے قاضی کے حکم سے ہٹایا ہو یا بغیر اسکے اسلیے کہ استحقاق شی معین موہوب پر واقع ہوا اور اسی وجہ سے بعد ہلاک موہوب کے رجوع نہین پہونچتا قید بہ لانہ لازکوۃ علے الواہب الفاقا لعدم الملک وہی من الحیل موہوب لہ کی قید زکوۃ کے سقوط مین اسواسطے لگائی کہ واہب کے ذمہ بالاتفاق واجب نہین ہی کیونکہ اُسکی ملک منقطع ہوگئی تھی اور یہ سقوط زکوۃ کے لیے ایک حیلہ ہی اور اتفاقا کے لفظ مین ایما ہی کہ موہوب لہ سے زکوۃ ساقط ہونے مین اختلاف ہی چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دے اسلیے کہ اُسنے اپنے اختیار سے اُسکو دیا تو ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ مستہلک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو رد ہبہ مین اختیار نہین ہی اگر یہ خود نہ دیتا تو وہ قاضی کے یہان نالش کرکے بجبر لے لیتا اسوجہ سے بمنزلہ مالک کے ہوا نہ مستہلک کے کذا فی الشامی ومنہا ان یہبہ لطفلہ قبل التمام بہوم اور ایک حیلہ سقوط زکوۃ کا یہ ہی کہ مال ہبہ کردے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ہم اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین اور محیط مین ہی کہ یہی صحیح ہی اور اول کو شیخ عمید الدین نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی مختلف ہی دفع شفعہ کے حیلے مین اور کہا گیا ہی کہ فتوی شفعہ کے باب مین امام ابو یوسف کے قول پر ہی اور زکوۃ مین امام محمد کے قول پر اور تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور کتاب الشفعہ مین مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہی

باب العاشر

یہ باب ہی عشر لینے والے کے بیان مین قیل ہذا من تسمیۃ الشی باسم بعض احوالہ ولا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یاخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سندے ای علم جنس کہا گیا ہی کہ یہ نام رکھنا ہی کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے یعنے عاشر کبھی عشر لیتا ہی اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر پس چونکہ بعض حالتین وہ ہین کہ جنمین عشر لیتا ہی تو اسی اعتبار سے اُسکا نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہین بلکہ عشر نام ہی اُس چیز کا جو عاشر مال والون سے لیتا ہی خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہی اسکو سعدی نے یعنے یہ علم جنس ہی ہم شامی نے کہا کہ مناسب ہی کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس مین علمیت بضرورت مانا کرتے ہین جیسا اسامۃ مین کہ حروف کا سا استعمال ہوتا ہی اور کوئی آلہ تعریف کا نہین اور یہان کوئی ضرورت علم ماننے کی نہین ہو حر مسلم بہذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیہود علے الاعمال عاشر آزاد ہی مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہی غیر ہاشمی لما فیہ من تہمۃ الزکوۃ اور عاشر ہاشمی نہو دے کیونکہ آمین زکوۃ کا شبہہ ہی کہ ہاشمیون کو جائز نہین ہم غیر ہاشمی کی شرط عنایہ مین لگائی ہی اُسکے سوا اور کسی کتاب مین نظر نہین آئی اور یہ مخالف ہی اُسکے جو نہایہ وغیرہ مین مذکور ہی کہ جب ہاشمی صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اُسکو اجرت لینا حلال نہین اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے یا وہ بلا اجرت تبرعا کام کرے تو درست ہی کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چوروں اور رہزنون سے اسلیے کہ لینا مال کا تجار سے بسبب حمایت کے ہی یعنے امام جو مال لیتا ہی تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہی نصبہ الامام علے الطریق للسافرین خرج الساعی فانہ الذی یسمی فی القبائل لیا خذ صدقۃ المواشی فے اماکنہا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لیے اس سے تحصیل کیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہی کہ جو قبائل مین جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانون پر پہونچکر وصول کرے لیا خذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا اُسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانون سے صدقہ وصول کرتا ہی اور کفار سے جزیہ تو تعریف مین مصرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دیتا ہی عبادت کو غیر عبادت پر من التجار یوزن فجار بالمارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر وصول کرے صدقے اُن تاجرون سے کہ اُسپر گذرین اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور جو عاشر کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہان باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہین اقربنہ المارین باموالہم کے

اور نہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اسکو باطن کہنا مجاز ہے اعتبار پہلے سال کے کہ اموال باطنہ جو گھر مین ہین اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو انمین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین مصرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تقسیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ نہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور اشارہ اسطرح ہوا کہ یہ یعنی ہو عاشر اور ساعی مین فرق نکلے حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی و ماورد فی ذم العشار یحمل علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت مین وارد ہوا ہے لایدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ یعنے نہ داخل ہوگا عاشر یعنے والا جنت مین سو یہ محمول ہے ظلم سے یعنے پر فمن انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او نقص للنصاب لان مایاخذہ زکوۃ معراج و ہو الحق بحر والمذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغہ زکوۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال اویت الی عاشر اخر وکان عاشرا خر حقا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہو او قال اویت انا الی الفقراء فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی حلف صدق فی الکل بلا اخراج براۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چٹھی دوسرے عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی لہا علی خلاف اسم ذلک لم یقبل وحلف صدق وعدت عدما یہان تک کہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چٹھی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہووے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوۃ لی جاوے اس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہ استثنا ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے مانا جاوے انہا بالاخرن تعلقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہوگئے پس حق لینے زکوۃ کا انمین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ویاخذ بامنہ بقولہ لقول عمر لا تبتشوا علی الناس متاعہم لکنہ بحلفہ اذا اتہم او یبوے زکوۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم ممامر صدق فیہ ذمی لان لہم مالنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول انمین مانا جاتا ہے کیونکہ انکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ اویت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے فقیر کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہین ہے دم اسواسطے کہ جو کچھ اس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب ادا کا دعوے کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنے مسلمانون پر صرف کرنے کی ولایت نہین کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شئی اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اسکے ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جاویگا بخلاف اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کا مانع نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی اور مگر اس صورت مین کہ جس غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنے اور پہلے سے

لیجئے شارح کہتے ہین کہ ہر دو صورتون مین عاشر کو مطلقا نہین مانا جاتا ہے اور ساعی حق وصول کا ہے

وہ ثابت النسب نہو اور نہ ہمنے تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لفقد المالیۃ بسبب نہونے مالیت کے م یہ علت دونون مسئلون کی ہے یعنی دونون صورتون مین ام ولد اور غلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیہ وعشر لانہ اقر بالعتق فلا یصدق فی حق غیرہ پس اگر وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اُسکا بیٹا نہین ہو سکتا تو اُس قول سے وہ غلام اُسپر آزاد ہو جاویگا اور عشر لیا جاویگا اسلیے کہ حربی نے اقرار عتق کا کیا پس اُسکے غیر پر یعنے عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی والاصح قولہ اوبیت الی عاشر اخر وشہ عاشر اخر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کر چکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا بھی ہو تو لیا ہو دے اسلے استیصال المال جزم بہ ملا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعا للسراجی بلفظ ینبغی کذا نقلہ المصنف عن البحر اُسکا قول اسلیے مانا جاوے کہ اُسکا مال جڑسے نہ اُکھڑ جاوے یعنے ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اُسکے پاس کچھ نہ رہیگا یقین کیا ہو ملا خسرو نے اور ذکر کیا اُسکو زیلعی نے تبعیت سراجی بلفظ ینبغی یعنے سزاوار ہے کہ مانا جاوے یون ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے م قولہ ملا خسرو اسی طرح ہے بعض نسخ بحر مین بزیادت لفظ نے شرح الدرر اور دوسرے نسخون مین ملا شیخ فی شرح الدرر ہے اور یہی صواب ہے اسلیے کہ عبارت ملا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمود بخاری مشہور بملا خسرو کی ہے اُسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العنایۃ والغایۃ لعدم تصدیقہ ورجحہ فی النہر لیکن جزم کیا ہے عنایہ مین اور غایۃ البیان مین اُسکے قول نا ماننے کا اور نہر مین اسکو ترجیح دی ہے واخذ منا ربع عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیا او لم یکن کما فی البرجندی عن الظہیریۃ الی ضعفہ ومن الحربی عشر اور لیا جاوے ہمسے یعنے مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہو جیسا برجندی مین ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان حصہ بذلک امر عمر اسیکا امر فرمایا حضرت عمرؓ نے م یعنے ان تینون باتون کا امر اپنے ساعیون کو کیا بحر الرائق مین ہے کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے دوناصدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسوان حصہ اور یہ مال جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین صرف کیا جاوے بشرط کون المال لکل واحد نصابا لان ما دونہ عفو بشرط ہونے مال ہر واحد کے پوری نصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہو بشرط جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان علم اخذ قدر مجازاۃ پس اگر معلوم ہو تو اُسی قدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے م یعنی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہمکو اُنسے بر سبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آئے تو اُنسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانون سے کفار کتنا لیتے ہین تو اسی قدر مسلمان لوگ بھی اُنسے بطور مجازات کے لینگے اس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو عشر یعنے دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور اعتبار مجازاۃ کا معتذر ہے پس ذمی سے دونا تخفیف کیا گیا کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا نا خذہ بل نترک لہ ما بلغہ امنہ الا بقدر اللمان مگر مسلمین کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون تو ہم لوگ کل مال نہ لینگے بلکہ اسقدر اُسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اُسکو اپنے مامن تک پہونچا دیوے واسطے ثبوت حق امان کے ولا نا خذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا بان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لینگے اُنسے کچھ جبکہ مال نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانہ ظلم ولامتابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم مین کسی کا اتباع نہین ہم اسمین اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ہان مگر یون کہین کہ قلیل مال سے لینا صریح ظلم ہے کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف لفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اُسمین لینا مقتضاے امان کے مخالف ہے جیسا کل کا لے لینا کذا فی الشامی اولم یاخذوا منا لیستمروا علیہ یا جبکہ وہ نہ لیتے ہون ہمسے تو ہم پھر اُنسے نلیوین تاکہ وہ نہ لینے پر ثابت رہین ولانا احق

بالمکارم اور اسلیے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من اموال صبیاننا شیئا کمانی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال مین سے کچھ لیتے ہون جیسا مذکور ہی حاکم کی کافی مین اخذ من الحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا فی ملک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اُس سے اُس برس مین نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے لینے اور پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہین جب تک نیا سال نہو یا نیا عہد نہو مع حربی کو قدرت ندی جاوے دار الاسلام مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اُسکو امام آتے وقت کہدے کہ اگر تو یہان اقامت کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ لگاوے پھر دار الحرب مین بجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج تاسیا لم یعشرہ لما مضی لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے نکل آیا تو اُس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہوگیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اُسپر نہین رہی بخلاف المسلم والذمی لعدم السقوط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانون اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو اُن سے عشر لیا جاوے کیونکہ یہان سقط یعنے عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہی ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلد میتۃ کافر کذا فی المصنف متنہ فی شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا یعنے عدم والایت ۱۲ اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اُسکی مردار کی کھالون کی قیمت سے اگر تجارت کے لیے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی خمر مضاف ہی اور جلود میتۃ دوسرا مضاف ہی اور کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہی اور یہان یہ اشکال ہی کہ کھالین مثلی نہین ہین بلکہ قیمت کی چیز ہین تو یہ سور کے مانند ہوئین نہ شراب کی تو اُنسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہی کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع نہین ہوسکتا اور اُس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہوسکتا ہی فرق ہی پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے انتفاع درست ہی اور اسلیے اکثر علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہین رکھا کذا فی الشامی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ من المسلم تے اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق ہم اسلیے کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہی تو اگر اُس سے عشر لیا جائیگا تو اُسکا قبضہ اُسپر اور مستحکم ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یوخذ من خنزیر مطلقا لانہ لا قیمۃ فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہی تو اُسکی قیمت کا لینا گویا اُسکا خود لینا ہی ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہی اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا تو عورت اُسکے لینے پر جبر نہ کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اُسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہی کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر یبطل حقہ اصلا فیتضرر ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ السعدی یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہی کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھ بیچ دیا اور اُسکا شفیع مسلمان ہی تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہی شارح نے اُسکا جواب دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہی کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اُسکا حق باطل ہوگا پس اُسکا نقصان ہوگا اور مواضع ضرورت قواعد کلیہ

سے مستثنیٰ ہوتے ہین ذکر کیا ہی اسکو سعدی نے حاصل یہ کہ یہان جواز حق العبد کے لیے ہی کہ وہ حاجتمند ہی اور حق شرع مین ضرورت نہین کہ شارع مستغنی ہی کما بسطہ فی المعراج عن الکافی ولا یؤخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اُس مال سے جو گذرنے والیکے گھر مین ہی مطلقا یعنی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے ہم بضاعت لغت مین ایک قطعہ مال کا ہی اور اصطلاح مین وہ مال جو مالک کسیکو تجارت کے لیے سپرد کرے اسطرح کہ نفع سب مالک کا ہی اور عامل کا کچھ نہین کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانۃ کہتا جیسا صدر الشریعت نے کہا تو کافی ہوتا اور جو ما بعد مذکور ہین اُنکی ضرورت نہوتی الا ان تکون لحربی مگر یہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا تو عشر لیا جائیگا ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت مین کہ مضارب کو نفع ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہونچے ولا من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اُسکے مال اور اُسکی جان کو مع یہ قید ایسلیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہی امام صاحب اور صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسکی کمائی کا مالک ہی جیسے اُسکی جان کا بالاتفاق مالک ہی پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اُسکو مولی آزاد کردے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اُس سے کچھ نہ لیا جاویگا مولے اُسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک مین نہین اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون فضدا نہو لیکن اُسکے ساتھ اُسکا آقا نہین تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہی عبد مدیون کہ دین اسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اُسکے ساتھ ہو اور اُسپر دین نہین یا ہی لیکن محیط نہین اُسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہی اگر بمقدار نصاب ہو تو اُسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی الصحیح فی الثالثۃ لعدم ملکہم عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے یعنی مضارب اور بضاعت والے اور غلام کے ہم معراج مین ہی کہ ایضاح مین مذکور ہی کہ لینے مین شرط ہی حاضر ہونا ملک صاحب مال کے دونون کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یؤخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد ومکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہی عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہی اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اُسکی ملک تام نہین مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لقصیرہ بمروہ بہم سو اگر گذرا باغیون کے عاشر پر پس اُنھون نے اُس سے عشر لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اُس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس جانا یہ قصور اسی کا ہی بخلاف مالو غلبوا علی بلد بخلافہ اُس صورت کے کہ خوارج یعنے باغی تسلط کرلین بزور کسی شہر پر یعنے اس صورت مین اگر وہ صدقات وصول کرلینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہی نہ مالدارون کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ للعشر تاجر نصاب رطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ کید فع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلاً تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اُسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت مین کہ عاشر کے پاس فقرا موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تاکہ اُنکو دیدے مر رطاب سے مراد وہ چیزین سال بھر مین نہ رہین شرنبلالیہ مین ہی کہ صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اُسکے بدلے بقولات مین سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہین لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال مین سے اُسی جنس کی زکوۃ لیجاوے

ف وہ عشر جو تجار سے لیا جاتا ہی زکوۃ نہین ہی

کیونکہ آخر حمایت امام کی اسکو مشتمل ہو کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہو کہ اگر لیگا تو یہ چیز لی ہوئی خراب ہوجاویگی اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے پس اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے عمل مین صرف کرنے کو لیتا ہو تو اُسکو اجازت ہو کذا فی الشامی نہر بحثا یہ مذکور ہو نہر الفائق مین بطریق بحث کے مگر نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ بریں ذکر کیا ہو اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہو مہندا جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہو وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہو زیادتی یہ ہو کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاوے اور عزایہ مین باب العاشر مین یہ مذکور ہو کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے اُنمین سے بعینہا عشر لینا چاہیے درصورت انکار کرنے مالک کے اعطاء قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی ہمنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہو اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اُسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہو دفینہ کے احکام مین اخرہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہانے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہو ہم یہ جواب ہو اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف غنیمت کے ہین اور آمین سے ہو لیا جاتا ہو وہ زکوۃ نہین ہو کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہو اور عشر ایک مشقت ہو جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز اے الاثبات یعنے المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہو رکز سے یعنی ثابت کرنا اور یعنی مرکوز کے ہو ہم شامی نے کہا کہ یعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہو کہ حال ہو رکز سے یعنے رکاز رکز سے ماخوذ ہو درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی مرکوز اور یہ اوسلیے ہو اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہو مصدر نہین ہو وشرعا مال مرکوز تحت الارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہو کہ موجود ہو زمین کے نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہو کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور منح مین مغرب سے منقول ہو کہ وہ معدن ہو یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ رکز مختلف ہو الخ اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین حقیقی ہو اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہو کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہو اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اُسکا خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقہ اللہ تعالے ومن کنز اے مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس پس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہو کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اُسکو زمین مین پیدا کیا ہو اور عام ہو کنز سے یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہو اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اُسکا حکم لقطہ کا ہو وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا اُسنے پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہو یعنے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا ذمی کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اُسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار ولا یذوب کالزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز منجمد ہو کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اُسی مین ہو پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہو اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہو امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہو اور اُنمین خمس نہین ہو امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہو کہ پارہ چشمہ سے مزاولت اور تدابیر سے نکالا جاتا ہو اور ڈھلتا ہو کسی دوسری چیز کے

ساتھ ملکر تو چاندی کے مانند ہو یعنے چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہو نہین ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہو کہ خلاف اُس پارہ مین ہی جو معدن مین سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار کے خزائن وغیرہ مین ہی اُسمین بالاتفاق خمس لازم ہی کذا فی الشامی فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنے جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئین منطبع کے قید سے جو نرم نہین ہوتے جیسے کان پتھر دن کی یعنے فیروزہ زبرجد وغیرہ کی **م** قہستانی مین ہی کہ کان تین قسم کی ہی ایک وہ سخت چیزین کہ پگھل جاتی ہین آگ سے جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا توتیا سوم یاقوت وغیرہ وہ چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفہ لفظ ایک روغن ہی کہ پانی پر آجاتا ہی اور قار اور زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی **فی ارض خراجیۃ او عشریۃ** خرج الدار لا المفازۃ لہ دخولہا بالاولے کان یا دفینہ پاوے زمین خراجی سے یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گھر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ وہ بالاولے داخل ہی **م** مراد عشری اور خراجی سے یہ ہی کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضے مین ہو یا نہو تو جب عشر و خراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس رہیگا کذا فی الطحطاوی **خمس** مخففا اے اخذ خمسہ لحدیث وفی الرکاز الخمس وہو یعم المعدن کما مر مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ لیا جاوے ہو جب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس اور یہ شامل ہی معدن کو جیسے پہلے گذرا **و باقیہ لما لکہا ان ملکت** اور باقی رکاز یعنے چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہو **م** حاشیہ ابوسعود مین کہا کہ مملوکہ سے مراد یہ ہی کہ غیر کی ملک ہو پانے والی کی نہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوگی تو اُسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہی **و لا شئ** فی ارضہ شامی نے کہا کہ اُسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہوا اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہی وہ یہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہی تو مصنف کے کلام مین تعارض یقینا ہی یہان باقیہ لما لکہا کہا ہی اور آگے لا شئ فی ارضہ کہا ہی شیخ رحمتی نے اس تعارض کو یون رفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل ہی کہ اُسمین خمس نہین کل مالک کی ہی اور جامع صغیر کی روایت یہ ہی کہ اُسمین خمس ہی اور چار خمس مالک کے ہین پس یہان کا قول طابق روایت جامع صغیر کے ہی اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فی الشامی **ملتقطا والا کجبل ومفازۃ فلمن وجد** اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ و جنگل پس وہ چیز پانے والے کی ہی **و المعدن لا شئ فیہ ان وجدہ فی دار او دحانونۃ** اور معدن مین کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے اُسکو اپنے گھر مین اور اپنے دکان مین **م** معدن کے لفظ مین احتراز ہی دفینہ سے اسلیے کہ اُسکا خمس لیا جاتا ہی اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اُسکے گھر مین ہو اسلیے کہ وہ اجزاے زمین سے نہین ہی جیسا بدائع مین ہی اور گھر اور دکان کی معدن مین کچھ نہ لازم آتا امام صاحب کے نزدیک ہی برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی **واختارہ فی روایۃ الاصل واختار بانی الکنز** اور کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہی کنز مین **م** غایۃ البیان مین کہا ہی کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق ارض اور دار مین کچھ فرق نہین یعنے دونون مین کچھ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اُسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوئی اور معدن بھی اُسی زمین کی مٹی کی ہی تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اُسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو اور لوگون کا حق اُس سے ساقط ہو جاتا ہی اسلیے کہ وہ شخص اُسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہی یہی کہا ہی خصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

م حاشیہ ابوسعود

کے موافق انمین فرق ہو اُسکی وجہ یہ ہو کہ وارمین کسی طرح کی مشقت اور کھیڑا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والے کا ہوا بخلاف ارض کے کہ اُسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہو پس اُسمین خمس لازم ہو اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارح کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہو لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے موجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہو کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہو کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہو دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اور ون پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہو دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہو تو متفق علیہ روایت کو اختیار کرنا اولے ہو حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہو وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی **ولا شئ فی یاقوت وزمرد وفیروزج ونحوہا وجدت فی جبل** ای فی معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اُسکی مثل مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہو کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو **ولو وجدت دفین الجاہلیۃ** اے کنز اخمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ در حالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز جسکا حکم آگے آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہو کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز یخمس کیفما کان والمعدن ان کان بقطع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنے انطباعات مین خمس ہو مثل رانگ وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین **ولا فی لولو ہو مطر الربیع** اور کچھ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بارش کے مینھ سے پیدا ہوتا ہو یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہو مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اُسمین موتی پیدا کرتا ہو اس نے الکفایہ وعنبر خلافا لبعضہم بطلع فی البحر او حشی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہو کہ دریا سے اُگتا ہو یا گوبر کسی چوپایہ کا ہو صحیح شیخ داؤد الضطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہو کہ صحیح یہ ہو کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ رطوبت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہو اُسکو دریائی مورچ کہتا ہے پڑا لتی ہو وہ عنبر ہو کذا فی الشامی **وکذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ ولؤلؤ ذہبا کان کنز افی قعر البحر** اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر یہ ہو کہ اُسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی **لانہ لم یرد علیہ الید فلم یکن غنیمۃ** اس واسطے کہ اُسپر غلبہ اور تسلط کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہو اور غنیمت وہ ہو کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اُسکو بزور لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان **وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز لقطۃ** او غیرہ فلتطۃ یعنی حکمًا اور جو دفینہ کہ اُسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا سکے پس وہ لقطہ ہو کہ اُسکا حکم آگے آویگا **لم یخمس** غیر نقد مین شامل ہین جواہر آلات آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اُنکی طلب سے مایوس ہو گیا پھر اگر خود فقیر ہو تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اُسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی **وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک** اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اُسپر علامت کفار کی ہو تو اُس مین سے خمس لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہو جو اول فتح اسلام مین اُسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ہم قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی

اسلیے کہ کنز اجزا دار ہے نہین ہوتو خمس مقرر کرنا اُس مین ہو سکتا ہو بخلاف معدن کے اولوارثہ لو حیاً والا فلبیت المال علے الاوجہ یا اصل مالک کے وارث کا ہو اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہو اور یہ اوجہ ہو ہم نہ مین کہا ہو اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہون تو اقصے مالک زمین کا اُس کا وارث ہو اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا ہو کہ یہ موجہ ہو قول کے بعد الخ اسلیے کہ بحر مین مذکور ہو کہ کنز زمین مین امانت ہو پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو کچھ اُس مین رکھا ہو اُسکا بھی مالک ہوا اور اگر زمین کو وہ بیچدے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہو اُسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی **وہذا ان ملکت ارضہ والا فلواجدہ** اس صورت مین ہو کہ زمین اُسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا ہو **خمس** یعنے خمس نکالکر کما فی البحر **بقیہ الاشیاء** ہو باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہو اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہو لیکن سراج مین مذکور ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہو جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہو اور اسی پر فتوی ہو شارح نے کہا کہ آج کل یہی مناسب ہو کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہو **ولو ذمیا قنا صغیرا انتہی** من اہل الذمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو غلام ہو صغیر ہو عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت ہین یعنے امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہو شامی عن جمتی خلاحربی **مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ** یعنے پانے والے کا ہو سوائے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹایا جاوے اُس سے جو اُسنے لیا کیونکہ غنیمت مین اُسکا کچھ حق نہین **الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علے شرط فلہ المشروط** مگر جبکہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اُسکو مشروط یعنے مقررہ ملیگا **ولو عمل رجلان فی طلب الرکاز فہو للواجد** اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب مین تو وہ اُسکا ہو گا جسنے پایا ہم ظاہر اسکا دلالت کرتا ہو کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اُس صورت مین ہو کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا اُسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون مشترک ہون اُسکی طلب مین **سو باب الشرکۃ الفاسدہ** مین آویگا کہ شرکت صحیح نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور پکانا اینٹون کا مباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہو وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ اُن مین سے کسی نے حاصل کیا وہ اُسی کا ہو گا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ بنصفا نصف ہو گا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہو اور جو کچھ ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اُسی کا ہو اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسقدر کہ اُس شی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو وان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اُسکا ہو گا جسنے اُنکو اجرت پر رکھا **وان خلا عنہا اے العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلی علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ لقطۃ وقیل کاللقطۃ** اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہو یعنے اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہو اُسکو زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہو اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہ ہو کہ مال مذکور لقطہ کے مانند ہو ہم ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہو کہ اُسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنے ظاہر یہ ہو کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہو جب تک اُسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہو کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر فقہ و جنہین علامت اہل حرب کی ہو اور اہل اسلام مین رائج ہو ظاہر یہ ہو کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن مین نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہی

دیکھا اُسمین لکھا ہی کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زمانناروا ج ہی اسلامی ہی ہونے چاہئین
ولا یخمس رکازا معدنا کان او کنزا وجد فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہی اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہوا سواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہی ولذا لو دخلہ جماعۃ ذو منعۃ فظفروا بشیٔ من کنوزہم ومعدنہم خمس لکونہ غلبۃ اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہوا اور کچھ خزانہ یا معدن اُنکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہی یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہی وان وجدہ اے الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم رده الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اُسکو اُسکے مالک کو ہٹا دے غدر سے بچنے کے لیے ہم یعنے حربیون کے مال اُس
شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا
ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق بہ پس اگر نہ ہٹایا اُسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اُس کا
تصدق کرنا واجب ہی فلو باعہ صح لقیامہ ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہی کیونکہ اُسکی
ملک ثابت ہی لیکن مشتری کو اچھا نہین ہم بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشرار فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو ملک
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہی کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا فی الجلبی عن البحر ولو وجدہ اے الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیما اے فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا یخمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اُسکو حلال ہی پس نہ ہٹاوے اور نہ اُس مین خمس لیا جاوے اُسی وجہ سے کہ گذری
یعنے وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہی کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہاء
کا اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ متاع وہ ہی جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی ومافی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہی کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی ہم نقایہ
کتاب ہی صدر الشریعۃ کی اور یہی ہی وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہی درر مین کہا ہی کہ یہ صحیح نہین ہی کیونکہ شارح
ہدایہ نے اور علمانے تصریح کی ہی کہ خمس واجب ہوتا ہی اُس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہی وہ اس طرح کی صورت نہین ہی کیونکہ مستامن مثل چور کے ہی
اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی الطحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہی الا ان یحمل علی متاع ہم
الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کالواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہی خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون ہم یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اُسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اُسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہی کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہی کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہی کہ جسکو رکاز کا مال ملے اُسکو گنجائش ہی کہ صرف کرے خمس

ف ۱۲ بیان مستامن کے وہ مسلمان ہو دار الحرب مین امن لیکر جاوے ۱۲ ف ۱۲ بخلاف ما لو کی صورت پہلی کہ رکاز اُس صورت مین لایجاد کی متاع حربی دار الحرب کی زمین غیر مملوک ہو ۱۲

مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اُسکے کیے ہوے کو قبول کرے اور اگر اُسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجائش ہو کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہ بھی گنجائش ہو کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہ مال بمنزلۂ اُس عشر کے نہین ہو کہ زمین کو لازم ہوتا ہو کذا افادہ الشامی

باب العشر

یہ باب ہر دہ یکی کے احکام مین ہم عشر کہتے ہین دس مین سے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہو جو عشر کی طرف منسوب ہو تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ مین اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہو جو زکوۃ کا ہو یجب العشر فی عسل وان قل واجب ہو دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو ہم شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہو تنوین نہین کیونکہ مضاف ہو ارض کی طرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہو ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ کجبل ومفازۃ عشر واجب ہو اُس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اُسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو جاوین عشر اور خراج ہم ارض غیر الخراج کے لفظ مین اشارہ ہو کہ یہ شامل ہو زمین عشری کو اور اُس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہو کہ پہاڑ عشری ہو یعنے اگر استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہو پہاڑی یا جنگلی پھلون مین اگر امام نے اُسکی حفاظت کی ہو اسلیے کہ وہ مال مقصود ہو ہم امام کو اُسکی حفاظت اسلیے مقصود ہو کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہو تو یہ علت اشتراط کی ہو یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہو کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہو تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا اگر امام نے اُسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اُسمین بھی عشر نہین ویجب فی مستقی سماء او سیح نہر اور واجب ہو عشر اُس زمین مین جو مینھ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے مم سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کم ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہو یعنے شہد و پھل و غلہ و بلا شرط بقاء دحولان حول لان فیہ معنے المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مونۃ الارض کے ہین یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمہ یعنے بٹائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک ذراع یا مثل اُسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہو تو وہ برس روز مین ایکبار واجب ہوا کرتا ہو مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولذا کان للامام اخذہ جبرا ولو خذ من الزکوۃ اور اسلیے امام کو گنجائش ہو کہ ان چیزون کا عشر زبردستی لے اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہو ویجب مع الدین وفی ارض صغیر او مجنون ومکاتب وماذون ووقف اور واجب ہوتا ہو یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین مین ہم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہو اسلیے کہ عشر پیداوار مین ہو زمین مین نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہو کہ اہل وقف نے اُسکو بویا ہو کذا فی الشامی مختصرا

وتسمیۃ زکوۃ مجازا اور عشر کو زکوۃ کہنا مجازا ہی ہم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی عنایہ سے اور نہر میں اسی کی تقویت کی ہی لیکن عنقریب اس باب میں کچھ گفتگو ہو چکی ہی والا فی الا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزوں میں عشر نہیں کہ زمین کے حاصل میں مقصود نہوں نحو حطب وقصب فارسی جیسے لکڑی اور نے ہم قصب لغت میں بنات ساق دار گرہ والی کو کہتے ہیں اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گئے اور قصب الذریرہ سے جسکو قصب السنبل کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں عشر ہی کما فی الجوہرہ اور معراج میں ہی کہ گنے کے رس میں عشر ہی نہ خود گنے میں کذا فی الشرنبلالیہ وخشیش وتبن اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ہم فتح میں کہا مگر اتنی بات ہی کہ اگر اسکے کاٹنے یا اوٹھانے کے انتظام سے پہلے تو اسمیں عشر واجب ہی کیونکہ ہم سے مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہی کہ سوکھی گھاس میں عشر ہی کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی وشنان اور جیسے بھوسہ کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہی اور خطمی اور شنان وتبر قطن وباد وبخان اور جیسے گھاس کا درخت اور بنفشہ کا درخت ہم یعنے ان دونوں کے درختوں میں عشر نہیں بلکہ خود کپاس اور بنفشہ میں عشر ہی کذا قالہ الطحطاوی وبندق بطیخ وقثاء وارد وبۃ کلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیاں مثل میتھی اور کلونجی کے ہم کہ یہ تخم سے مقصود نہ کاریاں ہوتی ہیں اور انمیں عشر لازم آتا ہی ذا تخم مقصود نہیں ہیں خانیہ میں ہی کہ دواؤں میں عشر نہیں ہی جیسے کیلہ ریلیا اور کندر میں کذا قال الشامی حتے لو اشغل بقصبہ یا بیعہ لعشر یہاں تک کہ اگر زمین کو انہیں چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہو گا ہم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس میں عشر ہو گا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی نے کہا کہ جیسا کہ یہ شرط انہیں اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہیں لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی سقی غرب اے ولو بیر ودالیہ اے ودولاب لکثرۃ المونۃ اور نصف عشر یعنے بیسواں حصہ واجب ہی اس زمین کی پیداوار میں جو چرس سے پانی دی گئی ہو یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہم یہ وجہ ہی نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بالاشتراہ اور کتب شافعیہ میں مذکور ہی کہ اس صورت میں کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہیں ہی یعنے اس صورت میں حنفیوں کے نزدیک بھی بیسواں حصہ لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبالۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا اکثر ہم اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہو گا تو بیسواں حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہو گا تو دسواں حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا فنصف اور اگر دونوں طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہی کیونکہ زیادتی میں شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہیں ہوتا وقیل ثلثہ ارباعہ اور ایک قول یہ ہی کہ تین ربع عشر کے اس صورت میں لازم ہیں ہم غایۃ البیان میں کہا کہ یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونوں وظیفوں کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسویں حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسویں حصہ کا آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنے لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہی سوائم پر قیاس کرکے جس صورت میں آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الذرع وبلا اخراج البذر تصحیح بالعشر فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علمانے تصریح کی ہی عشر کی کل پیداوار سے ہم یعنے عشر اول صورت میں اور نصف عشر دوسری صورت میں جو لازم ہی تو کل میں سے لازم ہی بغیر جدا کرنے مزدوری کھیروں اور خرچ بیلوں کے اور نہروں کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ تغلبی مطلقا واجب ہی دونا عشر کا یعنے پانچوان حصہ اس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں ہم نبی تغلب قوم نصاری میں سے ہیں

حضرت عمر رضہ سے صلح اس بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانون کا دونا اُنسے لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ علمانے فرق نہین بیان کیا زمین کے دولاب سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے مین اور مقتضا صلح کا جو واقع ہوئی یہ ہی کہ مسلمانون کی نسبت اُنسے دوچند لیا جاوے صورت مین وان کان طفلا او انثی او اسلم او اتبا عهما من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا عورت یا اسلام لے آیا یا زمین خریدی ہو مسلمان سے ہم تغلبی اگرچہ مسلمان ہوا تو اُسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہو وہ طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری ہوجاتی ہی اور یہی حال ہی جب خریدا ہو اُس سے کسی مسلمان نے اور اگر خرید اتغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین کے نزدیک تضعیفی ہوجاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او اتبا عهما منه مسلم او ذمی لان التضعیف کالخراج فلا یتبدل باخرید از مین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کے مانند ہی پس متبدل نہوگی ہم ذمی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدے تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہی کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنا بر کثرت ہی ورنہ سب انتقالات مین یہی حکم ہی اسمٰعیل عن البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق اور تضعیف مین امام ابو یوسف کا اس صورت مین خلاف ہی کہ تغلبی مسلمان ہوجاوے یا اُس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہوجاتی جیسا پہلے بیان ہوچکا کذا فی الحلبی واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی اشترے ارضا عشریۃ من مسلم وقبضها منه للثنانی اور لیا جاویگا خراج اُس ذمی سے جو تغلبی نہو اور خریدا ہو ازمین عشری مسلمان سے اور قبض کیا اُسکو کیونکہ عشر مین اور کفر مین منافاۃ ہی ہم ذمی سے خراج لینا اس صورت مین مذہب شیخین کا ہی اور امام محمد کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری اُسپر مضاعف ہوجاتی ہی شیخین کے نزدیک اور قبضے کی قید اسلیے لگائی کہ خراج واجب نہین ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہین حاصل ہوسکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہی عشر کے اسلیے کہ عشر مین معنی عبادت کے ہین حاصل یہ ہی کہ زمین عشری ہوتی ہی یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہی یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہی اور امام ابو یوسف رح کہتے ہین کہ عشری ہوجائیگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہوجائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہوجائیگی اگر ٹھہرے اُسکی ملک مین امام اعظم کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذ ها منه ای من الذمی بشفعة قبول الصفقة الیه اور لیا جاویگا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے ہم یعنے گویا کہ مسلمان نے لیا ذمی کا واسطے بیچ مین سے اُٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ اور وقف علیه لفساد البیع یا زمین روکی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے ہم اور وقف عطف ہی اخذ ها پر یعنے جب خریدا اُسکو ذمی نے ان سے اشترا فاسدا پھر وہ زمین بجہت خرابی فاسد ہونے کے روکی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری نہ ہوگی بدستور بحرین کہا ہی کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہوگئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہین ہوا تاکہ ہنوز استحقاق پھیر لینے کا اُسکو ثابت ہی او بخیار شرط یا روکی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے ہم یعنے جس صورت مین کہ بائع کو خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین قید لگائی ہی اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہی زوال ملک کو قالہ الشامی اور وہ مطلقاً یا روکی گئی ہو بخیار رویت بہرحال یعنے رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اُسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا روکی گئی بجہت عیب کے قاضی کے

ع
یعنے جب کہ ذمی نے خریدی ہو زمین عشری مسلمان سے

حکم سے ہم توان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیر رہ لقیت خراجیۃ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر روکی گئی بغیر حکم قاضی کے تو پھیگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہی غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج من دار جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت لذمی مطلقا او لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنالیا ہوا سکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت مین ہم یعنی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر اولمسلم وقد سقایا بمائہ ارضاہ بہ یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے اوپر اسوجہ سے کہ اُسنے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی لینے وہ نہرین کہ عجمیون نے کھودین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اُسی کے مانند ہی سیحون اور جیحون ودجلہ وفرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینھ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقیٰ وشرحہ عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً لازم آتا ہی شارح نے اُسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہی خراج بحر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہی کذا قال فی البحر واخذ عشر ان سقایا المسلم بمائہ او بمالائق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شئی فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہی کہ رہنے مین نمو اور زیادتی نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن علمانے تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اُسپر خراج لازم ہی خانیہ مین ہی اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اُسپر اُس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اُس صورت مین کہ اُسکو معطل رکھے اور اپسا ہی ذخیرہ مین ہی پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ جب کرین خراجی زمین کو بقرہ یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہوجاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہی منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین قیر اے زفت اور کچھ نہین رال کے چشمے مین ہم اسلیے کہ رال زمین کا نامینے بڑھوتری نہین ہی یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر ولفظ درمنہ لیلو المار مطلقا اے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین لفظ مین کہ ایک معدن ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہی لانہا تتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہی الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد ونواح مین بشرطیکہ بوے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہی ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا برمان شرط فی نہر امن فساد یا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اُسکی درستی کے یعنی گدرا ہونے کے کذا فی البرہان اور نہر مین شرط کیا ہی کہ فساد سے مامون ہوجاوے ہم جوہرہ مین کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کے وقت مین جو کھیتون اور پھلون مین سے لیا جاتا ہی پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اُسوقت لیا جاے کہ جب پھل ظاہر ہو اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اسدرجہ کو پہونچے کہ اُس سے انتفاع ہوسکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

۱۲ اور نہ مین بھی کچھ نہین لازم کذا فی النہایۃ وغیرہ

ولا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتہا قبل اداء خراجہا اور نہین حلال خراجی زمین والے کو کہ کھاوے اُسکی آمدنی خراج کے ادا سے پہلے م بعضون نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہی اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہی پیداوار سے اُسکو علاقہ نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ خراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ امام یعنے حاکم کو جس کا حق ہی خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کہان سے لے کذا فی الذخیرہ طحطاوی نے کہا کہ واقعات مین ہی انقلا عن البزازیۃ کہ پیداوار سے کھانا درست نہین قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے عشر کے مگر جبکہ مالک عزم ادا عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید مستحسن ہی کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتے یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ مجمع الفتاوی اور نہ کھاوے مالکولات عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا دیگا تو اُسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی م شرح تلقے مین مضمرات سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اُسپر کچھ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی الطحطاوی وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہونچتا ہی کہ پیداوار کو روک دے واسطے وصول خراج کے ومن مع الخراج سنین لا یوخذ لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیۃ اور جس شخص نے خراج چند سالہ نہ ادا کیا ہو تو گذرے برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی الخانیہ م اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شے زائد مذکور ہی اور خانیہ کا یہ قول محمول ہی اُس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا کہ دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرا وفیہا من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین ہی جسپر عشر یا خراج ہو جب مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہی کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہوجاتا ہی اور اول ظاہر الروایۃ ہی م شامی نے کہا کہ ذخیرہ مین ہی کہ نہین ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہی کہ ساقط ہوجاتا ہی پھر دو قولون کے بعد ہی کہ ساقط ہوتا ہی خراج اُسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہو جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہوجاتا ہی پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونون روایتون کے فرق ہی درمیان عشر و خراج کے اور سقوط مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہین ہوتا نہ عشر کے ظاہر الروایۃ مین انتہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہی نہ عشر م یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر کریگا کذا قالہ الشامی ولسقطان ہلاک الخارج اور ساقط ہوجاتے ہین دونون یعنے عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہوجانے سے لیکن موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہوجاوے تو ساقط ہوجاتا ہی اور بعد کٹنے کے نہین کذا قالہ الحلبی والخراج علے الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہی اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون م خانیہ مین ہی کہ وہ زمین کہ اُسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اُسکو غصب کرلیا اور غصب سے منکر ہی اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اُسکو نہین بویا تو خراج کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہی اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہی نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفاء علے البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج بائع پر ہی اگر زمین اُسکے قبضہ مین رہے م بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہی اسمین شرط ہوتی ہی کہ بیع بائع کو پھیر دیجاتی ہی جب وہ ثمن مشتری کو

پھیردے اور اُسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع وان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر کٹنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا بدکذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اسقدر مدت باقی رہی کہ اُسمین کھیتی کر سکتا ہی تو عشر مشتری پر ہی ورنہ تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہی اور اگر بیچ دیا مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا بینے کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نہی کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اور اجارہ دینے والے کے ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی ہم بینے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر متعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نماء جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا جعل تو حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہی مسئلہ تسلیم ماننہ عاریت لینے والے سلم کے مرہینے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو عشر کے اوپر خراج ہی اور ذمی کے نزدیک عاریت دینے والے پر ہی کیونکہ جب اُسنے اپنی طرف سے مستاجر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہی ہم کہتے ہین کہ موجر نے منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف مسلم کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر مستعیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اُسنے حق نفر اکا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی ورر البحار یعنے اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی

وفی الحاوی القدسی ناقلہ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اختیار کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہا باحصتہ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اُسپر ہی اور اگر مزارع کی طرف سے ہو تو دونون پر حصہ رسد ہی ہم واضح ہو کہ مقدمہ مزارعت اُسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل حرشاح نے بیان کی ہی نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہی نہ صاحبین کے بلکہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اُسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہی حصہ رسد اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی والشامی دمن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو موجہ لہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اُسپر قابو پا گیا تو اُسکا لے لینا اُسکو دیانۃ جائز ہی ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال سے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اُس خاص مد مین سے موجود اُسکے واسطے مقرر ہوا اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک مد مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اُسکو اُسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو

دیدینا جائز ہی پس مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہونچنا ممکن ہو تو اس کے سوا جسمین اسکا حق ہو دوسرے سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لیے جائز ہی اسلیے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ کوئی شخص اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی عادت جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتی ہین کذا فی الشامی والمودع صرف ودیعۃ ثابت ہو یا ولا وارث لہ او وارث لہ غیر معین من المصارف اور جس شخص نے کسی کو ودیعت رکھی ہو مالک مرگیا اور کوئی وارث نہین تو اسکو اپنے نفس پر یا اپنے موا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہی اگر مصرف ہون ہم امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلا وارث مرگیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا جائز نہ ہو اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال مین دیدیگا تو ضائع ہوگی کہ بیت المال والے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہ شخص مستحق زکوٰۃ ہو تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف حسنہ سے نہین ہو تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی ودفع الغائلۃ والظلم عن نفسہ ولو الا قل حصۃ باقیم دفع کرنا تاوان و ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہی مگر اس صورت مین کہ اسکا حصہ باقی جماعت پر سے ہم غائبہ وہ ہو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہوا حق یا ناحق جیسا قنیہ مین منقول عن البزدوی اور مراد یہان وہ ہی جو ناحق ہو اسطے اسکے ظلم کو ابطال حلف التسیری کے ذکر کیا اور اسمین یہ بھی ہی کہ شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہی کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چیز ناحق لگائی جاوے تو بعض کو انمین سے پہونچتا ہو کہ اپنی ذات پر سے اسکو دفع کرے جس صورت مین کہ اسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہ ہی کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی واصح الکفالۃ بہا اور غائبہ کی کفالت جائز ہی ہم غائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہی اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ مین اسیر ہین انکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال مین کچھ نہو اور لوگون پر اسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاے تو اس قسم کے غائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہی دوسری قسم جو ناحق ہی جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ مین مانند اور دیون کے ہی اور صحت کفالت کے معنی غائبہ کے حق مین یہ ہین کہ کفیل نے جب اسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اس سے کرسکتا ہی نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قالہ الشامی ولو جور من قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہی وہ شخص جو غائبہ کی تقسیم کردے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو ہم یعنے ہر ایک پر بقدر اسکی طاقت کے تقسیم کردے اسلیے کہ اگر اسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بیچارے غریب کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اسکو تقسیم کردے تو ظلم مین کمی ہو جاویگی اسی واسطے اسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل العسیر کے ہی قالہ الشامی وہذا اعرف ولا یعرف کفالۃ المادۃ الظلم اور یہ مسئلہ سیکھا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے رد کرنے مادہ فساد کے ہم مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اسکی اصل قنیہ مین ہی اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہی بادشاہ رعیت پر انکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہی دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کردے لوگون پر انکی مصلحت کے لیے ان سب کا یہی حکم ہی یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور چوکیان لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امراب معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرات زیادہ ستانی پر نہو مین کہتا ہون کہ اسمین اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اس صورت مین ہی کہ بیت المال مین اسقدر روپیہ نہو کہ ان کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ کذا قال الشامی ویجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہی چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ہم باب الجہاد مین متن اور شرح مین مذکور ہی کہ اگر بادشاہ یا نائب اسکا خراج چھوڑ دے زمین والیکو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہی اگر مصرف ہو ورنہ اسکو تصدق کردے اسی پر فتوی ہی اور حاوی مین جو راج کرکے بیان کیا ہی کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہی سو یہ مشہور کے خلاف ہی اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہی اور خود اسکو فقیرون کو دیدے

کذا فی السراج وحبی تامر مع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف کے کتاب الجہاد میں آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ۵ بیوت المال اربعۃ لکل ✦ مصارف سبتہا العالمون ✦ بیت المال چار قسم کی ہر ایک کے لیے مصرف جداگانہ ہے کہ انکو علمانے بیان کیا ہے ہم شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ علمانے کہا ہے کہ امام کو چاہیے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپسمیں ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہو اور اس مصرف کے خزانہ میں اسقدر نہو جو اس کام کو پورا کرے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اُس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اُسکو ادا کرے مگر جس صورت میں کہ مال صدقہ کا ہو غنیمت کا خمس اور اگر اُسکو خراج والوں پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہوں تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہیں کذا فی الشامی ۵ فاولہا الغنائم والکنوز ✦ وکازبعدہا المصدقون ✦ چار قسموں میں کا پہلا بیت المال الغنائم والکنوز والرکاز ہے اور اُسکو بیت مال الخمس المعادن والرکاز کہتے ہیں اور رکازمیں الف لام اور عاطف ضرورت شعری کی جہت سے حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہے یہ دوسرا بیت المال ہے اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہے مگر یوں کہا جاوے کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہے اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے حاصل یہ کہ دوسرا بیت المال المتصدقین ہے یعنی زکوۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجروں سے لیتا ہے کذا فی الشامی نقلاً عن البدائع ۵ وثالثہا خراج مع عشورہ ✦ وجالیۃ یلیہا العالمون ✦ اور تیسرا خراج ہے مع عشر ذمی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہیں اُسکے کاروان حاکم کے مم بدائع میں کہا کہ تیسرا زمینوں کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہے اور جو بنی تغلب نجران سے کپڑوں پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاف کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجروں سے لیتے ہیں یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ میں زیلعی سے یہ زیادہ کیا ہے کہ ہدیہ حربیوں کا اور جو کچھ بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اُس سے کہ لشکر کی اُنپر چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہے جو اہل ذمہ اور مستامنوں سے لیا جاتا ہے اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ عشر جو مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اُسکا ذکر زکوۃ کے ساتھ میں آچکا دوسری قسم میں اور جالیہ اہل ذمہ ہیں کیونکہ حضرت عمر رضہ نے انکو عرب سے جلاوطن کر دیا تھا پھر عرب میں جزیہ کو کہنے لگے ۵ ورابعہا الضوائع مثل مالا ✦ یکون لہ اناس وارثون ✦ اور چوتھا بیت المال ضوائع ہے یعنے لقطوں کا ہے مانند اُن اشیاء کے کہ نہو اُنکا کوئی وارث مم ضوائع جمع ضائعہ کی ہے یعنے لقط وقولہ مثل مالا الخ یعنے مانند اُس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اُسپر رد نہو سکتا ہو جیسے زوجین میں سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہے کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف کہیں ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت مقتول کی کہ اُسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم میں شامل کی ہے اور دیت بنجہت ترکہ مقتول کے ہے اور اسی وجہ سے اُسکا دین اُسمیں سے ادا کیا جاتا ہے کذا قالہ الشامی ۵ فصرف الاولین اتے بنص ✦ وثالثہا جواہ مقاتلون ✦ پس صرف دونوں پہلی قسموں کا منصوص ہے قرآن شریف میں مصرف الاولین میں حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہے مذکور ہے آیہ واعلموا انما غنمتم من شئی میں اور اُسکا بیان جہاد میں آویگا اور صرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہے آیہ انما الصدقات للفقراء الخ میں اور اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہیں اُسکو مقاتل ۵ ورابعہا فمصرفہ جہات ✦ تساوی النفع فیہا المسلمون ✦ اور چوتھی قسم کا مصرف وہ صورتیں ہیں جنمیں نفع سب مسلمانوں کو پہونچتا ہے ہم یہ موافق ہے اُسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ میں بزدوی سے نقل کیا ہے یعنے یہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانوں کے منافع میں مثل تعمیر پلوں اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنے اعداء کے روکنے کے درہ اور قاضیوں اور علماء کے روزینے

۵ اور جو خان وغیرہ جو قرن میں یا دو قرن سے کچھ اوپر ہوا ہے اور اسکے بعد ہوا ہے اور رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا ۱۲

اور مجاہدون کی قوت اور اُنکی اولاد کی قوت مین اور جو اُسکے مشابہ ہون لیکن مخالف ہی اُسکے جو ہدایہ اور زیلعی مین ہی یعنے ہدایہ اور اکثر کتب مین یہ ہی کہ جو مصالح مسلمین مین صرف ہوتا ہی وہ تیسری قسم کا ہی اور چوتھے کا مصرف جو مشہور ہی وہ یہ ہی کہ لقیط جو فقیر ہو اور اور فقرا جنکا کوئی ولی نہو اس قسم سے اُنکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ مین ہی حاصل یہ ہی کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہین پس اگر ناظم رابع کو ثالث کی جگہ رکھتا یعنے دراہما حواہ عاجزون وثالثہا فمصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابون کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوۃ والعشر یہ باب ہی مصرف زکوۃ اور عشر کے خرچ کے مواقعون کے بیان مین ہم سابق گذرچکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہی یعنے عشر اور نصف عشر اور ربع العشر فہستانی مین ہی کہ جو مصرف عشر کا ہی وہی مصرف صدقہ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہی والخمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہم یہ جملہ اقتصار زکوۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہی یعنے خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہین اگرچہ عنایہ اور معراج مین ذکر کیا ہی اور اولے یہ تھا کہ ختم خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بھی مثل معدن کے ہی کذا فی الشامی ہو فقیر وہو من لہ ادنی شیٔ ایک مصرف زکوۃ وعشر کا فقیر ہی اور فقیر وہ ہی جسکے پاس تھوڑا مال ہی ہم فقیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اسلیے کہ فقیر شرط ہی جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شی سے مراد نصاب نامی ہی اور ادنے سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہ تھا کہ کہتا لا یملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہی نہ غنی مین اور فقیر مین اور مسکین کے معنی یہ ہین کہ اُسکے پاس کچھ نہو تو اُسکے مقابلے کی جہت سے فقیر کے یہ معنی ہوے کہ اُسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا تبصرف اے دون نصاب او قدر نصاب غیر نامی مستغرق فی الحاجۃ یعنے کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو ہم حاجت مین مشغول جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جسکو اُنکی ضرورت ہو بڑھانے مین یا یاد کرنے مین یا تصحیح مین جیسا زکوۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہ چیزین مستغرق بالحاجۃ ہین تو مالک کو مباح ہی زکوۃ کا لینا نہین تو حرام ہی بلکہ اُس شخص پر زکوۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنے صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیٔ لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوۃ وعشر کا مسکین ہی یعنے وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح ہم یعنے مذہب یہ ہی کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہی فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہی لیکن پہلا اصح ہی کذا فی البحر اور یہی قول ہی اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین مین مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہی اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہ دونون ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالے او مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالے کے یا مسکین خاک مین ملا ہم یعنے اپنی جلد مٹی مین گڑھا کھود کر چھپا رکھی ہی کہ قائم مقام ازار کے ہو ازار نہونے کی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہی بھوک کی شدت سے اور آیت شریفہ سے استدلال اسبات پر موقوف ہی کہ ذا متربہ صفت کاشفہ ہی احترازی نہین ہی اور اکثر اسکے مخالف ہین باقی فتح القدیر مین مذکور ہی وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیۃ سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیۃ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ اُنکے پاس کشتی تھی پھر اُنکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ انکو مساکین ترحما کہا ہی اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہی کہ وہ کشتی اُنکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا بعاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل ہم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہی اور یہ عام ہی ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ

باب المصرف

ے یعنے ذکر الاصناف للفقیر والاولی ان یقول ذکر مصرف الفقیر

ے یعنے فقیر وہ

ے یعنے ایک نصاب

ے یعنے ہی کا ہونا

ے یعنے مسکین کی تعریف

ے یعنے ہم

لینے کو شرک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لانہ شرع لفقہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من ذلک ولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر عن البدائع سو عامل کو زکوۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام مین لگا دیا پس اسکو ضرورت ہی خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اُسکی ممانعت نہین ہی جیسے مسافر کذا فی البحر نقلاً عن البدائع ہم لینے عامل اپنے عمل کی اجرت لیتا ہی اسلیے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن نہین شبہہ صدقہ ہونے کا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا حلال نہین کہ نہی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے نسب شرافت کو نہین پہونچتا تو اُسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہی اور نہایہ مین ہی کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہین چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہی اور اُسکو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہی نہ حرام المحرر اور کراہت تحریم ہی کیونکہ علما اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وہذا التعلیل یقوی ما نسب لابی اللیث من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی مالا بد منہ کذا ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہی وہ روایت جو منسوب ہی واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہی اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ہی بھی ذکر کیا ہی مصنف نے ہم لینے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اُسکے پاس ہی وہ فنا ہو جاویگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر دین سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہی اُسکے جو علما نے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہی اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہی کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہی اور بہتر تو کہ طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو بقدر عملہ بکفیہ داعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اُسکو اور اسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ پر ہم اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہی کیونکہ اسراف ہی اور امام کے ذمہ ہی کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے لکن لا یزاد علی النصف ما یقبضہ لیکن زیادہ قبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے ہم لینے اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہو ہم کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہی اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز عن بدل کتابتہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہی اُسکے مولی کو حلال ہی اگرچہ مولی غنی ہو ہم اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا لانہ صدقۃ ولہا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر سبق ذکرہ وابن سبیل وصل لسالہ جسطرح حلال ہی فقیر کو اگر غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے ہم لینے اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو

غنا حاصل ہو تو جو مال اُسکے پاس موجود ہو اُسکو حلال ہی کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہی اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی وسکت عن المولفۃ قلوبہم لسقوطہم اما بزوال العلۃ اور سکوت کیا مصنف نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وے ساقط ہو گئے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین باجماع صحابہ رضؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اُنکے دینے کی نہی ہم مولفۃ القلوب ہا وہ لوگ کہ اُنکی خاطرداری سے مال صدقہ اُنکو ملتا تھا اور وہ تین قسم تھے ایک قسم کفار تھے حضرت اُنکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع ایذا کے لیے اُنکو دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت اُنکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اُنکے دینے کی حاجت بھی نہی کذا فی الشامی اور نسخ بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لمعاذ فی آخر الامر خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقرائہم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اُنکے اغنیا سے اور دے اُنکے فقیرون کو ہم الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین یہ ہین فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم الخ اور جن لفظون سے کہ شارح نے تبعیت ہدایہ نقل کیا ہی سو حافظ ابن حجر نے کہا ہی کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائہم کی مسلمین کیطرف پھرتی ہی تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہی پس نسخ حضرت کی حیات مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اُسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے ناسخ ہو سکے اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہی جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قال اللہ تعالیٰ الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو نسخ مین ذکر کیا ہی قالہ الشامی و مدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ یا بیچون مصرف زکوۃ کا مدیون ہو کر اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے ہم شامی نے کہا کہ بیت شرایف مین جو غارم کا ذکر ہی اُس سے مراد مدیون بدون الظہیریۃ الدفع للمدیون ادنی من الفقیر اور ظہیریہ مین ہی کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہی کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہی وفی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنے جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اُنکو صدقہ لینا حلال ہی اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلیے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجائینگے کذا فی قستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہی کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہی یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ فقیر ہی لیکن بمنزلہ حجاج ہی اور یہ قول امام محمد کا ہی اور پہلا قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہی کثرت کے اتباع سے ہدایہ مین ہی کہ یہی ظاہر ہی اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہی وقیل طلبۃ العلم اور کہا گیا ہی کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظہیریۃ والفرغیانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع مین نے سبیل اللہ کی تفسیر کی ہی کل تقربات و خیرات سے سو داخل ہی اسمین ہر شخص کہ خدائے تعالیٰ کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی تحوالاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہی اوقاف وغیرہ مین ہم یعنے اختلاف حکم مین نہین اسلیے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہی خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف افضلی ہی کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قالہ الشامی متصرف وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ ساتوان مصرف ساتھ ہی

یعنے وہ شخص کہ اُسکی ملک مین مال ہو لیکن اُسکے ساتھ نہین ہو لیکن وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اُسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اُسکے لینے پر قادر نہو کما فی النہر عن التقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولی یہ ہے کہ قرض لے لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہین اور نہ بچے ہوے کا صدقہ کرنا واجب ہے جب اُسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اُسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ موجلا او علی غائب او معسرا وجاحد ولو بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہے اگر ہو اُسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ لیکن اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر ہم یعنی اگر مال موجل ہو اور اُسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اُس مدت مقرر کے لیے زکوۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن الخانیۃ اور اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہے تو اصح اقوال مین زکوۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہے اور اگر مدیون اقرار کرتا تو انگر ہو تو نہین جائز کما فی الخانیۃ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اُسکا مہر اُسکے خاوند ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہے اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے اور اخذ زکوۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی فیہ یصرف الزکی الے کلہم او الے بعضہم ولو واحدا من اے صنف کان زکوۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اسلیے کہ الف لام جنسے جمع کے معنون کو کھو دیتا ہے ہم جلبی نے کہا کہ یہ علت ہے یک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مراد آیہ شریفہ مین بیان اُن اصناف کا ہے جنکو دینا جائز ہے نہ اُنکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃ من کل صنف اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ فرقی ہر قسم مین سے تین تین شخصون کو دیوے ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ کما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوۃ مین اور فرق تملیک واباحت مین مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الے بناء نحو مسجد خرچ نکرے زکوۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور سرائے اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزین ہون کہ جسمین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الے کفن میت اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ہم اسلیے کہ میت مین مضمون تملیک کا نہین بن سکتا اسواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر وقضاء دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہین مثلاً اگر آپسمین داین اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے ہٹا سکتا ہے اور مدیون اُسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولے نہو گا کذا فی الشامی اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کیطرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوۃ سے اگر اُسکی اجازت ہو ہم یعنے اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور دائن نے فقیر کی طرف سے یا تہ قبض کر لیا پھر اپنے دین مین جبرا کر لیا کذا فی الفتح ولو اذن تمت فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وہو الاوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مرگیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجیہ ہے کذا فی النہر کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو مطلق رکھا ہے امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہے کہ اگر زکوۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اُسکے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسی کے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب کا مفید ہے عدم جواز کو میت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کہا ہے اگر ادا کرین دین زندہ کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہ غرض کہ زکوۃ مین تملیک

ضروری ہی اور صرف امر کرنے سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ جب امور نے قبضہ کیا اسوقت مدیون مردہ ہی تملیک کے لائق نہین حالانکہ مامور کے قبض کے وقت اُسکا تملیک کے لائق ہونا چاہیئے کذا ذکرہ الشامی ولا آلی قن یعتق اور نہین جائز صرف کرنا زکوۃ کا قیمت مین اُس غلام کی جو آزاد ہوگا مع یعنے زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوۃ ادا نہوگی لعدم التملیک وھو الرکن بسبب نہوے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہی یہ علت ہی سب مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقد منا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لیے یہ ہی کہ کسی فقیر کو زکوۃ دے اور یہ کہدے کہ امورات مذکورہ مین اپنی طرف سے صرف کردے کہ اُس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اُس خیرات مین صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم رہی یہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہی یا نہین مین نے اس مسئلہ کو کہین نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ یہ مخالفت پہونچتی ہی اسلیے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی من بینہما ولاد اور نہ اُس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہی کہ اُسمین اور دینے والے مین قرابت تو الد کی ہو ھم اسلیے کہ منافع املاک کے آپسمین ملے جلے ہین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہی سب اصول کو یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہی سب فروع کو یعنے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہی بلکہ مستحسن ہی کذا فی البدائع مان باپ کے لیے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہے کہ اُسپر صرف کردے مکروہ ہی کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ یہ مسئلہ مشہور ہی اور اکثر کتابون مین مذکور ولو مملوکا للفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنے اُسکو زکوۃ دینا تب بھی ناجائز ہی او بینہما زوجیۃ ولو مبائنۃ یا دینے والے اور لینے والے مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنے عدت مین ہو اگرچہ تین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا ینتفع بہ لزوجہا اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دے سکتی ہی اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب اُنھون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحطاوی وولاء مملوک المزکی اور نہین جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو مع یا ایسے ناتے والے کے مملوک کو جنمین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہی کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر مع یعنے اسوجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولی کا حق ہی کذا فی الزیلعی وولاء عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہین جائز زکوۃ دینا اُس غلام کو کہ مزکی نے اُسکے بعض کو یعنے نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لاحد ابنیہ دون ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لاینفع لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہی کہ ہوے غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اُسمین اور اُسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوۃ نہین دے سکتا اسلیے کہ وہ یا اُسکا خود کا مکاتب ہی یا اُسکے بیٹے کا کیونکہ جب غلام تمامہ اُسکا ہی یا اُسمین اور اُسکے بیٹے مین مشترک ہی اور باپ تونگر ہی اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اُسقدر ادا کردے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہی یا تونگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوۃ دینا درست نہین اور رہنے جو تقریر کی اُس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہین ہی بلکہ

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس بہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہی قالہ الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ حکم تمام اور اگر غلام مشترک درمیان مرد کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اُسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحر مین ہی کہ اگر غلام مشترک دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہی اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اُسکو زکوۃ دے سکتا ہی کیونکہ یہ مکاتب اُسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہین پہونچتا کہ اُسکو زکوۃ دے کیونکہ اُسکا مکاتب ہی اور اگر معتق تونگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اسلیے کہ یہ اجنبی ہی اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہی کذا قالہ الشامی لانہ امامکاتب نفسہ او غیرہ اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہی یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہوسکتی ہی وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین کہ جائز ہی ہر صورت مین ہم لینے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اُسکا ہو یا مشترک درمیان اُسکے اور اُسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا قالہ الشامی لانہ حرکلہ او حمدیون فاتم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہی تمامہ یا آزاد ہی اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ہم تمامہ آزاد ہی یعنے غیر مدیون جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اُسکا ہو مگر معتق تونگر ہو اور شریک اُس سے ضمان لے چکا ہو اور حمدیون اُس صورت مین کہ معتق مفلس ہو اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہوکر واضح ہو کہ یہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار ہی چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموائے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار ہو تو شریک مذکور اُس سے تاوان بھی لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہی کہ ہمنے تحریر مطلب کی اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہی کذا فی الشامی ولا لے غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من اے مال کان اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہو مع واضح ہو کہ نصاب ہین تین ہین ایک نامی جو دیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہی مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہی اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام ہی جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہی اور ایک نصاب وہ ہی جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہی وہ غنا ایک روز کی ہو اُسکا نصاب کہنا مجاز شرعی ہی کذا فی الطحطاوی اور منار خانیہ مین صغرے سے منقول ہی کہ ایک شخص کے پاس گھر ہی کہ اُسمین رہتا ہی لیکن اُسکی قدر حاجت سے زیادہ ہی کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اُسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہی اور اسی مین یہ ہی کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہی کہ اُسکو بوتا ہی یا دکان کہ اُسکا کرایہ کھاتا ہی یا مکان ہی کہ کرایہ اُسکا تین ہزار ہین اور اُسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اُسکو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اُسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر فتوے ہی اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اُس شخص کو کہ اُسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہی اور اسی کو مصنف

نے ثابت رکھا یون کہکر کہ اس سے ظاہر ہوگیا ضعف اُسکا جو وہبانیہ اور اُسکی شرح مین مذکور ہی یعنے اُسکو زکوۃ لینا حلال ہی اور اُسکے اوپر زکوۃ دینا لازم ہی اور بحر مین کہا ہی کہ نصاب نامی مین داخل ہی پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم مین سے کسی مال مین سے ہو تو اُسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ دو سو درہم کو اُسکی قیمت ہو پہنچے یا نہ پہونچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح کی کذا قالہ الشامی لکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ نافی الوہبانیۃ وحرر وجزم بان نافی البحر وہم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہی اور جزم کیا ہی کہ بحر مین جو مذکور ہی وہ وہم ہی شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہی سو وہ وہم ہی پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ ونظائر کے الغاز[1] مین ذکر کیا ہی پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ اُنکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہی اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہی کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہی اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اُسکی دونون شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہی کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ اُنکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اُسکو زکوۃ لینا حلال ہی اور اُسپر زکوۃ واجب بھی ہی اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہو کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہونچے یا نہ پہونچے انتہی ماقالہ المرغینانی یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہی شامی مین اُسکو زیادہ ابسط سے بیان کیا ہی اور بحر کے کلام مین اور اُسمین تطبیق کی ہی جو چاہے وہان ملاحظہ کرے ولا لے مملوکہ اے الغنی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو ہم اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہی کمافی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہی قالہ الشامی عن البحر اور نسالیس نے عیال مولاہ او کان مولاہ غائبا علی المذہب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اُسکا غائب ہو تب بھی اُسکو زکوۃ دینا درست نہین ہنایر مذہب صحیح کے ہم ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہی ابو یوسف سے کہ اُسکو زکوۃ دینا جائز ہی فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہی کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہی کہ زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولے کی ملک ہوتی ہی اور وہ غنی ہی اور اُسکا جواب اسطرح دیا جاسکتا ہی کہ جس صورت مین کہ مولے غائب ہی اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہی کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہی کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملک للمولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوۃ اس جہت سے ہی کہ جو عبد کو دیا جاتا ہی وہ اُسکے مولی کی ملک ہوجاتا ہی غیر المکاتب والماذون المدیون بحیط فجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سواے مکاتب کے اور ماذون لہ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اُسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سو اُنکو زکوۃ دینا جائز ہی ہم مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اُسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولے نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا لے طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے ہم یعنے بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہی اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہی برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خاوند والی مین اختلاف ہی اور صحیح جواز ہی اور یہی قول طرفین کا ہی اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر والبیہ والمراۃ الفقیرۃ وطفل الغنیۃ فجوز لانتفاع المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اُسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنے اگرچہ اُسکا باپ نہو کذا فی البحر سوان سب کو زکوۃ دینا جائز ہی واسطے نہونے مانع کے ہم یہ سب کی علت ہی یعنے چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہی اپنے باپ کے غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی ماں کے مالدار ہونے سے غنی نہین

شمار کیا جاتا ہو حلبی عن البحر ولاالی بنی ہاشم اور نہین جائز ہی زکوۃ دینا بنی ہاشم کو ہم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہوگئی عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوے سو زکوۃ ان سب کو دیجا سکتی ہی بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی لینے حضرت علی وجعفر وعقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق بیان کرنا نچاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہین ہی بلکہ بعض پر حرام ہی کذا فی الشامی الامن ابطل النص قرابتہ وہم بنو لہب فضل من اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر اُسکو جائز ہی کہ جسکی قرابت نص رسول صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہوگئی اور وہ ابو لہب کی اولاد ہین پس جو انمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوۃ جائز ہی جیسا حلال ہی مطلب یعنے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ہم نص سے مراد قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ اثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہی اور یہی درست ہی کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول الینبغی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثل صوابہ لا یجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہی کہ بنی ہاشم کو مطلقاً ممنوع ہی یعنے خواہ بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہی اور عینی نے جو کہا ہی کہ جائز ہی ہاشمی کو کہ زکوۃ دے اپنے مثل یعنے ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہی کذا فی النہر عن ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہی کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہی اسلیے کہ زکوۃ کا عوض یعنے پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اُنکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہی کہ امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہی اور عینی مین جو یہ کہا ہی کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہی کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزے چاہیے یعنے امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اعتماد مین ابہام ہی قال الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقائہم فانہم اولے اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہوؤن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہی بحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ انھین مین سے ہوتا ہی ہم اسکو روایت کیا ہی ابو داود و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولے القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور یہ حکم صدقہ کی حرمت وحلت کے باب مین ہی نہ جمیع وجوہ مین کیونکہ مولے اپنے معتق کا کفیو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہی اور تغلبی کے آزاد کیے ہوے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قال الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لا قربائہم العالم اور باقی انبیا علے نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہی اور نہر مین حلت کو معتمد کیا ہی اُنکے اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم اے لبنی ہاشم سوا ر سماہم الواقف اولا علے ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہی نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہی کہ وقف کرنیوالے نے اُنکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہی جیسا فتح القدیر مین اسکو تحقیق کیا ہی ہم شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہی

لہ نفل صدقہ اور آمدنی اوقات بنی ہاشم کو برابر ہی کہ واقف نے اُنکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو

لہ ہاشمی کو ہاشمی کا دینا بعض کے نزدیک درست ہی اور بعض کے نزدیک نہین

لہ ہاشمی کی قوم کا آزاد کیا ہوا غلام بھی ہاشمی کے حکم مین ہی

کہ نقل صدقہ انکو جائز ہی بالاجماع اور ذکر کیا ہی کہ یہی مذہب ہی اور یہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہی جیسا محیط اور کافی مین ہی لیکن زیلعی مین اسکے خلاف ہی یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہی اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہی اور کہا ہی کہ حق یہ ہی کہ وقف کو بجاے نفل کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اُسکی عبارت طویل نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ وقف بھی بنی ہاشم کو ممنوع ہی مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہی سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہی کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہی اور وقف انکو حلال ہی لیکن حلبی نے جس نسخہ درالمختار سے لکھا ہی اُسمین علے ماھو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہی وقیل لا مطلقا تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہوجاتی ہی اور بعض نسخون مین یہ زیادتی مع مابعد کے دلاندفع الے ذمی تک ساقط ہی انتہے ماقالہ الشامی لکن سنے السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا لاقلت وقد جعلہ محشے الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ مین ہی کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہی تو جائز ہی نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح بیری نے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محل ٹھہرایا ہی ہم یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہ ہوسکتی ہی کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب اُنکا نام لے دیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پھر فقرا پر قالہ الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وھل تحل الصدقۃ لسائر الانبیا قیل نعم وھذہ خصوصیۃ لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقرابتھم فھی خصوصیۃ لقرابتہ بنینا اکراما واظہارا لفضیلتہ صلے اللہ علیہ وسلم فلیحفظ بحر منحی مذکور نے بحر الرائق سے اور اُسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہی صدقہ ہاتی انبیا کے لیے تو ایک قول یہ ہی کہ ان حلال ہی اور یہ خصوصیت ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ انکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہی کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ اُنکے اقربا کو حلال ہی تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ کے یہ اور رہے ہم یہ مسئلہ مکرر ہی سابق اُسکا مذکور ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہی قالہ الشامی ولاندفع الے ذمی بحدیث معاذ اور نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے یعنے وہ حدیث ہی جسکو شارح نے بلفظ خذ ہا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہی اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہی تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی المعراج وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ اے الذمی اور جائز ہی صدقہ دینا سواے زکوۃ کے اور سواے عشر اور خراج کے ذمی کو ہم عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہی لیکن خراج اُن صدقات مین نہین ہی جنکا ذکر ہی کیونکہ اُنکا مصرف مصلحت عامہ مسلمین ہی جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی لیے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قالہ الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ یہ ایک روایت ہی ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہی وبقولہ یعنے حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے ہی کذا فی حاوی القدسی ہم لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قول طرفین کا راجح ہی اور اسی پر متون منعقد ہین کذا فی الشامی واما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اُسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہی کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہو یعنے مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی پھر شامی نے کہا کہ اسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہی معہذا اتفاق کے دعوے کے خلاف ہی لیکن محیط کی کتاب المکسب مین ہی کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہی کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقراے اہل مکہ پر تقسیم کردین اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہی اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہی انتہی قالہ الشامی **ودفع تحرلن یظنہ مصرفا فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعاد بالما مر** تصدق دیا اتکل کرکے ایسے شخص کو کہ اسنے گمان مین مصرف جانا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہی یا اُسکا مکاتب ہی یا حربی ہی اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی مم یعنے عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ ہنوز حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہی تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہی کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی **وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید** اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تھا وہ غنی ہی یا ذمی ہی یا اُسکی بی بی ہی یا اُسکا خود باپ ہی یا بیٹا ہی یا ہاشمی ہی تو اعادہ لازم نہین لانہ اتے بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ کر چکا جسقدر اُس سے ہوسکتا تھا یعنے تملیک کردی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہی اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہی کیونکہ حربی مین تملیک ہو کر بھی پوری ہوجاتی ہی پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہی کذا فی الشامی حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطا یعنے تک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہی اگر خطا ظاہر ہو **وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر** اور مکروہ ہی دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہی اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہی اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہی کذا فی الشامی **الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ** فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہی مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ رکھتا ہی اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہی اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہی کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہی جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج **وکرہ نقلہا الا لاقرابتہ** اور مکروہ ہی زکوۃ کا نقل کرنا یعنے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس کی ہی تو یہی اولے ہی زیلعی اور اُس سے متبادر یہ ہی کہ کراہت تنزیہی ہی پس اگر نقل کرے تو جائز ہی کذا فی الدر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہی جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی **بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتے یبدا بہم** بلکہ ظہیریہ مین ہی کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا کہ قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع اُنھین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہی اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہی فہستانی مین ہی کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر اُنکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

پھر پڑوسی پھر اُسکے کو پہ والے پھر شہر والے او احوج او اصلح او ورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ بیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اُس شخص کے جو مسلمانوں کو نفع پہونچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہم کیونکہ دار الاسلام کے فقراے مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو استثنا کرنا چاہیے جبکہ ان لوگون کے دینے مین اعانت ہو قید سے چھڑانے پر کذا قالہ الشامی او اے طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او اے الزہاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوۃ طرف طالب علم کے اور معراج مین ہی کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہی جاہل فقیر سے اور مکروہ نہیں نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہیں کذا فی الخلاصہ ولا یجوز صرفہا لاہل البدع کالاامیۃ اور نہیں جائز اُسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ہم عبارت بزازیہ کی یہ ہی کہ نہیں جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف پس مراد بدعت سے وہ ہی جو کفر تک نوبت پہونچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہی منسوب عبد اللہ بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہی کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہی اور اسم جوہر کا اُسپر اطلاق ہو سکتا ہی کذا فی المغرب لانہم مشبہۃ فی ذات اللہ تعالے وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہی خداوند تعالے کی ذات مین اور یہی حکم ہی اُس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین ہم یہ وہ فرقہ ہی کہ قیام حوادث کا خداے تعالی کی ذات کے ساتھ جائز رکھتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کے صفات ہین کذا فی الطحطاوی لان معرفت المعرفۃ من جہۃ الصفات تلحق بمعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوے اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین لینے نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہی اُسکے ساتھ جیسے فوت کردی معرفت ذات کی یعنے تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہین کذا فی مجمع الفتاوے کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ منہ اے من الزنا وکذا الذی نفاہ اعتیاطا جیسا نہین جائز ہی زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہی اور ایسے ہی اُسکو جسکو نفی کر چکا ہی خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا کا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہی الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہین کذا فی جامع الفصولین ہم عمادیہ مین اسکی وجہ یہ لکھی ہی کہ چونکہ نسب نکح سے ثابت ہوتا ہی تو یہ شرعاً بیٹا نکح کا ہوا اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہی والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہان تک اشباہ مین مذکور ہین ولا یحل ان یسال شیئا من القوت سن لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اُسکے پاس اُس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ہم شیئا من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہی قالہ الشامی ویاثم سطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو دینے والا اگر اُسکا حال جانتا ہی کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہی ہم اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہی لیکن اگر اُسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ مراد علما کی اُس سے یہ ہی کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہی سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہی کہ ایسی باتون سے توبہ کرے

کذا فی الشامی ولو سال للکسوۃ اولاستغالہ عن الکسب بالجہاد وطلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد مین یا طلب علم مین مشغول ہونے سے کمائی نہین کرسکتا تو جائز ہی اگر محتاج ہو ہم لینے اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یندب دفع ما یقضیہ یومہ عن السوال مستحب ہی اسقدر دینا کہ اُس روز اُسکو سوال کی ضرورت نہو واعتبارحالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہی حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ہم تحسن یہ ہی کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوۃ مین وہان کے فقیر ہین جہان مال ہو ہم لینے اگرچہ مال والا دوسرے شہر مین ہو لیکن زکوۃ اُس شہر کے فقیرون کو دی جاوے جہان مال ہی قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات مین یہی ہی کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت مین معتبر ہی مکان وصیت کرنیوالیکا ہم ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہی فتاوی سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہی کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ انھین پر صرف کرین اور اگر اوروں کو دیدین تب بھی جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہی کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المودی عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ مین مکان ادا کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہی امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہی اسلیے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہی وہ ادا کرنیوالے تابع کے ہین ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی جیسا شرنبلالیہ مین ہی اور یہی مذہب ہی جیسا بحر مین ہی کذا فی الشامی ودفع الزکوۃ الی صبیان اقاربہ یوم عید اوالی مبشر اوہندی الباکورۃ جاز زکوۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون کو یعنے عقلا کو عید کی قرب سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہی لا اذا انقص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کردی معاوضہ کی تو جائز نہوگی ولو دفعہا لاحتہ ولما علی زوجہا مہرہ بلغ نصابا وہو علی مقر ولو طلبت لم یمنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوۃ اپنی بہن کو اور اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہی جو نصاب کو پہونچتا ہی اور وہ شخص تونگر ہی کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار کرے تو اُسکا زکوۃ دینا جائز نہین اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی ولو دفعہا المعلم خلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہی کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہی ورنہ نہین درست ہم اسلیے کہ دیا ہوا بطریق عوض کے ہوجاتا ہی اور اسمین یہ خدشہ ہی کہ انعام نے پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وصلہا علی کف فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر کھا زکوۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہی ہم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہوچکی تھی اور یہی حکم ہی جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گرگیا اور فقیر نے اُسکو اُٹھا لیا پھر مالک راضی ہوگیا تو جائز ہی اگر اُسکو پہچانتا ہی اور مال بھی قائم ہی کذا فی الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نپایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اُٹھا لے گیا جسکو مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہوگیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ باحت ہوئی اور زکوۃ مین تملیک شرط ہی اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہی جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار رہوگا اور شخص

کہ تنگی پر صبر نہ کرسکے اُسکو اپنا نفقہ قدر کفایت تامہ سے کم کرنا مکروہ ہی کذا فی شرح درر البحار اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہی کہ جو شخص بفضل صدقہ دے تو افضل یہ ہی کہ جمیع مومنین ومومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہونچے اور اُسکے اجر مین سے کچھ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہی صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہی کہ دونون وظیفہ مالیہ مین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہی کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہی اور فطر سے مراد فطر کا دن ہی نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہی اور اسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہی کذا فی المعراج من اضافۃ الحکم لشرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہی شرط کیطرف ہم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہی اسلیے کہ حکم شرعی وجوب ہی تو یہان حذف مضاف کا ہی اور وجوب سے مراد وجوب الادا ہی اسواسطے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہی نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہی اور سبب راس ہی قالہ الجلبی والفطر اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہی اور فطرہ ساختہ ہی بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہی ہم ظاہر یہ ہی کہ شارح کی مراد یہ ہی کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہی اور نام روز مخصوص کا ہی یہ لفظ شرعی ہی یعنے اطلاق اُسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہی کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہی لغوی ہی شرع سے پہلے مستعمل ہی یا مراد اُسکی لفظ فطرہ کا ہی یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین اسلیے کہ ان معنون مین نہین آیا ہی وہ جو قاموس مین مذکور ہی کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہی اور نووی نے تحریر مین کہا ہی کہ اسم مولد ہی اور غالبًا ماخوذ ہی فطرہ سے جو بمعنی خلقت کے ہی یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہی بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم کیا گیا ہی ادا ے صدقۂ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہی یہی صحیح ہی قالہ الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الثمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اُسکو ثمنی نے مع عبدالرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہی عبداللہ بن ثعلبۃ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر معناہ قدر للاجماع علے ان منکرہا لا یکفر واجب ہی صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہی کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو اسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہی اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہی ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہی انکا استدلال حدیث مذکور ہی شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع معللا بان الامر باداۂا مطلق کالزکوۃ علے قول کما مر واجب ہی صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجائش ہی ہمارے تینون اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہی ذکر کیا اُسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہی یعنے وقت کی قید نہین سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہی کذا فی البدائع مانند زکوۃ کے کہ اُسکا وجوب بھی موسع ہی ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولومات فادا ہا وارثہ جاز اور اگر مرگیا پھر اُسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اُسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی ہم جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے لیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور بیر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مضیقاً فی یوم الفطر عینا اور کہا گیا ہی کہ ادا اُسکا مقید ہی خاص عید کے روز ہم یہ قول حسن بن زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اُسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اُسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوھم عن ھذا الیوم عن المسالۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا سوائے اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اُسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا اسواسطے کہ اگر خاص اُس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوھم الخ محمول ہی استحباب پر کذا فی الشامی فیجعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اُسکو اختیار کیا ہی کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوائے ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہو چکا مصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قالہ الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا او مجنونا واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ہم حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واد کے ساتھ واقع ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ اُن دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اُنکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور ابوزفر کہتے ہین کہ نہین وجب ہی پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یخرجا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ کمیتہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کمامر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اُسکی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ بہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ محارم کا بنا بر قول راجح کے ہم یعنے اُنکو جو فقیر ہون اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی مان باپ کے نکالنے کو کیونکہ مان باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ہی مایجب بالجز والتمکن من الفعل فلا یشترط بقاء ہا بقدر الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کا کف مشغول کے کسرہ سے وہ ہو جو واجب ہو بغور قدرت کے فعل پر پس نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی ہم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرے

دو قسم ہی ایک وہ کہ تونگری اُسکے ساتھ معتبر نہو اُسکو قدرت مطلق اور قدرت ممکنہ یعنے قادر کرنیوالی کہتے ہین کیونکہ اُسکی جہت سے آدمی ادائے ماموربہ پر قادر ہوجاتا ہی جیسے نصاب صدقہ فطر کی قدرت ممکنہ ہی اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ تونگری بھی معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسان کرنیوالی اور قدرت کامل کہلاتی ہی جیسے نصاب نامی ہی کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی ہی وہ خود قدرت کی نہین بلکہ اُس واجب کی ہی جو قدرت مذکور پر مشروط ہو اور بقاے قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے یہ نکلا کہ اگر نصاب عید فطر کی صبح کے بعد جاتی رہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرۃ میسرۃ ہی یا یجب بعد اکثر یوم بصفۃ الیسر فقیرۃ من العسر الی الیسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھ مبین مشدد کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہی کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت کے وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اُسکو دشواری سے آسانی کیطرف ہم اس تعریف مین بھی وہی خلل ہی جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین گذرا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہی تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اُسمین معنی علت کے نہین پس اُسکا بقا بھی شرط نہین بقاے واجب کے لیے کیونکہ بقا مغائر ہی وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاے نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہی کہ اُسمین معنی علت کے ہین کیونکہ اُسنے فعل واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنے ہوسکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بغور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری سو دشواری کو چھوڑکر اُسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہی باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین باقی رہسکتا بدون اُسکے کذا فی الشامی مختصرا فیشترط بقاء ہا لانہا شرط فی معنی العلۃ پس شرط کیا گیا ہی بقاے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہی علت کے معنی مین ہم یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہی وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور ہمنے اُسکو منقح بیان کیا ہی منار کی تعلیقات مین ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرۃ وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اُسپر جو سابق مین مذکور ہی یعنے قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہوجانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون مین قدرت ممکنہ میسر ہی کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوۃ والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرۃ بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنے خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہی یعنی تمام یعنے اگر مال برس گذرنے کے بعد ہلاک ہوجاوے ادائی قدرت اُسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہوجاتی ہی بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس صورت مین تقدیرا قدرت باقی ہی کہ اسمین زجر ہی تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہی عن نفسہ متعلق بجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق ہی بجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو ہم یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود اُسکا نفس ہی اور آدمی مشک اپنا بوجہ آپ اُٹھائے ہوے ہی اور اپنے راس کا آپ متولی ہی تو اُسی کے معنون مین ہی وہ جو اُسکے ساتھ ملحق ہی یعنے اُسکے توابع جسکی مؤنت اُسکے ذمہ ہی اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہی اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہی کیونکہ فطرہ کے ادا مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ہم یعنے جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اُسکے مال مین سے ہوگا امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنین کیطرف سے صدقۃ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہی کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعددالآباء فعلی کل فطرۃ اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ہم اسکی صورت یہ ہی کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہی یا مشترک باندی کے

بیٹے پر دونون مالکون نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو زوج طفلتہ الصالحۃ بمھمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہی پس فطرہ لازم نہین آتا ہم نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا خلاصہ مین ہی صغیرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اُسکے باپ پر فطرہ نہین ہی کیونکہ اُسکی مؤنت اُسکے ذمہ نہین رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مین دو قید ہین ہن خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قالہ الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہی باپ کے نہوتے جیسا اختیار مین اسیکو اختیار کیا ہی ہم یہ حسن کی روایت ہی اور ظاہر الروایت کے خلاف ہی کہ دادا باپ کے حکم مین ہی مگر چند مسائل مین اُنمین سے ایک مسئلہ یہی ہی اور فتح القدیر مین بھی اسی کو اختیار کیا ہی کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہی یعنے راس اور اُسکی مؤنت اور تولیت بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہی اسی واسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدبونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہی اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو بدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدر ہو مع یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ مین ہی اور مراد نصاب سے یہ ہی کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی مین ہی کذا فی شرنبلالیہ واما المؤجر والمرتہن لواحد د برقبتہ لاخر فقط رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اُسکی ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہی کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ اُنکا صدقہ مالک کے ذمہ ہی جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطا کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہی جب جنایت کے بدلہ مین اُسکو دیدے پہلے سے زائل نہین ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لانجب بمن قتم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہین ہی خطا ہی کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح ہم زیلعی مین ہی کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اُسکا فطرہ مالک پر نہین لیکن شبلی محشی زیلعی نے اُسکو محمول کیا ہی اس صورت پر کہ موصی مرگیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا تحقق السبب وہو رأس یمونہ ویلیہ او صدقہ دے اپنی مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہی یعنی رأس جسکی مؤنت اُسکے ذمہ ہی اور اُسکا وہ ولی ہم یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے مؤنت واجبی نکلگئی جو صدا اپنے ذمہ رکھے نہ واجبہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اُسکی مؤنت کامل نہین اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اُسکی مؤنت مطلقہ نہین بلکہ مؤنت ضروری ہی انتظام خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہین جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہین واجب ہی صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کبیر کی طرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہین واجب کہ اُسپر ولایت تامہ نہین کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہین ہی اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش مین اُسکا شریک ہو مگر اُسکا صدقہ باپ پر واجب نہین کیونکہ ولایت نہین کذا فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اُنکا حکم مانند صغیر کے ہی ولو ادی عنہما بلا اذن اجزاہ استحسانا للاذن عادۃ اے لو فی عیالہ والا فاستئنافی عن المحیط ظہیریہ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہی بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃ اذن موجود ہی یعنے اگر اُسکے عیال مین ہو ورنہ نہین کافی کذا فی قنستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو للاذن عادۃ سے اشارہ ہی کہ نیت حکما موجود ہی ورنہ بدائع مین تصریح کی ہی کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہین ہوتا بحر مین کہا ہی کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر ادا کرے اُن اشخاص کیطرف سے جو اُسکے عیال مین ہن یعنے جنکا خورد و نوش اُسکے متعلق ہی بدون اُنکی اجازت کے تو جائز ہی مطلقاً یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہین

قالہ الشامی وعبدہ الآبق والماسور والمغصوب المحجور ان لم تکن علیہ بینۃ خلاصہ نہ بھاگے ہوے غلام کیطرف سے کیونکہ ولایت اُسپر قائم نہین اور نہ قیدی کی طرف سے کہ وہ تصرف سے خارج ہی جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوے کیطرف سے جسکا غاصب منکر ہو اگر غصب پر شاہد نہون کذا فی الخلاصہ ہم مقتضی اُس تصحیح کا جو کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوئی یہ ہی کہ واجب نہو اگرچہ گواہ بھی ہون کیونکہ ہر قاضی عادل نہین ہوتا اور نہ ہر گواہ مقبول کذا فی الطحطاوی الا بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہاے گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی یہ استثنا راجع ہی آبق کی طرف جیسا نہر مین اور منح مین ہی اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر مین ہی حلبی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ ماسور کا حکم بھی یہی حکم ہی کذا فی الشامی ولا عن مکاتبہ ولا تجب علیہ لان مافی یدہ لمولاہ اور نہین واجب ہی مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہی اُس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہی مولی کی ہی ہم اسلیے کہ مکاتب عبد ہی ہی جبتک اُسپر ایک درم بھی باقی ہی اور عبد خود مملوک ہی تو مالک نہین ہوسکتا کذا فی البدائع وعبید مشترکہ اور نہ مشترک غلامون کیطرف سے ہم کیونکہ ہر شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہی اور یہ امام صاحب کا قول ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلامون کا فطرہ ہوگا جتنے اُسکے حصہ مین آوین ٹکڑون کا نہوگا جیسا ہدایہ مین ہی یعنے اگر چار غلام ہون تو دونون شریکون کے ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہون تو ایک ایک فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہی اور یہی اصح ہی جیسا حقائق اور فتح مین ہی الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ ووجد الوقت فی نوبۃ احدہما فتجب فی قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور نوبت بنوبت اُس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت وجوب پایا جاوے یعنے طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین واجب ہی ہم یعنے قول ضعیف مین جیسا بعض نسخون مین موجود ہی اور وجہ اُس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہی کہ سب متون وشروح کے اطلاق کے مخالف ہی قالہ الشامی ولو قف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر والخیار باق تلزم علے من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اُس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاویگا ہم بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہی پس اگر خیار نہوا اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مرگیا تو کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر اگیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر اگیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من براو دقیقہ او سویقہ نصف صاع فاعل ہی یجب کا یعنے فطرہ کا مقدار واجب آدھا صاع گیہون کا یا اُسکے آٹے کا یا اُسکے ستّو کا ہم اوے یہ ہی کہ آٹے اور ستّو مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہی کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد مین سلیمان بن ارقم ہی جو متروک الحدیث ہی پس احتیاط واجب ہی یعنے اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کا اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کے برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت مین ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہی اور فتح القدیر مین بلفظ وجب کذا فی الشامی اور زبیب وجلاہ کا لتمر وہو روایۃ عن الامام وصححا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کیا ہی یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہی امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہی اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے ہم یعنی اپنی شرح مین

جو ملتقی پر ہی اور مراد یہ ہی کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اُسکی تصحیح کی ہی ابوالیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے فی الحقائق والنشر بلالیۃ عن البرہان وبہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ اسی پر فتوی ہی او صاع من تمر او شعیر ولو ردیئا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو مم بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہی اور جید کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بودار یا عیب دار تو اُسکا بقصان بھی بھردے اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کردے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسمین تصریح وارد نہین ہوئی اُسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی مم بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہی وہ اُسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے عتبار سے دیے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجاے نصف صاع کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اُسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وہو ای الصاع المعتبر مائتا واربعین درہما من قاش او عدس اور صاع جو شرعاً معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سے اوسط درجہ کے ہم صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من دو سو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ اور محمد نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابویوسف نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابویوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۲/۳ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی بیس کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہوگئے اور یہی مناسب بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابویوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی جو دہ قیراط کا ہوتا ہی اور جو اب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نو سو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار ۱/۱۰ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنے جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم = ۲۷۳ تولہ دہلی = ۲۸۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم ۳۰۰ یا دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ ثلاثہ سیر جھٹانک کے سہارنپور کے سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بہما لتساویہما کیلا ووزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے ہین یعنی بعضے پھولے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اُسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ انمین بعض بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اُسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ بچا ہوا مختلف نہو

ودفع القیمۃ ای الدراہم افضل من دفع العین اور دینا قیمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس معین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت کے دفع مین قیمت زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی علی المذہب المفتی بہ جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بنا بر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرہ والبحر نقلا عن الظہیریۃ ہم اور اسکے مقابل دو قول ہی جو مضمرات مین ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال مین ایام شدت کے ہون یا نہون اسلیے کہ یہ موافق سنت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح پس فتوی مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی ودہانی الستہ امانی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی اور یہ قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ازانی کے دنون مین لیکن گرانی کے دنون مین تو خود اُس شی معین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیساکہ پوشیدہ نہین ہم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہ شارح کی طرف سے بحث ہی باوجود اسکے کہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی اور نہر مین کہا ہی کہ یہ مستحسن ہی کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بیجب یہ متعلق ہی بجب کے یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کے نمودار ہونے پر ہم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مرگیا اُس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اُسکے بعد یا اسلام لایا تو اُسپر واجب نہوگا ہم کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہوجاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہوجاوے فجر کے بعد کذا فی السدیۃ ویستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلے بعد طلوع فجر الفطر عملا بامرہ دفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ہم اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اُسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی وصح ادا ہا اذا قدمہ علے یوم الفطر او اخرہ اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود او ہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہم اولی یہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایکدو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہی کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قالہ الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم ہو الصحیح وبہ یفتی جوہرہ وبحر عن الظہیریۃ بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرہ والبحر عن الظہیریۃ یعنے اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد وجزم بہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اُسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی مین کہتا ہون بس یہی ہی مذہب ہم طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علے ما علیہ الاکثر اور جائز ہی دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی کے باب الظہار مین بدون ذکر اختلاف کے اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی ہی مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ لا یکرہ التاخیر ای تحریما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ مین استحباب کے لیے ہی پس مفید ہی اولویت کو اور اسی واسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما ہم یہ حدیث دار قطنی اور

ابن ابی عدی اور حاکم نے عام الحدیث مین ابن عمر سے ان الفاظون سے روایت کی ہو اغنوھم عن الطوف فی ھذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو بمقتضاے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جواب دیا کہ امر استحباب کے لیے ہو ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہو جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہان مگر یہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکے کہ متفرق دین کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہوجاتا ہو جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہو قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعتدبہ جیسا جائز ہو دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ہم یعتدبہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہو یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہو کیونکہ مواہب الرحمن مین دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہو کہ جائز ہو لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح ترکے اس سے معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہی مین کہتا ہون کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیدیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہو قالہ الشامی خلطت امراۃ امرا زوجھا باذنھا فطرتہ حنطتہ بحنطتھا بغیر اذن الزوج و دفعت الی فقیر جاز عنھما لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اسنے بلا اجازت خاوند کے اسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہی مرد کی طرف سے ناجائز ہم اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہوگیا تو اسکی مالک عورت ہوگئی اور عورت کے ذمہ اسنے اناج کا ضمان لازم آویگا قالہ الشامی لما مر ان الاختلاط عند الامام استہلاک لیقطع حق صاحبہ وعندھما لا لقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہی امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کردیتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ یعنے زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا و لو بالعکس قال فی النہر لما مر اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہین کہا ہو کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا و مقتضی مما مر جوازہ عنھما بلا اجازتھا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنے و لو ادی عنھا بلا اذن اجزاہ) و مقتضی ہو کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز رہے بدون عورت کی اجازت کے بھی و لا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین کیا کذا فی البدائع مم یعنی یہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کرلاوے قالہ الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب مین مانند زکوۃ کے ہو سب حالات مین مم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سے مراد نہین ہو کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلا زکوۃ مین شرط ہو سال اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہو بلکہ یہان مراد تعمیم احوال کی ہو مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہوگی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہو جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطھا بہلاک المال وقد مر زکوۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہو کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہو اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہو کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہو اور مکروہ ہو نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت مین امام ابو یوسف سے جائز نہین اور حاوی مین ہو کہ فتوی امام ابو یوسف کے

قول پر ہی قالہ الشامی ولو دفع صدقۃ الفطرۃ الی زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنے غلام کی بی بی کو تو جائز ہی اگرچہ اسکی بی بی کا نفقہ مولی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ الفتاوی للشہید یعنی نفقہ عبد کی بی بی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہی کہ اسنے اپنے ذمہ کر رکھا ہی اور اسکو منجملہ عیال کے سمجھ لیا ہی ورنہ اسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسلیے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بکوا سکتی ہی قالہ الشامی خاتمہ واجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ والنفقۃ ذی رحم ودترو وبقیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ ازوجہا حدادی خاتمہ اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اصل ذی رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الحدادی مم صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کی طرف نسبت کیا ہی اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہین ہی یا یون کہا جاوے کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی اسطرح کہ یہ سات جو مذکور ہوے منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمین یہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو بعضوں نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہگئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اوتر وغیرہا مین بہتیرے واجبات ہین - اور واجب سے مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے وتر اور عمرہ کو واجبات مین گنانا اس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تصحیح کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قالہ الشامی

کتاب الصوم

یہ کتاب روزہ کے بیان مین ہم ایضاح مین ہی کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہی اور شرع متین کا مضبوط قانون ہی اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہی روزہ مرکب ہی دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہی پس حکمت الٰہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو بڑا دشوار ہو یعنے روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمائے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسیلئے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لمافی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کذا فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا وجہ استشہاد کی یہ ہی کہ یہ قول جوہریہ مین ہی دلالت کرتی ہی کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنے صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین مم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اسکو صوم سے تعبیر کر دیا صیام سے کیونکہ یہ دونون صدر ہین صام صوما و صیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہی اسلیے قاضی بیضاوی نے آیۂ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور مقدار روزون کی کعب رض کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہی لیکن وہ یہان مراد نہین ہو سکتی اور آیۂ شریف مین یہ معنی مراد ہو سکتے ہین علے ان ال بطل معنی الجمع علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہی ہم یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پھر بھی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہو گئے یہ تقریر کلام شارح کی ہے نہر کے موافق اس صورت میں ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہے اگرچہ نہر میں کہا ہے کہ شاید اسکی وجہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہیں لیکن چونکہ آیہ شریفہ میں اُسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر میں اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لا یکرہ قول رمضان بلا ورصحیح یہ ہے کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہیں ہم بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح وہ ہے جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہے اور اسکا خلاف ذکر نہیں کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الٰہی سے ہے اور اکثر مشائخ اس بات پر ہیں کہ یہ قول مکروہ نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیح میں وارد ہے جیسا فرمایا سن صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر اور دوسری جا ارشاد ہے عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ میں رمضان کا اسماء الٰہی سے ہونا ثابت نہیں ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ میں ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ للکعبۃ لمتشرف فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کیطرف دو برس شعبان کو ہجرۃ کے ڈیڑھ برس کے بعد ہونہ امساک مطلقاً صوم لغت میں کسی چیز سے باز رہنا ہی مطلق ہم لینے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہ ہے کہ سب معنوں میں حقیقت لغویہ ہے اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہے اور مغرب میں ہے کہ وہ باز رہنا ہی انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی و شرعاً امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع میں باز رہنا افطار کرنے والی چیزوں سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکماً فمن اکل ناسیاً فانہ ممسک حکماً باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھالیا بھولکر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہے ہم یعنی شارع نے اُسکے فطار کو اعتبار نہیں کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص میں کہ وہ روز شرعی ہے ہم یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہے یا روشنی کا انتشار اسمیں اختلاف ہے جیسا نماز صبح میں اختلاف ہے اور پہلے میں احتیاط ہے اور دوسرے میں وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہے اور محیط میں ہے کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہے نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دارالاسلام میں ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دارالحرب میں ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے کی صورت میں ہم پوشیدہ نہ رہے کہ کلام مطلق صوم میں ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دارالاسلام میں ہونا شرط نہیں وجوب رمضان کی ہے جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہے صحت صوم کی شرط نہیں پس مناسب یہ ہے کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کذا قالہ الشامی والا لبلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صوم مہما فی الیوم الشائی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطیں نہیں کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہے اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہیں ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہیں ہوتا ہم یہ جواب ہے اُس سوال سے کہ کوئی یوں کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون وبیہوشی اونیند سے جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلام صوم شرعی کی تعریف میں ہے اور روزہ اُسکے رکن کے ذکر کرنے سے امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہیں اول اسلام ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہیں ہیں البتہ وجوب رمضان کی شرطیں ہیں پس مقید کرنا بیموقع ہے قالہ الشامی وحلہ نیل الثواب ولو نہیا عنہ کما فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ میں ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز میں نہر میں اسکو ذکر کیا ہے بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام نہیہ کے روزہ میں ثواب نہیں ہے قالہ الشامی وسبب صوم المنذور الندر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب والتعیین اور نذر کیے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہے اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اُسکے بدلے اُس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہے

کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہی اور تعیین ایام کی لغو ہوگئی ہم اس سے نکلتا ہی کہ ہر ہفتہ کے دوشنبہ اور جمعرات کے روزہ کی کسی نے نذر کی تو اُسکے بدلے دوسرے دنون مین بھی رکھ سکتا ہی لیکن یہ حکم اُس نذر کا ہی جسکو کسی چیز پر شرط وانکیا ہو چنانچہ قبیل کفارات کے آویگا قالہ الشامی والکفارات الخ والقتل اور سبب کفارات کے روزون کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا یعنی قتل کرنا کسی نفس کا خطاً یا قتل کرنا صید کا احرام مین ہم شامی نے کہا کہ اولی و عبارت ہی جو فتح مین ہی کہ کفارون کے روزہ کا سبب اُنکے اسباب ہین قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب مین یہ بھی تو ہین عود پر عزم کرنا ظہار مین اور روزہ توڑنا رمضان مین اور سر مونڈانا احرام مین قالہ الشامی و رمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار علی المختار کما فی البحار یہ اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینے سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا جنازہ مین ہی و اختار فخر الاسلام وغیرہ انہ الجزء الذی یکمن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو ہم یعنے صبح صادق کے شروع سے دوپہر سے کچھ پہلے تک کیونکہ رات مین اور خود دوپہر اور اُسکے بعد مین انشاء صوم ممکن نہین اور رات مین تو صرف نیت ہی ہی نہ صوم لیکن بحر مین تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے ہر روز مین پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی ہی اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی ہی جیسا اور علمانے بھی اسکی تصریح کی ہی قالہ الشامی ختے لو افاق المجنون لیلۃ او فی اخر ایامہ بعد الزوال لا قضاء علیہ و علیہ الفتوی کما فی المجتبی و النہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات مین افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان مین بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اُسپر قضا لازم نہین اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی مین ہی اور نہر مین منقول ہی و ہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگون نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایۃ مین ہی ہم یعنی صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور عنایہ اور اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی مین کہتا ہون کہ اسی کی تصحیح کو ذخیرہ مین نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور اسیطرف فتح القدیر چلا ہی اور شرح ملتقی مین ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور بدائع مین اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف نہین نقل کیا اور ایسا ہی سراج مین ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونون قولون کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہی اور متون اسی پر معتمد ہین قالہ الشامی و ہو اقسام ثانیہ فرض و ہو نوعان معین کصوم رمضان اداء و غیر معین کصومہ قضاء و صوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمین ہین ایک فرض ہی اُسکی دو قسمین ہین معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفارون کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا و لذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفارون کے روزے فرض عملی ہین نہ اعتقادی اسلیے اُسکے منکر کو کافر نہین کہتے یہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے مم ایضاح الاصلاح مین کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اُسکی فرضیت پر اجماع نہین منعقد ہوا بلکہ اُسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے اسبب سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہین حاصل یہ کہ اگر چہ لازم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہین ہی کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم مین ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی قالہ الشامی و واجب و ہو نوعان معین کالنذر المعین و غیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلاً اور واجب کے اقسام مین ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کردے اور اعتکاف کے روزے قالہ الشامی و اما قولہ تعالی و لیوفوا نذورہم فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعا لکن قول ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی کا و لیوفوا نذورہم ارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اُسمین سے مخصوص ہی

پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہی ہم پس اسمین یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اُسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اُسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قالہ الشامی لکن اقتصر سعدی بالفرق بان المنذورۃ لاتؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لایفید الفرض القطعی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا ہم فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اُسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی لیے فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہوسکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعہ نے اُسکو چھوڑکر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا فی الشامی کما بسط خسرو جیسا بتفصیل بیان کیا ہی خسرو نے فم مین صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جیسا منذور مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قالہ الشامی ونفل کثیر ہا اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے مم یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعم السنۃ کصوم عاشورا مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاے راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام وقعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزے ہم بیض صفت ہی لیالی کی جو مخذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی نکیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قالہ الشامی ویوم الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دو شنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور ایسی مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اُسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

اور اس اثر سے استشہاد کرنا دلیل ہے اس بات پر کہ الاباس سے مراد استحباب ہے اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ حدیث اسکی کراہت میں بھی وارد ہے پس احتیاط یہ ہے کہ ایک دن پہلے یا پیچھے ملالے قالہ الشامی وعرفۃ ولو للحاج لم یضعفہ اور نفل میں ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزے سے ضعیف نہوم لیتے نوین و یحجہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اسکو وقوف عرفات میں خلل انداز نہو اور دعاؤں کا حارج نہو تو مکروہ نہیں کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری ہو تو مکروہ ہے کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہم لیتے اور ایام تشریق کا کذا فی النہر اور المکروہ نصب کے علامت سے عطف ہے سنت پر باعتبار فرع ہے اور کالعیدین خبر اور اس صورت میں جو تکلف نفل کے معنون میں کیا گیا مکروہ کے شامل کرنے کو اسکی ضرورت نہیں قالہ الشامی وعشرہا کعاشورا وحدہ اور شامل ہے مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ہم یعنی اسطرح کہ نویں یا گیارھویں کو اسکے ساتھ نمایا جاوے قالہ الشامی اسلیے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا اکیلا ہم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر اور یہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی قصد مشابہت سے ہوتی ہے ویسے روز مہرجان ان تنہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصد رکھے اسکو مہرروز معرب ہے نوروز کا اس روز کا نام ہے کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان میں آتا ہے اور یہ دونوں فارسیوں کے عید کے دن ہیں قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہے کہ مختار یہ ہے اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ حرام ہے قالہ الشامی وصوم دہر وصوم صمت ووصال وان افطر الایام الخمسۃ اور شامل ہے نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنے یہ کہ روزہ میں کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہے کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ میں افطار نکرے اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے ہم خلاصہ میں ہے کہ جب ایام منہیہ میں افطار کرے تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں قالہ الشامی وہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط میں ہے ہم یعنی مکروہ ہونا عمر بھر کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہو گا یا روزہ رکھنا اسکی سرشت ہو جائیگی مشقت نہ ہونگی کذا فی الحلبی فی خمسۃ عشریہ تفریع ہے لعم السنۃ الخ پر یعنی حملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں ہم اسطرح کہ عیدین کو دو شمار کریں اور ایام تشریق کا دن کہ بہت سے نسخوں میں موجود ہے اسمیں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہگئے اور مکروہ تنزیہی سے عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون ستاجر کی اجازت کے باقی رہگئی اور مندوبات میں سے دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داود یعنی ایکروز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہگئی قالہ الشامی والواحدۃ تنتہ عشر اور انواع صوم لازم کے تیرہ ہیں بسبعۃ متتالیۃ سات قسمیں بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان وکفارۃ ظہار وقتل ویمین وافطار رمضان ونذر معین و اعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کے وستۃ بخیر فیہا الفصل وقضاء رمضان وصوم ستۃ وفدیۃ حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں جنمیں رکھنے والیکو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج متمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج میں احرام پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنے جسمیں معین مہینے یا پیاپے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے اذا تقرر ہذا فیصح ادا صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہے ادائے رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل

ف۱ شاید کوئی شخص جہرات کے روزوں کو رکھتا ہو اور اتفاقاً جمعرات کا روزہ بھی ہو تو یہ روزہ مکروہ نہیں ہوگا کیونکہ اسکی نیت سے رکھا ہے ۱۲

کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار مین کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ مین یعنی دلمین جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی رات تو نہین کوئی مسلمان اس سے خالی نہین اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہین اور بحر مین ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ مین کل روزہ رکھونگا پھر سوگیا یا بیہوش ہوگیا یا غافل ہوگیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی البحانیۃ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبری لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا للاکثر الیوم صحیح ہے نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اُسکے بعد اور نہ اُسکے متصل لحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع صحیح صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر کیا جیسا قدوری ومجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روز مین ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی وبطلق النیۃ ای نیت الصوم فالی بدل من المضاف الیہ اور درست ہین صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنے روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہم مطلق نیت یہ کہ اسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض وقت کے لیے پورا وقت ہے اسمین دوسرا صوم مشروع نہین پس فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمین تعیین کی ضرورت نہین اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہے اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونون مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگون نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان ونذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہوچکا وبخطا فی وصف کنیۃ واجب اخر فی ادا رمضان فقط لتعینہ بتعین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف ادا رمضان مین ہے (نفل اور نذر معین مین نہین) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے تو پھر کوئی روزہ نہین سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اُسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اُسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اذا وقعت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثنا ہے نیۃ نفل وبخطا فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر کی طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہوسکتا ہے کہ یحتاج بصیغۂ مجہول ہو اور جار ومجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اُس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل یا واجب جب اُس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر ہم کہتا ہون بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق مین ہے اور مسافر کے حق مین یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتین ہین اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہوا اور وہ فرض وقتی مین زیادہ ہے قالہ الشامی وہوالاصح وقیل بادہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوا مسافر نوی واجبا اخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان انہ الاصح

بعض نسخون مین اس مسئلہ کی یوم الشک مین قدوری وغیرہا کی عبارت سے کہ اگر ان عنہ وجود رمضان ولم یعلم حتی صام یوم الشک عن رمضان ثم علم انہ کان عنہ اجزاہ عن الفرض اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ مین بیخبر رہا یہانتک کہ یوم الشک کا روزہ رکھا پھر معلوم ہوا کہ رمضان تھا تو اسکا روزہ فرض سے ہوگیا

لیکن اوائل اشباہ مین ہی کہ صحیح یہ ہی کہ سب صور تو نین رمضان ہی سے واقع ہوگا سوائے اسصورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی واجب کی اور اسکو اپنا کمال نے اختیار کیا ہی اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ یہی اصح ہی ہم کل سے مراد یہ کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر بیطرح نیت کرے مگر یہ کہ نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان کے روزہ رکھنے کی تو وہ اسکو فی الحال دوسرے واجب مین صرف کرسکتا ہی بخلاف مریض کے تنبیہ کلام بحر سے مستنبط ہی کہ مریض کے باب مین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ مین بیان مذکور ہی اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہی اور صحیح مین تصحیح کیا ہی اور دوسرا وہ جو متن مذکور ہی کہ جسکی نیت کی اسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ مین اسکو اختیار کیا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی لیکن نفل کیصورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول مین تفصیل ہی یعنے اگر صوم اسکو ضرر کرتا ہو تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھ ہی تو اسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اسی کے موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اسکو ضرر نہین کرتا جیسے سوا ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی والنذر المعین لایصیر بنیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا فرقا بین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلیے کہ شارع کی تعیین مین (جیسے رمضان مین ہی) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے نذر معین مین ہی) فرق ہی ہم مطلقا کے یہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کی صورت مین جب روزہ اُس دوسرے واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول پر جیسے بحر مین منقول ہی ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو بجملہ یہ ای برمضان فوجدہ لما مر انوی الحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی نا واقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اُسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیۃ ولو صحیحا مقیما تمیز اللعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے تمیز ہو ہم یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لیے کافی ہی ہم اور امام زفر سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور اگر مسافر ہو تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لایوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہی بسکے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی جیسا روزون کا نماز پر درست نہین والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہی نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو ہم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار اور قتل عمد اور افطار اور انکے ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وہو تبییت النیۃ لفرضہ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت کی جہت سے ہم یعنی صبح کے وقت کی اکثر شائع ہی اور حرج شرع مین مدفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوتی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم معین الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف اداے رمضان اور نذر معین کے کہ انمین وقت معین ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سوائے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ اور شرط نیت معینہ مین نہ مطلق نیت مین یہ ہی کہ اپنے دلمین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے ہم سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنے رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

ف مسافر کو فرض مین جو نیت کرے اسی کے موافق واقع ہوگا اور بعض کے نزدیک مطلق نیت کرے تو رمضان ہی سے واقع ہوگا باعث رخصت ہونے کا اور بعض کے نزدیک جو نیت کرے اسی کے موافق واقع ہوگا اور بعض کے نزدیک اگر حقیقی عجز کے ساتھ رخصت ہو تو رمضان ہی سے واقع ہوگا اور اگر حقیقی عجز کے ساتھ رخصت نہ ہو تو جو نیت کرے اسی کے موافق واقع ہوگا

ف نذر معین کی قضا اس واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول پر

ف ۲ اسسے معلوم ہوا کہ جن دنون مین نفل روزہ رکھنا مکروہ ہی جیسے عرفہ اور عاشورہ اور ایام بیض اور ایام تشریق ان دنون مین بھی اگر کسی واجب کی نیت کرے تو واجب ہی کا روزہ ہوگا نفل کا نہ ہوگا

ف ۳ اسسے معلوم ہوا کہ جو شخص رات کو نیت کرنا بھول گیا اور صبح کو نیت کی تو روزہ نہ ہوا

اور اگر دن کو نیت کرے تو یوں کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہوں قالہ الشامی ولا تبطل بالنیۃ بل بالرجوع عنہا بان لیعزم لیسلا علی الفطر اور نیت نہیں باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرلینے سے باطل ہوجاتی ہو اسطرح کہ رات سے عزم کرے افطار کا ہم نہیں باطل ہوتی یعنی استحساناً یہی صحیح ہو اسواسطے کہ یہ حقیقت میں استثنا نہیں ہو بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہو یہانتک گر ارادہ استثنا کا کرے بالتحقیق تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ میں ہو قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب میں لغو ہو یعنے جو کہ صرف نیت افطار سے روزہ نہ جائیگا ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسد بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز میں درست ہو اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہیں کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا بیقضیہ لو افسدہ لان الجہل فی دار نا عیر معتبر فلم یکن کالمظنون بخلاف اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑدے تو قضا کرے اسواسطے کہ دارالاسلام میں جہل غیر معتبر ہو پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر وفتح القدیر میں ایک قول نقل کیا ہو کہ لزوم قضا اُس صورت میں ہو کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہیں لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دارالاسلام میں جہل معتبر نہیں خصوص اُس صورت میں کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر امتفق علیہ ہو وظنی روزہ کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میرے ذمہ روزہ ہو بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہیں تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہیں ہو کیونکہ اُسنے اتمام بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلثین عن شعبان دان لم یکن علۃ اور نہ رکھا جاوے روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی میں کہا ہو کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا الخ یعنی اُسنے مفید کیا ہو کہ یوم الشک اُس صورت میں ہو کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہو یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقوں نے ہلال دیکھا اور اُنکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہیں ہو اور ایسا ہی معراج میں ہو کذا فی الشامی اے علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع بجواز تحقق الرویۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للمعینی عن الزاہدی یعنی شک کا روز بنا بر اُس قول کے ہو کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہو سکتا ہو کہ کسی دوسرے شہر میں رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہو ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہیں تو اس صورت میں وہ روز روز شک نہیں ہو اور روزہ بالکل نہ رکھا جاوے کذا فی شرح المجمع للمعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے میں کچھ احتیاط نہیں بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلا وبکرہ خیرہ مگر یوم الشک میں بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہیں اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہو ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا مطلق نیت سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہو کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہو کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک میں کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہو ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہو ہم اسلیے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہو کہ اُنھوں نے اپنے روزوں میں کچھ دن بڑھالیے اور اسی پر حدیث ضریف محمول ہو کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزے مت رکھو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت میں اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہم سیاق میں ہو کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اُس روز روزہ رکھا تو اُسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہو کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہونا جانا بہت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے بھی کافی نہیں پس مصنف کو یوں کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ میں ہو کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے کافی ہی اصح روایت میں اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہو تو رمضان میں مجزا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہو قالہ الشامی والا بان ظہرت فنہ لو بقیا اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

کا ہوگا اگر شخص مقیم ہم کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کرے تو اُسی واجب کا ہوگا اسلیے کہ ادائے رمضان اُسکے ذمہ واجب نہین والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر او افضل اور نفل کی نیت سے روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہی اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے یا زیادہ رکھے نہ کمتر یعنی مثلاً اُسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہی اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہ کہ آخر شعبان مین پچیسوین یا چھبیسوین سے برابر روزہ رکھنے شروع کیے اسمین یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ رمضان سے پیشہ ستی نہ کرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہ حدیث صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہی اسطرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اُس روز روزہ رکھتا ہو تو وہ اُسکو رکھلے اور اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہے اور ہدایہ اور اُسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہی کہ ممنوع تقدم ایک دو روزے کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہی اور وجہ تخصیص ایکدو روزہ کی یہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایکدو مہینے مین ہوتا ہی پس ایکدو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اسکو احتیاط تصور کرے یہ مکروہ ہی کذا فی الشامی مختصراً واما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل لہ لیکن یہ حدیث کہ جسنے روزہ رکھا روز شک مین اُسنے نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم کی تو اسکی کچھ اصل نہین ہم یعنی نے بھی یہی کہا ہی پھر کہا ہی کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہی اور وہ اس حیثیت مین مرفوع کے مانند ہی مین کہتا ہون کہ لا اصل لہ کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہی مجاہد سے اور ابو عبیدہ سے اور اُسکو بخاری نے تعلیقاً بیان کیا ہی اسطرح کہ قال صلۃ عن عمار من صام الخ قالہ الشامی وتمامہ فی الفتح والاصوب الخواص ویقطر غیرہم بعد الزوال بیقین نفیا التہمۃ النہی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اُسدن کا روزہ رکھین اور عوام بعد زوال کے افطار کرین اسی پر فتوی ہی تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہین ہم فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکھین کہ عوام کو خبر نہو تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیۃ صوم الشک فہو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو کیفیت صوم الشک کی وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین والنیۃ المعتبرۃ ہنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم الا لمعتاد فحکمہ مر اور نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہ ہی کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اُس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی اور جو عادی ہی اُسکا حکم سابق مین گذر چکا کہ مکروہ نہین ولا یخطر ببالہ انہ ان کان من رمضان فعنہ وذکر اخی زادہ اور اپنے دلمین اس بات کا خطرہ ہی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہی تو یہ روزہ رمضان کا ہی ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے مم حاصل یہ کہ نیت مین تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہی اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور مرضائیت کا خطرہ دلمین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہی کذا قالہ الشامی ولیس بصائم اور دد بین اصل النیۃ بان نوی ان یصوم غدا ان کان من رمضان والا فلا اصوم لعدم الجزم فی النیۃ اور اُس شخص کا روزہ نہین ہی جسنے اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہی نہین نہ نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انہ لیس بصائم لو نوی ان لم یجد غدا زہو صائم والا فمفطر جیسا اُس شخص کا حکم ہی کہ اگر مجھے روزہ نہین کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہی نہین تو افطار ولیصر صیاما مع الکراہۃ اور دونی وصفہا بان نوی انکان من رمضان فنفل والا فعن واجب آخر اور ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت کے وصف مین تردید کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہی نہین تو کسی دوسرے واجب کا وکذا لو قال انا صائم ان کان من رمضان فہو الا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہی اور نہین تو روزہ نفل ہی للتردد بین المکروہ وغیرہ مکروہ کیونکہ نیت مین

یعنی ہاں ۱۲ یعنی نہین ۱۲

تردد ہو درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض ونفل کے دوسرے مسئلہ مین **فان ظهر رمضان فعنه والا فالنفل فيهما** اسی الواجب والنفل **غير مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصداً** پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہین تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً تنفل نہین تحصام اسلیے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین اسقاط مدنظر ہی نہ التزام قال الشامی اکل الملوم ناسیاً قبل النیة کالکل بعدها وهو الصحیح شرح وہبانیة منظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہی کذانی شرح وہبانیہ یوم الشک مین ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے مین کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہی کہ نہین جائز ہی جیسا قنیہ مین ہی اور اسی کا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین **قاله الشامی**

رأى هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي صام مطلقاً وجوباً وقيل ندباً کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول حجت شرعیہ کی رو سے نامانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہی کہ روزہ رکھے ندباً ہم عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذانی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہی اگر خود امام نہار دیکھے اور لوگون کو نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہوا اور انکی شہادت مستور ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہی **فان افطر قضاه فقط فيهما شبهة الرد** پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہی دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ مستور ہونے شہادت کے ہم اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت سقوط کفارہ کی ہی ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی کذانی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا **قاله الشامی واختلف المشائخ لعدم الرواية عن المتقدمين فيما اذا افطر قبل رد الشهادة والراجح عدم وجوب الكفارة وصحه غير واحد لان ماره يحتمل ان يكون خيالا لا هلالا** اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اسی کی تصحیح کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اسنے کہا ہی شاید خیال ہو ہلال نہوم حضرت عمرؓ سے منقول ہی کہ جسنے چاند دیکھا تھا اسکو کہا کہ اپنی بھوون کو دھو پانی سے پھر کہا اب بتا چاند کہان ہی اسنے کہا وہ تو گم ہو گیا جب فرمایا کہ بال بھوو نہین قائم ہو گیا تھا تو نے اسکو چاند جان لیا کذانی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت ہلال رمضان مین تو ہو سکتی ہی اور عید مین یہ کہ اسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی **قاله الحلبي وما بعد قبوله فتجب الكفارة ولو فاسقاً فى الاصح** لیکن بعد قبول شہادت یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر ہم کیونکہ وہ تو لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہی پس اگر عدل ہی تو چاہیے کہ وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہی کذانی البحر عدم جواز سے مراد عدم حل ہی کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار رہتا ہی کذا قاله الشامی **وقيل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد بالحكم ومجلس قضا لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة** کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہی شہادت نہین **خبر عدل او مستور على الصحيحة** البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول عالم السیم قاعلہ ہی قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی سند ما بر اس قول کے کہ بزازی نے اسکی تصحیح کی ہی ظاہر الروایۃ کے خلاف م اور سراج اور تجنیس مین بھی اسی کی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہی اور نور الایضاح والامجی ادھر ہی گیا ہی مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہی کیونکہ حاکم شہید نے یعنی حسن نے امام محمدؒ کے اقوال انکی

کتابون سے جمع کیے ہین جو ظاہر الروایت کہلاتے ہین کافی مین یہ کہا ہی کہ قبول کیجاوے شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہی قارہ الشامی لا فاسق اتفاقا نہین مقبول روزہ کے لیے قول فاسق کا بالاتفاق مم اسواسطے کہ فاسق کا قول ایسے دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سے میسر ہوسکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اُنکی خبر مین اُنکل کیجاتی ہی اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیز ونکا ملنا عادلون سے میسر نہین ہوتا قارہ الشامی وہل لہ ان یشہد مع علمہ بفسقہ قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبلہ اور آیا فاسق مجاز ہی اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہی اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت ادا کرے کہ کہین لوگ صبح کو افطار نہ کرلین اور یہ شہادت فرض عین ہی لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اُسپر ادائے شہادت واجب ہی اور مستورین درمیان مین کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیتہ الرؤیۃ ادلا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا ننا کی تہمت مین پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب دست کے مم برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہی کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکھا ہی یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکھا ہی اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہین کذا فی الظہیریہ قارہ الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہی گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہی شہادت غلام اور عورت کی مم یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جنبکہ ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتین شاہد نہون کذا فی الحلبی ولو علی مثلہا اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو مم اس تعمیم سے یہ نکلا کہ ان دونونکی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہی اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہی اور کہا کہ مین نے نہین دیکھا وجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما فی الخانیۃ اور واجب ہی لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمد رفت نہین رکھتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا خانیہ مین ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہی کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلین قالہ الطحطاوی اور ظاہر ہی اسکا محل وہی کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قارہ الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتین) شرط ہی اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہی کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہی ہم یہ علت ہی اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر دینی ہی اسمین یہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہی پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بھی شرط ہونگی قارہ الشامی لکن لا تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہین شرط ہی دعوی جیسا نہین شرط ہی لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین مم لونڈی کی آزادی مین دعوی اسلیے شرط نہین کہ اسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہی یعنی حفاظت اپنی فرج کی سیطرح نظر اگرچہ حق عبد ہی لیکن اسمین بھی حق اللہ تعالے کا ہی یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عبد کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہی کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہی اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی ولو کانوا بلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ اور اگر لوگ ہون ویسے شہر مین یا گانون مین کہ اُسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہی ایسا معلوم ہوتا ہی مصنف کی شرح سے مم مین کہتا ہون کہ ظاہر یہ ہی کہ گانون والونپر روزہ لازم ہو تو پونکی آوازون سے یا قندیلونکی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر علامت ہی اور غلبہ ظن کو مفید ہی اور غلبہ ظن حجت ہی عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہی اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی رشی کیواسطے ہو بعید ہی کیونکہ یہ اوجب

اور ان سب میں سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رائے پر مفوض ہے اگر اپنے دل میں انکی درستی اور صحت سمجھے تو حکم دے اور مواہب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہے اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہے سر طرف اور نہر میں کہا ہے کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہوں پر اور بحر میں اسی کو اختیار کیا ہے ہم بحر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو لکھا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہیں متقی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پھر اسکی تائید کی کہ فقہا اور ظہیریہ ظاہر دلالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہے نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے نہر میں اور منح میں قالہ الشامی وصحح فی الاضحیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء عن خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اضحیہ میں (جو ایک کتاب کا نام ہے) تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے ہم اور فتاوی صغری میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کذا فی المعراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اسکی شہادت رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط میں اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہے پس معلوم ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایت ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعیدان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ لقبض دین علی الحاضر فقیر بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود بروایۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخول تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہے رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمناً ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں مدعی مجہول ہے یا معلوم ہے اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہے یعنی یدعی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہیں اور مجھکو اسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور اس وقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی حیث سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہ ہو اور جب دخول ضمناً ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قالہ الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی اھ جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور جن نسخوں میں شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

اور ان سب میں سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رائے پر منحصر ہے اگر اپنے دل میں انکی درستی اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دے اور مواہب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسی کا اتباع کیا ہے اور بحر میں فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہے ہر طرف سے اور نہر میں کہا ہے کہ یہ تصحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہوں پر اور بحر میں اسی کو اختیار کیا ہے ہم بحر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہیں پس علما نے جو لکھا ہے کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہیں یہ متفنی ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پھر اسکی تائید کی کہ قاضی اور ظہیریہ ظاہر الروایت دلالت کرتی ہیں کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہے نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہے اور اسی کو صادق رکھا ہے نہر میں اور منح میں قالہ الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء عن خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں ہے جو ایک کتاب کا نام ہے تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہم اور فتاوی صغری میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اصل کی کتاب الاستحسان میں مگر خلاصہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ شہر اور خارج شہر میں فرق نہیں ہے کذا فی المعراج وغیرہ میں کہتا ہوں کہ نہایہ میں کہا ہے کہ مبسوط میں ہے کہ امام اسکی شہادت رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان میں ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط میں اسی پر جزم کیا ہے اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پھر ذکر کیا ہے کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ رویت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام میں تصریح ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور حقیقت میں ایسا ہی ہے کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہے پس معلوم ہوا کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایت ہیں کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعیدان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ لقبض دین علی المحضر فقیر بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود بروئیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخول تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہ ہے کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہے رمضان یا عید کے آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دیں پس حکم لگایا جاوے ادائے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمناً ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہیں مدعی مجہول ہے معلوم ہوا اور فاعل ضمیر یدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہے یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہیں اور سمجھو اسنے کہدیا ہے کہ جب رمضان داخل ہو تو وکیل ہے دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بھی واجب ہو سکتا ہے یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دنیات میں سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہیں آتا اور ہر وقت میں فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے ہر وقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہوں سے ثابت ہو سکتی ہے حق عبد ہونیکی حیث سے اور وکالت ثابت نہیں ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہ ہو اور جب دخول ضمناً ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قالہ الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی اجز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخوں میں شہدا بلفظ تثنیہ ہے اور جن نسخوں میں شہد وا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

بالنوق والواحد ہم یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے اور وہاں کے قاضی نے اسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو اس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہد وا بہ اسواسطے کہ وہاں کے قاضی کی قضا حجت ہوا اور یہاں کے گواہوں نے اسکی شہادت دی لانا لو شہد وا بہ روبتہ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہم یعنی انھوں نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر یین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی و ذخیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی ہم و ذخیرہ مین ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہے کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر مین تو اون کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم حتمی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین وہان کی خبر کو انھون نے روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع سماعی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کتنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کیین چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین جھکا ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ندکور کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کس نے کہا ہے اسکو پس اس قسم کی بات لائق جماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل یوجب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکھا ہو بعد صوم تیس کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا یعنی اگر انتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق فجر کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے ورایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف تصحیح کی ہے مجمع الانوار مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور قبض مین ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صام ثلثین بقول عدل او عدلین وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے ہم حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہے یعنی بشرطیکہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی انھین سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو کہ ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہین جبکہ آسمان صاف ہو بشرطیکہ خبگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قال الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنیکے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے یہ استدراک ہے اسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمد کا اسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہے یہ ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتدا اً بلکہ نیچا ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمد

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک دی کے قول پر حکم لگایا تو اس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہوگیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان تم حل الالا اور زیلعی مین ہی کہ مشابہ بحق یہ ہی کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہی اور جو نہو تو نہین و ہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر المتسقۃ کالفطر علی المذہب اور تبر عید کا چاند اور باقی نو مہینو نکا مانند عید کے ہی صحیح مذہب پر مثل قولہ والاضحی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہی پس ابر مین ثابت نہوگا مگر دو مردون سے یا ایک مرد دو عورتون سے اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہی اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہی کہ وہ مانند رمضان کے ہی اور تحفہ مین اسی کی تصحیح کی ہی لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہی اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین مین کی ہی پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہی کہ وہ مذہب ہی کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہی یعنی انمین مقبول نہوگی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہی کہ ان مہینون کا حکم صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہی یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بثبوت شرعی ثابت ہوگیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہوجاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اسکا ثبوت ضمنی ہی اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر ہوتی ہی جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورویتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دنکو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے م یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہی بدائع مین کہا ہی پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آیندہ شب کا ہی اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہی اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہی کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہی ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہی اور یہ دن عید کا ہی اسلیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہی کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہی کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ پس امر صوم وافطار کا رویت کے بعد ہی اس صورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہی انتہی لکھا فتح تقدیر مین ہی کہ حدیث شریف مرجب ہی رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور قبل از رویت ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہی نزدیک صحابہ اور تابعین ومن بعد ہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہی قالہ الشامی واختلاف المطالع ورویتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دنکو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہی ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر عن الخلاصۃ ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہی یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہی کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہی باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہی اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف

ہر کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہی اور خیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اُسی پر عمل کرنا لازم ہی یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہی کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بقیے قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہی کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ اُنکے موافق ہی جیسا اوقات صلوٰۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہی اور وہ ہی ہمارے یہان معتمد ہی اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرویتہ مین بخلاف اوقات صلوٰۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویتہ اولانک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اُن لوگونکی رویت اُس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا یعنی دو آدمی شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین پس یا خبر مستفیض ہو بخلاف اُس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہی کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ یہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہو وقال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہی فرع مسئلہ ملحقہ شاہج کا اذا رأوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہی کہ اُسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہۃ مین ہی یعنی اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہی اِن چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہی دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی انفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہی اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوے تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو صحت ہی جلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہی کہ اگر مبیعہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہی تو یہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن التتمۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی خزانۃ المفتین آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر کرے فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن التتمۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین فطار کی چیزون سے توقف کیا اور بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف تنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھائے تو اُسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہی صوم قضا و کفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہی ادائے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان ینذر فلم تیذکر فلم تیذکر حتی یاد ولا یاجاء برنہ یاد کرے ہم یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اُسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اُسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور اُدھر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اُسپر کفارہ نہین مختار ہی جیسا تاتارخانیہ مین ہی منقول نصاب سے کذا فی الشامی وینذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ کے اتمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سے ضعف ہو لیکن کھا لیوے تو عبادات کو بھی طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح ہم بحر الرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بھولنے کی صورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے ولیس عند نا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد مین عذر نہین ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول کر کھا جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ نہین ہے کذا فی الشامی اودخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہین ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو یا مکھی یا دھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ نا ممکن ہے ہم اور قیاس مین فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت مین کیونکہ مقدور ہے مین پہونچا اگرچہ غذا نہین جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان انفرای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلینبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھوان حلق مین پہونچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھوان ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار ہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہم یعنی کسی صورت سے دھوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت مین روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور اس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نچاہیے کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبودار ناک مین جاتی ہے اور اسمین کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف مین پہونچاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہین جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق مین پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک مین اسکا رنگ پاوے اصح روایت پر کذا فی البحر ہم مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو شام کی راہ سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹتا اور آیا تم جو پانی مین داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے نہ یہ کہ موجب فطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ردہ الی فرجہا مرارا او بفکر دان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر کر رہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتون مین روزہ نہین ٹوٹتا او بقی بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلع ریق الرقیق یا منہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی منہ سے گرانیکے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوک مین ملا رہتا ہے البتہ تھوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیے قالہ الشامی کطعم او دوا وصل الیلیج جیسے مزہ دوائیون کا اور جو سنا ثیر کا ہم یعنی دوائیونکے کوٹنے سے انکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہین جاتا جیسا محیط مین ہے اور ہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبید والفراء یعنی اگر ہلیلہ کو چبا دے اور تھوک حلق مین اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا مین سے کچھ نجاوے تو روزہ نہین جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اسکے چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل المارد اذنہ وانکان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان مین اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہین جاتا مذہب مختار پر ہم ہدایہ اور تبیین مین اسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین تفصیل کی ہے کہ اگر پانی کان مین چلا گیا تو نہین جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف مین پہونچا تو اسمین صلاح بدن کا اعتبار نہین ہے اور یہی جواز یہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہین جاتا اور اگر بقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قالہ الشامی کما لو حک اذنہ لیعود ثم ادخلہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اُسپر میل تھا پھر اُسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہوم اس مسئلہ کو مشبہ بہ ٹھہرایا اسواسطے کہ جزازیہ مین ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہی کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہی ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وھو دون الحمصۃ للاتباع ریقہ ولو قدرہا انفطر کما سیجئ یا نگل گیا جو دانتونمین ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہی اور بحر مین کہا ہی کہ اتنی چیز قلیل ہی اُس سے احتراز غیر ممکن ہی پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہی تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین اسنانہ ودخل حلقہ یعنی دم بصیل الی جوفہ یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا من کے اطلاق سے ظاہر معلوم ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہی جیسا کہ سراج مین ہی اور کہا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اُس سے احتراز ناممکن ہی اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اُسنے اپنی شرح مین لکھا ہی اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا اذا وجد طعمہ نہ ازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اُسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنہ المصنف وھو ما علیہ الاکثر قہستانی اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا نام یعنی اُسکے قول الا ان یجد الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہی قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا م اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہی اور جامع صغیر کی شرح مین کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اُسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا لکڑی وبرمین خرچلانے سے اور بعضون نے کہا ہی کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہی انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجرا فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو جوف تک ہو نچا ہوا ہی یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اُسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اُس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا او لو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی تو روزہ ٹوٹ گیا م یہ ایک ہی دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی پھال مین فرق نہین ہی فتح القدیر مین تصریح کی ہی کہ خلاف دونون مین جاری ہی اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہی اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونو مین عدم انفطار صحیح ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہی کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدہ وطرف خارج وان غیبہ فسد باداخل کرلیا لکڑی وغیرہ کو دُبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ من بوقہ الا ان یفصل منہا شی اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہو جائیگی تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اُسمین سے کچھ جدا ہوجاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے تو روزہ جاتا رہیگا مفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہی فساد صوم کی کذا فی البدائع م یعنی جب فقہانے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیزمین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہی کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعہ الیابستہ فیہ

اسی دبرہ ام فرجہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہیں جاتا اگر سوکھی انگلی دبر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہو گا ام ادخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹتا ولو بالغ فی الاستنجا حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا میں مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے ہم موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں دوا آلہ کے وسیلہ سے امعا میں گرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو لمث حتی امنی اولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضے وکفر اور اگر ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں م حتی امنی فساد کی شرط نہیں ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے شارح نے یہاں صرف روایت وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں بدون ترجیح کے اور بدائع میں ہے کہ عدم الفساد اُس صورت میں ہے کہ نکالے بعد یاد آنیکے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اُسی حالت پر باقی رہا تو بستر فساد ہی کفارہ نہیں ظاہر الروایت میں اور روایت ہے امام ابو یوسف سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر میں واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت میں اسواسطے کہ ابتدا جماع قصداً تھی اور جماع ابتداءً وانتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اسکا جماع میں مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنے کیصورت میں متفق علیہ ہے کیونکہ ابتداءً جماع اس صورت میں عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمیں شبہہ ہے خلاف امام مالکؒ کے یعنی اُنکے نزدیک سہو لکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کریگا تو اُنکے نزدیک کفارہ نہیں غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر میں ہے نہ یاد آنے کیصورت میں اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر تحریک میں کچھ فرق نہیں ہے قالہ الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا م یعنی دونوں مسئلوں میں کیونکہ خلاصہ میں ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور میں چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہو چکا کہ اسمیں شبہہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمیں اعتبار اسکا نہیں ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ میں سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہیں جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ میں سے نہیں نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر اُگلے ہوئے کو کھا گیا تو کفارہ لازم نہیں م کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ میں محیط سے منقول ہے قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج میں یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ میں مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا م یہاں مراد فرج سے قبل اور دبر دونوں ہیں اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہیں لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب میں کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق

اہل لغت کے پھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج ہین حکم مین قالہ الشامی وکذا لاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا منی نکالنا ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے مم یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا منطرات مین تصریح آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اُسپر کچھ وبال نہو مم سراج مین ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی یا ہے لیکن اُس تک پہونچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ مین توقع رکھتا ہون کہ اُسپر وبال نہو لیکن جس صورت مین گرمزہ لینے کے لیے کریگا تو گنہگار رہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر انزال کے یعنی اس سے صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل بالمسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ لگایا یا اُسکا منہ چوم لیا پھر انزال ہوا مم یعنی باوجود انزال کے اس صورت مین روزہ نہین جاتا بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہین جاتا اس صورت مین اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او قطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر مم یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ کا اور محمد بھی اُنکے ساتھ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہے یا نہین اور ظاہر یہ ہے کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اسمین براہ مسامات نفس عرق کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے او اصبح جنبا ان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حمامت جنابت مین صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب مین رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہین جاتا او دخل الغبار حلقہ او نزل الماء الی فمہ فابتلعہ او داخل ہوا اُسکی ناک مین یعنی مغز سے اُترا یا ریٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے مم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہین ہوتا کما لو ترطب تنقاہ بالمبزق عند الکلام وکذا لو ابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہو جاوین ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ مین پھر اُسکو نگل جاوے یا پہونچ جاوے لعاب اُسکا تھوڑی ناک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اُسکو سانس سے چڑھا لیوے مم بعض نسخ مین فاستنشقہ ہو استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی القادر علی مج النخامۃ بغیبتی الاحتیاط اگرچہ پورا چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی انسے روزہ نہین جاتا برخلاف امام شافعیؒ کے اسمین جو قدرت رکھتا ہو کھنکار کے پھینک دینے پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط چاہیے مم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکارنے کے باعث حلق سے منہ مین آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہے لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب مین مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قتل الخیط بزاقہ مرارا ان بقی فیہ عقد البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بانٹا تھوک مین

تر کر کے چند بار اگرچہ اسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو مثلاً یعنی جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اُسکو بھگووے پھر اُسکو مُنھ مین چند بار ڈالے اگرچہ کچھ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ نہ جاویگا اور زندویسی کے نظم مین ہو کہ روزہ جاتا رہتا ہو کذا فی القنیہ قالا الشامی الا ان یکون مصبوغا وظہر لونہ فی ریقہ وانبلعہ ذاکرا مگر جبکہ ہوتا گا رنگین اور اسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پھر اُسکو نگل جاوے اور روزہ یاد ہو تو اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا وتظمہ ابن الشحنۃ فقال ؎ کرر بل الخیط بالریق قائلا ✻ باد خالہ فی فیہ لا یفسد ✻ اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہو اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک مین بانٹتے ہوے نہین نقصان اُٹھاتا ہو تاگا مُنھ مین داخل کرنے سے یعنی صوفا نہین ہوتا ہم مکرر مبتدا مضاف ہو اور بالریق متعلق بل کے اور باد خالہ متعلق خبر کے ہو ؎ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعد ذا ✻ یفسد کصبغ لونہ فیہ یظہر ✻ اور بعض مشائخ سے مروی ہو کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہو جیسا رنگ کہ اُسکی رنگت تھوک مین ظاہر ہو مثلاً یعنی جیسا نگلنا رنگ کا روزہ توڑتا ہو اور اسمین خلاف نہین ہو اور لونہ کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہو اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور یہ متعلق ہو یفسد کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطأ کان مضمضہ فسبقہ الماء او شرب ناسیا او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور مُنھ مین پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے مین یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی ہم ان افطر الخ شرط ہو اسکی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضے فقط اور بیان سے شروع ہو قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ ٹوٹنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوے پانی حلق مین چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہو تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مغطی ٹھہرانے مین یہ کلام ہو کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہو کہ مکرہ اور نائم مغطی کے مانند ہین بھولنے والے کے حکم مین ہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہو کذا فی البحر عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نہ کرنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سو اسی طرح مفطرات مین نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہو اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہو اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق نہوا قالہ الشامی او جو مکرہا یا اُسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزور وہم حلق مین ڈالنا شرط نہین ہو بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ او جو اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہو تاکہ شامل ہو صورتہ مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی اذنا یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کی حالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطأ فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہو پس اُس سے مراد رفع گناہ کا ہو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِہُوْا عَلَیْہِ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہو کیونکہ دنے مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہین اسکے جواب کی تقریر یہ ہو کہ حکم بیان سے تصحیح کلام کے لیے مقدر ہو تو اقتضاً ثابت ہو اور مقتضی کے لیے عموم نہین ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہو تو دوسرے مفہون کا ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہو درست نہین اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہو تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہو کہ آپ نے فرمایا جو شخص بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھالے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو کھلایا پلایا ورنہ قیاس اُسمین بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہو وفی التحریر المواخذۃ بالخطأ جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلۃ اور تحریر مین ہو کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہو یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر) برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القیٔ فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا یا

Marfat.com

یا انزال ہوگیا نظر سے یا قے آگئی اور ان صورتوں مذکورہ میں اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھالیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت میں ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے کھانے پینے جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہے قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہے احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت سے پس قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پھر کھالیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف کا ہے نہ شبہہ کا کذا فی الشامی لو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسالۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہہ خلافا لمالک خلافا لہما کما فی المجمع و شرحہ فقید بالظن انما ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہے مگر تین کے مسئلہ میں یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھائے قصداً کیونکہ اسمیں کفارہ نہیں بر صورتین صحیح مذہب پر یعنی افطار کا علم ہوا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تین کے مسئلہ میں بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہو کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شرح میں ہے پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے دواسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیئا او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھائی یا ٹپکایا کان میں تیل او دوا دی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو جوف تک پہونچے یا پار ہوجاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہیں جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے ہڈی توڑ تک یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت میں جوف تک جائفہ میں اور دماغ تک آمہ میں ہم بحر میں کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے متفذ اصلی ہے پس جو چیز سر میں پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہے اور حقیقت میں دوا پہونچنے سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت میں واقع ہوا ہے کہ فساد دوا تر کے ساتھ مقید ہے یہ عادت پر مبنی ہے کہ دوا تر ہی پہونچ جاتی ہے نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوا تر نہیں پہونچی تو فاسد نہوگا اور خلاف اس صورت میں ہے کہ معلوم نہو یقیناً تو ترکیصورت میں فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للمعتاد اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا افادہ فی الفتح قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او لیعانہ او لستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں کھاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے یا نفرت کرتا ہے ہم کنکر وغیرہ کے کھالینے میں قضا واجب ہے کیونکہ صورۃً افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ معنی افطار نہیں پایا گیا یعنی جوف میں پہونچنا ایسی چیز کا جسمیں نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر وقولہ ابن الشحنۃ فقال سہ ومستقذر یعم غیر ماکول مثلنا فنفی اکلہ المتعفر یعنی وبحر اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شی کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے میں کفارہ نقوا اور مترک ہے اولم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطر مع الامساک بشبہۃ خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان میں نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمیں خلاف زفر کا ہم یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اسواسطے نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ اُنکے نزدیک روزہ صائم ہے کیونکہ اُنکے نزدیک صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل میں اولی یہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور مسک شبہہ کے ساتھ تو اصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ میں ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ قبل الزوال بشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال میں کہ نیت صوم کی نہیں کی پھر جانکر کھالیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہے نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہیں صحیح ہے تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہیں جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی ہے

او دخل حلقہ مطر او ثلج بنفسہ لامکان التحرز عنہ بضم فمہ بخلاف سحو الغبار والقطر تین من دموعہ او عرقہ داخل ہو حلق مین مینہ یا برف از خود کہ ہمین بھی قضا لازم ہی کیونکہ اُس سے احتراز ہو سکتا ہی منہ بند کرنے سے بخلاف مثل غبار کے اور بخلاف ایک دو قطرہ آنسو کے یا عرق کے کہ اُنسے بچنا ممکن نہین اسلیے قضا بھی نہین واما الاکثر فان وجد الملوحۃ فی جمیع فمہ واجتمع شیء کثیر وابتلعہ افطر والا لا خلاصہ اور دو قطرون سے زیادہ مین اگر شوریت تمام منہ مین پاوے اور بہت سی جمع ہو جاوین اور اُنکو نگل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ یعنی ایک دو قطرہ اگرچہ اُنکا مزہ منہ کی کسی جانب مین پایا جاوے لیکن قلت کی جہت سے حلق تک نہین پہونچ سکتے متفرق ہو جاتے ہین قالہ الشامی او وطی امرأۃ میتۃ یا طی کی مردہ عورت کے ساتھ ہم اور اسمین اور اسکے مابعد مین کفارہ لازم نہ آیا اس جہت سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے محل پوری شہوت والا ضرور ہی کذا فی البحر او صغیرۃ لا تشتہی ہر یا وطی کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمۃ او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلۃ فاحشۃ بان یدخل ادمیۃ تشتہی یا وطی کی بہیمہ کے ساتھ یا ران مین یا پیٹ مین یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگدادے یا عورت کے ہونٹون کو چوسے ہم مرد کے بوسہ کا ذکر کیا کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نہ پاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسفؒ کے نزدیک برخلاف قول امام محمدؒ کے اور یہی حکم غسل مین ہی کذا فی البحر عن المعراج اور دغدغہ سے مراد شاید ہونٹونکا گدگدانا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس مین ہی کہ دغدغہ ایک حرکت اور گدگدانا ہی بغل اور تلوے وغیرہ مین قالہ الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی اوٹ سے ہو جو وصول حرارت کو مانع نہو ہم آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہین ہوتا بالاتفاق اور اوٹ مین قید مانع حرارت نہونیکی اسلیے ہی کہ اگر عورت کو چھوے کپڑون سمیت اور حرارت جلد کی محسوس نہو تو روزہ بچا ویگا او اشتہی بکفہ او بمباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرأتین یا منی نکالی اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا بمباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتون مین ہو ہم مباشرت فاحشہ یہ کہ دونون ننگی ہون اور دونون کی فرج ملی ہون اور یہ قید احترازی نہین ہی اور یہی حکم مقطوع الذکر کا ہی عورت کے ساتھ قالہ الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل لم یفطر کما مر پھر انزال ہو گیا یہ قید ہی سب مسائل مین یعنی وطی امراۃ الخ سے آخر تک یہانتک کہ اگر انزال نہوا تو روزہ فاسد نہین ہوا جیسا سابق مذکور ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان او اداہ اختصاصہا بتلک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ سوا رمضان کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہی نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہی یعنی رمضان مین روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہی اور روزے وجوب کفارہ مین اسکے ساتھ ملحق نہین ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسمین وارد ہوا ہی خلاف قیاس قالہ الشامی او وطئت نائمۃ او مجنونۃ بان اصبحت صائمۃ فجعت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا در حالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزے سے تھی پھر مجنون ہو گئی ہم حلبی نے کہا یہی حکم ہی جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوہ کبری کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی واقع ہوئی او تسحر او فطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لعدم ظہور الشفق او لعدم نشر یا سحر کھائی اس گمان سے کہ ابھی رات ہی حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہین ڈوبا تو قضا لازم ہی شارح نے کہا ماتن کی عبارت مین لعدم نشر مرتب ہی اسلیے مترجم نے ترجمہ اُسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہی جسمین روزہ دار نے کھایا یا پی لی الشک فی الاول دون الثانی اور کافی ہی اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت مین یعنی سحر کھانے کی صورت مین نہ دوسری صورت یعنی افطار مین اسلیے کہ اول صورت مین شک کا ہونا اصل ہی اور اُسکے خروج مین شک ہی اور دوسری صورت مین دن کا ہونا اصل ہی اور غروب مین شک ہی تو غروب مین شک کا ہونا اسقاط کفارہ مین کافی نہوگا چنانچہ شارح کہتا ہی عملا بالاصل فیہما یعنی دونون صورتون مین اصل پر عمل کرنے سے ہم اسلیے کہ اول صورت مین اصل بقا شب ہی سو کفارہ واجب نہوا اور ثانی

یعنی اصل بقاء روزہ ہے پس اسمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولہذا تبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہوا تو قضا لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جس صورت مین کہ بقاے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ اصل یہ ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسألۃ تقع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ لکل سکتا ہے دس طور پر اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین ہم نہ مین مذکور ہے کہ صورندکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیز دن کی یعنی رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہے تو یہ چھ ہوئین پھر انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اُسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک یا ابتداء صوم مین یعنی سحر کے وقت ہے یا انتہاء صوم مین یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہے کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہے ظن مین اور غلبۂ ظن مین اور اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہووے تو اسکو غلبۂ ظن اور اکبر راے بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۱۲ قسمین کی ہین پھر نہر اور بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دوبار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے کہ مباح کرنیوالی چیز مین بھی لیا جاے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقیناً ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اسطرح کرنی چاہیے کہ باوجود صحیح کا ظن ہونا وجود صحیح کا ظن ہو یا شک ہو اور ہر ایک انمین سے یا ابتداے صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہ چھ ہوئین اور یہ ہے کہ منکشف ہوجاوے وجود صحیح کا یا وجود مفسد کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداے صوم مین اور تو انتہا مین اسیطرح ترتیبی نے سو اٹھارہ کے اور نہین ذکر کیا ان اور انکے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی تو اسپر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہوگئی تب اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطاً اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اسکے ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہوگیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہے اور اگر غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہے اور لزوم کفارہ مین دو روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہوگیا تو کچھ لازم نہین اور اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونو ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہے کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہے یعنی نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ اور چار صورتون مین صرف قضا لازم ہے اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی قضی فی الصور کلہا فقط تمام صور مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتین جو ہمنے بیان کین کذا فی الشامی کما لو شہد اعلی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دس دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اُسنے شہادت غروب پر اعتماد کیا کذا فی الخطاوی وہو کان ذلک فی طلوع الفجر تقضی وکفروا ان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ

کر سکتی شہادت اثبات کو م اسواسطے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے لیے تو مثبت کی شہادت مقبول ہوگی نہ نفی کرنے والے
کی کذا فی البحر واعلم ان کل ما اسقط فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع منہ ذلک مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرہ کما یذلک
افتی ائمۃ الامصار وعلیہ الفتوی قینیہ وبذاخسن نہر اور جان تو کہ جس صورت مین کفارہ لازم نہین سو مخصوص اُس محل مین ہو کہ اُس شخص سے وہ فعل
بہ تکرار صادر نہو گناہ کے قصد سے پس اگر اُسکو کر یگا تو کفارہ واجب ہوگا اُسکے زجر کے لیے یہی حکم دیا ہو شہرون کے امامون نے اور اسی پر
یعنی افطار
فتوی ہو کذا فی الخلاصۃ اور یہ جب ہو کذا فی النہر والاخیران یمسکان بقیۃ یومہما وجوبا علی الاصح اور دونون پچھلے (یعنی جسنے سحر کھالی یا افطار کیا
رات جانکر) امساک کرین باقی روز براہ وجوب اصح روایت پر م اور قول ضعیف یہ ہو کہ امساک مستحب ہو کذا فی الفتح اور اجماع ہو اسپر کہ حائض اور
نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ خطا افطار کرے یا عمداً یا یوم الشک مین بیچر ظاہر ہو کہ رمضان کا دن ہو کہ اُسپر امساک
بقیۂ یوم واجب ہو ذکرہ قاضی خان اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کریگا ان الفطر بمبیح ترک القبیح
شرعاً واجب اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہو اور تبیح کا ترک شرعاً واجب ہو م فطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہو کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد
ہو چکا قالہ الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہو مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور
حائضہ اور نفساء پر کہ پاک ہوئی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہوگیا م مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے
مگر کھانا کھانے کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کر چکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان
مسائل مین قاعدہ یہ ہو کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہو جاوے کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اُسکے ذمہ امساک لازم ہو
کذا فی الخلاصۃ والنہایۃ والعنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہو کیونکہ اسمین سے خارج ہو وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہو
اور وہ جو رات کے گمان سے سحر کھالے یا افطار کرلے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہ کہا ہو اور اسی طرح حال
ہو اُس شخص کا کہ اُسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اُسکا پورا کرنا متعذر رہو گیا ہو جیسے جانکر افطار
کرڈالے یا یوم الشک مین مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہو یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوئی پھر معلوم ہوگیا کہ صبح ہوگئی ان صورتون مین
بھی امساک واجب ہو صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قالہ الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اُسکا روزہ صحیح ہوگا اور
ظاہر یہ ہو کہ امساک اُسپر بھی واجب ہو جیسا مسافر پر قالہ الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہو افطار کرنے والے پر اگرچہ
کسی کے دباو سے افطار کیا ہو یا خطا سے م مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تا کہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین کچھ فرق نہین اسمین اشارہ
ہو کہ مصنف کے قول یعنی والاخیران یمسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہو لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا
کافر پر کہ مسلمان ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الآخرین اور یہ سب جو ذکر ہوئے قضا کرین جو اُنسے فوت ہوا یعنی اُس روز کا روزہ مگر دونون
پچھلے یعنے لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے روزہ کی قضا نہ کرین وان افطر لعدم اہلیتہ فی الجزء الاول من الیوم گو وہ
دونون پچھلے افطار کرلین کیونکہ یہ دونون اُس روز کے اول جزو مین روزہ کے اہل نہ تھے م یعنی اصل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض ومسافر
ومریض کے کہ اُنکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہو لیکن وجوب ادا اُنسے ساقط ہو اسلیے قضا واجب ہوتی ہو وہو السبب فی الصوم اور وہی جزو اول سبب ہو صوم مین
م یعنی سبب ہو ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاصہ ہو اُسکے جو شرحسی نے اختیار کیا ہو اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہو کہ آجانا ماہ رمضان

کے دن یا رات کے ایک جزء کا سبب روزہ کا ہو لیکن نو نو یا قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لیکن اگر وہ دونوں پہلے روزہ کی نیت کریں زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہو گا توڑنے سے اسکے قضا لازم آویگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ ھم یہ استدراک ہو اس شے جو اسماک سے مفہوم ہوا کہ دونوں کا روزہ صحیح نہیں ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہیں ہوا ظاہر الروایت میں بر خلاف امام یوسفؒ کے اور نفل صحیح ہو اگر نیت کریں زوال سے پہلے یا فک کہ اگر اسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہو گی قالہ الشامی و نوی المسافر او المجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض اور اگر نیت کر لی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہو بجائے فرض کے ھم زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہو اور یہ لفظ اسی طرح معتبر ہو کتب میں متعدد جگہ واقع ہو تسامحا یا بناء بر قول ضعیف قالہ الشامی و نوی الحائض او النفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وھو لا یتجزی اور اگر حائض نے یا نفساء نے نیت کر لی تو صحیح نہیں ہو بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت میں منافی صوم کا موجود ہو اور صوم عبادت واحد ہو تجزی نہیں ہوتا یعنی جب مفسد ایک جزء میں پایا گیا تو اسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی و یومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کریں جب اسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر میں مثل صلوۃ کے اصح روایت پر ھم یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہو کہ یہ امر واجب ہو اور اسی طرح منکرات سے منع کریں تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اسقدر رکھا امر کریں اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہو نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے تو قضا لازم نہیں قالہ الشامی وان جامع المکلف او میا مشتہی فی رمضان اداء لما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ رمضان کے ادا روزہ میں ادا کی قید اسوجہ سے ہو کہ گذری یعنی کفارہ بتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہو اور قضا میں بتک رمضان نہیں قم فیسیم ثالث قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتوں میں قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی سے مراد مشتہی علی الکمال ہو پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہیں گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین انزلا او لا یا جماع کیا اسکے ساتھ اور غائب ہو گیا راس ذکر قبل یا دبر میں انزال ہو یا نہ ہو مع جومع شامل ہو اسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ کیونکہ قصاص میں ہو کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہو ایسا ہی عورت کے ذمہ ہو صبی یا مجنون کے جماع سے اور وہ نو صورتوں میں مشائخ کا اختلاف ہو کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہیں اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ عدم انزال کی صورت میں بھی قضاء شہوت متحقق ہو اس سے حد لازم ہوتی ہو جو عقوبت محضہ ہو پس کفارہ جسمیں معنے عبادت کے بھی ہیں بطریق اولی لازم ہو گا کذا فی البحر او اکل او شرب غذا و بکسر الغین وبا الذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہوں کی روٹی گوشت اور پانی کو غذا میں اسواسطے شمار کیا ہو کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہو گو غذا نہیں اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط وصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق جیبہ فیکفر لوجود معنے صلاح البدن فیہ درایہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہو کہ پہونچنا ایسی شے کا پیٹ میں جسمیں اسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کھلاتی ہو اور اسمیں ہو لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمیں کفارہ لازم ہو کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہو کذا فی الدرایہ وغیرہا وناقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا اسکو نہر میں رد کیا ہو ھم شرنبلالیہ میں ہو کہ تغذی کے معنی میں اختلاف ہو بعض نے کہا ہو جسکے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش دفع ہو اور بعض نے کہا ہو کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہو کہ کسی شخص نے لقمہ

چبا کر منہ سے نکالا پھر اُسکو کھا گیا تو دوسرے معنی کے لحاظ سے اُسپر کفارہ لازم ہو نہ اول کے اور اسکے برعکس حکم سجنگ مین ہو کیونکہ اُسمین بدن کا نفع کچھ نہین ہو بلکہ عقل کم ہو جاتی ہو تو قول ثانی کے بموجب کفارہ نہو گا لیکن طبیعت اُسکی طرف میل کرتی ہو اور پیٹ کی خواہش دفع ہوتی ہو تو کفارہ واجب ہو گا بموجب قول اول کے اور نہر مین کہا ہو کہ تحقیق سے بعید ہو اسواسطے کہ اس تقدیر پر فقہا کا قول اودوا اگر لغو ہو جاویگا اور نیز وہ قول جو محققون نے ذکر کیا ہو کہ فطر کے معنی مین جوف مین پہونچنا ایسی چیز کا جسمین صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا یہ بھی لغو ہو گا کیونکہ یہ قول مقابل ہو اول قول کو اور محل خلاف کی تحقیق مین یہی مناسب ہو انتہی مین کہتا ہون کہ اسکا حاصل یہ ہو کہ تغذی کے معنون مین اختلاف نہین ہو بلکہ فطر کے معنون مین لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تغذی مین اختلاف نہو لیکن تحقیق یہ ہو کہ نہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہو نہ فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہو کہ یہ کفارہ واجب نہین ہو مگر جس صورت مین کہ افطار صورۃً و معنی ہو پس اکل مین افطار صورۃً متحقق ہو یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ کہ اُس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہو کہ کفارہ واجب نہو گا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ صرف صورت اکل کی ہو اور نہ حقنہ وغیرہ مین کیونکہ صرف اکل معنوی ہو چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین اسی طرح معلل کیا ہو اور بدائع مین ذکر کیا ہو کہ کفارہ واجب ہوتا ہو اُس چیز کے جوف بدن مین پہونچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو منہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہو گا اگر بادام یا اخروٹ ثابت خشک حلق مین اُتار لیا کیونکہ اکل صورۃً ہو معنی نہین اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت نہین تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے اور سوکھا آٹا پھانکنے مین یا تر آٹا کھانے مین بھی نہو گا کیونکہ اُس سے مقصود تغذی اور تداوی نہین ہو اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃً اکول ہین تو کفارہ واجب ہو ورنہ صرف قضا لازم ہو اور ایسا ہی اگر تھوگ منہ سے نکالا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ جانتی ہو اور اگر کسی پیارے یا دوست کا لعاب ہو تو کفارہ واجب ہو کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہین کرتی ہو اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد انکی ما تیغذی بہ سے وہی ہو کہ جسمین اصلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادۃً اکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصراً **عمداً** راجع للکل نفط عمداً سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہو یعنی اکل و شرب و جماع قصداً ہو دم اس سے قطعی اور مکرہ نگل گئے کذا فی البحر مین کہتا ہون کہ ناسی بھی نگل گیا کیونکہ مراد ان چیزون کے عمداً کرنے سے قصد افطار کا ہو اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصداً کرتا ہو لیکن افطار کا قصد نہین کرتا قالہ الشامی **او احتجم** ای فعل الراجعین **الفطر بہ** کفصد و کحل و لمس و جماع بہیمہ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر و نحو ذلک دیا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان تمین ہوتا جیسا فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد مین دبی وغیرہا ہم شارح نے اس فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ حکم خاص پچھنون کا نہین ہو اور اس سے احتراز ہو گیا اُن اشیا سے جنمین گمان افطار کا ہو سکتا ہو مثلاً اول بھول کر کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان سے عمداً کھا لیا تو کفارہ لازم نہین شبہہ کی جہت سے جیسا سابقاً مذکور ہوا قالہ الشامی **فظن فطرہ بہ فاکل عمداً** پھر گمان کیا کہ جماعت وغیرہ سے روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا **قضی فی الصور کلہا وکفر** قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتون مین **م** یعنی وان جامع سے یہانتک اور وقت وجوب قضا اور کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی الترا خی ہو جیسا امام محمد کہتے ہین اور ابو یوسف کہتے ہین کہ علی الفور ہو اور ابو حنیفہ سے دو روایتین ہین **کذا فی الترتاشی لا نہ ظن فی غیر محلہ** اسواسطے کہ یہ گمان ہموقع ہو یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہین تو انکو مفطر سمجھنا ہموقع ہو حتی لو افتاہ مفت یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تاویلہ لم یکفر شبہہ یہانتک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اُسکی تاویل نہین جانتا تو کفارہ ندے اسواسطے شبہہ کے **م** غرض یہ ہو کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہین اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیے کہا کہ نہایہ مین کہا ہو کہ شرط یہ ہو کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہون اور شہر مین اُسکے فتوی پہ اعتماد ہو کیونکہ اس صورت مین اُسکے فتوے سے شبہہ ہو گا اور

اسکے غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مقلد جاہل کا ہر پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہیں اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے لگانیوالا اور جسنے لگوائے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بے پچھنے کے عمداً کھالیگا تو کفارہ لازم نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اتوے ہر مفتی کے قول سے پس اسمیں شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہیں انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا نقصا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہیں پہونچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے میں حدیث کا سننا اسکو کافی نہیں اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا جنکی شان میں حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ ہے کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنوں کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطا وان اخطا المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی میں مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب میں اثر ثابت نہیں ہم مراد یہ ہے کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تو صحیح و ثابت ہے قالہ الشامی الا فی الادہان یہ استثنا لم کبیر سے ہے یعنی اگر تیل لگایا یا سچر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمداً یہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہاں کارآمد نہیں کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہیں ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ میں ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہے جو خانیہ میں ہے کہ جو شخص سر میں لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھوں کو کھجلیسے قصداً تو اسپر کفارہ ہے مگر اس صورت میں کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا لغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ توڑے تو اسمیں بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علما نے اسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علمائے ظاہریہ کا خلاف غیبت میں معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی میں حجامت کے مانند کہا ہے اور اسی کو بحر میں ترجیح دیا ہے شبہہ کی جہت سے ہم کو معلوم ہو چکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اس سے شبہہ نہیں ہوتا اور عمل اسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہیں والدراعلم قالہ الشامی ککفارۃ الظہار الثابتۃ بالکتاب والمبنیۃ فیما سنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارۂ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے ہم یعنی اسکی مثل ہے ترتیب میں پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی طاقت نہ تو ۶۰ مسکینوں کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے پس اگر ہیم روزہ رکھنے میں افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل میں بھی متابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اسمیں حق مشرعی ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ میں مرد عورت میں غلام آزاد میں بادشاہ وغیرہ میں فرق نہیں قالہ الشامی ومن ثم شبہوہا بہا اور اسی جہت سے کفارۂ صوم کو کفارۂ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ہم یعنی چونکہ کفارۂ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلی درجہ ہوا کفارۂ صوم سے کہ ثابت بالسنہ ہے اسلیے ادنے کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارۂ ظہار کا منکر کافر ہو اور کفارۂ صیام کا منکر کافر نہ ہو تنبیہ تشبیہ میں اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر رجہ سے لازم نہیں اس واسطے کہ جماع اثنا کفارہ میں متابع کو قطع کر دیتا ہے کفارہ ظہار میں مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً اتفاقاً کو ہو یا دن کو بخلاف کفارۂ صوم وقتل کے کیونکہ جماع متابع کو ان دونوں میں نہیں قطع کرتا اگر افطار خواہ بعذر رہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ما سوائے حیض کے ہے

حاصل یہ ہو کہ اس جگہ تتابع کو دخل نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو نسیاناً بخلاف کفارۂ ظہار کے قالہ الشامی ثم انما یکفران نوی لیلا ولم یمن مکرہا ولم یطر مستحاضۃ کمرض وحیض پھر کفارہ اسی صورت میں لازم ہو کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں شافعی کا خلاف ہو پس شبہہ سے کفارہ لازم نہ ہوگا اور اسپر کسی کی طرف سے اکراہ نہ ہوا ور نہ حادث ہو بعد عمداً افطار کرنے کے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کردے جیسا مرض جسمیں افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہو جانے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بہجم نفسہ او سوفر بہ کمرہا والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہو اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہو کہ کفارہ لازم ہو ہم سفر کو اکراہ کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہو اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وفی المعتاد حمی وحیضا والمتیقن قتال عدو لو افطر ولم یحصل الغدر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہو اسمیں جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلے کا اگر افطار کیا اور غدر مقرر سی نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہو کہ کفارہ ساقط ہو ہم اسی کی تصحیح کی ہو بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہو لیکن یہ مخالف ہو بحر کے کہ اسمیں کہا ہو کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اسکے حیض کا دن ہو اور اسکو حیض نہ آیا تو ظہر یہ ہو کہ کفارہ واجب ہو جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہو اور صحیح یہ ہو کہ کفارہ واجب ہو جیسا تاتارخانیہ میں منصوص ہو اور اسیلیے سراج اور نہر میں وجوب کا جزم کیا ہو دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہو کہ تپ اور مرض کی عادت والوں میں تصحیح کا اختلاف ہو اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہو کہ قتال دشمن کے لیئے تقدیم افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہو تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہو قالہ الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما اور اگر اسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ بس ہو گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہو کذا فی البزازیہ ومجتبیٰ وغیرہما ہم بحر میں اسکو جواہر سے نقل کیا ہو اور جوہرہ سے نقل کیا ہو کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی صحیح ہو میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہو کہ ظاہر الروایۃ ہو قالہ الشامی واختار بعضہم للفتوی ان افطر بغیر اجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہو کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ہم کیونکہ جماع مغلظ ہو اقصور ہو اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی میں کفارہ ہو کھانے پینے میں نہیں قالہ الشامی ولو اکل عمدا شہوتہ بلا عذر یفسل وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہو ہم وہبانیہ میں کہا ہو ولو اکل الانسان عمدا وشہوۃ ولا عذر فیہ قیل یقتل یومر بہ شرنبلالی نے کہا ہو اسکی صورت یہ ہو کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھ تمسخر کرتا ہو یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہو اور اسکے قتل کی حلت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہو پس قیل جو مولف وہبانیہ کہا ہو ضعف کے سبب سے نہیں ہو قالہ الحلبی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملا اولا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منہ میں آکر حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا ہر صورتیں یعنی منہ بھر کے آوے یا نہیں ہم میسارہ ۲ مرح یہ ہو کہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونوں صورتوں میں بھر منہ ہو یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بقصد گلے میں انگلی وغیرہ ڈالے اور بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یاد ہو یا نہیں اور روزہ

۱۲ اگر کفارہ ادا کیا ہو پہلے کا اور پھر روزہ توڑا ہو تو ایک ہی کفارہ ہو یا دو ہم

نہین تو تمام صورتون مین بنا بر اصح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء مین یعنی بقصد عود کرنے مین اور بقصد قے کرنے مین بشرطیکہ بھرا منھ ہو اور روزہ یاد ہو کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو طار الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو منھ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہو تو روزہ نہین تو ٹوٹا بخلاف امام ابی یوسفؒ کے وان اعادہ او قدر حمصتہ فاکثر حد ذی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان طار الفم والا لا ہو تمہ اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اُسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قادر الحد ادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منھ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہی اور اگر قے طار الفم نہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہوگا اور یہی مختار ہی ہم اور خانیہ مین ہی کہ یہی صحیح ہی اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہی کذا فی الزیلعی اور قدر نخود مین اشارہ ہی کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منھ بھر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہی کہ مبنی خلاف کا یہ ہی کہ ابو یوسفؒ طار الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمدؒ اُس شخص کے فعل کو پس طار الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اُس سے کمتر گویا خارج ہی نہین کیونکہ اُسکا ضبط ممکن ہی اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلون مین ظاہر ہوتا ہی ایک یہ کہ طار الفم نہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسفؒ کے نزدیک اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہین اور امام محمدؒ کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہ کہ قے طار الفم ہو اور اسکو اعادہ کیا کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے طارج کو عود مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے طار الفم نہین ہی اور اسکو عود کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قے پر ہی دہن نہین ہی چوتھی صورت یہ ہی کہ قے طار الفم ہو اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہی کذا فی الشامی وان استقاء طلب القی عامدا ای متذکرا للصوم ان کان طار الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہی اگر قے طار الفم ہی تو روزہ فاسد ہوگیا بالاجماع ہر صورت مین ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہی کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ کی نہین جا ہی ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونون ہون قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے طار الفم سے کم ہو یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور یہی صحیح ہی لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمدؒ کے یہ ہی کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا فتح مین نقل کیا ہی کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین اصح یہ ہی کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المحیط ہم یعنی ابو یوسفؒ سے دو روایتین منقول ہین کیونکہ محمدؒ کے نزدیک تو تفریع نہین چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قئ طعام او ماء او مرۃ اور دم اور تفصیل مذکور کھانے کی قے مین ہی یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی ہم ظاہر یہ ہی کہ خون سے مراد خون بستہ ہی اور نہین تو کیا فرق ہی اس خون مین اور جو دانتون مین سے نکلے پھر اسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا فراء معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور ہوا فان کان ملغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی پس اگر ملغم ہی تو غیر مفسد ہی مطلقاً یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے طار الفم ہو یا نہ عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ وہ کہتے ہین کہ اگر قے عمداً طار الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہی واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہی اسکو کمال نے اور غیر نے کمال نے کہا ہی کہ قول ابو یوسفؒ کا بیان احسن ہی اور ابو حنیفہ اور محمدؒ کا قول نقض وضو مین احسن ہی کیونکہ افطار مین یہ قید ہی کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا عمداً ذکرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب مین ملغم و غیر ملغم مین فرق نہین بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر مین اسی کو مقرر رکھا ہی اور یہی مراد ہی شارح کی استحسان سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصتہ فاکثر قضی فقط وفی اقل منہما لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتون مین ہی اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہو تو صرف قضا کرے اور چنے سے کم ہو تو نہ قضا کرے اور نہ کفارہ

ف ۱ یہ عبارت اس مسئلہ کی ہی کہ اگر قے طار الفم ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا

ف ۲ اس عبارت سے مسئلہ کی ہی کہ اگر قے طار الفم ہو اور اعادہ کرے تو بالاجماع روزہ جاتا رہا

ف ۳ اس عبارت سے مسئلہ کی ہی کہ اگر قے طار الفم ہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ جاتا رہا

کم مین روزہ نہین جاتا ہم بچنے کی مقدار کو صدر شہید نے اختیار کیا ہی اور دبوسی نے یہ اختیار کیا ہی کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون استعانت لعاب دہن کے اور کمال نے اسی کو پسند کیا ہی اسلیے کہ مانع افطار سے وہ چیز ہی جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اسی صورت مین ہی کہ خود تھوک کے ساتھ جوں مین جاوے نہ وہ جو بقصد جوف مین لیجاوے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ مگر جبکہ منہ سے نکال کے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہی واکل مثل سمسم بین خارج لیفطر وبکفر فی الاصح اور کھا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سے روزہ توڑتا ہی اور کفارہ بھی لازم ہی اصح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق ہو جاوین منہ مین م یعنی اسواسطے کہ دانتون مین چٹ جائیگا اور جوف مین کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنی حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ الکمال قائلا وھو الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہی اور کہا ہی کہ یہی قاعدہ کلیہ ہی ہر قلیل شی مین جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ نہ جائیگا وکرہ لہ ذوق شی وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قالہ العینی اور مکروہ ہی صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید دونون مین ہی قالہ العینی م ظاہر یہ ہی کہ یہ کراہت تنزیہی ہی قالہ الرملی لکون زوجہا وسیدہا یسیء الخلق فذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک بدخلق ہو اور وہ نمک چکھے م یہ مثال چکھنے کی ہی اور چبانے کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص بچے کے منہ مین کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص چبانے والا یعنی حائض یا نفاس کا وغیرہ موجود نہو ونی کراہتہ الذوق عند الشراء تو لان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے مین دو قول ہین وفق فی النہر بانہ ان وجد بد اولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر مین دونون قولون مین توفیق کی ہی اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح لے سکتا ہی اور غبن کا خوف نہین تو چکھنا مکروہ ہی اور اگر بدون چکھے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہی تو مکروہ نہین م نہر مین کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہی کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہوشرا کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہی البتہ والا لانہر کے موافق ہی قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام تحرتہ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہتہ اور چکھنا فرض مین مکروہ ہی نہ نفل مین اسی طرح علما نے کہا ہی لیکن اسمین کلام ہی کیونکہ نفل مین بھی افطار بے عذر مکروہ ہی صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی م رملی نے کہا ہی کہ فرض مین مکروہ ہی اسکی فوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل مین مکروہ نہین اسواسطے کہ نفل روزہ اصل مین جائز الطرفین تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کو ثابت نہین پہونچاتی اسکو نفل مین جائز رکھا نہ فرض مین قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملثم والا فیفطر اور مکروہ ہی چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہی چبانے کا ڈلی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا م علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتین اسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہین تو اس سے شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف مین عادۃ نہین پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور پسا ہوا جوف مین چلا جاتا ہی پس اگر یہ بھی جوف مین پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف مین نہ پہونچیگا تو روزہ نہین ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین الاتی الخلوۃ بلندر اور مکروہ ہی استعمال علک کا مفطرون کو مگر خلوت مین عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتون کی مشابہت مقتضی ہی کراہت کو مردون کے حق مین اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہ ہی کہ کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہ ہی کہ گوند کا چبانا مباح ہی م فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمدؒ کے کلام مین اشارہ ہی کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہین ہی لیکن مردون کو اسکا ترک مستحب ہی مگر عذر کی جہت سے مثلاً منہ مین بدبو ہو تو مستحب للنساء لانہ سواکحسن فتح اور مستحب ہی عورتون کے لیے کیونکہ وہ عورتون کی

مسواک ہم یعنی بہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ
ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المقدمۃ وان امن لا باس اور مکروہ ہو بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ
اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ یعنی اُسکے ہونٹون کو اپنے منہ مین لیکر
وبانا مطلقاً مکروہ ہی خوف ہو یا نہو لاکرہ دہن شارب ولاکحل اذا لم یقصد الزینۃ او تقویل المحیۃ اذا کانت بقدر السنون وہوا لقبضۃ نہین
مکروہ ہی تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا البتہ بلکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود ڈاڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنی
ایک مشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا
اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہی اُسمین فخر وتکبر کا لحاظ ہوا
کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصاً وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع مازاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ یک مشت
سے ہو اُسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کہتے ہین کہ نہایہ مین کہا ہی واوراد ذلک یجب قطعہ کذا عن سعید بن
صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من لحیتہ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی سراج مین ہی اور فتح القدیر مین
اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بجائے یحل ہی تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا
مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین استحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت
مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی مویدیہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان بفعل تکرار
ودوام پر دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص اور اسی طرح شرح شیخ اسمعیل مین اور غنیہ مین ہی اور یہ سنت ہی
جیسے منیہ مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ڈاڑھی کترانے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال کھانے
مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منہ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈوائے اور ایک
روایت ابو یوسف سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یجہا احد واخذ کلہا فعل یہود والمنہ
ومجوس الاعاجم قبضہ اور ڈاڑھی مین سے لینا اُس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور
کل کا منڈانا ہندکے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشورا صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ
لا موضوعۃ کما زعم ابن عبد البر نیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے کی اُس روز مین ضعیف ہین
نہ موضوع جیسا ابن عبد البر نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوائے
تو اللہ تعالی تمام سال اُسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۸۰ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے
روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسب اسکے ذکر
کی یہان یہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے
عاشورا کے روز اور اُس روز کے روزہ کیطرف بھی نہر مین کہا کہ ابن عبد البر نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بخیر روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا
چونکہ رافضی نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اسکے جواب مین جاہل سنیون نے اغلد سرد وطعام واکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین
روایت کین اور قول ابن عبد البر کا مردود ہی اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد البر جیسا نہ ہو جسکی سند سے یہ روایت ہو

اور ابن عبد الغزی رحمہ شخص ہی جنے مشکلات ہدایہ پر نکات لکھی ہی ولا سواک ولو عشیا اور طبا بالما علی المذہب اور نہین مکروہ ہی مسواک اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو پانی مین بنا بر مذہب صحیح کے ہم ابو یوسف پانی مین تر مسواک کو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ بے ضرورت تری منہ مین جاتی ہی اسکا جواب یہ ہی کہ آخر کلی کرنے سے زیادہ تو نہین ہی اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہین ہی وکرہہ الشافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہی مسواک کو بعد زوال کے وکذا لا یکرہ مجاعتہ وتلفف ثیوب قبل وضمضمتہ واستنشاق او اغتسال للتبرد عند الثانی وبقولہ نفتی شرنبلالیہ عن البرہان ایسا ہی مکروہ نہین سمجھتے ہین کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی وکذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے اور گرمی سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کپڑا تر کرکے اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت مین اور اسوجہ سے کہ ان امور مین اعانت ہی عبادت پر اور دینگی کا دفع ہی اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ عبادتون مین مشقت کا اظہار ہی وکذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہی سحر کھانا اور سحر مین تاخیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا کہ حدیث شریف مین وارد ہی تین چیزین سونے کی عادت مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحر کھانے مین تاخیر کرنا اور مسواک کرنا ہم بحر مین کہا ہی کہ مین نے فقہا کے کلام مین تصریح نہین دیکھا کہ اکیلے پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہی کہ نہین لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہی اسپر دلالت کرتی ہی کہ سنت ادا ہو جاتی ہی چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہی تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم مین سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہین سحر کھانے والونپر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہی کہ رات باقی رہنے مین شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہی صحیح روایت اور تعجیل افطار مستحب ہی مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ مؤذن اذان دیوے اور تعجیل مستحب یہ ہی کہ تارون کے چھپنے سے پہلے ہو کذا فی الشرنبلالیہ فیض مین کہا ہی کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اسکے نزدیک شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے افطار کر سکتے ہین اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہی طلوع کا فجر مین یا سحر مین وفروع مسائل ملتقطہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یفصل بہ الی الضعف فیخیر لضعف النہار ویستریح الباقی نہین جائز ہی کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یون کرے کہ آدھے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب بالضرورۃ ایام التشاریق پس اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفان کے لیے بس نہین ہی تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہی ہم رملی نے کہا ہی کہ جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر معیشت مین اشتغال کی جہت سے روزے سے ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہی اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دینی اس صورت مین کہ اور دنون مین گنجایش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے مین قادر ہو اور تاخیر مین کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار وقضا مین کچھ شک نہین اور یہی حال نانبائی کا ہی مگر جھوٹھلانے کا ذکر جو شارح نے کیا اسمین نظر ہی اسواسطے کہ ذکی زیادتی کمی کو کفایت مین دخل نہین پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح مین جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہی جسنے ہمیشہ کے روزے نہ رکھے ہون اور ہمارا کلام روزہ رمضان مین ہی پس حرفہ والے کے باب مین یون کہنا چاہیے کہ جب اسکے پاس اسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار حلال نہین ہی کیونکہ اسکو سوال حرام ہی تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہی اور بغیر افطار کیے اگر عمل نہ ہو سکتا ہو تو افطار جائز نہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہین کر سکتا جسمین روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری جانیکا اور کوئی آدمی اسکا نہ ملے جو اجرت رائج پر کام کردے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہی تو افطار جائز ہی اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہی قالہ الشامی فان جہد انحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کے جہت سے کسی ازار نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ

مریض ہوگیا پھر افطار کیا تو اُسکے کفارہ میں دو قول ہیں کذا فی القنیہ ہم بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہے اور بعض نے کہا نہیں اور بقالی نے اسی پر فتوی دیا ہے اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو اُنپر بالاتفاق کفارہ نہیں کیونکہ وہ معذور ہیں اور مولی کے حکم سے مجبور ہیں اُنکو ہو نچتا ہے کہ ایسے کام سے باز رہیں تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آزاد پر کفارہ واجب ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں اسکی ترجیح بیان کی ہے کذا فی الشامی وفی البزازیہ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز میں کھڑا نہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونوں عبادتیں ادا ہوں واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہے ان عوارض میں جنمیں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت میں تو بیس ہیں چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہیں اکراہ یعنی دوسرے کے دباو سے روزہ توڑنا جہاد و شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہم لسعۃ حیۃ معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کا ٹنا اور سخت مارنا ہے اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنوں میں عمارت کے کام پر پکڑ لیجائیں اور کام میں جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک و پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جب غازی یقیناً یا ظناً جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان میں اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصراً المسافر سفر اشہر عباد او بعصبۃ لمسافر خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا موخر ہے اور لام سے اشارہ اسطرف ہے کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہے مسافر کیلئے کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہو وحامل ومرضع اما کانت او ظئرا علی اظہر اور افطار جائز ہے حمل ہو یا دودھ پلانی خواہ مان ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ہم دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہے اور مان اس جہت سے کہ اُسکو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت میں واجب ہے اور قضا جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بیوہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہے کہ دایہ کو افطار جائز ہے اگرچہ مقدمہ رمضان ہی میں واقع ہو برخلاف صدر الشریعہ کے کہ حلت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہے اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ ابن الشحنی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت لارضاع اور مقید کیا ہے اُسکو بھنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مرضع خافت لزیادۃ مرضہ یا جائز ہے افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو مریض میں امید ہونے کا یا عضو کے بگڑنیکا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سردرد کا اور سوائے اسکے اور یہی حکم ہے اگر یہ بیمار داری کرتا ہے بیمار دنکی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیمار دنکی خبرداری نہ کرسکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اُسکو بھی افطار جائز ہے قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ یا خادمہ کہ خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبۂ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبۂ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا مسلمان غیر کافر کے ہم حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب میں ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہیں ومسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہیں شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اُسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو ند کورہوئی کذا فی البحر او مستور سے

یہ غرض کہ فاسق نہو مین کہتا ہون کہ جب ایسے طبیب کے قول سے افطار کرے جسمین یہ شرط موجود نہو وین تو ظاہر کفارہ لازم ہوگا جیسا افطار کرے بدون علامت وتجربہ کے کیونکہ غلبۂ ظن نہوا اور لوگ اس سے غافل ہین قالہ الشامی وافادفی النہر بقولہ اللہم جواز التطبیب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر مین بقولہ اللہم کہا ہو کہ علاج مین کافر کا قول ماننا جس جگہ ابطال عبادت کا نہین ہو جائز ہو قلت وفیہ کلام لان عند بعضہم یجب التسلم کفرفانی تطبیب ہم مین کہتا ہون کہ اسمین کلام ہو کیونکہ کفار کے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی کفر ہو پھر اُنسے کہان علاج کرایا جاسکتا ہو وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع عن امتثال امر المولی اذا کان یعجز بالعزل اقامۃ الفرائض لانہا بقیت علی اصل الحرمۃ فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہو ظہیریہ سے کہ باندی کو پہونچتا ہو کہ مولی کے فرمان کو نہ مانے جب کہ امر نماز کو اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب مین اسکو اصل حرمت پر باقی رکھا ہو ہم مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ ہوجاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی بیانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ لازم ہوگا کذا فی الشامی **الفطر یوم العذر الا المسافر** کما سیجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہو جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن مین مذکور ہوگا یعنی جس روز سفر کرے اُس روز کا اتمام واجب ہو کذا فی الحلبی **وقضوا الزوما قدروا بلا فدیۃ** اور قضا کرین مسافر وحامل وغیرہما جسقدر روزے افطار کرین بدون فدیہ کے ہم اسمین اشارہ ہو امام شافعی کے خلاف کا کہ اُنکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہو ہر روزہ کے بدلے نصف صاع گیہون کذا فی البدائع **وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ** اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونے کے اسواسطے کہ قضاے صوم فوراً واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہو اور اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہو اُسکے تنگ وقت سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص کسی نماز سے سوجاوے یا اُسکو بھول جاوے تو چاہیے کہ اُسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہو قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے اور ظاہر یہ ہو کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اُسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکھا کذا فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاے فوائت مین ہم بیان کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی **و لوجاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لامر خلافا للشافعی** اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہو برخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روزہ کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی **ویندب لمسافر الصوم لا یتضرر بہ وان تضرر او اخیر الکل والخیر یعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضعف** اور مستحب ہو مسافر کو روزہ بمقتضاے آیۂ شریف (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہو تمہارے لیے اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر یعنی نیک کے ہو نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل کہنے سے یہ معنی ہونگے کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہو اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہو نہ بہتر کذا فی الطحطاوی **فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ** پس اگر دشوار ہو روزہ اُسپر یا اُسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہو بسبب موافقت اپنے گروہ کے مع رفیق اسم جنس ہو شامل ہو واحد اور جمع کو اور بعض نسخون مین رفقتہ ہو یعنے جب اُسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور رفقۃ مشترک ہو تو افطار افضل ہو جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہو اور جماعت کی موافقت یعنی اُنپر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا اُسکا ساتھ نہ دینا شاق ہو قالہ الشامی **فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا یجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر** پس اگر مرجاوین معذور مذکور اسی عذر مین تو اُنپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہو کیونکہ اُنکو نہین ملی فرصت شمار دوسرے ایام کی جو آیت قرانی مین منصوص ہو ہم یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہو اور معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہو جب اُسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی **ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم**

فائدہ ۱۲ جو شخص رمضان کے اداء وقضا مین مشغول ہو اور اسی حالت مین رمضان دوسرا آجاوے تو اداء کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین ہو برخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روزہ کے لیے کہتے ہین

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرین زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہی بقدر شمار اُن ایام کے جو اُنکو لے واما من افطر عمدا فوجو بہا علیہ بالاولی لیکن جس شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اُسکے ذمہ بطریق اولی ہی ہم رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت ادراک زمانۂ قضا کی شرط نہین کیونکہ ادا وقت پر رکھ سکتا تھا اُسنے وقت کو بے عذر کھویا وفدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی تبصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ دیوے وجوبا میت کیطرف سے اُسکا ولی جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہو مانند فطرہ کی مقدار کے ہم یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہی جب وصیت کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہی سراج مین کہا ہی کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اُسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعًا ادا کرے اور الذی تبصرف سے اشارہ ہی کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہی کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادائے قیمت کے جواز مین ہی یہانتک کہ تملیک یہان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہی بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہی کہ اطلاق کلام کا طالب کرتا ہی کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیوے تو جائز ہی نہ عدد شرط ہی نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ اما علی قضاء الصوم وفوتہ اے فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی بعد الخ متعلق فدی کے ہی اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہی فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فدا بافقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوے پھر اُسکو پانچ روز کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم اس تفریع مین اشارہ ہی کہ طحاوی نے جو کہا ہی کہ یہ قول محمد کا ہی اور شیخین کے نزدیک صیت اور فدا تمام روزون کا واجب ہی اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہی اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہی نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہی جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہی بوصیتہ من الثلث متعلق بفدی ویدا لورثۃ وارث والامن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال سے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی ہم اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے حق کے سبب ہی پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہی جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہی اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہی قال الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ جاز انشاء اللہ ویکون الثواب للولی اختیارا اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہی انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار ہم اختیار کی عبارت مین نے اسطرح دیکھی ہی وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تودی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور کچھ شبہہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہی نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ مین تصریح کی ہی کہ انسان کو پہونچ سکتا ہی کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہان اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب مین کچھ کمی نہو گی قال الشامی وان صام اوصلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز پڑھے میت کی طرف سے اُسکا ولی تو نہین جائز ہی واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کی طرف سے لیکن کھانا دیوے اُسکی طرف سے اُسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل بالطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہی اگر تبرع کیا اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے کفارہ یمین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے ہم اسیطرح ہر ولی اور ورثا اور بھائی اور رشتہ دار مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ تبرع وارث کا کفارۂ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہی کیونکہ اُسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہی اور وارث کا اعتاق اُسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہی اور اعتاق کا بدل صوم ہی اور اسمین فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارۂ قتل کو کفارہ یمین کے مشرک کرنا سہو ہی انتہی ملخصا فی الشرنبلالیہ وکذا فی العزمیہ اور علامۂ اقصرائی نے اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ابو السعود نے اُسکو نقل کیا ہی کہ قتل سے مراد قتل الصید ہو نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی اور ہوتا ہی کہ مراد قتل الصید مین

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اسواسطے کہ واجب اُسمیں یہ ہے کہ اُسکی قیمت سے ہدی خریدی جاوے جو حرم میں ذبح ہو یا طعام کہ صدقہ دیا جاوے ہر فقیر کو نصف صاع یا ہر نصف کے بدلے ایک روزہ کا روزہ اور کافی کا مختص یہ ہے کہ جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہو غیر کا جیسا کفارہ میں اور قتل میں اگر فدیہ دیوے اپنی طرف سے اپنی حیات میں اسطرح کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفارون میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونوں میں اور اگر اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اُسمیں واجب عتق ہے اور تبرع اُسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہے لیکن کسوت اور طعام میں اعتاق میں جیسا ہمنے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہان بہت سے افہام کے قدم لغزش کھا گئے ہیں قال الشامی وبسطہ لما فیہ من الزام الولاء للمیت بلا رضائہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اُسمیں میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہے بدون اُسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے صحیح کہا جاوے تو ولا یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا درصورت نہونے اُسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا حاصل اسواسطے کہ ولا ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ ہر بین ولاء نفع خالص نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اُسکی طرف سے خونبہا دیتا ہے اور ایسے ہی اُسکے عصبات بعد اُسکی موت کے اور یہاں نہیں ارہوتا ہے جو بیان میں مذکور ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ عتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ یہاں مراد اعتاق بطور نیابت کے ہے میت سے روزے کے بدلے بخلاف اُس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اُسکا ثواب میت کے لیے کردے اسواسطے کہ اعتاق متحقق کیطرف سے اصالۃ ہوا اور ولاء اُسی کی رہی صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوۃ وطعام کے کہ نیابۃ ہو سکتا ہے اسواسطے نہونے الزام کے قال الشامی وفدیۃ کل صلوۃ ولو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضا کے فوایت میں مذکور ہوا شامل فدیہ ایک روزے کے روزہ کے ہے صحیح مذہب پر ہے اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولا روایت کیا ہے کہ ہر روز کی بابت دن نمازون کے لیے نصف صاع ہر یس انھون نے اُس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسطرح فطرہ ہم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ یہ شبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور حلبی نے کہا ہے کذا الفطرۃ کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ ولو الیجبہ ہم اور اعتکاف واجب میں کھانا کھلایا جاوے میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوالجیۃ ہم اگر میت نے وصیت کی ہو تو لزوم اثمت سے دیا جاویگا ورنہ جواز ادا کا حاصل

ان ماکان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ لبدہ موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب الرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال میت تجرد حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اُسکے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہو جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہو بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرادے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا دونی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہو افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے وجوبا اگرچہ مہینے کے شروع میں دیدے ہم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول وآخر برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کا لفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر النہر اور فدیہ میں تعدد فقیرون کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر تو انگر ہو ورنہ اللہ تعالی سے استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھے اور معیشت میں مشغول ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اُسی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مساوی کے ساتھ جو اُس سے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف نادر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا اسلیے کہ اُسمیں حظ نفس کی ترجیح ہے قالہ الشامی بذا اذا کان الصوم اصلا نفسہ وخوطب بادائہ وجوب فدیۃ شیخ فانی وغیرہ پر اُس صورت میں ہے کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بدلہ اُسکی ذات کا مخاطب ہو ہم جیسے رمضان اور اُسکی قضا اور نذر کے روزے مثلا کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم

للکفارۃ بین اوقبل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم بدنا بدل عن غیرہ بدنا تک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ بین یا قبل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہیں ہے کیونکہ صوم بدنا غیر کا بدل ہے ہم یہ تفریع ہے اصلا نفسہ کے مفہوم پر اور کفارۂ بین اور قبل کے ذکر کرنے سے احتراز ہے کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اسکو بالنص جائز ہے کہ مسکینوں کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ بین میں صیام کا بدل نہیں بلکہ صیام بدل ہے اطعام کا کذا فی السراج اور بحر میں غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اسیطرح اگر منڈلیا سر حالت احرام میں تکلیف کی جہت سے اور زخم کی قصد در نہیں اور دو تین صاع طعام کی کہ چھ مسکینوں پر تقسیم کرے اور شیخ شیخ فانی ہر روزہ کی طاقت نہیں رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہوا کیونکہ صوم بدل ہے قالہ الشامی ولو کان مسافرا فات قبل الاقامۃ لم یجب۔ الایضاح اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے افاست سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہیں ہم یہ تفریع ہے خوطب بادائہ پر اور ضمیر کان کی عائد ہے عاجز کیطرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہیں کہ اسکو اسقدر فرصت نہیں ملی کہ ایام صیام کی قضا کرتا دمتی قدر تقضی لان اسرار الفجر شرط الحقیقۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہے) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہے خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم میں ہم بحر میں کہا ہے کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہیں باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا غایۃ ہونا مشروط ہے عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وہل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ میں کافی ہے یا نہیں اسمیں دونوں میں مشہور یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہے ہم جسمیں لفظ اطعام وارد ہوا ہے اسمیں اباحت اور تملیک دونوں جائز ہیں بخلاف اسکے جسمیں لفظ ایتاء یا دادن کا ہے اسلیے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہے قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوۃ اور لازم ہے وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہے اسکو قصدا جیسا صلوۃ میں مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر اسی یوم فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہیں ہے پھر افطار کیا اُسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہیں ہے اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی من اللیل علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اسنے نیت روزہ کے بقائی اس ساعت میں کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء وقضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو لعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہے نفل ادا اور قضا یعنی واجب ہے پورا کرنا ادا کی صورت میں پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح روایت میں قضا واجب ہے الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق میں کہ انمیں اتمام لازم نہیں نہ ادا اور نہ قضا اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا انہی کام پس اسکی حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہے پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہے اسطرح کہ ایام غیر منہیہ میں ادا کی قضا کرے کیونکہ نفس نذر میں ارتکاب معصیت کا نہیں ہے بلکہ شروع صوم معصیت ہے پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونوں میں کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا ما لم یسجد بدلیل سجدۃ التلاوۃ والیمین اور نماز میں تو مصلی نہیں شمار کیا جاتا ہے جبتک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہے کہ اوقات منہیہ میں چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ میں شروع کرنے سے نہیں واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں معصیت کا بنا شروع سے نہیں ہوتا جبتک کہ سجدہ نہ کرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہیں ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ میں کہ صرف شروع سے معصیت کا بنا شروع ہو گیا کذا فی المنح ولا یقطع الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کر نوالا نفل میں یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر ایک روایت میں یہی روایت صحیح ہے ہم یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی المنح وغیرہا پس اسکا توڑنا بے عذر کے ساتھ جیسا کہ انچا ہے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون بنیۃ القضاء

واختارہ الکمال وتاج الشریعۃ وصدر الشریعۃ والوقایۃ وشرحہا اور دوسری روایت میں تو ڑنا حلال ہی بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہی اور تاج الشریعۃ نے وقایہ میں اور اسکی شرح میں مم شارح نے صاحب نہر کا اتباع کیا ہی اس عبارت میں حالانکہ تصریح اختیار کی وقایہ اور شرح وقایہ میں نہیں **والضیافۃ عذر للضعیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بحجر حضورہ ویتاذی بترکہ لا افطر فیفطر والا لا** ہذا الصحیح من المذہب ظہیریہ اور ضیافت عذر ہی مہمان کے لیے اور دعوت کرنیوالے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض و واجب میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی نہو اور ترک افطار سے اسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہی کذا فی الظہیریہ مم اور ایک قول یہ ہی کہ قبل الزوال عذر ہی بعد الزوال نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہی کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکھ دیگا تو توڑے ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہی مم کہتا ہوں کہ قول صحیح میں یہ پچھلی تقیید ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہی تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہی نہر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا قبل الزوال کے ساتھ جیسا آگے آتا ہی تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قالہ الشامی **ولو حلف رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما قضاء ولا کفارۃ علی المعتمد** نہر زیلعی اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کے طلاق کی و صورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق مندوب کے اگرچہ روزہ قضاے رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا احد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہی کہ یہ حکم اس صورت میں ہی کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر ان باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ میں ہی کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہی اگر روزہ ہو سوائے قضاے رمضان کے مم اور قضاے رمضان کا افطار مکروہ ہی کہ اسکو رمضان کا حکم ہی کذا فی الظہیریہ اور قضاے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر الروایۃ کرتا ہی کہ صوم کفارہ اور نذر میں بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہی اور یہ روایت ہی ابو یوسفؒ سے لیکن انکے نزدیک قضاے رمضان میں بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہی کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر میں افطار کرے تو ظاہر یہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہی اس صورت میں قضاے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قالہ الشامی عن الحموی **ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر اور نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہو تو جائز ہی مم یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہیں ہو سکتا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہی گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اسکا کچھ حرج نہیں** کذا فی السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکھا ہی اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو بلا کراہۃ ہی اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر میں کہا ہی کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہی کیونکہ ایک روزہ کا روزہ دلانا ہونیکا باعث نہیں ہی یہ باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہی قالہ الشامی **ولو افطر باذنہ جاز لہ القضاء بعد البینونۃ** اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہی مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے مم اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہی اور اسطرح غلام کا حال ہی اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اسکا کھلوانا جائز ہی اور یہی حال نکاح والی کا ہی کذا فی الشامی **ولو صام العبد وفی حکمہ بلا اذن المولی لم یخرج عن عہدۃ ما نذرہ الا بعد العتق** اور اگر غلام نے روزہ رکھا بلا اسنے جو اسکے ذمہ میں ہی یعنی بانڈی اور بندہ اور امہ وغیرہ نے بغیر اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہی اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کریں مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے مم نہیں جائز یعنی مکروہ ہی خانیہ میں کہا ہی مگر اس صورت میں کہ مولی غائب ہو اور اسکا کچھ ضرر نہو یعنی اسکا حال مانند عورت کے ہی لیکن محیط وغیرہ میں فی کر کیا ہی کہ غلام کا روزہ مکروہ ہی اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ ہو بچا دے کیونکہ اسکے منافع ملک میں مولی کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اسکے منافع زوج کے مملوک نہیں ہیں صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہی اور بحر میں اسی کی تقویت کی ہی اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہی کہ اگر اسکا روزہ مستاجر کو نقصان

کرتا ہو تو نفل روزہ رکھنا نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اسکو روزہ جائز ہو ولو نوی مسافر الفطر ادم یعنی وفاقام ونوے الصوم فی وقتہما قبل الزوال صح مطلقا اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کے وقت بن زوال سے پہلے یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہو ہر صورت میں ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادائے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمیں رات سے نیت کرنی شرط نہیں پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمیں رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہو گا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان فی رمضان لزوال العذر المرخص اور واجب ہو روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے رخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت اقامت کی کر لی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یومہ منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان کا جسمیں سفر واقع ہوا ہے ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع کرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہے بحر میں کہا ہے کہ یہی حکم ہے اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہیں توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہیں اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہیں و لکن لا کفارہ علیہ لو فطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں مکانوں میں یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے اُسکے اول وآخر میں ہم یعنی اول مسئلہ میں شبہہ اول وقت میں ہے اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں یہ ف ونشر مرتب ہے قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشئی نسیہ فافطر فانہ یکفر کہ اُس صورت میں کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت میں کفارہ دے ہم اسواسطے کہ کھانیکے وقت وہ مقیم ہے کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہاں قیاس پر عمل ہو نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا کراہ سفر کرایا گیا تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطرا کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور اگر روزہ دار نے نیت افطار کی تو مفطر ہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز میں نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ ابن شحنہ نے کہا کہ اسمیں خلاف ہے شافعی کا م طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہ ہے کہ اُس سے نماز نہیں فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ دوکان الاغماء مستغرقا للشہر لسنۃ امتداد او قضا کرے ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہے ہم یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر مدت جسمیں بہت یہ نادر ہے اور نادر واقعات میں حرج نہیں ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوائے اُس روز کے جسمیں بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات میں ہو اسکو قضا کرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہیں کی ہم قضا کرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہو تو بطریق اولی اسپر حمل کر سکتے ہیں یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان میں کھانے کی عادت رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جسقدر ایام گذرے ہوں اُنکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہیں بلا خلاف قالہ الشامی وان یستوعب بجمیع ما یمکنہ النشاء الصوم فیہ علی ما مر لا یقضی مطلقا للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمیں صوم شروع ہو سکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمیں ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہے یعنی اگرچہ نیت اُسمیں ہو سکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اُس نے استیعاب کو مطلق کہا ہے یعنی دن مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا گرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہیں اور ہنکھ اور کل کتاب الصوم میں اختلافات کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونوں قول مصحح ہیں اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون میں مذکور ہے اور مطلقا سے مراد یہ ہے کہ جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اسلیے کہ جب بالغ

ہوا حالت جنون میں تو صبی کے ساتھ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ نہوا بخلاف اُس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل میں پھر مجنون ہوگیا اور یہی مختار ہے بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرنبلالیہ میں برہان سے اُسنے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے ایام کی قضا نہیں ہے اصح روایت میں یعنی اُن ایام کی کہ افاقہ سے پہلے گذرے قالہ الشامی ولو نذر صوم الایام المنہیۃ او صوم ہذہ السنۃ صح مطلقاً علی المختار اور اگر نذر کیے روزے ایام منہیہ کے یا اُس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقاً مذہب مختار پر ہم بیان سے شروع ہے اُن صیام کا جو بندہ اپنے قول سے اپنے اوپر لازم کرلے اور سابق میں اُن روزوں کا مذکور تھا جو خدا تعالیٰ کیطرف سے لازم ہوئے ملتقی کی شرح میں کہا ہے کہ نذر عربان کا ہے اور اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور نہ اُسپر فی الحال واجب ہو جیسا نماز روزہ جو واجب ہو چکے ہیں نہ آئندہ کو واجب ہو جیسے وہ نماز روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہے کہ اُسکی جنس کا کوئی واجب بعینہ مقصود موجود ہو اور اُسمیں قضائے قاضی کو دخل نہیں ہے اور مطلقاً کے یعنی لا بمعنی عنہ کا ذکر صریحاً ہو یا نہو جیسا بحر میں ہے اور جو زبان سے بولا ہے وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچھ کا کچھ کہدیا تب بھی نذر منعقد ہوجاویگی چنانچہ ولوالجیہ میں کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اُسکی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو اُسپر ایک مہینے کے روزے لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسیطرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اُسکے منہ سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر میں شرائط بمنزلہ حدود کے ہیں مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نذر نہیں صحیح ہے اور یہی قول زفر کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کہا تو صحیح نہیں اور اگر کل کے روزے کی نذر کی اور اتفاقاً وہ دن یوم النحر کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی ذکر قولین الندر والشروع فیہما بان لنفس الشروع معصیۃ ونفس الندر طاعۃ فقط اور نذر کرنے اور اُسمیں شروع کرنے میں فقہانے اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا گناہ ہوا اور نذر نفسہ عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنہ افطر الایام المنہیۃ وجوباً تحامیاً عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطاً للواجب لیکن نادر ایام منہیہ میں افطار کرے وجوباً تاکہ گناہ سے بچے پھر اُنکی قضا کرے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر انھیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہوگیا مگر یہ فعل حرام ہے ہذا اذا نذر قبل الایام المنہیۃ فلو بعدہا لم یفض شیئاً وانما یلزمہ باقی السنۃ علی ما ہو الصواب اور یہ اُسوقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلاً چودھویں ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اُسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تیرھویں کے لازم ہونگے اور یہی صواب ہے ہم ہذا کا مشارالیہ وہ مسئلہ ہے کہ اگر سال معین کے روزے نذر کیے تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال کے روزوں کا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنۃ کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ وہی مدت معینہ مراد ہے جسمیں وہ شخص ہے پس نذر حقیقت میں زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ میں ہوئی اسقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنۃ او شرط التتابع فیفطر اور یہی حکم ہے یعنی جو معین سال میں مذکور ہوا اگر سنۃ کو نکرہ کہا یا پیاپے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو ہم اور اگر انھیں ایام میں روزہ رکھ لے تو عہدہ سے خارج ہوجاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا کلتہ یقضیہا ہنا متتابعۃ لیکن یہاں ایام منہیہ کی قضا کرے پے در پے ہم یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہووے بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ولیعید لو افطر لما بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہے اگر ایک روز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اُسمیں قضا ایام منہیہ کی پے در پے واجب نہیں ہے اور اُنمیں تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم آگیا ہے اسی واسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اُسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسۃ وثلثین ولا یجزیہ صوم ہذہ الخمسۃ فی ہذہ الصورۃ اور اگر تتابع شرط نہ کیا ہو تو ۳۵۵ روز کی قضا کرے اور اس صورت میں صرف پانچ روز کے روزے نہیں کافی ہیں ہم پانچ یوم بدلے ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے

روزہ ایک دن کا ہے اور قضا ایک سو پچاس دن کی ہے ۱۵۰ ۱ ۱۵۱ ۱ ۱۵۲ ۱ ۱۵۳ ۱ ۱۵۴ ۱ ۱۵۵ ۱ ۱۵۶ ۱ ۱۵۷ ۱ ۱۵۸ ۱ ۱۵۹ ۱ ۱۶۰ ۱ ۱۶۱ ۱ ۱۶۲ ۱ ۱۶۳ ۱ ۱۶۴ ۱ ۱۶۵ ۱ ۱۶۶ ۱ ۱۶۷ ۱ ۱۶۸ ۱ ۱۶۹ ۱ ۱۷۰ ۱ ۱۷۱ ۱ ۱۷۲ ۱ ۱۷۳ ۱ ۱۷۴ ۱ ۱۷۵ ۱ ۱۷۶ ۱ ۱۷۷ ۱ ۱۷۸ ۱ ۱۷۹ ۱ ۱۸۰ ۱ ۱۸۱ ۱ ۱۸۲ ۱ ۱۸۳ ۱ ۱۸۴ ۱ ۱۸۵ ۱ ۱۸۶ ۱ ۱۸۷ ۱ ۱۸۸ ۱ ۱۸۹ ۱ ۱۹۰ ۱ ۱۹۱ ۱ ۱۹۲ ۱ ۱۹۳ ۱ ۱۹۴ ۱ ۱۹۵ ۱ ۱۹۶ ۱ ۱۹۷ ۱ ۱۹۸ ۱ ۱۹۹ ۱ ۲۰۰ ۱ ۲۰۱ ۱ ۲۰۲ ۱ ۲۰۳ ۱ ۲۰۴ ۱ ۲۰۵ ۱ ۲۰۶ ۱ ۲۰۷ ۱ ۲۰۸ ۱ ۲۰۹ ۱ ۲۱۰ ۱ ۲۱۱ ۱ ۲۱۲ ۱ ۲۱۳ ۱ ۲۱۴ ۱ ۲۱۵ ۱ ۲۱۶ ۱ ۲۱۷ ۱ ۲۱۸ ۱ ۲۱۹ ۱ ۲۲۰ ۱ ۲۲۱ ۱ ۲۲۲ ۱ ۲۲۳ ۱ ۲۲۴ ۱ ۲۲۵ ۱ ۲۲۶ ۱ ۲۲۷ ۱ ۲۲۸ ۱ ۲۲۹ ۱ ۲۳۰ ۱ ۲۳۱ ۱ ۲۳۲ ۱ ۲۳۳ ۱ ۲۳۴ ۱ ۲۳۵ ۱ ۲۳۶ ۱ ۲۳۷ ۱ ۲۳۸ ۱ ۲۳۹ ۱ ۲۴۰ ۱ ۲۴۱ ۱ ۲۴۲ ۱ ۲۴۳ ۱ ۲۴۴ ۱ ۲۴۵ ۱ ۲۴۶ ۱ ۲۴۷ ۱ ۲۴۸ ۱ ۲۴۹ ۱ ۲۵۰ ۱ ۲۵۱ ۱ ۲۵۲ ۱ ۲۵۳ ۱ ۲۵۴ ۱ ۲۵۵ ۱ ۲۵۶ ۱ ۲۵۷ ۱ ۲۵۸ ۱ ۲۵۹ ۱ ۲۶۰ ۱ ۲۶۱ ۱ ۲۶۲ ۱ ۲۶۳ ۱ ۲۶۴ ۱ ۲۶۵ ۱ ۲۶۶ ۱ ۲۶۷ ۱ ۲۶۸ ۱ ۲۶۹ ۱ ۲۷۰ ۱ ۲۷۱ ۱ ۲۷۲ ۱ ۲۷۳ ۱ ۲۷۴ ۱ ۲۷۵ ۱ ۲۷۶ ۱ ۲۷۷ ۱ ۲۷۸ ۱ ۲۷۹ ۱ ۲۸۰ ۱ ۲۸۱ ۱ ۲۸۲ ۱ ۲۸۳ ۱ ۲۸۴ ۱ ۲۸۵ ۱ ۲۸۶ ۱ ۲۸۷ ۱ ۲۸۸ ۱ ۲۸۹ ۱ ۲۹۰ ۱ ۲۹۱ ۱ ۲۹۲ ۱ ۲۹۳ ۱ ۲۹۴ ۱ ۲۹۵ ۱ ۲۹۶ ۱ ۲۹۷ ۱ ۲۹۸ ۱ ۲۹۹ ۱ ۳۰۰ ۱ ۳۰۱ ۱ ۳۰۲ ۱ ۳۰۳ ۱ ۳۰۴ ۱ ۳۰۵ ۱ ۳۰۶ ۱ ۳۰۷ ۱ ۳۰۸ ۱ ۳۰۹ ۱ ۳۱۰ ۱ ۳۱۱ ۱ ۳۱۲ ۱ ۳۱۳ ۱ ۳۱۴ ۱ ۳۱۵ ۱ ۳۱۶ ۱ ۳۱۷ ۱ ۳۱۸ ۱ ۳۱۹ ۱ ۳۲۰ ۱ ۳۲۱ ۱ ۳۲۲ ۱ ۳۲۳ ۱ ۳۲۴ ۱ ۳۲۵ ۱ ۳۲۶ ۱ ۳۲۷ ۱ ۳۲۸ ۱ ۳۲۹ ۱ ۳۳۰ ۱ ۳۳۱ ۱ ۳۳۲ ۱ ۳۳۳ ۱ ۳۳۴ ۱ ۳۳۵ ۱ ۳۳۶ ۱ ۳۳۷ ۱ ۳۳۸ ۱ ۳۳۹ ۱ ۳۴۰ ۱ ۳۴۱ ۱ ۳۴۲ ۱ ۳۴۳ ۱ ۳۴۴ ۱ ۳۴۵ ۱ ۳۴۶ ۱ ۳۴۷ ۱ ۳۴۸ ۱ ۳۴۹ ۱ ۳۵۰ ۱ ۳۵۱ ۱ ۳۵۲ ۱ ۳۵۳ ۱ ۳۵۴ ۱ ۳۵۵

اور پچھلے روزوں سے متصل رکھنے چاہییں اور اگر وصل نکرے تب بھی عمدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر یحتمل الیمین فلذا کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہے قسم کا بھی پس اسلیے جو صورتیں ہوئیں انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے **فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان نذرا فقط** اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونیکی تو ان تینوں صورتوں میں نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے ہم یعنی وجہ اول میں اور اسیطرح دوسرے اور تیسرے میں بطریق اولی **وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان فی ہذہ الصورۃ یمینا** فقط اجماعا عملا بتعینہ **وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ** اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب یمین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا ہم یعنی قول نادر کا علی صوم دالت کرنا ہی التزام کو اور یہ صریح ہے نذر میں پس معمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم ہوا اور ملزوم کو **یا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہے اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہے قالہ الشامی وان نوا ہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصور تین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بالصوم المجاز خلافا للثانی** اور اگر نیت کی دونوں کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونوں صورتوں میں نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورتین نذر ہوگی اور دوسری میں قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور قسم میں مجازی اول صورتین حقیقت کو ترجیح ہے اور دوسری میں نیت کے باعث مجاز متعین ہے اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا بظاہر جمع ہو جانا حقیقۃً مجاز کا ہے ایک لفظ میں اگرچہ ہو نہیں سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عدم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی ہے اور یمین بغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونوں جمع کر دیا تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو باقی کتب اصول میں مذکور ہے قالہ الشامی والطحطاوی **وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی** ہادی اور مندوب ہے کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال میں اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ نہیں ہے مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا فی الکافی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وحدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ولیس ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہیں کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے اُنکے ساتھ ملا دے تو یہ تمام سال کے روزے ہوئے **ولو نذر صوم شہر غیر معین تتابعا فافطر یوما ردوں الایام المنہیۃ استقبل** لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر ملخصا اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے در پے رکھونگا پھر ایک روز افطار کر لیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ میں کا ہو تو پھر نئے سر سے روزہ رکھے کیونکہ اُسنے کھویا وصف متابع کو باوجودیکہ ایسا معینا مل سکتا تھا جسمیں ایام نہی واقع نہو دین کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزوں کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ معین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے ہم یہ جواب ہے اسکا کہ جیسا سال بھر کی نذر میں ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہاں بھی صرف اُس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ میں واقع ہوا **لا استقبل فی نذر شہر معین لتلابع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت میں کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے تتابعا غیر وقت میں واقع نہوں ہم کلہ کی تقیید اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسویں دن افطار کرے مثلا تو نہیں ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارھویں سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت میں ہونگے اور بعض غیر وقت میں قالہ الشامی والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج**

یا نماز یا روزہ یا سوائے اِنکے اگرچہ معین ہو (یعنی تبعینات آیندہ) نہین خصوصیت رکھتی کسی زمانہ کے ساتھ نہ مکان کے نہ درہم کے نہ فقیر کے فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ بکذا بدرہم علی فلان فخالف جاز پس اگر نذر کی کہ صدقہ کریگا جمعہ کے دن مکہ مین یہ درہم فلانے شخص پر پھر اسکے مخالف کیا تو جائز ہم یعنی بعض مین مخالفت کی بالکل مین اسلئے کہ کسی روز مین سوائے جمعہ کے غیر مکہ مین کوئی اور درہم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہی کہ نذر مین وہ چیز داخل ہی جو عبادت ہو اور اصل تصدق ہی نہ تعیین پس تعیین باطل ہوگئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدرر اور معراج مین ہی کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پھر اُسکو برسون رکھا تو جائز ہی اور چاہیے کہ کچھ بُرائی اسمین نہو جیسا کسی نے نذر کی کہ ابھی ایک رکعت نماز پڑھونگا پھر تھوڑی دیر مین دیا تنبیہ ابن نجیم نے کہا ہی کہ خانیہ مین ذکر کیا ہی کہ اگر کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہوجاتی ہی اور یہ دلالت کرتا ہی کہ قول فقہا کا کہ دنیار و درہم کی خصوصیت لغو ہی عام نہین بلکہ یہ صورت اسمین ہی مخصوص ہی کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اُسکے ذمہ پر رہتا اور معین کے ہلاک ہونے سے واجب نہ ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہی یہ بھی مطلق نہین ہی کیونکہ بدائع مین کہا ہی کہ اگر نذر کی کہ معین اس فقیر کو کچھ کھلاؤنگا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہین کیا تو ضرور ہی کہ وہ چیز اُسی فقیر کو دے کیونکہ جب شئی نذور کو معین نہین کیا تو تعیین فقیر کی مقصود ہوگئی تو دوسرے کو دینا جائز نہین قالہ الشامی وکذا لو عمل قبل طلوعین شہر الاعتکاف او للصوم فعجل قبلہ عنہ صح اور اسیطرح جائز ہی اگر وقت سے پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اُس سے پہلے اُسی کے بدلے ادا کیا تو درست ہی ہم بخلاف قول محمد و زفر کے اتنا فرق ہی کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہین رکھتے اور زفر اُس صورت مین کہ زمان معجل مین فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے رجب کے روز دن کی نذر کی پھر اُس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہونا چاہیے یہی اصح ہی جیسا سراج مین ہی اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلوٰۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب وہو النذر فیلغوا التعیین شرنبلالیہ فلیحفظ اور اسی طرح اگر نذر کی کہ فلانے سن مین حج کرے گا پھر اُس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہی یا نذر کی نماز کی فلانے روز پھر نماز پڑھ لی اُس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہی بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا نذر کرنا ہی پس تعیین لغو ہوجاویگی کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو ہم یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہوگئی اور اس سند مین بھی خلاف محمد و زفر کا ہی کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق کان قال ان فعلت کذا فللہ علی کذا فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل وجود الشرط کما سیجی فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اسمین تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہین ہی جیسا ایمان مین مذکور ہوگا ہم برابر ہی کہ تعلیق کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھون یا شرط کا نہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ اسقدر لازم ہی اتنا فرق ہی کہ پہلی صورت مین اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہی اور دوسری صورت مین اختیار ہی نذر کے پورے کرنے مین اور کفارہ یمین مین اور نذر معلق مین تعجیل اسلیے جائز نہین کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہو وہ بالفعل سبب نہین ہی بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول مین مقرر ہوچکا ہی پس اگر اسکی تعجیل جائز ہو تو لازم آتا ہی کہ اُسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہوا اور یہ ناجائز ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہی لیکن تاخیر صحیح ہی واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے اس سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اسمین مکان اور درم اور فقیر متعین نہین ہین کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ منعقد سبب کا موخر ہوگیا سو تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہی اسواسطے کہ تعلیق اُنمین اثر نہین کرتی قالہ الشامی ولو قال مریض لله علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لاشئی علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ یہ ہی کہ ایک مہینے کے روزے رکھون پھر مرگیا اچھا ہونے سے پہلے تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین ہی وان صح ولو یوما لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہوگیا اگرچہ ایک ہی روز اور اُس روز روزہ نذر رکھا تو اُسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہی صحیح مذہب پر ہم یہ شیخین کا قول ہی اور محمد کہتے ہین کہ جسقدر قوت ہو اُسی قدر کی وصیت لازم

جیسا قضاے رمضان مین وقد بسطہ الشامی کالصحیح اذا نذر ذلک وما تت قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الجنازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ ادراک العدۃ مانند تندرست کے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس اثنا مین روزہ نہین رکھا تو اُسکو وصیت جمیع مہینے کی لازم ہی بالاجماع جیسا جنازیہ مین ہی بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا اور اُسکے مدت کا ادراک ہم یعنی جس صورت مین کہ رمضان فوت ہوجاوے کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اُسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت کرنی اُس مقدار کی کہ فوت کی ہی بالاتفاق لازم ہی صحیح مذہب پر بخلاف علماؤ کے کہ اُنسے کہا ہی کہ خلاف اس مسئلہ مین بھی جاری ہی کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے بحق کہے قال واللہ اصوم لاصوم علیہ بل ان صام حنث کما سیجی فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اُسکے ذمہ لازم نہین بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان مین آویگا ہم اس حجت سے کہ مضارع مثبت جواب قسم مین نہین واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور مین نہین تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اُسنے واللہ اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق مین تحت قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی مین صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق کرتے ہین پس یہ شامل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہر قسم کے باب مین قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل رمضان فافطر وقضی کرمضان نذر کی جب کے روزون کی پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہی تو افطار کرے اور قضا کرے شہر رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر اصوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کمالم یانذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہوگیا معیشت مین مشغول کی حجت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ خانی کے حکم مین کہ مثل فطرہ کے کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فنقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا قضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جسدن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد کے ہم فتح القدیر اور نہر مین کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد کہتے ہین کہ اُسپر کچھ لازم نہین اور سوا محمد کے اور کسی سے روایت نہین ہی سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہی کہ دونون برابر ہین یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح نے فرع ثانی مین اسی پر جلا ہی او لو قدم فی رمضان فلا قضاء الفا قا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان مین تو قضا لازم نہین بالاتفاق کیونکہ انجام کا نذر اُسکی رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیتہ فنواہ عنہ برمضانیۃ ووقع عن رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جیکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس ادا نذر کی نیت کر لی تو نیت کی جہت سے نذر ادا ہو گئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا ہم اس مسئلہ کے بیان مین اختصار مخل واقع ہوا ہی نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ مین اصطلاح مذکور ہی اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اُس روز کا لازم ہی جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن مین آیا تو اُسپر کفارہ یمین ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط پائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے مین صوم شکر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے واسطے بھی کافی ہی قضا لازم نہین اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہوجاتا ہی قالہ الشامی ولو نذر شہر الزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے ہم اور جس روز چاہے شروع کرے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے اعتبار سے متصور ہوگا کذا فی الفتح واللہ شہر فبقیۃ یا نذر کی اُس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا ہم اسواسطے کہ اُسکو معرف باللام ذکر کیا ہی تو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہی وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اُسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اسکو بھی محتمل ہی فتح عن التجنیس او جمعۃ فالاسبوع الاان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت فثانیۃ ایام صام ستتین دون سال سبعۃ فسبعۃ اسباب والفرق ان السبت لا تتکرر فی السبت لا تحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

آٹھ ایام کی شنبہ کے روزہ کی تو دور روز رکھے شنبہ کے دن اور اگر نذر کی سات دن کی شنبہ کے روزہ کی تو روزہ رکھے سات شنبہ اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ شنبہ کا روزہ سات روز میں دو بار نہیں آتا اسلیے دوسری صورت میں سات پر محمول ہوا بخلاف اول صورت کے ہم یعنی آٹھ روز میں دو شنبہ کے مر سکتا ہے تو عدد مذکور میں جمع کر سکتا ہے دو ہی مراد ہو گویا یوں کہا السبت الکائن فی ثانیۃ ایام یعنی وہ روز شنبہ کہ آٹھ روز میں واقع ہے اور وہ دو ہیں کذا فی الفتح اور تخفی نہیں ہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ نذر والے کی نیت معلوم نہ ہو نہیں تو جیسی نیت ہوگی وہی لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضریح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو باجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے پیسا اور موم اور تیل وغیرہ اولیاے کرام کی قبروں پر تاکہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو یہ سب بالاتفاق باطل اور حرام ہے ہم اسکا بطلان کئی وجہ سے ہے منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خدائے تعالی کے اور اُسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہوں کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو روا کر دے تو میں اُن فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو در وازے پر فلانے سید یا امام کے ہیں یا اُنکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خرید دوں یا اُنکی مسجد کے خدمت گزاروں کو اتنا روپیہ دوں یا اور سوائے اسکے جسمیں نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خدائے تعالی کے لیے ہو اور ذکر اُس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ رباط میں یا مسجد میں جو لوگ مستحق مقیم ہیں وہ مصرف نذر کے ہیں پس اس اعتبار سے نذر جائز ہوگی اور اسکا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہیں ہے جب تک کہ محتاج نہ ہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی باجماع حرام ہے یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اُس بزرگ کے خادم کو اُسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اُسکے عیال فقرا عاجز ہوں تو اُسکو نذر بطور صدقہ ابتدائی کے لے سکتا ہے اور اُسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہ ہو اور اُس بزرگ سے بالکل قطع نظر نہ کرے کذا فی البحر ملخصا عن شرح العلامۃ قاسم ہاں یقصد امر فہا لفقراء الامام وقد اتیلی الناس بذلک ولا سیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ دیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد کرنیوالے کا صرف اُنکے فقرا کے لیے اور اسمیں لوگ مبتلی ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہم یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہے کہ صیغہ نذر کا خدائے تعالی کے لیے ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اُسکے فقرا مراد ہوں اور نہیں مخفی ہے کہ اُس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہے جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی ضرور ہے کہ نذر اس قسم کی ہو جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اُسکے لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغوں کے لیے قبر پر یا میناروں میں جیسے عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور مشرقی مینار وں میں اُسکو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا منائر میں کہ اسمیں راگ اور لعب ہوتا ہے اور اُسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمدؒ لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واستغلت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فاکل ہم یتیسرون اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں اُنکو آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہیں ہوتے پس سب لوگوں کو اُسنے عار ہم ولا کے ساقط کرنے سے یہ مراد کہ اُسنے مواخذہ بالکل نہ کرتا اور نہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہوا اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لما قبلہا خیر استراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکد فی العشر الاخیر

وجہ مناسبت اعتکاف کی رمضان کے ساتھ اور درجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہر بعض اقسام اعتکاف مین اور طلب موکدہ عشرہ اخیر مین ہم یعنی اعتکاف واجب مین صوم شرط ہوا اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرۂ رمضان مین اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اُسمین ختم ہوتا مناسب ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف مذکور ہون قالہ الشامی **ہو** لغۃ اللبث وشرعا **لبث** بفتح اللام وضمہا المکث **ذکر ولو میزا فی مسجد جماعۃ** لغت مین اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام مین ہوا ور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع مین ٹھہرنا مذکر کا ہی گو کہ عاقل ہی ہو مسجد جماعت مین ہم بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر مین ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اُسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگانی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق ہی اس لحاظ سے کہ بیان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد مین مکروہ ہی جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی **وہو** لہ امام ومؤذن **اویت فیہ الخمس** ولا مسجد جماعت وہ ہی کہ اُسکے لیے امام اور مؤذن ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اُسمین پڑھتے ہون یا نہین **وعن الامام اشتراط اوا را لخمس فیہ وصححہ بعضہم** اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف مین شرط ہی اور بعض فقہا نے اسکی تصحیح کی ہم بحر مین ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہی **وقالا الصحیح فی کل مسجد وصححہ السرخسی** اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد مین اور اسی کی تصحیح کی ہ سرخسی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے **واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا** اور جامع مسجد مین تو صحیح ہی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل ہی پھر المسجد الاقصی مسجد مدینہ مین پھر بیت المقدس مین پھر جامع مسجد مین بشرطیکہ اُسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہی تا کہ اُسکو نکلنے کی حاجت نہو پھر جسمین نمازی زیادہ ہون **قالہ الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا** یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد مین ہم مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنالینی مندوب ہی جیسا بزازیہ مین ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردون کو بھی تخصیص کسی موضع کی گھر مین نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجد دن مین ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی **قالہ الشامی وکرہ فی المسجد** اور اعتکاف عورت کو مسجد مین مکروہ ہم یعنی تنزیہی جیسا نہایہ مین ظاہر معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین **والصحیح فی غیر منزلہا** یعنی غیر موضع صلوتہا من بیتہا کما ذا لم یکن فیہ مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر مین مسجد نہو ہم اور وقت اعتکاف کے کسی موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرلے تو چاہیے کہ جائز ہو **قالہ الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم ارہ والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ** اعتکاف خنثی کا صحیح ہو اُسکے گھر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہو کیونکہ خنثی مین احتمال ذکر ہونے کا ہم نفی خنثی باعتبار مونث ہونے کے تقضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو **قالہ الحلبی بنیتہ فالبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من شرطہ عاقل** ظاہر مین جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونون شرطین ہم بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر مین کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے طہارت جنابت سے اور مین نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہو کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت حیض ونفاس سے شرط صحت کی یہی ہی اعتکاف نذر مین اور ایسے ہی نفل مین بنا بر اُس روایت کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی **قالہ الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر** بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق **ذکرہ ابن الکمال** اور اعتکاف مین

قسم ہی ایک واجب ہی بسبب نذر کرنے کے اپنی زبان سے اور بسبب شروع کرنے کے اور بہ سبب شرط کرنے کے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے م زبان کی قید اسلیے لگائی کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین کذا فی المنح اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف پر متفرع ہی یعنی جسمین نفل اعتکاف ہی روزہ شرط ہی اور مذہب صحیح یہ ہی کہ اعتکاف نفل کے لیے کمتر زمانہ ایک ساعت ہی نہ تام دن تو اُسکے بموجب شروع کرنے سے واجب نہوگا اور بالتعلیق عطف ہی بالنذر پر اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور چیز ہی اور تعلیق دوسری چیز کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہین حالانکہ تعلیق بھی نذر ہی ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط ہو جیسا بحر مین اور امداد مین ہی قالہ الطحطاوی **وسنۃ موکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان** قسم دوم موکدہ ہی رمضان کے اخیر عشرہ مین اسے سنۃ کفایۃ کما فی ابرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اور دن کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہی ہم اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ اُنکو پڑھین کہ باقیون سے ساقط ہوجاتی ہین پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کرین تو گنہگار رہونگے اور اگر سنت پر ایک شخص پر ہو تین تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعل من الصحابۃ کیونکہ صحابہ مین سے جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اُنپر انکار نہین کیا اور نہین تو کام یہ جواب ہی اُسکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت موکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان مین مواظبت کی ہی اور مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیے نہ سنت موکدہ اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی **ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ** یعنی غیر المذکورہ تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانون مین ہی اور مستحب یعنی سنت غیر موکدہ کے ہی **وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط علی المذہب** اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط باتفاق بنا بر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھ علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس بات مین کہ نفل مین تقیید و تقدیر یوم کی ہی یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہین ہی اسلیے روزہ بھی شرط نہین اور جس روایت مین یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت مین تو اُسمین صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف مسنون مین بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیے کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اُس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی وبسط **فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لایخفی** پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ اُسکے ساتھ دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہی ہم فرق یہ ہی کہ پہلی صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب تبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت مین لیلۃ بولا اور یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اُس مطلق کو مقید مین استعمال کیا پس یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسطرح بولنا اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی **بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا و نہارا فانہ یصح**

وان لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہو اگرچہ رات محل صوم کا نہین ہو کیونکہ رات بالتبع داخل ہو واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہو لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصداً رکھنا مثلاً اعتکاف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہو نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے لیے شرط ہو نہ یہ کہ قصداً نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہانے کہا ہو کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اُس روز کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اُسکو واجب کرنا متعذر ہو اور یہ بھی وجہ ہو کہ دن بھر کا اعتکاف پورا نہوا جو اعتکاف واجب کی اقل مقدار مقررہ ہو کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اُس رمضان کا اعتکاف نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی بہم کیونکہ اُسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا تو اُسکی قضا بھی پیاپے ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اُسمین اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرط الی الکمال الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولاً لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف رمضان کے ساقط ہوگیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اُسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اُس نذر کے ہوئی جسمین وقت کی قید نہو تو اُسکی شرط نے کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصودہ علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قال الشامی فلم یجز فی رمضان آخر لانہ واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضاے رمضان اول کے کیونکہ قضاے رمضان خلیفہ ہو اول کا یعنی ادا ے رمضان کا اور تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہو امر کی بحث مین واقلہ افلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبنا والنفل علی المسامحۃ وہ یہ یقی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہو رات کی یا دن کی نزدیک امام محمدؒ کے اور یہی ظاہر الروایت ہو امامؒ صاحب سے واسطے بنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہو یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلاً نماز نفل بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہو زمانہ کا نہ چوبیسوان حصہ شب و روز کا جو منجمون کی اصطلاح ہو چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہو فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہو قضا اُسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہو اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وفی بعض المعتبرات انہ یلزم بالشروع منفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہو جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہو سو متفرع ہو ضعیف روایت پر ذکر کیا اُسکو مصنف نے اور اُسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہو جسمین یہ ہو کہ اعتکاف کی اقل مدت ایک یوم ہو قال الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہو مسجد سے نکلنا اُس معتکف کو کہ اعتکاف واجب کر رہا ہو لیکن نفل مین اُسکو خروج جائز ہو اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہو نفل والے کے حق مین باطل کرنیوالا جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہو ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہو عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہو

قال اللہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم یعنی اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو الخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال فی المسجد کذا فی النہر حرام ہو معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت یا طبعی ہو جیسے بول و براز اور غسل اگر احتلام ہو جاوے اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر ہم پس اگر ممکن ہو اسطرح کہ مسجد ملوث نہو تو مضائقہ نہیں اور اگر مستعمل پانے سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیۃ کعید واذان لو موذنا وبابہ المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے ہم اذان کے لیے موذن کی قید قول ضعیف ہے اور صحیح یہ کہ موذن اور غیر موذن میں فرق نہیں جیسا بحر اور امدادمیں ہے اور بحر میں کہا ہے کہ چڑھنا اُس جگہ پر جہاں اذان دیجاتی ہے مفسد نہیں ہے اگر دروازہ اُسکا مسجد میں ہے اور جو مسجد سے باہر ہے تب بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایت میں انتہی میں کہتا ہوں کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اذان بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اُسنے کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بخلاف اگر چہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد میں ہے اسواسطے کہ جو چیز مسجد میں ممنوع وہ منارہ میں بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت میں کہ دروازہ خارج ہو اُسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہے اور اس تقدیر پر کلام شاح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہیں اور جملہ وباب المنارۃ الخ حال ہے موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہے قالہ الشامی ومن بعد فرغ اے معتکف خرج فی وقت یدرکہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اُسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اُسکی سنتوں کے پاوے اسباب میں اپنی رائے کو حکم کرے ہم یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع میں ہے مگر اُسکو ذکر نہیں کیا کیونکہ سنتیں پہلے خطبہ کی ہوتی ہیں قالہ الشامی ویستن بعد ہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتیں پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا لمخالفۃ مالتزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد میں زیادہ ٹھہرا یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہاں ہر تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جو التزام کیا تھا اُسکی مخالفت کی بے ضرورت ہم اور اسمیں اشارہ ہے کہ جامع مسجد میں ٹھہرنا اور گھر میں ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونوں میں فرق ہے کہ گھر میں ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع میں مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت عیادت مریض اور صلوٰۃ جنازہ کے باب میں پس ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلے کسی حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ میں مریض کی عیادت کرلے اور جنازہ کی نماز پڑھ لے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اُسی صورت میں مضر ہے کہ مسجد میں نہو اور عیادت کے واسطے نہو قالہ الشامی فلو خرج ولو ناسیا ساعۃ زائیۃ لا ریثہ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے ہم یعنی اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہیں قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو مع صوم کے اتنی بات ہے کہ اگر مہینا معین ہو تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا بالی اور فرق نہیں ہے اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض ونفاس وجنون وبہت سی بیہوشی اور اُسکا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا

ہو تو اسی قدر قضا کرے فقط اور تتابع واجب نہیں اور اگر کل فوت ہو دے تو کل کی قضا کرے یہ ہم پس اگر قادر ہوا اور قضا نہ کی یہانتک کہ مر گیا تو وصیت کرے ہر روز کے لیے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہا اور اگر وقت نذر کے تندرست نہیں تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست ہو گیا تو وہ اسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب میں مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہیں ہوا تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی البدائع فصل الا اذا افسدہ بالردۃ مگر جبکہ فاسد کر دیا اعتکاف مرتد ہو کر ہم اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہے اسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدائے تعالی کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قالہ الشامی واعتبار اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور خروج میں صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علما نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے ہم اسواسطے کہ خروج قلیل میں ضرورت ہے کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہے اسوجہ سے کہ کمال نے اسمیں بحث کی ہے قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمیں کمال نے بحث کی ہے حاصل یہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہے اور بے عذر نکلنے میں ضرورت نہیں ہے پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہیں وان خرج لغیر عذر یغلب وقوعہ وہو مما لا غیر لا یفسد واما مالا یغلب کالنجاء عن انہدام مسجد فسقط لانہ للبطلان والامکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابق مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہیں فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہیں ہے جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو اور نسیان کی صورت میں بطریق اولی فاسد نہ ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے حیث عد الزیلعی وغیرہ من المفسدات من شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جانے کو جب غیر عام کو اور اسے اشہاد لو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد میں چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہو گئے کہ اس صورت میں صلوۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا خائف نے نزول نکلا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لص فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدام او لبطلان جماعتہ اخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ میں ہے کہ اگر مسجد کی جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص نیز رنکالدے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل میں عدم فساد کو مستحسن جانا ہے اور شامی نے اسی جگہ بسط کیا ہے وفی المختار خانیۃ خرج لیتوضأ او لیتیمم وقت الندب ان خرج لعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز وذلک فیما فقط اور تاتارخانیہ میں جیحہ سے نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم میں حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہے یہ یاد رہے ہم لفظ شرط سے ایما ہے کہ مدار صحت پر وقت نذر نہیں حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکما مستثنے ہیں اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہیں ہیں تو وہ مستثنے نہیں ہیں مگر جبکہ شرط کر لی قالہ الشامی وحرم علیہ بالکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ او مخصوص بہ معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد میں ہم ب داخل ہے مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہے کھانے وغیرہ پر مسجد میں اسکو یہ چیزیں حلال نہیں سوا مسجد کے یعنی نہیں کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد میں نکرے کیونکہ عقد نکاح وحجت غیر معتکف کو بھی مسجد میں مکروہ نہیں قالہ الشامی تبعا لفلو تجارۃ کرہ پس اگر عقد تجارت کے لیے ہے تو مکروہ ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد میں حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے ترجیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہو دنیا سے منقطع ہے اسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح وحجتہ فلو خرج لا جلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند بیع اور نکاح اور حجت کے (حجت کا عطف اکل پر ہے) کیونکہ بیع پر عطف نہیں ہو سکتا جب تک عقد میں ایسی تاویل نکریں کہ جس سے حجت کو بھی شامل ہو کذا فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ میں ہے کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے لانچ اور محمول ہونا چاہیے اس صورت پر کہ اسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہ تھا کہ کھانا پہونچا دے اسلیے کہ اسوقت یہ نکلنا عوائج ضروریہ میں ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لانہا محل

اطلاقہم بجر احضار مبیع فیہ اور مکروہ ہو حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محل ہو فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنی جس جگہ مطلق مکروہ بولتے ہین وہان اُنکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہو کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المشتغل مطلقا للنہی جیسا مکروہ ہو مسجد مین بیع و شرا غیر مشتغل کے لیے مطلقاً یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لیے مبیع حاضر ہو یا نہو لیسبب نہی کے جو اسباب مین وارد ہو اور ترمذی نے اُس حدیث کو حسن کہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو بیع و شرا سے مسجد مین اور گمشدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے سے اور منع فرمایا حلقہ باندھکر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا اکلہ وشمہ الا لغریب اشباہ اور سطح کردہ ہو غیر مشتغل کو کھانا اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر اور ہم اسکو بیان کر چکے ہین وتر سے کچھ پہلے لکن قال ابن کمال للاکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبیٰ لیکن ابن کمال نے کہا ہو کہ نہین مکروہ ہو کھانا پینا سونا مسجد مین بالکل اور مثل اسکے مجتبیٰ مین ہو ہم ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہو کہ غیر مشتغل کو جائز ہو سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر قریب کر یا کیونکہ لگا کر پانون جانب قبلہ کے ہون یا کسی اور طرف پس مشتغل کو بالاولی جائز ہو انتہی اور معراج مین بھی اسکو نقل کیا ہو اور اس سے مطلقاً کی تفسیر واضح ہو جاتی ہو مطہاوی نے کہا کہ یہ قول کہ پانون قبلہ کیطرف ہون غیر مسلم ہو کیونکہ علما نے اسکی کراہت پر تصریح کی ہو اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہو اور ظاہر یہ ہو کہ کھانا پینا بھی مثل نوم کے ہو جبکہ مسجد کو نرد کے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہو لیکن وقایہ مین کہا ہو کہ مشتغل کیلیے سودے بیچ و شرا کرے مسجد مین نہ غیر مشتغل اور ملا علی نے اسکی شرح مین کہا ہو کہ غیر مشتغل کچھ نہ کرے ان اشیاے مذکورہ مین سے مسجد مین اور اسی کے مانند قہستانی مین ہو پھر مجتبیٰ کی عبارت نقل کی ہو قال الشامی وکرہ تحریما صمت ان اعتقد قربۃ والا لا حدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہو اعتکاف مین چپ رہنا اگر اسکو عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہو جو شخص چپ رہا نجات پائی ہم امام ابوحنیفہ نے ابوہریرہ سے مسند اً روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شرح الحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہو بُرے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یہ کہا فرض نہین کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہو جیسے غیبت مثلاً اور کبھی مکروہ ہوتی ہو جیسے بُرے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا بیہودہ کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے واجب قال الشامی وکلام الاخیر ہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہو اعتکاف مین بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہو کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یا کل السمنات کما یاکل النار الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام مین گناہ نہین اُسمین داخل ہو کلام مباح جب اُسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی مین کلام کرنا جبوقت اُسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اُسمین ثواب ہو کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محل ہو فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا مسجد مین مکروہ ہو حسنات کو اسطرح کھاتا ہو جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہو ہم مسجد مین کلام مکروہ اُسوقت ہو کہ کلام کے لیے مسجد مین بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہو ذکرہ فی البحر اور معراج مین بخرج ارشاد سے نقل کیا ہو کہ مسجد مین بات کرنے کا کچھ مضایقہ نہین ہو اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتون کے لیے کرے تو مکروہ ہو اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہو قال الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکذا بتیہ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزین ہین جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیا علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکھنا دینی باتون کا وبطل بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہو اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچھلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان وطیہ خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا وناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا بھول کر

اصح روایت مین اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلاتی ہی ہم درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہی اسمین اشارہ ہی کہ خانیہ وغیرہ مین جو ذکر ہی وہ مردد ہی یعنی معتکف کو مسجد مین رہنا ہی اسکو وطی کہان میسر ہی پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہی کہ جب اپنی حاجت کے لیے نکلے تو اسوقت وطی کرنی حرام ہی اور شرح تاویلات مین ذکر کیا ہی کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اسپر یہ آیت نازل ہوئی ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد یعنی اُنسے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہی کیونکہ مسجد مین وطی ممکن ہی اگرچہ اُسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہی کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد مین اور اُسکا خاوند اُس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہوجاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہی کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہین جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہی کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہی کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہی یعنی مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی و بطل بالنزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہی اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہوگئے ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا اگرچہ دواعی وطی کی تمامہا حرام ہین واسطے نہونے حج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا یبطل بالنزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہین باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا یاکل ناسیا بخلاف الصوم بہ خلاف الکلہ عمدا اور وتہ اور نہین باطل ہوتا کھانے سے بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہی بہ خلاف اسکے کہ عمداً کھالے یا مرتد ہوجاوے کہ اسسے باطل ہوتا ہی قاعدہ یہ ہی کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہین نہ روزے کی جہت سے تو اُنمین سہو اور عمد اور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو اُنمین عمد اور سہو اور رات اور دن مین فرق ہی جیسے کھانا پینا کذا فی البدائع وکذا اغمائہ وجنونہ ان داما ایاما فان دام جنونہ سنۃ قضاہ استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہین (ایام سے مراد یہ کہ صوم فوت ہوجاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا نام اور قیاس یہ ہی کہ قضا نہ کرے جیسا صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہی کہ رمضان کے روزدن مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہی تو کثر جا ہی ہوجگہ رمضان ہر سال آتا ہی تو روزدن کی قضا مین تنگ ہوگا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی بندرہ بلسانہ اعتکاف ایام ولاء اے متتابعہ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہونگی اُسکو بیہم راتمین یعنی اُنمین اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پیاپے ہونیکی شرط نہ کی ہو ہم دلا رحال ہر لیالی سے اور اصل یہ ہی کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپے لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسی طرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو پے در پے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزدن کی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اُسکو اختیار ہی کہ متفرق رکھلے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہی اسکی بنا اتصال پر ہی کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع وکذا التثنیۃ تناول الآخر جیسا اُسکے برعکس اور وہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ اور اسی طرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہی دوسرے کو بھی ہم یعنی بحکم عرف اور عادت کے شلاً عرف مین کہتے ہین کہ ہم دہان تین روز رہے یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث لیالٍ سویا اور دوسری جا ثلاثا الا رمزا ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہی پس مراد دونون جگہ رات اور دن دونون ہین اور جمع عام ہی

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنا ہو جیسے ثلثین یوما کہنا اور تثنیہ کی حالت میں اعتکاف دو روز کا مع دو راتوں کے طرفین کے نزدیک لازم ہوا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی رات اسمیں داخل نہیں قالہ الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لتتہ الحقیقۃ پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی نہ رات کی تو اسکی نیت صحیح ہو کیونکہ اسنے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف میں یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعۂ شب و روز کو کہتے ہیں اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہے اسی حجت سے یہاں نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اسکی نیت صرف نہار میں درست ہوئی تو اسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد میں داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قالہ الشامی وان نوی بہا ای بالایام اللیالی لابل یلزمہ کلاہما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونوں کیونکہ ایسی نیت کی جو کلام کی محتمل نہیں ہے کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ بالفظ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک انمیں سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک میں ان چھوٹوں میں سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونوں کی یا بالکل نیت نہ ہو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں اور ثنی اور مجموع کا حکم مع انکی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اسکی کرے یا نکرے اور اگر اسکے ساتھ رات کی بھی نیت کی ہو تو دونوں لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہ ہوگا جب تک اسمیں نیت یوم کی نہ کرے کذا فی البحر قالہ الشامی کما لو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشمل الایام واللیالی فلا یشمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہے ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہو ایام و لیالی کو پس اسمیں کثرت اطلاق کا احتمال نہیں ہے یہ جب ہے کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اسمیں احتمال سابق مرقوم ہو چکا قالہ الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار فکما لو نذر اعتکاف شہر ونوی النہار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشمل الایام واللیالی فلا یشمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنوں کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتوں کی صرف تو اسکی نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہے ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہو ایام و لیالی کو پس اسمیں کثرت اطلاق کا احتمال نہیں ہے یہ جب ہے کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اسمیں احتمال سابق مرقوم ہو چکا قالہ الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار مگر اس صورت میں کہ استثنا کرے راتوں کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنوں ہی کا ہم نہار بالضم جمیع ہر نہار کا ولو استثنی الایام صح ولا شیٔ علیہ لما مر اور اگر دنوں کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اسپر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا مع یعنی باب اول میں کہ رات محل صوم نہیں حاصل یہ کہ جب ایام کا یعنی دنوں کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتیں رہگئیں ان میں اعتکاف منذور صحیح نہیں ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی صوم کے منافات ہے قالہ الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتتبع لنہار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی الاضحیۃ الا ولو الیجبہ ہذا اور جان لو کہ راتیں تابع ہیں ایام کے مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتیں سو یہ تابع ہیں گذشتہ روز کی لوگوں کی سہولت کے لیے جیسا دلو الیجبہ کی اضحیہ میں مذکور ہوا اسکو یاد کر لو مع یعنی ہر شب تابع ہے اسکی روز کی جو اسکے بعد ہو چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب میں پڑھی جاتی ہیں نہ شوال کی اول شب میں تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر میں تثنیہ یا جمع کو تو مسجد میں داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے بعد غروب کے چنانچہ خانیہ میں اسکی تصریح کی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ جب ایام یا لیالی دنوں سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر لیل داخل نہ ہوگی ایام کی نذر میں مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم النزویہ کے اور نحر کی رات تابع ہے عرفہ کے یہانتک کہ دسویں رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان اتفاقا الا انہا تتقدم وتتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان میں دائر ہے باتفاق گر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخوں میں مقدم

موخر ہوتی رہتی ہو بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہو مقدم موخر نہین ہوتی وثمرتہ تبین قال لعبدہ لیلۃ منہ انت حر وانت طالق بستۃ القدر فعندہ لایقع حتی یمضی شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولی وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذ ھی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہو اُس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہو یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہو شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نہ گذر جاوے کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اِس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اِس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہو جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہو تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والافہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہو کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہو لیکن صاحب محیط مین قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہو اِس بات سے کہ جسنے عتق وطلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہو وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہو تو شب قدر ستائیسوین ہو کیونکہ اول تو عوام اُسی کو شب قدر رکھتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہو کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہو اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحبؒ نے یہ جواب دیا ہو کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہو آگے پیچھے ہوتی رہتی ہو یہ ایک قول ہو امامؒ کا اور جسمہ مین ثانیہ سے منقول ہو کہ مشہور قول امام صاحبؒ کا یہ ہو کہ تمام سال مین دائر ہو کبھی رمضان مین ہوتی ہو کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا مؤید ہو وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہو کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہو سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہو اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہو کہ وہ سال بھر مین دائر ہو مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اِس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہو اُسکی طلب مستحب ہو اور وہ برس مین افضل شب ہو قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہو عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہو بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہو اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسالک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم قالہ الشامی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین یہانتک ترجمہ شرح جسم ثانی کا تمام ہوا والحمد للہ

کتاب الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے مذکور کیا کہ یہ رابع ہے عبادات کا اور مرکب ہے عبادات مالی اور بدنی سے

ہو فتح الحاء وکسرہا لغتان القصد الی معظم او مطلق القصد کراہۃ بعضہم حج بفتح وکسر اول لغت عرب میں عظیم الشان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہیں

نہ مطلق ہر قصد کو چنانچہ بعضے علمانے گمان کیا ہم یہ تحقیق ہے صاحب فتح القدیر کی لیکن قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت

ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادت کے وشرعا زیارۃ ای طواف ووقوف فی مکان مخصوص

الی الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی اخر النوفی الوقوف من زوال شمس عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص بان یکون

محرما بتلبیۃ الحج سابقا کما سیجی لم یقبل لا دار رکن من ارکان الدین بیم حج افعل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں

زمانہ مخصوص میں مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد گھومنا

عید قربانی کی فجر سے آخر عرفہ تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفے کے دن دوپہر ڈھلنے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھکر طواف اور وقوف

سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا ہے کا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے

آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یون نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ

حج نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نفل کو ہم ارکان دین پانچ ہیں

کلمۂ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لمدۃ مع علمہ بمقاربۃ لتکمیل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت

کے نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے حج میں دسویں برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے اسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاحیات کا

علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہوجاوے نویں سال یہ آیت نازل ہوئی (ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے

حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی عرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نویں سال حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہ کہ یہ آیت بعد گذر جانے

ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین آسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نویں سال صدیق اکبر اور علی مرتضیٰ کو بھیجکر

کافرون کو بیت اللہ میں آنے سے منع کردیا تب دسویں سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہے کہ تقدیم افضل ہوا لاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا

کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تقع تمام عمر میں ایک بار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے

لہذا مسبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا

رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کوئی ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداؤد چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید احادیث

کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اسکا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما یجی یجب

علیہ احد النسکین فان اختار الحج النصف بالوجوب اور کبھی واجب ہوجاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کرجاوے تو

آسپر حج یا عمرہ واجب ہوجاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سوا گر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد یتصف بالحرمۃ کالحج بمال حرام

اور گاہے حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا جوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اسطرح کا حج کرنا حرام ہے جسکو حج کا

شوق ہو اسکو اول حلال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال

حلال لیکر اور رکاب میں پانون رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول ہے اور جب

نفقہ جیبہ لیکر نکلتا ہو اور رکاب مین پانون رکھکر لبیک کہتا ہو تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہو لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام ہو اور تیرا حج مقبول نہین ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وبالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گا ہے حج مکروہ کہلاتا ہو چنانچہ حج کرنا بلا اجازت اُس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہو چنانچہ بلا اجازت مدیون والدین کے جانا اور بسطریق زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہو تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہو اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ا حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی النوازل لو کان الاب صبیحا فلاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل مین ہو کہ اگر لڑکا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہو کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے ڈاڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہو پہلے سال مین نزدیک ابی یوسف اور امام مالک اور امام محمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہو کہ اول سال امکان مین ادائے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہو اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہو ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہو جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہو اسواسطے کہ گا ہے آدمی بیمار ہوتا ہو اور راحلہ گم ہو جاتا ہو اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہو کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد اور شافعی کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہو بشرط عدم فوت تضیق وتردد شہادتہ بتاخیرہ اسے سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر وجہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان ادا وان اثم ہو تہ تحفہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہو اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہو کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہو نہ کبیرہ یہ ہو کہ فی الفور کی خرضیت ظنی ہو اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان مین مذکور ہو جسکی ظنی ہو نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہوتا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہو اُسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا رقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یؤاخذہ اللہ تعالی بذلک اے لو تا دیا وفاہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر مقدور والے نے حج نہ کیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہوگیا تو اُسکو جائز ہو کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہ ادائے قرض کی اور امید ہو کہ حق تعالے اسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کرکے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو درصورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہو عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین ہم طحطاوی نے کہا کہ تمراشی مین ابو یوسف سے منقول ہو کہ ایسی صورت مین قرض لیناحج کیواسطے لازم ہو علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الادا وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہو مسلمان پر نہ کافر بسبب اسکے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین ہان درحق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہو اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالا دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنا بر قول اصح کے اسلام عقل بالغ حریت قدرت زاد قدرت راحلہ مرضیت حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال موانع حسیہ امنی راہ عدم قیام عدت عورت کے حق مین خروج زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی پانچ ہین

اسلام حج زمانہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدارنا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہو ہر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہو دارالاسلام کے رہنے سے یا دارالحرب مین ایک متقی کے خبر دینے سے یا اُن دو شخصون کی خبر دینے سے جنکا تقوی اور فسق پوشیدہ ہو تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پیادہ اور نابینا اور مجنون اور ہیوش پر بقول فخر الاسلام اور اُن مسلمان پر جو دارالحرب مین نزدیک حج سے مطلع نہین حج فرض نہین ہے صحیح البدن حج فرض ہے تندرست پر تو جانبدار اور لولے اور فالج والے اور جسکے دونون پانون کٹے ہون اور بیمار اور ایسے تبدیے پر جو اونٹ پر نہین تھم سکتا ہو حج کرنے کو جانا فرض نہین بصیر غیر مجبوس وخائف من سلطان بمنع منہ حج فرض ہے بعبارت دیگر جو قید نہین اور حاکم سے ڈرتا نہین جو اُسکو حج کرنے سے روکتا ہے تو قیدی اور خائف مذکور اور اندھے پر حج فرض نہین اگرچہ اندھے کو ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا ملے تو بھی اُسپر حج فرض نہین بنا بر قول مشہور کے امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہین کہتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ذوی زاد لیصح بہ بدنہ فالمقعد والمعم وکذا اذا قدر علی خبز جبن لا یعد قادرا حج فرض ہے صاحب زاد پر ایسا توشہ جس سے اُسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اُسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو بدون گوشت کے تو وہ قادر نہین گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہے وراحلۃ مختصۃ بہ وہو المسمی بالمقتب ان قدروا لا فتشرط القدرۃ علی الاکارۃ اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اُسی کے واسطے مخصوص ہو یعنی اُسکو نوبت نوبت اُترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے ہین یعنی جھولی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہے اگر اُسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہو سکے بسبب مرض المحالی کے اور نازک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہے کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرض المحالی سے کاٹھی پر سفر نہین ہو سکتا بلکہ اسطرح اُسکی ہلاکی کا خوف ہو تو ہر شخص کے واسطے وہ راحلہ معتبر ہے جسپر وہ پہونچ جاوے کذا فی التبیین ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد اور راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ اُس اونٹنی کو کہتے ہین جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضے مطلق مرکب شتر کو راحلہ بولتے ہین نہر یا مادہ کذا فی الصراح للافاقی بالزاد والراحلۃ لالمکی فالاستطاعۃ بمعنی الشبہ بالسعی للجمعۃ راحلہ شرط ہے آفاقی کے واسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہو نہ مکی کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کے واسطے اُس جانے کے مشابہ ہے اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چلسکے تو اُسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر وافادانہ لو قدر علی غیر الراحلۃ من بغل او حمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالمکی وبہ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدھے پر تو حج واجب نہوگا بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اس مسئلہ کو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور زمخشری نے تو گدھے اور خچر کی سواری کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار مین جلبی نے کہا کہ سوائے اونٹ کے اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہین اسواسطے کہ ہر خبد اصل لغت مین راحلہ اونٹ کو کہتے ہین لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جسپر سواری ہو دے قستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ سے مراد وہ ہے جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اُسپر لادے جاتے اور آتے ہون انتہی اور شرح منسک متوسط مین ہے کہ شرط وجوب حج یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ مین مکروہ ہے تکلیف کشی کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبا افضل منہ ماشیا یعنی والمقتب افضل من المحارۃ والسراجیہ مین ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت راہ سے نازک مزاج ہو جاتا ہے اور غیبتون سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بدمزاج نہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ اسمین بلا اور نخر کا خوف نہین کذا فی الطحطاوی وفی الاجارۃ الخلاصۃ محمل الجمل مائتان دارابعون منا وحمار ثلثمائۃ وخمسون والظاہر ان البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ اونٹ کا بوجھ ۴۰۰ من ہے اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہے اور ظاہر خچر بوجھ مین گدھے کے برابر ہے ہم شرعی من ۴۰ استار کا ہے اور استار ساڑھے چھ درم کا ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وہب الاب لابنہ مالا یجب بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وہذا مما نہا باتفاق الفقہاء خلافا للاصولیین

اور اگر باپ اپنے بیٹے کو مال دے حج کرنے کیواسطے تو اُسپر اس کا قبول کرنا واجب نہین اسواسطے کہ وجوب کی شرائط کو حاصل کرنا واجب انہین اور یہ یعنی قدرت زاد و راحلہ کی شرائط وجوب سے ہین باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کہ اُنکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہے فضلا عما لا بد منہ کما مر فی الزکوٰۃ جسکو زاد و راحلہ فاضل ہو ضروریات شخص سے چنانچہ اُسکی تصریح کتاب الزکوٰۃ مین ہو چکی منح الغفار مین ہے کہ ضروریات انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب فانگی تو ان چیزون کے ہونے سے استطاعت ثابت نہین ہوتی ومنہ المسکن ومرمتہ لو کثیرا کما مینہ الاستغنا بعینہ والحج بالفاضل فانہ لا یلزمہ بیع الزائد لعدم ہوالفضل وعلم بعدم لزوم بیع الکل والاکتفا بقی الاجارۃ بالاولی اور ضروریات مین داخل ہے گھر اور اُسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ اُسمین سے تھوڑا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی کو جسکیسے حج ہو سکے تو بھی زائد از حاجت کا بیچنا حج کے واسطے اُسپر لازم نہین ہان زائد مکان کا بیچنا لنا اور اسے حج کے واسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان مین رہنا بطریق اولی لازم نہین وکذا لو کان عندہ مالو اشتری بہ مسکنا وخادما لا یبقی عندہ ما یکفی الحج لا یلزمہ خلاصہ اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اُس مال سے گھر اور خادم کو مول لیوے تو اُسکے پاس اتنا مال باقی نہ رہے جو حج کو کفایت کرے تو اُسپر لازم نہین کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ یہ مال حاجت اصلی سے زائد نہین اور حج فرض نہین ہوتا مگر اُس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو درمختار وفی النہر انہ الشیئۃ شرط بقا رأس المال بخزنۃ ان احتاج الیہ لک والا لا اور تحریر کی ہے نہر الفائق مین کہ وجوب حج مین باقی رہنا راس المال کا ہے جو اپنے پیشے کیواسطے مشروط ہے اگر اُسکے پیشے مین مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو بقاے مال شرط نہین خلاصہ یہ ہے کہ اہل حرفہ کے واسطے بعد حج کے بقاے مال شرط نہین چنانچہ وزیری کہ اُسکے پیشے مین مال کی حاجت نہین بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کشتکاری کا محتاج ہے اور سودا کرکے کہ بدون مال کے تجارت متصور نہین وفی الاشباہ معہ ان وخاف الغرر تہ انکان قبل خروج اہل بلدہ قلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج اور اشباہ مین ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار روم مین اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہے تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا تو اُسکو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کے وقت مالک ہوا تو اُسپر حج لازم ہے وقضاء عن نفقۃ عیالہ ممن یلزمہ نفقتہ لتقدم حق العبد اور زاد و راحلہ زیادہ ہو اُسکے اہل وعیال کے خرچ سے اہل وعیال سے مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اُسپر لازم ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم ہے بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندے محتاج الی حین عودہ وقیل بعدہ بیوم وقیل بشہر توشہ زائد ہو عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک اور بعضے علمانے کہا کہ بعد پھرنے کے ایکدن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضون نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو ایکدن کی روایت امام سے ہے اور مہینے کی روایت ابو یوسف سے اور نفقہ سے توسط نفقہ مراد ہے منحی کانہ اسرات کاکذا فی حاشیہ الطحطاوی مع امن الطریق بغلبۃ السلامۃ وساتھ امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی امن راہ شرط وجوب حج کے اسواسطے کہ بدون امن کے معمول حج متعسر ہے اور امن قافلہ جانیکے وقت چاہیے اگرچہ غیر وقت مین امن نہو اور امن راہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہون اور خوف قلیل لوجود معتبر نہین اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی معتمد ہے اسکے سواے اور اقوال لائق اعتماد کے نہین اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج مین اختلاف ہے کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر مین سلامتی غالب ہو اور اُس بندرسے سواری جہاز کی مروج ہو تو حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہین تو حج بھی واجب نہین اور یہی قول اصح ہے کذا فی منح الغفار ہم بفضل سبحانہ ہندوستان مین امن راہ خشکی اور تری مین بخوبی حاصل ہے اور مشرق جہاز رانی کی بسبب اختلاط نصاری کے جواب حاصل ہے کبھی نہ تھی سو اب اہل ہند پر وجوب حج مین ہرگز تردد نہین ہزارون شخص ہر سال ہند سے جاتے ہین اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہین ولو بالرشوۃ علی ما حققہ الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق کمال الدین محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا اسواسطے دفع ظلم ظالم کے جائز ہے اور حرام رشوت رد ہے جیسی کی حق لغی کیواسطے ہو وسیجی آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب مین آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیون کا عذر ہے یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج

ہارے جاتے ہون تو سقوط حج مین عذر صریح ہے اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہین وہل یا یوخذ فی الطریق من المکس والخفارۃ عذر تولان والمعتمد لا کما فی القنیۃ والتجنیس وعلیہ الفتوی وتجب فی الفاضل عما لا بد منہ القدرۃ علی المکس ونحوہ کما فی مناسک الطرابلسی اور کیا وہ مال جو بطریق وہ یک اور راہداری کے لیا جاتا ہے راہ مین عذر ہوسکتا ہے سقوط حج کا اسمین دو قول ہین اور قول معتمد یہ ہے کہ اسطرح دینا عذر نہین کذا فی القنیہ والتجنیس اور اسی قول پر فتوی ہے تو اس صورت مین ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات مین حساب کرنا چاہیے اسیطرح مذکور ہے طرابلسی کے مناسک مین ومع زوج او محرم ولو عبدا او ذمیا او برضاع اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگر چہ زوج اور محرم غلام ہو یا ذمی محرم ہو یا رضاعی مع محرم عورت کا وہ ہے جسکا کبھی نکاح اُس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر اور ابو داؤد مین حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہین تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا زوج یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ قید لہما فی النہر بخلافہما بالغ زوج اور محرم دونون کی قید ہے کمافی النہر بخلافہما تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو تو عورت پر حج واجب نہوگا عاقل ہمارے زوج یا محرم ہونیکا شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہین المراہق کبالغ جو ہرہ اور قریب البلوغ بالغ کے مانند ہے کذا فی الجوہرۃ غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظہما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونون کے اسواسطے کہ مجوسی کے دین مین مان بہن حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہین مع وجوب النفقۃ لحرمہا علیہما لانہ محبوس علیہما ساتھ واجب ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھ ہوا تو اُسکا نفقہ عورت پر واجب ہے اسواسطے کہ وہ اُسکے کام مین بند ہو گیا لامراۃ حرۃ ولو عجوزا فی سفر حج مین حرہ عورت کے واسطے زوج یا محرم شرط ہے اگر چہ عورت بڈھی ہو وہل یلزمہا التزوج تولان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح کر لینا اسمین دو قول ہین یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اُسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کے واسطے نکاح کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُسپر نکاح لازم نہین ولیس عبد بمحرم لہا اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہین اگر چہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البزازیۃ ولیس لزوجہا منعہا عن حجۃ الاسلام اور زوج کو جائز نہین کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرطیکہ محرم ہا ان حج نفل سے روکنا درست ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدۃ علیہا مطلقا آیۃ عدۃ کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیون نہو خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی ہکذا صرح ابن ملک والعبرۃ لوجوبہا ای العدۃ الملتفۃ من سفرہا وقت خروج اہل بلدہا وکذا سائر الشروط اور اعتبار اُس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سے مانع ہو اسکے شہر والون کے نکلنے کے وقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کے واسطے نکلین اگر عورت عدت مین ہوگی تو سفر حج نہ کر سکیگی کہ عدت مین سفر کرنا جائز نہین اور اگر بعد سفر کرنے کے عدت واجب ہوئی تو اُسکی تفصیل کتاب العدۃ مین مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کے وقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کے وقت ہے یعنی اسلام اور حریت اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور عینائی اور قدرت زاد اور راحلہ کے وقت خروج معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلا قبل خروج قافلہ مقدور زاد کا تھا اور خروج کے وقت مفلس ہو گیا یا خروج کے وقت مفلس تھا اور بعد قافلہ چلے جانیکے مقدور والا ہو گیا تو اُس سال کا حج اُسپر لازم نہین فلو احرم صبی عاقل او احرم عنہ ابوہ صار محرما وینبغی ان یجردہ قبلہ ویلبسہ ازارا ورداء مبسوطا وظاہرہ ان احرامہ عنہ مع عقلہ صحیح مع عدمہ اولی سو اگر احرام باندھا صغیر ہوشیار نے یا اُسکی طرف سے اُسکے باپ نے اُسکا احرام باندھا تو دونون طرح سے صغیر محرم ہوگا اور باپ کو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اُسکو تہبند اور چادر پہنا دے کذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احرام نابالغ کا صغیر کیطرف سے باوجود اُسکے عقل اور ہوش کے صحیح ہو اُسکی بیہوشی اور نافہمی مین باپ کا احرام باندھ دینا بطریق اولی صحیح ہوگا فبالغ او عبد فعتق قبل الوقوف تمضی کل علی احرامہ لم یسقط فرضہا لانعقادہ نفلا ثم صغیر احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو گیا

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہوگیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اُسی اگلے احرام پر سر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا **فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ بعرفۃ ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ** پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے بنا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہوگی **ثم** احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہاں دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے **وفعل العبد المعتق ذلک اجتمعا بدنہ الذی لم یحج لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون** اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت نکریگا یعنی اُسپر سے فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہوگیا تو اُسکو توڑ نہیں سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام لازم نہیں تو اُسکو احرام توڑنا جائز ہوا اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے **وانجح فرضہ ثلثۃ الاحرام اور حج میں تین کام فرض ہیں** اول احرام باندھنا فرض دوم جسکے ترک سے حج باطل ہوجاوے اور سال آیندہ میں اُسکی قضا لازم آوے وہو شرط ابتداء وہ حکم الرکن انتہاء حتی لم یجز لقاضیہ الحج استدامۃ بصفتی یہ من قابل اور احرام شرط ہے باعتبار ابتدا کے لہذا اُسکی تقدیم حج کے مہینوں پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہوا اور احرام کو رکن کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہوگیا ہو اُسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آیندہ اس سے حج کی قضا کرے جائز نہیں اور اگر شرط ہونا ہر طرح سے تو اُسکا باقی رہنا جائز ہوتا **والوقوف بعرفۃ** فی اوانہ **سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحواء تعارفا بہا** اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہے اُسکے خاص وقت میں عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام میں وہیں تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اُترے پھر بعد مدت عرفات میں کیجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا **ومعظم طواف الزیارۃ وہما رکنان اذ میسر فرض اکثر طواف زیارت اور دونوں یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہیں حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہوجاتا ہے اور جماع قبل طواف سے فاسد نہیں ہوتا کذا فی العالمگیریہ وواجبہ بقیۃ واجباتہ وہی اثنا عشر** واجبات حج کے بیس اور کئی ہیں **چنانچہ** پچیس کام ہیں چنانچہ شمار واجبات کا رقم ہند سہ سے معلوم ہوگا **وہو ترک ما یفسدہ ویجبر بدم کجماع قبل وقوفہ بعرفۃ** جسکے ترک سے حج باطل نہیں ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے **وقوف جمع وہو المزدلفۃ سمیت بذلک لان آدم اجتمع بحواء اور ازدلف الیہا ای دنا منہا** ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہاں جمع ہوئے اور اُنسے قریب ہوگئے **والسعی وعند الائمۃ الثلثۃ ہو رکن بین الصفا سمی بہا لتصفی علیہ ادم صفوۃ المروۃ لانہ حبس علیہا امرأتہ وہی حواء لذا انثت** ۲ اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینوں اماموں کے نزدیک سعی رکن ہے رکن ہے صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اُسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اُسپر مٹھے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امرأۃ یعنی عورت اسپر مٹھی عورت سے حوا مراد ہیں اور اسی واسطے لفظ مروہ مؤنث ہے بعضے علما نے وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونوں نے بیت اللہ میں حرام کاری کی حق تعالی نے اُنکو پتھر کر ڈالا دونوں صورتوں کو دونوں پہاڑیوں پر لوگوں کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم **ورمی الجمار کل من حج** ۳ - اور کنکریاں مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ مفرد **وطواف الصدر ای الوداع للافاقی غیر الحائض** ۴ - اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف افاقی کو سوائے حائض کے تو اُسکی ابتدائی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہیں **والحلق او التقصیر** ۵ - اور سر منڈانا یا بال کترانا **وانشاء الاحرام من المیقات** ۶ - اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے **ومدا لوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا** ۷ اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن میں وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے **والبدأۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ** لموافقتہ علیہ السلام وقیل مرض وقیل سنۃ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتدا طواف حجر اسود سے

کرتے تھے اور بعضوں کے نزدیک یہ فرض ہے اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے والقیاس من فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹- اور طواف کو اپنے داہنی طرف سے کرنا بنا بر قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل ٹھہرا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے جدھر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر تمنعہ منہ ونذر طوافا نزحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا مشیہ افضل ۱۰- اور واجب ہے طواف میں اپنے پانوں چلنا جسکو ایسا عذر نہیں جو چلنے کا مانع ہو اور جسنے نذر مانی طواف کی زمین پر گھسلکر تو اُسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گھسلکر شروع کیا تو اُسکو طواف میں پانوں سے چلنا افضل ہے والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقۃ من ثوب وبدن ومکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کمافی شرح لباب المناسک ۱۱- اور طواف میں طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہے اور اکثر علما کا یہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح میں مذکور ہے وستر العورۃ فیہ وبکشف ربع العضو فاکثر کمافی الصلوۃ بجامع الدم ۱۲- اور شرمگاہ کا ڈھکنا طواف میں اور چوتھائی عضو یا زیادہ کھلنے سے طواف میں ذبح کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذرا وبدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدا بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳- اور صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول میں اسکا شمار نہ ہوگا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہ شوط اول میں داخل نہیں بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدائے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ اور چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہیں چنانچہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵- اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہما اہل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶- اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے سات بار بیت اللہ کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیسوں نہو یہانتک کہ طواف نفل میں بھی دو رکعتیں واجب ہیں سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اُسپر دم ذبح کرنا کیا واجب ہے بعضے علما نے کہا کہ ہاں واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اُسکو آوے تو ذبح کرنیکی وصیت کر جاوے والترتیبہ الاتی بیانہ بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷- اور ترتیب کرنا درمیان کنکریاں مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا اویگا وانما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شی علیہ وکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریاں مارنے اور سر منڈانے کے درمیان میں ہے سو تو سنت ہے واجب نہیں تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اُسپر لازم نہیں لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجی ان المفرد للذبح علیہ وتحققہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اُسپر ذبح واجب نہیں اور عنقریب باب الجنایات میں ہم اُسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸- اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارہ کو کرنا کسی دن میں قربانی کے دنوں سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹- اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم اس جگہ کا نام ہے جو بیت اللہ کے جانب غرب اور شمال واقع ہے اُسکے گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کے مانند حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا پھر جب حطیم بیت اللہ میں داخل تھی لہذا طواف میں اُس کا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اُسکا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہیں واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف معتدبہ ۲۰- اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد اس واسطے کہ دو تین شوط سے طواف معتبر نہیں وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱- اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام تحریم میں واجب ہے وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲- اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہے چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہے

حج کا ولبس المخیط ۲۳- اور جیسے سے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیۃ الراس والوجہ ۲۴- اور سر کو ڈھکنا ۲۵- اور چہرے کو ڈھکنا والضابط
ان کل ما یجب بترکہ دم فھو واجب صرح بہ فی المنتقی (رسیتہ تجی فی الجنایات) اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک
کرنے سے ذبح کرنا واجب ہو سو وہ فعل واجب ہے یہی تصریح ہے منتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہے اسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہوگا
م شارح نے بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵- امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات
سے امام کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ اسکو مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر مین پانچ چیزون کو واجب
کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی مین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سوائے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال
سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ
اکثر کتب مین افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہے اور بعضی کتابون مین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہے چنانچہ منتقی الابحر سے شارح نے
نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اسکی خود تصریح موجود ہے لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵
واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہا وغیرہا سنن وآداب کان موسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض
اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین
جہاد کے خرچ کے برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے
علی الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالی فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج کذا فی البدائع وحاشیہ الطحطاوی
اور مستحب ہے حج کی اجازت لینا اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بردن
امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد بر کعتین ومعانقۃ من یسلم ویسلم ویودعہم اور
مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہوتا کہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہے دوستون اور آشناؤن سے
اپنے تصور رعات کروانا اور انسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستون
کو اسکے پاس آنا چاہیے وتعہد تشتی عند خروجہ وخرج یوم الخمیس فیقف خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع الا الاثنین اول الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ
اے فی انہ ہل یستحب او یکرہ وہل یسافر برا او بحرا او ہل یرافق فلانا او لا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لاصل لہا وتمامہ فی النہر
اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع بلا کا اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی آیمن
استخارہ کرے کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کرے یا نہ کرے اور
کیون نہ استخارہ کرے کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بموقع ہے ورنہ کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ۱۲ اور یونہی
بیان اسکا غیر الفائق مین ہے ہم اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری
رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہے پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جسکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف
کراوے اور جسکا مال چوری یا غماز ی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکو قضا کرے اور
اپنے گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاسات

کو لیجانا کمال بے ادبی ہو اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اس سفر مین ضرور ہو رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کے وقت مین ہوشیار کردے اور عیب مین اور ناشکیبائی کی حالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہو کہ کرایہ والے کو اپنا اسباب کھلا دے اور بدون اسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھے اور سفر حج مین بہتر یہ ہو کہ تجارت کی نیت نہ کرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کے اور لازم ہو کہ اس سفر مین ریا اور سمعہ اور تفاخر سے اپکو بچاوے ولہذا محمل کو بطفیلی علمائے کردہ جانی ہو انتہی مافی النہر الفائق اور فتح القدیر مین ہو کہ تحصیل نفقہ حلال مین کوشش بلیغ لازم ہو اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہو اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھ مخالفت نہین عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیسا کہ تارکین حج کو ہوگا اور قنادی قاضیخان مین ہو کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اسمین کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو اسکی تدبیر یہ ہو کہ نفقہ حج کیواسطے قرض لے اور اپنے اس مال سے قرض کو ادا کرے اور بیع مین ہو کہ عیال کا خرچ بجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریہ اور سفر کی دعائین حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرے یا لکھ لے تاکہ انکو اپنے موقع پر پڑھا کرے مع یہ تنبیہات اور آداب سفر جنھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑتا اور مغامرہ کے اندر دو سبز مینارون کے درمیان شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہو کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہو اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہو کذا فی العالمگیریہ عن البحر اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہو جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈھکنا اور سیاہ کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہو جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریہ واشہر شوال وذوالقعدة

بفتح القاف وتکسر وعشر ذی الحجة بکسر الحاء وفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعندہ مالک ذوالحجة کلہ عملا بالآیة قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینون مین نہین اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینون مین داخل ہو بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ اشہر جمع ہو اور اقل جمع تین ہو شارح کہتا ہو ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ماوراے واحد بھی مشترک ہو یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید مین ثابت ہو حق تعالی نے فرمایا (نقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہو اور مراد تثنی ہو یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہو تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیہ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہو شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین دیا وفائدة

التوقیت انہ لو فعل شیأ من افعال الحج خارجا لا یجزیہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہو کہ اگر افعال حج مین سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نہ کریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندھنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اس سے قبل جائز ہو مع الکراہت جبکہ یہ معلوم ہو تو اور یہ تفسیر کرنا چاہیے کہ شارح کو لازم تھا کہ بجاے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا اگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارة بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی

تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی و انہ یکرہ الاحرام قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات شبہۃ بارکن کما مر اطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہو احرام باندھنا قبل ان مہینون کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ ابھی بیان فرائض حج مین گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہر دو العمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار سنت موکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین وجوب مین عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت مین اتمام صیغۂ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہے وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب مین کہتے ہین کہ آیت مین امر ہے اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہے ہم عمر مشتق ہے اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما واجب وہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا وتفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈا دے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال مین سوائے ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہے اور نسائی مین عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے وکرہت تحریما یوم عرفۃ وارتبعہ بعد ہا ای کرہ انشاء ہا بالاحرام حتی یلزمہ دم وان رفضہا لا ادا ء ہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا ثم کبر سراج وعلیہ فاستثنار الخانیۃ القارن منقطع فلا یخص یوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والے کو حج نلا سو اسنے ان دنون مین عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع مین داخل ہے یعنی خانیہ مین جو یون کہا ہے کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنون کا احرام ہے تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسی کا نام منقطع ہے پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے والمواقیت ای الموضع التی لا یجاوز المرید ملۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جسسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین ہم مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہے کذا فی الفتح تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہے کہ میقات عبارت ہے وقت معین سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجازمین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا جلوخانہ بنایا اور شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پشتگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کے واسطے تو انمین سب قاصدین کہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت ہجرت خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہی

ذو الحلیفۃ بضم ففتح مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وہو کذب ایک میقات ذو الحلیفہ ہی بضم حا وفتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہی مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہی مکہ معظمہ سے وہان کے کنوؤن کو عوام عرب آبار علی کہتے ہین انکا گمان یہ ہی کہ علی مرتضی نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ ہی کہین ثابت نہین یہ میقات ہی اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہ میقات دور ہی کہ معظمہ سے **وذات عرق** بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسرعین وسکون ثانی یہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہی جانب مشرق کے **وجحفۃ** علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہی قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہی کہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہی اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وقرن** علی مرحلتین من مکۃ بفتح الراء وحکی سکونہ اویس الیہ خطأ واخرا وقرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہی عرفات سے نظر آتا ہی مکہ سے دو منزل پر ہی اور قرن کو بفتح راء کہنا خطا ہی جوہری نے اور اویس کی نسبت کرنا اسکی طرف دوسری خطا ہی اسواسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو نہد قرن کہتے ہین کذا فی المنح **ولملم** جبل علی مرحلتین ایضا اور ململم بفتح ثنتاۃ فحتانی ودولام ملک تہامہ کا پہاڑ ہی یہ بھی دو منزل پر ہی مکہ معظمہ سے جانب جنوب **للمدنی والعراقی ذو الحلیفۃ** میقات ہی اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہی اہل عراق کا عراق اس ملک کا نام ہی جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہی اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہی **والشامی** الغیر المار بالمدینۃ بقرینۃ ما یاتی اور جحفہ میقات ہی اس شامی کا جو مدینہ مین ہوکر نہ مین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی **والنجدی والیمنی** لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہی اہل نجد کا اور ململم میقات ہی اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے **ویجمعہا قولہ عرق العراق یلملم الیمنی وذی الحلیفۃ یحرم المدنی وللشام جحفۃ ان مرت بہا ولاہل نجد قرن فاستثنی** اور جمع کیا ہی مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہی اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہی اور واسطے شام کے جحفہ ہی اگر گذرے تو اہی شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہی سو ظاہر ہی سمجھ لے **وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات اہل المدینۃ فہو میقاتہ** قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات اسکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کی طرف ہوکر نکلے دوسری طرف والا چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہوکر نکلے تو وہی اسکا میقات ہوجاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ ادھر نہ گیا ذو الحلیفہ مین ہوکر نکلا تو اب یہین سے اسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرر نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہی ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہی حنفی شافعی مالکی حنبلی اسمین اختلاف نہین وقالوا الامر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لاثمی علیہ علی المذہب اور علما نے کہا ہی کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہی جو کہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہی کہ ساقط ہوگیا اسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اسپر لازم ہوگیا تھا جب دوسرے میقات پر آئے احرام باندھا تو اسپر سے ذبح کرنا

گرنا ساقط ہوگیا و دم میرہا تحری واحترازا فاحادی احدہا والبعد ہا افضل فان لم یکن بحیث یجاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہان سوچے اور اکل کرے اور وہان سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان مین دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو جو زیادہ قریب ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہان سے کسی میقات کا سامنا نہ ہوتا ہو بالکل مین نہ آتا ہو تو چاہیے کہ مغلظہ و منزل رہے تو وہان سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات و منزل سے کمتر نہین و حرم تاخیر الاحرام عنہا کلما لمن اتی لا فاقی قصد دخول مکۃ یعنی احرم ولو لحاجۃ غیر حج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب اہل مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کے واسطے وہان گیا ہو جیسے حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو اسمین ہر طرح کے جانیوالے برابر ہین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ مین بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی الفتح الا لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ مثل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاراد دخول مکۃ بلا احرام وہیہات من یرید ذلک الا لما مور بالحج لغۃ لکن اگر آفاقی یعنی باہر والا احرم کے سوا حل مین کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اُسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہان گیا تو وہان کے لوگون مین لگیا اور وہان کے لوگون کو مکہ مین جانا بلا احرام درست ہے تو اُسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہین بسبب اُسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اُسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ مین بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا نہ آفاقی اور یہ حیلہ دریاے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر پہنچا تو اسکو جائز نہین کہ بندرجدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ مین بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا تو اُسکو عمرہ کرکے احرام چھوڑنا درست نہین بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہر اگر مامور بالحج بندرجدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج کے قریب ہون تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہان سے احرام باندھ کر آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لانہم ذکروا التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل ان فی اشہر الحج دامن علی نفسہ حرام نہین تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ تقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینون مین ہو اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحج کما لو جاوز ہا حلالا او مکۃ اور ان لوگون کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہین خواہ عین میقات مین ہون یا علی طرف حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بواسطہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہوگا جیسے حلال ہے بلا احرام دخول ہیزم کرنیوالون کو جو لکڑیون کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر مکی وہان سے بھی باہر نکلے گا تو وہ آفاقی ہوجاویگا اب اُسکو بدون احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اُس موضع کو کہتے ہین جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہو والمیقات لمن بمکۃ یعنی من یدخل الحج الحرم والعمرۃ الحل اور مکہ والون کا یعنی جو حرم کے اندر ہین اُنکا میقات حج کے واسطے حرم ہے جہان اپنے گھرون کے اندر سے احرام باندھین اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے تحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات مین اور وہ حل مین واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم مین احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے [illegible]

مین اور وہ حرم مین ہو تو جب عمرے کا احرام حل مین باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونون صورتون مین فرما مضمون پایا گیا والتنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہے تنعیم ایک مکان کا نام ہے مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے دہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرم ابن الملقن فقال ؎ ونحو الحرم التحدید من ارض طیبۃ ۔ ثلثۃ امیال اذا رمت الفانہ ۔ وسبعۃ امیال عراق وطائف ۔ وجدہ عشر ثم تسع جعرانۃ ۔ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا ۔ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ ۔ اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ اسی مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہے بجعرانہ کی طرف سے نو کوس ہے اور مین کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین سے ہے تاسکے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام مین نہ کرے من شارع فی الاحرام ۔ احرام کا ارادہ کرے م احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی بحرمتی نکرنا اور شرع مین احرام عبارت ہے حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر باسوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط فی الفرض لکنہ لیس بشرط فی النفل کما فی الفتح والمحیط والتحفۃ والتجنیس والمزید والتحلیل بخلاف الصوم والزکوٰۃ اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول باراسکا کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوٰۃ کے کہ انکے لیے تحریم اور تحلیل نہین م نسک معنی مطلق عبادت کے ہے لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہے تم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی مطلقا ولو مفلوتا بخلاف الصلوٰۃ پھر حج قوی تر ہے نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مفلوتا ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہے اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کر یگا تو اسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مفلوتہ کے کہ اسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بفعل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فیفعل العمرۃ والاحصار فیذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہوجانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام شامل حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ ہے کہ حج فوت ہوجاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اسمین گاہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہوجاتا ہے مثلاً ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اسپر لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ اجب وہو للنظافۃ لا للطہارۃ فیجب بحدث فی حق حائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اسکا مستحب ہے اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور رفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہے والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ انمین تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نہ ملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی مین جمعہ و عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہے

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہو نہیں اس دلیل سے کہ مذی کو تحصیل نظافت میں کچھ اثر نہیں اسواسطے کہ مذی ملوث اور غیر ہو کذا فی النہر و شرط تنبیل استنجا ان یحرم وہو علی طہارۃ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہو کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن التبیانیۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان احتاج والا فتقصیر اور غسل کی طرح مستحب ہو احرام کریوالے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھوں کا کترانا اور زیر ناف کے بالوں کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہوں تو انہیں کنگھی کرے مع بدن اور بالوں کا گرد اور غبار اور میل کچیل اور خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہو اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو چنانچہ حیض ولبس ازار من السترۃ الی الرکبۃ اور ازار پہننے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک اور رداء علی ظہر ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر فان ترکہ او حللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور سنون یہ ہو کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر داہنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کر کے اپنے بائیں مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر میں گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہ قصور نہیں کہ ذبح کرنا اسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین یعنی یہ کفن مکفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والافستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہوں یا دونوں پرانی دھوئی پاک سفید ہوں جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہو اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہو سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہو ولیب بدنہ ان کان عندہ لانہ یتبقی عینہ ہوا الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن میں خوشبو لگاوے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے میں ایسی خوشبو لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہو دوسرے قول سے ہم بدن میں خوشبو لگانا بہر طرح سے درست ہو ظاہر الروایت میں خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہو کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر میں نے مشک لگایا اور اسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے میں ایسی خوشبو لگانا درست نہیں جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت کروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اسوقت میں جو مکروہ نہیں اور کافی ہو اسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج لبیک اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی بقول ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یعنی خداوندا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں سو اسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہو کہ حج میں مشقت زیادہ ہو اور مدت دراز اسکے ادا کرنے میں لگتی ہو تو انہیں درخواست آسانی کی مناسب ہو اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدا دعاے ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے کہ دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہو وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ انمیں آسانی کی دعا مشروع نہیں اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہو بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعمرہ الزیلعی فی کل عبادۃ ہی فی الہدایۃ اولی اور بعضے علمانے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز میں بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت میں اسکو عام کہا ہو اور جو ہدایہ میں ہو وہی صحیح تر ثم لبی دبر صلوتہ نادیا بہا بالتلبیۃ الحج بیان الاکمل والافصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان واحسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہو شروع حج کا بطریق کامل تر والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہو اگرچہ دل ہی میں نیت حج کی کرے زبان سے

نہ نکالے لیکن بشرطیکہ متصل کرے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا اگرچہ ذکر فارسی زبان میں کرے اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو لبیک کہنے سے نیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ واسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتلبیۃ علی المذہب ھی لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک بالفتح ای مبتدا و خبر والملک لا شریک لک اور تلبیہ بنا بر مذہب درست کے یہ ہے جو تاتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں خداوندا تیری بجا آوری حکم میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری حضور میں بلاشک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے واسطے ہیں اور بادشاہی تجھ کو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں لفظ ان کا ہمزہ مکسور ہے لغت فصیح میں اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمت لک مبتدا اور خبر ہیں تو دس صورت میں ت کو ضمہ ہوگا مر یہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت فرماتے تھے وزاد مدبانیھا ای علیھا لانی خلالھا اور زیادہ کرے بنا بر استحباب کے اس تلبیہ میں یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑھانا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا نہیں مر حلبی کی مناسک میں ہے کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یوں کہے لبیک واسخر بیدیک والرغبا الیک والعمل لبیک الہ الخلق غفار الذنوب لبیک کذا فی المنح ولا تنقص منھا فانہ مکروہ ای تحریما یقولھم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئا تارکا سنۃ رفع الصوت بھا اور اس تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہے واذا لبی نادیا نسکا او ساق الھدی او قلد ای ربط قلادۃ علی عنق بدنۃ تفل او حزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کجنایۃ ونذر ومتعۃ وقران اور جب لبیک کہا حج کی نیت کرکے یا ہدی کو ہانک لیجلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اسکے بدلے کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا اور مانند اسکے کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا توجہ معھا والحال انہ یرید الحج اور خود لیجلا اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر وان العمرۃ کذلک بنبغی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کے مانند ہونا لائق ہے جواب دیتا کہ ہاں عمرہ بھی حج کے مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے اور بعثھا ثم توجہ وبعثھا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اسکو احرام کرنا میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے ہوگا او بعثھا المتعۃ او قران وکان التقلید والتوجہ فی اشھر والاحرام بعمرۃ ماتی بمیقاتھا او توجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلبھا استحسانا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں واقع ہوا اور اگر دونوں کام موسم حج میں نہوے تو شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو قبل میقات کے نہ ملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتوں میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح سے تعظیمی ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اس فعل سے ہوتی ہے جو خاص کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں ہم فقد احرم جزاہ اذا بتی کی خلاصہ یہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کی نیت کرکے یہ افعال مذکورہ بشرطیکہ متصل عمل میں لاوے تو محرم ہوا لا یتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو احرم الاحرام حتی طاف شوطا واحدا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج یا عمرے کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال نہ کیا بایں طور کہ بیت یا سر کے گرد کیا دھومرا

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہراوے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل کی
تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج نہ کیا ہو
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالحج سنامها الایسر او جللها بوضع اهل او بعثها لا المتعة وقران ولم یلبیا تمام او قلد شاة لا یکون محرما لعدم
اختصاصه بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائیں طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ یہی کا نشان ہو جاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ نہ کیا
بہ نیت تمتع یا قران کے اور اسکو جا کر نہ ملگیا جانیکے مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہیں م اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے اور ابوجعفر طحطاوی نے کہا کہ اصل شعار ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور
کیونکہ مکروہ ہوا حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا مگر اس شعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر سطح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعده ای الاحرام بالصلوة یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکره بحضرة النساء والفسوق ای الخروج عن طاعة الله والجدال فانه من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے نوراً اجتناب
کرے اور دور بھاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہ زیادہ قبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نہ کرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
درشت زبانی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارة الیه
فی الحاضر والدلالة علیه فی الغائب وحل تحریما لا اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار
سے اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب
شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہاں حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے
محرم پر کچھ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقصده ویکره شمه اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے
نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجه کله او بعضه کله
ونوقنه لم فی الخانیة لا باس بوضع یده علی انفه اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھوڑی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہاں خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وقیه البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہیں اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن
کو کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ممنوع نہیں لیکن اس حالت میں مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسه شیئا کان لغطیه لاحمل عدل وطبق
لم یتدیا دلیلة فدیه صدقة اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑوں کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہ ہوگا جبتک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا
فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کو آدمی پہننے ہیں بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس

کرنے کی عادت نہین چنانچہ تغار اور طاس تو اُسکے رکھنے سے لابس نہوگا کذا فی الطحطاوی وقالوا لو دخل تحت ستر الکعبۃ اصاب رأسہ از وجہہ کرہ والا فلا باس بہ اور فقہانے کہا ہی کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اُسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہی اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہین وغسل رأسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب وقیل العوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار چیزون مین داخل ہی تو نہ بچ کرنا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑون کو مارتی ہی اور بالون کو نرم کرتی ہی وصاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف صابون ودلوک واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزون سے بالون کو دھویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے اُسپر کچھ لازم نہوگا وملوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہین جس سے ہاتھ دھوتے ہین اور اشنان ایک گھاس ہی کہ مل کو صاف کرتی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی زادنی الجوہرۃ وسدر وہو شکل زیادہ کیا ہی جوہرہ مین کہ بیر کے پتون سے بال دھونے مین باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہین آتا اور یہ تو مشکل ہی وجہ اشکال کی یہ ہی کہ خطمی اور بیر دونون سے کیڑے مرتے ہین اور بال نرم ہوتے ہین تو لائق یون تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ واجب ہوتا کذا فی نسخ الغفار طحطاوی مخشی نے کہا کہ یہ امر تو صابون مین زیادہ تر قوی ہی پا وجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصفہا ای الحیۃ وحلق شعر رأسہ وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شی فیہ عندنا اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے مُنڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر جسکو پڑبال کہتے ہین تو اُسکے دور کرنے مین کچھ نہین ہمارے نزدیک محرم کو بالون کا دور کرنا کسیطرح جائز نہین کترنے سے نہ مُنڈانے سے نہ اکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی النہر والبحر وتقلیم ظفر وقطعہ وکسر قرنہ او بعضہ کزر وتیہ وبرانس اور پرہنر کرے محرم کرتے اور پاجامے کے لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہنر کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہی اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے روے کی نرہ اور بارانی کے مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقبا ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جانہ الا ان یزرہ او یخللہ اور بے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونون استینون مین اپنے ہاتھ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہی مگر یہ کہ اُسکو گھنڈی سے یا کانٹے سے اٹکا دے تو جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اُسپر دیج کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہی وجوزان برتدی القمیص ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہی کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اُسکو سونے وغیرہ مین بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامتہ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الدنہ وتہ لا الجورین اور بے پگڑی اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونون موزون کو دونون کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہان قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہی جہان نعل کا تسمہ لگا جاتا ہی کعب سے یہان مخنہ مراد نہین تو سر موزون کا پہننا محرم کو جائز ہی نہ جراب کا اسواسطے کہ سر موزہ مین قدم کی پشت کی ہڈی نہین بند ہوتی اور جراب مین بند ہو جاتی ہی نعل کو جبل کہتے ہین چمڑے کے تلے پر بنا اور تسمہ سیا ہوتا ہی ہندوستان مین کہار اور بعضے محترفہ پہنتے ہین اور سر موزہ ان جوتیون کو کہتے ہین جنکو موزون کے اوپر پہنتے ہین وثوب صبغ بمالہ طیب کورس وہو الکرم وعصفر وہو زہر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح اور پرہنر کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اُس سے خوشبو نہ آوے پھر اُسکا پہننا درست ہی قول اصح مین ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہی مین جسکو کرم کہتے ہین اُسکا رنگ زرد ہوتا ہی ہم یہ مسائل اُس حدیث سے ماخوذ ہین جو صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر رضہ سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین للاتباع الاستحسان حدیث البیہقی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دخل الحمام فی الجحفۃ محرم پرہنر نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے کذانی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہے کہ حضرت نے حالت احرام مین غسل فرمایا ملطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہے لیکن میل چیڑانا مکروہ ہے والاستظلال بیت ومحمل الصب رأسہ ووجہہ فلو اصاب احدہما کرہ کما مر اور پر ہیز کرے گھر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی جہت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑون کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہے اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہے وشد ہمیان بکسر الہاء فی وسطہ اور نہ پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اُسمین اپنا نقصان ہو یا غیر کا کذانی الفتح ومنطقۃ وسیف وسلاح وتختم زیلعی لعدم التغطیۃ واللبس اور نہ پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذانی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیر کا باندھنا لباس مین داخل نہین واکتحالا بغیر مطیب فلو اکتحل بمطیب مرۃ او مرتین فعلیہ صدقۃ ولو کثیرا فعلیہ دم سراجیہ اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگا ویگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگا ویگا اسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذانی السراجیہ ویاتیقی حناء وفصد او حجامۃ وقلع ضرسہ وجبر کسر وحک رأسہ وبدنہ لکن برفق ان خافت سقوط شعرہ او قلعۃ فظن فی الواجحۃ والا فلا ومقصد لبنی وفی الثلث کفا من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنون سے اور اپنی داڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذانی الفتح ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذانی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی ولو نفلا او علا شرفا او هبط وادیا او لقی رکبا او جمعا رکبان او مشاۃ وکذا لو لقی بعضهم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنا بر استحباب کے جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اُترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہے رکب اسکون ثانی جمع ہر راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہے او اسحار دخل فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے مع سحر کہتے ہین رات کے پچھلے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہے کذانی حاشیۃ الطحطاوی اذا التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوۃ حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا استنانا صوتہ بہا بلا جہر کما یفعلہ العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد الحرام لحدیث ابدا بما بدأ بہ علی استنہ ودخلا من باب السلام نہارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالہ البقعۃ اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہو دن کو بنا بر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسارانہ گڑگڑاتا عظمت اور جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوے اندر جاوے مع شرکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہے اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہے کہ داخل ہو بلندی کیطرف سے جدھر قبرستان ہے جسکو جنت المعلا اور کدا بفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بضم کاف کہتے ہین اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہے اور دن کو مستحب ہے لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہے اور جب ہے کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے اللھم ہذا حرمک وامنک فحلت علی وحرمت دمی وبشری علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک کذا فی شرح المختار والبرہان ویسن الغسل لدخولہا وہو للنظافۃ فیجب لحائض ونفساء اور مسنون ہے غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے

اور غسل استحبابی کے واسطے ہو۔ طہارت کے واسطے تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہو دیکھے بیت کبر اللہ وسماہ اللہ اکبر من الکعبہ وکل شیء سواہ تبع فوع شرک اور جسوقت کہ بیت اللہ کو دیکھے تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہ کہ اللہ بزرگتر ہو کعبہ سے یعنے ہر چیز سے بڑا تو کعبہ بھی اسمین داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الٰہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو یعنے سوائے خدا کے کوئی لائق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بھی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی جابر کی حدیث مین ثابت ہو کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر کذا فی المنح اور عطاء سے مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ دیکھکر یہ دعا فرمائی (اعوذ برب البیت من الکفر والفقر ومن ضیق الصدر) اور رفع الیدین کرتے تھے اور سب احادیث سے یہ دعا ضروری ہو کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہو اور امام شافعی رح نے بسند ابن جریج نقل کیا ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے (اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا وتعظیما وتکریما وبرا) اور بیہقی مین مروی ہو کہ عمر فاروق رض جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللھم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام) کذا فی فتح القدیر ثم ابتدا بالطواف لانہ تحیۃ البیت مالم یخف فوت المکتوبۃ او جماعتھا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ طواف بیت اللہ کا تحیۃ ہو جب تک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہ فوت ہو جانے کا اور اگر فوت ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جاسکی یہ صورت ہو کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے نہ سنت کا تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر بکبر اھللا رافعا یدیہ کالصلوۃ مستلما بفیہ وقبلہ بلا صوت پھر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونون ہتھیلیون سے اور اسکو چومے بدون آواز کے لینے لبون کے لگانے مین آواز نکالے تو استلام حجر یہ کہ دونون ہاتھ سر کے اور اسکو چومے سنن ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اوپر رکھا اور دیر تک روتے رہے پھر التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا اے عمر یہان آنسوون کو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ مین وارد ہو کہ عمر فاروق رض نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو مین تجکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہو کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللھم استلمت ایاک بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت) کذا فی شرح المنیۃ ثم یسجد علیہ قیل نعم اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر بعضے علماء نے کہا کہ یہان سجدہ کرنا جائز ہو ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبداللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء لانہ سنۃ وترک الاذی واجب فان لم یقدر یضعھا ثم یقبلھا او احدھما استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہان کے لوگون کو نہ ڈھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہو اور تکلیف رسانی کا ترک کرنا واجب ہو تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونون ہاتھون کو اوپر رکھے پھر ہاتھون کو چومے یا ایک کو اوپر رکھے اور اسکو چومے وان لا یکنہ ذلک یمس بالحجر شیئا فی یدہ ویقبلھا ان شاء او ان عجز عنھا اشار الاستلام بما مر ساس استقبلہ مشیرا الیہ باطن کفیہ کانہ واضعھا علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی شیء کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہوا اپنی دونون ہتھیلیون کے اندر کی جانب سے اسکی طرف اشارہ کرے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیون کو حجر اسود پر رکھے ہو

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالی وصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالی کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
درود پڑھے پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو چہرے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الجمرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات مین
رفع الیدین کے وقت ہتھیلیوں کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر جمرتین کے پاس سو وہان کعبۂ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایۃ مین کذا فی النہر
عن الخانیۃ سو طاف بالبیت طواف القدوم ولیس ہذا الطواف للآفاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلے طواف کو
طواف القدوم کہتے ہین یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہی اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہی نہ اہل مکہ پر
چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہی نہ مسجد کے نیچے رہنے والے پر وابتداؤہ من الحجر الاسود فیجعلہ عن یمینہ ثم یمشی الی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالمؤتم بہا
واتحاد الجہۃ یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جد ھر بیت اللہ کا دروازہ ہو تو اسی صورت مین کعبہ طائف کے
بائین طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہی کہ طواف کرنے والا بجاے مقتدی کے ہی اور کعبہ بجاے امام کے اور جبکہ ایک مقتدی امام کی داہنی
طرف کھڑا ہوتا ہی طواف مین جب حجر اسود کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللھم الیک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل عرفتی واغفر عثرتی وارحم
تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مخافتک واطمئن اللھم ان اک علی حقوقی (تصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللھم ہذا
البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے
(اللھم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل الولد) اور جب میزاب رحمت کے
مقابل ہو تو کہے (اللھم انی اسالک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی
بکاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظمأ بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا
مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللھم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر
ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی مین بسند حدیث مرفوع نقل
کی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان مین یون فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار)
اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ دعیہ اسوقت ہوسکینگی جب طواف مین ٹھہرا ہو تو جس طواف مین رمل سنت ہی اسمین استیعاب اشواط نہین ہوسکتا اور یہ دعا جو صحابہ
اور تابعین سے منقول ہین علماے متاخرین نے انکو یکجا جمع کرلیا ہو کذا فی فتح القدیر برعکس اعادہ مادام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا
من غیر الحجر کما مر اور اگر کسی کے بالعکس کرے یعنے اپنے بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ مین مقیم ہی اور
اگر وہان سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا کذا فی
واجبات حج مین مذکور ہو چکا کہ ابتداے طواف حجر اسود سے واجب ہی قالوا ویستحب بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہی کہ شروع طواف مین اپنے تمام بدن کو سامنے
حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہوکر طواف کرے اس طرح کل بدن کا کل حجر سے سامنا ہوجاویگا جاعلا قبل
شقہ ورداؤہ تحت البطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وزار الحلیم وجوبا لان سنۃ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الحریۃ
لم یجز کاستقبالہ اصنیا ماقبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈال کر حلیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے نصف عرب
مین اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہین سو یہ سنت ہی اور حلیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہی اسواسطے کہ حلیم مین چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہی سوا گر طواف کرے
اس کشادگی اور بنا کے بین گھسکر جو حلیم اور بیت اللہ کے درمیان مین ہو تو یہ طواف جائز نہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حلیم کا جائز نہین بنا بر متعارف

یعنی استقبال کعبہ کا نص قرآنی سے فرض ہونا حطیم کا بیت اللہ میں داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہے نہ دلیل قطعی سے تو حنفیہ کا اسکو مقتضی ہونا کہ طواف میں تو حطیم کو داخل کیجیے اور نماز میں خارج بہ تعبیر اسمٰعیل و ہاجر علیہما السلام کی قبر ہے سبعۃ اشواط بقطعیت اللہ کے گرد فقط سات بار گھومے ہم شواط جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گھومنے کو کہتے ہیں یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گھوم کر پہونچنا یہ ایک شوط ہے اور سات بار گھومنے سے ایک طواف ہوتا ہے فلو طاف ثامنا مع علمہ بہ فالصحیح انہ یلزمہ اتمام الاسبوع للشروع اسلئے کہ شروع فیہ ملتزما بخلاف ما لو ظن انہ سابع لشروعہ مسقطا لا ملتزما بخلاف الحج سو اگر آٹھوان شوط گھوما آٹھوان جاکر تو مذہب صحیح یہ ہے کہ اُسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کر دینے کے یعنے اسواسطے کہ اُسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کرکے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھوان شوط کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اُسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اُسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہے نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ بعد سقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہوجاتا ہے بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح من الحجر واعلم ان سکان الطواف داخل المسجد ولو راء زمزم وخارجہ بصیرورتہ طائفا بالمسجد لا بالبیت اور معلوم کرو طواف کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف میں داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہیں اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ غیر مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ھم ہرچند تمام مسجد الحرام میں طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہیں اُنکے اندر طواف ہوتا ہے اُسکو مُطاف کہتے ہیں اور نقشہ بیت اللہ کا بملایون ہے کہ درمیان میں بطور کرسی کے بیت اللہ ہے اسکے گرد مطاف کے ستون ہیں پھر چاروں طرف بڑا صحن ہے جسمیں زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چار مصلے امام ان کے مصلے میں پھر چاروں طرف مسجد الحرام کے عمارت ہے کہ ہر طرف تین درجے کی پھر پشت کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے متصل دو سبز مینار ہیں جنمیں سعی کرتے ہیں اور بیت اللہ کے چار کونے ہیں جنکو ارکان کہتے ہیں ایک کونے پر جسمیں تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اُسکو رکن عراقی کہتے ہیں پھر اسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی کہتے ہیں پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور حجر اسود سے تا رکن یمانی مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ کی جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہاں قربانی ہوتی ہے اسکے آگے تین کوس پر مزدلفہ ہے جہاں مغرب اور عشا کی نماز ملاکر پڑھتے ہیں اُسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہاں حج ہوتا ہے اسقدر جہاں لکھنے سے مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج مسنہ او من اسفل الی جنازۃ او لمکتوبۃ او تجدید وضوء تمم عادنی اور اگر کوئی سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہیں آوے جہاں سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہیں سے جوڑ لے وجاز فیہا اکل وبیع وافتاء وقرأۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی میں جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی دینا اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا سات باطواف کرے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اُسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہیں کذا فی النہر وقی منسک النووی الذکر المأثور افضل وما فی غیر المأثور فالقرآن افضل فلیراجع اور نووی شافعی کی منسک میں یوں ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف میں تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ طواف میں تجرد ذکر اللہ معروف ہے اور مجکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہیں جسمیں قرأۃ قرآن طواف میں مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع میں طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہو کتفیہ فی الثلثۃ الاول استنانا فقط اور رمل کرے یعنے جلد جلد نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونوں مونڈھے ہلاکر جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ میں اکڑتے ہیں اس طرح اکڑنا فقط پہلے

تین شوطوں میں سنون ہم کہ کتب احادیث مین ثابت ہو کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرتؐ نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑکے طواف کرین تا کافرون کو رعب پڑے پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہو کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اسلئے اکڑنے سے کیا حاصل یہ اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اُسکو چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہوا اور حالانکہ حق تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اُس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے فلو ترکا وبعضہ والوفی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو ترک کیا شوط اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر اخیرین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چاروں شوطون مین رمل نہ کرے یہ کذا فی الفتح والنہر والعالمگیریہ عن المجرم شارح کے کلام مین ظاہر اشوط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہو یعنی جو عبارت تینون کتابون کے منافق یون ہو فلو ترکہ اوبعضہ فی الشوط الاول لم یرمل الافی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہو کہ یہ سقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دونسخون مین اسی طرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اُسکے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہو یعنی استقبال اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین وکلما مر بالحجر فعل ماذکر من الاستلام اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب ہجوم کے نہ پہنچ سکے تو عصا یا تلوار اُسپر لگا دے اور اُسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب لکن بالتقبیل وقال محمد ہو سنۃ وتقبیلہ والدلائل یؤیدہ وکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہو امام اعظم رح کے نزدیک بلا تقبیل یعنے فقط اُسپر ہاتھ رکھے لیکن اُسکو نہ چومے اور محمد رح نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہو اور اُسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد رح کے قول کی تائید کرتے ہین اور سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہو بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہو کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سوائے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلے شفعا فی وقت مباح یجب بالجنایۃ علی المعتمد بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ علمہ فیما اشرقہ بالجلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین دو رکعتین نماز پڑھے بوجہ واجب ہونے کے بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہو جسمین ابراہیم علیہ السلام کے دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمٰعیل اور ہاجرہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک روایت یہ ہو کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اُسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالیٰ نے زمین پر اتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات باطواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی ذنوبی اللھم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضی اقنعنی بما قسمت لی تو حق تعالیٰ نے آدم پر وحی اُتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے

مانگی کہ میں نے قبول کی اور تیرے گناہ بخشے اور تیرے غموم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری اولاد سے یہ دعا کریگا تو اُسکے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگا اور اسکی مناجاتی کو دور کرونگا کذا فی کنز العمال علی المنتقی وفتح القدیر اور غیرہ من المسجد یا مقام ابراہیم کے سوا رکعین مسجد الحرام میں دوگانہ طواف کا پڑھے اگر وہاں جگہ نہ پاوے کذا فی البرہان وہل یتعین المسجد قولان اور کیا اس نماز کے واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے اسمیں دو قول ہیں ملحقاوی نے کہا قول معتمد یہ ہے کہ تعین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم وترب من باب زمزم پھر بعد دوگانہ طواف کے ملتزم کو جسکے اطراف کہ اپنا سینہ اور پیٹ اور داہنا رخسارہ اُسمیں لگادے اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر کھڑا کرکے دیوار میں چپٹا وے اور زمزم کا پانی پیے اور یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر ودعا بما ارادا لسعی اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دوگانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے ہم طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قربانی کے دن فرض اور ذبح اور رمی جمار کے اشغال درپیش ہیں اور افضل یہ ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد ادا کرے اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہ ہے کہ فرض کے تالی ہو کذا فی النہر عن التحفہ واستلم الحجر وکبر وہلل وخرج من باب الصفا مذا ہو حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایاں قدم آگے بڑھاکر اور یہ دعا پڑھے (بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک واعذنی فیہا واعذنی من الشیطان) کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت وہلل وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصوت مرتفع خافیہ پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی الخانیہ ہم سنن ابوداؤد میں جابرؓ سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالے کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علی کل شئی قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ) پھر اسکے درمیان میں دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا بما شاء ولان محل الدعاء یمانا لان مذہب شمیا لانہ یذہب برقۃ القلب وان یترک بالما ثور فحسن اور دونوں ہاتھ اُٹھاوے آسمان کیطرف ہتھیلیاں کرکے چنانچہ دعا نماز کے بعد معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو چاہیے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے مناسک حج میں کوئی دعائے خاص معین نہیں کی اسلیے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے لیکن اکثر لوگوں کے حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ آئندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروزآبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمرؓ کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسالک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین المنحوتین فی جدار المسجد پھر صفا سے اُترکے مروہ کیطرف چلے اُن دونوں سبز مینارون کے درمیان جھپٹکا جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار میں تراشے ہوئے ہیں ہم جب صفا سے اُترے تو یہ دعا پڑھے (اللھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب دو سبز مینارون میں سعی کرے تو یہ دعا پڑھے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم یہ دعا عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت میں دعائے مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا ففعل ما فعلہ علی الصفا یفعل ہکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم السبع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور اُسپر وہ کرے جو صفا پر کرچکا ہے

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروۃ لم یعتد بالاول ہوالاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح ہی اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد بختم الطواف اور مستحب ہی ختم کرنا سعی کا دو رکعتون پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرۃ عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنے جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اصحاب سے عمرہ کرواکر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر دا سے حدیث مروی ہی کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ ہے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت انفلا ماشاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوۃ نافلۃ للافاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہی نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہی طواف سے وفی البحر ینبغی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ مطلقا اور بحر الرائق مین ہی کہ فضیلت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہی یعنی کیون کر واسطے ایام حج مین طواف سے نماز افضل ہوگا کہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہی نفل نماز سے ہر طرح طحطاوی اور البحر نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہی مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کردیا ہی تو جو کلام کرے تو سوائے خیر کے نہ بولے کذا فی البحر والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہی کہ طواف مثل نماز کے ہی اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اُسی کتاب مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تبیین جامع الاصول وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوۃ الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحج کے امام پڑھے دوپہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہی اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہانسے پھرنا لوگون کو سکھاوے مراد حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہی اور سب خطبون مین دال تکبیر پھر تکبیر بلیبہ پھر تکبیر واجب ہی مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہی کذا فی البحر والطحطاوی فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحج کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہی حرم کی حدمین مکہ سے تین کوس مسافت مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللھم ایاک ارجو وایاک ادعو وایاک اغدو ایاک اطلب اللھم

آخر میں سوال کرتا ہون
مکہ کو کرنے اور منا کو جانے کا
دنیا و آخرت میں اور بہشت
دے پھر دنیا مین نیکی اور
آخرت مین نیکی اور دوزخ سے
طالب دوزخ سے نجات ہون
الٰہی تجھی سے نجات ہون اور
اور تجھی پر بھروسہ کرتا ہون اور
جہان تک طواف ہی
کیسے کام کرے اور
اولاد مین

بلغنی صالح عمل وصلح فی ذریتی) پھر جب منا میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (اللھم ھذا منی وھذا مما دللتنا علیہ من مناسک فمن علینا بجوامع الخیرات وبما سنت به علی ابراہیم خلیلک ومحمد حبیبک وبما سنت به علی اھل طاعتک فانی عبدک وناصیتی بیدک جئت طالبا مرضاتک) اور منا میں مسجد خیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس راح الی عرفات علی طریق ضب پھر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہے اور عرفات کے چلنے کے وقت یہ دعا پڑھے (اللھم الیک توجہت وعلیک توکلت ووجھک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی ولا تخیبنی واقض بعرفات حاجتی انک علی کل شئ قدیر) اور لبیک کہے اور کلمۂ توحید پڑھے پھر جب عرفات کے قریب پر پہونچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) پھر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات مین داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلھا موقف الا بطن عرنۃ بفتح الراء وضمھا وادی الحرم غربی مسجد عرنۃ اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ مین ٹھہرنا جائز نہین عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بھی سنا گیا ہے مسجد ہے جو حرم مین مسجد عرنہ کی مغرب کیطرف اور عرفات حل مین ہے فبعد الزوال قبل صلوۃ الظھر خطب الامام فی المسجد خطبتین کالجمعۃ پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد مین دو خطبے پڑھے مانند جمعہ کے یعنے جیسے خطبۂ جمعہ مین امام درمیان دو خطبون کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی یہین بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ مین امام کے سامنے مؤذن اذان کہتا ہے ویسا ہی یہان بھی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وعلم فیھا المناسک وبعد الخطبۃ صلی بھم الظھر والعصر باذان واقامتین وقرأ سرا یہ ولم یصل بینھما شیئا علی المذہب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظھر اور امام اس خطبہ مین احکام حج کے تعلیم کرے یعنے وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہان سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگون کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان مین کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت مؤکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت مین اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط لصحتہ ھذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والاصلوا وحدانا والاحرام بالحج فیھما اسے الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر مشروط ہین امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر بادشاہ یا اسکا نائب نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھین بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونون نمازون مین تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہین اسواسطے کہ دونون نمازون مین حج کا احرام مشروط ہے اور اسیطرح اگر بدون احرام کے دونون نمازون کو جمع کریگا تو بھی جائز نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احد ھما فلو صلی الظھر وحدہ لم یصل العصر مع الامام تو جائز نہین عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اُس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اُسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کے وقت پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظھر بجماعۃ قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر اُسنے حج کا احرام باندھا تو اُسکو عصر کا پڑھنا جائز نہین مگر عصر کے وقت مین نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت مین اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وقالا لا یشترط لصحۃ العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثۃ وھو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہین صحت عصر کے واسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کا فی ہے امام کا ہونا شرط نہین اور یہی مذہب ہے تینون اماموں کا اور یہی قول ظاہر تر ہے باعتبار دلیل کے کذا فی شرنبلالی عن البرہان ہم برہان مین کہا کہ یہ قول اسواسطے ظاہر ہے کہ عرفات مین جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ امتداد وقوف تک واجب ہے اور موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفون کا وہان برابر ہونا ممکن نہین تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہان سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا

اس ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اُس حاجت مین منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذہب الی الموقف بغسل سن ووقف الامام علی ناقۃ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان مین چاوے غسل کرکے کہ مسنون ہی اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہوکر ہمین کھڑا ہونا سنت ہی اور یہ جو عوام کی عادت ہی کہ پہاڑ پر چڑھکر کھڑے ہوتے ہین سو بے اصل ہی والقیام والہیئۃ فیہ ای الوقوف لیست بشرط ولا واجبہ فلو کان جالسا جاز بحیث دذلک الکینونۃ فیہ فصح وقوف مجتنز وہ راکب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا اور وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہی نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا جج اُسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہی کہ وہان کا ہونا شرط نہ ہی جج کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہی وقوف راہ چلنے اور بھاگنے کا اور بدلون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہین کی اُسکا وقوف بھی صحیح ہی کذا فی البلغ ودعا جہرا بالجہد وعلم المناسک وقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلی القبلۃ سامعین لقولہ خاشعین باکین اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچھے ٹھہرین متصل اُسکے روبقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوئے ہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہی اور جو افضل دعا کہ مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہ ہی (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وہو علے کل شئ قدیر) اور جو دعا حقیقت دعا ہو مثل مشہور ہی کہ فقیر کی صورت سوال ہی علے الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتون کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہی اور بزار وغیرہ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ کے دن دونون ہاتھ پھیلائے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا مجمع ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہی کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہی کہ موقف مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی (اللھم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللھم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللھم انی اعوذ بک من شر ما تجی بہ الریح اللھم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا تخفی علیک شئ من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسالک مسألۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب الذلیل واد عوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللھم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) کما خرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دعا اور باقی پیغمبرون کی دعا عرفات مین یہ ہی (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علے کل شئ قدیر اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا اللھم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللھم انی اعوذ بک من شر ما یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر کذا فی سفر السعادت للفیروزآبادی اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہ ہی کہ دعا مین بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ مین لکھکر پڑھے اور مستحب ہی کہ اُس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھکر یہ دعا کرے (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وہو علے کل شئ قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ

واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا رفیع الدرجات یا منزل البرکات یا فاطر الارضین والسموات
ضجت لک الاصوات بصنوف اللغات نسالک الحاجات وحاجتی ان ترحمنی وانا بلغ اذا نسینا اہل الدنیا اسالک
ان توفقنی لما افترضت علی وتعینی علی طاعتک واداء حقک وقضاء المناسک التی ارتہا ابراہیم خلیلک ودللت محمداً
حبیبک اللہم لکل متضرع الیک اجابۃ ولکل مسکین لدیک رافۃ وقد جئتک متضرعاً الیک مسکیناً لدیک فاقض حاجتی و
اغفرلی ذنبی ولا تجعلنی من اخیب عندک قد قلت وانک لا تخلف المیعاد وعولے اجب لکم وقد دعوتک متضرعا سائلا فاجب دعای واعفنی عن الناس
واغفرلی ولوالدی وجمیع المومنین والمومنات برحمتک یا ارحم الراحمین الغرض اس دن اور اس مکان مقدس میں کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جوش ہے
صدق دل سے جو یہاں مانگے سو پاوے قسمت والوں کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے الٰہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنے در دولت پر کمال ذوق اور شوق سے حاضر کر
اور اپنے کرم سے حج مبرور عنایت فرما آمین ۔ مواضع الاجابۃ وہی بکہ تتمہ عشر نظمہا صاحب النہر فقال ؎ دعا رادر ایا ستجاب
یکعبۃ ۔ وملتزم والمتوفین کذا الحجر ۔ طواف وسعی ومروتین وزمزم ۔ مقام ابراہیم جمارک لثلثہ ۔ اور موقف عرفات ان مکانات سے ہے جہاں
دعا قبول ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکانوں میں پندرہ ہیں جنکو صاحب النہر نے جنکا صاحب نے دو بیتوں میں نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ دعا خلق کی مقبول
ہوتی ہے کعبہ میں یعنے بیت اللہ کے اندر اور ملتزم میں اور موقف عرفات میں اور موقف مزدلفہ میں اور جمرہ عقبہ کے پاس اور طواف میں اور سعی کرنے میں
اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنے کعبہ کے پرنالہ کے نیچے ۔ اور تینوں جمار کے پاس ۔ صاحب النہر نے
نظم میں یہ نہیں مذکور کیا کہ ان مواضع میں کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار میں اسکے بیان کے ساتھ ساعات مذکورہ کی یوں تصریح کی ہے
کہ بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دونوں ستونوں کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم میں آدھی رات کو اور موقف عرفات میں آفتاب غروب ہونے کے وقت اور
موقف مزدلفہ میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف میں ہر وقت بلا تفاوت دعا قبول ہے اور سعی میں اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس
آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہے اور ان اجابت
ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھا تھا کذا فی المنح زاد فی اللباب عند رویۃ الکعبۃ وعند سدۃ الرکن الیمانی و
فی الحجر وفی منی فی نصف لیلۃ المبیت راوط ابلسی نے لباب المناسک میں چھ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہیں یعنی کعبہ پر نظر آنے کے وقت اور
بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم میں اور منا میں اور ذی الحجہ کی چودھویں رات کے نصف ہیزنا کے اندر ملا علی نے کہا کہ میں نے کسی
کتاب میں اس درخت کا محل نہیں دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت الشمس اتی علی طریق المازمین ومزدلفۃ یعنی جب آفتاب غروب ہو تو وہاں سے مزدلفہ میں آوے اور مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی جو عرفات کی مازمین ہے مسجد کی مازمین تک مازمین
بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان ہیں اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان ہے ہیزنا ہیں ہے کذا فی القاموس وحاشیہ دلائل الاسرار میں ہے کہ مشہور
منقول ہے کہ مازمین ایک پہاڑ ہے عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بلکہ سنت یہ ہے کہ منا سے عرفات کو نسب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین
کی راہ سے آوے ویستحب ان یاتیہا ماشیا وان یکبر ویہلل ویحمد ویلبی ساعۃ فساعۃ اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں پیدل اوے اور تکبیر اور تہلیل اور
تحمید اور لبیک کہتا رہے وصبہ م اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ اس راہ میں کثرت استغفار کی لائق ہے کہ حق تعالے نے فرمایا ثم افیضوا من حیث افاض الناس
واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم یعنے جہاں سے لوگ رجوع کرتے ہیں وہاں سے تم رجوع کرو اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفۃ کلہا موقف
الا وادی محسر وہو وادیٔ بین منی ومزدلفۃ فلو وقفت بہ او ببطن عرنۃ لم یجز علی المشہور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے محسر کے

اور محسر ایک نالہ ہی منا اور مزدلفہ کے درمیان ہین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ ہین ٹھہریگا تو جائز نہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث ہین مصرح ہی کہ عرفات ہین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ ہین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم وتشدید سین مکسور اس وادی کا نام ہی جہان اصحاب الفیل نازل ہوے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کردینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوے لہذا اُسکا نام محسر ہوا کذا فی البطحاوی ومنزل عند جبل قزح بضم قاف وفتح زا ہی بصیغہ اسم فاعل من القزح بمعنے مرتفع اور مزدلفہ ہین قزح کے پہاڑ پاس اور قزح بضم اول وفتح ثانی لفظ غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عدل کے یعنے معدول ہی قازح سے جسکے معنی اونچا والاصح انہ المشعر الحرام وعلیہ مبقاۃ قتیل کانون ادم اور قول صحیح تر یہی کہ مشعر الحرام ہی جبل قزح ہی کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہی بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہی ھم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالے کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کردی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہی وصلے العشائین باذان واقامۃ لان العشائی وقتہا فلم یحتج الی الاعلام کما لا یحتاج ہنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہی تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ھم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے پہلی وقت پر ہی اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت شروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہی حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہی اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہی اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہی اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہی ہر طرح سے لہذا اسمین مورد کی جمیع شروط وارد وہ واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمہ اللہ وتصلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوۃ امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے دلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہی ھم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوے تو راہ مین اُترے اور پیشاب کیا پھر خوب تمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہی پھر حضرت سوار ہوے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فتوقتنا بالزمان والمکان والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشا حتے لو وصل مزدلفۃ قبل العشا لم یصل المغرب حتے یدخل وقت العشا فقط لغرض من وجوہہ تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے ہمنے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کرلیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہی اور مکان خاص مزدلفہ ہی اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہی یعنے مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہی یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہی چند وجوہ سے یعنے یہان اکیسے سوال متصور ہین ہمنے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہی طحطاوی سے نقل کرکے سوال کون فرض نماز ہی جسمین نہ اذان ہی نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہی مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو سوال کون نماز ہی جو بیوقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی سوال کون نماز ہی جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی اور اسطرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہی جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہی جو اپنے وقت پر

پڑھی گئی یعنی صبح صادق ہوگئی سوال کون نماز ہے جسکا پڑھنا ایک خاص مکان میں واجب ہے جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہے **مالم یطلع الفجر** فیصلوا الی الجواز وہذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خافہ صلاہما راہ کی نماز کا اعادہ اسوقت تک ہے جب تک صبح صادق نمود نہیں ہوئی اور بعد صبح کے وہ نماز جائز ہوجاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا سو اسلئے کہ اعادہ واسطے جمع میں الصلوتین کے تھا عشا کے وقت میں سو اب باقی نہ رہا اور یہ یعنے مغرب اور عشا کا راہ میں نہ پڑھنا اسوقت تک ہے جب تک طلوع فجر کا خوف نہو راہ میں سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونوں نماز کو راہ میں پڑھ لے سو اسلئے کہ اگر راہ میں نہ پڑھیگا تو قضا ہوجاویگی کذا فی منح الغفار **ولو صلے العشا قبل المغرب بمزدلفۃ صلے المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتے ظہر الفجر عاد العشاء** اسے الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پھر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ظاہر ہوگئی تو وہ عشا اب جائز ہوجاویگی چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ٹرک کی پھر اسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اسکو یاد ہے تو پانچوں نمازیں جائز نہیں پھر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازیں صحیح ہوگئیں کذا فی النہر عن المحیط عن الظہیریۃ **ویندب المغرب ادا ولو ترک سنتہا** اور مزدلفہ میں عشا کے وقت ادا سے مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتوں کو ترک کرے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی وغیرہا فانہا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات لیلۃ القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوے دیا ہے ہم نہر الفائق کا یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہے یا نہیں اور میرا میلان خاطر اسی طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتوں سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوے ثابت نہیں ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع میں بسر ہو افضلیت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ میں منحصر نہیں بلکہ اشرفیت اسکی اسوجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وہزم شرح البخاری سیما القسطلانی بان عشر ذوی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحوں نے خصوصاً قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذوی الحج کے افضل ہیں رمضان کے عشرۂ اخیر سے ہم صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جسمیں عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہوں ان دنوں سے یعنے عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یوں ہے کہ ان دنوں میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب تر ہے سو ان دنوں میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر **وصلی الفجر بغلس لاہل الوقوف** اور فجر کی نماز پڑھے اندھیرے میں یعنے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقف مزدلفہ کے **ثم وقف بمزدلفۃ** وہو وقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کمافی عرفۃ لکن ادنی ترکہ بعذر کجمعۃ لاشئ علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ دلوں گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہیں **وکبر وہلل ولبی وصلے علی المصطفے صلے اللہ علیہ وسلم ودعا** اور دوران حالت وقوف میں تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہم یہی سنت ہے چنانچہ حدیث جابر میں مصرح ہے اور مختار شرح مختار میں ہے کہ یوں دعا کرے **اللہم انت خیر مطلوب وخیر مرغوب الیہ اسالک سؤال وفد جائزتہ وقری فاجعل جائزتی وقری فی ہذا المقام ان تتقبل توبتی وتجاوز عن خطیتی وتجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین من الدنیا ہمی اللہم اجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لاتجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنی ابدا ما ابقیتنی** برحمتک یا ارحم الراحمین **واذا اسفر جدا اتی منی مہللا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ بحجر لانہ موقف النصاری** اور جب خوب روز روشن ہوجاوے تو منا کی طرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی

عن المحیط والظہیریہ پھر جب مسجد کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بقدر پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہے یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحطاوی نے کہا کہ مسافت واری محسر کی ۱۲ ہاتھ ہے اور یہ جو شراح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہے **ورمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی** وہ جمرہ تنہا **من فوق سبعا خذفا** یعنے اگر بروس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریان انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الملتقط یہ ہم جمرہ مفرد ہے اور جمع اسکی جمار جمرۃ اور جمارۃ بھی کہتے ہین اور منا مین جمار اُن تین مکانون کا نام ہے جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکی جاتی ہین ایک جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرہ وسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخا بمعجمہ ذال معجمہ وفا مقطوعہ کنکری وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی ہر دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذفہ ہے کہ انہا سے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور دوانی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر ایلمت ہے اور اس طرح پھینکنا اور مارنا سنت کا بیان ہے ورنہ جس طرح سے مارنا جائز ہے کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت جلیل نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر جمرۃ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وعلیون بتہا خستہ اوزع اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور کبیری نے حلبی سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او حمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جازت الا ان تنتہ اوزع بعیدۃ عادۃ فتریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہے اور اگر یہ کہ قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اسکو حساب مین لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہے اور اسکے قریب مین گرنا قریب مین داخل ہے کذا فی الجوہرۃ **وکبر بکل حصاۃ اوحی کل منہا** اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح فخار مین ہے کہ مارنے کے وقت یون کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ فتح القدیر مین ہے کہ حسین بن زیاد کی روایت ہے **وقطع التلبیۃ باولہا** اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ حسین کی حدیث مین ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہان تک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا اوسبع جاز لاوری بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہے اور اگر سات سے کم مارینگا تو جائز نہین سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو **وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب** فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اُس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہے **لا یجوز بجشب وعنبر ولولو وکبار وجواہر** لانہ لا عبرۃ بالقیمۃ وقیل یجوز جاز نہین مارنا جواہرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک طرابلسی مین ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذا فی المنح **وذہب وفضۃ لانہ یصیر نثارا ورمیا وبعر لانہ لیس من جنس الارض ومافی فروق**

الاشباہ من جوازہ بالعبر خلاف المذہب اور جائز نہیں مارنا سونے اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو شمار کرتے ہیں نہ مارنا اور سنگنی سے مارنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہیں اور اشباہ نے فروق کے فن میں سنگنی کے مارنے کا جواز مذکور ہے مذہب کے مخالف ہے اگرچہ اسمیں انانت ہے لیکن جنس ارض سے نہیں ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا مردودۃ لحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرۃ اور مکروہ ہے کنکریاں لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریاں وہاں پڑی رہتی ہیں وہ مردود ہیں مقبول نہیں اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں اٹھوائی جاتی ہیں ہم یہ جو لیتے کتب اور مناسک میں مذکور ہے کہ کنکریاں مزدلفہ سے لاوے یا اُس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہے سو یہ سنت نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے اٹھالے اگر جمرات کے پاس سے لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ میں نے ابن عباس رضہ سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریاں پھینکتے ہیں سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیوں نہ ہو گئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب میں کہا کہ اگر تجکو معلوم نہیں کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں مرفوع ہو جاتی ہیں اور جسکا حج مقبول نہیں ہوتا اسکی پڑی رہتی ہیں راوی نے کہا جب میں نے ابن عباس سے سُنا تو اپنی کنکریوں پر نشان بنا یا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر میں نے انکو تلاش کیا تو انکو بنا یا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ بین حجر اصغیر اوان یرمی بمتجسۃ بیقین اور یہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو اٹھاوے پھر اُسکو توڑ کر ستر چھوٹی پتھریاں بناوے چنانچہ اکثر عوام کرتے ہیں اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اسکا بھی مکروہ ہے ہم کنکری کی مقدار میں مختلف ہوا اور مختار یہ ہے کہ بقدر باقلا ہو اور اگر اس سے بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہو اور سب جمرات کی کنکریوں کا شمار ستر ہے سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر میں اور منا کے تین دنوں میں ہر دن تینوں جمرات کی سات سات کنکریاں مارتے ہیں تو سب ملا کر ستر ہوئیں اور بعضے علما نے کنکریوں کا دھونا مستحب کہا ہے تا کہ بالیقین طہارت معلوم ہو جاوے کذا فی الاختیار ووقتہ من الفجر الی الفجر یوم من طلوع ذکاۃ الزوال وبباح بعدہ ویکرہ للضعفۃ وجمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسویں تاریخ کی فجر سے ہے گیارھویں فجر تک اور دسویں وقت طلوع آفتاب سے ہے دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسویں تاریخ بھی مکروہ ہے کذا فی المحیط الطحاوی ثم یعید الرمی فی ان شاء لانہ مفرد بھیڑ کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ فقط حج کرنے والے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہیں فضل ہے قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا والتقصیر الکل سنۃ وواجب الربع واجب پھر سر کے بالوں کو کترے اس طرح پر کہ ہر بال سے انگلی کے پور کی برابر لے بنا بر وجوب کے اور اسیطرح کترنا سارے سر کے بالوں کا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالوں کو کترنا واجب ہے ویجب جزاء الموسی علی راس الرابع ان لم یکن والا سقط اور استرہ پھیرنا اُسکے سر پر واجب ہے جسکے سر پر بال نہ جمے ہوں اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہوں اور استرہ نہ پھیرے کے تو اس صورت میں چوتھائی سر ساقط ہے ومتی تعذر احدہما بعارض تعین الآخر فلو لبدہ اصبع بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جبکہ کترانے یا منڈانے سے ایک تعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے سو اگر بالوں کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہو تو مونڈنا مقرر ہو گیا یعنے کترانے اور منڈانے میں اُسوقت تک اختیار ہے جبتک دونوں ممکن ہوں اور جب ایک نہ ہو سکیگا تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر ہم یہ عبارت بعضے نسخوں میں نہیں ہے وحلقہ الکل افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر منڈوانے والوں پر رحم کر اور سر بار صحابہ عرض کرتے تھے کہ کترانے والوں کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کترانے والوں پر رحم کر ولو ازالہ النحو نورۃ جاز اور اگر بالوں کو چونہ لگا کر دور کرے یا اُکھاڑ ڈالے تو جائز ہے ثم سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہے (الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ ومح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر للمحلقین والمقصرین باواسع المغفرۃ امین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے (الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

واغفر لنا وارحمنا وجمیع المسلمین اور مستحب ہو کہ بالوں کو دفن کردے اور سر کا منڈانا اپنے واسطے شروع کرے یہی مسنون ہو کذا فی فتح القدیر وحل لہ کل شیء الا النساء قبل والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزیں کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئیں تھیں سو حلال ہو گئیں مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ہم عدم حلت خوشبو خانیہ میں مذکور ہے صاحب بحر نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہیں صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ رمی محلل نہیں بلکہ حلق محلل ہے طحاوی اور دارقطنی کی اس حدیث سے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تم کو حلال ہو گئی سوائے عورتوں کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابوداؤد وابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثانیۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارۃ کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلیہا لان تکرارہا لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کر چکا ہو اور اگر نہ کر چکا ہو تو اب دونوں کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں وطواف الزیارۃ اول وقتہ بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل وبقیۃ وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہو قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہو گا وحل لہ النساء بالحلق السابق حتے لو طاف قبل الحلق لم یحل لہ شیء فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانہ لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اسپر عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہاں تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال نہ ہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلاً کاٹے گا تو گناہ ثابت ہو گا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا محل حلت نسا میں ظاہر نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے رمی جمار کا محل انقضاء مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی المنح فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا سہوا او عمدا وہو اثم ترک واجبا پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی دنوں کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب ہو گا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا اعتاد الا امکان فلو ظہرت الحائض ان قدرت علی اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنے تاخیر سے ذبح لازم ہونا اسوقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے سو اگر طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نہ کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہو گا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا مطلقا ظاہر نہوئی تو اسپر ذبح لازم نہیں بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فبیتوتۃ بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ان دنوں میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث بیدأ باسفلہا مما یلی مسجد الخیف اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنے گیارھویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون ہے اور اسکو جمرہ اولے کہتے ہیں خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہے لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم بما یلیہ الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہے جسکو جمرہ الوسطی کہتے ہیں جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی میں ۳۵ ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحطاوی

ثم بالعقبۃ سبعا سبعا وکبر لکل حصاۃ پھر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے تینون جمار کو سات سات کنکریان مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے جمرۃ العقبہ مین اور اُن دونون کے درمیان مین ۸ ہاتھ کا فاصلہ ہو اور جو شخص بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نہ کرسکے تو اُسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کرے کذا فی البطحاوی اور رمی جمار مین یہ ترتیب مسنون ہو واجب نہین کذا فی النہر ووقف حامدا مہللا مکبرا مصلیا قدر قراۃ البقرۃ بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فالیقف بعد الثالث لا بعد رمی یوم النحر لانہ لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوے اور درود پڑھتے ہوے بقدر پڑھنے سورہ بقر کے اور فقہائی مین مقدار سے مروی ہو کہ بقدر ۲۰ آیت پڑھنے کے توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہو کذا فی البطحاوی توقف کرنا اُس رمی کے بعد چاہیے جسکے بعد دوسری رمی ہو یعنے جمرۃ الاولی اور جمرۃ الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرے کے بعد یعنی جمرۃ العقبہ کے بعد ٹھہرنا نچاہیے تینون دنون مین ہو اسواسطے کہ اسکے بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کی رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسلیے کہ اُسکے بعد بھی رمی نہین شارح نے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنے سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بار بار اسکے ووعا لنفسہ وغیرہ رافعا کفیہ نحو السماء والقبلۃ اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اُٹھا کر چنانچہ بعد نماز کے معمول ہو یہ قول ہو ابو یوسف کا یا دعا کے وقت کعبہ معظمہ کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہو کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعدہ کذلک ان مکث وہو احب پھر جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو پھر تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا مسنون مستحب ہو وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب والمختار الثانی والثالث فمن الزوال الی طلوع ذکار اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہو کراہت کے ساتھ امام اعظم رح کے نزدیک اسواسطے کہ اُس دن مین رمی کا وقت فجر سے ہو غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہو آفتاب کے طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہو اور باقی مکروہ کذا فی البطحاوی ولا النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز نہین کوچ کرنا منا سے قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بمون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ راکبا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیا افضل لانہ یقف لدی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ یتصرف والراکب اقدر علیہ واطلق افضلیۃ المشی فی الظہیریۃ وجہہ الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہو کر درست ہو لیکن جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہو اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہو تو اگر دونون مین سوار ہو گا تو اوٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنے جمرۃ العقبہ مین سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہو اسواسطے کہ انسان اُسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اُسکی رمی کرنے کے بعد پھر تا ہو اور سوار پھرنے پر زیادہ تر قادر ہو اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہو اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقاً بیان کی ہو یعنے تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہو اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہو اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہو علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین چار ثلثہ کے رمی مین تو سوار ہونے مین اُنکو تکلیف رسانی ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا تھا سوار ہو کر کذا فی الفتح ولو قدم ثقلہ بفتحتین متاعہ وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذہب بعرفۃ کرہ ان لم یاس لہ الا من وکذا یکرہ للصلے جعل نوافلہ خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہو اگر اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانکرنا یا عرفات کو آتے مکہ مین چھوڑ آنا مکروہ نہین اور اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہو بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح عن الجوہرۃ یعنے عبادت مین تکسین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جسمین دل کو کھٹکا رہے کہ اسمین عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل استحبابا ونوسا بالمحصب بضم المیم وفتح الصاد المہملۃ وکسر الباء الموحدۃ وبالسین المہملۃ وہو الابطح ولیست المقبرۃ منہ جیہ چاہیے منا سے

مکہ کی طرف چلا تو مسنون یہ ہے کہ اول محصب میں اترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بہم اول فتح ثانی وثالث وتشدید اس مکان کا نام ہے جو مکہ اور منا کے درمیان میں ہے اسمیں پتھر بہت ہیں اسکو ابطح اور بطحا بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل نہیں ہے محصب میں اترنا سنت ہوا دوسرے رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اسکے رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھے اور ایک نیند لیکر کہ منفعہ میں آوے کفایۃ المنتہی وفتح وصحیح بخاری میں انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی محصب میں ایک نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعی رحمہ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت موکدہ نہیں اور امام اعظم کے نزدیک سنت موکدہ ہے اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اسلیئے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب ہم سنا مین تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف میں اترینگے یعنے محصب میں کذا فی البرہان **ثم اذا اراد السفر طاف للصدر وہو طواف الوداع سبعۃ اشواط بلا رمل وسعی وہو واجب الا علی اہل مکۃ** ومن فی حکمہ فلا یجب علیہ کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف واجب ہو مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہیں حکم میں یعنی موافقی کے اندر ہوں لوگ ہو آپر طواف الوداع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہاں رہگیا ہو امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مغل طرفہ ومن کے اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگوں کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کرینا اور مسلم میں یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان **ثم النیۃ للطواف شرط وللطواف شرط طاہرا وطاہرا ثم یخرج ثم یدخل المسجد ویاتی زمزم فیشرب منہ ویصب علی رأسہ ویتنفس ثلاثا ویقول اللہم ان الماء ماءک والعبد عبدک وابن عبدک وابن امتک جئت اطلب رحمتک وارجو طاعتک فاقبل توبتی واغفر ذنوبی یا من لا یعلم ما فی نفسی غیرہ اسئلک مسئلۃ المسکین وابتہل ابتہال المذنب الخاطئ الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عبرتہ وذل لک جسمہ ورغم لک انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین** کذا فی البرہان یہ دعا زمزم پر پہنچکر پڑھے اور پھر پانی پیکر پڑھے اور پھر سر پر ڈالکر پڑھے اور پھر منہ پر ملکر پڑھے اور پھر تین سانس لی

دیوار پر لگاوے اور اپنے بدن کو دیوار کعبہ سے چمٹاوے اور خوب کوشش کرکے دعا کرے اور رووے یا رونے کی صورت بناوے ہم کو بنا رہے ہیں کہ بنا رہے دیوار سے لگاوے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور محیط میں ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی المکتبہ

ویرجع القهقری ای مشی حتی یخرج **من المسجد** ویبصره ملاحظ للبیت اور پھرے اُلٹے پانوں فراق بیت اللہ پر افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکھتا ہوا یہاں تک کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے ہم رخصت کے وقت یہ دعا کرنا مستحب ہے **اللهم** ہذا بیتک الذی جعلته مبارکا وهدی للعلمین فیه آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخله کان آمنا احمد الله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله اللهم فکما هدیتنا لذلک فتقبل منا ولا تجعله آخر العهد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیه حتی ترضی برحمتک یا ارحم الراحمین) کذا فی الاختیار شرح المختار **ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفة ساعة** ای **عرفیة** وهو الیسیر من الزمن وهو المحل عند اطلاق الفقهاء **قبل دخول مکة ولا شیء علیه** بترکه اور ساقط ہے طواف القدوم اُس شخص سے جس نے عرفات میں وقوف کیا ایک ساعت قبل اس کے کہ مکے کو اور کوئی چیز اُس پر لازم نہیں طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنے اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں نہ ساعت نجومی **ومن وقف بعرفة ساعة من زوال یوم النحر** ای عرفة **الی طلوع فجر یوم النحر او اجتاز سائرا او نائما او مغمی علیه وکذا لو اهل عنه رفیقه وکذا غیر رفیق فتح** یعنی حج کا احرام باندھا **او** اُس کی طرف سے **رفیقه** نے احرام باندھا **وکذا غیر رفیق** نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک لبیک کو بلند کرکے کہا بشرطیکہ اسکے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا اور کسی شخص نے اُسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر جب سونے والا جاگا یا بیہوش ہوش میں آیا اور اُسنے حج کے افعال ادا کیے تو اُسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے ظاہر ہوگیا کہ اُسکی عاجزی فقط احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دن کے آدھے حصے تک صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی **ولو بقی الاغماء بعد احرامه طیف به المناسک وان احرم عنه اغمی علیه بعد احرامه طیف به المناسک** وکلام المصنف یفید الجواز شارح کہتا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کتاب فقہ میں حکم اُس شخص کا جو قبل احرام باندھنے کے مجنون ہوگیا پھر رفیقوں نے اُسکی طرف سے احرام باندھا اور اُسکو مناسک حج میں گھمایا اور کلام فتح القدیر اسکا مفید ہے کہ اسطرح کا حج بھی جائز ہوگا اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل میں برابر ہیں ہم شارح نے صریحاً کہا کہ یہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا **او جهل انها عرفة** بصیغة المجهول **لا النیة** یا ایک شخص عرفات میں ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج سکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہاں کا ہونا نہ نیت وقوف کی کذا فی شرح النہایہ سو وہاں کا نہ جاننے والے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر ساقط ہے **ومن لم یقف فیها فات حجه لحدیث الحج عرفة** اور جو شخص عرفات میں نہ ٹھہرا اسطرح اُسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحج عرفة فمن وقف بعرفة ساعة من لیل او نهار فقد تم حجه اپنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات میں ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اسکا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز **فطاف وسعی وتحلل** ای بافعال العمرة **وقضی** ولو حجه نذرا او تطوعا **من قابل** ولا دم علیه جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو سال آیندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر دم کرنا واجب نہیں **والمرأة فیما مر کالرجل**

صوم الخطاب عام یعم ذلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہی احکام حج مین جو مذکور ہوچکے بسبب عموم خطاب کے یعنے عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع برابر ہی جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین **لکنہا تکشف وجہہا الا رجل او سدلت شیئا علیہ وھافتہ عنہ جاز** بل ندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اسکے چہرہ مین ہی نہ اسکے سر مین تو سر کو نکھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اسکو جدا رکھے تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہ ہی کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے مانند برقع ڈالنا مکروہ ہی کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہی معمول ہی کہ ایک چیز مانند تبہ لکڑیون سے بناتے ہین عورتین اسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہی اور کپڑا اسپر ڈالتی ہی تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہی کہ شتر سوار ہمارے ساتھ گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان **ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للعدۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیفۃ اور عورت پکار کے لبیک نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضون نے کہا ہی کہ عورت کی آواز عورت ہی یعنے چھپانے کی چیز ہی سو قول ضعیف ہی **ولا ترمل ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر** اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد نکالتا ہی اور دونون میارون کے درمیان جھٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈوا دے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہی جیسا مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر کے بال پورے برابر کتروا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہوچکا **وتلبس المخیط والمخفین والحلی** اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہننے بلکہ یہ کپڑا اور دبس اور زعفران سے رنگین نہوا اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہی کذا فی الطحطاوی **ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال** اور حجر اسود کے قریب نجاوے ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہی **والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطا** اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہی جمیع امور مذکورہ مین بنا بر احتیاط کے **وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف** اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سوائے طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا تمشی علیہا بناء خیرہ اذ لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم تباخیرہ لبا اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہوی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ لیسقط طواف الصدر مثلہ **النفاس** اور حیض دور کرن سے ابد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کردیتا ہی اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہوجاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ مین **والبدن** جمع بدنۃ **من الابل والبقر** اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جیسر شرع مین بدنہ واجب ہو اور وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہوجاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے **والہدی منہا وہن الغنم** یعنی اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہی اور بکری کی بھی ہوتی ہی چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا **صم** ہی وہ جانور ہی جو کہ معظمہ مین جاکر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہی قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہوا **افضل** لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ معا لانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہی تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو اسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہی تمتع وغیرہ سے **ہم** لفقد انا بالعقیق اور سحاحدیث مین داخل نہین طحطاوی نے ام سلمہ رضہ سے یون روایت کی ہی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت

باب القران

صلعم

صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو عمرہ کا حج میں ملا کر یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروقؓ سے یوں روایت ہے سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وہو بالعقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حج اور صحیحین میں انسؓ سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قرانا اور قول فیصل یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر لیا واسطے بیان جواز کے تو اب قران ہو گیا ہم کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملا دیں تاکہ انکا گمان باطل ہو جاوے مجد الدین فیروز آبادی نے اس مقام کو سفر السعادت میں خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف ہے بیشمار احادیث صحیحین میں کہ شمار میں ۲۰ سے زیادہ ہیں یوں مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا معاً تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یوں ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعضی احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اسمیں داخل کر لیا تو قران ہو گیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ لینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع میں شک نہیں کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہو گئیں حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر کو اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر مکہ سے حج کے واسطے دوسرا احرام باندھیں فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسی کو کہتے ہیں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد حج نرے عمرے سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین شیئین وشرعا ان یہل اے یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معاً حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان ید خل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء اوبعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں قران یہ ہے کہ محرم لبیک پکارے کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنے یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر داخل کیا اگرچہ اس صورت میں دم ذبح کرنا اسپر لازم ہو گا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معاً احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی نہ کی یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بالنیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ تقلبہ تکفی کا صلوۃ محتجتہ بعد الصلوۃ اللہم انی اریدالحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خدایا میں حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہوں سو انکو مجھ پر آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے فراغ کہتا ہے لفظ یقول ماتن کے کلام میں یا تو منصوب ہے قل پر عطف ہو کر اس صورت میں تعریف قران کا تتمہ ہو گا اور قول سے نیت مراد ہو گی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی البحتے ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر تقدیم ہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول کہنا اور میں بسبب مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنے قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون میں حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ اولا وجوبا ان نواہ للحج لا قبل الاحلال او قبل ان کرنے والا

پہلے عمرے کا طواف کرے یہان تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے فسخ حج کرنا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی فسخ کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی سبعۃ اشواط رمل فی الثلثۃ الاول ویسعی بالحلق عمرے کا طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرۃ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے بعد عمرے کے سر منڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعدہ ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہو چکی تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضہ کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتی بطوافین متوالیین ثم سعیین اجزاہ والا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات شوط کیے تو جائز ہے اور دم سے بری ہوا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے فسخ کرنا واجب نہین و فسخ للقران وہو دم شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر وجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنے جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہ قربانی ادا ہے شکر کی ہے کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھا دے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب حدیث کے ثم قرآن مجید مین ارشاد ہوا (فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ) یعنے جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے رکھے حج مین اور سات جبکہ حج سے پورے دس روزے ہین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہو تو قارن پر ذبح کرنا اور در صورت عدم قدرت دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صامہا ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اخرہا یوم عرفۃ ندب رجاء القدرۃ علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کر کے رکھے احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اہل پہنچی شاید عرفے کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے وسبعۃ لبعد تمام ایاما حجۃ فرضا او واجبا وہو بمضی ایام التشریق این شاء لکن ایام التشریق لا تجزیہ لقولہ تعالے وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فعم من وطنہ سمی او اتخذہ باسوطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور اگر حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہو اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی شامل ہے جسکا منا وطن ہو یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہے مجازاً اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع کرنے کا وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح فان فاتت الثلثۃ لعجزہ لعدم الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنے ایام حج مین یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی بھی اب بھی متعین ہو گئی فلم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر نہ ہوا احرام تمتع کے اور اسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام آثار نے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الصوم بطل صومہ اور اگر قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم در صورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی اسپر لازم ہو گئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہوا اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت عمرۃ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہو گیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہے کیونکہ

افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہو اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بعد وقوف عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح میں کذا فی النہر
فلو اتی بالاربعۃ اشواط او بقصد القدوم او التطوع ثم مال وتیمما یوم النحر والاصل ان المأتی بہ من جنس ما ہو تلبس بہ فی وقت یصلہ لہ یتصرف للتلبس بہ
سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کیے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کیے تو عمرہ قارن کا باطل نہ ہوگا اور عمرے کو پورا کرلے
یوم النحر میں یعنے باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے اس جنس اسکی جس سے مکلف مختلط اور شاغل ہو رہا ہے ایسے وقت میں
کہ اسکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھر جاویگی جسکا وہ شاغل ہے ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے
حاصل ہوے لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب مجامعت اور صاحبہ حیض وقت کے شمار ہوگئی وقضیت بشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے
بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہے عبادت کو مانند نذر کے ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے
عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یرفق للمتمتعین اور قران کا ذبح ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من المتاع او المتعۃ یہ باب ہے تمتع کے احکام میں متمتع یا عتبارِ لغت یا متاع سے ہو یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہے یا نفع ہو پہنچانے کے شرعاً ان
یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور باصطلاح شرع میں تمتع یہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کیے جاویں حج کے مہینوں میں اگر
قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلاً ثم حج من عامہ کان متمتعاً قال المصنف فلتعسیر
النسخ اے ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلاً رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص
متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور ملتقی الابحر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا مشروط ہے حالانکہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ
اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریحاً موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے
احرام کی قید نہیں لگائی تو اب منتقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا عین اشہر حج میں لہذا
ہمنے یہی تعریف اختیار کی ویطوف ویسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا پہلے مذکور ہو چکا قال الطحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف اور سعی
سے عبارت ہے پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہے ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے ہم منڈانا اختیار کرنا
تمتع میں شرط نہیں متمتع کو اختیار ہے چاہے محرم بنا رہے چاہے۔ سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع
التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالاً اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکہ میں رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں خواہ
مکہ میں رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی میقاتہ حقیقۃ او حکماً بان لم یمر بالمیقات غیر محرم پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر
میں وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ کہ عمرہ کرکے اپنے گھر کو آوے اور وحدت حکمی یہ ہے کہ اپنے اہل میں آوے المام غیر صحیح کر المام غیر صحیح اسکو
کہتے ہیں کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ لگا ہوا پڑی رہے بجائے قبیل حلق کے وطن میں آیا ہو اسواسطے کہ جو بڑی لیجاتا ہے وہ احرام نہیں اتار سکتا ذی الحجہ کی
تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم میں پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور المام صحیح یہ ہے کہ
حرم میں سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور پڑی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویوم الترویۃ وقبلہ افضل وحج کا مفرد والمکہ یرحل فی طواف الزیارۃ ویسیر
بعدہ ان لم یکن قد مہا بعدہ لاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھویں

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو اکیلے اکیلے حج کرنے والے کے لیے کہ وہ تمتع اور قران والے نہ ہو طواف الزیارۃ کے بعد سعی کرے احرام حج کے بعد پھر سعی نہ کرے اگر احرام حج کے بعد پھر سعی کر چکا ہو اور وہ حج کرے تمتع کرنے والے کی طرح یعنی جیسے قارن کے یعنی جیسے قارن پر حج واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس حج کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اس پر قربانی واجب نہیں اور یہ حج واجب ہے فان عجز عن ادم صام کالقران پھر اگر متمتع عاجز ہو حج کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے لیکن تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد احراما بالعمرۃ اگر متمتع نے شہر حج لاقبلہ ای الاحرام وہ ما شیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما مر اور جائز ہے تین روز سے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم یوم عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پا جانے کی امید پر جیسا کہ قران میں گذرا وان اراد التمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق یہ مسئلہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیجانے کا اور یہ افضل ہے اس تمتع سے جسمیں ہدی ساتھ نہ ہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہو تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجائے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہو لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہو اسکے کھینچ لیجانے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی نکلیف سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنۃ وہو اولی من التجلیل اور پٹکا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور چادر ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ کہ جانور کے گلے میں جوتا ڈالے یا جوتی اسمیں باندھے یا مکڑا اچھڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا من الایسر لان الایمن لان کل واحد لا یعدوا اما من احسنہ بان وقع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنے طرف سے چیرے، اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہنچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یحلل منہا حتی یحج ثم احرم للحج کما مر فی المفرد اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے تحرک پھر آخر میں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان میں جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل لہ من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈایا تو حلال ہو گیا دونوں احرام سے یعنی حج اور عمرے کے دونوں احرام حلق کے بعد وقوف ہے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے سے والمکی ومن فی حکمہ الغیر دفقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہو وہ تمتع کرے فقط یعنی قران اور تمتع نہ کرے اسواسطے کہ انکا میقات

فرضہا فرکلک لمن لم یکن من اہلہ حاضری المسجد الحرام یعنے وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل وعیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لوجود المیسر اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہوا اور اسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے دم کرنا واجب ہے اور اسکو روزے رکھنا واجب نہ ہوگا اگر وہ محتاج ہے دم کرنے سے ہم ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نہ کرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم اما صحیحا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اسنے الم صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کا قارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے میں اسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال حج نہ کرے تو اسپر کچھ سوا فدیہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے الم صحیح نہیں تو تمتع اسکا باطل نہیں ہوا

قارن کے لینے جیسے قارن کے عود سے قران باطل نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وان حلف لہا اقل من اربعۃ قبل اشہر الحج واتمامہا وحج فقد تمتع ولو طاف اربعۃ قبلہا لا اعتبار بالاکثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینوں سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوط سے پورا کر دیا حج کے مہینوں میں تو اسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی اہل من عمرۃ فیہا ای الاشہر وسکن بمکۃ ای دخل المواقیت او بصرتہ او غیر بلدۃ وحج من عامہ متمتع بقارن سفرہ کوفی یعنی آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کر کے احرام اتارا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل ہوا نہیں یا بصرہ میں رہا بصرہ مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہیں رہا اور اسی سال اسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے کہ اسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدہا وحج من البصرۃ الی مکۃ وقضاہما وحج لا یکون متمتعا لانہ کالملکی اور اگر اشہر حج میں عمرے کو فاسد کر ڈالا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہ ہوگا بنا بر اسکے امام رح کے اسواسطے کہ کوفی بسبب افساد عمرے کے مانند ملکی کے ہو گیا یعنے اسکو مکہ میں رہنا واجب ہو گیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ میں ملکیا تو متمتع نرہا اسواسطے کہ عمرہ اسکا ملکی ہو گیا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا اذا الم باہلہ ثم رجع واتی بہما لانہ سفر آخر ولا یضر کون العمرۃ قضاء عما افسدہ مکیا بصفۃ متمتع نرہا اسواسطے کہ عمرہ اسکا ملکی ہو گیا نہ آفاقی کذا فی الطحطاوی الا اذا الم باہلہ ثم رجع واتی بہما لانہ سفر آخر ولا یضر کون العمرۃ قضاء عما افسدہ مگر یہ کہ اہل سے ملا ہو

کذا فی الطحاوی عن البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہو کہ الحناء طیب یعنی مہندی خوشبو ہی چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی ذکر کر دیا کذا فی النہر او ادہن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی نام اعظم رح کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چمبیلی کے انمین ڈالے جاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہو جاتے ہین بخلاف اور تیلون کے کہ اُنکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا ھل بفتح ہاے مہملہ وتشدید لام میٹھا تیل ہی یعنے تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور دہن السمسم بھی کہتے ہین او صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہی فلو اکلہا او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر فی اذنیہ لا بحب دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک مین ڈالا یا اُس سے زخم کی دوا کی یا دونون پاؤن کی بوائی مین لگایا یا اپنے دونون کانون مین ٹپکایا تو اُسپر نہ ذبح کرنا واجب ہی نہ صدقہ بخلاف المسک والغبیرۃ والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال وعلی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور سیلارح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہی اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہو اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا مین اختیار ہی چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی الطحاوی ولو جعلہ فی طعام قد طبخ فلا شیء فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کقسم طیب وتفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کھانے مین خوشبو باقی رہے یا نہ رہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبو ارغلوب ہی یعنی کھانے سے کمتر ہو تو اُسکا کھانا مکروہ ہو اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبودار سیب کا سونگھنا مکروہ ہو ہم جنس خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالحہ مانند زنگار الائچی اور دارچینی کے جکڑہ کھانے مین مخلوط ہو جاوے تو اُسکا کھانا جائز ہی کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا متعارفا فلو اتزر بہ او وضع علی کتفیہ لا شیء علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہو اگر مثلاً قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہبند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونون شانون پر رکھا تو کوئی چیز اُسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر راسہ بعمتا او ولو بحمل اجانۃ او عدل فلا شیء علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا تغافلا یا گٹھری اُٹھانے سے تو کوئی جزا اُسپر واجب نہین یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح کرنا اُسپر واجب ہو اور اُس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بھر مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان دعا علیہ کاوعادہ نہار او بحج مالبس او رایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہی یعنی جیسے ایکدن کے لباس مین ذبح واجب ہو ویسے ہی دن مین اگرچہ ہر دم مرات مین لباس کپڑا اُتارا ہو اور دن مین پھر اُسکو پہننا ہو اگرچہ تمام پوشاک اُسنے پہنی ہو یعنے ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہر صورت ایک ہی خون واجب ہی ما لم یعزم علی الترک للبسہ عند النزع فان عزم علیہ او ترک ثم لبس تعدد الجزاء لکفر الاول اولا ایکدن یا چند روز کا لباس اُسوقت تک برابر ہو جب تک محرم نے لباس اُتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اُسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا ارادہ کریگا اُتنی بار ذبح کرنا اُسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اُسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا تتعدد الجزاء لو لبس یوما فارق ولبس ثم دام علی لبسہ یوما آخر فعلیہ الجزاء ایضا لانہ محظور ودکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اُسنے سیا کپڑا ایکدن پہنا سو اُسنے پہننے کی جزا مین ذبح کیا پھر اُسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اُسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہی تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداے لباس کا ہوا یعنے جیسے ابتداے لباس مین جزا واجب ہوگی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس لبسا احرم وہو لابسہ کانشائہ بعدہ ولو کرہا او نائما او ذاکرا دائما او ذاکرا دائما او ناسیا او جاہلا او مکرہا او ن

جو احرام کے وقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اُسپر دم واجب ہے اگرچہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی النہر الفائق ولو تقدد سبب للبس تقدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہوا تو اُسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اُسنے قمیص پہنا پھر اُسکو صحت ہوگئی بعد اُسکے دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اُسنے قمیص پہنا تو اُسپر دو کفارے کذا فی فتح القدیر لازم ہونگے ولو اضطر الی قمیص فلبس قمیصین او الی فلنسوۃ فلبسہا مع عمامۃ لزمہ دم واحد اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اُسنے دو قمیص پہنے یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اُسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ پہنا تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار ہوگا کہ حاجت سے زیادہ اُسنے پہنا کذا فی الطحطاوی ولو تیقن زوال الضرورۃ فاستمر کفر اخر ے اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نہ ہی پھر بھی پہنے رہا ایک دن یا دو دن تو دوسرا کفارہ دے اور اگر زوال حاجت مین شک ہو تو اُسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیۃ ربع الراس او الوجہ کالکل اور چوتھائی سر کا یا چہرے کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کے برابر ہے کفارہ مین ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدہ علی الانف بلا ثوب اور کچھ مضائقہ نہین محرم کے دونون کان اور گدی کے ڈھکنے مین اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے مین او حلق اقل من ربع راسہ او ربع لحیتہ یا محرم اپنے چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کو مونڈے یعنی بالون کو دور سے کسی طرح خواہ مونڈ کر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر او حلق محاجمہ یعنی واحجم والا فصدقۃ کما فی البحر عن الفتح یا محرم اپنے سر کے پیچھے اُس جگہ کو مونڈے جہان پچھنے لگاتے ہین حاجمہ کی مراد یہ ہے کہ وہان مونڈے اور پچھنے بھی لگاوے تب اُسپر دم ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونون فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنون کے یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے کے تو اُسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ تصریح بحر الرائق مین منقول ہے فتح القدیر سے اسواسطے کہ اسقدر حلق چہارم سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احدی البطیہ او عانتہ او قبتہ کلہا او قصل اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم الا ان اتحد المحل کحلق البطیہ فی مجلسین او اسہ فی اربع با محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موے زہار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے دونون ہاتھون کے ناخن یا دونون پاؤن کے ناخن کاٹے یا دونون ہاتھ اور پاؤن کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس مین یعنی مسجد رتون مین ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس مین ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس مین دوسرے ہاتھ کے اور تیسری مجلس مین ایک پاؤن کے اور چوتھی مجلس مین دوسرے پاؤن کے تو چار بدنہ ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے اگرچہ محل متحد ہوگا تو تعدد مجالس سے تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس مین مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس مین مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل چونکہ متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او ید او رجل اذا زال کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤن کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤن مین ذبح واجب ہے تو ایک ہاتھ یا ایک پاؤن مین بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی کل کی اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر مین معلوم ہو چکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت مین کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہر چند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اُسکا ادا کرنا واجب ہوگیا تو وجوب ذبح مین دونون طواف برابر ہوگئے او للفرض محمد تا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارۃ کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درہم سے زیادہ حالت طواف مین تو ذبح یا صدقہ واجب نہین لیکن بحال جنابت کا مسجد الحرام مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنۃ ان لم یعد اور اگر جنابت مین طواف الزیارۃ کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہ کرلیا اور اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بغسل اور وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اُسپر واجب نہین نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والاصح وجوبہا فی الجنابۃ و تدمیہا فی الحدث وان التیسیر الاول والثانی حالیہ فلا تجب بذہ الیسی جو ہرہ اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر [illegible] مین کیا ہو [illegible]

کیا ہو اور یہ قول اصح ہے کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا اور مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم ولکنا لو ترک من طوافہا شوطا لا شیٔ علیہ لان الصدقۃ فی العمرۃ اوفتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اسپر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو بثوبہ قبل الامام والغروب یا موم جلا یا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہاں سے آنا اسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنے وجوب دم میں اختیاری آنا اور بے اختیاری دونوں برابر ہیں ولیسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح غایۃ اور قول اصح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی و لو طیف غیر محدث لو طاف للصدر واقل لی الفرض مایکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کمتر کو ترک کیا یعنے طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنے اسقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف نہ کیا ہو یہانتک کہ اگر اسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہو جاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر کے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط ہو تو خون واجب ہے مثلاً طواف الزیارۃ کے تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی اور تین اقل طواف ہیں تو اسپر صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی بڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہیں تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا و ترک الکثرۃ لبقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف فلکما جامع لزمہ دم اذا قعد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہانتک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جو بار کہ وہ جماع کریگا اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجلس جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بمنزلے کل ہے تو گویا اسنے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الظہیریۃ او ترک طواف الصدر او الزیارۃ مشہ ولا تحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا موم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عرم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی او اکثرہ او کبہ فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اُسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الظہیریۃ او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمے یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایک دن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے م کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرھویں تک رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے ترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں مارے تو چار ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسی دن گیارہ کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایک دن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد المجلس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل تم بحج فی ایام النحر فلو بعد ما فاتہا او عمرۃ لاختصاص الحلق بالموم بالحج کے موم نے سر مونڈا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے مونڈا دیگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے موم نے حل میں سر مونڈا یا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں لاموم علی محرم خرج ثم حج من حل لم یلق الحرام ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی ایام النحر لا لفائہ خیر خون واجب نہیں اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے یا پھر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اُسنے بال کترائے یا مونڈا لئے اور

ایسا ہی حلم حاجی کا ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں پلٹ آوے اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں بال کتراوے یا منڈاوے تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تاخیر کے او قبل
عطف علی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہے لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہے او المس بشہوۃ انزل او لا فی الاصح او امنی بکفہ او جامع بہیمۃ
وانزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون اسپر واجب ہے قول اصح میں یا اپنا کف دست آلۂ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور
انزال بھی ہوا خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر او اخرا لحاج الحلق او طواف الفرض عن ایام النحر لتمتعا
سبا یا حاجی نے سر منڈانے یا طواف الزیارۃ میں ایام النحر سے تاخیر کی اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر میں متعین ہیں بنا بر وجوب کے اور صاحبین کے
نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعۃ اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر سو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۃ العقبہ کے رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں
نہ تمتع کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر تھے اور
لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تھا سو میں نے سر منڈانا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا
شخص آیا اسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرتؐ نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال نہوا مگر حضرتؐ نے یہی فرمایا کہ کر لینے اب اسکو کرلے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہے
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر بیعلمی کی کیا حاجت
تھی اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب نہ ہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتدائے اسلام تھی لہذا حضرتؐ نے بسبب جہل کے انکو معذور رکھا اور جزا کا حکم نہ دیا
تو مقام اضطراب میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن سعودؓ سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم
کرے اسپر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعودؓ کے ابن عباسؓ مذکور ہیں ہر چند اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر داخل ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحطاوی میں اقول
کو عبداللہ بن عباسؓ سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے حسین ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو سند لا بأس بہ پورا ہوگیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شئ علی من طاف قبل الرمی والحلق تم یکرہ
لباب وقد تقدم کما لا شئ علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں نہ صدقہ نہ خون اس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ان پر تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں متمتع کرنے والے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈانے پہلے رمی کے کیونکہ اسپر ذبح کرنا
واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اسکو کچھ ضرر نہ لگی کذا فی الطحطاوی آئندہ باب سے یہاں تک وہ مسائل مصنف نے مذکور کیے جنمیں ایک خون واجب ہے
ویجب دمان علی قارن حلق قبل ذبح دم للتاخیر دم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہم بعضہم من جہل الدمین للجنایۃ اور واجب ہیں دو خون
اس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ اسکو منتقی نے
بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہوگیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہ تصور کرکے کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں
ہم مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن حسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ دفع
ہوگیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے وان طیب جوابہ قولہ الآتی تصدق اقل من عشرۃ او ستر رأسہ او لبس اقل من یوم او اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر
یعنے تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے ماتن کی عبارت میں ابن ملک کا جواب
اسکا قول ہے یعنی تصدق فی الخزانۃ فی الساعۃ نصف صاع ونیاد وینا قبضتہ وظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف

صاع کا صدقہ دے اور اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہر شارح کہتا ہی اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہی یعنی اڑھائی گھڑی جسکو بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال مونڈے او فصل اقل من خمستہ انامل فی ستۃ اماکن متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استقران لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص شارہ یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پاؤن سے چار اور دوسرے پاؤن سے چار سب سولہ ناخن ہوے اور یہ ثابت ہوچکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہی تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوے جسکے تخمیناً کچھ اوپر ۲۴ سیر گیہون ہوتے ہین تو اشارہ دینا چاہیے مگر اُس صورت مین جبکہ یہ صدقہ ایک بڑی کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو جتنا چاہے کم کردے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا کے برابر ہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہی یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمدہ مثل ہدایہ وغیرہا کی شروح مین یہی مذکور ہی کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہی بخلاف وتایہ اور درر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہی او حاف للقدوم او الوسط مدا او ترک ثلثۃ من وسط الصدر وجب بکل شعرۃ منہ دون الباقی نصف صاع او احدی الحاجبین الثلث فیجب بکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فادا الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کردے اور طواف کے ہر شوط او سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہی یا حبات ثلثہ سے کسی جبرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہی یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو کچھ کم کردے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہی کہ نصف صاع کم کردے ہم طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی جو متون مین مذکور ہی یعنے مجتنب چاہے کم کردے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او قلم ظفرہ بخلاف ما لو حلق عضو غیرہ او الیسہ خیطا فانہ لا شئ علیہ اجماعا علیہ یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگادے یا اسکو کسیا کپڑا پہنادے تو اُسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظہیریہ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقۂ عید الفطر کے مر یہ جواب ہی ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگادے یا ایک دن سے کم سر کو دھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جبرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہی چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے صدقۃ فطر کی تبدیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیران شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین او شاء صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اُسکو اختیار ہی اگر اُسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہی کہ خوف ہلاکی کا ہو بسبب شدت سردی کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر اخرت سے مراد یہ ہی کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اتنی مدت سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نکرے یعنے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہی تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے زرہ نہ باندھیگا تو حرام ہی لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ جب بحر الرائق نے گمان کیا ہی چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہم صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوان میرے منہ پر پڑ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتے ہین یہ سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز

چلے بتلائی پھر یہ آیت اخری (فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک) یعنے جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا اسکو کچھ تکلیف ہو اسکے سر سے تو فدیہ ہے روزہ سے یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک روایت یون ہے کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ تجکو کبری میسر ہے اسنے کہا نہین فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع چونکہ صدقہ اور صوم قران مین مجمل تھا حضرت نے اسکی تفصیل بیان فرمائی ووطیہ فی احدی السبیلین من ادمی ولو ناسیا او مکرہا او نائمۃ او جبیا او مجنونا او ذکرہ الحدادی لکن لادم ولا قضاء علیہ قبل وقوف فرض یفسد حجہ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل مین جماع کیا ہو خواہ دبر مین محرم نے عمداً جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی جاگتی عورت سے یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون کے اس جماع سے دم اور قضاے حج لازم نہین طحطاوی نے کہا وطی انسان کی ہر صورت مفسد ہے حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقاً مفسد نہین لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہ بوفتح القدیر مین ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہین سویہ قول ضعیف ہے ولو الجبہ اور مناسک ابن نبیاء کے مخالف ہے کذا فی النہر ولذا اورد استدراکات ذکر حمار اور ذکر حمار مقطوع العضو عمداً جماعاً اور اسی طرح عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کر اپنی شرمگاہ مین داخل کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق ویمضی وجوباً فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضیہ ونفلاً اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیے جاے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنے فاسد جانکر اسکو بالکل ترک نہ کردے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہون انکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہم اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد کے مراسیل مین مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو مٹیے رہے کہا نہین بلکہ لوگون کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنے مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آیندہ قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبد اللہ بن عباس رض اور عبد اللہ بن عمر رض اور عبد اللہ بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہین اور امام مالک کے موطا مین علی مرتضے رض اور عمر فاروق رض اور ابو ہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء لم یجب قضاءہ لم ارہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ اور اگر سال آیندہ مین قضاے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہین شارح کہتا ہے مین نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہر اقضا سے مراد بیان اعادہ ہے حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہین ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہے جو مصر کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم یتفرقا وجوباً بل ندباً ان خاف الوقاع اور جب زوجین قضاے حج کو دوسرے سال آدین تو انپر جدا رہنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ مشقت قضا حج کی ترک جماع مین کافی ہے ووطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ وتجب بدنۃ بعد الحلق قبل الطواف شاۃ تحفۃ انجانیۃ اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ ابن عباس رض سے بھی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارہ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے کہ احکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوائے عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہے اور ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق مین اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی ووطیہ فی عمرۃ قبل طوافہ اربعۃ مفسد لہا فمضے وذبح وقضے وجوباً ووطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی اور وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے

منسد ہو عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنا بر وجوب کے
اور وطی کرنا محرم کا عمرے مین بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہین لیکن اس قصور کی جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رح کے کہ
انکے نزدیک چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ انکے نزدیک فرض ہی کذا فی الطحطاوی فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا
اصلا ولحمه حلال فقتله محرم او حلال فی الحرم او فی الحل لمحرم او لحلال فی الحرم او فی الحل ای صید کان قتله ای سببه الذی یموت به عادة
اگر قتل کرے محرم صید یعنے شکار کو تو اسپر جزا واجب ہی صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو مگر خشکی کا جانور
وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ
اور مرغابی اور سیکسار اور دریائی کتا اور بگھلا اور مگرمچھ اور گھڑیال اور مگرمچھ کے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہ ہی کہ اپنی
اصل خلقت سے وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہی کہ جو اسکو پکڑنا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانون سے خواہ پرون سے تو پالو ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے
کہ اپنی اصل خلقت سے وحشی ہی اور وحشی ہونے کا سبب صید مین داخل نہین ہوا اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونون کو شامل ہی تو
قتل محرم کو جو حرام ہی حلال اور حرم دونون مین سوا ان جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیه
ای قتله متعمدا او خطأ ناسیا احرامه او جاهلا به فتعمل بالدلالة او الاشارة او الاعانة قبل التعرض لشيء من ذلك حراما او بعده قبل ان يتقلب عن مكانه بمحرم نے صید پر اسکے
قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو اسکا پتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا
بیان مصنف کریگا دوسرے یہ کہ دلالت مین سچا ہو یعنی دلالت مین سچا ہو یعنی اسکی تصدیق سے یہ مراد ہی کہ اسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کرے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہی کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانیکے وقت احرام ہوا قتل کے وقت احرام اتار چکا ہو تو اسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہی
کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اسنے اسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے
بھاگ گیا اور وہ دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے ہوتا ہی بدأ او عودا
ای ابتداء او عمدا او خطأ او ناسیا او جاهلا کان قتل محرم کا قتل کرنا صید کو یا اسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت
ہو یا دوسری بار ہو عمدا ہو یا خطا ہو یا بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنے جسکی یا کسیکا ملک نہو لیکن صید ملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری
قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیة الطحطاوی فعلیه جزاؤه ولو سبعا غير صائل او متانسا او حماما او لو مسرولا الفتح او دامی رجليه يشير كالسرول
یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور ہو جسنے حملہ کیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسے بلاؤ ہرن یا کبوتر
ہو اگر وہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم وفتح سین وسکون راو وفتح واو اس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانون مین پر ہون مثل پاجامہ کے امام مالک کے نزدیک جسکے
پاؤن پاجامہ کی طرح ہون اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اسکا حکم بلی کے برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنے بھائی پن سے
آگے نہین سکتا کذا فی الفتح او ہو مضطر الی اکله کما یلزمه القصاص لو قتل انسانا واکل لحمه یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر ہو
تو اسپر جزا واجب ہی پنانچہ محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اسکا گوشت کھاوے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہین ویقدم المیتة علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کھانا مقدم ہی
صید پر اور صید مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سور پر ہم تقدیم مردار کی صید پر اسمین خلاف روایت ہی فتاوی

قاضی خان میں مرد ار کو تقدیم ہے صید پر لاد ہوا مبسوط میں صید کو تقدیم ہے مرد ار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر تو الحاصل یہ ہے کہ مال کما لا یؤکل طعام مضطر آ خر اور اگر میتہ پیغمبر ہو تو کسی حال میں حلال نہیں جیسے ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کھانا جائز نہیں وفی البزازیۃ الصید المذبوح اولی التقاطا اور بزازیہ میں ہے کہ شکار کیا ہوا شکار کا کھانا بہتر ہے مرد ار کھانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مرد ار میں حرمت ذاتی ہے اور شکار میں عارضی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والجزاء ھو قولہ تعالیٰ (فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما) یعنے صید کو نہ مارو محرم ہو کر اور جو تم میں سے تعمداً مارے تو جزا ہو مثل اُسکی جسکو مارا جانوروں میں سے وہ جزا جسکا دو عادل شخص تم میں سے حکم کریں نیاز ہو پہنچا دے کعبہ کو یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اسکے صیام تو امام شافعی رح کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک مماثلت معنوی جیسا کہ یہ لفظ باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو وہ ہیں صورۃ اور معنیً دونوں ہو چنانچہ مشترک النوع میں سو مماثلت مطلقہ تو یہاں بالاتفاق مراد نہیں لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ شرع میں مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ مقدور الماء میں کذا فی الھدایہ شہر و جہاد اور جزاء فی سبع او حیوان لا یؤکل لو خنزیرا او فیلا لا بزاۃ علی قیمۃ شاۃ وان کان اسبع الکبیر منہا لان الفساد فی غیر المقبول لیس لاجل اقامۃ الدم فلا یجب فیہ الادم وکذا لو قتل سبعا ضمنہ بہ یعنے اگر محرم نے معلم درندے کو قتل کیا مثلاً شکاری چیتا مارا تو حق اللہ میں غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اسکے انتفاع کے ہے اور حق شرع باعتبار اُسکی ذات کے ہے قطع نظر تعلیم سے کذا فی المنح ثم اعلم انہ یقال ان یشتری بہ ہدیا ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق اینما شاء علی کل مسکین ولو ذمیا نصف صاع من برا و صاعا من تمر او شعیر کا لفطرۃ پھر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھہرا دیویں تو قاتل کو اختیار ہے کہ اُس قیمت سے ہدی مول لے اور اُسکو مکہ میں جا کر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہاں چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہوں یا پورا صاع کھجور یا جو مانند صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو ھم طحطاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہیں چنانچہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا لا بجزیۃ اقل واکثر سنۃ بل یکون تطوعا کفایت نہیں کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہے کہ قاتل کو تین امر میں اختیار ہے کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کر حرم میں بھیجا کر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلاً گیہوں مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجائے نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنے اگر پانچ فقیروں کو نصف نصف صاع گیہوں پہونچتے ہوں تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہونچتے ہوں تو دس روزے رکھے

وان فضل عن طعام مسکین او کان الواجب ابتداءً اقل منہ تصدق بہ او صام یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھے یا سیر سے نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً گنجشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوے ہوں تو اتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع کے بدلے یا اُسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تعالی لجبر بکذا ذکرہ ہنا وقدم فی الفطرۃ الجواز وبنی کذلک ہنا اور یہ نزدیک نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہان یعنی جزاء صید مین ذکر کیا ہی اور صدقۂ فطر مین اسکا جواز مقدم ہو چکا ہی تو یہان بھی اسی طرح لائق ہی علی الخصوص نص قرآنی یہاں مطلق ہی تو اپنے اطلاق پر جاری رہیگی کذا فی المنح وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہان اباحت طعام کافی ہی مانند قیمت دینے کے لیئے طعام کی دو مد حنطہ مین ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام مالک کردیوے دوسری صورت یہ ہی کہ کھانا پکاکر دونون وقت انکو پیٹ بھر کے کھلاوے جتنا وہ کھاوین یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولا ان یدفع کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہین دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہان بخلاف صدقۂ فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید مین تعدد مساکین مصرح ہی قرآن مین بلفظ جمع کما لا یجوز دفعہ الی اقل من الاثنین شہادۃ لہ کاصلہ وان علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہین دینا اس جزا کا ان لوگون کو جنکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اصل مہم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچی ہو یعنے اپنے اصول اور فروع کو قریب ہون یا بعید دینا جائز نہین اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہین اور یہی حکم ہی جمیع صدقات واجب مین کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہین چنانچہ اسکی تفصیل مصروف زکوۃ مین مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضو ونقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ کتعلیق حمامۃ من شعور او شبکۃ فلا شیء علیہ وان مات اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اُکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہی جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوے ہون سو اگر بقصد اصلاح ہوے ہون چنانچہ کبوتر کے چھڑانے مین بلی سے یا جال سے کچھ پر اور اُکھڑ گئے تو اس صورت مین محرم پر کوئی چیز واجب نہین اگرچہ وہ اس حال مین مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہی کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کیجاوے پھر ناقص کی قیمت نکالی جاوے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو اُتنا محرم پر واجب ہی مثلاً صحیح سالم جانور کی ۳۰ درم قیمت ہو اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۲۰ درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہی مول لیکر حرم مین ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اُسکے روزے رکھے ووجب بنتف ریشہ وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اُکھاڑنے اور پانون کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہی اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنے اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پرون کے سبب سے اُڑ جاتا ہی اور چوپایہ اپنے پانون سے بھاگ جاتا ہی پھر جب پرندے کے پر اُکھاڑے یا چوپایہ کے پانون کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہین سکتا تو گویا اُسکو جان سے مار الہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی المنح وبطحطاوی وکسر بیضۃ غیر المذر اور اُسکے انڈے توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہی بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہو گا تو محرم پر کچھ واجب نہین وخروج فرخ میت بہ ای بالاکسار وقیمۃ اجب ہی مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہی اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے مین بچہ مردہ ہی تو کچھ واجب نہین اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہی کذا فی الدر ورد وذبح حلال صید الحرم او صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہی یعنی جو شخص کہ احرام نہین باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا جائز نہین اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرے شخص کی دلالت سے ذبح کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی البطحطاوی وحلبہ لبنہ اور قیمت دودھ کی واجب ہی صید حرم کے دودھ دھنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حل کونہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسہ سوا رکان مملوکا او وقف فانوا

لو نبت فی ملکہ ام غیلان فقطعہا انسان فعلیہ قیمتہا لمالکہا واخرے لحق الشرع بنار سلے قولہا السنتے بہ بن تملک ارض الحرم اور قیمت واجب ہو حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنے خود جم اُٹھا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو یہاں تک فقہانے تصریح کی ہو کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہین حرم مین کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُٹھے اور کوئی آدمی اُسکو کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر دو قیمتین واجب ہین ایک قیمت اُسکی مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا ہو حما حبین ہو کے مفتی بہ قول پر کہ زمین حرم کی مملوک ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک زمین حرم وقف ہو تو مملوک نہین ہو سکتی **والا عنبت** اسمیں من جنس ما ینبتہ الناس فلو من جنسہ فلا شئ علیہ اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہو کہ وہ جمانے کا درخت نہو یعنے اُس قسم کا درخت نہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جماتے ہین تو اگر اُسکے ہم جنس ہو یعنی الیسا درد درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہون تو اُسکے کاٹنے سے اُس شخص پر شرعاً مواخذہ نہین ہان اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ہم کتب فقہ علے الخصوص شرح ہدایہ مین تصریح ہو کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہین ایک قسم تو وہ درخت جسکو لوگون نے بویا اور دوسری قسم وہ ہو جو خود رو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہوا اُسکی دو قسمین ہین یا الیسا درخت ہو جسکو لوگ بوتے ہین بطور عادت کے یا الیسا ہو جسکے بونے کی عادت نہین ان دونون قسمون کے کاٹنے مین جزا واجب نہین اور جو خود رو درخت ہو اُسکی بھی دو قسم ہین یا اُس جنس سے ہو جسکو لوگ بوتے ہین تو اُسکے کاٹنے مین بھی جزا واجب نہین یا الیسا خود رو درخت ہو جسکو انسان نہین بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے مین جزا واجب ہو کذا فی الدرر اور اصل مرمین اصل وہ حدیث ہو جو صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہو کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الٰہی کی پھر اُسکے فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو یعنے اصحاب فیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسولؐ اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر مکہ حلال ہو گیا پھر اُسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہان کا شکار اور نہ کانٹی جاوے یہان کی گیلی گھاس اور حلال نہین یہان کی گری چیز تو عباس رض نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہمارے قبرون اور گھرون کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنے اسکا کاٹنا حرام نہین ہر چند ظاہر حدیث مین سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنے نہین لیکن فقہانے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنے کیا ہو اسواسطے کہ حضرت صلعم کے وقت سے اب تک وہان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہو بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہو تو حرم کی طرف اسی درخت اور گھاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خود رو ہو اور انسان کی طرف منسوب نہین اور جسکو انسان نے بویا خواہ اُسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کی طرف منسوب ہو گیا کذا فی الہدایۃ والاختیار مغرم المختار کمقطوع دوحۃ ولم یخرج الشجرۃ ولذا حل قطع الشجر المتغیر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور تر تن مین سوا خذہ شرع کا نہین بشرطیکہ پتون کا توڑنا درخت کو ضرر نکرے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کے کاٹنے مین کچھ جزا نہین جو مباح ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہی کاٹنا اُس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اُسکا پھلنا قائم مقام ہو اُسکے بونے اور جمانے کے قیمتہ فی کل ما ذکر الا ما جف اور انکسر لعدم النماء اور مذہب بعض کا دون اذخر فسقط لعدم امکان الاحتراز عنہ لانہ تبع واجب ہو قیمت اس چیز کی جسکے پر اُکھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئے جمیع مسائل مذکورہ مین چنانچہ تفصیل اُنکی ترجمہ مین مفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اُسکے قلع کرنے مین قیمت واجب نہین بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت مین نمو نہا تو وہ درخت نہا حطب ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب بھٹی کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے ہر اسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہین اور دوسری علت یہ ہو کہ اسطرح سے ضائع ہونا بالاصالت ہو نہ بالتبع ہو نہ باعتبار درخت کی جڑ کا ہو نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم مین ہو اور شاخین اُسکی حل مین تو وہ درخت حرم کا ہو اُسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اُسکی حل مین ہو اور شاخین حرم مین تو وہ حل کا درخت ہو نہ حرم کا **و بعضہ** اما الاصل کلہ ترجیحا للحرمۃ اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم مین تمام جڑ کے برابر ہو بنا بر ترجیح حرمت کے **والعبرۃ لمکان الاطرفان کان علے بعضہ بحیث**

لو وقع الصید وقع فی الحرم فھو صید الحرم الا لاالا اور اعتبار اڑنے والے کے مکان کا ہے اگر پرندہ شاخ پر ہو اس طرح کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسہ فی الحل فالعبرۃ لقوائمہ بعضھا ککلھا لالرأسہ وھذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لرأسہ لسقوط اعتبار قوائمہ فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پاؤں حرم میں ہوں اور اسکا سر حل میں تو اعتبار اسکے پاؤں کا ہے یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پاؤں کا حرم میں ہونا سب پاؤں کے برابر ہے یعنی اگر ایک پاؤں بھی حرم کی زمین میں ہو گا تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنی اگر اسکے پاؤں حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور حکم کھڑے شکار کا ہے سو اگر صید سوتا ہو لیتے لیتا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے اسواسطے کہ اس حال میں اسکے پاؤں کا اعتبار ساقط ہے تو یہاں دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہو گا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اسکا سر حرم میں ہو اور پاؤں حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرۃ فی حالۃ الرمی الا اذا اسماہ من الحل ورماہ فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہے یعنے اگر غیر محرم نے حل سے پھینک یا تیر مارا فشکار کو تو اسپر جزا نہیں لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے کذا فی البدائع فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر رامی اور مرمی دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہو کر نہ نکلا ہو اور یہی حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بعضیا او جرحا او طلب لعین صید فضمنہ لم یحرم اکلہ دجاز بیعہ وبکرہ ویحل ثمنہ فی الفداء وان شاء لعدم الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانہ میتۃ اور اگر حرم کا انڈا یا مڑی پکائے یا شکار کا دودھ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا کھانا حرام نہیں اور اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا میں دے ڈالے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسمیں ذبح کرنا شرط نہیں بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہو گیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن الرحیبہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا محرمین کو تم پر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہو گیا جیسے مثرب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشہ بھا یہ ولا یقطع جمل الا الاذخر لعموم نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے بنسے سے سوائے اذخر کے حرم اذخر کا کاٹنا درست ہو گیا بالتماس عباس رض کے بنا بر حدیث میں مذکور ہو چکا اذخر کا بقول ثالث ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی میں گندھیلی اور گندھ مل اور بریج کی گھاس کہتے ہیں فلا باس باذخرکماۃ لانہا کالنجات کچھ مضائقہ نہیں حرم کی کھمبی لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس نہیں ہے وقتل قملہ من بدنہ او القاؤہا او القاؤہ ثوبا فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادۃ اور اپنے بدن کی جوں مارنے سے یا اسکے ڈالنے سے یا اپنے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے میں صدقہ دینا واجب ہے یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی جوں مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے حرام کو جائز نہیں مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جوں کا مارنا یا زمین کی گری جوں کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالے اور جوں مرنے کی نیت سے تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق رض سے ثابت ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب مذاہب چہ گانہ میں فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیہا ای المتلۃ بالدلالۃ فی الصید اور واجب ہے جزا جوں میں تباہ کرنے سے بھی جیسا کہ صید میں تباہ کرنے سے بھی واجب ہے یعنے اگر محرم نے اپنے بدن کی جوں کسیکو کھائی یا اشارہ کیا اور

اسنے مار ڈالی تو محرم پر جزا واجب ہوگی ویجب فی الکثیر منہ نصف صاع والکثیر ہو الزائد علی ثلثۃ والجزاء کالقلیل بجزاء کثرت سے جو مارنے مین نصف صاع کا صدقہ واجب ہے اور کثیر وہ ہے جو تین سے زائد ہو اور مٹھی جو کے برابر ہر قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذا فی البحر اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ دس یا زیادہ کثیر مین اور اس سے کم قلیل کذا فی الطحطاوی ولا شیٔ بقتل غراب الا العقعق علی الاظہر ظہیریہ ونسیم البحر وہ فی النہر اور کچھ جزا نہین محرم پر غیر محرم پر کوے کے قتل کرنے مین سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق کی تسلیم کو رد کیا ہے نہر الفائق مین بحر الرائق مین کہا کہ تنوین قسم کے کوے کا مذاوست ہے تو اسمین عقعق بھی آگیا کہ موذی ہے ہمیشہ جانور کی مردار کو چونچ سے کھودتا ہے نہر الفائق مین کہا کہ بدائع مین ابو یوسف رح سے صحیح روایت ہے کہ حدیث مین اس کوے کے قتل کرنے کا حکم ہے جو نجاست کھاتا ہے یا دانہ اور نجاست دونون کھاتا ہے اور یہی قسم موذی ہے اور معراج الدرایۃ مین ہے کہ عقعق جانور کو اکثر نہین ستاتا ہے تو دوام ایذا رسانی کا دعوے منتفع ہوگیا اور ظہیریہ مین ہے کہ عقعق مین دو روایتین ہین ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ صید ہے فاضل طحطاوی نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہے اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے اسکی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے وحداۃ بکسر القتحتین وجمز الجرنبذی فتح الحاء اور چیل کے قتل مین کچھ نہین شارح کہتا ہے وحداۃ بکسر حا وفتح دال وہمزہ اور برجندی نے حے کا نقطہ بھی بتوسیع کیا ہے ہم حداۃ بفتح اول وفتح دوم کے تیر کرتے ہین اور ظاہر تبکسر اول ہے کذا فی القاموس وذئب وذئبۃ وعقرب وفارۃ بالہمزۃ وجوز البرجندی التسہیل وکلب عقور ای وحشی اما غیرہ فلیس لصیدہ صلا اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنے وحشی کتے کے قتل مین کچھ جزا نہین اور وحشی کتے کے سوا یعنے اہلی کتا ہرگز صید نہین شارح کہتا ہے کفارہ کا لفظ بہتر ہے کذا ہو اور برجندی نے اسمین تسہیل بھی جائز رکھی ہے یعنے ہمزہ اور الف کے بین بین مین پڑھنا ہم وحشی کتا ہر چند صید ہے لیکن بسبب اسکی ایذا رسانی کے جزا اسکے قتل کی ساقط ہوگئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب مین سقوط جزا مین علت اسطرح بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہین کہ حل اور حرم مین مارے جاتے ہین کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور ہے بجھو کے عوض اور صحیحین کی دوسری روایت عبد اللہ بن عمر رض سے یون ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے مین محرم پر کچھ گناہ نہین اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہے یعنی درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر وبعوض وقل لکن لا یحل قتل مالا یوذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الا لہبی اذا لم یوذوا لا مر بقتل الکلاب فسوخ کما فی الفتح اسواذ الم یضر اور بچھو اور چیونٹی کے قتل مین کچھ نہین خواہ بڑی قسم کا بھر ہو یا چھوٹا اور مچھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا دے تو مارنا حلال نہین کذا فی النہر ولہذا مفتانے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنے پالو کتا جبکہ موذی نہو تو اسکا مارنا حلال نہین اور کتون کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث مین ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی الفتح یعنے اس صورت مین ہے جبکہ کتے ضرر کرنے سے ہون اسواسطے کہ ملتقط مین مصرح ہے کہ جب کتے ایک گانون مین زیادہ ہو جاوین اور وہان کے لوگون کو ضرر پہنچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کر ڈالین کہذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلفاۃ بضم فتح فسکون وفراش وذباب ودرغ

وزنبور وقمند وصرصر وصاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ وارلعین) وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید الا قولہ سن البدن اور پسو اور چیچڑی اور کھٹمل اور مچھر اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیسی اور صرصر اور چھینگر اور ٹڈا اور ام حبین اور گھنگھورا اور ایسے جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہین ہین اور نہ انسان کے بدن مین سے پیدا ہوتے ہین جنکے قتل سے جزا لازم آوے صرصر اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہین کذا فی القاموس وسبع ای حیوان ماصائل لا یکف دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ عمدا الجزاء کما تلزمہ قیمتہ لو مملوکۃ اور درندہ یعنے ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے قتل سے جزا لازم نہین جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو اسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک مین

دو قیمتیں لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابویہا ظہیریا لان الام ہی الاصل وبقر وبعیر ودجاج وبط اہلی اور جائز ہے محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ انہیان ہی اصل ہر نہایت اور جائز ہے ذبح کرنا گائے اور اونٹ اور مرغی اور بطاہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اہل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بطاہلی سے وہ بط مراد ہے جو گھروں مین اور حوضون مین رہتی ہون اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین رہتی ہین کہ اسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الاکل کما مر ولو امرہ بصیدہ لا بأس فلو وجد حلال صید الحل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہے محرم کو کھانا اس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگر چہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو تو بھی جائز ہے بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سوا گران امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے تو اسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمپر حلال ہے جب تک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی یحیے بن معین نے تضعیف کی ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہے کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین ابوقتادہ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم سو مین نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رض نے اسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کیا تم مین کسی نے اشارہ کیا تھا یا اسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہے کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی صحابہ نے کہا نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابوقتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نکیا تھا بلکہ محرم اصحاب کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم وقید بالذبح لانہ لا شیء بدلالۃ الا الام صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اسکی واجب ہو تو اس قیمت کو تصدق کرے یا اس سے ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر پڑا نہ ہے نہ کفارہ یہان تک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا محرم ہوگا تو اسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو پھر بھی جزا واجب نہین سوا گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل ولو فی یدہ حقیقۃ لیبیع الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اجارتہ او ارسالہ محل دولیۃ فستانی علی وجہ غیر مضیع لہ لان تسبب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگر چہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگر چہ حل کے اندر احرام باندھا ہو اور اسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہے جسکو جارحہ کہتے ہین تو اس شخص پر واجب ہے صید کا چھوڑ دینا یعنی ارشاد دینا طائر کا یا حل مین اسکو کسیکے پاس بھیج دینا بطور امانت کے کذا فی التہانی حل مین جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو لیعنے چوپائے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے چوپائے کا چھوڑ دینا بطور رسانہ کے حرام ہے کذا فی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسطرح واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہو گیا کذا فی النہر وفی کرابیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذ ہا فی لہ ولا یخرج من ملکہ باعتاقہ قبیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت وحینئذ فتقید الاطارۃ بالاباحۃ قبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہۃ مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑے مول لیے اور انکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اگر چھوڑتے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہے اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہین ہوتے خزانۃ المفتین مذکور ہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہے انتہی کلام الفتاوی ضائع کہتا ہے جبکہ جامع الفتاوی سے

اصناف طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو طائر کے اُڑانے کو اباحت کر مقید کرنا چاہیے قبل اُڑانے کے یعنی اُڑانے سے پہلے یوں کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑے وہ اُسکا مالک ہو کذا فی الطحطاوی
وفی کراہیۃ مختارات النوازل سیب دابۃ فاخذہا آخر فاصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسیبہا ہی لمن اخذہا وان قال لا حاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول بہ ہو المختار انتہی
اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اُسکو پکڑ لیا اور اُسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو
اُسپر اختیار نہیں لشرطیکہ چھوڑتے وقت اُسنے یہ کہا ہو کہ یہ اُسکا ہے جو اُسکو لیوے اور اگر چھوڑ کے وقت یوں کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو مالک
اول کو اسکا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول اسمیں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لایجب ان کان الصید فی بیتہ بجریان العادۃ الفاشیۃ بذلک
وہی من احد سے الحج چھوڑنا واجب نہیں اگر صید محرم کے گھر میں ہو بسبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اسمیں اور جریان عادت دلائل شرعیہ
میں سے ایک دلیل ہے یعنے صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور اُنکے گھروں میں صید اور داجن موجود رہتے تھے اور اُنسے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہوں
تو یہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے داجن اُس جانور کو کہتے ہیں کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اُسکی وحشی ہو یا مانوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری
کذا فی النہر والمنح ہم جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ اُنکے حق میں خیر القرون وارد ہے اور یہ مطلب نہیں
کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے میں ہو تو بھی اسکا چھوڑنا
واجب نہیں اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ میں ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنے جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن
اگر جزدان میں ہو تو لینا اسکا درست ہے اسی طرح محرم کو صید کا ہاتھ میں لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے میں ہو تو پنجرے کا لینا درست ہے اسواسطے
کہ صید پنجرے میں ہے نہ ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا کہ پنجرے میں لینا ہاتھ میں لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب
شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلا مساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ من امتناع اور صید
اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل میں جائز ہے اور اُسکو لینا صید کا اُس
آدمی سے جائز ہے جسنے صید کو اُس سے لیلیا تھا اسواسطے کہ اُسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ بمجبوری احرام بالضرورت دخول حرم تھا فلو کان حاجا
کبارا فقتل حمام الحرم فلا شئ علیہ لفعلہ ما وجب علیہ پھر اگر صید چھاڑنے والا ہو چنانچہ باز سدوہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر
کچھ جزا لازم نہیں اسواسطے کہ اُسنے وہ کیا جو اُسپر واجب تھا یعنے محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اُسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو
اُسکا کیا قصور فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزا لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے
کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور
مشتری حرم میں ہوں اور صید حل میں ہو تو شیخین رح کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ سن یدہ الحکمیۃ
اتفاقا ومن الحقیقۃ جنده خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اُسکا چھوڑ دینے والا اُسکے
حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین رح کے یعنی اگر گھر میں سے یا پنجرے سے کوئی شخص اُس صید کو چھوڑ دیگا تو اُسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اُسکے حقیقی ہاتھ سے
کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان لازم ہوگا صاحبین رح کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہ ہے کہ چھوڑنے والے
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شیخ باجون کے توڑنے میں ضمان نہیں صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین رح کا قول لائق فتوی کے
ہے چنانچہ آلات لہو کے توڑنے میں اُنھیں کا قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن بالاتفاق لان المحرم لا یملک وحینئذ فلا یاخذہ من اخذہ اور اگر
حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اُسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اُسکا مالک ہی نہیں ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اسواسطے

یعنے جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحطاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء وہبتہ بل وبسبب جبری والسبب الجبری فی احدی عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ فلذا قال تبعا للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر مرخلاف انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہو اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہو گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشروحا مذکور ہین سو اسی واسطے باتباع بحر الرائق من المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنے محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہو اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہو کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہو اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم لعین ہو مطلقا لقولہ تعالے (وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہو تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا جزاءین الاخذ بالاخف والاثقل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی ہم محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا جیسے صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ورجع اخذہ علے قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جسقدر کہ اُسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط مین تھا یعنے اگر قاتل اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہو گئی وہذا ان کفر بمال وان بصوم فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہو جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور اگر اُسنے اسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہنچتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہو اسواسطے کہ اُسنے کچھ ڈاڈ نہین دیا جسکو پھیر لے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہو اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہو کذا فی المنح ولو کان القاتل بہیمۃ لا یرجع علے ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ سد تعالے ولکن رجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ تعالے اور اگر صید محرم کا مار ڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیر لے اور اگر اُسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی سے کافر ہو تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے لیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت بھر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایۃ علی احرامہ یعنے بفعل فیہ من محظوراتہ لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع بنات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علے الاحرام فعلی القارن وسنذکرہ متمتع ساق الہدے وہمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنے والے ایک خون واجب ہوتا ہو بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہو اور جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہی جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرح کی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اس واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہی جو ہدی کو مالک نہیلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین آثار سکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ قننی ایضا بخلاف جنایۃ علی احرامہ اور اسی طرح کا حکم ہو وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دُہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کے کرنے کے اپنے دو احرام پر الا لمجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ جنایۃ لیس بقارن مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اُسپر ایک خون لازم ہو اسواسطے کہ استیقات مین

وہ قارن نہیں کیونکہ پہنچنا اسکے احرام نہیں باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ مدعا کلام میں داخل نہیں و لو قتل محرمان صیدا لقدد الجزاء المتعدد الخ اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہوگی و لو حلالان صیدا لحرم لا لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرموں نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہ ہوگی یعنے ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہو تو جزا بھی ایک ہی ہوگی و بطل بیع محرم صیدا و کذا کل تصرف و شراؤہ ان اصطادہ و ہو محرم و الا فالبیع فاسد اور جیسا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح جمیع تصرفات مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں نہ پکڑا کیا ہو تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ و علی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اسکے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی المنح و فی الفاسد یضمن قیمتہ ایضا کما مر اور بیع فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا و جب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اسکا مالک تھا بخلاف بیع باطل کے اسمیں بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اسمیں مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہ ہوگا تو اسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی المنح و الطحطاوی و لدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم و ماتا فمعا ہرنی جنی حرم سے نکالنے کے بعد اور ہرن اور بچہ اسکا دونوں مر گئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا شرعاً لہذا اسکا حرم میں پہونچانا واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اسکے بچہ میں بھی سرایت کر گئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہو گیا و ان ادمی جزاہا ای الام ثم ولدت لم یجزہ اور اگر ولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ و ہل یجب ردہا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے بسبب نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو بچہ بھی امن نہ ہی تو بچے میں کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا واجب ہے اسکا پہونچا دینا حرم میں یا ہر جو اب یہ ہے کہ ثانی واجب ہے کذا فی النہر افاقی مسلم بالغ یرید الحج و لو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد و احدا منہما لا یجب علیہ زیارۃ المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم کما یاتی فی المتن قہستانی و جاز و قبعہ ظاہر فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم افاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر احرام باندھا تو اسپر دم لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے میں دم لازم نہ ہوگا اگر پھر حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں جو بدائع سے منقول ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی میقاتہ ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یسقط شیء فی نسک صفتہ محرما کطواف و لو شوطا دانما فال و لبی لان الشرط عندنا الامام محمد یا التلبیۃ عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اسنے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلاً طواف کا ایک شوط بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک بولا تو دم کرنا اسپر سے ساقط ہو گیا ماتن نے لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھرنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے دم کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک تجدید تلبیہ بسقوط دم میں شرط نہیں میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والا فضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج اور افضل ہے پلٹ آنا میقات کی طرف سے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا الحج ان لم یعد او عاد و بعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات

کی طرف نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو دم جبر کرنا ساقط نہوگا مکی پر بدائع الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرج الی الحرم واحرم بالحج من اھلہ فان علیھما دم لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام ولکنہ اذا احرما بالعمرۃ من الحرم وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنی عمرے سے فراغت ہوا اور مکی ہوگیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر دم واجب ہی بسبب بلا احرام بڑھنے کے میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہی نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو دیکھ کرنا اسپر واجب ہی اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہی اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہوچکا دیکھ کرنا ساقط ہوجاتا ہی دخل کوفی اوافاقی البستان اخرجہ ما من اھل دون المیقات لحاجۃ قصد ہا ولو عند المجاوزۃ ملی مامر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان مین یعنے آفاقی اندر میقات کے زمین حل مین سے کسی مکان مین کسی حاجت کے واسطے بالقصد یا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اُس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوگیا تو اُس آفاقی کو جائز ہی داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہین بنا بر مذہب صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان مین مشروط نہین احرام کے عدم وجوب مین ہم بستان بنی عامر ایک بستی ہی داخل میقات خارج حرم کے اور بفضل اُسکا نام نخلہ محمود ہی وہان سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہی کذا فی الطحطاوی ووقتہ البستان ولاشی علیہ لانہ التحق بالکما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان مین کسی کام کو گیا بستان ہی یعنے حل میقات ہر حج اور عمرے کا اور اُسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہین اسواسطے کہ آفاقی بستان مین آنے کے اہل بستان مین ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہی ویسے ہی اسکو بھی جائز ہوا اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہی ویسے ہی آفاقی کا بھی حل ہوا چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت مین گذر گئی وہذہ حیلۃ لافاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہی آفاقی کے حق مین جو مکہ مین جانا چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ مین داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے مین اُسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہی اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ وتمامہ فی الفتح سوا اگر مکہ مین بلا احرام جاکر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اُسکو کافی ہوگا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہی یعنے مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اُسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہوگا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامۂ لک لتدارک المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہوگا اُس سے یعنی کفایت کرجائیگا اُس حج یا عمرہ سے جو اُسپر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہوگیا اگر اُسنے احرام باندھا ہو اُس عبادت کے واسطے جو اُسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرۂ نذر کے لیکن یہ اُس صورت مین ہی جب اُسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہوگیا تھا اُسکو اپنے وقت مین تدارک کرلینا کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اُس سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام سنۃ فی القضاء ایک شخص بڑھگیا میقات سے بلا احرام پھر اُسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کردیا لازم قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور اُسکو قضا کرے اور اُسپر خون نہین میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے مین میقات سے احرام باندھتے ہین اُسکا تدارک ہوجائیگا ملی دخل فی عمل طواف لعمرۃ ولو شوطا ای قبل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق نہی الملکی عن الحج بنہایۃ کی لے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اُس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطیکہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہی وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقط العمرۃ ولو رفضہا قضاہا فقط

اور اُسپر دَم کرنا واجب ہو بسبب ترک کرنے کے اور حج اور عمرہ واجب ہو اسواسطے کہ کی مذکور اُسکے مانند ہو جسکا حج فوت ہو گیا اور فائت الحج عمرہ کرکے احرام اُتارتا ہے اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہے تا اینکہ اگر کی مذکور اُسی سال حج کریگا بعد عمرہ کرنے کے تو دوسرا عمرہ اُسپر سے ساقط ہو جاویگا اور اگر عمرے کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرے کی قضا کرے کیذا فی المنح فلو اتمہما صح واسا دم فرح ودم شکر سو اگر کی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نکیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو یہ صحیح ہے اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا لیکن برکِ اکمکروہ کام کیا اور ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہے تو خود نہ کھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو جمع کرنے میں ذبح کرنا واسطے شکر کے ہے تو خود اُسکا کھانا جائز ہے کذا فی المنح ومن احرم بحج وحج ثم احرم بحج آخر فان کان قد حلق للاول لزمہ للاخر فی العام القابل بلا دم لانتہاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہو اول حج کے واسطے تو دوسرا حج اُسپر لازم ہو گیا دوسرے سال میں بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرامین نہ ٹھہرا کہ ذبح کرنا اُسپر واجب ہوتا کذا فی المنح عن البحر والا یحلق للاول فمع دم قصر عبر بہ لیعم المراۃ اولا بجنایۃ علی احرامہ بالتقصیر اولا ستاخیر اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اُسپر دو حج لازم ہو گا ساتھ ذبح کرنے کے بالوں کو کترا ہو یا نہ کترا ہو ماتن نے بلفظ تقصیر اسواسطے تعبیر کی تا کہ یہ مسئلہ عورت کو بھی شامل رہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اُسنے جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا دم جب یوم النحر میں قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اُسپر ذبح کرنا لازم ہو گیا اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اُتارنے کو اُسنے سر منڈایا یا نہیں منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر نہیں منڈایا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر منڈانے میں تاخیر واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہو گیا کذا فی المنح ومن اتی بعمرۃ الا الحلق فاحرم بآخر ے ذبح الا اصل ان الجمع بین الاحرامین بعبرتین مکروہ تحریما فیلزم الدم للاحرام الثانی فی ظاہر الروایۃ فلا یلزم اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوا سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہے کہ دو عمروں کے دو احرامون کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہے اور دو حج کے احرامون کو جمع کرنا ظاہر الروایت میں مکروہ نہیں کذا فی البحر عن المحیط لہذا اُسپر ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان میں جو دو حج کے احرامون کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہے کذا فی المنح آفاقی احرم بحج ثم احرم بعمرۃ لزماہ وصار قارنا سیئا کما مر ولذا بطلت عمرتہ بالوقوف قبل افعالہا لانہا لم تشرع مرتبۃ علی الحج لا بالتوجہ الی عرفۃ آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونوں اُسپر لازم ہوے اور یہ شخص قارن بہ کار ہو گیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہو گا عمرہ اُسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہیں حج پر ترتیب ہو کر نہ باطل ہو گا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سو اگر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ ادا کرکے حج کرے تو ممکن ہے کذا فی البحر فان طاف لہ طواف القدوم ثم احرم لہا فمضی علیہا ذبح وسهو دم جبر وندب رفضہا لتالدۃ بطواف فان رفض قضی لصحۃ الشروع فیہا وارتفاق ثم ارتفضہا پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونوں کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال میں عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہے ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہو گیا سو اگر اُسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے بر اسطے صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرے کے حج فاہل ممتع یوم النحر او فی ثلثۃ ایام بعدہ لزمتہ بالشروع لکن مع کراہۃ التحریم ورفضت وتجزیہا من الاثم وقضیت مع دم لرفض وان مضی علیہا صح وعلیہ دم لارتکابہ المکروہ تحریما کسی شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر میں یا اُسکے بعد کے تین دن میں تو عمرہ کرنا اُسکو لازم ہو گیا بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہیں ولہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہے تا کہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہو بسبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نکرے ادا کرے تو صحیح ہو گا اور اُسپر ذبح کرنا واجب ہو گا بسبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہے فوائت الحج اذا احرم بہا وجب الرفض لان الحج من احرامین مختلفین

او العمرتین شیئ شروع فائت الحج نے جبکہ دو سے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرے کے احراموں کو جمع کرنا مشروع نہیں ہے دو حج کے احرام تو ظاہر ہیں ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یوں ہیں کہ ایک احرام تو یہ ہے جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کر کے احرام سے باہر آتا ہے چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہے وللفاتہ الحج بقی علی احرامہ فیلزمہ ان یتحلل بعد ان یحرم احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ یقضیہ ما احرم بہ قضاء الشروع فی الحج التحلیل قبل ادائہ بالفرض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اسکا باقی رہا تو اُسپر لازم ہے حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کر کے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور فرض کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہو گیا اسکے وقت سے پہلے لینے واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہو گیا لہذا فوج کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعاً منع عن رکن یہ باب ہے احصار کے احکام میں احصار لغت میں بمعنی منع اور حبس کے ہے اور اصطلاح شرع میں احصار عبارت ہے منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ میں منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہے لیکن آجکل عمرہ داخل نہیں رہا حالانکہ عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہے لہذا اشارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ تحلل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہو جاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مر جانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک ہو جانے سے تو حلال ہے اُسکو تحلل لینے احرام کا آتا زاہم دشمن عام ہے کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہے جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ میں اس شرط سے مانع ہے کہ پیدل چلنے کی قدرت نہ ہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہیں اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہیں جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہیں لیکن بعد شروع کے لازم ہے اور یہ قول محمد کا ہے کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آئندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہیں کذا فی النہر فحینئذ بعثت المغرور وما اقوینتان لم یجد بقی محرما حتی یجد او یتحلل بصوم ومن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اُسوقت میں تنہا حج کا کرنے والا ایک خون لینے ایک بکری یا بھیڑ حرم میں بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تا کہ خرید کر کے حرم میں ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نہ پاوے تو محرم بنا رہے یہاں تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کر کے احرام اُتار دے اور ابو یوسف رح سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نہ پاوے تو ہر مسکین نصف صاع کی عوض ایک ایک یوم روزہ رکھے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہے بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نہ کرتا والقارن دمین اقتران دو بکریاں روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہ ہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہے کہ دونوں احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہے کذا فی الطحطاوی وعین یوم النحر لیعلم متی تحلل اور معین کرے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہیں ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لھما اور ذبح کرے ہدی کو حرم میں اگرچہ یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک احصار حرم میں یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں لیکن عمرہ کے احصار میں جائز ہے ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا وتمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ وعلیہ قضاہا اور اگر محرم محصر نے ہدی کو روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے ہوئے یا احرام باندھے ہوئے وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ خوف

زائل ہوگیا اور مانع مرتفع ہوا تو جائز ہے پھر بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر موسم حج کا جاتا رہا تو عمرہ کرکے احرام کو اُتار دے اسواسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اُتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت نہ دراز ہو جاوے کہ اُسپر مشکل پڑ جاوے کذا فی الزیلعی و مذہبہ سحیل ولو بلا حلق و تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ سر منڈایا ہو اور بال نہ کترائے ہوں لیکن حلق افضل ہے کذا فی النہر خلافاً لمن ذہب تفصل کما محال فتنظر اھ لم یذبح فی حل لزمہ جزاء ما جنی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا ہو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا حل میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں تو اُسپر اپنی جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی ویجب علیہ ان حل من حجہ ولو نفلا محتجہ بالشروع وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اُتارا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اُسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اُسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلی المعتمر عمرۃ اور عمرے کا احرام باندھنے والا اگر رد کا جاوے تو اُسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجۃ وعمرتان احداھا للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا ہم قضا میں اُسکو اختیار ہو چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث ثم زال الاحصار وقدر علی ادرک الھدی والحج معاً توجہ وجوباً پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہوگیا اور وہ قادر ہو ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی تو اسپر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اُسوقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی بھیجکر اسواسطے کہ ہدی پہنچا بدلا حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی النہر والا یقدر علیھا لا یلزمہ التوجہ وھی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھی قادر نہ ہوا تو اُسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو نپاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہوا اور باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہر حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ للامن من الفوات اور حصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے حصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنے وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بکلا الرکنین محصر علی الاصح اور جو شخص کہ دو رکن یعنے وقوف عرفات اور طواف الزیادۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول الجمع والقادر علی احدھما لا اما علی الوقوف فلتمام حجہ وہ اما علی الطواف فلتحللہ یہ کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوا کہ طواف اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اُسکا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا لینے بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا اصل ان کل من الی البدل اذا قدر بالبدل تواھا عند الفعل لنفسہ لطاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرات قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور کچھ تو اسکو جائز ہے کہ اُسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اس ثابت ہوا دلائل

قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ہم قرآن مجید میں ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یوں دعا کرے (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنے اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجکو لڑکپن میں پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالی نے خبر دی ہو کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو بیانبت اور ثواب رسانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک اپنی امت کی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رح نے چند صحابہؓ سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہے اور دارقطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے روزہ کے ساتھ اور یہی اسنے علی مرتضےؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھ کر اسکا ثواب مردون کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عکبری نے روایت کی کہ انس نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہین اسسے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابوداؤد مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر بکثرت پڑھا کرو قرآن احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا ما اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال وہو اللہ اعلم یعنی علے کمالی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جکہ اسنے خود کیا تو مراد یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین بالام اس آیت مین یعنی علی کے ہے چنانچہ لہم اللعنۃ مین بمعنی علی ہے تو اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوا اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کہ کا یہ مذہب ہے کہ عبادات کا ثواب سوا فاعل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادات مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہے اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأت قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین مستدل آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیے ہین جواب اول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباس رض اس آیت سے (والذین اٰمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم) جواب ثانی یہ ہے کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہ ہے کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہے تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب خامس یہ ہے کہ لام بمعنی علی ہے کذا فی الکشاف یعنی شرح الکشاف لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مقربین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث اور اجماع سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہوگیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد اتضح الزاہد من افتراء المبتدا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا افتراء یہان کھول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالے ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے سمجھنے کی کتاب الحج مین

اموات کے ایصال ثواب کا منکر ہوگیا ہو اور اسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہو اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہو کذا فی الطحطاوی الٰہی یہ محمد والہ کو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعب اور کج فہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادۃ المالیۃ کزکوٰۃ وکفارۃ تقبل النیابۃ بمعنی المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز والشائب دنیا لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادات مالی جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوہ نیابت کو قبول کرتی ہو مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگرچہ نائب کا فرذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہو اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہو ہم عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہو کہ عبادات مالیہ مین آزمائش مالدار اور دفع حاجت محتاج مقصود اصلی ہو سو یہ امر نائب کے فعل مین بھی حاصل ہو اور ہر چند عبادت بدون نیت کے صحیح نہین اور کافر ذمی اہل نیت کا نہین لیکن چونکہ نیب معتبر تھہری نہ نائب کی تو مسلم اور ذمی نیابت مین دونون برابر ہوگئے اور نیب کو اختیار ہو نائب کے دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت نیت کرے یا درمیان مین اسی عبادت کے نیت کرے کذا فی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیۃ کصلوۃ وصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قرأۃ قرآن اور اذان کا نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین غرض اصلی یہ ہو کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت پڑے تاکہ روح کو صفائی اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہین ہوسکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نکرے لہذا اسمین مطلقاً نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز مین اور یہی مطلب ہو اس حدیث کا کہ لا یصم احد عن احد ولا یصل احد عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ یعنے کوئی روزہ نرکھے کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنے نیابت صوم وصلوۃ سے فرض ساقط نہین ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہو چنانچہ اُس حدیث مین مصرح ہو کہ ولد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کالحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہو جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہو عاجز ہونے کے وقت فقط ہر چند کہ حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین اسواسطے کہ حج عبارت ہو وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین تھا تو گویا مال حج کا جزو ہوگیا کذا فی الطحطاوی حج مین عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض العمر حتی تلزمہ الاعادۃ بزوال العذر عاجزی مین نیابت حج کی جائز ہو بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج تمام عمر مین ایکبار فرض ہو یہان تک کہ اعادہ لازم ہو بزوال عذر سے یعنے ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہو سو اسنے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اُسپر واجب ہو کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الامر فیقول احرمت عن فلان ولبیک عن فلان ولو نسی عند الاحرام صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہو کہ نائب اپنے نیب کا نام لیکر احرام باندھے یعنے جب احرام کے وقت کہین نے احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور مین نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر نیب کا نام بھول جاوے اور مرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہو اور دل کی نیت کافی ہو تو تصریح بلفظ ضرور نہین ولا یشترط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کاکبر والمرض یرجی زوالہ ای یرجی زوال العجز لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض حج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقا سو اذا استمر ذلک العذر بہ ام لا یعنے مشروط ہونا دوام عجز کا موت تک اُسوقت تک ہو کہ عجز مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اسکے زوال کی امید نہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اُسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہوجاویگا کسی حالت مین اعادہ حج کا مطلقاً لازم نہین خواہ یہ عذر عدم استطاعت وغیرہ کا ہمیشہ بنا رہے یا نہ رہے اسواسطے کہ عجز فالجی بجاے موت ہو کذا فی النہر ہم کنز وغیرہ متون مین ہر مرض والے پر یہ کا کچھ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے باقتدائے صاحب ہدایہ وغیرہ محیط اور فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہو کہ یہی اصح ہو واللہ اعلم کذا فی المنح ولو حج عنہ صحیح عجز ثم استمر عجزہ فقد سقط عنہ الفرض اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف

حالت صحت مین پھر وہ بعد مذاعت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہوگیا اور ہمیشہ عاجز رہا یہانتک کہ موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی نہوگا بسبب پانے جانے شرط کے یعنے نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولیشرط الآمر بہ ای بالحج عنہ فلا یحج الفرع عن غیرہ فرضہ للاذن حج اداج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور عاجز ہونیمین بہ شرط ہیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہین حج فرزند کا باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرادے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہی بسبب پائے جانے امر مورث کے بدلالت حال کے یعنے جبکہ وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اُس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی ونفی من اشرائط النفقۃ من مال الآمر کما اذا کثر باوحج المامور بنفسہ وبعینہ ان عینہ فلو قال حج عنی فلان لا غیر لم یجز حج غیرہ ولو لم یقل لا غیر جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنے شرط ہی کہ کل نفقہ نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اُسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع اور حج کرانا مامور کا بذات خود اور اُسکا متعین ہونا مشروط ہی اگر اُسکو متعین کردیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہین اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہی وادعاہ فی اللباب الی عشرین شرطا سنا عدم اشتراط الاجرۃ فلو استاجر رجلا بان قال استاجرتک علی ان تحج عنی بلا ذکر اجارۃ بخلاف ما لو قال وترک ان الحج عنی بلا ذکر اجارۃ لباب المناسک متن شرائط نیابت کو بیان تک پہونچایا ہی اُنمین سے ایک شرط یہ ہی کہ نیابت مین اجرت مشروط ہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اطلاق یہ کہ اُس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اُسکا حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ ہم شارح کا کلام اُسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہوتا ہو متبرعا کما ہو ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین بہ صرح ہی کہ ظاہر الروایۃ مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اُسکو مقتضی ہی کہ یہ اجارہ فاسدہ ہو کذا فی شرح الطحاوی ولو انفق من مال نفسہ او غلط النفقۃ بمالہ وانفق کلہ او اکثرہ جاز وبری من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین وضع کر لینیکی گنجائش ہی یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کروالیا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہی اور مامور ضمانت سے بری ہوگیا کذا فی الطحاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتباع بابہ اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہی نہ نفل حج کے واسطے اسلیے کہ نفل حج مین وسعت ہی تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہی ویقع الحج الفرض عن الآمر علی الظاہر من المذہب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقۃ کحج النفل اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہی کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہی اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہی جیسے نفل حج مین اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہی لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ مستبغی ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہوجاتا ہی اور مامور سے ساقط نہین ہوتا کذا فی الفتح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہی جو صحاح ستہ مین ابن عباس رض سے مروی ہی کہ حجۃ الوداع مین ایک عورت خثعمی قوم کی آئی اُسنے کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہی اُسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اُسکی طرف سے حج کرو حضرت صلعم نے فرمایا ہان اور بخاری و مسلم مین ابن عباس رض سے مروی ہی کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مری حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر اُسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اُسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہی کذا فی الہندیہ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہی مامور کی طرف سے لکنہ تشترط لصحۃ انیابۃ اہلیۃ المامور لصحۃ الافعال ثم فرع علیہ بقولہ فیجاز حج الصرورۃ بمثلہ عن مثلہ والمراۃ والرامۃ والعبد والمدیون وغیرہ کالمراھق وغیرہم اور لیے لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہی اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین لازم ہی تاکہ اُسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول تفریع کرکے کہا تو جائز ہی حج کرنا اُسکا جسنے فرض حج نہین کیا اور حرہ بالغہ کا حج جائز ہی اگرچہ وہ نوعمری ہو اور عبد اور مدیون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہی اور ان اشخاص کے سوا اور شخص تبرعی نیابت کے واسطے تا خلاف شافعی رح فہو مردود بصادھلہ منقوصہ اُسکو

کہتے ہیں جسنے ہنوز حج نہیں کیا کذا فی القاموس ہر چند بنابت عورت اور غلام اور جسنے کا ہے حج نہیں کیا اور صرورۃ کی جائز ہی بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ کراہت سے خالی نہیں اور امام شافعی رح کے بھی مخالف ہو تو انکے سوا اور کسیکو نائب کرنا بہتر ہے منا سکے طالبی میں مذکور ہے کہ جو غیر کی طرف سے حج کرے تو افضل یہ کہ وہ حر عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریق حج کا عالم ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی المنح ولو امر فمیا او صبیا فالاصح اور اگر کوئی یا مجنون کو اپنی طرف سے حج کرنے کو مامور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المامور بالحج فی الطریق لیس لہ دفع المال الی غیرہ یحج ذلک الغیر عنہ بیت الا اذا اذن لہ بذلک بان قیل لہ وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوز لہ ذلک مرض اولا لانہ سار وکیلا مطلقا اور جبکہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہو گیا تو اسکو جائز نہیں غیر کو مال دینا تا کہ یہ شخص غیر میت کی طرف سے حج کرے مگر اس صورت میں جبکہ اسکو غیر کو مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح پر کہ اس سے کہا گیا ہو مال دینے کے وقت کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو غیر سے حج کروانا جائز ہی خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وکیل مطلق ہو گیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی خرج المکلف الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنہ انما یحج بوصیتہ بہ اذا خرجہ لبعد وجوبہ اما لو حج من عامہ فلا ایک شخص عاقل بالغ نکلا حج کے واسطے اور راہ میں مر گیا اگر اسنے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی شارح کہتا ہے وصیت کرنا حج کا اسوقت واجب ہی جبکہ اسنے بعد وجوب حج کے واسطے حج میں تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہیں فان فسر المال او الامکان فالامر علیہ اجمع علی ما فسرہ والاصح عندی بامدہ قیاسا لا استحسانا فلیحفظ پھر اگر میت نے وصیت میں مال یا امکان تفصیل کر دی ہو کہ اسقدر مال سے یا یہاں سے حج کیا جاوے تو اسیکی بموجب ہو گا اور اگر مال یا امکان کو اسنے مقید نکر دیا ہو تو اسکی طرف سے حج کیا جاوے اسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر استحسان کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہاں قیاس اور استحسان مجتمع ہوں وہاں استحسان مقدم ہوتا ہی لیکن بہ مسئلہ اس مواضع سے ہی جہاں قیاس مقدم ہوتا ہی استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی قیاس قول ہی امام رح کا اور استحسان قول ہی صاحبین رح کا وجہ قیاس کی یہ ہی کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہی اسواسطے کہ مسلم کی حدیث میں ثابت ہی کہ جب ابن آدم مر گیا تو اسکا عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہی تو میت کے وطن سے وصیت باقی نہیں گی اور جبکہ حج زائل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان یہ ہی کہ قرآن مجید میں ثابت ہی کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کرکے اور راہ میں مر گیا تو اسکا ثواب عند اللہ ثابت ہی اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مر گیا تو اسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اسکا سفر آخرت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہو گی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو اوصی عنہ الورثہ بحج من غیرہ لم یصح پھر اگر میت کی طرف سے وصی حج کروادے اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہیں ان فی بلدہ ثلثہ وان لم یعد بمن میت بلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیلیے اگر میت کا ثلث مال اسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہاں سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور ولو وصی للمیت او وارثہ ان یسیر والمال من الماموریا لم یحج اور وصیت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہی مال کا بھیر لینا مامور سے جب تک کہ اسنے حرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے بھیر لینا کسیکو جائز نہیں لم ان رد ربحا یتصدق بہ فقط والرجوع من مالہ والا فمن مال المیت پھر اگر مال کو بھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہو گا اور اگر بھیر لینا خیانت کے سبب سے نہیں تو پھرنے کا خرچ میت کے مال میں ہو گا اوصی بحج فتطوع عنہ رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانہ لم یحصل مقصودہ وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی اپنی طرف سے سوا کسی مرنے والے کی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نکریگا لینے میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہو گا اگرچہ میت نے اسکو حج کرنے کا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لکن لو حج عنہ ابنہ یسر حج فی الترکۃ جاز ان لم تقل من مالی وکذا لو اوحج الاجنبی کالدین اذا قضاہ من مال نفسہ لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اسکے بیٹے نے اسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے اس نیت سے کہ متروکہ سے

بھر لیگا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یوں نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور بسیط کا حکم ہے اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز نہیں حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے بنا فی بسیط کے فرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو ترک سے رجوع کر لینا درست ہے لیکن فرض ادا کرنا بلا اجازت عدم رجوع بھی جائز ہے بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اُسکے امر کے جائز نہیں اور فرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہے کما فی المنح عن البحر **ومن حج عن کل من امر به وقع عنه وضمن مالهما لانه خالفهما ولا بقدر علی حجة عن احدهما لعدم الاولویة** اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والوں کے واسطے یعنے ایک حج میں دو شخصوں کو شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو دونوں کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو پورا حج مقصود تھا اور یا مور قادر نہیں کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے ومبنی صحة التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یوں ہے کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام مطلق کیا یعنے امر کا ذکر کیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابهم فان عین احدهما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر امر کو مبہم ذکر کیا یعنے یوں کہا کہ میں لبیک کہتا ہوں ایک امر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دو میں سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہے عرفین کے نزدیک کذا فی المحطاوی **بخلاف مالو اهل بحج عن ابویه او غیرهما من الاجانب حال کونه متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما او لهما** فی الحدیث من حج عن ابویه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حج بعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہے اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے والدین کے سوا اور بعضے شخصوں کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اُنکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہے بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اُسکو اختیار ہو جاوے ہے چاہے دونوں کو دے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے تو اُنے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اُسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکوں میں مبعوث ہوگا کما جاء فی حدیث روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور اپنی ماں کی طرف سے حج کرے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور اُسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اُسکی طرف سے اور اُن دونوں کی طرف سے اور اُن دونوں کی روحیں خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک شخص نیکو کار لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا اُنکا فرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکوں کے ساتھ وہ شخص اُٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے ذکر کیا ہے یہ جو مانن اور شارح نے ذکر کیا تا فضل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اُسکی دو صورتیں ہیں کہ حج کی وصیت اُسنے کی یا نہیں اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہ ہوگا اور اگر اُسنے وصیت نہیں کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اُسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم رح نے کہا کہ اگر خدا نخواستہ ہاتو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر **ومن لا حصر لا غیر علی الآمر فی ماله وقیل ان مات قبل ان الکل فمن الثلث والا فمن الکل فان لم یفعل ضمن وان بانفسها ضمن الکل** اور احصار کا خون آمر پر واجب ہوگا اسکے مال میں ہو اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمیں پھانسا تو اسی پر چھوڑنا بھی لازم ہے اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہے جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمیں میت بھی داخل ہے کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے ذبح کرنا چاہیے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہیں پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنے اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مر جانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی البطحاوی **ومن القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن له الامر بالقران والتمتع والا فیضمن مخالفا** قرآن اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہے نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہیں دیا تو قران کرنے سے امر مخالف ہوا آمر کا تو مامور ہی ضامن ہوگا **وضمن النفقة ان جامع قبل وقوفه فیعید بمال نفسه وان بعده فلا لحصول المقصود** اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اُسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

فضیلت حج از درمختار

جماع کیا تو فساد نہیں ہے جیسا کہ گزرا ہے کہ حج آمر ہو گیا اور ان مات الآمر او سرق نفقتہ فی الطریق بل فی وطنہ حج عن میت الآمر او مات شاۃ مالکہا
مال فان لم یف فمن حیث یبلغ فان ضاع الباقی بعد ما احرم بالقضاء او بالتطوع من مالہ یقع عن الآمر فی الاصح وان ضاع قبل احرامہ بالقضاء
نفقۃ دھری گیارہ میں قبل وقوف عرفات کے تو بیچ کر اور قرض لے کر اسکی باقی مال سے بھی حج کرے اگر کوئی مال نہ چھوڑا ہو میت کے مثلث سے سرکار ثلث مالی کو قرض
نہ کرے وطن سے تو جس مکان سے ہو سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری جاوے تو اسکے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث
سے حج کیا جاوے اسی طرح تیسری بار بھی اگر حج کرنے سے پہلے مامور کا انتقال ہو جاوے اور ثلث ترکہ میت سے زیادہ باقی رہے جسکے ذمہ سے حج ہوسکے پھر جب بقدر حج باقی نہ رہے تو میت
حج کی باطل ہو جاویگی یہ قول امام اعظم کا ہے اور صاحبین کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے گا باقی ترکہ سے اور ورثہ کے نزدیک ایک گرس مال سے جو مامور کو دیکھ باقی ہے
بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہیں تو نہیں ہے بات یہ ہے کہ ذخیرہ فتح القدیر والنہر قلت وظاہر ہو ان الحج عن المیت الخ کذا فی شرح المنیہ اما مور فانہ اصح شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنے
ثلث مالی سے حج کرو اور بچہ ہوا مال سے حج کرو یا بھی ہے کہ مامور حج کا بھی پورا پابند ہو تو اسکی تصریح کسی کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہے میں نے مراجعت
کی کتب فقہ کی طرف تو اسکو کہیں نہ پایا ہاں صرف شرنبلالی نے کسی کتاب کا نام لیکر کہا ہے واللہ اعلم **لا من حیث مات** خلافا لما فہمہ قولہما احسان
یعنے اگر مامور راہ میں مر جاوے تو بچہ آمر کے وطن سے حج کیا جاوے وہاں سے جہاں مامور مرا یہ بات احسان ہے کے اور قول جہاں مر گیا احسان ہو اور قول امام رح کا قیاس ہے
لیکن یہاں احسان متعذر ہے کما مر بیان کیا ہے **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے لیکن مخالفا بالقران او التمتع لما مر بالتاخیر عن السنۃ
الاولی وان عینت لانہ التزام بالتعیین مامور مخالف ہو گا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا نہ مخالف ہو گا سال اول کے تاخیر کرنے سے
اگرچہ آمر نے سال اول کا تعین کر دیا ہو اسکے تعیین بلدی کے واسطے ہے نہ تعیین کیا ہو اسکے اسی سال یا اس سے پہلے ادا کرے فرض میں یکسان ان سال اول
ہو کہ شاید نفقہ باقی رہے کذا فی البحر والنہر والشرنبلالیہ والفضل یہ ہو کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نہ کرے تاکہ آنے جانے کے
نفقات کا ثواب آمر کو ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن شرح المنیہ فاشترط بالاول لہ کالہبۃ الافضل من نفسہ او یوصی الیت بالعین اور مامور پر واجب ہو کہ جو خرچ
آنے جانے سے زیادہ بچتا ہو کہ وہ ورثہ میت کو دیدے اور اگر کچھ نہ دیوے تو یہ شرط باطل ہو گی اس طرح فاضل مال کا بھیجدینا درست
نہیں کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل بھیجدینے کا وکیل کر دیا ہو اور یوں کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اسکے ہبہ کا میں نے تجکو وکیل کیا تو اس مال پر اپنی ذات
کے واسطے قبضہ کر لیجو کذا فی الجامع بالصغیر لیکن اگر آمر کی وصیت کسی شخص معین کے واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اسکا کذا فی الظہیریہ وارث فاضل مال کو اپنی
خوشی مامور کو دیدے بھیجدینا اسکے واسطے لازم نہیں اگر فقہ مامور کو حلال نہیں ہو گی حج کروانے سے آنے جانے میں فقط ضروریات کے صرف کرنے میں اسکو ختیار ہے بلکہ وہ
مال میت کا مملوک ہو اسی سے کہ اگر مامور مر گیا تو ورثہ مامور کا مملوک ہو جاوے گا کذا فی ظہیریہ ولہذا لو کان دراہم وجاز للورثۃ کذا فی فتح القدیر ولہذا امامور کو اپنے ساتھ کسیکو بھلانا اور
حمام کی اجرت دینا اور جسپر دینا کا تحمل لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خرید کرنا اس مال سے جائز نہیں الا باجازت میت یا وارث کذا فی النہر والنفع والوارث فان
کسیتر والمال من المامور بالحلم یحرم او میت کے وارث کو جائز ہے کہ کسی کو بھیجے مامور سے کہ اسنے احرام نہ باندھا ہو کذا فی احرم وقد دفع الیہ المیت عند الاحرام
فاحرم ثم مات الامر او مرض بطل حجہ اگر احرام باندھا ہو اور حالانکہ اسکو مال دیا تھا میت کی طرف سے حج کرنے کو بلا وصیت پھر اسنے احرام باندھا پھر آمر مر گیا تو اسکے وارث کو
مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے ہو الظاہر وان حج بنفسہ ان یامرہ بالدفع او لیکون ہو ارثا وہو خیرہ بقیۃ امر وہی کو جائز ہے کہ خود میت کی طرف سے حج کرے مگر اس
صورت میں اسکو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اسکو حکم کیا ہو مال دینے کا مثلاً یوں کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا یہی وارث ہے
اور باقی وارث اسکے حج کرنے کو جائز نہ کہیں تو بھی اسکو ذات خود حج کرنا جائز نہیں وہو قال صنعت وکذبہ الصدیق الا ان یکون امر اطہرا اور اگر مامور نے کہا کہ میں حج
کرنے سے روکا گیا مثلاً نذر سے اور وارثوں نے اسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر مال حج کیا ہو گا تو اسکو دینا پڑیگا مگر یہ کہ کوئی ظاہر امر

اُسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک مینھ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اُسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال بحجت کذبہ او صدق بینہ اذ کان یدین المیت وقد امر بالانفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کی طرف سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو امور کی تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اُسوقت تصدق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اُسکو فرض مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل بینتہم انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی السفر ۱۲ منہ یعنی حج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اُس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن یہ وہ نفی ہے کہ گرجب گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ واشرعا یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ یہ باب ہوہدے کے احکام مین ہدے لغت اور شرع مین اُسکو کہتے ہین جو حرم مین جاوے یا حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اُسکے ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو اور ناوشاۃ ہدی کا ادنے رتبہ بھیڑ بکری ہے وہو ما تجزی بہ الاضحیۃ من ضان ومعز وبقر ابن سنین وجذع ابن ستۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری رتبہ ہے ولا یجتبی بعیر فحل بل یندب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پتہ کرون مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین شہار مستحب ہے یعنی قرآن اور تمتع اور نفل کے ہدی مین شہار بہتر ہے اور ضحایا کے ہدی مین فحا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی النہر ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا کما سیجی فصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ تشریت لقربۃ وان اختلف احیاہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اُسکی تفصیل کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے ہر شریک کر لینا ایک شخص کا بخصوصون کو اُس اونٹ اور گائے مین جو بہ نیت قربت کے خریدہوئی ہو اگرچہ جنایش قربت کے مختلف ہون چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیرذالک لکین قربت کا متحد الجنس ہونا چاہیے ہے کذا فی النہر ویجوز اشتراک فی الحج فی کل شی الا فی طواف الرکن جنبا او حائضا وطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر او جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا یان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہو چکا ہے بخلاف ما مر کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذ ابلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط وکل من غیر ہا ضمن ہا کل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل کے ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہونچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سوا نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھا لیگا تو بقدر کھانے کے قیمت دینا لازم ہوگا ہم اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے بھیجنے کے ذبح کیا تو اُسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اُسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی النہر وتعین یوم النحر اذا وقتہ وہو الایام الثلثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہا بعدہ وعلیہم او فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ یوم کا یہان یعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارہوین بارہوین تو تمتع اور قران کے ہدی کی ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارہوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اُسپر دوسرا خون واجب ہوا امام رح کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور سوا تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لاذی الکل للفقراء لکنہ افضل اور ہر قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہونا کسی کے نزدیک خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کے واسطے مخصوص نہین بنا بر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے وتصدق بجلالہ وخطامہ اہی زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری ہمین نہ دیجاوے کذا فی الفتح ولم یعط اجر الجزار امر الذابح منه فان اعطاه ضمن اما لو تصدق علیه جاز اور قصاب کی مزدوری ہدی غیرہ کے گوشت سے نہ دیجاوے سو اگر دیگا تو ضمان دینا لازم آویگا لیکن اگر بطور خیر و صدقہ دے نہ بطور اجرت تو جائز ہے ولا یرکبه مطلقا بلا ضرورة اور نہ سوار ہو ہدی پر بلا ضرورت ہم صحیحین مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ سوار ہو لے ہدی پر تو مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ اس شخص کو حاجت ہوگی سواری کی اسواسطے کہ صحیح مسلم مین جابر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو ہدی پر بسدوتر کے موافی موقت کہ تجکو حاجت ہے تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت چڑھنا جائز نہین کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی الرکوب ضمن ما نقص بر کوبه وحمل متاعه وتصدق به علی الفقراء اشعر بلالیه فان اطعم سنه غنیا ضمن قیمته مبسوط پھر اگر مضطر ہو سواری کی طرف تو ضمان دے جسقدر نقصان ہوا ہو ہدی مین سوار ہونے اور اسباب لادنے سے اور ضمان نقصان کو فقیرون پر خیرات کرے کذا فی الشعر بلالیہ سو اگر ضمان مین سے الدار کو کھانا دیگا تو بتبانا مالدار کو دیا اسکی قیمت کا ضمان دینا لازم ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبه وینضح ضرعه بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبه وتصدق به اور ہدی کا دودھ نہ دوہے اور اسکے تھن کو ٹھنڈے پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ کا ٹپکنا بند ہو جاوے بشرطیکہ ذبح کرنے کا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو تو دودھ کو دوہے تاکہ جانور کو تھنون کے تناؤ سے تکلیف نہ ہو اور اس دودھ کو خیرات کرے ویقیم بدل ہدیه واجب عطب او تعیب بمانع الاضحیة وضمن بالمعیب ما شاء اور قائم کرے دوسری ہدی عوض اس ہدی واجب کے جو ہلاک ہو گئی یا ایسا عیب ہو گیا جو قربانی کا مانع ہو یعنی لنگڑی ہو گئی یا اندھی اور جب بدلا دیا تو عیب والی کو چاہے سو کرے چاہے بیچے چاہے ذبح کر کے کھا جاوے ولو کان المعیب تطوعا نحره وصنع قلادته بدمه وضرب به صفحة سنامه لیعلم انه هدی للفقراء ولا یطعم منه غنیا لعدم بلوغه محله اور اگر نفل کی ہدی مین عیب ہو گیا یا قریب الہلاک ہو تو اسکو نحر کرے اور اسکا پٹہ اسکے خون مین رنگین کرے اور اسکے کوہان کی ایک جانب پر رکھ دے اس فعل سے غرض یہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ ہدی محتاجون کے واسطے ہے اور اسمین سے غنی کو نہ دے کھانے کے واسطے اسلیے کہ وہ ہنوز حرم کو نہین پہونچی کہ مالدارون کو اسکا کھانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد مین بقیصہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون مین ڈبونا اور اسکے ایک جانب کو رنگدینا اور تو اسمین سے نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ولقلد ندبا بدنة التطوع دمنه النذر والمتعة والقران فقط لان الاتهام بالعبادة الیق والستر لغیر ما حق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن مین پٹا ڈالنا چاہیے اور نفل مین نذر کی ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت کے ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات مین یعنی جنایات وغیرہ مین چھپانا نذر اور تر ہے شهدوا بعد الوقوف بوقوفهم بعد وقته اقبل شهادتهم والوقوف صحیح استحسانا لشهود الحج الشدید گواہون نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیون کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنے عرفے کے دن نہوا بلکہ دسوین تاریخ واقع ہوا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور وقوف حاجیون کا صحیح ہے بنا بر استحسان کے یہان تک کہ گواہون کا وقوف بھی صحیح ہے بسبب حج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہو جاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہین تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج ہوگا اور حالانکہ عفی مطلق نے دین مین حرج کو نفی کر ڈالا ہے قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسطرف اشارہ ہے اس حدیث مین کہ حضرت صلعم نے فرمایا تمھارا صوم اسی دن ہے جسدن تم روزہ رکھتے ہو اور روزہ کھولنے کا وہی دن ہے جسمین تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمھارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات مین ہوتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہے جسدن تم قربانی کرتے ہو یعنے وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہین اور اسمین وقوف کرتے ہین اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اسکی ساعت مین کچھ فائدہ نہین تو حاکم کو لازم ہے کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ حاکم کی مخالفت مشہور ہو جاویگی تمام اہل موقف مین تو قیل وقال زیادہ ہوگا اور فتنہ برپا گنجیتہ ہوگا اور قلوب مسلمین کے شکستہ ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہین ہو سخت مکدر ہونگے کہ کس محنت اور مشقت سے قطع منازل بعید دکر کے اور نہ خطبہ اٹھا کر وہان پہونچے ہین لہذا جب گواہ گواہی کے واسطے آوین تو حاکم انسے کہے کہ تم ہٹ جاؤ ہم تمھاری گواہی نہین سنتے

سائل حج

کا حج ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن ادراک یسیر مع اکثر ہو الا اذا قبل قوت عرفات کے گواہی معتبر ہوگی یعنے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ہم التروایہ یعنی آٹھویں تاریخ پر لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم اُنکی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک قوت عرفات کا ممکن ہو جو کو اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہ سکے تو گواہی مقبول نہیں ہم اگر آٹھویں تاریخ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہیے اگر امام کو لوگوں کے ساتھ یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہوگی قیاس میں بھی اور استحسان میں بھی اور اگر وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہو تو اگر اُسدن کی دوپہر ڈھلے وقوف ہوگا تو اگلا حج فوت ہوگا اور اگر رات کو امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی قبول ہوگی لیکن استحسان میں قیاس میں اور اگر رات کو بھی اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف نہ کر سکے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور امام آسکے چلے کر سکے دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کریں کذا فی النہج وغیرہ رمی فی الیوم الثانی او الثالث او الرابع الوسطی والثالثہ ولم یرم الاولی فعند ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولی جاز لسنیۃ الترتیب ایک شخص نے حج کی گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرۂ اولی کی رمی نہ کی تو وقت کے اندر اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب سے رمی کی تو خوب ہے اور اگر وقت جمرۂ اولی کی رمی کا قضا کی اور جمرۂ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو جائز ہے استحسان کے رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے ایک [illegible] کذا فی النہج نذر المکلف حجا ماشیا یمشی من حیث احرم لہ وجوبا فی الاصح حتی لیطیق فی الفرض لانتہاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیدل ہی جانا چاہیے اپنے گھر سے بنا بر وجوب کے قول اصح میں یہاں تک کہ طواف الزیارۃ سے فراغت کرے استحسان کو طواف الزیارۃ تک سب ارکان حج آخر ہو گئے و لو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم فی القیاس بحساب اور اگر پیدل حج کا نذر کرے اور اکثر راہ سوار ہوگا تو اسپر دم لازم ہوگا اور اکثر راہ کی سواری میں موافق اُسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چہارم راہ سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہی تو نصف قیمت خیرات کرے و نذر مشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او بیت المقدس او غیرہا لا شرعلیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے اُنکے اور مسجد کی طرف پیدل جانے کی تو اسپر کچھ واجب نہیں اور اسی کے مانند ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور ستار کعبہ اور آب زمزم اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہیں کذا فی الہدایہ ولو بالاذن لہ ان یحللہا بلا کراہۃ عند حلف وعدہ بقصد منع او لتعظیم فقراء او مس طیب ثم یجامع وہو اولی من التحلیل بجماع ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اُسنے بائع کے اذن سے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو حرام سے خارج کرنا اُسکے بال کتر کر یا ناخن کاٹ کے یا شبوگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل کرنے سے بجاء تعظیم زوج اور مشتری کو اگر لونڈی کی بابت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے غلاف وعدگی نہیں اسواسطے کہ اسنے بائع کے اذن سے احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے کذا فی النہج حرۃ محرمۃ بغیر اذن زوجہا نفل بخلاف الفرض ان لہ المحرم الا اذا احصرت فلا تحلل الا بالہدی اور اسواسطے اگر کسی مرد نے اس حرہ سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھے تھی تو زوج کو اسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اُسکا کوئی محرم ہو اور اُسنے نکاح کیا ہو تو زوج کو اسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانے سے اسکو روک بھی نہیں سکتا درصورت اجتماع شرائط اور اگر منکوحہ محرمہ کے ساتھ اُسکا محرم نہ ہو تو وہ محصرہ ہے یعنے شرعاً وہ مجبور ہو گئی مدون محصر یا زوج جسکے حج کو نہیں جا سکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اُسکے ساتھ سفر میں جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال ہوگی بدون ہدے بھیجنے کے اور بعد ہدے بھیجنے کے فوراً تحلیل جائز ہے ذبح ہدے پر موقوف نہیں کذا فی النہج والمسلم والکافر امرأۃ نفل لیس لہ الرجوع فیہ لملکہا منافعہا وکذا المکاتبۃ بخلاف الامۃ اذا اذن لامۃ فلیس لزوجہا منعہا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اُسکو اسمیں پھر نا جائز نہیں اسواسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہے اسواسطے کہ اُسکے منافع کے مالک مملوک ہیں مگر جبکہ مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو حج کا تو

نہ بیٹی کے زوج کو اسکا روکنا جائز نہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حج النفی افضل من حج الفقیر مالدار کا حج افضل ہی محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہیں مگر بعد پہونچنے مکہ کے اور گھر سے وہان تک جانا اسپر فرض نہیں بلکہ نفل ہی اور مالدار کو وطن سے فرضیت شروع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہی فضیلت نفل سے اور اگر دونون کا نفل حج ہو تو فضیلت نہین کذا فی الطحطاوی حج الفرض الولی من طاعۃ الوالدین بخلاف النفل فسر حج بہتر ہی مان باپ کی فرمانبرداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہین خالق کی معصیت مین بخلاف نفل حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہی نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہون بنا ءا ربا ما افضل من حج النفل بنانا خانقاہ اور مسافرخانہ کا افضل ہی نفل حج سے اسواسطے کہ اسکی منفعت عام ہی اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسی کو خاص ہی واختلف فی الصدقۃ و حج فی البزازیۃ افضلیۃ الحج المستقۃ فی المال والبدن جمیعا قال بہ افتی ابوحنیفہ حین حج وعرف المشقۃ اور اختلاف ہی علما مین کہ خیرات افضل ہی یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ مین ترجیح دی ہی حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت اور محنت ہی اور خیرات مین فقط مال کا صرف ہی نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف رح نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابوحنیفہ رح نے جب حج کیا اور اسکی مشقت کو پہچانا نام فتاوی بزازیہ مین پورا بیان یون ہی کہ امام اعظم رح سے مروی ہی کہ صدقہ افضل ہی نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہی اور مراد امام رح کی یہ ہی کہ نفل کرے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہی اور یہ مراد نہین کہ حج بدن خیرات کے افضل ہی فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت ہی لہذا حج افضل ہی خیرات سے نقل مختار مین انتہی کلامہ **وقفۃ الجمعۃ** بزیۃ سبعین حجۃ فیہا کل فرد بلا واسطہ جمعہ کے وقوف عرفات کی فضیلت ہی ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہی اسمین ہر شخص کی بلا واسطہ یعنے جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اسکی یہ فضیلت ہی اور اسی کو عرف مین حج اکبر کہتے ہین اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اسمین مغفرت بلا واسطہ نہین بلکہ عوام مومنین کی مغفرت ابواسطہ صالحین کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف بدع الصلوۃ وذہب لعرفۃ للحج تنگ ہو انماز عشا اور وقت عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسویں رات آدھی رجہ کی اتنی کہ باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت ہوتا ہی اور اگر وقوف عرفات کرتا ہی تو عشا کا وقت جاتا ہی تو یہان وقوف عرفات مقدم ہی اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر واللہ اعلم خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے پھر آنے کا اتفاق ہوا یا نہ ہو بخلاف نماز عشا کے کہ اسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہی **ہل الحج یکفر الکبائر قیل نعم** کہ حربی اسلم کیا حج مٹا دیتا ہی کبیرہ گناہون کو بعضے علما نے کہا کہ بیان حج کبیرہ گناہون کو مٹا دیتا ہی اگر چہ مظالم اور حقوق العباد ہون جیسے کہ حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہین یعنے اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دار الحرب مین چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر خون اور مال کا مواخذہ نہین ویسا اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہی اسکے گناہون کو اور ہجرت گراتی ہی اسکے گناہون کو اور حج گراتا ہی اسکے گناہون کو **قیل غیر المتعلقۃ بالآدمی** کذا فی سلم اور بعضے علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہی ان کبیرہ گناہون کو جو آدمی سے متعلق نہین یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہین نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے مسلمان ہونے سے ترک صوم وصلوۃ کا مواخذہ نہین لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہی **قال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبۃ** اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہی اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہین مٹاتا یعنی جو کبائر کہ متعلق حقوق اللہ ہین مانند زنا اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی **ولا قائل بسقوط الدین دون حقوق اللہ تعالی کدین صلوۃ وزکوۃ ونحو الصوم والمطل وتاخیر الصلوۃ ونحوہا** بسقط وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہین ساقط ہونے دین کا سوا حقوق اللہ ہو جیسے صلوۃ اور زکوۃ کا دین ہان یہ البتہ ہی کہ اسکے دین مین دیر لگانے کا گناہ اور تاخیر صلوۃ اور اسی طرح تاخیر زکوۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہی حج کرنے سے اور یہی مطلب ہی حج کے مقرر سیات ہونے کا بموجب اس قول کے جسکو الجبائی اختیار کرتے ہین ہم خلاصہ یہ ہی کہ مسئلہ تکفیر سیات کا ظنی ہی نہ قطعی اسواسطے کہ حج مین تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ ہی

بالیقین ثابت نہیں چہ جائے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جیسے تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ حج سے لوگوں کا قرض وام ساقط ہو جاتا ہے اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں اُنکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی النہر عن البحر وحدیث ابن ماجہ انا علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہاں تک کہ خونریزیوں اور مظالم میں بھی پوری ہوئی اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس مرد اسلمی سے یوں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیلئے بواسطے عرفات میں دعا کی سو سے مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت کی اور ارشاد ہوا کہ میں مظلوم کے واسطے سواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اُسدن دعا قبول نہوئی پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ میں وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اُسکی اجابت ہوئی علماء حدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے سو بواسطہ عباس بن مرداس کے راوی کے منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے پھر چند حدیث ضعیف ہو لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ کثیرت میں ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہیں حافظ منذری نے کہا عبداللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور اُنھوں نے زبیر بن عدی سے اور اُنھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کر سو بلال رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اُنکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہوا اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک اُنکے واسطے بھی تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور نصیب ہوا اور امام مالک رحمہ اللہ کی موطا میں طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن عرفے سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اُسکا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہے کہ نزول رحمت کو اور درگزر عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورت کی طرف مخاطب نہوا اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونوں کی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رحمہ سے اُسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان موئے غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر اُنکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہوں تو البتہ میں بخشونگا اے میرے بندو مغفور ہو کر دیتا ہوں اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم میں اختلاف ہے طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت حاکم علی الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح نہ کور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت کے قول میں کچھ منافات نہیں بواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں درصورت مشیت حق یا اُن لوگوں کی مغفرت مظالم مراد ہے جنکا حج مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اُسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طمع کہ حق تعالے اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی ہو جاوینگے واللہ اعلم بقید بدخول البیت اذا لم یشغل بالہ او غیرہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہ ہو حج میں بکلیف نہ تاقلیل الوجود ہے اور اندر جانے والے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب داخل

ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالکر سیدھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور مالک ہے کہ جتنا ہو سکے نزدیک ہو اور داخل سے وہان باادب رہے اور اپنا خسارہ اس دیوار پر رکھے جدھر حضرت صلعم نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور رحمالہی بچالاوے پھر داہنی کونون کی طرف آوے اور تہلیل و تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکو چھت کیطرف نہ اٹھاوے کلاد کے خلاف ہے کذا فی الصحیحین عن عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ فتح مکہ مین حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ و بلال اور عثمان بن ابی طلحہ رضی نے اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبداللہ بن عمر رضی نے کہا مین سب سے پہلے وہان پہونچا تو بلال رضی کو دروازہ پر پایا سنیے جو چاہا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی بلال رضی نے کہا دونون مقدم ستونون کے اندر اور دوسری روایت یون ہے کہ اس وقت بیت اللہ مین چھ ستون تھے سو حضرت صلعم نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونون کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ مین مذکور ہے کہ عثمان بن ابی سفیان نے عبداللہ بن عمر رضی سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی تھی کہا کہ دیوار سے دو ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح المسعادہ و ما یقولہ العوام من العروۃ الوثقے و السماللذی فی وسطہ انہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہان کے حلقہ کو عروۃ الوثقی کہتے ہین اور اس کیل کو جو اسکے درمیان ہے ناف دنیا کہتے ہین سو بے اصل ہے ولا یجوز شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ بل من الامام او نائبہ اور جائز نہین خریدکر نا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جسکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا اسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے ہم بالفعل یون واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو مختار ہے اور ہمارے علمانے اسواسطے اسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور بلاشبہہ بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہے جب بادشاہ نے کسی کو دیدیا تو اس سے خرید کرنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعی رح نے شرح مہذب مین پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کو مصارف بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو بدلتے تھے اور پرانا حاجیون کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اسمین تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و لہ لبسہا و لو حیا او حائضا اور جو غلاف کو خرید کرے اسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ و لو قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اسوقت بدلا لینا جائز ہے جب کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اسکا قصاص اندر ہی گاہم اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اسکا قصاص حرم مین نہو گا بلکہ خرید و فروخت اس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اسکو دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جانور نے مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین رح کا اور امام مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک حرم مین قصاص لینا ہر طرح درست ہے اور امام رح کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین رح کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اس سے تعرض کرنا نہ چاہیے بلکہ اسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک لے مین لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہین لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ عندنا مدینے کے واسطے حرم نہین ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کا حرم مکہ کے مانند ہوتا تو بدون احرام باندھے وہان کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور اصحاب رض سے احرام باندھ کر دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی کتب مبسوطہ مین ہے واللہ اعلم و مکۃ افضل منہا علی الراجح الامام اعظم اور مکہ افضل ہے مدینہ سے علی الراجح الامام اعظم اور مکہ افضل ہے مدینہ سے صلے اللہ علیہ وسلم نہ افضل مطلقا ہے من الکعبۃ والعرش والکرسی اور کعبہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے اعضاء شریفہ سے مس ہوئی ہے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہان تک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہے مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہے کذا فی الفتح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعضے علماء نے اسکو واجب کہا ہے جسکو مقدور ہو بر طاقت ہو ہم انشاء اللہ تعالے عنقریب طریق زیارت کا بتفصیل تمام خاتمہ حج میں مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے وبدء الحاج لو فرضا وغیرہ لو نفلا ان لم یرد علیہ الصلوۃ والسلام فیبدء بزیارتہ لامحالۃ ویلزمہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اجمع ان الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ الاقرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمیں مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج میں احتیاراً سو وقت تک ہے جب تک مدینہ میں ہو کر نہیں نکلا اور اگر حج کے واسطے مدینہ میں ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے اسکی غیر مسجد میں سوائے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اسکا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہے رواہ احمد وصحیح ابن خزیمہ وابن حبان من عبداللہ بن زبیر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد میں اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام میں افضل ہے اسکی سو نمازوں سے یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر میں کہا کہ بعد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سفر مدینہ میں فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو خاص کرے مزید اجلال وتعظیم سید العالمین ہی کو مقتضی ہو اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہ ہو سوائے میری زیارت کے اسکا میں شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا کمرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ ورکرہ بعضہم بمدینۃ کا اور بمکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا ہم مجاورت مکہ معظمہ میں اختلاف ہے علما کا بعض شافعیہ رح نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہمارے صاحبین رح کا اور امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہے کہ معیشت میں خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہے اور کثرت مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہیں رہتی غالباً اور یہ بھی ہے کہ انسان خطاسے محفوظ نہیں اور حرم میں تضاعف معاصی کا خوف ہے چنانچہ ابن مسعود رض سے مروی ہے اگر بروایت صحیح ہو والا نہیں تو شک نہیں کہ وقوع معاصی حرم میں زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہے ولہذا عبداللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر میں بچاس گناہ طائف میں کروں تو میرے نزدیک محبوب تر ہیں مکہ میں ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ کسی شہر میں سوائے مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہیں اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم میں کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو عذاب دونگا چکھاوینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہے کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ میں ہو جاوے وہ غالب تر ہے اور شہر کے ستر گناہوں سے بان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش مقتضا طبیعت انسانی سے پاک ہیں وہ اہل ہیں اس سعادت عظمی کے کہ رہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہو ابن ماجہ رح نے عبداللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کہ رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن میں ایک گردن آزاد کرنے کا اور ہر رات میں ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ میں تضاعف سیئات کا خوف نہیں لیکن قسوت دلی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ منافی ہے احترام اور توقیر کے تو وہاں کی مجاورت کراہت سے خالی نہیں مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے وہاں کا رہنا اور وہاں کا مرنا عمدہ وسیلہ ہے نجات کا صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت میں سے ہوگا میں اسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہاں مرے کہ میں مقرر شفاعت کرونگا وہاں کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک ملا علی قاری میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رح اور جماعت محققین بخوف ملال اور قلت ادب اور خوف قلب بجھنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہیں اور ابو یوسف رح

اور محمد رح کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اور یہی افضل اور مستحب ہی اور اسی پر بالفعل لوگون کا عمل ہی کذا فی المنح خاتمہ مشتمل ہی دو فصل پر

فصل اول کیفیت حج مصطفوی مین مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید ذوق مشاہقین کا ہوا اور چونکہ کتب حدیث مین مثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتدے اسنوع سے آخر تک نہین لہذا اسکا ترجمہ کرنا اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد مین امام جعفر صادق رض سے مروی ہی کہ امام محمد باقر رض نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حج کرنے کا طریقہ بتلائیے تو جابر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہین کیا پھر دسوین برس اعلام کیا اپنے حج کرنے کا تو بہت لوگ مدینہ مین آئے ہر شخص چاہتا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کے مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بھی آپکے ساتھ نکلے یہانتک کہ ذوالحلیفہ مین پہونچے تو وہان اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر جنی سو اسماء نے حضرت صلعم کے پاس کسیکو بھیجا کہ اب مین کیا کرون فرمایا کہ غسل کرو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ پھر حضرت صلعم نے مسجد مین احرام کی نماز پڑھی پھر اس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصواء نام تھا یہان تک کہ اونٹنی حضرت صلعم کو لیکر کھڑی ہوگئی میدان مین جابر رض نے کہا کہ مین نے جو اپنے آگے مد نظر تک دیکھا تو سوار و پیدل تھے اور داہنی طرف بھی اسیقدر اور بائین طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تھے اور آپپر قرآن اترتا تھا اور وہ اسکے مقصود کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہمنے بھی اسی پر عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکارکے اسیطرح فرمایا لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک (اور لوگون نے بھی اسی طرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے اسمین لوگون پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر رض نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نہ تھی ہم عمرے کو بھانتے تھے یعنے اشہر حج مین عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہان تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ مین پہونچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنے حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ یعنی طواف مین پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو آیت پڑھی (واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی) اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر اسود کا استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ آیت پڑھی (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہین جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اسپر چڑھ گئے یہان تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی بکبیر اور توحید کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وہو علی کل شئ قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر اسمین ان اذکار کے دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا پھر اترے مروہ کی طرف تا انکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو تین بار تالہ کے اندر رمل کیا یہان تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہان تک کہ مروہ پر پہونچے تو مروہ پر اسکے مانند کیا جو صفا پر کیا تھا یہانتک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو مین ہدی کو نہ ہانک لیجاتا اور اس عبادت کو مین عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگون مین سے جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی ادہ جسکے ساتھ ہدی تھی وہ محرم بنے رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج مین اسی سال کو مخصوص ہی یا ہمیشہ کو تو دونون ہاتھ کی انگلیون کو تینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج مین اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو جابر رض نے کہا اور علی مرتضی علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہین باندھے ہین اور رنگین کپڑے ہین اور سرمہ لگائے ہین تو علی مرتضی ناخوش ہوئے انپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہو تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپنے حکم دیا ہی تو جابر رض نے کہا کہ علی مرتضی عراق کے ملک مین کہتے تھے مین گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کرانے کو بسبب اس لعر کے جو انھون نے کہا تھا اور حضرت کی اجازت کو دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا رض نے مذکور کی سو مین نے کہا کہ مین جو انپر ناخوش ہوا تھا سو انھون نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰ رضؓ بولے میں نے یوں کہا تھا کہ الٰہی میں وہ نیت کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہ ہو جو جابر رضؓ نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰ رضؓ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہدی تھی سو سب ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا میں جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کل کا خیمہ نمرہ میں کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور لوگوں کا یہ گمان تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کریں گے مزدلفہ میں مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کہ قریش وہاں وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہاں سے بڑھے چلے گئے یہاں تک کہ عرفات میں پہونچے تو خیمہ کو تنا ہوا پایا نمرہ میں سو اس میں اترے یہاں تک کہ آفتاب ڈھلا پھر موجب حکم کے قصواء اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہاں تک کہ نالے کے اندر گئے پھر خطبہ پڑھا لوگوں کے واسطے سو فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے یہ تمہارا دن اس تمہارے شہر میں اس تمہارے مہینے میں حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤں کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیاں دبائی گئیں یعنی اُنکا دعوی کرنا اب جائز نہیں اور پہلا خون جو میں دباتا ہوں اپنے خاندان کے خونوں سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبدالمطلب کا خون ہے جو شیر خوار تھا بنی سعد میں جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا سیاج دبایا گیا اور پہلا سیاج جسکو میں دباتا ہوں اپنے خاندان سے عباس بن عبدالمطلب کا سیاج ہے سو وہ سب کا سب دبا دیا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتوں کے مقدور میں تمنے اُنکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور اُنکی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ تمہارے بستر پر کسی نہ روندیں اُس شخص سے جسکو تم نہیں پسند کرتے یعنی زنا کریں اور غیر کو اندر آنے نہ دیں سو اگر ایسا کریں تو اُنکو مارو ایسی مار جو سخت اور جس سے اعضا نہ ٹوٹیں اور عورتوں کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہو گے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہو گے لوگوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور نصیحت خواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکائی اور فرمایا خدایا خدا گواہ رہنا خدایا خدا گواہ رہنا خدایا خدا گواہ رہنا پھر بلال رضؓ نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان میں کچھ نماز نہیں پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ موقف میں یعنی ٹھہرنے کے مقام میں آئے سو اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کو کیا اور حبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہاں تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی رسی حضرت صلعم کے ہاتھوں سے ہوتے تھے یہانتک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو آہستہ چلو سکینہ سے یعنی دھیمی جلد بازی نہ کرو کا ہے میں اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ میں پہونچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان میں نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصواء پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر الحرام میں آئے اور اُس پر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو استقبال کی تحمید اور تکبیر اور توحید کھڑے فرماتے رہے یہاں تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس رضؓ کو پیچھے بٹھلایا یہانتک کہ محسر میں آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو درخت کے پاس ہے سو اسکو سات کنکریاں مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالے کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے پھرے اور نحر کرنے کے مقام میں آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی اونٹ نحر کیا اور اپنی ہدی میں اُنکو شریک کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو سب کا گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰ رضؓ نے اُس میں سے گوشت کھایا اور اُسکا دونوں نے

ایک بیان ہے جو اصل عبارت سے متعلق نہیں ہے

جبل الرحمۃ

مسجد نمرہ عرفات میں

مسجد نمرہ کے سامنے ایک بڑا پتھر ہے جس پر آپ کھڑے ہوئے تھے

جبل قزح

شور باپیا پھر حضرت صلعم سوار ہوئے اور بیت اللہ میں آئے پھر مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبد المطلب کی اولاد کے پاس آئے اور وہ زمزم پر پانی پلاتے تھے اور فرمایا پانی نکالو ہی عبد المطلب کی اولاد سو اگر یہ کا خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ اور ہجوم کرینگے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا پس عبد المطلب کی اولاد نے حضرت صلعم کو ایک ڈول پانی دیا تو حضرت صلعم نے اُسمیں سے پیا انتہی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ احمد ابن حنبل اور بزار اور دارمی نے اپنی اپنی مسانید میں بھی روایت کیا ہی **فصل ثانی** قبر شریف کے آداب زیارت میں سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجکو مگر حق تعالی میری روح کو پھیر تا ہی تا کہ میں اُسکو سلام کا جواب دیتا ہوں تردید پھیرنے سے مراد یہ ہی کہ مجھ پر سلام کرنے کے حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہین سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ رضہ وغیرہ نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس میں اُسکو سنتا ہوں اور جو دور سے درود پڑھتا ہی دور سے مجکو پہونچتا ہی یعنے فرشتے پہونچاتے ہین دار قطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کریگا میری شفاعت اُسکے واسطے واجب ہوگئی یعنے بالضرور ثابت ہوگئی بخر صادق کے وعدہ صادقہ سے اور دار قطنی نے امالی مین اور ابو بکر شافعی نے اپنے معجم مین اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین بسند معتمد عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کیا ہی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اسطرح کہ اُسکا کچھ مطلب حاجت سوا میری زیارت کے تو مجھ پر لازم ہوگیا کہ مین اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت عام ہی حیات مین ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث مین مصرح ہی دار قطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت کی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اُسنے میری زیارت کی میری حیات مین اور دار قطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے میمون ابن مہران سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا کچھ عذر نہین جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی اللباب و تاریخ المدینۃ للسمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی جیسا علم میرا حیات مین ہی اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس رضہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہین اپنی قبور مین نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصریح کی ہی قاضی عیاض نے شفا مین کہا ہی کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہی اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہی قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب اندک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علما حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہی بلکہ قریب ہی درجہ واجبات سے مقدور ہے کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ آمیز فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار و منسک الطرابلسی اور مذہب محبت مین زیارت محبوب العالمین کی فرض عین ہی علے الخصوص کہ معشوق عاشق نواز مربی کرم سے اپنے مشتاقون کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سُناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے ولنعم ما قیل ع از دست یک اشارت و رما بسر و دیدن ۔ بالجملہ جب بعد ادائے حج کے دولت مشرف کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر مزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا و رراہ مین کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہونچنے سے حضرت صلعم کو اُسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑین تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے اور یہ دعا پڑھے اللھم ہذا حرمک و مسکنک فاجعلہ وقایۃ لی من النار و امانا من العذاب و سوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک و ادخلنی فیہا برحمتک و سولک صلے اللہ علیہ وسلم ماذقتہ اولیاءک داخل طاعتک داغفرلی و لوالدی و لجمیع المسلمین یا خیر مسئول) مستحب ہی کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

اور نہ سکے تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ دخول مکہ مین مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ قرب ہے تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرفہ کو دیکھکر سواریون سے اُتر پڑتے ہین اور پیدل چلتے ہین تو اسکا کچھ ثبوت نہین اسواسطے کہ قوم بالقصد جب مدینہ مین داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھکر اُتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے اسپر کچھ انکار نہین فرمایا تھا اگرچہ انکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے بیٹھکر تمام خدمت مین حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کہ انہون نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہ ہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیاہ کپڑا نہین پہنتے ہین بشباہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالی نے اپنے حبیب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق و تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ مین داخل ہو تو یون کہے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق و اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و افتح لی ابواب رحمتک و افتح لی ابواب فضلک اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف و جلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہ مکان مطہر مہبط وحی اور اصل احکام اور منبع اسلام اور منبع ایمان اور چشمہ عرفان ہے فتح القدیر مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد قہرا سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہیے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت مصطفوی سے بھر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہے شائد میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے ولہذا امام مالک رح مدینہ مین سوار نہ ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ مین وہان سوار ہون جہان خود بدولت موجود ہون پھر جب مسجد شریف مین داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد مین کرتے ہین یعنی داہنا پانون پہلے رکھے اور یون کہے اللھم افتح لی ابواب رحمتک اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف مین روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان مین روضہ ہے از ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیت المسجد اُس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد مین ہے وہ دونون آنکھون کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اُسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے اُسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب مین کوئی ادب مجھ سے فوت نہو پھر قبر شریف کی طرف کمال عجز و انکسار سے آنکھین جھکائے متوجہ ہو اور وہان کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور سمار فضہ کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان لگی ہین مدت سے اور سابق مین موقف سلف جالیون کے اندر حجرہ شریفہ کی دیوار کے قریب تھا ولہذا مناسک قدیمہ مین مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر زیارت کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ مین مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو ابن ہمام رح محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ استقبال قبلہ مین فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لایق اعتماد نہین اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت مودب بطور نماز کھڑے ہو کہ صورت مقدسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تصور کرے گویا حضرت صلعم بدن مبارک مین آرام فرماتے ہین اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہین اور میرا کلام سنتے ہین اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث مین منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یون عرض کرے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تین بار السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک

۱ ترجمہ (تبیون مین داخل کرنا اور نکالنا مجکو سچا داخل کرنا اور نکالنا مجکو سچا نکالنا اور بنا دے واسطے میرے تیری طرف سے حکومت ۲ یعنی بلایا اللہ تعالے نے تم کو اور اُسکے رسول نے ۳ یعنی اللہ تعالے نے ۴ یعنی اللہ تعالے نے ۵ یعنی اللہ تعالے نے ۶ یعنی اللہ تعالے نے ۷ یعنی اللہ تعالے نے ۸ یعنی اللہ تعالے نے ۹ یعنی اللہ تعالے نے ۱۰ یعنی اللہ تعالے نے ۱۱ یعنی اللہ تعالے نے ۱۲ یعنی اللہ تعالے نے ۱۳ یعنی اللہ تعالے نے ۱۴ یعنی اللہ تعالے نے ۱۵ یعنی اللہ تعالے نے

يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا إِمَامَ الْمُتَّقِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ

اے بہترین سب خلق کے سلام تیرا ہی سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام تیرا ہی پیشوا پرہیزگاروں کے سلام تیرا ہی پیشوا منہ اور ہاتھ چمکنے والوں کے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْمُذْنِبِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللهِ

سلام تیرا ہی بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تیرا ہی سفارشی گناہگاروں کے سلام تیرا ہی حبیب اللہ کے سلام تیرا ہی پسند کئے ہوئے اللہ کے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا الْهَادِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اَلسَّلَامُ عَلَى يَا مَنْ وَصَفَهُ اللهُ بِقَوْلِهِ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

سلام تیرا ہی برگزیدہ اللہ کے سلام تیرا ہی راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تیرا ہی وہ کہ جسکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے بڑے خلق پر

وَبِقَوْلِهِ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ سَبَّحَ الْحَصَى فِي يَدَيْهِ وَحَنَّ الْجِذْعُ إِلَيْهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ أَمَرَنَا اللهُ بِطَاعَتِهِ

اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنے والے مہربان سلام تیرا ہی وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے اسکے ہاتھوں میں اور شوق ہوا ستون جو کھجور کا سلام تیرا ہی وہ کہ حکم کیا اللہ نے ہمکو حکم کیا اطاعت کا

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى ذُرِّيَّتِكَ الطَّيِّبِينَ وَأَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ

اور درود وسلام ہو اس پر درود وسلام ہو اسکا اوپر سلام تیرا اور تمام نبیوں اور رسولوں پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر

وَأَصْحَابِكَ أَجْمَعِينَ كَثِيرًا دَائِمًا أَبَدًا كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى جَزَاكَ اللهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى بِهِ رَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ

اور آپ کے سارے ساتھیوں پر بہت سا سلام ہمیشہ ہر دم کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہوا کہ ہمکو خدا جزا دے خیر دے ہماری طرف سے بہتر جو کہ جزا دی کسی رسول کو اسکی امت کی طرف سے میں گواہی دیتا

لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَخِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ

اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندے اور رسول اور برگزیدہ اسکے خلق میں سے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کو پہونچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی

وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَأَقَمْتَ الْمَحَجَّةَ وَأَوْضَحْتَ الْمَحَجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَقُلْتَ عَنْ دِينِ اللهِ حَقًّا اَلْيَقِينُ فَصَلَّى اللهُ عَلَى

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپ نے اللہ کے بارے میں حق اسکے مجاہدہ کا اور آپ بولے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آیا یقین موت آلی ہے صلے اللہ

رُوحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ وَأَزْكَى وَأَنْمَى صَلَاةً دَائِمَةً إِلَى يَوْمِ الدِّينِ يَا رَسُولَ اللهِ نَحْنُ

آپ کی روح اور آپ کے بدن اور آپ کی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اور رسول اللہ کے ہم آپ کے پاس

وَفْدُكَ وَزُوَّارُ قَبْرِكَ جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَنَوَاحٍ بَعِيدَةٍ قَاصِدِينَ قَضَاءَ حَقِّكَ وَالنَّظَرَ إِلَى

آئے ہیں اور آپ کی قبر کی زیارت کرنے والے ہیں آپکے پاس حاضر ہوئے ہیں بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کر کے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو

مَا ثَبَتَ لَكَ وَالْتِمَاسَ مَزِيدِ رُتْبَتِكَ وَالِاسْتِشْفَاعَ بِكَ إِلَى رَبِّنَا فَإِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُورَنَا وَالْأَوْزَارَ

آپکے نشانات اور برکت لینے کو آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تمسے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہ ہمارے سر پر بھاری

قَدْ أَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَأَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُودُ بِالشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى

بوجھ ہیں اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تمسے وعدہ ہوا ہے سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ

اگر وہ لوگ جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشوا تے اللہ سے اور بخشوا تا انکو رسول تو پاتے اللہ کو

تَوَّابًا رَّحِيمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِينَ لِأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِينَ لِذُنُوبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ وَاسْأَلْهُ

توبہ قبول کرنے والا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کر کے اپنی جانوں پر بخشوانے والے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اس سے سوال کیجیے

اَنْ تَبْعَثَنَا عَلٰی سُنَّتِكَ وَاَنْ تَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِكَ وَاَنْ تُوْرِدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ تَسْقِیَنَا بِكَاْسِكَ غَیْرَ خَزَایَا

کہ ہمکو آپ کے طریق پر اٹھاوے اور یہ کہ آپکے گروہ میں ہمکو اٹھاوے اور یہ کہ آپ کے حوض پر ہمکو پہونچاوے اور آپ کے پیالے سے پانی پلاوے نہ ہم رسوا ہوں

وَلَا نَادِمِیْنَ اَلشَّفَاعَةَ اَلشَّفَاعَةَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

نہ خجالت زدہ سفارش کیجئے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تو نے ہمکو ہدایت کیا اور دے ہمکو اپنے

لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ

پاس سے رحمت بے شک تو ہی بہت دینے والا رب ہمارے بخشدے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہمسے پہلے ہوئے ہیں ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ اُن لوگوں کیلئے جو ایمان

اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ پھر مستشفع سلام پہونچاوے اسکا جسسے حضرت کو سلام کہدیا ہو طرح اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ

لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنے والا مہربان سلام تیرا اے رسول اللہ کے فلاں بیٹے فلاں کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

بِكَ اِلٰی رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ پھر درود پڑھے جتنا ہو سکے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے قادیانی اکبر کے سامنے ہو اور یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ

آپ سے آپکے رب کے پاس تو آپ اُسکی سفارش فرمایئے اور سب مسلمانوں کی سلام تیرا اے نائب

رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِی الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَفِیْقَهٗ فِی الْاَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْنَهٗ

رسول خدا کے سلام تیرا ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تیرا اُنکے رفیق سفروں میں سلام تیرا اُنکے امین

عَلَی الْاَسْرَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ اَفْضَلَ مَا جَزٰی اِمَامًا عَنْ اُمَّةِ نَبِیِّهٖ فَلَقَدْ خَافَتْهُ بِاَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِیْقَهٗ وَمَنْهَاجَهٗ

بھیدوں پر تکہ خدا تعالیٰ جزا دے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت کے کتنے نیابت کی بہتر نائب ہوکر اور تم چلے اُنکے طریق اور راستہ پر

خَیْرَ مَسْلَكٍ فَاَلَّفْتَ اَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْاِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ لَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِّلْحَقِّ وَنَاصِرًا لِّاَهْلِهٖ حَتّٰی اَتٰكَ

اچھا چلنا تم لڑے مرتدوں اور بدعت والوں سے اور تمنے دوستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتیوں کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

الْیَقِیْنُ فَالسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَللّٰهُمَّ اَمْتِعْنَا عَلٰی حُبِّهٖ وَلَا تَحْبِسْ سَعْیَنَا فِیْ زِیَارَتِهٖ بِرَحْمَتِكَ یَا اَكْرَمَ

کہ آئی آپکو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں الٰہی ہمکو موت دے اُنکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش اُنکی زیارت میں اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروق کی قبر کے سامنے ہو تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ یَا مُسَتِّرَ الْاَصْنَامِ جَزَاكَ اللّٰهُ

سلام تیرا اے سردار ایمان والوں کے سلام تیرا اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنیوالے بتوں کے تجھکو جزا دے اللہ تعالیٰ

عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِیَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَكَ فَلَقَدْ كَفَلْتَ الْاَیْتَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَقَوِیَ بِكَ الْاِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِمَامًا مَّرْضِیًّا وَّ

ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تجھکو اپنا نائب کیا کہ تجھنے ذمہ داری کی یتیموں کی اور ملایا ناتوں کو اور قوی ہوا تجھسے اسلام اور تم تھے مسلمانوں کے پیشوا پسندیدہ اور

هَادِیًا مَّهْدِیًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَاَغَثْتَ نَفْرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسْرَهُمْ فَالسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پھر لقد رابعت پھیرے اور شیخین کی خدمت

راہ بتانے والے راہ یاب جمع کیا تجھنے اُنکے تفرقہ کو اور غنی کیا اُنکی احتیاج کو اور باندھا اُنکی شکستگی کو پس سلام تیرا اور رحمت اللہ کی اور اُسکی برکتیں

میں یوں عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا شَیْخَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَفِیْقَیْهِ وَوَزِیْرَیْهِ وَمُشِیْرَیْهِ وَالْمُعَاوِنَیْنِ لَهٗ عَلَی الْقِیَامِ فِی الدِّیْنِ وَ

سلام تم دونوں پر اے دو بھلے رسول خدا کے اور اُنکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

الْقَائِمَیْنِ بَعْدَهٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِیْنَ جَزَاكُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ جَزَآءٍ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَشْفَعَ لَنَا وَنَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ یَّتَقَبَّلَ

بجا لانیوالے اُنکے بعد مسلمانوں کی صلاحیں جزا دے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ کرتے ہیں تمکو طرف رسول خدا کی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کریں ہماری اور

سعینا[1] و بیینا علیہ ملتہ و یحشرنا فیی زمرتہ پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور اول کھڑا ہو اور یوں کہے اللھم انک قلت و قولک الحق و لو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ و استغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما و قد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفرلنا و لاباءنا و لامھاتنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لاتجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین[2] اور ان الفاظ زیارت میں اختیار ہی جاہے بڑھاوے اور چاہے گھٹاوے اور جس شخص کو استظہار یاد نہ ہے تو اتنا کہنا کفایت ہے[3] السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ و علی صاحبیک ابی بکر الصدیق و فاروق الخارق باوجہ تقدیر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابولبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمیں آنحضرت نے آپ کو باندھا تھا یہانتک کہ انکی توبہ قبول ہوئی تھی اور دو ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہیں سو وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ میں آوے جہاں بافضل امام نماز پڑھاتا ہو سو جتنا ہو سکے وہاں نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس چیز پر ہاتھ رکھے جسکو زمانہ کہتے ہیں جسپر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق میں رویا تھا اور قصہ اسکا احادیث صحیحہ میں مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی میں بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے پائین میں اور قرارت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا میں بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہیں اور جب تک مدینہ طیبہ میں رہے اپر مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی میں فوت ہو کیونکہ واسے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہاں کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت سنت ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہیں حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت میں بلا حساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع میں مدفون ہیں پھر جب بقیع میں داخل ہو تو یہ دعا کرے (السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء اللہ بکم للاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللھم اغفر لنا و لھم) اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبۂ اہل بیت میں غربی قبر ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہی سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المؤمنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضے کرم اللہ وجہہ کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہیں اور بقیع میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھے اور ایک روایت یوں ہی کہ انکی قبر بھی وہیں ہی اور مستحب ہی کہ نخیلہ کو شہداے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف میں فوت نہو اور ابتداے زیارت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کرے اور یوں کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مؤمنین ان شاء اللہ بکم للاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث میں آیا ہی کہ احد پہاڑ ہی ہمکو چاہتا ہی اور ہم اسکو چاہتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنے شہداے احد میں پھر وہاں کھڑے ہوے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم خدا کے

نزدیک زندہ ہو سو اہی لوگو زیارت کیا کرو اور اُنکو سلام کیا کرو بیس قسم ہی اس ذات پاک کی کہ جسکے قابو مین میری جان ہی کہ جو انکو سلام کریگا اُسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب یہ ہی کہ شنبہ کے روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اُسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر وہان دو رکعت نماز پڑھی تو اُسکو عمرہ کے برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہی جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے پتھر رکھا پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اور مستحب ہی کہ قبل دخول مسجد قبا کے یہ دعا کرے (یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین ویا مفرج الکرب عن المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرین صل علے محمد وآلہ اجمعین واکشف عنی کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یاحنان یامنان یا کثیر المعروف یا دائم الاحسان) پھر اُس کنوئین پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہین جسمین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈالا اور دوسرا کنوان ہی مسجد کے قریب وہان وضو کرے اور اُسکا پانی پیے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہی اور اس دعا کو پڑھے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور وہان سات کنوین مشہور ہین تلاش کرکے وہان جاوے اور اُنکا پانی پیے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی وفتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہ مستحب ہی کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو ادعیہ کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی ہین اُنکو اعادہ کرے پھر یون کہے (وداعک یارسول اللہ غیر موعین ولا ساءمین بفرقتک ونحن نسالک ان نسال اللہ تعالی ان لا یقطع آثارنا من زیارتک وان یبارک لنا فیما وہب لنا من الولد دخول من النعم وان یرزقنا الشکر علے ذلک بمنہ اللہم لا تجعل ہذا اخر العہد من زیارۃ قبرنبیک الکریم فان توفیتنی قبل ذلک فانی اشہدک فی مماتی مثل ما شہدت علیہ فی حیاتی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) پھر مسجد کے اندر روضہ شریف مین آوے اور دو رکعت نماز پڑھے اور دعاے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پاؤن بڑھاوے اور مفارقت مسجد شریف اور قبر مبارک سے کمال غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو کے ڈالے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین مین رونا علامت ہی قبول کی پھر لوٹین کہے (اللہم صل علے محمد وعلے آل محمد اللہم لا تجعل ہذا آخر العہد بنبیک وحط اوزاری بزیارتہ واصحبنی بسفری ہذا بالبر والتقوے ویسر رجوعی الی اہلی یا ارحم الراحمین) پھر مساکین مصطفوی یعنی اہل مدینہ پر کچھ خیرات کرے جو ہو سکے کہ اس خیرات کو بقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہی پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے مکہ کی طرف آوے چنانچہ اہل ہند کو اتفاق ہوتا ہی تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھے یا حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ بیس ہین اُنکو تفحص اور تحقیق کرکے اُنمین نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جبکہ اپنے وطن کے قریب پہونچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے اور توقف کرے علے الخصوص رات کو گھر مین نجاوے کہ حدیث مین ممنوع ہی پھر جب اپنے شہر مین پہونچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے تو وہان بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد شکر بجالاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامت سے اپنے اہل وعیال کو ملا اور بعد حج کے لازم ہی کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے اسواسطے کہ اس اشد ہی مرض سے یعنے بعد شفا اور صحت کے پلٹا کھانا

بیماری سے بتر ہوا اور اپنے موے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کما فی فتح القدیر والکرمانی صفتانی ہمکو اور ہمارے اخوان مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری فرماوے آمین ثم آمین

فائدہ جلیلہ بعضے آداب زیارت کیواسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہین منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چومے نہ وہان طواف کرے کہ مکروہ ہے اسلیے کہ طواف بیت اللہ کے لیے مخصوص ہے اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ بمقتضاے ادب یہ ہے کہ دور رہے جسقدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا ہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے مین محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہ اسکی جہالت اور غفلت ہے اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ انہین ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہے احیاء العلوم مین مصرح ہے کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاری کی عادت ہے انس رضی اللہ عنہ بن مالک صحابی نے ایک مرد کو دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ مرد حضرت صلعم کے زمانہ مین معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس کھڑا ہو کر سلام کرے کہ بدعت ہے اور اس سے بڑا زیادہ یہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہین کہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ غلط ہے علامہ عزالدین بن جماعہ رح نے کہا کہ مجکو جو اونسے تعجب ہوتا ہے بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہین جان بوجھ کر اور آداب سے یہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ مسجد مین نہ غیر مسجد مین اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبدالسلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے اسی طرح واجب ہے جیسا کہ حیات مین اسواسطے کہ حیات اور ممات حضرت صلعم کی حدیث مین مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگر یہ خارج مسجد کی طرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک رح کا یہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہین کہ جب مسجد مین آوین تو سلام کرین لیکن مسافرون کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ مین ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے مجد الدین صاحب قاموس نے کہا کہ حجرہ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ خضریہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہے کہ قیام مدینہ کی مدت مین درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حاضر رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد مین رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع مین جایا کرے امام نووی رح نے کہا علے الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام جن مین کوئی فضیلت نہین وہ بھی واجب الاحترام ہین بسبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک سنت اور مرتکب بدعت ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلعم بلاشبہہ انکو ثابت ہے بہر صورت ہمارے حق مین واجب التعظیم ہین امید ہے کہ خاتمہ انکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی مین تاثیر کرے ؎ فیاسا کئی اکناف طیبۃ کالکم ۔ سالی الطیب ابن اجل الحبیب حبیب کذا فی تاریخ السید السمہودی رح جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہین ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہین اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہین تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العین ہے

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین بار سوم ماہ مئی ۱۸۹۳ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ مین طبع ہوئی

۱۹۷۶۳۸
ح ع

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب [illegible] لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔